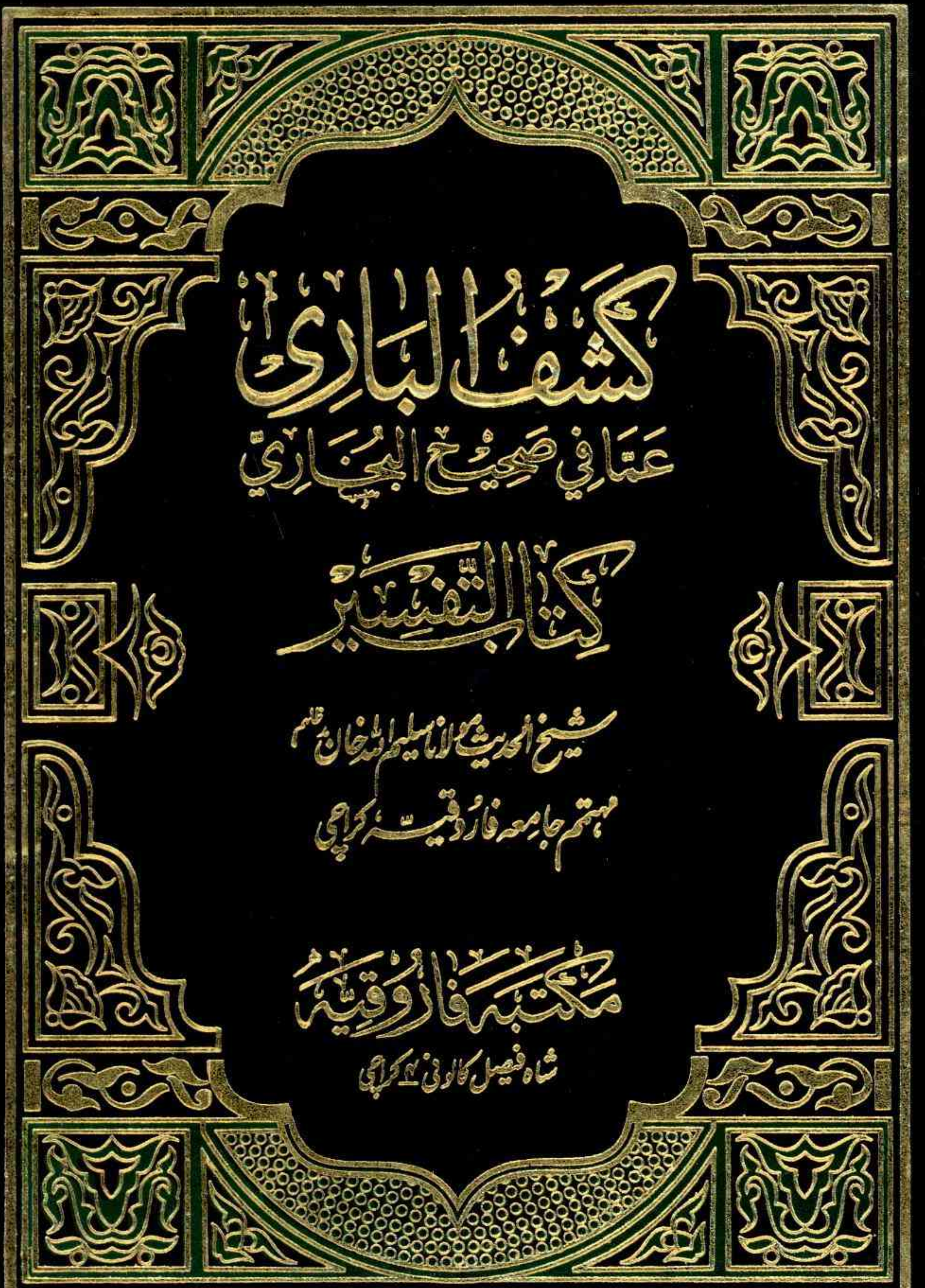

كشف البارى

عما في صحيح البخاري

كتاب التفسير

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان ظلہم
مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ فاروقیہ
شاہ فیصل کالونی ۴ کراچی

تاثرات

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث، جامعہ دارالعلوم، کراچی

’’کشف الباری عمافی صحیح البخاری‘‘ اردو زبان میں صحیح بخاری شریف کی عظیم الشان اردو شرح ہے جو شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کی نصف صدی کے تدریسی افادات اور مطالعہ کا نچوڑ وثمرہ ہے، یہ شرح ابھی تدوین کے مرحلے میں ہے۔ ’’کشف الباری‘‘ عوام وخواص، علما، طلبہ ہر طبقے میں الحمدللہ یکساں مقبول ہو رہی ہے، ملک کی ممتاز دینی درس گاہ دارالعلوم کراچی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی مدظلہم نے ’’کشف الباری‘‘ سے والہانہ انداز میں اپنے استفادے کا ذکر کرتے ہوئے کتاب کے متعلق اپنے تاثرات قلمبند فرمائے ہیں، ذیل میں ان دونوں علماء کے یہ تاثرات شائع کیے جا رہے ہیں۔

کشف الباری

صحیح بخاری کی اردو میں ایک عظیم الشان شرح

احقر کو بفضلہ تعالیٰ اپنے استاذ معظم شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب (أطال اللہ بقاءہ بالعافیۃ) سے تلمذ کا شرف پچھلے 43 سال سے حاصل ہے، ان میں سے ابتدائی تین سال تو باقاعدہ اور باضابطہ تلمذ کا موقع ملا، جس میں احقر نے درس نظامی کی متعدد اہم ترین کتابیں حضرت سے پڑھیں، جن میں ہدایہ آخرین، میبذی اور دورۂ حدیث کے سال جامع ترمذی شامل ہیں، پھر اس کے بعد بھی الحمدللہ استفادہ کا سلسلہ کسی نہ کسی جہت سے قائم رہا۔ حضرت کا دلنشین انداز تدریس ہم سب ساتھیوں کے درمیان یکساں طور پر مقبول اور محبوب تھا اور اس کی خصوصیت یہ تھی کہ مشکل سے مشکل مباحث حضرت کی سلجھی ہوئی تقریر کے ذریعے پانی ہو جاتے تھے، خاص طور سے جامع ترمذی کے درس میں یہ بات نمایاں طور پر نظر آئی کہ شروح حدیث کے وہ مباحث جو مختلف کتابوں میں غیر مرتب انداز میں پھیلے ہوئے ہوتے، وہ حضرت کے درس میں نہایت انضباط کے ساتھ اس طرح مرتب ہو جاتے کہ ان کا سمجھنا اور یاد رکھنا ہم جیسے طالب علموں کے لیے نہایت آسان ہوتا۔ اس طرح حضرت نے ایک کتاب اور اس کے موضوعات ہی نہیں پڑھائے، بلکہ اس بات کی تعلیم بھی دی کہ بکھرے ہوئے مباحث کو کس طرح سمیٹا جائے اور انہیں فہم سے قریب کرنے کے لیے کیا انداز اختیار کیا جائے۔ حضرت کے اس انداز تدریس کا یہ احسان میرے علاوہ ان تمام طلبہ کے لیے ناقابل فراموش ہے جنہیں حضرت سے پڑھنے کے بعد کسی علمی خدمت کا موقع ملا۔

حضرت نے اپنے علمی مقام اور اپنے وسیع افادات کو ہمیشہ اپنی اس متواضع، سادہ اور بے تکلف زندگی کے پردے میں چھپائے رکھا جس کا مشاہدہ ہر شخص آج بھی ان سے ملاقات کر کے کر سکتا ہے۔

لیکن پچھلے دنوں حضرت کے بعض تلامذہ نے آپ کی تقریر بخاری کو ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے مرتب کر کے شائع کرنے کا ارادہ کیا اور اب بفضلہ تعالیٰ ''کشف الباری'' کے نام سے منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔

جب پہلی بار ''کشف الباری'' کا ایک نسخہ میرے سامنے آیا تو حضرت سے پڑھنے کے زمانے کی جو خوشگوار یادیں ذہن پر مرتسم تھیں، انہوں نے طبعی طور پر کتاب کی طرف اشتیاق پیدا کیا۔ لیکن آج کل مجھ ناکارہ کو گوناگوں مصروفیات اور اسفار کے جس غیر متناہی سلسلے نے جکڑا ہوا ہے اس میں مجھے اپنے آپ سے یہ امید نہ تھی کہ میں ان ضخیم جلدوں سے پورا پورا استفادہ کر سکوں گا، یوں بھی اردو زبان میں اکابر سے لے کر اصاغر تک بہت سے حضرات اساتذہ کی تقاریر بخاری معروف ومتداول ہیں اور ان سب کو بیک وقت مطالعے میں رکھنا مشکل ہوتا ہے۔

لیکن جب میں نے ''کشف الباری'' کی پہلی جلد سرسری مطالعے کی نیت سے اٹھائی تو اس نے مجھے خود مستقل طور پر اپنا قاری بنالیا۔

اپنے درس بخاری کے دوران جب میں ''فتح الباری، عمدۃ القاری، شرح ابن بطال، فیض الباری، لامع الدراری اور فضل الباری کا مطالعہ کرنے کے بعد ''کشف الباری'' کا مطالعہ کرتا تو ظاہر ہوتا کہ اس کتاب میں مذکورہ تمام کتابوں کے اہم مباحث دلنشین تفہیم کے ساتھ اس طرح یک جا ہو گئے ہیں جیسے ان کتابوں کا لب لباب اس میں سمٹ آیا ہو۔ اور اس کے علاوہ بھی بہت سے مسائل اور مباحث اس پر مستزاد ہیں۔ اس طرح مجھے بفضلہ تعالیٰ ''کشف الباری'' کی ابتدائی دو جلدوں کا تقریباً بالاستیعاب مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا اور کتاب المغازی والی جلد کے بیشتر حصے سے استفادہ نصیب ہوا اور اگر میں یہ کہوں تو شاید یہ مبالغہ نہیں ہوگا کہ اس وقت صحیح بخاری کی جتنی تقاریر اردو میں دستیاب ہیں ان میں یہ تقریر اپنی نافعیت اور جامعیت کے لحاظ سے سب پر فائق ہے۔ اور یہ صرف طلبہ ہی کے لیے نہیں، بلکہ صحیح بخاری کے اساتذہ کے لیے بھی نہایت مفید ہے۔ مباحث کے انتخاب، تطویل اور اختصار میں ہر پڑھانے والے کا مذاق جدا ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں صحیح بخاری کے طالب علم اور استاذ کے لیے تقریباً تمام ضروری مسائل کا احاطہ کرلیا گیا ہے۔ پہلی دو جلدیں تقریباً 14 سو صفحات پر مشتمل ہیں۔ اور ان میں صرف کتاب الایمان مکمل ہوئی ہے۔ جب کہ شروع میں علم حدیث اور صحیح بخاری کے بارے میں نہایت مفید مقدمہ بھی شامل ہے دوسری دو جلدیں کتاب المغازی اور کتاب التفسیر پر مشتمل ہیں۔ اور ان کی ضخامت بھی قریب قریب اتنی ہی ہے۔

اس تقریر کی ترتیب اور تدوین میں مولانا نور البشر اور مولانا ابن الحسن عباسی صاحبان (فاضلین دار العلوم کراچی) نے اپنی صلاحیت اور قابلیت کا بہترین مظاہرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائیں، وفقهما الله تعالىٰ لأمثال أمثاله، دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائیں اور تقریر کے باقی ماندہ حصے بھی اسی معیار کے ساتھ مرتب ہو کر شائع ہوں۔ انشاء اللہ یہ کتاب اپنی تکمیل کے بعد اردو میں صحیح بخاری کی جامع ترین شرح ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ حضرت صاحبِ تقریر کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر تادیر بعافیتِ تامہ قائم رکھیں، ہمیں اور پوری امت کو ان کے فیوض سے مستفید ہونے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

احقر اس لائق نہیں تھا کہ حضرت والا کی تقریر کے بارے میں کچھ لکھتا، لیکن تعمیلِ حکم میں یہ چند بے ربط اور بے ساختہ تاثرات قلمبند ہو گئے۔ حضرت صاحبِ تقریر اور اس عظیم الشان کتاب کا مرتبہ یقیناً اس سے کہیں زیادہ بلند ہے۔

☆☆☆☆

تاثرات

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی صاحب
شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی

حدیث رسول قرآن کریم کی شرح ہے

﴿لقد من اللّٰه علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ﴾ ۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی ذمہ داری قرآن کریم کی آیات صرف پڑھ کر سنانا نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ کتاب اللہ کے احکام کی تعلیم، قولی اور عملی طریقے سے دینا بھی آپ کے فرائض میں داخل تھا اور یہ ان مقاصد میں سے تھا جس کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا کیونکہ علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حکمت سے مراد قرآن کریم کے علاوہ شریعت کے وہ احکام ہیں جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی خفی کے ذریعہ آپ کو اطلاع دی تھی، چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الرسالۃ" میں لکھا ہے۔

"سمعت من أرضی من أھل العلم بالقرآن یقول: الحکمۃ سنۃ رسول اللّٰہ ﷺ" (ص:۴۴)

''میں نے قرآن کے ان اہل علم کو جن کو میں پسند کرتا ہوں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حکمت سے مراد نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے''۔

امام شاطبی نے اپنی کتاب ''الموافقات'' (ج ۴ ص:۱۰) پر لکھا ہے "فکانت السنۃ بمنزلۃ التفسیر والشرح لمعانی أحکام الکتاب" "یعنی سنت کتاب اللہ کے احکام کے لئے شرح کا درجہ رکھتی ہے''۔

اور امام محمد بن جریر طبری سورۂ بقرہ کی آیت "ربنا وابعث فیھم رسولا ......" کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

"الصواب من القول عندنا فی الحکمۃ أن العلم بأحکام اللّٰہ التی لا یدرک علمھا إلا ببیان الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم، والمعرفۃ بھا ومادل علیہ فی نظائرہ، وھو عندی مأخوذ من الحکم الذی بمعنی الفصل بین الباطل والحق۔

''ہمارے نزدیک صحیح تر بات یہ ہے کہ حکمت اللہ تعالیٰ کے احکام کے علم کا نام ہے جو صرف نبی کریم ﷺ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے......''

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "ألا إنی أوتیت القرآن ومثلہ معہ" "یعنی مجھے قرآن کریم دیا گیا ہے اور اس کے مثل مزید، جس سے مراد قرآن کریم کی شرح یعنی نبی اکرم ﷺ کی قولی وفعلی احادیث مبارکہ ہی ہیں اور اسی لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو قرآن حکیم میں خطاب کرکے دین کے اس حصے کی حفاظت کا حکم فرمایا تھا......: ﴿واذکرن مایتلی فی بیوتکن من آیات اللّٰہ والحکمۃ......﴾ کہ تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی جو آیتیں اور حکمت کی جو باتیں سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو۔

علمائے امت کے ہاں اس پر اجماع ہے کہ قرآن کریم کے مجملات ومشکلات کی تفسیر وتشریح اور اعمال دینیہ کی عملی صورت نبی کریم ﷺ کے اقوال واعمال اور آپ کے احوال جانے بغیر نہیں ہوسکتی، کیونکہ آپ مراد الٰہی کے بیان وتفسیر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر تھے، چنانچہ ارشاد ہے: "أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ" (سورۃ النحل) ''آپ پر ہم نے یہ ذکر یعنی یادداشت نازل کی تاکہ جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے، آپ اس کو کھول کر لوگوں سے بیان کردیں''۔ چنانچہ قرآن کریم میں جتنے احکام نازل فرمائے گئے تھے، مثلاً وضو، نماز، روزہ، حج، درود، دعا، جہاد، ذکر الٰہی، نکاح، طلاق، خرید وفروخت، اخلاق ومعاشرت...... یہ سب احکام قرآن کریم میں مجملاً تھے، ان

احکام کی تفسیر و تشریح نبی اکرم ﷺ نے فرمائی، اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ "ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ..."

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی احادیث قرآن کریم سے الگ عجمی دین نہیں پیش کرتی ہیں اور نہ ہی یہ عجمی سازش ہے، بلکہ یہ قرآن کریم کے اجمال کی تفصیل ہے اور دین اسلام کا حصہ ہے۔

حفاظتِ حدیث، امت مسلمہ کی خصوصیت

اسی اہمیت و خصوصیت کی بناء پر اس کی حفاظت و تدوین اور تشریح کے لئے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کی کوششیں صرف ہوئی ہیں، حافظ ابن حزم ظاہریؒ نے اپنی کتاب "الفصل" میں لکھا ہے کہ پچھلی امتوں میں کسی کو بھی یہ توفیق نہیں ملی کہ اپنے رسول کے کلمات کو صحیح اور ثبوت کے ساتھ محفوظ کر سکے، یہ صرف اس امت کی خصوصیت ہے کہ اس کو اپنے رسول کے ایک ایک کلمے کی صحت اور اتصال کے ساتھ جمع کرنے کی توفیق ملی، مسلمانوں کے اس عظیم کارنامے کا اعتراف غیر مسلموں کو بھی ہے۔

"خطبات مدراس" میں مولانا سید سلیمان ندوی نے ڈاکٹر اسپنگر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں نے علم حدیث کی حفاظت کے لئے اسمائے رجال کا فن ایجاد کیا، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ سے زیادہ انسانوں کے حالات محفوظ ہو گئے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے جمع و نقل کا تعلق ہے، اس کے علاوہ علمِ حدیث کے سو فنون ہیں جن کی تفصیل مصطلح الحدیث کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

تدوینِ حدیث کی ابتداء

حدیث کی جمع و ترتیب اور تدوین کی تفصیل ان کتب میں دیکھی جائے جو منکرینِ حدیث اور مستشرقینِ یورپ کے جواب میں علمائے امت نے لکھی ہیں، یہاں اس کا موقع نہیں البتہ مختصراً اتنی بات سمجھ لینی چاہئے کہ احادیث مبارکہ کے لکھنے کا سلسلہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی تھا اور بعض صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی اجازت سے آپ ﷺ کی احادیث کو محفوظ و قلمبند کیا، اس کے بعد پھر تابعین اور تبع تابعین کے دور میں احادیث کی ترتیب و تدوین کے کام میں مزید ترقی ہوئی اور پہلی صدی ہجری کے اختتام اور دوسری صدی ہجری کے ابتدائی حصے میں خلیفۂ راشد و عادل حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانۂ خلافت میں سرکاری طور پر اس کے لئے اہتمام شروع ہوا اور پھر ان کے انتقال کے بعد اگرچہ اس کام کا سرکاری اہتمام تو باقی نہیں رہا لیکن علمائے امت نے اس کا بیڑا سنبھالا اور الحمدللہ آج احادیث مرتب اور منقح صورت میں جو ہمارے سامنے موجود ہیں، یہ محدثین، فقہاء اور علمائے امت کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہے کہ واقعۃً تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

صحیح بخاری شریف کا مقام

اس سلسلۂ ترتیب و تدوین کی ایک زریں کڑی امام محمد بن اسماعیل البخاری کی کتاب "الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول ﷺ وسننہ وایامہ" ہے، اس کتاب میں امام بخاریؒ نے وہ آٹھ اقسام جمع کر دیے ہیں جو کسی کتاب کے جامع ہونے کے لئے ضروری ہیں امام بخاری نے نہ معلوم کس قدر عظیم اخلاص کے ساتھ یہ کتاب لکھی تھی جس کی بناء پر اللہ تبارک تعالیٰ نے اسے وہ عظیم مقبولیت عطا فرمائی کہ مخلوق کی کتابوں میں جس کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی، چنانچہ حافظ ابن صلاح فرماتے ہیں کہ "اللہ کی کتاب کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم سب سے صحیح ترین کتابیں ہیں اور ..... "إن کتاب البخاری أصح الکتابین صحیحا، وأکثرهما فوائد" اور امام نسائی فرماتے ہیں " اجود هذه الکتب کتاب البخاری" اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب " حجة الله البالغه" (ص: ۲۹۷) میں ارشاد فرماتے ہیں: "جو شخص اس کتاب کی عظمت کا

قائل نہ ہو، وہ مبتدع ہے اور مسلمانوں کی راہ سے ہٹا ہوا ہے" پھر قسم اٹھا کر فرماتے ہیں: "اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کتاب کو جو شہرت عطا فرمائی، اس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا"۔

اس کتاب میں جو خصوصیات اور امتیازات ہیں ان کی تفصیل کو زیر نظر کتاب کے مقدمہ میں دیکھا جائے۔

شروح بخاری

ان ہی خصوصیات و امتیازات اور اہمیت و مقبولیت کی بناء پر صحیح بخاری کی تدوین و تصنیف کے بعد ہر دور کے علماء نے اس پر شروح و حواشی لکھے ہیں، شیخ الحدیث حضرت اقدس حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ نے "لامع الدراری" کے مقدمہ میں ایک سو سے زیادہ شروح و حواشی کا ذکر کیا ہے۔ ابھی ابھی "ابن بطال" کی شرح بخاری چھپی ہے اس کے مقدمہ میں کتاب کے محقق ابو تمیم یاسر بن ابراہیم فرماتے ہیں:

> "فأضحى هذا الكتاب أصح كتاب بعد القرآن، واحتل من بين الكتب الصدارة والاهتمام، ففضى العلماء أمامه الليالي والأيام، فمنهم الشارح لما في ألفاظ متونه من المعاني والأحكام، ومنهم الشارح لمناسبات تراجم أبوابه، ومنهم المترجم لرجال اسانيده، ومنهم الباحث في شرط البخاري فيه، ومنهم المستدرك عليه أشياء لم يخرجها، ومنهم المتتبع أشياء انتقدها عليه، إلى غير ذلك من أنواع العلوم المتعلقة بالجامع الصحيح (ص:۷ ج۱)"

یعنی ان کتب حدیث میں جب صحیح بخاری نے صدارت کا مقام حاصل کیا تو علماء امت نے اپنی زندگیاں اور دن رات اس کتاب کی خدمت میں صرف کر دیے۔ بعض لوگوں نے اس کتاب کے متون حدیث میں جو معانی و احکام ہیں ان پر کتابیں لکھیں، بعض علماء نے ابواب بخاری کی مناسبت یا اس کی اسانید کے رجال کے حالات پر اور بعض نے بخاری کی شرائط پر اور بعض نے کتاب پر استدراک و انتقاد کے سلسلے میں کتابیں لکھیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کی سب سے پہلی شرح حافظ ابو سلیمان الخطابی المتوفی ۳۸۶ھ کی "أعلام الحدیث" ہے، اس شرح میں صرف غریب الفاظ کی تشریح ہے۔

اس کے بعد پھر حافظ داؤدی المتوفی ۴۰۲ھ کی شرح ہے، ابن التین نے اپنی شرح بخاری میں اس کی عبارتیں نقل کی ہیں، ان کے بعد پھر علامہ "مہلب بن احمد بن ابی صفرہ" المتوفی ۴۳۵ھ کی شرح ہے، اسی شرح کی تلخیص شارح کے شاگرد "ابو عبد اللہ محمد بن خلف بن المرابط الاندلسی المصری المتوفی ۴۸۵ھ نے کی ہے، ان کے بعد پھر ابو الحسن علی بن خلف بن بطال القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ کی شرح ہے، یہ مہلب کے شاگرد تھے اور انھوں نے ان کی شرح سے استفادہ کیا ہے، ابن بطال کی شرح سے پہلے صرف "خطابی" کی شرح مطبوع ہے، اور اب "ابن بطال" کی شرح چھوٹے سائز کی دس جلدوں میں چھپ چکی ہے، امام نووی المتوفی ۶۷۶ھ نے بھی صرف کتاب الایمان کی شرح لکھی، اسی طرح امام شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی المتوفی ۷۸۶ھ کی شرح "الکواکب الدراری" شیخ جمال الدین الشافعی المتوفی ۶۷۲ھ کی "شواهد التوضيح والتصحيح لمشكلات الجامع الصحيح" حافظ ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ کی "فتح الباری" امام بدر الدین عینی المتوفی ۸۵۵ھ کی "عمدۃ القاری" علامہ جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی "التوشیح" امام قسطلانیؒ کی "ارشاد الساری" علامہ نور الحق بن مولانا الشیخ عبد الحق محدث دھلوی المتوفی ۱۰۷۳ھ کی "تیسیر القاری" شیخ الاسلام بن محب اللہ البخاری کی شرح جو تیسیر القاری کے حاشیہ پر ہے، حافظ دراز پشاوری کا حاشیہ بھی "تیسیر القاری" کے حاشیہ پر چھپا ہے، علامہ ابو الحسن نور الدین محمد بن عبد الهادی سندھی کا حاشیہ ...... یہ تمام صحیح بخاری کے مشہور اور مطبوع شروح و حواشی ہیں۔

ہندوستان میں علم حدیث کی خدمات کا مختصر جائزہ

ہندوستان میں جب علم حدیث کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کے بعد حدیث کی خدمت کے سلسلے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ان کے گھرانے کی گراں قدر خدمات ہیں، حضرت شیخ نے خود مشکوۃ المصابیح پر عربی اور فارسی میں شروح لکھیں اور ان کے صاحبزادے نے صحیح بخاری پر شرح لکھی پھر ان کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے خاندان کی خدمات بھی آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

صحیح بخاری کے ابواب وتراجم پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا رسالہ صحیح بخاری کی ابتدا میں مطبوع اور متداول ہے پھر ان کے بعد حدیث کی تدریس وتشریح کے سلسلے میں علماء دیوبند کا دور آتا ہے جن میں نمایاں خدمت حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری کا حاشیہ بخاری ہے، جس کی تکمیل حضرت قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے کی، نیز حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری نے صحاح کی اکثر کتب پر حواشی لکھے اور احادیث کی کتب اہتمام صحت کے ساتھ چھپوائیں۔

پھر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی خدمات تدریسِ حدیث اور ان کے لائق تلامذہ کی وہ تقاریر بھی خدمتِ حدیث کی سنہری کڑیاں ہیں جن میں صحیح بخاری پر ''لامع الدراری'' اور سنن ترمذی پر ''الکوکب الدری'' جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے قیمتی حواشی کے ساتھ چھپ چکی ہیں، سنن ابن ماجہ پر حضرت شیخ الہند کے استاذ ملا محمودؒ کا حاشیہ اور سنن ابی داؤد پر حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہی کے حواشی، سنن ترمذی اور سنن النسائی پر حضرت مولانا اشفاق الرحمان کاندھلویؒ کے حواشی اور ابوداؤد پر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی بے مثال شرح ''بذل المجھود''، سنن ترمذی اور سنن ابی داؤد پر حضرت شیخ الہند کی تقاریر، صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد پر حضرت امام العصر علامہ انور شاہ کاشمیری کی تقاریر، سنن ترمذی پر علامہ انور شاہ کشمیری اور شیخ الاسلام حضرت مدنی کی تقاریر، صحیح مسلم پر حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی لاجواب شرح، اسی طرح سنن ترمذی پر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے مختصر نکات، صحیح بخاری پر حضرت عثمانی کی تقریر اور حضرت شیخ الحدیث کی تقریر اور "الابواب والتراجم" موطا امام مالکؒ پر ان کی شرح ''اوجز المسالک'' موجودہ زمانے میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی ''تکملة فتح الملهم'' اور درس ترمذی، حضرت مولانا فخر الدینؒ کی '' إيضاح البخارى" اور "الابواب والتراجم" پر ان کی کتاب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی "التعليق الصبيح" اور صحیح بخاری پر "الابواب والتراجم" مولانا عبدالجبار اعظمی کی "امداد الباری'' شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غور غشتوی کا ''حاشیہ مشکوۃ'' حضرت مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) کی تقریر ترمذی، حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب کی ترمذی پر شرح، مولانا نذیر احمد صاحب فیصل آبادی کی مشکوۃ پر تقریر، حضرت مولانا عبدالرحمان کاملپوری کی ''معارف ترمذی'' اور اس طرح کی دیگر لاتعداد کتب، علم حدیث کی وہ گرانقدر خدمات ہیں جن سے زمانہ صرف نظر نہیں کرسکتا اور نہ علوم کی تاریخ لکھنے والا ان خدمات کو نظر انداز کرسکتا ہے۔

کشف الباری

صحیح بخاری کی شروح میں ایک گرانقدر اضافہ

موجودہ دور میں علم حدیث اور خصوصا صحیح بخاری کی خدمت وتشریح کے سلسلے میں ایک گراں قدر، قیمتی اور بے مثال اضافہ سیدی وسندی، مسند العصر، استاذ العلماء، شیخ الحدیث وصدر وفاق المدارس پاکستان حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہ وفیوضہ وادام اللہ علینا ظلہ کی صحیح بخاری پر تقریر " كشف البارى عما فى صحيح البخارى" ہے یہ کتاب حضرت کی ان تقاریر پر مشتمل ہے جو صحیح بخاری پڑھاتے وقت حضرت نے فرمائیں۔

جامعہ فاروقیہ میں احقر کے دورۂ حدیث پڑھنے کا پس منظر

بندہ نے خود بھی حضرت دام ظلہ سے صحیح بخاری پڑھی تھی جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ بندہ صوبہ سرحد، ضلع سوات، تحصیل مٹہ، گاؤں فاضل بیگ گھڑی، کے دیہات سے رمضان المبارک کے آخر میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلے کے ارادے سے روانہ ہوا، راولپنڈی آ کر اگلی منزل پر روانگی کے لئے دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار، راولپنڈی میں ٹھہر گیا، یہ ۱۹۷۳ء کی بات ہے اس زمانے میں جامعہ اشرفیہ میں علم کے آفتاب و ماہتاب حضرت مولانا رسول خان صاحب اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھاتے تھے، بندہ بھی شیخین سے استفادہ کی خاطر گھر سے نکلا تھا، راولپنڈی میں قیام کے دوران طالب علمی کے دور کے شفیق و بزرگ ساتھی حضرت مولانا محمد اکبر صاحب چکیسری سے ملاقات ہوئی، وہ اس سال جامعہ فاروقیہ میں حضرت دام مجدہ سے دورۂ حدیث پڑھ چکے تھے، انھوں نے بندہ کے ارادے پر مطلع ہونے کے بعد کچھ اس والہانہ اور محبت کے انداز میں حضرت کی طرز تدریس اور قدرت علی التدریس کا تذکرہ کیا کہ بندہ کے لاہور جانے کے ارادے میں کچھ تزلزل پیدا ہوا اور پھر انھوں نے مجھ پر اصرار کیا کہ میں بھی دورۂ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی میں حضرت سے پڑھ لوں، چنانچہ بندہ نے ان کی معیت میں کراچی کا سفر کیا، انھوں نے حضرت سے سفارش کر کے بندہ کا داخلہ دورہ حدیث میں کرایا "مشکوٰۃ المصابیح" میں حضرت نے خود بندہ کا امتحان لیا، مجھے اب تک مقام امتحان کی وہ حدیث یاد ہے۔

اس وقت جامعہ فاروقیہ ایک نوزائیدہ مدرسہ تھا اور اکثر عمارات کچی تھیں، اسباق شروع ہونے سے پہلے بندہ کو کچھ بے چینی اور شکوک وشبہات نے گھیرا، چنانچہ بندہ نے چپکے سے کراچی کے ایک اور بڑے مدرسہ میں داخلہ لیا، وہاں اسباق شروع تھے، صحیح بخاری اور سنن ترمذی کے سبق میں ایک دن شریک ہوا لیکن پھر واپس جامعہ فاروقیہ آیا، دوسرے دن وہاں اسباق شروع ہوئے، حضرت دام مجدہ کے پاس صحیح بخاری کا سبق تھا، پہلے دن کا سبق سن کر اور ابتدائی ابحاث پر حضرت کا خوبصورت اور دل موہ لینے والا مرتب اور واضح انداز تدریس کا مشاہدہ کر کے دل کو اطمینان ہوا اور اپنے رفیق حضرت مولانا محمد اکبر مدظلہ کے لئے دل سے دعا نکلی، بندہ نے خود بھی حضرت کی بخاری شریف کی تقریر لکھی تھی جو بعد میں میری غفلت کی وجہ سے ضائع ہوگئی۔

میں نے مولانا سلیم اللہ خان صاحب جیسا استاذ و مدرس نہیں دیکھا

یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ بندہ نے ایک طویل عرصے تک حضرت کے زیر سایہ جامعہ فاروقیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیے اور اب تقریباً دس بارہ سال سے جامعہ العلوم الاسلامیہ میں درس دے رہا ہے، اِس وقت حضرت دام ظلہ سے میرا کوئی دنیوی مفاد وابستہ نہیں ہے، یہ تمہید میں نے اس لئے لکھی، کہ آئندہ جو بات میں لکھنا چاہتا ہوں، شاید کچھ حضرات اس کو مبالغہ اور تملق پر محمول کریں گے وہ بات یہ کہ بندہ نے اپنی مختصر سی طالب علمی کی زندگی میں اور اس کے بعد تقریباً ستائیس اٹھائیس سالہ تدریسی زندگی میں حضرت جیسا مدرس اور استاذ نہیں دیکھا جس کی تقریر ایسی مرتب جامع اور واضح ہو کہ اعلیٰ، متوسط اور ادنیٰ درجے کا ہر طالب علم اس سے استفادہ کر سکتا ہو، اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو جو تحقیقی ذوق عطا فرمایا، اس کے ساتھ مرتب اور جامع طرزِ تدریس عموماً بہت کم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی میں یہ تمام صفات جمع فرمائی ہیں۔

کشف الباری مستغنی کر دینے والی شرح

بندہ تقریباً تین سال سے جامعہ علوم اسلامیہ میں صحیح بخاری پڑھاتا ہے اور الحمدللہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کہتا ہوں کہ مجھے مطالعہ کرنے کا ذوق اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے عطا فرمایا ہے، صحیح بخاری کی مطبوعہ و متداول شروح، حواشی اور تقاریر اکابر میں سے شاید کوئی

شرح، حاشیہ، یا تقریر ایسی ہوگی، جو بندہ کی نظر سے نہیں گذری لیکن میں نے "کشف الباری" جیسی ہرلحاظ سے جامع، مرتب اور تحقیقی شرح نہیں دیکھی، اگر چہ علماء کا مشہور مقولہ ہے ...... " لایغنی کتاب عن کتاب" لیکن ...... " مامن عام إلا وقد خص عنه البعض " کے قاعدے کے مطابق "کشف الباری" اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے، بلا مبالغہ حقیقتۃً واقعۃً یہ ایسی شرح ہے کہ انسان کو دوسری شروح سے مستغنی کر دیتی ہے۔

میں ان لوگوں کی بات تو نہیں کرتا جو کسی خاص تقریر کا مطالعہ کر کے سبق پڑھاتے ہیں البتہ وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے تحقیقی ذوق دیا ہے، اور متقدمین شارحین جیسے خطابی، ابن بطال، کرمانی، عینی، ابن حجر، قسطلانی، سندھی وغیرھم کی شروح کا مطالعہ کرتے ہیں اور متاخرین میں تیسیر القاری، لامع الدراری، کوثر المعانی، اور فیض الباری کو دیکھتے ہیں، وہ اس بات کی گواہی دیں گے۔

کشف الباری کی خصوصیات

"کشف الباری عما فی صحیح البخاری" کی خصوصیات اور امتیازات تو بہت ہیں اور ان شاء اللہ بندہ کا ارادہ ہے کہ اس موضوع پر دوسری شروح کے ساتھ ایک تقابلی جائزہ آئندہ پیش کرے گا یہاں ارتجالاً چند خصوصیات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ مشکل الفاظ کے لغوی معانی کا اور یہ کہ یہ لفظ کس باب سے آتا ہے بیان ہوتا ہے۔

۲۔ اگر نحوی ترکیب کی ضرورت ہو تو جملے کی نحوی ترکیب کو ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔ حدیث کے الفاظ کا مختلف جملوں کی صورت میں سلیس ترجمہ کیا گیا ہے۔

۴۔ ترجمۃ الباب کے مقصد کا تحقیقی طریقے سے مفصل بیان کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال کا تنقیدی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

۵۔ باب کا ماقبل سے ربط و تعلق کے سلسلے میں بھی پوری تحقیق و تنقید کے ساتھ تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

۶۔ مختلف فیہا مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کے مسلک اور دوسرے مسالک کی تنقیح و تحقیق کے بعد ہر ایک کے مستدلات کا استقصاء اور پھر دلائل پر تحقیقی طریقے سے ردوقدح اور احناف کے دلائل کی وضاحت اور ترجیح بیان کی گئی ہے۔

۷۔ اگر حدیث میں کوئی تاریخی واقعہ مذکور ہو تو اس کی پوری وضاحت کی گئی ہے۔

۸۔ جن احادیث کو تقریر کے ضمن میں بطور استدلال پیش کیا گیا ہے ان کی تخریج کی گئی ہے۔

۹۔ تعلیقات بخاری کی تخریج کی گئی ہے۔

۱۰۔ اور سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مختلف اقوال کے نقل کرنے میں حضرت صرف ناقل نہیں ہیں بلکہ ہر قول پر محققانہ اور تنقیدی کلام بھی بوقت ضرورت کیا گیا ہے۔ تلک عشرۃ کاملہ۔

حضرت کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تدریس کا طویل موقعہ عنایت فرمایا، اس کتاب میں آپ کی پوری زندگی کی تدریس کا نچوڑ موجود ہے، بندہ کی رائے یہ ہے کہ اس دور میں صحیح بخاری پڑھانے والا کوئی بھی استاذ اس کتاب کے مطالعہ سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت کا سایہ تادیر ہم پر قائم رہے، اس تقریر کے مرتب کرنے والے حضرات کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، دینی طبقہ پر عموماً اور حضرت کے طبقۂ تلامذہ پر خصوصاً جن میں بندہ بھی شامل ہے، یہ ان حضرات کا عظیم احسان ہے۔

☆ ☆☆☆

كتاب المعتبر

حکومت پاکستان کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر 19439

کشف الباری (کتاب التفسیر)

افادات

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان

ترتیب و تحقیق

ابن الحسن عباسی

۱۴۳۳ھ/2012ء

جملہ حقوق بحق مکتبہ فاروقیہ کراچی پاکستان محفوظ ہیں

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ مکتبہ فاروقیہ سے تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کا کوئی اقدام کیا گیا تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

جميع حقوق الملكية الأدبية والفنية محفوظة

لمكتبة الفاروقية كراتشي. باكستان

ويحظر طبع أو تصوير أو ترجمة أو إعادة تنضيد الكتاب كاملاً أو مجزأ أو تسجيله على أشرطة كاسيت أو إدخاله على الكمبيوتر أو برمجته على اسطوانات ضوئية إلا بموافقة الناشر خطياً

Exclusive Rights by

Maktabah Farooqia Khi-Pak.

No part of this publication may be translated, reproduced, distributed in any form or by any means, or stored in a data base or retrieval system, without the prior written permission of the publisher.

مطبوعات مکتبہ فاروقیہ کراچی 75230 پاکستان

نزد جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر 4
کراچی 75230، پاکستان
فون: 021-4575763
m_farooqia@hotmail.com

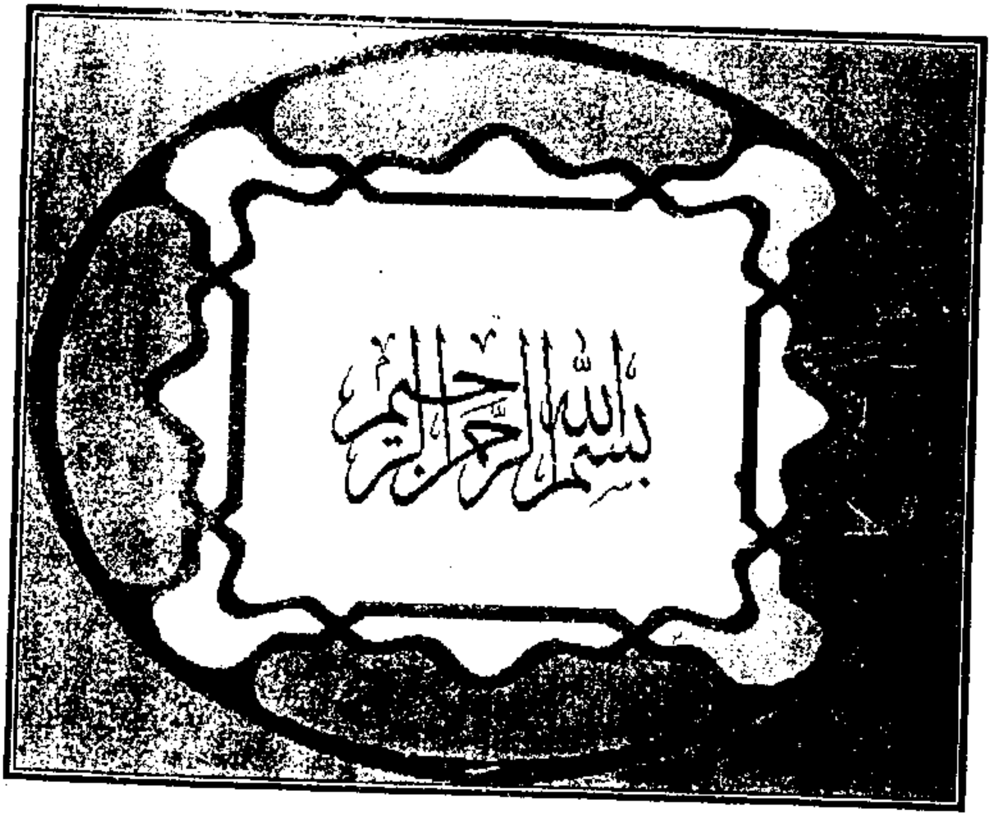

بسم الله الرحمن الرحيم

عرض مرتب

باسمہ الکریم حامدا و مصلیا

حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدھم کے اخلاص ، نصف صدی پر مشتمل ان کی طویل تدریسی زندگی کی برکت اور سب سے بڑھ کر اللہ جل شانہ کے فضل و کرم سے "کشف الباری" کو علمی حلقوں میں جو پذیرائی اور مقبولیت حاصل ہوئی اس سے ہمارا حوصلہ بلند اور محنت کا ولولہ تازہ ہوا ہے ، کتاب المغازی کے تقریباً تین سال کے بعد کتاب التفسیر آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے ، ترتیب و تدوین اور تحقیق و مراجعت کا مرحلہ تقریباً سال یا اس سے کچھ زیادہ عرصہ میں مکمل ہو جاتا ہے تاہم اس کے بعد کتابت، تصحیح اور دوسرے طباعتی لوازمات بھی اتنا ہی عرصہ لے لیتے ہیں ، جن حضرات کو کشف الباری کی جلدوں کا شدت سے انتظار ہے ہمیں اس کا بھرپور احساس ہے لیکن تاخیر کی کچھ وجوہات ایسی ہوتی ہیں کہ معیار کو برقرار رکھنے کی صورت میں اس کے سوا چارہ کار نہیں ، تاہم ہماری کوشش ، ارادہ اور اللہ جل شانہ سے دعا یہی ہے کہ دو جلدوں کے درمیان انتظار کا یہ وقفہ کم سے کم ہو ۔

کشف الباری کی اس جلد میں بھی ترتیب و تحقیق کا وہی انداز ہے جو کتاب المغازی میں اختیار کیا گیا تھا البتہ چند چیزیں ایسی ہیں جو کتاب التفسیر کی اس جلد کے ساتھ مخصوص ہیں اور کتاب کے مطالعہ سے پہلے وہ پیش نظر رہنی چاہئیں ۔

❶ امام بخاری رحمہ اللہ کتاب التفسیر میں الفاظ قرآنیہ کا انتخاب کر کے ان کی تشریح فرماتے ہیں لیکن پوری آیت ذکر نہیں فرماتے ہم نے متن کے طور پر جو نسخہ اختیار کیا ہے اس میں ہر قرآنی لفظ کے آگے اس لفظ کا آیت نمبر لکھ دیا ہے اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ کی تشریح لکھی گئی ہے ، پھر آگے تقریر میں وہ قرآنی لفظ جس آیت میں واقع ہے وہ پوری آیت یا اس کا ضروری حصہ اور اسکا ترجمہ لکھا گیا جو اکثر بیان القرآن سے ماخوذ ہے اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے اس لفظ کے جو معنی بیان کئے ہیں اس کی تشریح کی گئی ہے ، اس کے ساتھ عام طور سے اس آیت کے متعلق تفسیر عثمانی کے فوائد بھی تتمیم فائدہ کے لئے لکھ دئے گئے ہیں ۔

❷ امام بخاری رحمہ اللہ نے ہر آیت کی تفسیر نہیں کی بلکہ اپنے مخصوص مزاج کے مطابق منتخب آیات و الفاظ کی تفسیر کی ہے ان میں جو الفاظ و آیات مشکل یا ان کی تفسیر میں مفسرین کی آراء مختلف ہیں وہاں خصوصیت کے ساتھ ان میں سے اہم آراء اور قول راجح کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔

۳ امام بخاری رحمہ اللہ نے اگر کہیں مرجوح تفسیر کی ہے اسکی بھی نشان دہی کردی گئی ہے ۔

۴ جو احادیث گزری ہیں ان کی تشریح کا التزام نہیں کیا گیا اور اکثر بتا دیا گیا ہے کہ یہ حدیث فلاں جگہ گزر چکی ہے ۔

۵ ایک اہم کام یہ کیا گیا (جو کتاب المغازی میں نہیں کیا جاسکا) کہ کتاب التفسیر میں امام بخاری رحمہ اللہ نے جو حدیث پہلی بار ذکر کی اور صحیح بخاری میں وہ پہلے نہیں آئی ہو ہم نے حاشیہ میں اس حدیث کی تخریج بخاری اور صحاح ستہ سے کردی اور بتادیا کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث کہاں کہاں واقع ہے اور اصحاب ستہ میں سے دوسرے کن حضرات نے اسے ذکر کیا ہے ، اگر اصحاب ستہ میں سے امام کے علاوہ کسی نے اس کو ذکر نہ کیا ہو صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہو تو اس کی بھی وضاحت کردی ہے

۶ ابتداء میں " امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب التفسیر پر ایک نظر " کے عنوان سے احقر نے کتاب التفسیر کا ایک تعارف لکھا جس میں کتاب التفسیر کے ماخذ اور اسلوب و انداز پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔

*****

حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے وجود باسعادت کا چراغ ہمارے لئے اس کام کی مشکل راہیں روشن کر رہا ہے ، قارئین سے حضرت شیخ کی صحت وعافیت اور درازئ عمر کے لئے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے کہ یہ کام آپ کے سایۂ عاطفت کی آغوش میں مکمل ہو ، اپنے مستقبل کے ہر لمحہ سے بے خبر انسان سوائے ہمت ودعا کے اور کر بھی کیا سکتا ہے ، عزم وہمت اور بارگاہ رب العزت میں توفیق کی دعا ہی ایک انسان کے لئے کسی کام کی تکمیل کا سرمایہ اور فانی زندگی میں امید کی کرنوں کی یہ صدا بن سکتی ہے کہ .....

ہمیں خبر ہے کہ ہم ہیں چراغ آخر شب
ہمارے بعد اندھیرا نہیں ، اجالا ہے

ابن الحسن عباسی
۲۵ شوال ۱۴۱۸ھ

فہرست

مضامین/عنوانات	صفحہ	مضامین/عنوانات	صفحہ
کتاب التفسیر........	۱	سورۃ البقرۃ	۱۰
تفسیر کے لغوی معنی........	۱	سورۃ کی بقرہ کی طرف اضافت کرنے میں اختلاف....	
تفسیر کے اصطلاحی معنی........	۲	اور قول راجح........	۱۱
تفسیر اور تاویل........	۲	باب قول الله: وَعلّم آدم الاسماء كلها......	۱۱
کتاب التفسیر میں امام بخاری کا انداز........	۳	حضرت آدم علیہ السلام کو کن چیزوں کے اسماء سکھائے	
رحمان اور رحیم کی تفسیر........	۴	گئے تھے........	۱۱
سورۃ الفاتحۃ	۶	اس سلسلہ میں ایک اشکال اور اس کا جواب........	۱۲
سورۃ فاتحہ کو "ام الکتاب" کیوں کہتے ہیں........	۶	خلقک لله بیده میں "ید" سے کیا مراد ہے....	۱۳
سورۃ فاتحہ کے اسماء	۷	سجود آدم سے کونسا سجدہ مراد ہے........	۱۳
لفظ "دین" کے معنی........	۷	یہ سجدہ تمام ملائکہ نے کیا تھا یا بعض نے........	۱۴
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر لبیک کہنے والے		حضرت نوح "اول رسول" کس حیثیت سے ہیں....	۱۴
مصلّی کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں........	۸	تشریح کلمات........	۱۵
سورۃ فاتحہ کو "سبع مثانی" کہنے کی وجہ........	۹	راعنا کے معنی اور اس میں مختلف قراءتیں........	۲۰
سورۃ فاتحہ کو "قرآن عظیم" کہنے کی وجہ........	۹	باب قوله تعالى: فلا تجعلوا لله اندادا......	۲۱
باب غير المغضوب عليهم ولا الضالين	۱۰	الفاظ حدیث کی تشریح........	۲۱
ترجمۃ الباب سے روایت باب کی مناسبت........	۱۰	باب قوله تعالى: "وَظَلَّلْنا عليكم الغَمام"......	۲۲

مضامین/عنوانات — صفحہ
"من" کی تفسیر …… ۲۲
ترجمۃ الباب سے روایت باب کی مناسبت کی بابت ایک اشکال …… ۲۳
سانپ کی چھتری کا پانی آنکھ کے لیے مفید ہے …… ۲۴
باب واذ قلنا ادخلوا ھٰذہ القریۃ …… ۲۴
تشریح حدیث باب …… ۲۵
باب قولہ: من کان عدوًّا لجبریل …… ۲۵
جبرئیل ومیکائیل کے معنی …… ۲۵
باب قولہ: ماننسخ من آیۃ …… ۲۶
نسخ کے لغوی واصطلاحی معنی ۲۷
مفہوم نسخ میں متقدمین ومتاخرین کی اصطلاح کا فرق ۲۷
احکام شرعیہ میں نسخ کا ہونا عیب نہیں …… ۲۸
نسخ کی قسمیں اور ان کی تفصیل …… ۲۹
باب وقالوا اتخذ اللہُ ولدًا سبحانہ …… ۳۲
باب قولہ: واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی ۳۳
"مقام ابراھیم" سے کیا مراد ہے …… ۳۳
باب قولہ تعالیٰ: واذ یرفع ابراھیم القواعد ۳۴
باب قولوا آمنا باللہ وما اُنزل الینا …… ۳۵
باب سیقول السفھاء …… ۳۶
سفہاء سے کون مراد ہیں؟ …… ۳۶
باب وکذلک جعلنا کم اُمّۃً …… ۳۷
فلاجناح علیہ ان یطوف بھما کی تفسیر …… ۴۱
باب یاایھا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص …… ۴۳
قصاص میں جان کے بدلے جان: ہے آزاد اور غلام کی کوئی تفریق اس میں نہیں …… ۴۴
حضرت ربیع کا ایک لڑکی کا دانت توڑنے کا واقعہ …… ۴۶
اس سلسلہ میں تعارض روایات اور اس کا حل …… ۴۷
کُتب علیکم الصیام کما کُتب علی الذین من قبلکم کی تفسیر …… ۴۸
فرضیتِ رمضان سے پہلے یوم عاشورا کے روزہ کی حیثیت …… ۴۶
اشعث بن قیس …… ۴۹
معمولی مرض کی وجہ سے روزہ افطار کرنے کے متعلق امام بخاری اور جمہور علماء کا مسلک …… ۵۱
مرضعہ اور حاملہ کے روزہ افطار کرنے کے متعلق ائمہ کے مذاہب …… ۵۱
وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ کی تفسیر میں مفسرین کی مختلف آراء …… ۵۲
روزہ میں تدریجاً تین تبدیلیاں ہوئیں …… ۵۶
باب وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط ۵۷
اِن وِسادک اذاً لعریض کے معنی …… ۵۸
باب ولیس البر بان تأتوا البیوت …… ۵۹
باب وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ …… ۵۹
عبید اللہ بن لہیعہ ضعیف راوی ہیں …… ۶۱
باب وانفقوا فی سبیل اللہ …… ۶۲
باب ثم أفیضوا من حیث أفاض النّاس …… ۶۴
باب ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ …… ۶۷
حتی اذا استیاس الرُسُل وظنوا انھم قد کذبوا کی تفسیر …… ۶۷

مضامین/عنوانات	صفحہ
سورۂ یوسف کی مذکورہ آیت میں دو قراءتیں ہیں	۶۷
دونوں قراءتوں کی صورت میں آیت کی مختلف تفسیریں	۶۸
متی نصرالله میں تین احتمال	۷۰
باب نساؤکم حرثٌ لَّکم	۷۱
"انی شئتم" کے معنی	۷۲
بیوی کے ساتھ وطی فی الدبر کا مسئلہ	۷۲
باب وَاِذَا طلقتم النِّسَآء فَبلغن اجلهن	۷۵
آیت کریمہ سے نکاح بعبارۃ النساء پر استدلال	۷۵
متوفیٰ عنہا زوجہا کی عدت	۷۷
لامع الدراری کی غلطی پر تنبیہ	۸۰
متوفیٰ عنہا زوجہا کے نفقہ اور سکنیٰ کا حکم	۸۱
متوفیٰ عنہا زوجہا حاملہ کی عدت	۸۳
باب حافظوا علی الصلوات	۸۵
صلاۃ وُسطیٰ کے متعلق علماء کے اقوال	۸۵
وسع کرسیہ میں کرسی سے کیا مراد ہے	۸۸
تشریح کلمات	۸۹
باب و اذقال ابراهیم رب ارنی کیف تحیی الموتی	۹۱
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سوال کیوں کیا	۹۲
باب قوله ایود احدکم ان تکون له جنة	۹۲
روایت باب کے متعلق ایک اشکال اور اس کا جواب	۹۳
باب لایسألون الناس اِلحافًا	۹۴
ایک اشکال اور اس کا جواب	۹۶
باب واِن کان ذُوعُسرة فَنَظرة اِلی میسرة	۹۷
روایت باب اور آیت باب میں مناسبت	۹۷

مضامین/عنوانات	صفحہ
باب واتقوا یوما تُرجعون فِیه الی الله	۹۷
روایت باب کے متعلق ایک اشکال اور اس کا جواب	۹۸
باب وان تبدوا ما فی انفسکم	۹۸
آیت کریمہ کی تفسیر	۹۹
ابوجعفر عبداللہ بن محمد نفیلی	۱۰۰
تفسیر سورۃ آلِ عمران	۱۰۱
تشریح کلمات	۱۰۳
باب منه آیات محکمات	۱۰۶
آیات محکمات اور آیات متشابهات	۱۰۷
ایک اشکال اور اس کا جواب	۱۰۸
متشابہات کی دو قسمیں	۱۰۹
باب وانی اُعیذها بِک و ذُرِّیَتَها من الشیطان الرجیم	۱۱۰
فیستهل صارخا من مسِّ الشیطان اِیّاه الامریم وابنها کی تشریح	۱۱۰
چند اشکالات اور ان کے جوابات	۱۱۱
باب ان الذین یشترون بعهدالله وایمانهم	۱۱۳
باب قل یااهل الکتاب تعالَوْا الی کلمة سواء	۱۱۴
باب کنتم خیرامة اُخرِجَتْ للناس	۱۱۸
آیت کریمہ لیس لک من الامر شئی کا شان نزول	۱۲۱
باب والرسول یدعوکم فی اُخراکم	۱۲۲
باب ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب	۱۲۵
باب لاتحسبن الذین یفرحون بما اتوا کا شان نزول	۱۲۹
تفسیر سورۃ النساء	۱۳۲

مضامین/عنوانات	صفحہ
مَثنٰی و ثلاثَ و رُباعَ کی تفسیر	۱۳۳
باب وان خفتم ان لَّاتُقْسطوا فی الیَتَامٰی	۱۳۵
آیت کی تفسیر وشان نزول	۱۳۶
فانکحوا ماطاب لکم مِن النساء میں استعمال [ما] کی توجیہات	۱۳۸
باب ومن کان غَنِیًّا فلیستعفف	۱۳۸
یتیم کے مال کا حکم	۱۳۹
باب واذا حضر القِسمةَ	۱۴۰
باب یوصیکم الله فی اولادکم	۱۴۱
نزول آیت کے متعلق تعارضِ روایات اور اس کا حل	۱۴۱
باب ولکلٍّ جعلنا مَوالِیَ مماترک الوالدان	۱۴۳
باب ان الله لایظلم مثقال ذرة	۱۴۵
محمد بن عبدالعزیز	۱۴۶
باب فکیف اذا جِئنا من کلِ اُمَّةٍ بشهید	۱۴۷
باب وان کنتم مرضی اوعلی سفر	۱۴۹
باب قوله اطیعوا الله واطیعوا الرسول	۱۵۱
اولی الامر سے کون لوگ مراد ہیں	۱۵۱
آیت کریمہ سے اصول اربعہ کی حجیت پر استدلال	۱۵۲
باب فلا وربک لایؤمنون	۱۵۲
رجلا من الانصار سے کون مراد ہیں	۱۵۳
باب ومن یقتل مؤمنا متعمدا	۱۵۷
کیاقاتل ہمیشہ جہنم میں ہوگا	۱۵۸
کیاقاتل کی توبہ قبول ہوگی	۱۵۸
باب لایستوی القاعدون من المؤمنین	۱۶۰
روایت کی سند کے متعلق ایک فائدہ	۱۶۲
باب ان المنافقین فی الدرک الاسفل	۱۶۵
من قال انا خیر من یونس بن متی کے معنی	۱۶۷
باب یستفتونک قل الله یفتیکم فی الکلالة	۱۶۸
کلالہ کی تفسیر	۱۶۹
تفسیر سورۃ المائدۃ	۱۷۱
تشریح کلمات	۱۷۱
باب الیوم اکملت لکم دینکم	۱۷۴
حدیث باب کی تشریح	۱۷۴
واشک کان یوم الجمعة ام لا	۱۷۵
باب قوله فلم تجدواماء فتیمموا صعیدا طیبا	۱۷۶
حمدان بن عمر	۱۷۸
باب إنما جزاء الذین یحاربون الله ورسوله	۱۷۸
محاربین کی سزا	۱۷۹
باب والجروح قصاص	۱۸۱
باب لَایُؤاخذکم الله باللغو فی ایمانکم	۱۸۱
یمین لغو کی تعریف	۱۸۲
باب قوله یاایها الذین آمنوا لاتُحرموا طیبات ما احل الله لکم	۱۸۳
باب قوله: إنما الخمر والمیسر	۱۸۴
باب لاتسألوا عن أشیاءَ ان تبدلکم تسؤکم	۱۸۷
آیت کریمہ کے شان نزول میں مختلف واقعات	۱۸۸

مضامین/عنوانات	صفحہ
واذقال الله یاعیسی ابن مریم... کی تشریح...	۱۸۹
وقال ابن عباس: متوفیک: ممیتک........	۱۹۱
عقیدہ حیات عیسی علیہ السلام	۱۹۱
حضرت ابن عباس کی مذکورہ تعلیق پر بحث........	۱۹۲
توفی کے معنی........	۱۹۴
حیات عیسی پر امت کا اجماع ہے........	۱۹۵
بحیرہ، وصیلہ اور حام وغیرہ کی تشریح........	۱۹۶
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمرو بن عامر خزاعی کو جہنم میں دیکھنے کی توجیہات........	۱۹۷
باب وکنت علیهم شهیدا........	۱۹۸
روایت باب پر ایک اشکال اور اس کے جوابات.....	۱۹۸
قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا........	۱۹۹
تفسیر سورۃ الانعام	۲۰۱
تشریح کلمات........	۲۰۲
سورۃ قصص کی آیت کو سورۃ انعام میں ذکر کرنے کے متعلق حضرت گنگوہی کی توجیہ........	۲۰۶
باب قل هو القادر علیٰ اَن یبعث علیکم....	۲۱۰
تعارض روایت کے متعلق ایک اشکال وجواب........	۲۱۱
باب اولئک الَّذین هَدی الله........	۲۱۲
"شرائع من قبلنا" کے متعلق ایک فائدہ	۲۱۲
باب وعلی الذین هادوا حرمنا کل ذی ظفر	۲۱۳
باب قوله: ولاتقربوا الفَواحش مَا ظَهَر منها ومابطن........	۲۱۴
باب لاینفع نفسًا ایمانُها........	۲۱۷
آیت کریمہ سے معتزلہ کے عقیدہ پر علامہ زمخشری کا استدلال اور اس کا رد........	۲۱۷
تفسیر سورۃ الاعراف	۲۱۹
آیت کریمہ "هوالذی خلقکم من نفس واحدة وجعل منها زوجها..." کی تفسیر میں ائمہ تفسیر کی مختلف آراء........	۲۲۷
باب ولما جاء موسی لمیقاتنا........	۲۳۵
تعارض روایات اور اس کا حل........	۲۳۶
فاکون اول من یفیق کی تشریح........	۲۳۶
قیامت کے دن تعداد نفخات	۲۳۷
باب قل یااَیها النَّاس اِنی رسول الله الیکم جمیعا........	۲۳۸
عبد اللہ بن حماد........	۲۴۰
صاحب کمالات کی لغزش نظر انداز کردی جاتی ہے.....	۲۴۰
باب خذالعفو وامر بالعرف........	۲۴۱
تفسیر سورۃ الانفال	۲۴۲
تشریح کلمات........	۲۴۲
باب واذ قالوا اللّٰهم ان کان هذا........	۲۴۶
احمد بن النضر........	۲۴۷
آیت کریمہ "وما کان الله لیعذبهم وانت فیهم" کی دو تفسیریں........	۲۴۸
باب وقاتلوهم حتی لاتکون فتنة........	۲۴۹
باب یاایها النبی حَرِّض المؤمنین علی القتال........	۲۵۱
میدان جنگ سے فرار کب جائز ہے........	۲۵۱
باب الآن خفف الله عنکم........	۲۵۳
تفسیر سورۃ براءت	۲۵۴

مضامین/عنوانات صفحہ

تشریح کلمات.................. ۲۵۴
سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت......... ۲۶۰
باب فقاتلوا ائمة الكفر......... ۲۶۱
آیت کی تعیین کے متعلق ایک تنبیہ......... ۲۶۲
باب قوله والذين يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ......... ۲۶۳
باب قوله: إن عِدَّةَ الشُّهور عندالله......... ۲۶۴
اشہر حرم کی ترتیب میں اختلاف......... ۲۶۵
باب قوله: ثاني اثنين......... ۲۶۵
حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے درمیان اختلاف کا ذکر......... ۲۶۷
باب والمؤلفةُ قلوبُهم......... ۲۷۰
باب استغفرلهم اولا تستغفرلهم......... ۲۷۲
باب ولاتصل على احد منهم......... ۲۷۳
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانا......... ۲۷۳
چند اشکالات اور ان کے جوابات......... ۲۷۳
باب لقد جاء كم رسول منكم......... ۲۸۱
تفسیر سورۃ یونس ۲۸۴
تشریح کلمات......... ۲۸۵
ان لهم قدم صدق..... قدم صدق کا مصداق ۲۸۵
باب وجا وزنا ببني اسرائيل البحر......... ۲۸۸
کیا فرعون کا ایمان لانا معتبر تھا......... ۲۸۸
تفسیر سورۃ ہود ۲۹۱
تشریح کلمات......... ۲۹۲
باب ألآ إنهم يَثْنون صدورهم......... ۲۹۴

مضامین/عنوانات صفحہ

آیت باب کا شان نزول......... ۲۹۵
باب قوله: وكان عرشُہ على الماء......... ۲۹۷
بسم الله مجريها ومرساها میں مختلف قراءتیں ۳۰۳
باب ويقول الأشهاد هؤلاء الذين......... ۳۰۴
باب قوله: وكذلك أخذ ربك القرى......... ۳۰۵
إن الحسناتِ يُذهِبن السيئات......... ۳۰۷
تفسیر سورۃ یوسف ۳۰۸
تشریح کلمات......... ۳۰۹
صواع کیا ہے......... ۳۰۹
غیابۃ الجُبّ سے کیا مراد ہے......... ۳۱۰
بلغ اشدہ کا مصداق......... ۳۱۱
"متکا" میں دو قراءتیں......... ۳۱۲
باب قوله: بل سَوَّلَتْ لكم انفسكم امرًا ۳۱۶
آیت کریمہ کی تفسیر پر ایک اشکال اور اس کے جوابات ۳۱۷
باب وراودته التى هو فى بيتها......... ۳۱۹
بل عجبت ویسخرون میں عجبت کی ایک قراءت پر قاضی شریح کا ایک اشکال اور اس کا جواب ۳۰۲
سورۃ صافات کے اس لفظ کو سورۃ یوسف میں ذکر کرنے کی وجہ......... ۳۲۰
روایت باب سے ترجمۃ الباب کی مناسبت......... ۳۲۱
باب قوله فلما جاءه الرسول......... ۳۲۱
عبدالرحمن بن القاسم......... ۳۲۲
لقد كان یاوی الی رکن شدید کے معنی......... ۳۲۲
باب قوله: حتى اذا استيأس الرُّسُل......... ۳۲۳
تفسیر سورۃ الرعد ۳۲۳

مضامین/عنوانات	صفحہ
تشریح کلمات	٣٢٤
آیت کریمہ انزل من السماء ماءً فسالت اودیۃ...کی تفسیر	٣٣٠
باب قولہ الله یعلم ماتحمل کُلُّ أُنثیٰ	٣٣١
تفسیر سورۃ ابراهیم	٣٣٢
تشریح کلمات	٣٣٣
فردوا ایدیهم فی افواههم کی تفسیر	٣٣٤
باب قولہ: کشجرۃ طیبۃ اصلها ثابت وفرعها فی السماء	٣٣٥
آیت کریمہ کی تفسیر	٣٣٦
باب الم ترالی الذین بَدَّلوا نعمۃ الله کفرًا	٣٣٧
تفسیر سورۃ الحجر	٣٣٨
تشریح کلمات	٣٣٨
باب قولہ الامن استرق السمع	٣٤٢
سند کی توضیح	٣٤٤
فاذا فزع عن قلوبهم میں دو قراءتیں	٣٤٥
شیاطین اور شہاب ثاقب	٣٤٥
باب قولہ: الذین جعلوا القرآن عضین	٣٤٨
کما انزلنا علی المقتسمین میں مقتسمین سے کون لوگ مراد ہیں	٣٤٩
تفسیر سورۃ النحل	٣٥٠
تشریح کلمات	٣٥١
فإذا قرأت القرآن فاستعذبالله کی تفسیر	٣٥٢
تلاوت سے قبل تعوذ کا حکم	٣٥٢
سند میں صدقہ سے کون شخص مراد ہیں	٣٥٧
اس سلسلہ میں تین قول اور ان میں قول راجح کی تعیین	٣٥٧
آیت کریمہ ولاتکونوا کالتی نقضت غزلها کی تفسیر	٣٥٨
تفسیر سورۃ بنی اسرائیل	٣٥٩
تشریح کلمات	٣٦١
باب قولہ: سبحان الذی أسریٰ بعبدہ	٣٦٥
باب ولقد کرَّمنا بنی آدم	٣٦٥
تشریح کلمات	٣٦٦
امرنا مترفیها میں مختلف قراءتیں	٣٦٩
باب ذُرِّیۃ من حملنا مع نوح	٣٧٠
حدیث شفاعت اور اس کی تشریح	٣٧١
ثلاث کذبات کی تفصیل	٣٧٣
اس سلسلہ کی ایک تنبیہ	٣٧٦
کلمتہ القاها إلی مریم وروح منہ میں روح کے متعلق علماء کے اقوال	٣٧٨
قد غفرالله لک ماتَقَدَّم من ذنبک وما تأخر کی تشریح	٣٧٩
باب و آتینا داؤد زبورا	٣٨٠
طیّ زمان اور طیّ مکان	٣٨١
باب قل ادعوا الذین زعمتم	٣٨١
باب وما جعلنا الرؤیا التی اریناک	٣٨٢
باب وقرآن الفجر کان مشهودًا	٣٨٣
قرآن الفجر کے مشہود ہونے کی مختلف وجوہ	٣٨٣
باب عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودًا	٣٨٤

آدم بن علی ۳۸۴
اذان کے بعد کی دعا ۳۸۴
دعا میں الدرجۃ الرفیعۃ کا ذکر نہیں ۳۸۵
باب ویسألونک عن الروح ۳۸۵
روح کی بحث ۳۸۶
روح کے متعلق یہودیوں کا سوال ۳۸۶
عالم خلق اور عالم امر ۳۸۶
کیا روح کی حقیقت کا علم کسی کو ہوسکتا ہے ۳۸۸
کیا روح اور نفس ایک ہیں یا الگ الگ ۳۸۸
مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق ۳۸۹
ایک اشکال اور اس کا جواب ۳۹۰
روح کی قسمیں ۳۹۰
کیا روح پر موت طاری ہوتی ہے ۳۹۱
یہاں آیت میں روح سے کیا مراد ہے ۳۹۲
باب ولاتجہر بصلاتک ۳۹۳
تفسیر سورۃ کہف ۳۹۴
تشریح کلمات ۳۹۵
قصہ اصحاب کہف ۳۹۶
اصحاب کہف کا غار کہاں واقع ہے ۳۹۷
رقیم کا مصداق ۳۹۹
فضربنا علی آذانہم... کے معنی ۴۰۲
باب وکان الانسان اکثر شئی جدلا ۴۰۴
تشریح کلمات ۴۰۵
باب واذقال موسی لفتاہ ۴۰۷
باب فلما بلغا مجمع بینہما ۴۰۹
توضیح سند ۴۱۱
باب قل هل ننبئکم بالاخسرین اعمالا ۴۱۵
باب اولئک الذین کفروا بآیات ربهم ۴۱۶
قیامت کے دن وزن کس چیز کا ہوگا ۴۱۷
تفسیر سورۃ مریم ۴۱۸
تشریح کلمات ۴۱۹
باب وانذرهم یوم الحسرة ۴۲۳
جنت اور جہنم دائمی ہیں ۴۲۴
باب قوله أطّلع الغیب أم اتخذ عند الرحمن عهدا ۴۲۵
آیت کریمہ کا شان نزول ۴۲۶
تفسیر سورۃ طٰہ ۴۲۷
تشریح کلمات ۴۲۸
طٰہ کے معنی ۴۲۸
حرم شریف میں ایک پاؤں پر کھڑے ہوکر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا نصف قرآن پڑھنے کے متعلق ایک فائدہ ۴۲۹
باب قوله: واصطنعتک لنفسی ۴۳۵
حضرت آدم اور حضرت موسی علیہما السلام کے درمیان ملاقات اور مناظرہ کب ہوا؟ ۴۳۵
ایک اشکال اور اس کے جوابات ۴۳۶
تفسیر سورۃ الانبیاء ۴۳۸
تشریح کلمات ۴۳۹
سجل کے معنی میں مختلف اقوال ۴۴۴
إن هؤلاء مرتدین علی اعقابهم کے متعلق

مضامین/عنوانات صفحہ

ایک اشکال اور اس کے جوابات........ ۴۴۵
تفسیر سورۃ الحج ۴۴۶
وما ارسلنا من قبلک من رسول ولانبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ کی تفسیر ۴۴۷
باب وتری الناس سکاری........ ۴۵۵
ہزار میں سے نوسو ننانوے بعث النار........ ۴۵۶
وانی لأرجو أن تکونوا ربع أهل الجنة کے معنی........ ۴۵۶
باب ومن الناس من یعبداللہ علی حرف ۴۵۸
تفسیر سورۃ المؤمنین ۴۵۸
تشریح کلمات........ ۴۵۹
تفسیر سورۃ النور ۴۶۱
تشریح کلمات........ ۴۶۲
باب ویدرأ عنها العذاب........ ۴۶۵
لعان کی آیات کس کے متعلق نازل ہوئیں........ ۴۶۶
باب لولا اذسمعتوہ........ ۴۶۸
تفسیر سورۃ فرقان ۴۷۷
تشریح کلمات........ ۴۷۸
رس کے معنی........ ۴۸۰
باب قولہ: والذین لایدعون مع اللہ اِلٰهًا آخر........ ۴۸۱
توضیح سند........ ۴۸۲
سورۃ فرقان اور سورۃ نساء کی آیات کے متعلق حضرت ابن عباسؓ سے سوال اور آپ کا جواب........ ۴۸۴
باب فسوف یکون لِزاما........ ۴۸۴
علامات قیامت میں سے کتنی علامتیں گزری ہیں ۴۸۵
تفسیر سورۃ الشعراء ۴۸۵
تشریح کلمات........ ۴۸۶
کیا حضور ﷺ کے والدین مؤمن تھے ۴۸۸
باب ولاتخزنی یوم یبعثون........ ۴۹۱
روایت باب کے متعلق ایک شبہ اور اس کا جواب... ۴۹۲
باب وانذر عشیرتک الاقربین........ ۴۹۲
انذار کی چار صورتیں........ ۴۹۳
تفسیر سورۃ النمل ۴۹۳
تشریح کلمات........ ۴۹۴
واوتینا العلم کس کا مقولہ ہے........ ۴۹۶
تفسیر سورۃ القصص ۴۹۷
باب انک لاتهدی من احببت........ ۴۹۷
کیا ابوطالب مسلمان ہوا تھا ۴۹۸
بخاری کی روایت پر شبلی نعمانی مرحوم کا اعتراض اور اس کا جواب........ ۴۹۸
تشریح کلمات........ ۴۹۹
لفظ "ویکان" کی تحقیق........ ۵۰۴
تفسیر سورۃ عنکبوت ۵۰۵
آیت فلیعلمن اللہ الذین صدقوا... کے متعلق ایک اشکال از حضرت شیخ الہند کا جواب........ ۵۰۶
تفسیر سورۃ الم غلبت الروم ۵۰۸
تشریح کلمات........ ۵۰۹
باب لاتبدیل لخلق اللہ........ ۵۱۱
فطرت اللہ التی فطر الناس علیها کی تفسیر ۵۱۲
تفسیر سورۃ التنزیل ۵۱۳
تشریح کلمات........ ۵۱۴

مضامین/عنوانات	صفحہ
باب فلاتعلم نفس ما اخفی لهم......	۵۱۴
ذخرا بله ما اطلعتم علیه کے معنی......	۵۱۵
تفسیر سورۃ الاحزاب	۵۱۶
حضرت خزیمہ کی گواہی دو آدمی کی گواہی کے قائم مقام تھی......	۵۱۷
باب یاایها النبی قل لأزواجک......	۵۱۸
حدیث باب کی تشریح......	۵۱۹
باب وتخفی فی نفسک ماالله مبدیه وتخشی الناس......	۵۲۰
آیت کریمہ کی دو تفسیریں	۵۲۰
باب قوله تُرجی من تشاء منهن......	۵۲۲
لعل الساعة تکون قریبا کے متعلق ایک اشکال اور اس کا جواب......	۵۲۴
باب ان الله وملائکته یصلون علی النبی......	۵۲۸
درود شریف کا حکم	۵۲۹
تشہد کے بعد درود شریف کا حکم......	۵۳۰
علامہ ابن تیمیہ کے تسامح پر ایک تنبیہ......	۵۳۲
درود کا حکم کب نازل ہوا......	۵۳۳
تفسیر سورۃ سبا	۵۳۳
تشریح کلمات......	۵۳۴
تفسیر سورۃ فاطر	۵۳۸
تفسیر سورۃ یس	۵۳۹
یاحسرةً علی العباد کس کا مقولہ ہے......	۵۴۰
آیت کریمہ قالوا یویلنا کے متعلق ایک اشکال و جواب......	۵۴۳
باب والشَّمْسُ تجری لمستقرلها......	۵۴۳
سجود شمس کی تحقیق چند اشکالات اور ان کے جوابات	۵۴۵
تفسیر سورۃ الصافات	۵۴۷
تشریح کلمات......	۵۴۸
تفسیر سورۃ ص	۵۵۱
تشریح کلمات......	۵۵۲
آیت کریمہ ردوها علی فطفق مسحابالسوق والاعناق کی دو تفسیریں......	۵۵۵
تفسیر سورۃ الزمر	۵۵۷
باب یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسهم	۵۶۰
آیت کریمہ کا شان نزول......	۵۶۰
باب وما قدروالله حق قدره......	۵۶۱
فضحک النبی صلی الله علیه وسلم تصدیقا لقول الحبر کے معنی......	۵۶۲
باب ونفخ فی الصور فصعق من فی السماوات والارض......	۵۶۳
ویبلی کل شئی من الانسان إلا عجب ذنب کے معنی......	۵۶۳
تفسیر سورۃ المؤمن	۵۶۴
تشریح کلمات......	۵۶۵
تفسیر سورۃ حم السجدۃ	۵۶۸
قرآنی آیات کے متعلق حضرت ابن عباسؓ سے چار سوال	۵۷۰
فرقہ ازارقہ......	۵۷۲
تشریح کلمات......	۵۷۲
باب قوله: وذلکم ظنکم الذی ظننتم بربکم	۵۷۷
توضیح سند......	۵۷۷
تفسیر سورۃ حم عسق	۵۷۸

مضامین/عنوانات	صفحہ
تشریح کلمات	٥۷٨
باب قوله إلاّ المَوَدة في القُربیٰ	٥۷٩
آیت کریمہ کی تفسیر	٥٨٠
تفسير سورة الزخرف	٥٨١
وقيله يارب ان هؤلاء قوم لايؤمنون کی تفسیر	٥٨١
تشریح کلمات	٥٨٢
فانا اول العابدين کی مختلف تفسیریں	٥٨۷
تفسير سورة الدخان	٥٨٩
تشریح کلمات	٥٨٩
تفسير سورة الجاثية	٥٩٢
تشریح کلمات	٥٩٣
باب وما يُهلكنا إلاَّ الدَّهْر	٥٩٣
يؤذيني ابن آدم، يسب الدهر وأنا الدهر کے معنی	٥٩۴
تفسير سورة الأحقاف	٥٩۴
باب والذي قال لوالديه أُفٍّ لكما	٥٩٥
تفسير سورة محمد	٥٩۷
حتی تضع الحرب أوزارها کے معنی	٥٩۷
تشریح کلمات	٥٩٨
باب وتقطعوا ارحامكم	٥٩٩
فاخذت بحقو الرحمن کے معنی	٦٠٠
تفسير سورة الفتح	٦٠٢
تشریح کلمات	٦٠٢
باب ليغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وماتأخر	٦٠٣
آیت کریمہ کے متعلق ایک اشکال اور اسکے جوابات	٦٠۴

مضامین/عنوانات	صفحہ
فلماكثر لحمه، صلى جالسا کے معنی	٦٠٦
باب إنا أرسلناك شاهدا	٦٠٦
توضیح سند	٦٠۷
باب هوالذي أنزل السكينة	٦٠۷
سکینہ کی تفسیر میں مختلف اقوال	٦٠٨
باب إذ يبايعونك تحت الشجرة	٦٠٨
توضیح سند	٦٠٩
تفسير سورة الحجرات	٦١٠
تشریح کلمات	٦١٠
باب، لاترفعوا اصواتكم	٦١١
آیت کریمہ کا شان نزول	٦١١
تفسير سورة ق	٦١٣
تشریح کلمات	٦١۴
باب قوله وتقول هل من مزيد	٦١٨
توضیح سند	٦١٨
جنت اور جہنم کا مناظرہ	٦١٩
فيضع الرب تبارك وتعالى قدمه عليها کے معنی	٦١٩
لايدخلني إلاَّ ضعفاء الناس وسقطهم کے معنی	٦٢١
تفسير سورة والذاريات	٦٢٢
کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" لکھنا جائز ہے؟	٦٢٢
تشریح کلمات	٦٢٥
آیت وما خلقت الجن والإنس کی تفسیر	٦٢٦
آیت سے معتزلہ کے تین مسائل کا اثبات اور ان کا رد	٦٢٦
تفسير سورة والطور	٦٢٩

مضامین/عنوانات	صفحہ
تشریح کلمات........................	۶۲۹
تفسیر سورۃ والنجم	۶۳۲
فکان قاب قوسین کی تفسیر................	۶۳۳
تشریح کلمات........................	۶۳۵
باب أفرأيتم اللّاتَ والعزىٰ........	۶۳۷
تفسیر سورۃ القمر	۶۴۰
انشقاق قمر کی بحث........................	۶۴۴
تفسیر سورۃ الرحمن	۶۴۹
والحب ذوالعصف والريحان کی تفسیر.....	۶۵۰
تشریح کلمات........................	۶۵۰
نخل ورمان فواکہ میں داخل ہیں یا نہیں.....	۶۵۳
تفسیر سورۃ الواقعۃ	۶۵۶
تشریح کلمات........................	۶۵۷
تفسیر سورۃ الحدید	۶۶۲
تفسیر سورۃ المجادلۃ	۶۶۳
باب وما آتاكم الرسول فخذوه........	۶۶۵
حدیث باب کی تشریح........................	۶۶۶
تفسیر سورۃ الممتحنۃ	۶۶۸
باب لاتتخذوا عَدُوّى........	۶۶۸
توضیح سند........................	۶۶۹
باب اذا جاءك المؤمنات........	۶۷۱
حضرت ام عطیہ کو نوحہ کی اجازت ملنے کے سلسلہ میں ایک اشکال وجواب........................	۶۷۱
تفسیر سورۃ الصف	۶۷۳
باب قوله تعالى: من بعدى اسمه احمد	۶۷۳
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ.....	۶۷۴
باب قوله: وآخرين منهم لما يلحقوابهم	۶۷۵
توضیح سند........................	۶۷۵
لوکان الایمان عند الثريا لنا له رجال کے معنی........................	۶۷۶
تفسیر سورۃ المنافقین	۶۷۷
تفسیر سورۃ التغابن	۶۸۱
تفسیر سورۃ التحریم	۶۸۳
باب ياأيّها النبى لِمَ تُحَرّم ما أحل الله لك	۶۸۳
آیت کریمہ کے شان نزول میں مختلف واقعات.....	۶۸۴
کوئی آدمی حلال اپنے اوپر حرام کردے تو اسے کفارہ یمین ادا کرنا چاہیے کہ نہیں........................	۶۸۶
باب تبتغي مرضاتَ أزْواجك........	۶۸۶
روایت باب کی تشریح........................	۶۸۷
تفسیر سورۃ الملک	۶۹۰
تشریح کلمات........................	۶۹۰
تفسیر سورۃ ن	۶۹۱
تشریح کلمات........................	۶۹۲
باب يوم يكشف عن ساق........	۶۹۴
تفسیر سورۃ الحاقۃ	۶۹۵
تشریح کلمات........................	۶۹۵
تفسیر سورۃ نوح	۶۹۷
باب ولا تذرن ودا ولا سواعا........	۶۹۸
روایت باب کی سند پر اعتراض........................	۶۹۹
تفسیر سورۃ الجن	۷۰۰

مضامین/عنوانات	صفحہ
تشریح کلمات……………………	۷۰۱
تعارض روایات اور اس کا حل……………	۷۰۲
روایت باب پر اشکال اور اس کے جوابات………	۷۰۲
تفسیر سورة المزمل	۷۰۴
تفسیر سورة المدثر	۷۰۴
سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات…………	۷۰۶
تفسیر سورة القيامة	۷۰۸
ربط آیات……………………	۷۱۰
تفسیر سورة الدهر	۷۱۴
معدوم وصف عدم کے ساتھ موجود فی الخارج ہوتا ہے کہ نہیں……………	۷۱۵
تفسیر سورة المرسلات	۷۱۶
باب قوله انها ترمي بشرر كالقصر……	۷۱۷
تفسیر سورة النبأ	۷۱۹
تفسیر سورة النازعات	۷۱۹
بعثت أنا والساعة كهاتين……………	۷۲۱
امت محمدیہ کی کل عمر……………	۷۲۲
تفسیر سورة عبس	۷۲۳
مس مصحف اور طہارت……………	۷۲۴
تشریح کلمات……………………	۷۲۵
تفسیر سورة التكوير	۷۲۷
تفسیر سورة الانفطار	۷۲۸
تفسیر سورة المطففين	۷۲۹
تفسیر سورة الانشقاق	۷۳۰
تفسیر سورة البروج	۷۳۱
تفسیر سورة الطارق	۷۳۲
تفسیر سورة الاعلى	۷۳۲
تفسیر سورة الغاشية	۷۳۳
تفسیر سورة الفجر	۷۳۴
تفسیر سورة البلد	۷۳۶
تفسیر سورة الشمس	۷۳۸
تفسیر سورة والضحى	۷۴۲
تفسیر سورة الم نشرح	۷۴۳
تفسیر سورة والتين	۷۴۴
تفسیر سورة العلق	۷۴۵
توضیح سند……………………	۷۴۷
سعید بن مروان…………………	۷۴۷
محمد بن عبد العزیز بن ابی رزمہ……	۷۴۸
ابو صالح سلمویہ………………	۷۴۸
تفسیر سورة القدر	۷۵۰
تفسیر سورة البينة	۷۵۱
احمد بن ابی داؤد جعفر المنادی………	۷۵۲
تفسیر سورة الزلزال	۷۵۳
تفسیر سورة العاديات	۷۵۴
تفسیر سورة القارعة	۷۵۵
تفسیر سورة التكاثر	۷۵۵
تفسیر سورة العصر، والهمزة، والم تر	۷۵۶

مضامین/عنوانات	صفحہ	مضامین/عنوانات	صفحہ
سجیل کے مختلف معنی....................	۷۵۶	تفسیر سورة النصر	۷۶۲
تفسیر سورة قریش	۷۵۷	تفسیر سورة المسد	۷۶۳
تفسیر سورة الماعون	۷۵۸	تفسیر سورة الاخلاص	۷۶۵
تفسیر سورة الکوثر	۷۵۹	تفسیر سورة الفلق	۷۶۷
کوثر کا مصداق کیا ہے....................	۷۶۰	تفسیر سورة الناس	۷۶۸
تفسیر سورة الکافرون	۷۶۱	حضرت عبداللہ بن مسعود اور معوذتین..............	۷۶۹

ایک وضاحت

اس تقریر میں ہم نے صحیح بخاری کا جو نسخہ متن کے طور پر اختیار کیا ہے۔ اُس پر ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغا نے تحقیقی کام کیا ہے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ دیب نے احادیث پر نمبر لگانے کے ساتھ ساتھ احادیث کے مواضع متکررہ کی نشاندہی کا بھی التزام کیا ہے۔ اگر کوئی حدیث بعد میں آنے والی ہے تو حدیث کے آخر میں نمبرات سے اُس کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس نمبر پر یہ حدیث آرہی ہے اور اگر حدیث گزری ہے تو نمبر سے پہلے "ر" لگادیتے ہیں۔ یعنی اس نمبر کی طرف رجوع کیا جائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب التفسیر پر ایک نظر

(از مرتب)

حدیث کی کتابوں میں صحیح بخاری کا ایک منفرد انداز ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں "کتاب التفسیر" کے لیے ایک بڑا حصہ خاص کیا ہے اور ایک خاص اسلوب اور مخصوص انداز میں قرآنی آیات اور کلمات مفردہ کی تفسیر و تشریح کی ہے، ہم یہاں امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب التفسیر کے چند پہلوؤں پر ایک تعارفی نظر ڈالتے ہیں ① امام بخاری کی کتاب التفسیر کا ماخذ کیا ہے؟ ② فنِ تفسیر میں اس کی حیثیت اور رتبہ کیا ہے؟ ③ امام کا اسلوب اور انداز کیا ہے؟

امام بخاری کی کتاب التفسیر کا ماخذ!

امام بخاری کی کتاب التفسیر کا بڑا ماخذ احادیث صحیحہ ہے، امام کو اپنی شرطوں کے مطابق آیات قرآنیہ اور تفسیر کے متعلق جو احادیث ملیں امام نے وہ کتاب التفسیر میں ذکر کی ہیں اور کئی احادیث اپنی عادت کے مطابق معمولی مناسبت سے بھی ذکر کی ہیں، صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں پانچ سو اڑتالیس مرفوع احادیث ہیں جن میں چار سو پینسٹھ حدیثیں موصول اور باقی تعلیقات ہیں، ان میں چار سو اڑتالیس احادیث مکرر ہیں اور سو حدیثیں وہ ہیں جو پہلی بار آئی ہیں، امام بخاری کی کتاب التفسیر کی احادیث کے ذخیرہ میں چھیاسٹھ احادیث متفق علیہا ہیں یعنی امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی ان کی تخریج کی ہے اور صحابہ و تابعین وغیرہ کے پانچ سو اسی اثار اس میں آئے ہیں۔ (۱)

جہاں تک تعلق ہے الفاظ قرآنیہ کی تشریح اور کلمات مفردہ کی تفسیر کا تو اس حصہ میں ان کا زیادہ تر ماخذ دوسری اور تیسری صدی کے مشہور امام لغت ابوعبیدہ مَعْمَر بن المثنّٰی کی کتاب "مَجاز القرآن" ہے،

---

(۱) فتح الباری: ۸/۴۳۳،

مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ”... کان عنده مَجاز القرآن لأبی عبیدة مَعْمَر بن المُثنیٰ، فأخذ منه تفسیر المفردات، وذلک ایضًا بدون ترتیب وتهذیب، فصار کتابه ایضاً علی وازن کتاب أبی عبیدة فی سوء الترتیب، والرکة، والاتیان بالأقوال المرجوحة، والانتقال من مادة إلی مادة، ومن سورة إلی سورة، فصعب علی الطالبین فهمه، ومن لایدری حقیقة الحال یظن أن المصنف أتی بها اشارة الی اختیاره تلک الأقوال المرجوحة، مع أنه رتب کتاب التفسیر کله من کلام ابی عبیدة، ولم یعرج الی النقد اصلاً“ (۲)

تقریباً یہی بات مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ نے ”ترجمان السنہ“ میں تحریر فرمائی ہے، وہ لکھتے ہیں:

> ”.... امام بخاری نے کتاب التفسیر میں جو لغات اور تراکیب نحویہ نقل فرمائی ہیں، یہ خود ان کی جانب سے نہیں ہیں بلکہ ان کی جانب سے صرف وہی حصہ ہے جو انھوں نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت فرمایا ہے، اصل بات یہ ہے کہ امام بخاری کے پاس ابوعبیدہ کی کتاب التفسیر موجود تھی، امام موصوف نے اس پوری کتاب التفسیر کو کسی تنقید و انتخاب کے بغیر بجنسہ اٹھا کر اپنی کتاب میں نقل کردیا ہے، لہذا جتنے اقوال مرجوحہ اصل کتاب میں موجود تھے وہ بھی سب کے سب یہاں نقل ہوگئے ہیں .... اہل علم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کتاب التفسیر میں بہت سے مقامات پر حل لغات میں تسامح بھی ہوا ہے، اقوال مرجوحہ بھی نقل ہوگئے ہیں اور ان کی ترتیب میں بھی اچھا خاصہ اختلال واقع ہوگیا ہے لیکن امام بخاری خود ان جملہ نقائص سے بری ہیں، اس کی ذمہ داری اگر عائد ہوتی ہے تو ابوعبیدہ پر عائد ہوتی ہے، امام بخاری کی کتاب کی عُلوِ صحت کے متعلق جو دعوی ہے وہ ان احادیث مرفوعہ کے متعلق ہے جو اس میں اسناد کے ساتھ امام نے ازخود روایت فرمائی ہیں نہ کہ ان اقوال کے متعلق جو اسناد کے بغیر کسی جانب سے کتاب میں نقل ہوئے ہیں“ (۳)

ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ نکلا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کلمات مفردہ کے تفسیری حصہ میں بعینہ

---

(۲) فیض الباری: ۱۳۹/۴

(۳) ترجمان السنة: ۵۵۸ـ۵۵۷/۳

ابوعبیدہ کی کتاب "مَجاز القرآن" کو لیا ہے لیکن یہ بات وضاحت کی محتاج ہے ، اس وضاحت سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابوعبیدہ مَعمر بن المثنی اور ان کی کتاب "مَجاز القرآن" پر ایک نظر ڈال لی جائے ۔

ابوعبیدہ مَعمر بن المُثنّٰی اور ان کی تفسیر مَجاز القرآن

ابوعبیدہ کی ولادت ۱۱۰ھ کو اس رات ہوئی جس رات حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (۴) یعنی جس رات علم و زہد کے مایۂ فخر ایک عظیم انسان نے دنیا کو الوداع کہا، وہی رات علم ولغت کے ایک دوسرے بڑے انسان کی آمد کا مطلع بنی، الوداع اور استقبال کا یہ نظام اس فانی دنیا کی وہ سچی اور ابدی حقیقت ہے جو ہمیشہ انسان کی آنکھوں سے اوجھل رہتی ہے ، رجال کی کتابوں میں ابوعبیدہ کا نسب یوں بیان کیاگیا:

مَعْمَرُبْنُ الْمُثَنّٰی، اَبُوْعُبَیْدَةَ التَّیْمِیُّ الْبَصْرِیُّ النَّحْوِیُّ الْعَلَّامَةُ، مَوْلٰی بَنِی تَیْمِ بْنِ مُرَّةَ (۵)

ابوعبیدہ کے شیوخ میں ہِشَام بن عُروَہ، رَوبہ بن العجاج اور ابی عُمر بن العَلاء داخل ہیں اور علی بن المَدینی، ابوعبید قاسم بن سَلّام اور عمر بن شُبہ نے ابوعبیدہ سے روایات لی ہیں (۶) ابوعبیدہ معمر مُقدّم ہیں اور ابوعبید قاسم ان سے مؤخر ہیں (۷) ، حضرت کشمیری رحمہ اللہ کی تقریر "فیض الباری" میں ابوعبید قاسم کو مقدم لکھا ہے (۸) جو تسامح ہے ، فیض الباری میں کچھ تسامحات ہیں جن کی تصحیح اس کے مرتب مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ کرنا چاہ رہے تھے لیکن وہ تصحیح سے پہلے ہی مسافران آخرت میں شامل ہوگئے ۔ (۹)

ابوعبیدہ معمر بن المثنی کے علم و فضل میں شک نہیں لیکن علم حدیث میں وہ کسی بلند مقام پر نہیں علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے "سِیَرأعلامِ النُبلاء" میں ان کا تذکرہ کیا اور ساتھ ہی لکھا:

لم یکن صاحب حدیث، وإنما أوردته لتوسعه فی علم اللسان، وأیام الناس (۱۰)

یعنی ابوعبیدہ محدث نہیں تھے ، میں نے ان کا تذکرہ اس لیے کیا کہ وہ زبان اور

---

(۴) سیر اعلام النبلاء: ۴۴۵/۹

(۵) تہذیب الکمال: ۳۱۶/۲۸ ـ ۳۱۷ وسیر اعلام النبلاء: ۴۴۵/۹، وفیات الاعیان: ۲۳۵/۵

(۶) سیر اعلام النبلاء: ۴۴۵/۹ ـ ۴۴۶

(۷) ابوعبید قاسم بن سلام کی پیدائش سن ۱۵۰ھ یا ۱۵۴ھ ہے (دیکھیے وفیات الاعیان: ۶۲/۴) جبکہ ابوعبیدہ معمر کی پیدائش کا سن ۱۱۰ھ ہے

(۸) فیض الباری: ۱۳۹/۴

(۹) مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "راقم سطور کو ذاتی طور پر معلوم ہے کہ خود حضرت مولانا بدر عالم علیہ الرحمۃ کو اس کا احساس تھا کہ اس میں مسامحات ہیں اور انھوں نے مدینہ طیبہ کے زمانہ قیام میں اس پر نظرثانی اور اصلاح و تصحیح کا کام شروع کردیا تھا لیکن ابھی تھوڑا سا کام ہوا تھا کہ وہ اس دنیا سے دار آخرت کی طرف منتقل ہوگئے ۔ (دیکھیے شیخ محمد عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق: ۱۱۱)

(۱۰) سیر اعلام النبلاء: ۴۴۵/۹

لوگوں کی تاریخ میں وسعت علمی رکھتے تھے۔

علامہ جاحظ ان کے متعلق فرماتے ہیں: لم یکن فی الارض جماعی، ولا خارجی أعلم بجمیع العلوم من أبی عبیدة (١١)

یحییٰ بن مَعین فرماتے ہیں: لیس بہ باس (١٢)

دارقطنی فرماتے ہیں: لابأس بہ إلا أنّہ یتھم بشئ من رأی الخوارج، ویتھم بالاحداث (١٣)

ابوالعباس مُبَرِّد فرماتے ہیں: "ابوعبیدہ خوارج کا نظریہ رکھتے تھے" (١۴)

ابوحاتم سِجستانی فرماتے ہیں: "ابوعبیدہ مجھ پر نظرِ التفات فرماتے تھے کیونکہ وہ مجھے سِجستان کا خارجی سمجھتے تھے" (١۵)

علی بن مدینی ان کی روایت کی صحت مانتے تھے (١٦) اور ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے (١۷) حافظ ابن حجر "تقریب" میں فرماتے ہیں "صدوق اخباری، وقد رمی برای الخوارج" (١٨)

جرح و تعدیل کی میزان میں ان کی تعدیل کا پلڑا کوئی زیادہ بھاری نہیں البتہ ان کے تبحرِ علمی، وسعتِ معلومات اور لغوی مہارت پر سب کا اتفاق ہے، علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کے تذکرہ کے آخر میں لکھا:

---

(١١) تاریخ بغداد: ٢۵٢/١٣، وسیر اعلام النبلاء: ۴۴٦/٩ وتہذیب الکمال: ٣١٨/٢٨، والبیان والتبیین: ٣٣١/١

(١٢) سیر اعلام النبلاء: ۴۴٦/٩

(١٣) میزان الاعتدال: ١۵۵/۴ وفی السیر: ۴۴۷/٩ "وقیل: کان یمیل الی المرد...." وفی حاشیۃ بغیۃ الوعاۃ: ٢٩۵/٢ "قال الاصمعی: دخلت انا و ابو عبیدۃ یوما المسجد، فاذا علی الاسطوانۃ التی یجلس علیھا ابو عبیدۃ مکتوب علی نحو من سبعۃ اذرع:

صلی الا لہ علی لوط وشیعتہ
ابا عبیدۃ قل باللہ آمینا

فقال لی: یا اصمعی، امح ھذا، فرکبت ظھرہ، ومحوتہ بعد ان اثقلتہ، الی ان قال: اثقلتنی، و قطعت ظھری، فقلت لہ: قد بقی "لوط" فقال: من ھذا نفربہ، ثم قلت: قد بقیت الطاء، فقال: ھی شر حرف ھذا البیت، وکان الذی کتب ھذا ابو نواس، وبعدہ بیت ثان:

فانت عندی بلاشک بقیتھم
منذ احتلمت وقد جاوزت سبعینا

(وانظر وفیات الاعیان: ٢۴٢/۵)

(١۴) فہرست ابن الندیم: ۵٩

(١۵) سیر اعلام النبلاء: ۴۴۷/٩ـ و انباہ الرواۃ: ٢٨١/٣

(١٦) تاریخ بغداد: ٢۵۷/١٣٠

(١۷) کتاب الثقات: ١٩٦/٩

(١٨) تقریب التہذیب: ۵۴١، رقم الترجمۃ: ٦٨١٢

> ”قلت: قد کان هذا المرء من بحور العلم، ومع ذلک فلم یکن بالماهر بکتاب اللّٰه، ولا العارف بسُنَّةِ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، ولا البصیر بالفقه واختلاف أئمة الاجتهاد، بلی وکان معافی من معرفة حکمة الأوائل، والمنطق وأقسام الفلسفة، وله نظر فی المعقول“ (۱۹)

عربی میں ان کی مہارت مسلم تھی لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اپنے اوپر اعتماد کی وجہ سے بسااوقات قرآن کریم اور شعر غلط پڑھتے تھے، کہتے تھے نحو محدود ہے (۲۰) عربوں سے انہیں کوئی محبت نہیں تھی، کسی نے ان سے پوچھا آپ ہر ایک کے نسب میں کھود کرید کرتے ہیں، خود آپ کے والد کون تھے؟ کہنے لگے میرے والد بتایا کرتے تھے کہ ان کا باپ باجَروان (۲۱) کا یہودی تھا (۲۲) ابوعبیدہ اور امام اصمعی دونوں ہم عصر ہیں اور دونوں کے درمیان معاصرانہ چشمک جاری رہتی تھی (۲۳) ابوعبیدہ کی طبیعت میں درشتگی اس قدر تھی کہ ان کے اکثر معاصر ان سے ناراض رہے اور جب ان کی دفات ہوئی تو ان کے ہم عصروں میں سے کوئی جنازہ میں نہ آیا (۲۴) ان کی تاریخ وفات میں مختلف قول ہیں سن ۲۰۹ھ، ۲۱۰ھ، ۲۱۱ھ، ۲۱۲ھ (۲۵) اور تصانیف کی تعداد تقریباً دو سو ہیں (۲۶) ابن ندیم نے الفہرست میں ایک سو پانچ کتابوں کے نام گنائے ہیں (۲۷)

مَجاز القرآن

”مَجاز القرآن“ میں انھوں نے قرآن کریم کے الفاظ مفردہ کی تشریح اور لغوی معنی بیان کیے ہیں، اس سلسلہ میں انھوں نے لغت اور عربی تعبیرات کو بنیاد بنا کر معنی بیان کیے ہیں اس لیے ان کے ہم عصروں

---

(۱۹) سیر اعلام النبلاء: ۹/ ۴۴۶

(۲۰) فہرست ابن الندیم: ۵۹ـ وفیات الاعیان: ۵/ ۲۳۵

(۲۱) باجروان قریة من دیار مضر بالجزیرة، من اعمال البلیخ، وباجروان ایضاً مدینة من نواحی باب الابواب قرب شروان، عندها عین الحیاة التی وجدها الخضر علیه السلام، وقال هی القریة التی استطعم موسی والخضر ـ علیهما السلام ـ اهلها (وانظر معجم البلدان: ۱/ ۳۱۳)

(۲۲) تهذیب الکمال: ۲۸/ ۳۱۷ـ والفهرست لابن الندیم: ۵۹ـ وبغیة الوعاة: ۲/ ۲۹۵

(۲۳) دیکھیے شرح مقامات للشریشی: ۲/

(۲۴) وفیات الاعیان: ۵/ ۲۴۰

(۲۵) وفیات الاعیان: ۵/ ۲۴۶ـ وبغیة الوعاة: ۲/ ۲۹۶

(۲۶) وفیات الاعیان: ۵/ ۲۳۸

(۲۷) فہرست ابن الندیم: ۵۹ـ ۶۰

میں سے کئی اہل علم اس کو تفسیر بالرأی میں داخل سمجھتے رہے چنانچہ اصمعی، ابوحاتم، زجاج اور ازھری وغیرہ کا یہی موقف تھا (٢٨)

علامہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں لکھا ہے کہ امام اصمعی ابوعبیدہ کے متعلق فرماتے تھے کہ یہ شخص کتاب اللہ کی تفسیر بالرأی کرتا ہے ، ایک دن ابوعبیدہ اصمعی کی مجلس میں حاضر ہوئے اور پوچھا "خبز" کیا ہے ؟ اصمعی نے جواب دیا هوالذی تخبزه، وتأكله: یعنی جسے آپ کھاتے ہیں وہ خبز ہے ، ابوعبیدہ کہنے لگے "تم نے کتاب اللہ کی تفسیر بالرأی کی، قرآن کریم میں ہے "إِنِّي أَحْ اُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا" اس میں "خُبز" کی تشریح تم نے اپنی رائے سے کی" اصمعی کہنے لگے "یہ تفسیر بالرأی نہیں بلکہ میرے نزدیک ایک چیز واضح تھی جو میں نے بیان کردی" ابوعبیدہ نے کہا "آپ ہم پر تفسیر بالرأی کا جو عیب لگاتے ہیں وہ بھی ہمارے نزدیک ایک واضح چیز ہوتی ہے جو ہم بیان کردیتے ہیں " (٢٩)

معاصرین کی تنقید کے باوجود اس میں شک نہیں کہ ابوعبیدہ کی "مجاز القرآن" ابتدا ہی سے مرجع اور مصدر رہی، چنانچہ ابن قتیبہ نے "مشکل القرآن" میں، طَبَری نے "تفسیر" میں، ابن النحاس نے "معانی القرآن" میں، ابن دُرَیْد نے "الجَمْهَرَة" میں، جوھری نے "صحاح" میں اور امام بخاری نے کتاب التفسیر میں "مجاز القرآن" سے استفادہ کیا ہے ۔

ایک غلط فہمی

"مَجاز القرآن" کے نام سے کئی حضرات کو یہ غلط فہمی ہوجاتی ہے کہ اس میں قرآن کریم کے وہ مقامات بیان کیے گئے ہیں جن میں الفاظ معنی حقیقی کے بجائے مجازی معنی میں مستعمل ہیں (٣٠) لیکن یہ درست نہیں بلکہ ابوعبیدہ آیات قرآنیہ کی تفسیر کرتے ہوئے اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں "مجازہ کذا" "تفسیرہ کذا" "معناہ کذا" "تأویلہ کذا" پس کلمۂ "مجاز" سے لفظ کا مورد استعمال، طریقہ تعبیر اور اس کا مصداق مراد ہے ، متأخرین کے نزدیک مجاز کے اصطلاحی والے معنی مراد نہیں، چنانچہ حضرت کشمیری فرماتے ہیں:

"ثم إنَّ المجاز فی مصطلح القدماء لیس هو المَجاز المعروف عندنا، بل هو عبارة

---

(٢٨) مقدمہ مجاز القرآن: ١٦ ـ ١٧

(٢٩) وفیات الاعیان: ٥/٢٣٦

(٣٠) چنانچہ "تاریخ تفسیر و مفسرین" کے مؤلف کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے ، دیکھیے صفحہ ۱۴۲

عن موارد استعمالات اللفظ، ومن ههنا سمی ابوعبیدة تفسیره بمجاز القرآن" (۳۱)

مجاز القرآن پر تحقیق و تعلیق کا کام کرنے والے ترکی عالم علامہ فواد لکھتے ہیں:

"ان کلمة [المجاز] عنده عبارة عن الطرق التی یسلکها القرآن فی تعبیراته، وهذا المعنی اعم بطبیعة الحال من المعنی الذی حدده علماء البلاغة لکلمة [المجاز] فیما بعد" (۳۲)

ابوعبیدہ کی مجاز القرآن اور بخاری کی کتاب التفسیر میں وجوہِ فرق

① الفاظ قرآنیہ کی تشریح اور کلمات مفردہ کی تفسیر میں امام بخاری رحمہ اللہ کا زیادہ تر ماخذ یہی "مجاز القرآن" ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ امام نے ابوعبیدہ کی "مجاز القرآن" کے علاوہ کسی اور سے استفادہ ہی نہیں کیا، امام بخاری نے کلمات مفردہ کے تفسیری حصہ میں حضرت ابن عباس، سعید بن المسیّبؒ، مجاهد، عِکْرِمہ، ابوالعالیہ، زید بن اسلم، ابومَیْسرہ، حضرت حسن بصری وغیرہ کے اقوال بھی ذکر کیے ہیں، یہاں اس کی صرف ایک مثال ملاحظہ ہو، سورۃ ہود کے کلمات مفردہ کی تشریح میں امام بخاری لکھتے ہیں:

"قال ابن عباس: ﴿عَصِيبٌ﴾: شَدِيدٌ.... وقال مجاهد: ﴿تَبْتَئِسْ﴾: تَحْزَن، وقال ابومَيْسرة: ﴿الأَوَّاه﴾: الرَّحِيمُ بِالْحَبَشِيَّةِ.... وقال الحسن: ﴿إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ﴾: يستهزئون به، وقال ابن عباس: ﴿أَقْلِعِيْ﴾: أَمْسِكِي ﴿وَفَارَ التَّنُّوْرُ﴾: نَبَعَ الْمَاءُ، وقال عِكْرِمة: وجه الأَرض

② ابوعبیدہ "مَجاز القرآن" میں بکثرت استشہاد میں اشعار پیش کرتے ہیں لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے استشہاد میں صرف چند جگہ اشعار ذکر کیے ہیں۔

③ بہت سے کلمات کی تشریح امام بخاری نے کی ہے لیکن ابوعبیدہ نے نہیں کی اور کئی الفاظ ابوعبیدہ نے بیان کیے ہیں لیکن امام بخاری نے وہ نہیں لیے، مثلاً سورۃ ہود میں "مِنْ لَدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ" میں "لَدُن" کی تشریح "مجاز القرآن" میں ہے لیکن بخاری میں نہیں، سورۃ رعد کی آیت میں ﴿بِغَيْرِ عَمَدٍ﴾ کی تشریح ابوعبیدہ نے کی ہے لیکن بخاری میں نہیں، اس کے برعکس سورۃ رعد ہی میں آیت نمبر ۱۲ میں ﴿ السحاب

---

(۳۱) فیض الباری: ۱۴۹/۴

(۳۲) مقدمہ مجاز القرآن ---------- ۱۹

الثقال﴾ کی تشریح بخاری میں ہے لیکن "مجاز القرآن" میں نہیں، سورۃ ابراھیم کی آیت ۶ میں ﴿اُذْكُرُوْا نِعْمَةَاللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ کی تشریح امام بخاری نے ابن عیینہ سے نقل کی ہے اور آیت ۳۴ میں ﴿مِنْ كُلِّ مَاسَأَلْتُمُوْهُ﴾ کی تفسیر مجاہد سے نقل کی ہیں لیکن مجاز القرآن میں یہ دونوں نہیں ہیں۔

⑤ مجاز القرآن اور کتاب التفسیر کی تعبیرات میں بھی کئی جگہ فرق پایا جاتا ہے، طوالت کے خوف سے مثالیں ترک کی جاتی ہیں۔

فرق کی ان وجوہ کی بناء پر یہ کہنا تو محلِ نظر ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوعبیدہ کی "مجاز القرآن" بعینہ اٹھائی ہیں البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام بخاری نے زیادہ استفادہ ابوعبیدہ کی "مجاز القرآن" سے ہی کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ کئی جگہ ابوعبیدہ کی تقلید میں امام بخاری سے بھی حل لغات میں تسامح ہوا ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل میں ہے ﴿اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيْرًا﴾ اس میں لفظ "خِطْئًا" کی تشریح کرتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں "خِطْئًا: اِثْمًا، وَهُوَاِسْمٌ مِنْ خَطِئْتُ، والخَطَأُ مفتوح مصدره.... من الإثم خَطِئْتُ بمعنى أَخْطَأْتُ" امام نے یہاں تین باتیں ابوعبیدہ کی اتباع میں کہیں اور تینوں میں غلطی ہوئی ① خِطْئًا (بکسر الخاء) کو انھوں نے اسم مصدر کہا حالانکہ وہ مصدر ہے ② خَطَأٌ (بفتح الخاء) کو انھوں نے مصدر کہا جبکہ وہ اسم مصدر ہے ③ اور خَطِئْتُ کو انھوں نے بمعنی أَخْطَأْتُ کہا حالانکہ پہلے کے معنی بِالعَمْد گناہ کرنے اور دوسرے کے معنی بلا عمد گناہ کرنے کے آتے ہیں۔ (۳۲)

سورۃ یوسف میں ہے ﴿وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً﴾ لفظ "مُتکا" میں ایک قراءت حضرت مجاہد سے تاء کے سکون کے ساتھ "مُتْكًا" منقول ہے جس کے معنی اترج اور نارنگی کے ہیں، امام بخاری نے ابوعبیدہ کی اتباع میں اس قراءت کی تردید کی اور فرمایا کہ مُتک کے معنی کلام عرب میں اُترج کے نہیں آتے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے معنی اُترج کے آتے ہیں، علامہ عینی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: وَقَلَّد اباعبيدة، وَالآفَة من التقليد "امام بخاری نے ابوعبیدہ کی تقلید کی اور غلطی کی یہ آفت تقلید کی وجہ سے پیش آئی" (۳۳)

امام بخاری کی کتاب التفسیر کا اُسلوب و اَنداز

① صحیح بخاری کتاب التفسیر کا مجموعی اسلوب کچھ اس طرح ہے کہ شروع میں امام عموماً سورۃ کے منتخب کلمات مفردہ کی تشریح اور لغوی معنی بیان کرتے ہیں، پھر مختلف آیات کریمہ کے تحت ابواب قائم

---

(۳۳)عمدة القاري:۱۸/۳۱۰ (۳۲)عمدة القاري:۱۹/۲۰

کرکے احادیث ذکر کرتے ہیں لیکن اس میں ان کا کوئی متعین اصول نہیں، کلمات مفردہ کی تشریح جس طرح ابتدا میں کرتے ہیں اسی طرح چند ابواب اور احادیث ذکر کرنے کے بعد بھی کرتے ہیں۔

❷ کلمات قرآنیہ کی تشریح میں آیات کی ترتیب کا خیال نہیں بلکہ بغیر کسی ترتیب کے کلمات ذکر کرتے ہیں چنانچہ بعد کی آیات کے کلمات کی تشریح پہلے اور پہلی آیات کے کلمات کی تشریح بعد میں آجاتی ہے

❸ یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک سورۃ کے کلمات مفردہ کی تشریح میں دوسرے سورۃ کے کلمات کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں، اس انتقال میں پھر دو طرح کے الفاظ ملتے ہیں ایک وہ جن میں منتقل ہونے کی کوئی وجہ اور مناسبت پائی جاتی ہے، دوسرے وہ جن میں کوئی مناسبت اور وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ دونوں کی مثالیں ملاحظہ ہوں:

(الف) سورۃ مائدہ کی تفسیر میں سورۃ آل عمران کی آیت ۵۵ میں واقع لفظ "مُتَوَفِّیْکَ" کے معنی بیان کیے، سورۃ مائدہ آیت ۱۱۷ میں ہے ﴿ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ ﴾ اس میں "تَوَفَّیْتَنِیْ" کی مناسبت سے امام سورۃ آل عمران کے لفظ "متوفیک" کی طرف منتقل ہوگئے۔

سورۃ انعام میں ہے ﴿ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ ﴾ اس میں لفظ "نَفَقًا" کی تشریح امام بخاری نے سورۃ نساء میں ذکر کی کیونکہ سورۃ نساء میں ہے ﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾ چونکہ "نَفَق" منافقین کا مشتق منہ ہے، اس مناسبت سے سورۃ نساء سے انعام کی طرف منتقل ہوگئے۔

سورۃ حجر میں ہے ﴿ کَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَی الْمُقْتَسِمِیْنَ ﴾ اس میں "مُقْتَسِمِیْنَ" کی تشریح کرتے ہوئے سورۃ اعراف کی آیت ﴿ وَقَاسَمَھُمَآ اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴾ میں لفظ "وَقَاسَمَھُمَا" کی تشریح فرمانے لگے، اسی مناسبت سے پھر سورۃ نمل کی آیت ﴿ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰہِ ﴾ میں "تَقَاسَمُوْا" کا کلمہ لے آئیں۔

﴿ تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ﴾ میں "تَبَّ" کے معنی بیان کیے، پھر فرمایا [تَبَاب: خُسران، وَتَتْبِیْب: تَدْمیر] "تَبَاب" سورۃ غافر کی آیت ۳۷ میں واقع ہے ﴿ وَمَا کَیْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِیْ تَبَابٍ ﴾ اور "تَتْبِیْب" سورۃ ہود ۱۰۱ میں ہے ﴿ وَمَا زَادُوْھُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ ﴾ غرضیکہ امام بخاری کی کلمات مفردہ کی تشریح ایک سورۃ سے دوسری سورۃ کی طرف مختلف مناسبتوں کی وجہ سے منتقل ہوتی رہتی ہے لیکن کئی مقامات ایسے بھی ہیں جہاں منتقل ہونے کی کوئی مناسبت اور وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

(ب) مثلاً سورۃ انعام کی تفسیر میں فرماتے ہیں "سَرْمَدًا: دَائمًا" حالانکہ یہ لفظ سورۃ قصص آیت

۷۱ میں واقع ہے ﴿ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ سورۃ قصص کے اس لفظ کو سورۃ انعام میں لانے کے متعلق علامہ عینی فرماتے ہیں "لامناسبة لذكر هذا ههنا، لأنه لم يقع هذا إلّا في سورة القصص" (۳۴)

سورۃ نحل میں ہے "شَاكِلَتِهِ: نَاحِيَتِهِ" حالانکہ یہ لفظ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۸۴ میں ہے ﴿ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهِ﴾ سورۃ نحل میں اس کے ذکر کرنے کی وجہ اور مناسبت ظاہر نہیں چنانچہ بعض نسخوں میں یہ لفظ نہیں ہے۔

④ کلمات مفردہ کی تشریح کرتے ہوئے کہیں کہیں جمہور کی قراءت کے بجائے دوسری قراءت امام ذکر کردیتے ہیں، سورۃ اعراف آیت نمبر ۵۷ میں ہے ﴿ وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ﴾ جمہور کی قراءت "بُشْرًا" ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے "نُشُرًا" والی قراءت نقل فرمائی ہے، اسی سورت کی آیت نمبر ۲۶ میں ﴿ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا﴾ ہے، اس میں جمہور کی قراءت "رِيشًا" ہے، امام نے "رِيَاشًا" والی قراءت نقل فرمائی۔ (۳۵)

⑤ بعض مقامات پر شاذ اقوال بھی آگئے ہیں، چنانچہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے سورۃ علق کی ابتدا میں ایک قول نقل فرمایا .... "عن الحسن قال: اكتب في المصحف في أول الإمام: بسم الله الرحمن الرحيم، واجعل بين السورتين خطاً" یعنی سورۃ فاتحہ کے شروع میں تو بسم اللہ لکھیں اور باقی سورتوں کے درمیان صرف ایک خط لگائیں، یہ قول شاذ ہے۔ (۳۶)

یہ تو الفاظ مفردہ کی تشریح کے متعلق امام کا اسلوب و انداز ہے، جہاں تک تعلق ہے ابواب اور احادیث کا تو اس میں امام کا وہی طریقہ ہے جو پوری صحیح بخاری میں ہے، امام نے کتاب التفسیر میں مختلف آیات اور سورتوں پر ۴۷۳ ابواب قائم کیے ہیں، احادیث اور روایات کی تعداد ماقبل میں ہم نے لکھ دی ہے۔

فن تفسیر میں اسکی حیثیت و رتبہ:

رہی یہ بات کہ فن تفسیر میں امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب التفسیر کا کیا رتبہ اور حیثیت ہے؟ اس سلسلہ میں جہاں تک تعلق ہے تفسیر کے بارے میں امام بخاری کی ذکر کردہ احادیث کا تو اس میں کسی کو کیا

---

(۳۴) عمدۃ القاری: ۱۸/۲۲۱

(۳۵) عمدۃ القاری: ۱۸/۳۳۱

(۳۶) عمدۃ القاری: ۱۹/۳۰۳

شک ہو سکتا ہے کہ صحیح بخاری کی احادیث صحیح تر احادیث ہیں اور حدیث کی کتابوں میں بلند تر معیار کی بناء پر ہی صحیح بخاری کو " اصح الکتب بعد کتاب اللہ " کا اعزاز حاصل ہے اس لئے بخاری کی کتاب التفسیر کا یہ حصہ فن تفسیر کا صحیح تر سرمایہ ہے ۔

البتہ وہ حصہ جس میں الفاظ کی لغوی تشریح کی گئی ہے ، اس حصہ میں چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے زیادہ تر اعتماد ابو عبیدہ کی " مجاز القرآن " پر کیا ہے اس لئے یہاں وہ بلند معیار برقرار نہیں رکھا جا سکا اور اس حصہ میں بعض تسامحات اور مرجوح اقوال آگئے ہیں جن کے کچھ نمونے ما قبل میں آپ نے ملاحظہ کر لئے ۔

ابو عبیدہ کی " مجاز القرآن " بھی چھپ گئی ہے ، قاہرہ کے مشہور اشاعتی ادارہ مکتبہ خانجی نے ، ایک ترکی عالم محمد فواد سزکین کی تحقیق کے ساتھ اسے دو جلدوں میں شائع کیا ہے ، محمد فواد نے پانچ مخطوطہ نسخوں کو سامنے رکھ کر مطبوعہ نسخے کو مرتب کیا اور تحقیق و مراجعت کے ساتھ ساتھ الفاظ کی تشریح میں جو بے ترتیبی تھی اسے بھی ختم کردیا اور الفاظ کی لغوی تشریح کو ترتیب آیات کے مطابق کر دیا ہے ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

٦٨ - كتاب التفسير

«الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ» اسْمَانِ مِنَ الرَّحْمَةِ ، الرَّحِيمُ وَالرَّاحِمُ بِمَعْنًى وَاحِدٍ ، كَالْعَلِيمِ وَالْعَالِمِ . .

کتاب التفسیر

اصحاب صحاح میں امام بخاری، امام ترمذی، امام ابوداؤد اور امام مسلمؒ نے کتاب التفسیر پیش کی ہے ۔ مسلم شریف میں کتاب التفسیر کا حصہ بہت کم ہے اسی لئے بعض حضرات نے اسے جوامع میں داخل نہیں کیا ہے ۔ امام ابوداوٗد نے "کتاب الحُروف" کے نام سے ایک بحث کی ہے اور اس کا تعلق تفسیر ہی سے ہے (۱) امام ترمذی رحمہ اللہ نے کتاب التفسیر مفصل پیش کی ہے (۲) امام بخاری نے امام ترمذی سے بھی زیادہ تفصیل سے کتاب التفسیر کو بیان کیا ہے ۔

تفسیر کے لغوی معنی

تفسیر مشتق ہے "فَسْر" سے ، جس کے معنی ہیں "کھولنا" تفسیر میں چونکہ مغلقات الفاظ اور قرآن کریم کے مفہوم کو کھول کر بیان کیا جاتا ہے ، اسی لئے اسے تفسیر کہا جاتا ہے ۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ ماخوذ ہے "سفر" سے ، اس کا قلب کرکے "فسر" بنایا گیا پھر اس سے تفسیر مشتق ہے ، سفر کے معنی بھی کھولنے کے آتے ہیں ، سفر کو سفر اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ بہت

---

(۱) دیکھیے سنن ابی داود: ۳۱/۴ کتاب حروف القراءات

(۲) دیکھئے سنن ترمذی، کتاب التفسیر: ۴۵۴-۱۹۹/۵

سے مخفی امور کے لئے کاشف ہوتا ہے (۳)۔

تفسیر کے اصطلاحی معنی

علامہ زَرکشیؒ نے علم تفسیر کی تعریف کی ہے :

علم یعرف بہ فہم کتاب اللہ المنزل علی نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم و بیان معانیہ واِستخراج اَحکامہ وحِکَمِہٖ(۴)۔

"علم تفسیر وہ علم ہے جس سے قرآن کریم کا فہم حاصل ہو، اس کے معانی کی وضاحت اور اس کے احکام اور حکمتوں کا استنباط کیا جاسکے۔"

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے "روح المعانی" میں علم تفسیر کی تعریف کی ہے :

علم یُبحث فیہ عن کیفیۃ النطق بالفاظ القرآن و مدلولاتہا واحکامہا الافرادیۃ والترکیبیۃ و معانیہا التی تحمل علیہا حالۃ الترکیب وتتمات لذلک کمعرفۃ النسخ، وسبب النزول، وقصۃ توضح ماابہم فی القرآن (۵)۔

"علم تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی ادائیگی کی کیفیت، ان کے مفہوم، ان کے افرادی اور ترکیبی احکام اور ان معانی سے بحث کی جاتی ہے جو ان الفاظ سے ترکیبی حالت میں مراد لئے جاتے ہیں، نیز ان معانی کے تتمے سے بحث ہوتی ہے جیسے ناسخ منسوخ، شان نزول اور قرآن کے ان مبہم قصوں کی معرفت جن کی وضاحت کی گئی ہو۔"

تفسیر اور تاویل

متقدمین کے نزدیک تفسیر اور تاویل میں کوئی فرق نہیں ہے، چنانچہ امام ابوعبیدہؒ نے تصریح کی ہے کہ یہ دونوں لفظ بالکل مرادف ہیں (٦) لیکن بعد کے علماء نے ان دونوں میں فرق کیا ہے اور دونوں کے درمیان فرق بتانے میں مختلف آراء ظاہر کی ہیں مثلاً چند اقوال یہ ہیں :

---

(۳) قال السیوطی رحمہ اللہ فی "الاتقان" التفسیر تفعیل من الفسر وہوالبیان والکشف ویقال : ہومقلوب السفر، تقول : اسفر الصبح : اذاضاء(وانظر الاتقان فی علوم القرآن : ۲/۲۲۱) و روح المعانی : ۱/٦

(۴) البرہان : ۱/۱۳

(۵) روح المعانی : ۱/٦

(٦) الاتقان فی علوم القرآن : ۲/۲۲۱ و روح المعانی : ۱/٦ و فتح الباری : ۸/۱۵۵

❶ تفسیر نام ہے بیان المراد باللفظ کا اور تاویل نام ہے بیان المراد بالمعنی کا (۷)

❷ تفسیر کا تعلق نقل و روایت سے ہے اور تاویل کا تعلق عقل و درایت سے ہے (۸)

❸ تفسیر اس لفظ کی تشریح کا نام ہے جس میں ایک سے زیادہ معنی کا احتمال نہ ہو اور تاویل کہتے ہیں لفظ میں جو مختلف معانی محتمل ہیں قرائن اور دلائل کے ذریعہ ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا (۹)۔

❹ تفسیر یقین کے ساتھ تشریح کرنے کو کہا جاتا ہے اور تاویل تردد کے ساتھ تشریح کرنے کو (۱۰)۔

❺ تفسیر الفاظ کا مفہوم بیان کردینے کا نام ہے اور تاویل اس مفہوم سے نکلنے والے نتائج کی توضیح کا (۱۱)۔

اس کے بعد سمجھئے کہ سب سے پہلے مفسر قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور پھر آپ کے بعد حضرات صحابہ کرام میں مفسرین گزرے ہیں، صحابہ کرام میں سب سے مشہور مفسر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں جن کو رئیس المفسرین کہا جاتا ہے، تابعین نے بھی اپنے ادوار میں تفسیریں کی ہیں اور ان سے تفسیری اقوال منقول ہیں اور پھر ان کے بعد آنے والے ائمہ ہیں۔

ائمہ نحو نے قرآن پاک کی خاص طور سے بڑی خدمت کی ہے، ابوعبیدہ معمر بن مُثَنّٰی اور فَرّاء وغیرہ نے قرآن پاک کے معانی پر کتابیں لکھیں ہیں، ابوعبیدہ نے "مَجاز القرآن" اور فَرّاء نے "معانی القرآن" تالیف فرمائی تھی۔

اسی طرح حضرات محدثین کرام نے قرآن کی تفسیر پر مشتمل کتابیں لکھیں اور تفسیر آیات کے متعلق جو روایات مرفوعاً و موقوفاً منقول ہیں انہیں یکجا کیا۔

اس سلسلہ کے اندر سب سے جامع و مستند تفسیر ابوجعفر محمد بن جریر طَبَری رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے کسی زمانے میں تیس جلدوں میں چھپی تھی۔

کتاب التفسیر میں امام بخاری رحمہ اللہ کا انداز

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التفسیر میں ابن جریر طَبَری کا مہذب طریقہ اختیار نہیں کیا بلکہ انہوں

---

(۷) فتح الباری، ۸/۱۵۵

(۸) روح المعانی: ۱/۶ و الاتقان فی علوم القرآن: ۲/۲۲۲

(۹) الاتقان: ۲/۲۲۱

(۱۰) علوم القرآن: ۳۲۶

(۱۱) علوم القرآن: ۳۲۶

نے ابوعبیدہ معمر بن مثنی کی کتاب "مَجاز القرآن" کو سامنے رکھ کر تفسیر لی ہے ، امام بخاری مفردات کے معانی اسی سے نقل کرتے ہیں اور چونکہ ابوعبیدہ "مَجاز القرآن" میں ایک مادہ کی تشریح کرتے ہوئے دوسرے مادہ کی تشریح شروع کردیتے ہیں ، ایک سورہ سے دوسری سورہ کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں نیز اس میں اقوال مرجوحہ بھی ہیں اسی لئے یہ سوء ترتیب اور اقوال مرجوحہ امام بخاریؒ کی کتاب التفسیر میں بھی موجود ہیں ، کتاب التفسیر میں امام بخاری رحمہ اللہ کے مختلف انداز ہیں ۔

کوئی مشکل لفظ ہو تو اکثر اس کی تشریح کردیتے ہیں ۔

آیت کی شان نزول اور پس منظر کسی واقعہ سے متعلق ہو تو وہ واقعہ بیان کردیتے ہیں ۔

کسی آیت کی فضیلت اگر روایت سے ثابت ہوتی ہے تو اس آیت کے تحت وہ روایت ذکر کردیتے ہیں ۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ آیت قرآنیہ میں کوئی لفظ آیا ہوا ہے اور بعینہ وہ لفظ حدیث میں بھی وارد ہوا ہوتا ہے تو امام بخاریؒ وہ حدیث اس آیت کے ذیل میں ذکر کردیتے ہیں کیونکہ بسا اوقات حدیث کے پورے کلام سے آیت کی مراد اور اس کے معنی کی تعیین ہوجاتی ہے ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کسی سورۃ کے اختتام پر بعض کلمات پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے تو امام بخاری وہ سورہ ذکر کرنے کے بعد ان کلمات کو بیان کردیتے ہیں ۔

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ اگر کسی شان نزول کی وجہ سے متعدد آیات ایک ہی وقت نازل ہوگئی ہیں تو امام بخاری رحمہ اللہ ان آیات میں سے ہر ایک کے ذیل میں وہ روایت جس میں شان نزول مذکور ہے بار بار مکرر اسانید سے ذکر کرتے چلے جائیں گے ، جیسے سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۴۳ وَمَاجَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَا.... سے لے کر آیت ۱۵۰ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَام.... تک ہر ایک کے ذیل میں قبلہ والی روایت جو حضرت ابن عمرؓ اور حضرت بَراء بن عازبؓ سے منقول ہے ذکر فرمائی ہے ۔

الرحمٰن الرحیم : اسمان من الرحمة۔ الرحیم والراحم بمعنی واحد کالعلیم والعالم

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ، رحمان اور رحیم دونوں اسم ہیں ، رحمت سے مشتق ہیں ، رحمان اور رحیم دونوں میں معنی کے اعتبار سے فرق ہے ، رحمن رحیم سے ابلغ ہے کیونکہ قاعدہ ہے زیادۃ المَبْنٰی تَدُلُّ عَلٰی زِیَادَةِ الْمَعْنٰی۔ رحمان میں الفاظ رحیم سے زیادہ ہیں اسی لئے رحمان سے اللہ جل شانہ کی وہ صفت رحمت مراد ہے جو تمام مخلوق کے لئے عام ہے اور رحیم سے وہ صفت رحمت مراد ہے جو صرف مومنین کے

ساتھ خاص ہے (۱۲)۔

بعضوں نے کہا کہ رحمان کے معنی عام الرحمۃ کے اور رحیم کے معنی تام الرحمۃ کے ہیں ۔ عام الرحمۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذات جس کی رحمت سارے عالم اور تمام کائنات پر حاوی اور شامل ہو اور تام الرحمۃ کا مطلب یہ ہے کہ اس کی رحمت کامل اور مکمل ہو اور بعض حضرات نے کہا الرحمن مَن تَعُمُّ رحمتہ الدنیا والاخرۃ، والرحیم من تخص رحمتہ بالاخرۃ (۱۳)۔

مبرد اور ثعلب نے کہا کہ رحمان عِبرانی لفظ ہے اور رحیم عربی ہے (۱۵) لیکن ابن الاَنباری اور زُجاج وغیرہ نے ان کی تردید کی (۱۶) اور حقیقت بھی یہی ہے کہ رحیم کی طرح رحمان بھی رحمت سے مشتق ہے ، چنانچہ ترمذی شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں :

اَنَا الرَّحمٰنُ خَلقتُ الرَّحِمَ، وَشَقَقتُ لَهَا مِنْ اِسمِيْ، فمن وصلها وصلته ومن قطعها بتته (۱۷)۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا "الرحیم والراحم بمعنی واحد" یعنی رحیم اور راحم کے معنی ایک ہیں اس سے مقصد یہ ہے کہ دونوں کا مادہ ایک ہے اور نفس معنی دونوں کے ایک ہیں یعنی رحمت ورنہ "رحیم" مبالغہ یا صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور "راحم" اسم فاعل ہے اور مبالغہ کا صیغہ زیادتی معنی پر دلالت کرتا ہے اسی طرح صفت مشبہ کا صیغہ ثبوت اور دوام پر دلالت کرتا ہے جبکہ صیغہ اسم فاعل نفس حدوث فعل پر دلالت کرتا ہے ، اس لئے صیغے کے اعتبار سے رحیم اور راحم میں فرق ہے البتہ نفس معنی دونوں کے ایک ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی اعتبار سے دونوں کو "بمعنی واحد" کہا ہے (۱۸)

---

(۱۲) عمدة القاری: ۷۹/۱۸

(۱۳) قال ابن عطیة فی المحرر الوجیز: ۱ / ۷۹ـ "..... ان اباسعید الخدری و ابن مسعود رویا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: الرحمان رحمان الدنیا والاخرۃ، والرحیم رحیم الاخرۃ" وانظر مجمع البیان: ۱/ ۲۱ـ وتفسیر نسفی: ۱ /۵ـ

(۱۵) فتح الباری: ۱۵۵/۸

(۱۶) فتح الباری: ۱۵۵/۸

(۱۷) دیکھیے سنن ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی قطعیۃ الرحم: ۱۲/۲

(۱۸) حاشیۃ لامع الدراری: ۳/۹

١ - باب : مَا جَاءَ فِي فَاتِحَةِ الْكِتَابِ .

وَسُمِّيَتْ أُمَّ الْكِتَابِ أَنَّهُ يُبْدَأُ بِكِتَابَتِهَا فِي الْمَصَاحِفِ ، وَيُبْدَأُ بِقِرَاءَتِهَا فِي الصَّلَاةِ . وَالدِّينُ : الْجَزَاءُ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ ، كَمَا تَدِينُ تُدَانُ .
وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «بِالدِّينِ» /الماعون: ١/ ، /الانفطار: ٩/ : بِالْحِسَابِ . «مَدِينِينَ» /الواقعة: ٨٦/ : مُحَاسَبِينَ .

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ کو "ام الکتاب" بھی کہا جاتا ہے ایک تو اس وجہ سے کہ وہ مصاحف کی ابتداء میں لکھی جاتی ہے دوسری اس لئے کہ نماز میں بھی اس کی قراءت سے ابتداء کی جاتی ہے ، امام بخاری رحمہ اللہ کی بیان کردہ مذکورہ دو وجوہ بظاہر "فاتحۃ الکتاب" کی وجہ تسمیہ معلوم ہوتی ہیں "اُمّ الکتاب" کی نہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں کی وجہ تسمیہ ہے فاتحۃ الکتاب کی وجہ تسمیہ ہونا تو ظاہر ہے اور "اُمّ الکتاب" کی وجہ تسمیہ یہ اس لئے ہے کہ ام بھی بچے سے پہلے ہوتی ہے اور مبدا ولد ہوتی ہے (١٩)۔

بعض حضرات نے کہا کہ "ام الشئی" کے معنی "اصل الشیٔ" کے ہے اور سورۃ فاتحہ بھی "اصل الکتاب" ہے قرآن کے تمام بنیادی مضامین اس میں اجمالا جمع ہیں (٢٠)۔

علامہ ابن سیرین اور تقی الدین بن مخلد نے فرمایا کہ فاتحۃ الکتاب کو "امّ الکتاب" کہنا مکروہ ہے کیونکہ ام الکتاب لوح محفوظ کو کہتے ہیں ، قرآن کریم میں ہے وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ (٢١)۔ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ (٢٢) ان آیات میں ام الکتاب سے لوح محفوظ مراد ہے اسی طرح ایک حدیث سے بھی وہ استدلال کرتے ہیں .... لا یقولن احدکم ام الکتاب ولیقل فاتحۃ الکتاب (٢٣)۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کا نام "امّ الکتاب" خود صحیح حدیث میں مروی ہے دارقطنی نے صحیح حدیث نقل کی ہے اذا قرأتم الحمد، فاقرء وا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، انها ام القرآن و ام الکتاب والسبع

---

(١٩) عمدۃ القاری: ٨٠/١٨ (٢٠) الاتقان فی علوم القرآن: ٨٤/١ (٢١) الرعد/ ٣٩

(٢٢) الزخرف/ ٣ پوری آیت ہے : وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ

(٢٣) الاتقان فی علوم القرآن: ٦٠/١

المثانی (۲۴)۔

باقی ابن سیرین اور تقی الدین نے استدلال میں جو حدیث پیش کی ہے وہ صحیح نہیں ہے علامہ سیوطیؒ نے اس کے متعلق فرمایا "هذا لا أصلَ لهٗ في شئ من كتب الحديث" (۲۵)۔

سورۃ فاتحہ کے اسماء

سورہ فاتحہ کے کئی نام ہیں۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے "الإتقان" میں سورہ فاتحہ کے پچیس نام نقل کئے ہیں۔

① فاتحۃ الکتاب ② فاتحۃ القرآن ③ ام الکتاب ④ ام القرآن ⑤ القرآن العظیم ⑥ السبع المثانی ⑦ الوافیۃ ⑧ الکنز ⑨ الکافیۃ ⑩ الاساس ⑪ النور ⑫ سورۃ الحمد ⑬ سورۃ الشکر ⑭ سورۃ الحمد الاولی ⑮ سورۃ الحمد القصریٰ ⑯ الراقیۃ ⑰ الشفاء ⑱ الشافیۃ ⑲ سورۃ الصلاۃ ⑳ الصلاۃ ㉑ سورۃ الدعاء ㉒ سورۃ السؤال ㉓ سورۃ تعلیم المسئلۃ ㉔ سورۃ المناجاۃ ㉕ سورۃ التفویض (۲۶)

والدین: الجزاء في الخير والشر كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ

یعنی "مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" میں دین کے معنی جزاء اور بدلہ کے ہیں خواہ خیر کا ہو یا شر کا، دین دونوں کو شامل ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ كما تدين تدان "جیسا کروگے ویسا بھروگے" یہ حدیث مرسل ہے، عبدالرزاق نے ابوقلابہ سے مرسلاً یہ روایت نقل کی ہے (۲۷)۔ "کماتدین" میں "کاف" "مثل" کے معنی میں ہے اور "ماتدین" مصدر کے معنی میں ہے۔ اس سے پہلے "دِیْنًا" محذوف ہے جو "تدان" کے لئے مفعول مطلق واقع ہورہا ہے اصل عبارت ہے "تُدَانُ دِيْنًا مِثْلَ دِيْنِكَ" یعنی جیسا آپ عمل کریں گے ویسی جزاء آپ کو دی جائے گی۔

وقال مجاهد: بِالدِّيْنِ: بالحِسَابِ، مَدِيْنِيْنَ، مُحَاسَبِيْنَ

امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۃ فاتحہ سے سورۃ ماعون اور سورۃ انفطار کی آیت "أَرَأَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ

---

(۲۴) الاتقان فی علوم القرآن: ۶۰/۱۔ وسنن دارقطنی: کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم فی الصلاۃ: ۳۱۲/۱

(۲۵) الاتقان فی علوم القرآن: ۶۰/۱

(۲۶) الاتقان فی علوم القرآن: ۶۰/۱-۶۱

(۲۷) عمدۃ القاری: ۸۰/۱۸

بِالدِّیْنِ" اور "کَلَّا بَلْ تُکَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ" کی طرف منتقل ہوگئے کہ ان دونوں آیات میں دین کے معنی حساب کے ہیں، اسی طرح سورۃ واقعہ کی آیت "فَلَوْلَآ اِنْ کُنْتُمْ غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ" (۳۰) میں "مدینین" کے معنی "محاسبین" کے ہیں۔

لفظ دین کے اور بھی کئی معنی آتے ہیں عادت، عمل، حکم، حال، حق، طاعت، قہر، ملت، شریعت، ورع، سیاست (۳۱)۔

٤٢٠٤ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ ، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عاصِمٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ المُعَلَّى قَالَ : كُنْتُ أُصَلِّي فِي المَسْجِدِ ، فَدَعانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ فَلَمْ أُجِبْهُ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي ، فَقَالَ : (أَلَمْ يَقُلِ اللهُ : «اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ») . ثمَّ قالَ لِي : (لَأُعَلِّمَنَّكَ سُورَةً هِيَ أَعْظَمُ السُّوَرِ فِي القُرْآنِ ، قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ المَسْجِدِ) . ثمَّ أَخَذَ بِيَدِي ، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ ، قُلْتُ لَهُ : أَلَمْ تَقُلْ : (لَأُعَلِّمَنَّكَ سُورَةً هِيَ أَعْظَمُ سُورَةٍ فِي القُرْآنِ) . قالَ : («الحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِينَ» : هِيَ السَّبْعُ المَثَانِي ، وَالقُرْآنُ العَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ) . [٤٣٧٠ ، ٤٤٢٦ ، ٤٧٢٠]

فقال: الم يقل الله: اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ

اس بات پر تو اتفاق ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو پکاریں اور وہ نماز کی حالت میں ہو تو اسے آپؐ کی پکار میں لبیک کہنا چاہئے لیکن اس لبیک کہنے سے اس شخص کی نماز باطل ہوجائے گی یا نہیں؟ اس میں حنفیہ، مالکیہ اور حضرات شافعیہ کے دو دو قول ہیں، مالکیہ اور شافعیہ کا راجح قول عدم الفساد ہے (۳۲) اور یہی حنابلہ کا مسلک ہے۔

---

(۳۰) سورۃ الواقعۃ: /۸۶

(۳۱) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۸۰ (۳۲) اوجز المسالک: ۲/۸۸ باب ماجاء فی القرآن

(۴۲۰۴) اخرجہ البخاری فی کتاب التفسیر، باب ماجاء فی فاتحۃ الکتاب، رقم الحدیث: ۴۲۰۴، و کتاب التفسیر، باب یٰا ایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ و للرسول اذا دعاکم، رقم الحدیث: ۴۳۷۰، و کتاب التفسیر، باب وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا من المثانی و القرآن العظیم، رقم الحدیث ۴۴۲۶، و کتاب التفسیر، باب فضل فاتحۃ الکتاب، رقم الحدیث: ۴۷۲۰، واخرجہ ابوداؤد فی کتاب الصلاۃ، باب فاتحۃ الکتاب، رقم الحدیث ۱۴۵۷، واخرجہ النسائی فی کتاب الصلاۃ، باب فضل فاتحۃ الکتاب: ۱/۱۴۵، واخرجہ ابن ماجہ فی کتاب الادب، باب ثواب القرآن: ۲۶۷

حنفیہ کے یہاں مشہور فساد کا قول ہے امام طحاوی نے اسی کو اختیار کیا ہے (۴۳) بعض حضرات کہتے ہیں نماز فاسد نہیں ہوگی (۴۴) اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے ۔

هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ

سورۃ فاتحہ کو "سبع مثانی" بھی کہتے ہیں سبع تو اس لئے کہتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ کی آیتیں سات ہیں سات آیات ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ ان کی تعیین میں اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک "صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" مستقل ایک آیت ہے اور بسم اللہ سورہ فاتحہ کی آیت نہیں ۔

شوافع کے نزدیک "صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" مستقل آیت نہیں بلکہ "صِرَاطَ الَّذِيْنَ" سے لے کر "وَلَا الضَّالِّيْنَ" تک ساتویں آیت ہے اور سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت "بسم اللہ" ہے (۳۵)۔

"مثانی "مَثْنٰی" کی جمع ہے مثنی کے معنی ہیں دو، دو، مثانی کی مختلف وجوہ تسمیہ بیان کی گئی ہیں ۔

① اس کا نزول دو مرتبہ ہوا، ایک مرتبہ مکہ میں اور دوسری بار مدینہ میں۔

② لانها تثنى فى كل ركعة اى تعاد یعنی ہر رکعت میں اس کا اعادہ کیا جاتا ہے ۔

③ لانها يثنى بها على الله تعالى یعنی اس میں اللہ کی تعریف اور ثناء بیان کی گئی ہے ۔

④ لِاَنَّهَا اُستثنيت لِهذه الامة لم تنزل على من قبلها یعنی یہ سورۃ امت محمدیہؐ کو استثنائی اور خصوصی طور پر عطا کی گئی ہے (۳۶)۔

لیکن حقیقت یہ ہے چاہے یہ ثناء سے ماخوذ ہو، یا تثنیہ سے ماخوذ ہو یا استثناء سے ماخوذ ہو ان میں کوئی تعارض نہیں ہے ان سب وجوہ کی بنیاد پر اس سورہ کو مثانی کہتے ہیں ۔

سورۃ فاتحہ کو قرآن عظیم بھی کہتے ہیں، چونکہ قرآن کے بنیادی مضامین اس سورت میں اجمالاً آگئے ہیں اس لئے عظمت و اہمیت کو واضح کرنے کے لئے تسمیۃ الکل باسم الجزء کے طور پر سورۃ فاتحہ کو "القرآن العظیم" کہتے ہیں ۔

---

(۴۳) اوجز المسالک : ۸۸/۲ باب ماجاء فی القرآن

(۴۴) قال العینی فی شرح البخاری : قال صاحب التوضیح : صرح اصحابنا، فقالوا: من خصائص النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لو دعا انسانا، وھو فی الصلاۃ، وجب علیہ الاجابۃ ولا تبطل صلاتہ (وانظر اوجز المسالک الی موطا الامام مالک : ۸۹/۲)

(۳۵) عمدۃ القاری : ۸۱/۱۸

(۳۶) مذکورہ چاروں توجیہات کے لئے دیکھیے الاتقان فی علوم القرآن : ۶۱/۱

قرآن کے بنیادی مضامین مبدأ اور معاد سے متعلق ہیں ، مبدأ میں اللہ کی ذات ، صفات اور احکام آجاتے ہیں ، معاد میں حشر ، نشر ، جزاء اور سزا آتی ہے ، سورۃ فاتحہ کی ابتدائی دو آیات میں اللہ کی ذات اور صفات کا ذکر ہے "ایاک نعبد " میں احکام کی طرف اشارہ ہے تو مبدأ کا ذکر آگیا اور "اھدنا الصراط " میں حشر نشر اور جزاء و سزا کا تذکرہ ہے جو معاد سے متعلق ہیں ۔

٢ - باب : «غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ» .

٤٢٠٥ : حدّثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ سُمَيٍّ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قالَ : (إِذَا قالَ الْإِمامُ : «غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ» . فَقُولُوا آمِينَ ، فَمَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ ما تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ) .
[ر : ٧٤٧]

"اَلْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ " کا مصداق یہود اور "ضَالِّیْنَ" کا مصداق نصاری ہیں ۔

اس روایت کا تعلق تفسیر سے نہیں ہے ، تفسیر تو اس کی وہ ہے جو امام ترمذیؒ نے بیان کی ہے کہ "المغضوب علیہم" سے یہود اور "الضالین" سے نصاری مراد ہیں (۳۷) علامہ عینیؒ نے اس روایت کو یہاں ذکر کرنے پر اعتراض کیا کہ اس کا تفسیر سے کوئی تعلق نہیں ، اس کو "فضائل القرآن" کے ابواب میں ذکر کرنا چاہیئے (۳۸) لیکن جیسا کہ بتایا گیا کہ امام بخاریؒ ادنی مناسبت کی بناء پر بھی روایت ذکر کردیتے ہیں ۔

سُورَةُ الْبَقَرَةِ .

اس سے معلوم ہوا کہ "سورۃ" کی "بقرۃ" کی طرح اضافت کرنے میں کوئی حرج نہیں بیہقی نے "شُعَبُ الْاِیْمَانِ" میں ایک روایت نقل کی ہے ، اس میں ہے : "لَاتَقُوْلُوْا: سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ وَلَا سُوْرَۃُ آلِ عِمْرَانَ ،"

---

(۳۷) دیکھیے سنن ترمذی ، کتاب تفسیر القرآن ، رقم الحدیث : ۲۸۵۳

(۳۸) عمدۃ القاری : ۱۸/۸۱

ولاسورة النساء.... ولكن قولوا: السورة التى تذكر فيها البقرة، والسورة التى يذكر فيها آل عمران...."

لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے، اس کی سند میں یحیی بن میمون خوّاص ایک ضعیف راوی ہیں صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت منقول ہے، اس میں ہے "هذا المقام الذي انزلت عليه سورة البقرة" اسی طرح بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت نقل فرمائی ہے، اس میں ہے: "كنت اقوم مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الليل، فيقرأ بالبقرة، و آل عمران، والنساء" اسی طرح امام ترمذی رحمہ اللہ نے "شمائل" میں عوف بن مالک سے روایت نقل فرمائی ہے، اس میں ہے "قمت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة، فقام، فقرأ سورة البقرة، لايمر بآيةِ رحمةٍ الا وقف"۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سورۃ البقرہ اور سورۃ النساء وغیرہ کہنا درست ہے (۳۹) یہ اضافت اضافت تعریف ہے۔

سورۃ بقرہ مدنیہ ہے، اس میں چالیس رکوع، دو سو چھیاسی آیات، چھ ہزار ایک سو اکیس کلمات اور پچیس ہزار پانچ سو حروف ہیں، سورۃ بقرہ میں پندرہ امثال، پانچ سو حکمتیں اور تین سو ساٹھ رحمتیں ہیں (۴۰)

۳ – باب: قَوْلِ اللهِ: «وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا» /۳۱/.

اس میں اختلاف ہے کہ وہ اسماء کن چیزوں کے تھے، بعض نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی ذریت کے اسماء تھے بعض نے کہا کہ ملائکہ کے اسماء تھے، بعض نے کہا کہ اجناس اشیاء کے اسماء تھے اور بعض نے کہا کہ اشیاء مافی الارض کے اسماء تھے (۴۱) مولانا انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے ان اشیاء کے اسماء مراد ہیں جن کا علم ضروری ہے (۴۲)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امتحان لیتے وقت حضرت آدم علیہ السلام کی فرشتوں

---

(۳۹) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے فتح القدير: ۱/۲۹۲۸۔

(۴۰) عمدة القاری: ۸۱/۱۸

(۴۱) عمدة القاری: ۸۳/۱۸ وفتح الباری: ۱۲۰/۸

(۴۲) فیض الباری: ۱۵۵/۴

پر غلبہ کی یہ صورت ظاہر فرمائی کہ ان کو اسماء سکھلا دیئے ، فرشتوں سے سوال کیا تو انہوں نے کہا ”لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا“ حضرت آدم علیہ السلام سے سوال کیا تو انہوں نے اسماء بتلادیئے ، اللہ جل شانہ نے فرشتوں سے فرمایا ”اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ“ سوال یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تعلیم دی تھی اور فرشتوں کو ان اسماء کی تعلیم نہیں دی گئی تھی تو فرشتوں کا اس امتحان میں پاس ہونا کیونکر ممکن تھا؟ ملائکہ کو ان اسماء کی تعلیم دی جاتی تو وہ بھی بتلادیتے ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سوال و جواب سے مقصود فرشتوں پر یہ حقیقت آشکارا کرنا تھی کہ اس پیکرِ خاکی میں اتنی بڑی صلاحیت اور استعداد موجود ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اس کو تم پر فوقیت دیدیں اور بعض ایسے علوم سکھائیں کہ جن کا تمہیں علم نہیں چنانچہ اس امتحان میں حضرت آدم علیہ السلام کی علمی صلاحیت اجاگر ہوئی (۴۳)۔

بعض لوگوں نے کہا کہ اس سوال جواب سے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق یہ بتانا مقصود تھا کہ ان میں تعلم کی صلاحیت و استعداد ہے اور فرشتوں میں نہیں

لیکن یہ جواب ٹھیک نہیں کیونکہ فرشتوں نے جواب میں ”لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا“ کہا یعنی ”ہمیں تو کوئی علم نہیں مگر جو آپ ہمیں سکھلادیں“ جس سے معلوم ہوا کہ تعلم کی صلاحیت فرشتوں میں بھی موجود تھی۔

٤٢٠٦ : حدّثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُونَ : لَوِ ٱسْتَشْفَعْنَا إِلَى رَبِّنَا ، فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ : أَنْتَ أَبُو النَّاسِ ، خَلَقَكَ ٱللّٰهُ بِيَدِهِ ، وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ ، وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ ، فَٱشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتَّى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هٰذَا . فَيَقُولُ : لَسْتُ هُنَاكُمْ ، وَيَذْكُرُ ذَنْبَهُ فَيَسْتَحِي ، ٱئْتُوا نُوحًا ، فَإِنَّهُ أَوَّلُ رَسُولٍ بَعَثَهُ ٱللّٰهُ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ . فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ : لَسْتُ هُنَاكُمْ ، وَيَذْكُرُ سُؤَالَهُ رَبَّهُ ما لَيْسَ لَهُ بِهِ عِلْمٌ فَيَسْتَحِي ، فَيَقُولُ : ٱئْتُوا خَلِيلَ الرَّحْمٰنِ . فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ : لَسْتُ هُنَاكُمْ ، ٱئْتُوا مُوسَى ، عَبْدًا كَلَّمَهُ ٱللّٰهُ وَأَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ . فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ : لَسْتُ هُنَاكُمْ ، وَيَذْكُرُ قَتْلَ النَّفْسِ بِغَيْرِ نَفْسٍ ، فَيَسْتَحِي مِنْ رَبِّهِ

---

(۴۳) دیکھیے روح المعانی: ۲۲۴-۲۲۵/۱

فَيَقُولُ : ٱئْتُوا عِيسٰى عَبْدَ ٱللّٰهِ وَرَسُولَهُ ، وَكَلِمَةَ ٱللّٰهِ وَرُوحَهُ . فَيَقُولُ : لَسْتُ هُنَاكُمْ ، ٱئْتُوا مُحَمَّدًا ﷺ ، عَبْدًا غَفَرَ ٱللّٰهُ لَهُ ما تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ . فَيَأْتُونَنِي ، فَأَنْطَلِقُ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ عَلَى رَبِّي ، فَيُؤْذَنَ لِي ، فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي وَقَعْتُ سَاجِدًا ، فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ ٱللّٰهُ ، ثُمَّ يُقَالُ : ٱرْفَعْ رَأْسَكَ ، وَسَلْ تُعْطَهْ ، وَقُلْ يُسْمَعْ ، وَٱشْفَعْ تُشَفَّعْ . فَأَرْفَعُ رَأْسِي ، فَأَحْمَدُهُ بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ ، ثُمَّ أَشْفَعُ ، فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ، ثُمَّ أَعُودُ إِلَيْهِ ، فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي ، مِثْلَهُ ، ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ، ثُمَّ أَعُودُ الرَّابِعَةَ فَأَقُولُ : ما بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ ، وَوَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ) .

قالَ أَبُو عَبْدِ ٱللّٰهِ : إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ ، يَعْنِي قَوْلَ ٱللّٰهِ تَعَالَى : «خالِدِينَ فِيهَا» .

[٦١٩٧ ، ٦٩٧٥ ، ٧٠٠٢ ، ٧٠٧٨ ، وانظر: ٣١٨٢]

فیقولون : اَنْتَ اَبُو النَّاسِ ، خَلَقَکَ اللّٰہُ بِیَدِہٖ

بعض نے کہا کہ یہاں "ید" سے مراد قدرت ہے اگر قدرت مراد ہے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت کیا ہوئی، ابلیس کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے اس لئے اکثر علماء کہتے ہیں کہ ید سے اللہ تعالیٰ کی صفت ذاتیہ مراد ہے، حق تعالیٰ نے آدم کی تخلیق میں اپنی خاص صفت ذاتیہ کو اس طرح استعمال فرمایا تھا کہ اس میں کسی قسم کے واسطہ کو حائل نہیں فرمایا (۴۴)۔

وَاَسْجَدَ لَکَ مَلَائِکَتَہٗ

یہاں دو باتیں ہیں ایک یہ کہ اس سجدہ سے کونسا سجدہ مراد ہے، دوم یہ کہ سجدہ تمام فرشتوں نے کیا تھا یا بعض نے

سجود کے متعلق تو بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس سے خضوع اور تذلل مراد ہے، حقیقی سجدہ "وضع الجَبْھۃِ علی الارض" مراد نہیں (۴۵)۔

---

(۴۴) قال الأبی فی شرح مسلم: ۱ / ۳۵۵۔ "قولہ: خلقک اللہ بیدہ: ای بقدرتہ، وھو تنبیہ علی ان خلقہ لیس کخلق بنیہ من تقلبھم فی الارحام وغیر ذلک من الوسائط، والا فکل شئی بقدرتہ عزوجل" ... وفی فتح الملھم: ۱ / ۳۶۲: "خلقک اللہ بیدہ ای بلا واسطۃ او بقدرتہ الکاملۃ وارادتہ الشاملۃ

(۴۵) دیکھیے الجامع لاحکام القرآن: ۱/ ۲۹۳

لیکن مشہور یہی ہے کہ اس سے حقیقی سجدہ مراد ہے (۴۶) پھر اس کی نوعیت میں اختلاف ہے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ سجدہ تحیہ اور سجدہ تعظیم تھا اور حضرت آدم علیہ السلام حقیقتاً مسجود تھے (۴۷) اور بعض علماء کہتے ہیں یہ سجود عبادت تھا، معبود برحق اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی تھی حضرت آدم علیہ السلام کی حیثیت قبلہ کی تھی (۴۸)، مجدد الف ثانیؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے

دوسری بات کے متعلق ابن حزم اور حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ یہ سجدہ تمام ملائکہ نے کیا تھا (۴۹) اور بعض کہتے ہیں کہ صرف ان فرشتوں نے کیا تھا جن کا تعلق زمین سے ہے (۵۰)۔

وَعَلَّمَکَ اَسْمَاءَ کُلِّ شَیْءٍ

اس روایت سے یہ ہے مقصود بالترجمہ

اِئْتُوْا نُوْحًا، فَاِنَّهٗ اَوَّلُ رَسُوْلٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ اِلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ

اول رسول تو حضرت آدم علیہ السلام ہیں، حضرت نوح علیہ السلام کو اول رسول طوفان نوح کے بعد ہونے کی حیثیت سے کہا گیا کہ طوفان کے بعد حضرت نوحؑ ہی روئے زمین پر اللہ کے پہلے رسول تھے۔

فیقول: لَسْتُ هناکم

میں اس درجہ کا آدمی نہیں، حضرت آدم علیہ السلام نے یہ بات تو اضعاً کہی، ورنہ وہ اللہ کے نبی ہیں اور اس بات کے یقیناً قابل اور لائق ہیں کہ بارگاہ رب العزت میں سفارش کریں۔

اور اس کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ یہ کام دوسرے کے لئے مقرر ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پہلے سے فیصلہ کر رکھا ہے کہ یہ سفارش کس کو کرنی ہے لہذا میں یہ کام نہیں کرسکوں گا (۵۱)۔

---

(۴۶) الجامع لاحکام القرآن: ۱/۲۹۳

(۴۷) دیکھیے تفسیر ابن کثیر: ۱/۶۸

(۴۸) تفسیر القرطبی، ۱/۲۹۳

(۴۹) دیکھیے تفسیر ابن کثیر: ۱/۶۸

(۵۰) دیکھیے تفسیر ابن کبیر: ۱/۲۳۸

(۵۱) دیکھیے فتح الباری ۱۱/۴۳۳ کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار و اکمال اکمال المعلم: ۱/۳۵۵ و مکمل اکمال الاکمال: ۱/۳۵۵

فاذا رأیت ربی مثله

یعنی ”افعل مثل ماسبق من السجود ورفع الرأس وغیرہ“ یعنی دوبارہ آکر پہلے کی طرح سجدہ اور دعا وغیرہ کروں گا بعض روایات میں ہے کہ اس سجدہ کی مدت ایک ہفتہ ہوگی (۵۲)۔

٤ – باب :

قَالَ مُجَاهِدٌ : «إِلَى شَيَاطِينِهِمْ» /١٤/ : أَصْحَابِهِمْ مِنَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُشْرِكِينَ . «مُحِيطٌ بِالْكافِرِينَ» /١٩/ : اَللّٰهُ جامِعُهُمْ . «صِبْغَةَ»/١٣٨/ : دِينَ . «عَلَى الخَاشِعِينَ» /٤٥/ : عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَقًّا .
قَالَ مُجَاهِدٌ : «بِقُوَّةٍ» /٦٣/ : يَعْمَلُ بِمَا فِيهِ .
وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ : «مَرَضٌ» /١٠/ : شَكٌّ . «وَمَا خَلْفَهَا» /٦٦/ : عِبْرَةٌ لِمَنْ بَقِيَ . «لَاشِيَةَ» /٧١/ : لَا بَيَاضَ .
وَقَالَ غَيْرُهُ : «يَسُومُونَكُمْ» /٤٩/ : يُولُونَكُمْ . الْوَلَايَةُ –مَفْتُوحَةٌ– مَصْدَرُ الْوَلَاءِ ، الرُّبُوبِيَّةُ ، وَإِذَا كُسِرَتِ الْوَاوُ فَهِيَ الْإِمَارَةُ .
وَقَالَ بَعْضُهُمْ : الْحُبُوبُ الَّتِي تُؤْكَلُ كُلُّهَا فُومٌ .
وَقَالَ قَتَادَةُ : «فَبَاؤُوا» /٩٠/ : فَانْقَلَبُوا .
وَقَالَ غَيْرُهُ : «يَسْتَفْتِحُونَ» /٨٩/ : يَسْتَنْصِرُونَ . «شَرَوْا» /١٠٢/ : بَاعُوا . «رَاعِنَا» /١٠٤/ : مِنَ الرُّعُونَةِ ، إِذَا أَرَادُوا أَنْ يُحَمِّقُوا إِنْسَانًا قَالُوا : رَاعِنًا . «لَا تَجْزِي» /٤٨ ، ١٢٣/ : لَا تُغْنِي . «خُطُوَاتِ» /١٦٨/ : مِنَ الْخَطْوِ ، وَالْمَعْنٰى : آثَارَهُ . «اَبْتَلٰى» /١٢٤/ : اخْتَبَرَ .

قال مجاهد : اِلٰی شَیَاطِیْنِهِمْ : اصحابهم من المنافقین و المشرکین

یعنی ”وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیَاطِیْنِهِمْ“ میں شیاطین سے منافقین اور مشرکین مراد ہیں کہ یہ لوگ بھی شیاطین کی طرح حرکات کرتے ہیں اور لوگوں کو ایمان سے دور رکھنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔

---

(۵۲) فتح الباری: ۱۱/۴۳۷ کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار

مُحِيطٌ بِالْكَافِرِيْنَ: اَللّٰهُ جَامِعُهُمْ

سورۃ بقرہ کی آیت ہے "اَوْ كَصَيِّبٍ مِنَ السَّمَاءِ فِيْهِ ظُلُمَاتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ، وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكَافِرِيْنَ" مجاہد نے "محيط بالكافرين" کی تفسیر کی ہے "الله جامعهم" یعنی اللہ تعالی ان سب کو جمع کرنے والے ہیں، اللہ کی گرفت سے وہ بچ نہیں سکتے ۔

صِبْغَةٌ: دِيْنٌ

یعنی "صِبْغَةَ اللّٰهِ، وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً" میں "صبغة" سے مراد دین ہے، صبغة الله کے معنی ہیں اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑو، مجاہد سے "صبغة الله" کی تفسیر "فطرة الله" بھی منقول ہے ۔(٥٦)

عَلَى الْخَاشِعِيْنَ: عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا

یعنی "وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ، وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ" میں خاشعین سے حقیقی مومنین مراد ہیں، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حقیقی مومن کے اندر خشوع ہوتا ہے، خاشعین کی تفسیر خائفین اور متواضعین بھی کی گئی ہے (٥٨)۔

قال مجاهد: بقوة: بِعَمَلٍ بِمَا فِيْهِ

سورۃ بقرہ کی آیت "خُذُوْا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ" میں قوت سے عمل مراد ہے، قوت کے ساتھ لینے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر عمل کرو، بعض حضرات نے "قوت" سے طاعت اور بعض نے کوشش و محنت بھی مراد لی ہے (٦٠)۔

وقال ابو العالية: مَرَضٌ شَكٌّ

ابو العالیہ فرماتے ہیں "فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ، فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا" میں مرض سے شک مراد ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہاں مرض سے مرض روحانی مراد ہے مرض جسمانی نہیں ۔

---

(٥٦) عمدة القارى: ٨٣/١٨ (٥٨) عمدة القارى: ٨٣/١٨ (٦٠) عمدة القارى: ٨٣/١٨ و روح المعانى: ٢٨١/١

وَمَا خَلْفَهَا: عِبْرَةً لِمَنْ بَقِيَ

"فَجَعَلْنَاهَا نَكَالاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ" وَمَا خَلْفَهَا کے معنی بیان کئے ہیں "عبرة لمن بقی"، یعنی اس واقعہ کو ہم نے عبرت بنایا ان لوگوں کے لئے بھی جو بعد میں باقی رہنے والے اور آنے والے ہیں، مراد اس سے بنی اسرائیل کے بندر بنانے کا واقعہ ہے ۔

لَاشِيَةَ: لَابَيَاضَ

"إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ، وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ، مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا" لَاشِيَةَ کی تفسیر "لابیاضَ" سے کی یعنی جس میں سفیدی نہ ہو "شیة" مصدر ہے وَشَی، یَشِی کا جس کے معنی ہیں: ایک رنگ کے ساتھ دوسرا رنگ ملانا، منقش کرنا، مطلب یہ ہے کہ گائے کا رنگ خالص زرد رہے اس میں کسی قسم کی سفیدی اور داغ دھبہ نہ ہو۔

وقال غیرہ

غیرہ کی ضمیر ابوالعالیہ کی طرف راجع ہے، یعنی ابوالعالیہ کے غیر نے کہا جس سے ابوعبید قاسم بن سلام اور ابوعبیدہ مَعْمَر بن المثنی مراد ہیں (٦٤) امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ یہاں تک الفاظ کی تفسیر ابوالعالیہ سے منقول تھی، آئندہ تفسیر دوسرے حضرات سے منقول ہے ۔

يَسُومُونَكُمْ: يُوْلُونَكُمْ

"يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ" سَامَ فُلَانًا الْأَمْرَ: پابند بنانا، مکلف بنانا، سام الشئی: کسی چیز کی طلب میں جانا، یہاں یہ سب معنی ہوسکتے ہیں یعنی وہ تمہیں سخت عذاب کا مکلف بناتے تھے یا وہ سخت عذاب کی طلب اور تلاش میں تمہارے پاس آتے تھے ۔ بعض حضرات نے يَسُومُونَكُمْ کا ترجمہ يُذِيقُونَكُمْ سے کیا ہے یعنی وہ تمہیں سخت عذاب چکھاتے تھے (٦٦)۔

یہاں بخاری میں يَسُومُونَكُمْ کی تفسیر یولونکم سے کی گئی ہے یولونکم: أولى، يُوْلِيْ، ایلاء سے جمع کا صیغہ ہے ۔ اولی فلانا الامر: کام پر والی مقرر کرنا، اس صورت میں یسومونکم سوء العذاب کا ترجمہ

---

(٦٤) عمدة القاری: ١٨/٨٥ (٦٦) فتح الباری: ٨/١٦٢

ہوگا "وہ تم پر تحت عذاب دینے کے لئے والی مقرر کرتے تھے " چونکہ یولونکم کا مادہ "ولی" ہے اس مناسبت سے امام بخاری سورۃ کہف کی طرف منتقل ہوگئے فرماتے ہیں ۔

الوَلاية: مفتوحة مصدر الوَلاء، وهى الربوبية، واذا كسرت الواو، فهى الاَمارة

سورۃ کہف میں ہے "هُنَالِكَ الوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ " (٦٧) امام فرماتے ہیں وَلاية واو کے فتحہ کے ساتھ وَلاء، کا مصدر ہے جس کے معنی ربوبیت کے ہیں اور وِلايةُ واو کے کسرہ کے ساتھ بھی مصدر ہے لیکن اس کے معنی امارت و سیادت کے آتے ہیں ۔ امام بخاریؒ کی یہ تشریح ابوعبیدہ معمر بن المثنی کے کلام سے ماخوذ ہے ۔ انہوں نے سورۃ کہف میں اس آیت کے تحت لکھا ہے "الوَلايةُ بالفتح مصدر الوَلِي، وبالكسر مصدر وَلِيت الامر والعمل تَلِيه " (٦٨)

وقال بعضهم: الحبوب التى تُوكل، كلها فوم

بعض سے عَطا اور قتادہ مراد ہیں ، انھوں نے کہا کہ آیت "فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا، وَقِثَّائِهَا وَفُوْمِهَا " میں "فُوم" سے وہ تمام اناج اور دانے مراد ہیں جو کھانے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں جیسے ، چنا، گیہوں ، چاول وغیرہ، حضرت ابن عباسؓ اور مجاہد سے منقول ہے کہ فوم سے گندم مراد ہے (٦٩)۔

وقال قَتادةُ: فَبَاؤُا: اِنْقَلَبُوْا

فباء وا بغضب على غضب "وہ لوگ پھر آئے ، لوٹے غضب بالائے غضب میں " قتادہ نے فرمایا کہ فَبَاؤُا بمعنی اِنْقَلَبُوْا ہے ۔

---

(٦٧) سورة الكهف / ۴۴

(٦٨) فتح الباری: ١٦٢/٨ و عمدة القاری: ٨٥/١٨

(٦٩) عمدة القاری: ٨٥/١٨

فَادّارَأْتُمْ: اِخْتَلَفْتُمْ

"وَإِذْقَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّارَأْتُمْ " (۷۰) کی طرف اشارہ ہے یعنی جب تم نے ایک جان کو قتل کیا، پھر اختلاف کرنے لگے اور ایک دوسرے پر الزام لگانے لگے ۔

يَسْتَفْتِحُوْنَ: يَسْتَنْصِرُوْنَ

"وَكَانُوْامِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا " اس میں یستفتحون مدد طلب کرنے کے معنی میں ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل یہود آپ کو وسیلہ بناکر دعا اور اللہ تعالی سے مدد طلب کرتے تھے کہتے تھے "اَللّٰهم انانَسألک بِحق نبیّک الّذی وَعدتَنا اَن تبعثه فی آخر الزمان اَن تنصرنا الیوم علی عدونا " (۷۱)

شَرَوْا: بَاعُوْا

اشارہ ہے "وَلَبِئْسَ مَاشَرَوْابِهٖ اَنْفُسَهُمْ "کی طرف کہ اس میں "شروا" "باعوا" کے معنی میں ہے ۔

راعنًا من الرَّعُوْنَة، اذا ارادوا ان یحمقوا انسانا، قالوا: راعِنًا

"یَااَیُّهَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا، لَاتَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا " (۷۳) امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں "راعنًا" (تنوین کے ساتھ) رعونت سے مشتق ہے، رعونت کے معنی حماقت کے ہیں راعن اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی احمق (۷۴) یہود جب کسی کو حماقت کی طرف منسوب کرنا چاہتے تھے تو "راعنًا" کہتے تھے یعنی "قال: قولًا راعِنًا" اس نے احمقانہ بات کہی ہے، یہود آکر آپؐ کی مجلس میں بیٹھتے جس بات

---

(۷۰) "فَادّارأتم فیها" اصله تَدَارَأْتُم، من الدر، وهو الدفع، فاجتمعت التاء والدال مع تقارب مخرجیها وارید الادغام، فقلبت التاء دالا، وسکنت، للادغام، فاجتلبت همزة الوصل للتوصل للابتداء بها، وهذا مطرد فی کل فعل علی تفاعل او تفعل فاؤه: تاء اوطاء، او ظاء، او صاد، او ضاد، والتدارؤ، امامجاز عن الاختلاف والاختصام.... اومستعمل فی حقیقته اعنی التدافع بان طرح قتلها کل عن نفسه الی صاحبه" (وانظر روح المعانی: ۲۹۳/۱)

(۷۱) روح المعانی: ۳۲۰/۱

(۷۳) سورة البقرة/۱۰۴

(۷۴) روح المعانی: ۳۴۹/۱

کو مکرر تحقیق کرانا چاہتے تھے تو "راعنا" کہتے تھے اور اس سے غلط معنی مراد لیتے تھے کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احمقانہ بات کہی ہے، صحابہ کرام نے خیال کیا کہ یہ "مراعاة" سے ماخوذ ہے اور صیغہ امر ہے "نا" ضمیر مفعول بہ منصوب متصل ہے یعنی "ہماری رعایت فرمایئے" "ہمارا لحاظ کیجئے" تو وہ بھی یہودیوں کی دیکھا دیکھی یہ لفظ استعمال کرنے لگے، حضرات صحابہ کو الفاظ کا ادب سکھایا گیا ہے کہ ایسا لفظ جس سے غلط معنی کا وہم پیدا ہوتا ہو نہیں کہنا چاہیئے، "راعنا" مت کہو "انظرنا" کہو۔

"راعنًا" تنوین کے ساتھ حضرت حسن بصریؒ کی قراءت ہے جمہور کی قراءت "راعِنَا" ہے جو راعی، یراعی سے صیغہ امر ہے اور "نا" ضمیر متکلم ہے، امام بخاریؒ نے حضرت حسن بصری کی قراءت اختیار کی ہے بہرحال حضرت حسن بصری کی قراءت کے مطابق "راعنًا" بھی نہیں کہنا چاہیئے کہ اس کے معنی کا غلط ہونا ظاہر ہے اور جمہور کی قراءت کے مطابق "راعِنَا" بھی نہیں کہنا چاہیئے کہ اس کے معنی اگرچہ صحیح ہے لیکن اس سے غلط معنی کا وہم پیدا ہوتا ہے ۔

لَاتَجْزِیْ: لَاتُغْنِیْ

"وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّاتَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا" میں لاتجزی کے معنی ہیں لَاتُغْنِیْ یعنی فائدہ نہیں دے گا کوئی نفس کسی نفس کو کچھ بھی۔

اِبْتَلٰی: اختبر

"وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰهِیْمَ رَبُّهٗ بِکَلِمَاتٍ فَاَتَمَّهُنَّ" آیت کریمہ میں "اِبْتَلٰی" کے معنی اِخْتَبَرَ کے ہیں یعنی امتحان لیا، آزمایا۔

خُطُوَات من الخَطْو، والمعنی: آثاره

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً وَّلَاتَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ" آیت میں "خطوات.. "خَطْو" سے ماخوذ ہے خطو مصدر ہے خطا، یخطو کا جس کے معنی ہیں "قدموں کا درمیانی فاصلہ کشادہ کرکے چلنا" خُطْوَة کے معنی ہیں قدم اس کی جمع "خطوات" آتی ہے، وَلَاتَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ کے معنی ہوئے شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔

٥ – باب : قَوْلُهُ تَعَالَى : «فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ» /٢٢/ .

٤٢٠٧ : حدّثني عُثْمانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ قالَ : سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ : أَيُّ ٱلذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ ٱللهِ ؟ قالَ : (أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ) . قُلْتُ : إِنَّ ذٰلِكَ لَعَظِيمٌ ، قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ ؟ قالَ : (وَأَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَخَافُ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ) . قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ ؟ قالَ : (أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جارِكَ) .

[٤٤٨٣ ، ٥٦٥٥ ، ٦٤٢٦ ، ٦٤٦٨ ، ٧٠٨٢ ، ٧٠٩٤]

اَنْداد، نِدٌّ کی جمع ہے بمعنی نظیر، یعنی اللہ کے ساتھ تم کسی کو شریک مت ٹھراؤ اس حال میں کہ تم جانتے ہو۔

قلت: ثم أیٌّ قال: وان تقتل ولدک تخاف ان یطعم معک

میں نے پوچھا کہ پھر کونسا گناہ بڑا ہے، آپؐ نے فرمایا اپنے بیٹے کو قتل کرو اس خوف سے کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا، یہ گناہ درحقیقت کئی گناہوں پر مشتمل ہے اول بے گناہ کو قتل کرنا، دوسرے قتل کرنا اپنے بیٹے کو، تیسرے قتل کرنا ایسے شخص کا جو مدافعت نہ کرسکتا ہو اور چوتھے اس خوف سے قتل کرنا کہ ہمارے ساتھ کھائے گا گویا آپ روزی رساں ہیں، خدا کے روزی دینے پر اعتماد و توکل نہیں۔

(۴۲۰۷) اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر، باب قوله تعالی: فلاتجعلوا للّٰه اندادا وانتم تعلمون، رقم الحدیث: ۴۲۰۷، و کتاب التفسیر، باب قوله تعالی والذین لایدعون مع اللّٰه الٰها آخر، رقم الحدیث: ۴۴۸۳، و کتاب الادب، باب قتل الولد خشیة ان یأکل معه، رقم الحدیث: ۶۰۰۱، و کتاب الحدود، باب اثم الزناة، رقم الحدیث: ۶۸۱۱، و کتاب الدیات، باب قول اللّٰه تعالی: ومن یقتل مؤمنا متعمداً فجزاؤه جهنم، رقم الحدیث: ۶۸۶۱، و کتاب التوحید، باب قوله تعالی فلاتجعلوا لِلّٰهِ انداداً، رقم الحدیث: ۷۵۲۰، و کتاب التوحید، باب قول اللّٰه تعالی: یاایها الرسول بلغ ما انزل الیک، رقم الحدیث: ۷۵۳۲، واخرجه مسلم فی کتاب الایمان، باب کون الشرک اقبح الذنوب، رقم الحدیث: ۱/۱۴۱ واخرجه ابوداؤد فی کتاب الطلاق، باب فی تعظیم الزنا، رقم الحدیث ۲۳۱۰، واخرجه الترمذی فی کتاب التفسیر، باب من سورة الفرقان، رقم الحدیث: ۳۱۸۲، واخرجه النسائی فی کتاب المحاربة، باب تحریم الدم، ۲/۱۶۴

قلت: ثم ای؟ قال: ان تزانی حَلِیلَةَ جارک

"ان تزانی" فرمایا تزانی "مزاناة" سے ماخوذ ہے جو باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس کے معنی مشارکت کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اپنے پڑوسی کی بیوی کو بہکا پھسلا کر زنا پر آمادہ کرنا یہ ایک گناہ بھی دراصل کئی گناہوں پر مشتمل ہے، پہلا گناہ زنا ہے، دوسرا گناہ دوسرے کی بیوی کو بہکانا ہے، تیسرا گناہ اپنے پڑوسی کے ساتھ خیانت ہے حالانکہ پڑوسی اس بات کا متوقع ہوتا ہے کہ اس کو اس کے پڑوسی سے راحت پہنچے گی اور وہ اس کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت کرے گا اور چوتھا گناہ اس کے اندر نسب کو خراب کرنا ہے۔

٦ – باب: وَقَوْلُهُ تَعَالَى: «وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَى كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ» /٥٧/.

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: الْمَنُّ صَمْغَةٌ، وَالسَّلْوَى الطَّيْرُ.

مجاہد نے "من" کی تفسیر "صَمغَة" سے کی ہے۔ صمغة گوند کو کہتے ہیں مراد گوند کے مشابہ کوئی چیز ہے، بعینہ گوند مراد نہیں کیونکہ گوند درخت سے نکلتا ہے اور یہ چیز درخت سے نہیں نکلتی تھی بلکہ منجانب اللہ رات کو درختوں کی شاخوں پر گرتی تھی اور گوند کی طرح درختوں پر جم جایا کرتی تھی (۷۵) اردو میں من کا ترجمہ ترنجبین سے کرتے ہیں اور سلوی ایک پرندہ کانام ہے جس کو اردو میں بٹیر کہتے ہیں۔

٤٢٠٨: حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: (الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ). [٤٣٦٣، ٥٣٨١]

---

(۷۵) وفی اللامع: ۹/۶-۷ "قوله: المن صمغة" ای شبیهة بها فی انجمادها علی اغصان الشجر، وان لم یکن عین الصمغة، فان الصمغة تخرج من نفس الشجر ولیس الترنجبین بهذه المثابة، فانه شئی یحصل بانجماد ماینزل من الطل علی شجرة مخصوصة لاتوجد فی دیارنا هذه۔

(۴۲۰۸) اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی: وظللنا علیکم الغمام وانزلنا علیکم المن والسلوٰی، رقم الحدیث: ۴۲۰۸، و کتاب التفسیر، باب المن والسلوی، رقم الحدیث: ۴۳۶۳، وکتاب الطب، باب المن شفاء للعین، رقم الحدیث: ۵۷۰۸، واخرجه مسلم فی کتاب الاشربة، باب فضل الکَمْأة و مداواة العین بها، رقم الحدیث: ۲۰۴۹، واخرجه الترمذی فی کتاب الطب، باب ماجاء فی الکمأة والعجوة، رقم الحدیث: ۲۰۶۶، واخرجه ابن ماجه فی کتاب الطب، باب الکَمْأة والعجوة، رقم الحدیث: ۳۴۵۳:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کَمْاَة" یعنی سانپ کی چھتری از قسم مَن ہے اور اس کا پانی آنکھ کی بیماری کے لئے شفا ہے ۔

الکَمْأَةُ (کاف کے فتحہ، میم کے سکون اور ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ) جمع ہے ، اس کا مفرد کَمْءٌ (بروزن قلب) ہے ، سیبویہ نے کہا کہ "الکَمْأَةُ" جمع نہیں بلکہ یہ اسم جمع ہے (۷۶) اس کو اردو میں کھنبی اور سانپ کی چھتری کہتے ہیں یہ برسات کے موسم میں اگتی ہے اور انڈے کی طرح سفید ہوتی ہے ۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں روایت میں "اَلْکَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ " کہا گیا ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کو تو یہ سانپ کی چھتری کھانے کو نہیں دی جاتی تھی، اسی لئے علامہ خطّابی نے اعتراض کیا کہ یہ روایت ترجمۃ الباب سے مطابقت نہیں رکھتی، کیونکہ ترجمۃ الباب میں اس من کا ذکر کیا ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے آسمان سے نازل فرمایا تھا جبکہ سانپ کی چھتری کو آسمان سے نازل نہیں کیا گیا بلکہ زمین سے پیدا کیا ہے ۔ (۷۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الاشربہ" میں یہ حدیث ذکر کی ہے ۔ اس کے الفاظ ہیں "الکَمْأَۃُ مِن المن الذی انزل اللہ تبارک وتعالیٰ علی بنی اسرائیل، وماؤھا شفاء للعین " (۷۸) مسلم شریف کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ حدیث باب کا ترجمۃ الباب سے تعلق ہے ، چونکہ علامہ خطابی کی نظر مسلم شریف کی روایت کی طرف نہیں گئی۔ اسی لئے انہوں نے ترجمۃ الباب سے حدیث کے عدم مطابقت کا اشکال کیا۔

مگر یہ سوال پھر بھی اپنی جگہ باقی ہے کہ سانپ کی چھتری بہرحال اس منزل من اللہ کا مصداق تو نہیں ہے ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اصل میں تشبیہ ہے کہ جس طرح یہ سانپ کی چھتری برسات کے موسم میں بغیر کسی مشقت اور تدبیر کے اللہ جل شانہ پیدا فرمادیتے ہیں اس طرح وہ من جو اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کو عطا فرمایا کرتے تھے اس کے لئے بھی انہیں کوئی محنت اور مشقت

---

(۷۶) تفصیل کے لئے دیکھیے عمدۃ القاری: ۸۸/۱۸

(۷۷) عمدۃ القاری: ۸۸/۱۸

(۷۸) دیکھیے صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب فضل الکَمْأَۃ ومداومۃ العین بہا: ۱۶۲/۳

عبادت سمجھتی ہیں غرض نہ خود اللہ کی عبادت کرتے ہیں، نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں، ان بے معنی اور لغو باتوں کو عبادت قرار دے رکھا ہے، بعض نے کہا کہ سیٹیاں اور تالیاں بجانا مسلمانوں کی عبادت میں خلل ڈالنے کے لیے ہوتا تھا یا ازراہ استہزاء و تمسخر ایسا کرتے تھے۔ "

١٤١ – باب : «إِنَّ شَرَّ ٱلدَّوَابِّ عِنْدَ ٱللهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ» /٢١/ .

٤٣٦٩ : حَدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : «إِنَّ شَرَّ ٱلدَّوَابِّ عِنْدَ ٱللهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ» . قَالَ : هُمْ نَفَرٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ ٱلدَّارِ .

١٤٢ – باب : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ٱسْتَجِيبُوا لِلهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَٱعْلَمُوا أَنَّ ٱللهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ» /٢٤/ .

ٱسْتَجِيبُوا : أَجِيبُوا . لِمَا يُحْيِيكُمْ : يُصْلِحُكُمْ .

٤٣٧٠ : حدثني إِسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا رَوْحٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ عاصِمٍ يُحَدِّثُ ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : كُنْتُ أُصَلِّي ، فَمَرَّ بِي رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَدَعانِي ، فَلَمْ آتِهِ حَتَّى صَلَّيْتُ ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقالَ : (ما مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَنِي ؟ أَلَمْ يَقُلِ ٱللهُ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ٱسْتَجِيبُوا لِلهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعاكُمْ» . ثُمَّ قالَ : لَأُعَلِّمَنَّكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ) . فَذَهَبَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ لِيَخْرُجَ فَذَكَرْتُ لَهُ .

وَقالَ مُعَاذٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ خُبَيْبٍ : سَمِعَ حَفْصًا : سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ ، رَجُلاً مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ ، بِهٰذَا . وَقالَ : (هِيَ : «الحَمْدُ لِلهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ» . السَّبْعُ الْمَثَانِي) . [ر : ٤٢٠٤]

١٤٣ – باب : «وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ ٱئْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ» /٣٢/ .

قالَ ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : ما سَمَّى ٱللهُ تَعَالَى مَطَرًا فِي الْقُرْآنِ إِلَّا عَذَابًا ، وَتُسَمِّيهِ الْعَرَبُ الْغَيْثَ ؛ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى : «يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ ما قَنَطوا» /الشورى : ٢٨/ .

(۴۳۶۹) وهذا الحديث من افراد البخاری (عمدة القاری: ۱۸/۲۳۷)

ابن عُیینہ نے کہا "مَطَرٌ" کا اطلاق قرآن نے جہاں کیا ہے وہ عذاب کے لئے کیا ہے اور مطر بمعنی بارانِ رحمت کے لئے لفظ "غیث" استعمال کیا گیا ہے، جیسا کہ آیت میں ہے "یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ بَعْدِ مَاقَنَطُوْا" لیکن یہ کوئی قانون کلّی نہیں ہے، قرآن مجید کی ایک آیت میں ہے "وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ اِنْ کَانَ بِکُمْ اَذًی مِنْ مَّطَرٍ" اس میں "مطر" عذاب کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اس سے غیث اور بارش مراد ہے۔

٤٣٧١ : حَدَّثَنِي أَحْمَدُ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ مُعَاذٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ الحَمِيدِ ، هُوَ ٱبْنُ كُرْدِيدٍ ، صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ : سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : قَالَ أَبُو جَهْلٍ : اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ ، فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ ، أَوِ ٱئْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ . فَنَزَلَتْ : «وَمَا كَانَ ٱللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ ٱللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ . وَمَا لَهُمْ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمُ ٱللهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ» . الآيَةَ . [٤٣٧٢]

احمد بن النَّضْر

احمد یہاں غیر منسوب ہے یعنی والد کا نام امام نے ذکر نہیں کیا ہے، حاکم وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہ اَحمد بن النَّضْر بن عبدالوہاب نیشاپوری ہیں، اس حدیث سے متصل اگلی حدیث محمد بن النَّضْر سے امام بخاری نے نقل کی ہے، محمد بن النَّضْر احمد بن النَّضْر کے بھائی ہیں (۶) امام بخاری جب نیشاپور تشریف لاتے تو ان دو بھائیوں کے پاس اکثر رہتے، حافظ ابن حجر نے کہا کہ یہ دونوں امام مسلمؒ کے ہم طبقہ ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں اور امام کے ساتھ ان کے بعض شیوخ سے روایت کرنے میں شریک بھی ہیں، ان دونوں بھائیوں کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے (۷)۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت عبیداللہ بن معاذ سے نقل کی ہے (۸) جو احمد بن النَّضْر کے شیخ ہیں، اس طرح امام مسلمؒ کی سند ایک درجہ عالی ہے اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ امام مسلم کو اس طرح کی فضیلت صرف چار احادیث میں حاصل ہوئی ہے (۹)

(۴۳۷۱) و رقم الحدیث: ۴۳۷۲، و اخرجہ مسلم فی صفات المنافقین و احکامھم، باب: فی قول اللہ تعالیٰ: وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم، رقم الحدیث: ۲۷۹۶

(۶) عمدۃ القاری: ۱۸/۲۳۹

(۷) فتح الباری: ۸/۳۰۸۔ وتہذیب الکمال: ۱/۱۱۵_۵۱۶

(۸) دیکھیے صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین واحکامھم، رقم الحدیث: ۲۷۹۶

(۹) دیکھیے کشف الباری، کتاب المغازی: ۶۹۲

١٤٤ – باب : «وَما كانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَما كانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ» /٣٣/ .

٤٣٧٢ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ النَّضْرِ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ الحَمِيدِ صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ : سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ قالَ : قالَ أَبُو جَهْلٍ : اللَّهُمَّ إِنْ كانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ ، فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ ، أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ . فَنَزَلَتْ : «وَما كانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَما كانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ . وَما لَهُمْ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ المَسْجِدِ الحَرَامِ» . الآيَةَ . [ر : ٤٣٧١]

آیت کریمہ کی دو تفسیریں

روایت میں ہے کہ ابوجہل وغیرہ نے کہا "اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ " یعنی اے اللہ! اگر یہی قرآن پاک آپ کی طرف سے حق ہے تو ہم پر پتھر برسا دیجئے یا کوئی دوسرا سخت عذاب نازل کردیجئے، قرآن نے اس کا جواب دیا "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ " اس جواب میں عذاب نازل نہ ہونے کی دو وجہ بتائی گئی ہیں ایک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں موجود ہونا، دوسری وجہ لوگوں کا استغفار کرنا، ابن جریر وغیرہ نے فرمایا "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ " آیت کا یہ حصہ اس وقت نازل ہوا جب کہ آپ مکہ مکرمہ میں موجود تھے اور پھر ہجرت مدینہ کے بعد آیت کا دوسرا حصہ یہ نازل ہوا "وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ " يَسْتَغْفِرُوْنَ کی ضمیر مسلمانوں کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں ضعفاء مسلمین موجود ہیں جو ہجرت نہ کرسکے اور اللہ سے استغفار کررہے ہیں، ان کی خاطر اور ان کے استغفار کی برکت سے اہل مکہ پر عذاب نازل نہیں کیا گیا۔

پھر جب ان سب حضرات نے ہجرت کرلی اور مکہ مکرمہ سے چلے گئے تو اگلی آیت نازل ہوئی "وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ "

مطلب یہ ہے کہ اب مانع عذاب دونوں سبب رفع ہوچکے، نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں رہے اور نہ استغفار کرنے والے مسلمان مکہ میں باقی رہے تو اب عذاب آنے سے کوئی رکاوٹ باقی نہیں، چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر ان کافروں پر عذاب نازل کیا گیا ان میں بعض مارے گئے، بعض نکالے گئے اور باقی

مغلوب ہوئے (۱۰)

اس تفسیر کے مطابق "وَاَنْتَ فِيْهِمْ" سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں قیام ہے اور "یستغفرون" سے مسلمانون کا استغفار مراد ہے اور عذاب سے فتح مکہ کے وقت کفار کا مغلوب ہونا مراد ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں موجود ہونا مانع عذاب ہے، صرف مکہ میں موجود ہونا مراد نہیں اور يَسْتَغْفِرُوْنَ کی ضمیر کافروں کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ اھل مکہ کے اعمال بد کا تقاضہ تو یہی تھا کہ ان پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں مگر دو چیزیں اس عذاب سے مانع ہوئیں ایک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں موجود ہونا، دوسرے اھل مکہ کا استغفار کرنا، اھل مکہ اگرچہ مشرک تھے تاہم طواف وغیرہ کے وقت "غُفْرَانَکَ غُفْرَانَکَ" کا ورد کیا کرتے تھے، ان کا یہ استغفار کفر کے ساتھ اگرچہ ان کے لئے آخرت میں نافع نہ ہو مگر دنیا میں انہیں اس کا یہ فائدہ ہوا کہ وہ لوگ عذاب دنیوی سے بچ گئے اور آگے آیت "وَمَا لَهُمْ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ..." سے اس صورت میں عذاب اخروی مراد ہوگا، مطلب یہ ہوگا کہ اگرچہ یہ لوگ دنیوی عذاب سے بچ گئے تاہم آخرت کا عذاب ان کو ضرور دیا جائے گا (۱۱) تو جس عذاب کی نفی کی گئی ہے "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ..." سے، اس سے عذاب دنیا مراد ہے اور جس کا اثبات کیا گیا ہے "وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ..." سے اس سے آخرت کا عذاب مراد ہے (۱۲)۔

١٤٥ – باب : «وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ ٱلدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ» /٣٩/.

٤٣٧٣/٤٣٧٤ : حدّثنا الحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللَّهِ بْنُ يَحْيٰى : حَدَّثَنَا حَيْوَةُ ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو ، عَنْ بُكَيْرٍ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَجُلاً جاءَهُ فَقَالَ : يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، أَلَا تَسْمَعُ ما ذَكَرَ ٱللَّهُ فِي كِتَابِهِ : «وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ٱقْتَتَلُوا» . إِلَى آخِرِ الآيَةِ ، فَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ لَا تُقَاتِلَ كَمَا ذَكَرَ ٱللَّهُ فِي كِتَابِهِ ؟ فَقَالَ : يَا ٱبْنَ أَخِي ، أَغْتَرُّ بِهٰذِهِ الآيَةِ وَلَا أُقَاتِلُ ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَغْتَرَّ بِهٰذِهِ الآيَةِ الَّتِي يَقُولُ ٱللَّهُ تَعَالَى : «وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا» . إِلَى آخِرِهَا . قالَ : فَإِنَّ ٱللَّهَ يَقُولُ : «وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ» . قالَ ٱبْنُ

---

(۱۰) دیکھیے تفسیر طبری ۲/۶۸۳ نیز البحر المحیط: ۴/۴۸۹

(۱۱) دیکھیے البحر المحیط: ۴/۴۹۰

(۱۲) دیکھیے تفسیر کبیر: ۱۵/۱۵۹

عُمَرَ : قَدْ فَعَلْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ إِذْ كانَ الْإِسْلَامُ قَلِيلاً ، مكانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِي دِينِهِ : إِمَّا يَقْتُلُونَهُ وَإِمَّا يُوثِقُونَهُ ، حَتَّى كَثُرَ الْإِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ . فَلَمَّا رَأَى أَنَّهُ لَا يُوَافِقُهُ فِيما يُرِيدُ قالَ : فَمَا قَوْلُكَ فِي عَلِيٍّ وَعُثْمانَ ؟ قالَ ٱبْنُ عُمَرَ : ما قَوْلِي فِي عَلِيٍّ وَعُثْمانَ ؟ أَمَّا عُثْمانُ : فَكانَ ٱللّٰهُ قَدْ عَفَا عَنْهُ ، فَكَرِهْتُمْ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُ . وَأَمَّا عَلِيٌّ : فَٱبْنُ عَمِّ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ وَخَتَنُهُ – وَأَشَارَ بِيَدِهِ – وَهٰذِهِ ٱبْنَتُهُ – أَوْ بَيْتُهُ – حَيْثُ تَرَوْنَ .

(٤٣٧٤) : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونسَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا بَيَانٌ : أَنَّ وَبَرَةَ حَدَّثَهُ قالَ : حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ قالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا – أَوْ : إِلَيْنَا – ٱبْنُ عُمَرَ ، فَقَالَ رَجُلٌ : كَيْفَ تَرَى فِي قِتَالِ الْفِتْنَةِ ؟ فَقَالَ : وَهَلْ تَدْرِي ما الْفِتْنَةُ ؟ كانَ مُحَمَّدٌ ﷺ يُقَاتِلُ الْمُشْرِكِينَ ، وَكانَ ٱلدُّخُولُ عَلَيْهِمْ فِتْنَةً ، وَلَيْسَ كَقِتَالِكُمْ عَلَى الْمُلْكِ . [ر : ٤٢٤٣]

فقال: یاابن اَخی اَغْتَرُّ بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ۔۔۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور آپ سے کہنے لگا کہ آپ مسلمانوں کی باہمی لڑائی میں حصہ کیوں نہیں لیتے جبکہ قرآن میں اللہ کا ارشاد ہے "وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا..." حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ اس آیت کے سلسلے میں دھوکہ میں پڑ جاؤں (اور اس کا صحیح مفہوم نہ سمجھ پاؤں اور قتال مسلمین میں شرکت نہ کروں) یہ مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں دھوکہ میں پڑوں اس آیت کے سلسلے میں جس میں اللہ نے فرمایا "وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا..." یعنی اس آیت کے سلسلے میں کوئی غلط فہمی مجھے گوارا نہیں کہ قتل مومن عمداً کو میں معمولی اور ہلکا کام سمجھوں، لہذا میں قتل مومن کا عمدا ارتکاب نہیں کرسکتا۔

بعض نسخوں میں "اَغْتَرُّ" کے بجائے "اُعَيَّرُ" باب تفعیل سے صیغہ مجہول واحد متکلم ہے عَيَّرَ، تَعْيِيْرًا کے معنی ہوتے ہیں: عار دلانا، عیب لگانا، اس صورت میں ترجمہ ہوگا "مجھ کو "وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا" والی آیت کے اوپر عمل نہ کرنے پر عار دلائی جائے یہ بہتر ہے میرے نزدیک اس سے کہ مجھ کو "وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا..." پر عمل کرنے کی وجہ سے عار دلائی جائے"۔

واما علیّ: فَابْنُ عَمِّ رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَخَتَنُہٗ۔ وَاشار بیدہ۔ وَهٰذِهٖ ابْنَتُهٗ اَوْ بَيْتُهٗ

یعنی حضرت علیؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور ان کے داماد ہیں اور اپنے ہاتھ سے

اشارہ کیا کہ یہ ان کا گھر ہے یعنی نسبی قرابت کے ساتھ ساتھ مکان کے اعتبار سے بھی وہ آپ کے قریب اور متصل رہے ہیں، یہاں روایت میں "هذه ابنته او بيته" ہے لیکن اس میں صحیح "هذا بيته" والا نسخہ ہے، چنانچہ امام بخاری نے یہ روایت ص ۶۴۸ پر نقل کی ہے وہاں بلاشک "هذا بيته" ہی وارد ہوا ہے (۱۳)۔

١٤٦ – باب : «يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ» /٦٥/ .

٤٣٧٥ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : لَمَّا نَزَلَتْ : «إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ» . فَكُتِبَ عَلَيْهِمْ أَنْ لَا يَفِرَّ وَاحِدٌ مِنْ عَشَرَةٍ . فَقَالَ سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ : أَنْ لَا يَفِرَّ عِشْرُونَ مِنْ مِائَتَيْنِ ، ثُمَّ نَزَلَتْ : «الْآنَ خَفَّفَ اللهُ عَنْكُمْ» . الآيَةَ . فَكَتَبَ أَنْ لَا يَفِرَّ مِائَةٌ مِنْ مِائَتَيْنِ . زَادَ سُفْيَانُ مَرَّةً نَزَلَتْ : «حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ» .

قَالَ سُفْيَانُ : وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ : وَأُرَى الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ مِثْلَ هٰذَا .

[٤٣٧٦]

ابتداء میں حکم یہ تھا کہ ایک مسلمان دس کافروں کے مقابلے سے جنگ میں نہیں بھاگے گا، دس مسلمان سو کا، بیس دو سو کا اور ہزار دس ہزار کافروں کا مقابلہ کریں گے لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا اور آیت نازل ہوئی "اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا، فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ" یعنی ایک سو مسلمان ثابت قدم ہوں تو وہ دو سو کفار پر غالب آسکیں گے، اس میں اشارہ کردیا کہ اپنے سے دوگنی تعداد پر تو مسلمان ہی کے غالب رہنے کی توقع ہے اس لئے فرار جائز نہیں، ہاں اگر فریق مخالف کی تعداد دوگنی سے بھی زیادہ ہوجائے تو فرار جائز ہے۔

میدان جنگ سے فرار کب جائز ہے؟

جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کے نزدیک حکم یہی ہے کہ جب تک فریق مخالف کی تعداد دوگنی سے زائد نہ ہو، اس وقت تک میدان جنگ سے بھاگنا حرام ہے (۱۴)۔

---

(۱۳) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: وقاتلوهم حتی لاتکون فتنة: ۲/۶۴۸

(۴۳۷۵) و ایضا اخرجه فی کتاب التفسیر، باب الان خفف الله عنکم، رقم الحدیث: ۴۳۷۶، و هذا الحدیث من افراده (عمدة القاری: ۱۸/۲۵۲)۔

(۱۴) دیکھیے الجامع لاحکام القرآن: ۷/۳۸۱-۳۸۰

اس میں گفتگو ہوئی ہے کہ دشمن کا دوگنا ہونا تعداد کے اعتبار سے ہے یا قوت اور اسلحہ کے اعتبار سے ہے ، ابن ماجشون مالکی وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ دوگنا ہونا تعداد کے اعتبار سے نہیں، اسلحہ اور قوت کے اعتبار سے ہے ، لہذا سو مسلمان اگر ایسے سو کافروں سے فرار اختیار کرلیں جو قوت اور اسلحہ کے اعتبار سے ان سے دوگنے ہوں تو ان کے نزدیک یہ جائز ہے (۱۵)۔

لیکن جمہور علماء کے نزدیک دوگنا ہونا تعداد کے اعتبار سے ہے لہذا مذکورہ صورت میں ان سو مسلمانوں کا راہ فرار اختیار کرنا جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہوگا۔

ہاں اگر کفار کی تعداد دوگنے سے بھی زیادہ ہوجائے تو پھر راہِ فرار اختیا کرنا جائز ہے البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لشکر اسلام کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ جائے تو پھر میدان جنگ سے بھاگنا درست نہیں، چاہے دشمن کی تعداد دوگنے سے زائد ہی کیوں نہ ہو (۱۶) ۔

اور استدلال میں زہری کے طریق سے مروی حدیث پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ” خیر الأصحاب أربعة، وخیر السّرایا اربع، وخیر الجیوش اربعة آلاف، ولن یُؤتی اثنا عشر ألفًا من قلة ولن یغلب “ (۱۷)۔ اس روایت میں تصریح ہے کہ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد جب بارہ ہزار ہو تو وہ مغلوب نہیں ہوں گے اس حدیث کی وجہ سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا لشکر اگر بارہ ہزار سے زاید ہو تو وہ کفار کے مقابلے سے راہ فرار اختیار نہیں کریں گے ، چاہے کفار کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں، علامہ قرطبی نے امام مالک سے بھی ایک روایت امام محمدؒ کے مذہب کے مطابق نقل کی ہے (۱۸)۔

تاریخ اسلام میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں کہ مسلمان کفار کے مقابلہ میں انتہائی محدود تعداد میں تھے لیکن ثابت قدم رہے تو اللہ جل شانہ نے انہیں فتح اور کامیابی عطا فرمائی۔

غزوۂ موتہ کا واقعہ گزر چکا ہے ، اس میں مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی جبکہ رومیوں اور ان کے حلیفوں کی تعداد دو لاکھ کے قریب تھی، جنگِ قادسیہ میں مسلمانوں کی تعداد چالیس ہزار کے قریب تھی،

---

(۱۵) الجامع لاحکام القرآن: ۷/ ۳۸۰

(۱۶) احکام القرآن للجصاص: ۳/ ۳۸، الکلام فی الفرار من الزحف

(۱۷) الحدیث اخرجہ ابو داؤد عن ابی خیثمة زهیر بن حرب، وعن وهب بن جریر عن ابیه، عن یونس، عن الزهری، عن عبید اللّٰه بن عبد اللّٰه، عن ابن عباس، فی کتاب الجهاد، باب فیما یستحب من الجیوش والرفقاء والسرایا، رقم: ۲۶۱۱۔ قال ابو داؤد: والصحیح انه مرسل، ورواه الترمذی فی کتاب السیر، باب ما جاء فی السرایا، رقم: ۱۵۵۵۔ وقال: هذا حدیث حسن غریب لا یسنده کبیر احد غیر جریر ابن حازم، وانما روی هذا الحدیث عن الزهری، عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مرسلاً.

(۱۸) الجامع لأحکام القرآن: ۸/۷/ ۳۸۲

جبکہ کفار بعض روایات کے مطابق دو لاکھ سے زائد تھے (۱۹)، فتح اندلس کے وقت طارق بن زیادؒ کی زیر قیادت لشکرِ اسلام کی تعداد سترہ سو تھی جبکہ مخالف لشکر ستر ہزار افراد پر مشتمل تھا (۲۰) ۔

قال سفیان: وقال ابن شُبْرُمَة: واری الامر بالمعروف والنھی عن المنکر مثل ھذا ابن شُبْرُمَة (شین کے ضمہ، باء کے سکون اور راء کے ضمہ کے ساتھ) کا نام عبداللہ ہے، تابعی ہیں اور کوفہ کے قاضی رہے ہیں، سن ۱۴۴ھجری میں ان کی وفات ہوئی (*) یہ فرماتے ہیں کہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر کے سلسلہ میں بھی یہ حکم ہے کہ ایک آدمی کے مقابلہ میں دو آدمی منکر پر ہوں تو اس کے لیے فرار جائز نہیں لیکن اگر دو سے زاید ہوگئے تو پھر فرار جائز ہے ۔

١٤٧ – باب : «الآنَ خَفَّفَ ٱللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعفًا» . الآيَةَ /٦٦/ .
إِلَى قَوْلِهِ : «وَٱللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِينَ» .

٤٣٧٦ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ السُّلَمِيُّ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ : أَخْبَرَنَا جَرِيرُ ٱبْنُ حازِمٍ قالَ : أَخْبَرَنِي الزُّبَيْرُ بْنُ خِرِّيتٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : لَمَّا نَزَلَتْ : «إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ» . شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ ، حِينَ فُرِض عَلَيْهِمْ أَنْ لَا يَفِرَّ وَاحِدٌ مِنْ عَشَرَةٍ ، فَجَاءَ التَّخْفِيفُ ، فَقَالَ : «الآنَ خَفَّفَ ٱللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ» . قالَ فَلَمَّا خَفَّفَ ٱللّٰهُ عَنْهُمْ مِنَ الْعِدَّةِ ، نَقَصَ مِنَ الصَّبْرِ بِقَدْرِ ما خُفِّفَ عَنْهُمْ . [ر : ٤٣٧٥]

---

(۱۹)

(۲۰) الجامع لأحکام القرآن: ۳۸۱/۸۷

(*) عمدۃ القاری: ۲۵۲/۱۸

١٤٨ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ «بَرَاءَةٌ» [التَّوْبَةِ] .

«وَلِيجَةٌ» /١٦/ : كُلُّ شَيْءٍ أَدْخَلْتَهُ في شَيْءٍ . «الشُّقَّةُ» /٤٢/ : السَّفَرُ . الخَبَالُ الْفَسَادُ ، وَالخَبَالُ المَوْتُ . «وَلَا تَفْتِنِّي» /٤٩/ : لَا تُوَبِّخْنِي . «كَرْهًا» وَ «كُرْهًا» /٥٣/ : وَاحِدٌ . «مُدَّخَلًا» /٥٧/ : يُدْخَلُونَ فِيهِ . «يَجْمَحُونَ» /٥٧/ : يُسْرِعُونَ . «وَالمُؤْتَفِكَاتِ» /٧٠/ : ٱئْتَفَكَتْ ٱنْقَلَبَتْ بِهَا الْأَرْضُ . «أَهْوَى» /النجم : ٥٣/ : أَلْقَاهُ فِي هُوَّةٍ . «عَدْنٍ» /٧٢/ : خُلْدٍ ، عَدَنْتُ بِأَرْضٍ أَيْ أَقَمْتُ ، وَمِنْهُ : مَعْدِنٌ ، وَيُقَالُ : فِي مَعْدِنِ صِدْقٍ ، فِي مَنْبَتِ صِدْقٍ . «الخَوَالِفُ» /٩٣/ : الخَالِفُ الَّذِي خَلَفَنِي فَقَعَدَ بَعْدِي ، وَمِنْهُ : يَخْلُفُهُ فِي الْغَابِرِينَ ، وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ النِّسَاءُ ، مِنَ الخَالِفَةِ ، وَإِنْ كَانَ جَمْعَ ٱلذُّكُورِ ، فَإِنَّهُ لَمْ يُوجَدْ عَلَى تَقْدِيرِ جَمْعِهِ إِلَّا حَرْفَانِ : فَارِسٌ وَفَوَارِسُ ، وَهَالِكٌ وَهَوَالِكُ . «الْخَيْرَاتُ» /٨٨/ : وَاحِدُهَا خَيْرَةٌ ، وَهِيَ الْفَوَاضِلُ . «مُرْجَوْنَ» /١٠٦/ : مُؤَخَّرُونَ . الشَّفَا : الشَّفِيرُ ، وَهُوَ حَدُّهُ ، وَالجُرُفُ ما تَجَرَّفَ مِنَ السُّيُولِ وَالْأَوْدِيَةِ .

«هَارٍ» /١٩/ : هَائِرٍ ، يُقَالُ : تَهَوَّرَتِ الْبِئْرُ إِذَا ٱنْهَدَمَتْ ، وَٱنْهَارَ مِثْلُهُ . «لَأَوَّاهٌ» /١١٤/ : شَفَقًا وَفَرَقًا . وَقَالَ الشَّاعِرُ :

إِذَا قُمْتُ أَرْحَلُهَا بِلَيْلٍ تَأَوَّهُ آهَةَ الرَّجُلِ الحَزِينِ

سورۃ براءۃ

وَلِيْجَةً: كُلّ شئی اَدْخَلْتَہ فی شئی

آیت میں ہے "وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلَا رَسُوْلِہٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً" امام فرماتے ہیں کہ وَلِيْجَةً ہر اس چیز کو کہتے ہیں جسے کسی دوسری چیز میں آپ داخل کریں، یہ ولوج بمعنی دخول سے مشتق ہے (۲۱)

---

(۲۱) قال الراغب فی المفردات : ۵۳۲ "الولوج : الدخول فی مضیق، والولیجۃ : کل مایتخذہ الانسان معتمدا علیہ، ولیس من اھلہ، من قولھم : فلان ولیجۃ فی القوم، اذالحق بھم، ولیس منھم انساناکان اوغیرہ"

یہاں آیت میں اس سے بھیدی اور اندرونی دلی دوست مراد ہے ۔

اَلشُّقَّةُ: السَّفر

آیت میں ہے ”لَوْکَانَ عَرَضًا قَرِیْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْکَ وَلٰکِنْ بَعُدَتْ عَلَیْهِمُ الشُّقَّةُ“ اس میں ”شُقَّة“ کی تفسیر سفر سے کی ہے اور بعضوں نے کہا کہ شُقَّة سے مدینہ منورہ سے شام تک کی مسافت مراد ہے (۲۲)۔

اَلْخَبَالُ: اَلْفَسَاد، والخَبَالُ: اَلْمَوْتُ

”لَوْخَرَجُوْا فِیْکُمْ مَّازَادُوْکُمْ اِلَّا خَبَالًا“ امام فرماتے ہیں خبال کے معنی ہیں فساد اور خبال کے معنی موت کے بھی ہیں، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ”الموت“ کے بجائے ”المُوتة“ ہونا چاہیئے ”موتة“ کے معنی مرگی اور جنون کے ہیں (۲۳)۔

وَلَاتَفْتِنِّیْ: تُوَبِّخْنِیْ

آیت کریمہ میں ہے ”وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّیْ وَلَاتَفْتِنِّیْ“ اور ان (منافقین متخلفین) میں سے بعض وہ ہے جو کہتا ہے کہ مجھ کو اجازت دیجیے اور مجھ کو فتنہ میں نہ ڈالیے، یعنی مجھ پر زجرو توبیخ نہ کیجیے ۔

کَرْهًا وکُرْهًا واحد

آیت کریمہ میں ہے ”قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ کَرْهًا لَّنْ یُّتَقَبَّلَ مِنْکُمْ“. کہہ دیجیے کہ تم خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے تمہارا ہرگز قبول نہ ہوگا، کہتے ہیں کَرْهًا (بفتح الکاف) و کُرْهًا (بضم الکاف) دونوں کے معنی ہیں ناخوش ۔

مُدَّخَلًا: یدخلون فیه

آیت کریمہ میں ہے ”لَوْ یَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَیْهِ وَهُمْ یَجْمَحُوْنَ“ اگر وہ

---

(۲۲) عمدة القاری: ۱۸/ ۲۵۴

(۲۳) عمدة القاری: ۱۸/ ۲۵۴

(منافقین) پائیں کوئی جائے پناہ یا غار یا گھس بیٹھنے کی جگہ تو ضرور اسی طرف پھر جاتے دوڑتے ہوئے، یَجْمَحُوْنَ کے معنی ہیں یُسْرِعُوْنَ یعنی دوڑتے ہوئے، بھاگتے ہوئے۔

اَلْمُؤْتَفِكَاتُ، اِئْتَفَكَتْ: اِنْقَلَبَتْ بِهَا الْاَرْضُ

آیت میں ہے "وَاَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ" امام فرماتے ہیں اس میں "اَلْمُؤْتَفِكَاتُ" اِئْتَفَكَتْ بِهَا الْاَرْضُ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں، "انقلبت بها الارض" یہاں اس سے منقلب اور الٹی ہوئی قوم لوط کی بستیاں مراد ہیں (۲۴)

اَهْوٰى: القاه فی هُوَّة

یہ لفظ سورۃ براءت میں نہیں ہے، سورۃ نجم میں ہے "وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى" چونکہ سورۃ براءت میں "المؤتفكات" آیا جو "مؤتفكة" کی جمع ہے، اسی مناسبت سے امام نے لفظ "اهوى" کی تشریح یہاں ذکر کردی، اهوى کے معنی ہیں: اس کو ایک گڑھے میں ڈال دیا، هُوَّة کہتے ہیں پست زمین اور گڑھے کو۔

عَدْنٍ: خُلْدٍ، عَدَنْتُ بارض ای اَقَمْتُ، ومنه مَعْدِنٌ، ویقال: فی مَعْدِنِ صِدْقٍ، فِی مَنْبَتِ صِدْقٍ

"فِی جَنّٰتِ عَدْنٍ" اس میں عدن کے معنی خلد کے ہیں یعنی ہمیشگی کے باغوں میں کہتے ہیں "عَدَنْتُ بارض" میں نے اس میں اقامت اختیار کی، اسی سے "معدن" مشتق ہے، سونے چاندی وغیرہ کی کان کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے "فی معدن صدق" یعنی فی منبت صدق: صدق و سچائی کے اگنے کی جگہ میں ہے، یہ اس شخص کے بارے میں کہتے ہیں جس کے یہاں صدق ہی صدق ہو اور کذب کا وہاں گزر نہ ہو۔

اَلْخَوَالِفُ: اَلْخَالِفُ الَّذِیْ خَلَفَنِیْ فَقَعَدَ بَعْدِیْ

"رَضُوْا بِاَنْ یَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ" اس میں خوالف "خَالِفٌ" کی جمع ہے، خالف وہ شخص جو میرے پیچھے رہ گیا ہو اور میرے بعد وہ گھر میں بیٹھا رہا ہو، جب کسی کا انتقال ہوجاتا ہے وہاں دعا کے طور پر کہا کرتے ہیں "والله یخلفه فی الغابرین" یعنی اس کے پسماندگان میں اللہ

---

(۲۴) عمدة القاری: ۱۸/۲۵۵

اس کا خلیفہ بن جائے ، آگے امام فرماتے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ "خوالف" سے مراد عورتیں ہوں اور یہ "خَالِفة" کی جمع ہو (کیونکہ فاعلة کی جمع "فواعل" کے وزن پر آتی ہے) اور اگر خوالف مذکر یعنی خالف کی جمع ہو تو یہ شاذ ہوگی کیونکہ فاعل کی جمع فواعل کے وزن پر صرف دو لفظوں میں آتی ہے ایک فارِس کہ اس کی جمع "فَوارِس" آتی ہے دوسرے ھَالک کہ اس کی جمع هوالک آتی ہے۔

لیکن امام کا یہ قول محلِ نظر ہے کیونکہ مذکورہ دو لفظوں کے علاوہ بھی چند الفاظ ایسے ہیں جن کی جمع "فواعل" کے وزن پر آتی ہے جیسے سَابِق، داجِن اور ناکِس ہے کہ ان کی جمع سَوابِق، دَواجِن اور نَواکِس آتی ہے (۲۵)۔

اَلْخَيْرَاتُ واحدُها خَيْرَةٌ وهِي الفَوَاضِلُ

آیت کریمہ میں ہے "وَاُولٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" اور انھی کے لیے ساری خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں (جن لوگوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا) فرماتے ہیں کہ خَيْرَاتٌ کا واحد خَيْرَةٌ ہے (بفتح الخاء وسکون اليا وآخرها هاء التانيث) ، اس کی تفسیر میں ابوعبیدہ فرماتے ہیں ، وهی الفواضل یعنی فضائل و خوبیاں ، نیکیاں اور بھلائیاں ۔

مُرْجَوْنَ: مُؤَخَّرُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "وَآخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ" اور کچھ لوگ وہ ہیں جن کا معاملہ خدا کے حکم آنے تک ملتوی ہے کہ ان کو سزا دے گا یا ان کی توبہ قبول کرے گا، فرماتے ہیں کہ آیت میں مرجون کے معنی ہیں ، جس کا معاملہ پیچھے کردیا جائے ، ملتوی کردیا جائے ۔

اَلشَّفَا: اَلشَّفِيْرُ، وَهُوَ حَدُّهُ، وَالجُرُفُ مَا تَجَرَّفَ مِنَ السُّيُوْلِ وَالْاَوْدِيَةِ، هَارٍ: هَائِر

آیت میں ہے "اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ" "یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی کھائی (یعنی غار) کے کنارہ پر جو کہ گرنے ہی کو ہو رکھی ہو، پھر وہ عمارت اس (بانی) کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے " اس میں "شَفَا" کے معنی ہیں شَفِير یعنی کنارہ "جُرُف" نالے کے

---

(۲۵) دیکھیے عمدة القاری: ۱۸/ ۲۵٦ وفتح الباری: ۸/ ۳۱۲

اس کنارے کو کہتے ہیں جو نہر اور وادیوں کے پانی سے کمزور ہوجاتا ہے اور گرنے کے قریب ہوجاتا ہے ، ذرا سی حرکت سے گر جاتا ہے (۲۶)۔

هَارِ اصل میں هائر تھا اور هائر میں قلب ہوگیا ہے ، هائر کو هاری بنادیا ، پھر ہمزہ کو ماقبل کسرہ کی وجہ سے یا بنادیا ، هاری بن گیا ، یاء کو حذف کردیا تو هار بن گیا بمعنی گرنے والا (۲۷)۔

لَاَوَّاهٌ، شَفَقًا وَفَرَقًا، وقال الشاعر (۲۸)

إِذَا مَاقُمْتُ أَرْحَلُهَا بِلَيْلٍ
تَأَوَّهُ آهَةَ الرَّجُلِ الْحَزِيْنِ

آیت میں ہے "اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ" یعنی ابراہیم علیہ السلام بہت آہ آہ کرنے والے تھے اور حلیم الطبع تھے ، امام نے فرمایا "شَفَقًا وَفَرَقًا" یعنی اللہ کے خوف اور ڈر سے آپ آہ آہ کرتے تھے اور رب کے حضور آہ و زاری کرنے والے تھے ، شاعر کہتا ہے "جب میں رات کو اپنی اونٹنی پر کجاوہ کسنے لگتا ہوں تو وہ

---

(۲۶) قال الآلوسی فی روح المعانی: ۱۱/۲۲ "الجُرُف بضمتین: البئر التی لم تطو، وقیل: هو الهوة وما یجرفه السیل من الاودیة لجرف الماء له ای اکله و اذهابه"

(۲۷) قال الآلوسی فی روح المعانی: ۱۱/۲۲ "واصله هاور، او هایر، فهو مقلوب، ووزنه فالع، وقیل: انه حذفت عینه اعتباطا، فوزنه فال.... وقیل: انه لاقلب فیه، ولا حذف، واصله هور، او هیر علی وزن فعل، بکسر العین، ککتف، فلما تحرک حرف العلة، وانفتح ماقبله، قلب الفا" وفی الکشاف: ۲/۳۱۲ "ـــ ونظیره: شاک وصات فی شائک وصائت، والفه لیست بالف فاعل، انما هی عینه، واصله هور، وشوک، وصوت"

(۲۸) وهو المثقب العبدی وانظر بعض اشعار هذه القصیدة فی عمدة القاری: ۱۸/۲۵۷ وفتح الباری: ۸/۳۱۵

افاطم قبل بینک متعینی
ومنعک ماسالت کان تبینی
فلا تعدی مواعد کاذبات
تمربها ریاح الصیف دونی
فانی لو تخالفنی شمالی
لما اتبعتها ابدا یمینی
فاما ان تکون اخی بحق
فاعرف منک غثی من سمینی
والا فاطرحنی واتخذنی
عدوا اتقیک و تتقینی

وکان ابومحمد بن العلاء یقول: لوکان الشعر مثلها، وجب علی الناس ان یتعلموه"

غمگین آدمی کی طرح آہ، آہ کرتی ہے۔"

١٤٩ – **باب** : «بَرَاءَةٌ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ» /١/ .
«أَذَانٌ» /٣/ : إِعْلَامٌ . وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «أُذُنٌ» /٦١/ : يُصَدِّقُ . «تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا» /١٠٣/ : وَنَحْوُهَا كَثِيرٌ ، وَالزَّكَاةُ : الطَّاعَةُ وَالْإِخْلَاصُ . «لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ» /فصلت: ٧/ : لَا يَشْهَدُونَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ . «يُضَاهُونَ» /٣٠/ : يُشَبِّهُونَ .

وقال ابن عباس: اُذُنٌ: يُصَدِّقُ

"وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ اُذُنٌ" اذن کے معنی آتے ہیں کان، یہاں اس کے معنی بیان کئے ہیں اس آدمی کے جو ہر بات کی تصدیق کرتا ہے، بعض منافقین کہتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر بات کی تصدیق کردیتے ہیں، بات کو پرکھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے، سچ اور جھوٹ کو پہچاننے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے، قرآن نے اس کا جواب دیا "قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ" یعنی اگر وہ کان ہی ہیں تو تمہارے بھلے کے واسطے ہیں، نبی کی عادت تمہارے حق میں بہتر ہے۔

تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا: ونحوها كثير، والزَّكَاةُ: الطَّاعَةُ وَالْإِخْلَاصُ

"خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا" آیت کریمہ میں "تُطَهِّرُهُمْ" اور "تُزَكِّيهِمْ" دونوں کے ایک ہی معنی ہیں، تطہیر سے یہاں تزکیہ عن الذنوب اور تزکیہ قلب مراد ہے، زکاۃ کی ادائیگی سے قلب سے رذیلۂ بخل کا ازالہ ہوتا ہے، آگے امام فرماتے ہیں "ونحوها کثیر" یعنی الفاظ میں مختلف لیکن معنی میں متحد کلمات کی لغتِ عرب میں بہت ساری مثالیں ہیں، پھر فرمایا زکاۃ کے معنی طاعت اور اخلاص کے بھی آتے ہیں۔

لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ: لَا يَشْهَدُونَ ان لا اله الا الله

آیت میں ہے "وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ" اس میں "لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ" کی تشریح کی ہے کہ وہ "لا اله الا الله" کی گواہی نہیں دیتے ہیں تو اس آیت میں زکاۃ سے مال والی زکاۃ مراد نہیں بلکہ زکاۃ

قلبی مراد ہے جو شرک اور کفر سے قلب کو پاک کرتی ہے، آیت کی یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے (۲۹) یہ آیت سورۃ براءت میں نہیں ہے بلکہ سورۃ فصلت میں ہے یہاں سورۃ براءت میں "وُتُزَكِّيهِمْ بِهَا" کی مناسبت سے امام نے اس کو ذکر کردیا ہے۔

٤٣٧٧ : حدثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ : «يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ» . وَآخِرُ سُورَةٍ نَزَلَتْ بَرَاءَةٌ .
[ر : ٤١٠٦]

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ سب سے آخر میں سورۃ براءت نازل ہوئی، مطلب یہ ہے کہ سورۃ براءت کا اکثر حصہ آخر میں نازل ہوا (۳۰) پوری سورۃ کا آخر میں نازل ہونا مراد نہیں ہے، پوری سورۃ جو سب سے آخر میں نازل ہوئی وہ "إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ..." ہے (۳۱)۔

١٥٠ - باب : قَوْلِه : «فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَأَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ» /٢/ .

سِيحُوا : سِيرُوا .

٤٣٧٨ : حدثنا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قالَ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ . وَأَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ ، فِي مُؤَذِّنِينَ بَعَثَهُمْ يَوْمَ النَّحْرِ ، يُؤَذِّنُونَ بِمِنًى : أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ ، وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ .

قالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : ثُمَّ أَرْدَفَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، وَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِبَرَاءَةَ .

قالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ يَوْمَ النَّحْرِ فِي أَهْلِ مِنًى بِبَرَاءَةَ ، وَأَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ

---

(۲۹) عمدة القاری: ۲۵۹/۱۸

(۳۰) عمدة القاری: ۲۵۹/۱۸

(۳۱) فتح الباری: ۳۱٦/۸

مُشْرِكٌ ، وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ . [ر : ٣٦٢]

١٥١ – باب : «وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ» /٣/ .

آذَنَهُمْ : أَعْلَمَهُمْ .

٤٣٧٩ : حدّثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : فَأَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ : بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ فِي الْمُؤَذِّنِينَ ، بَعَثَهُمْ يَوْمَ النَّحْرِ يُؤَذِّنُونَ بِمِنًى : أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ ، وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ .

قالَ حُمَيْدٌ : ثُمَّ أَرْدَفَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، فَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِبَرَاءَةَ .

قالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِي أَهْلِ مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ بِبَرَاءَةَ ، وَأَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ ، وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ . [ر : ٣٦٢]

١٥٢ – باب : «إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ» /٤/ .

٤٣٨٠ : حدّثنا إِسْحٰقُ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ صَالِحٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ : أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَهُ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعَثَهُ ، فِي الْحَجَّةِ الَّتِي أَمَّرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهَا قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ ، فِي رَهْطٍ ، يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ : أَنْ لَا يَحُجَّنَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ ، وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ .

فَكَانَ حُمَيْدٌ يَقُولُ : يَوْمُ النَّحْرِ يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ ، مِنْ أَجْلِ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ . [ر : ٣٦٢]

١٥٣ – باب : «فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ» /١٢/ .

٤٣٨١ : حدّثنا محمدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيَى : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ : كُنَّا عِنْدَ حُذَيْفَةَ فَقَالَ : مَا بَقِيَ مِنْ أَصْحَابِ هٰذِهِ الْآيَةِ إِلَّا ثَلَاثَةٌ ، وَلَا مِنَ الْمُنَافِقِينَ إِلَّا

(٤٣٨١) هذا الحديث لم يخرجه احد من اصحاب الستة سوى البخاري

أَرْبَعَةٌ . فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ : إِنَّكُمْ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ تُخْبِرُونَنَا فَلَا نَدْرِي ، فَمَا بَالُ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يَبْقُرُونَ بُيُوتَنَا ، وَيَسْرِقُونَ أَعْلَاقَنَا ؟ قَالَ : أُولٰئِكَ الْفُسَّاقُ ، أَجَلْ ، لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ إِلَّا أَرْبَعَةٌ ، أَحَدُهُمْ شَيْخٌ كَبِيرٌ ، لَوْ شَرِبَ الْمَاءَ الْبَارِدَ لَمَا وَجَدَ بَرْدَهُ .

زید بن وھب کا بیان ہے کہ ہم حضرت حذیفہؓ کے پاس تھے تو آپ نے فرمایا کہ اس آیت کے اصحاب میں سے صرف تین رہ گئے ہیں اور منافقین میں سے چار باقی ہیں (حضرت حذیفہؓ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے رازداں تھے ، نام بنام منافقین کو جانتے تھے) ایک اعرابی مجلس میں موجود تھا (۳۲) اس نے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں، آپ ہی ہمیں دین کے احکام وغیرہ بتاتے ہیں، ہم تو خود سے کچھ نہیں جانتے ہیں، یہ کون لوگ ہیں جو ہمارے گھروں میں نقب لگاتے ہیں، وَيَسْرِقُونَ اَعْلَاقَنَا اور ہماری نفیس اشیاء کو چوری کرلیتے ہیں، اَعْلاق : عِلْقٌ (عین کے کسرہ کے ساتھ) کی جمع ہے عِلْقٌ نفیس شئی کو کہتے ہیں کیونکہ اس کے ساتھ دل معلق رہتا ہے اور بعض نسخوں میں "یسرقون اغلاقنا" آیا ہے ، اغلاق : غَلَقٌ (غین اور لام کے فتحہ کے ساتھ) کی جمع ہے ۔ غلق سے مراد چابی ہے یعنی وہ ہماری چابیاں چوری کرکے ہماری مقفل چیزیں کھولتے ہیں اور چوری کرتے ہیں۔

اعرابی کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ آپ نے بتایا ائمۃ الکفر میں سے تین اور منافقین میں سے چار باقی رہ گئے ہیں، اتنے تھوڑے آدمی اتنا لمبا چکر تو چلا نہیں سکتے تو چوری کرنے والے لوگ پھر کون ہیں؟ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ یہ فاسق لوگ ہیں یہ ائمۃ الکفر اور منافقین کا مصداق نہیں ہیں، منافقین میں سے تو صرف چار باقی ہیں، ایک تو اتنا بوڑھا ہوگیا ہے کہ اگر ٹھنڈا پانی پئے تو اس کی ٹھنڈک بھی اسے محسوس نہیں ہوگی۔

تنبیہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح امام نسائی اور ابن مَرْدُوْیَہ نے بھی یہ حدیث آیت (فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ) کے ذیل میں ذکر فرمائی ہے (۳۳) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں "اصحاب ھذہ الآیۃ" میں آیت سے "فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ" والی آیت مراد ہے ، حدیث میں اس کی وضاحت نہیں ہے کہ "ھذہ الآیۃ" سے کونسی آیت مراد ہے لیکن اسماعیلی نے سفیان بن عیینہ کے طریق سے ایک روایت ذکر کی ہے اور اس میں آیت کی تصریح ہے اور وہ آیت سورۃ ممتحنہ کی ہے "لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاۗءَ " روایت کے الفاظ

---

(۳۲) قال الحافظ فی فتح الباری : ۸/ ۳۲۳، "لم اقف علی اسمہ"

(۳۳) فتح الباری : ۸/ ۳۲۳

ہیں ”مابقی من المنافقین من اهل هذه الایة ”لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاءَ“ الآیۃ... الااربعة نفر، ان احدهم لشیخ کبیر “ (۳۴)

اسماعیلی نے کہا کہ اگر ”اصحاب هذه الآیۃ“ میں آیت وہی مراد ہے جو سفیان بن عُیینہ نے اپنی روایت میں ذکر کی ہے تو پھر یہ روایت سورۃ براءت میں ذکر نہیں ہونی چاہیئے بلکہ سورۃ ممتحنہ میں ذکر کرنی چاہیئے (۳۵)۔ واللہ اعلم

١٥٤ – باب : قَوْلِهِ :

«وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ ٱللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ» /٣٤/ .

٤٣٨٢ : حدّثنا الحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ : حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ : أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ يَقُولُ : (يَكُونُ كَنْزُ أَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ) . [ر : ١٣٣٨]

٤٣٨٣ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ حُصَيْنٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ : مَرَرْتُ عَلَى أَبِي ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ ، فَقُلْتُ : ما أَنْزَلَكَ بِهٰذِهِ الْأَرْضِ ؟ قالَ : كُنَّا بِالشَّأْمِ ، فَقَرَأْتُ : «وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ ٱللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ» . قالَ مُعَاوِيَةُ : ما هٰذِهِ فِينَا ، ما هٰذِهِ إِلَّا فِي أَهْلِ الْكِتَابِ ، قالَ : قُلْتُ : إِنَّهَا لَفِينَا وَفِيهِمْ . [ر : ١٣٤١]

بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ کنز سے مراد معنی لغوی ہیں، جو مال بھی ذخیرہ بنا کر رکھا جائے وہ یہاں مراد ہے اور آیت میں اسی پر وعید ہے لیکن جمہور کی رائے یہ ہے کہ کنز سے یہاں وہ مال مراد ہے جس کی زکواۃ ادا نہ کی گئی ہو، زکوۃ ادا کرنے کے بعد مال ذخیرہ کرنے پر وعید نہیں ہے (۳۶) حضرت معاویہؓ کا خیال یہ تھا کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں ہے لیکن حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے تھے کہ یہ آیت اہل کتاب اور مسلمان دونوں کے بارے میں ہے، شُجاع اقرع: اس سانپ کو کہتے ہیں جس پہ بال نہ ہوں ۔

---

(۳۴) فتح الباری: ۸/ ۳۲۳

(۳۵) فتح الباری: ۸/ ۳۲۳

(۳٦) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۸/ ۱۲۵

١٥٥ – باب : قَوْلِهِ : «يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ» /٣٥ .

٤٣٨٤ : وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبِ بْنِ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ خالِدِ بْنِ أَسْلَمَ قالَ : خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ فَقَالَ : هٰذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكاةُ ، فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا ٱللهُ طُهْرًا لِلْأَمْوَالِ . [ر : ١٣٣٩]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں "قال احمد" کہا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیق ہے لیکن یہ تعلیق نہیں ہے کیونکہ امام نے یہی روایت کتاب الزکاۃ میں ذکر کی ہے اور وہاں "قال" کے بجائے "حدثنا" کہا ہے (۳۷) امام بخاری رحمہ اللہ کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ جب وہ کسی روایت کو مختصراً ذکر کرتے ہیں تو وہاں قاعدہ تحدیث کا جو طرز و طریقہ ہے اس کے مطابق نہیں کرتے بلکہ "قال" سے ذکر کرتے ہیں۔

یہاں ہمارے ہندوستانی نسخوں میں "احمد بن شعیب" لکھا ہے یہ غلط ہے صحیح "احمد بن شَبیب" ہے چنانچہ باقی نسخوں میں "احمد بن شَبیب" ہی ہے (۳۸)۔

١٥٦ – باب : قَوْلِهِ : «إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللهِ ٱثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ ٱللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ» /٣٦ .

الْقَيِّمُ : هُوَ الْقَائِمُ .

٤٣٨٥ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي بَكْرَةَ ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (إِنَّ الزَّمانَ قَدِ ٱسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ ٱللهُ السَّماوَاتِ وَالْأَرْضَ ، السَّنَةُ ٱثْنَا عَشَرَ شَهْرًا ، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ، ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ : ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ) .

[ر : ٦٧]

---

(۳۷) دیکھیے صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب ما ادی زکاتہ فلیس بکنز : ۱/ ۱۸۸

(۳۸) قال العینی فی العمدۃ : ۱۸ / ۲٦٥ "احمد بن شَبیب بفتح الشین و کسر الباء الموحدۃ من رجال البخاری یروی عن ابیہ شَبیب بن سعید ابی عبدالرحمٰن البصری"۔

کفار و مشرکین نسی اختیار کرتے تھے ، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم تینوں اشہر حرم ہیں، وہ اشہر حرم کے تین پے درپے مہینوں سے اکتا کر یہ کرتے کہ محرم کو صفر اور صفر کو محرم بنادیتے تھے (۳۹) بسا اوقات حج کو اس کے وقت سے مؤخر کردیتے تھے (۴۰) اور ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ شمسی اور قمری سال کو ایک دوسرے سے متوافق بنانے کے لئے قمری سال سے کچھ ایام گھٹا دیا کرتے تھے ، اس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ ۳۸ سال بعد مہینوں کا دور اپنی جگہ واپس آتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سال حج کیا اس سال ذی الحجہ اپنے صحیح وقت میں اور اپنی اصلی ہیئت پر آگیا تھا۔

اشہر حرم کا اعتبار کس طرح ہوگا، اس میں اختلاف ہے اہل بصرہ اور اہل مدینہ کی رائے یہ ہے کہ اس کی ترتیب میں اول ذی قعدہ دوم ذی الحجہ اور سوم محرم اور چہارم رجب کا اعتبار ہوگا لیکن اہل کوفہ اور اہل شام کی رائے ہے کہ اشہر حرم محرم سے شروع ہوں گے اور چاروں ایک سال میں آئیں گے ، علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس اختلاف کا اثر نذر وغیرہ کے وقت ظاہر ہوگا کہ کسی شخص نے نذرمانی کہ ”اگر میں اس کام میں کامیاب ہوجاؤں تو اشہر حرم کے روزے رکھوں گا“ تو یہ شخص اہل بصرہ اور اہل مدینہ کے مذہب کے مطابق ذی القعدہ سے روزے رکھے گا اور اہل کوفہ کے نزدیک محرم سے روزوں کا آغاز کرے گا (۴۱) یہاں حدیث میں ماہِ رجب کو قبیلہ مُضر کی طرف منسوب کیا گیا ہے کیونکہ قبیلہ مضر رجب کی بہت تعظیم کرتا تھا (۴۲) ۔

١٥٧ – باب : قَوْلِهِ : «ثَانِيَ ٱثْنَيْنِ إِذْ هُما فِي ٱلْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ ٱللهَ مَعَنَا» /٤٠/ .
أَيْ نَاصِرُنَا . السَّكِينَةُ : فَعِيلَةٌ مِنَ السُّكُونِ .

”لَاتَحْزَنْ إِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا“ مَعَنَا کی تفسیر کی ”نَاصِرُنَا“ سے لہذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ معیت باعتبارِ نصرت ہے۔

”فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ“ میں ”سَکِیْنَۃ“ فعیلۃ کے وزن پر، مشتق ہے سکون سے ، یعنی اللہ تعالے نے حضرت صدیق اکبرؓ پر سکون اور اطمینان نازل فرمایا۔

٤٣٨٦ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ محمَّدٍ : حَدَّثَنَا حَبَّانُ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ : حَدَّثَنَا ثَابِتٌ : حَدَّثَنَا

---

(۳۹) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۱۳۷/۸

(۴۰) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۱۳۷/۸

(۴۱) روح المعانی: ۱۳۰/٦ والجامع لاحکام القرآن: ۸۵/۴

(۴۲) فتح الباری: ۳۲۵/۸

أَنَسٌ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغَارِ ، فَرَأَيْتُ آثَارَ الْمُشْرِكِينَ ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ رَفَعَ قَدَمَهُ رَآنَا ، قالَ : (مَا ظَنُّكَ بِٱثْنَيْنِ ٱللّٰهُ ثَالِثُهُمَا) . [ر : ٣٤٥٣]

٤٣٨٩/٤٣٨٧ : حدّثنا عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنِ ٱبْنِ جُرَيْجٍ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّهُ قالَ حِينَ وَقَعَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ ٱبْنِ الزُّبَيْرِ : قُلْتُ : أَبُوهُ الزُّبَيْرُ ، وَأُمُّهُ أَسْماءُ ، وَخالَتُهُ عائِشَةُ ، وَجَدُّهُ أَبُو بَكْرٍ ، وَجَدَّتُهُ صَفِيَّةُ .

فَقُلْتُ لِسُفْيَانَ : إِسْنَادُهُ ؟ فَقَالَ : حَدَّثَنَا ، فَشَغَلَهُ إِنْسَانٌ ، وَلَمْ يَقُلْ : ٱبْنُ جُرَيْجٍ .

اس روایت کے آخر میں ہے کہ عبداللہ بن محمد نے سفیان بن عیینہ سے پوچھا کہ اس حدیث کی اسناد تو بیان کریں، انہوں نے فرمایا "حدثنا" ابھی صرف یہی جملہ کہا تھا کہ کسی نے ان کو مشغول کردیا اور وہ "ابن جریج" نہیں کہہ سکے، اوپر سند میں اگرچہ ابن جریج ہے لیکن وہ صیغہ "عن" کے ساتھ ہے، عبداللہ بن محمد صیغۂ تحدیث کے ساتھ سننا چاہتے تھے اس لئے ان سے سوال کیا۔

(٤٣٨٨) : حدّثني عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قالَ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ : حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ : قالَ ٱبْنُ جُرَيْجٍ : قالَ ٱبْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ : وَكانَ بَيْنَهُمَا شَيْءٌ ، فَغَدَوْتُ عَلَى ٱبْنِ عَبَّاسٍ ، فَقُلْتُ : أَتُرِيدُ أَنْ تُقَاتِلَ ٱبْنَ الزُّبَيْرِ ، فَتُحِلَّ حَرَمَ ٱللّٰهِ ؟ فَقَالَ : مَعَاذَ ٱللّٰهِ ، إِنَّ ٱللّٰهَ كَتَبَ ٱبْنَ الزُّبَيْرِ وَبَنِي أُمَيَّةَ مُحِلِّينَ ، وَإِنِّي وَٱللّٰهِ لَا أُحِلُّهُ أَبَدًا . قالَ : قالَ النَّاسُ : بَايِعْ لِٱبْنِ الزُّبَيْرِ ، فَقُلْتُ : وَأَيْنَ بِهٰذَا الْأَمْرِ عَنْهُ ، أَمَّا أَبُوهُ : فَحَوَارِيُّ النَّبِيِّ ﷺ ، يُرِيدُ الزُّبَيْرَ ، وَأَمَّا جَدُّهُ : فَصَاحِبُ الْغَارِ ، يُرِيدُ أَبَا بَكْرٍ ، وَأَمَّا أُمُّهُ : فَذَاتُ النِّطَاقِ ، يُرِيدُ أَسْمَاءَ ، وَأَمَّا خالَتُهُ : فَأُمُّ الْمُؤْمِنِينَ ، يُرِيدُ عائِشَةَ ، وَأَمَّا عَمَّتُهُ : فَزَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ ، يُرِيدُ خَدِيجَةَ ، وَأَمَّا عَمَّةُ النَّبِيِّ ﷺ فَجَدَّتُهُ ، يُرِيدُ صَفِيَّةَ ، ثُمَّ عَفِيفٌ فِي الْإِسْلَامِ ، قارِئٌ لِلْقُرْآنِ ، وَٱللّٰهِ إِنْ وَصَلُونِي وَصَلُونِي مِنْ قَرِيبٍ ، وَإِنْ رَبُّونِي رَبَّنِي أَكْفَاءٌ كِرَامٌ ، فَآثَرَ التُّوَيْتَاتِ وَالْأُسَامَاتِ وَالْحُمَيْدَاتِ ، يُرِيدُ أَبْطُنًا مِنْ بَنِي أَسَدٍ : بَنِي تُوَيْتٍ وَبَنِي أُسَامَةَ وَبَنِي أَسَدٍ ، إِنَّ ٱبْنَ أَبِي الْعَاصِ بَرَزَ يَمْشِي الْقُدَمِيَّةَ ، يَعْنِي عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ ، وَإِنَّهُ لَوَّى ذَنَبَهُ ، يَعْنِي ٱبْنَ الزُّبَيْرِ .

وکان بینهما شئی

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کے درمیان کچھ اختلاف تھا جب حضرت معاویہ ؓ کا انتقال ہوگیا اور ان کے بیٹے یزید کے ہاتھ پر بیعت کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت عبداللہ بن عمر ؓ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ نے بیعت سے انکار کردیا۔ یزید نے حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کے خلاف مسلم بن عقبہ کی زیر سرکردگی ایک لشکر مکہ مکرمہ روانہ کیا اور حَرّہ کا مشہور واقعہ پیش آیا جس میں کعبہ پر منجنیق پھینکا گیا تھا اور خانۂ کعبہ جل گیا تھا، یزید کے انتقال کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ نے اپنی خلافت کے لئے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی، حجاز، مصر، عراق اور دیگر کئی علاقوں کے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، محمد بن الحنفیہ ؒ اور حضرت عبداللہ بن عباس ؓ اس وقت مکہ میں موجود تھے، حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ نے ان دونوں حضرات کو بھی اپنی خلافت کے لئے بیعت کی دعوت دی لیکن ان دونوں حضرات نے انکار کردیا اور کہا کہ جب تک کسی ایک خلیفہ پر مسلمان متفق نہ ہوجائیں اس وقت تک ہم کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کریں گے، ان دونوں بزرگوں کی وجہ سے کئی دوسرے لوگ بھی بیعت سے رک گئے تو حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ نے سختی شروع کی اور ان کو مکہ میں روک لیا۔

دوسری طرف عبدالملک بن مروان کی حکومت، شام، مصر اور کوفہ وغیرہ میں قائم ہوچکی تھی، کوفہ میں مروانی حاکم مختار بن ابی عبید کو جب معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن زبیر ؓ نے عبداللہ بن عباس ؓ اور محمد بن الحنفیہ ؒ کو قید کردیا ہے تو اس نے لشکر بھیجا ان دونوں بزرگوں کو وہاں سے نکال لیا اور یہ دونوں جاکر طائف میں آباد ہوگئے (۴۳) یہاں روایت میں "بینهما شئی" سے اسی اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔

فَغَدَوْتُ علی ابن عباس، فقلت: اترید ان تقاتل ابنَ الزبیر

ابن ابی مُلَیکہ کہتے ہیں کہ میں صبح کے وقت حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا آپ عبداللہ بن زبیر ؓ سے جنگ کا ارادہ کررہے ہیں تو کیا آپ ان سے قتال کرکے حرم کو حلال بنائیں گے۔ حضرت ابن عباس ؓ نے کہا، معاذاللہ! یہ تو اللہ تعالیٰ نے ابن زبیر ؓ اور بنی امیہ کے مقدر میں لکھ دیا ہے کہ حرم

---

(۴۳) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھیے، فتح الباری: ۸/ ۳۲۷ اس لشکر نے ان دونوں بزرگوں سے حضرت ابن زبیر ؓ کے ساتھ قتال کی اجازت چاہی لیکن انہوں نے منع کیا اور قتال کی اجازت نہیں دی، حضرت ابن عباس ؓ کا تو سن ۶۸ھ میں طائف ہی میں انتقال ہوا اور محمد بن حنفیہ کا ایلہ میں سن [illegible] میں انتقال ہوا (دیکھیے فتح الباری: ۸/ ۳۲۷)

کو حلال بناکر اس کی بے حرمتی کریں اور میں تو خدا کی قسم! کبھی بھی حرم کو حلال نہیں بناؤں گا۔

لوگوں نے حضرت ابن عباس ؓ سے کہا کہ آپ حضرت ابن زبیر ؓ سے بیعت کرلیں تو آپ نے جواب دیا، حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ بیعت کے استحقاق سے دور نہیں مطلب یہ ہے کہ ان میں صلاحیت ہے اور انہیں خلافت کا حق ہے کیونکہ ان کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہیں، ان کے نانا صدیق اکبر ؓ ہیں، ان کی والدہ حضرت اسماء ؓ ہیں اور ان کی خالہ حضرت عائشہ ؓ ہیں اور ان کی پھوپھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ ؓ ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ ؓ ان کی دادی ہیں پھر وہ خود ذاتی حیثیت سے بھی اسلام میں پاک دامن رہے، قرآن کے عالم ہیں۔

واللّٰه، ان وصلونی، وصلونی من قریب وان رَبّونی، رَبّونی اکفاء کرام

"اور بخدا! اگر بنوامیہ میرے ساتھ صلہ رحمی کریں گے تو وہ قرابت اور رشتہ داری کی وجہ سے میرے ساتھ صلہ رحمی کریں گے" مطلب یہ ہے کہ بنوامیہ نے میرے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ وہ رشتہ دار میرے قریب ہیں (حضرت ابن عباس بن ہاشم بن عبدمناف ہیں اور اس وقت کا اموی حکمران عبدالملک بن مروان ہاشم کے بھائی عبدشمس کا پوتا تھا تو تیسری پشت میں ابن عباس ؓ اور عبدالملک بن مروان شریک ہوجاتے ہیں (۴۴)، آگے فرماتے ہیں اور اگر "وہ میری پرورش کریں گے اور میرا خیال رکھیں گے تو میری پرورش کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے امثال اور کفو ہیں اور شریف ہیں" یہ بنوامیہ کی تعریف ہورہی ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر میں کسی کی خلافت تسلیم کرکے رعایتیں حاصل کروں تو پھر بنوامیہ سے کیوں نہ کروں اس لئے کہ قرابت میں وہ مجھ سے قریب ہیں اور ہمارے مثل ہیں، آگے حضرت ابن الزبیر کے متعلق فرمارہے ہیں۔

فآثَرَ التُّوَیْتَاتِ وَالْأُسَامَاتِ وَالْحُمَیْدَاتِ

لیکن عبداللہ بن الزبیر ؓ نے تویتات، اسامات اور حمیدات کو ہم پر ترجیح دی ہے یہ تینوں بنو اسد کی شاخیں ہیں اور مراد ان سے بنو تویت، بنواسامہ اور بنوحمید ہیں، حضرت ابن عباس ؓ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ نے ان لوگوں کو ہم پر ترجیح دی اور ہماری پرواہ نہیں کی اور نہ ہمارا خیال کیا، جب یہ ہمارا خیال

---

(۴۴) فتح الباری: ۳۲۸/۸

نہیں کرتے تو بنو امیہ ہم سے زیادہ قریب ہیں، اگر وہ میرے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں تو میرے لئے قابل قبول ہیں۔

ان ابن ابی العاص بَرَزَ یَمْشِی القُدْمِیَّۃَ یعنی عبدَ الملک بن مروان وَاِنَّہٗ لَوّٰی ذَنَبَہٗ یعنی ابنَ الزُّبیرِ

یعنی عبدالملک نمایاں ہوا آگے کی جانب پیش قدمی کرتے ہوئے اور اس نے ابن زبیرؓ کی دم موڑ دی۔

مطلب یہ ہے کہ عبدالملک کی حکومت کا دائرہ دن بدن بڑھ رہا ہے، جبکہ عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت کا دائرہ وسیع ہونے کے بجائے تنگ ہو رہا ہے۔

یمشی القُدَمِیَّۃَ (۴۵) (قاف کے ضمہ، دال کے فتحہ اور میم کے کسرہ کے ساتھ) اس وقت کہتے ہیں جب کوئی ترقی کی راہ پر گامزن ہو۔

(٤٣٨٩) : حدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ : حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ قالَ : أَخْبَرَنِي ٱبْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ : دَخَلْنَا عَلَى ٱبْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ : أَلَا تَعْجَبُونَ لِٱبْنِ الزُّبَيْرِ ، قامَ في أَمْرِهِ هٰذَا ، فَقُلْتُ : لَأُحاسِبَنَّ نَفْسِي لَهُ ما حاسَبْتُها لِأَبِي بَكْرٍ وَلَا لِعُمَرَ ، وَلَهُمَا كانَا أَوْلَى بِكُلِّ خَيْرٍ مِنْهُ ، وَقُلْتُ : ٱبْنُ عَمَّةِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَٱبْنُ الزُّبَيْرِ ، وَٱبْنُ أَبِي بَكْرٍ ، وَٱبْنُ أَخِي خَدِيجَةَ ، وَٱبْنُ أُخْتِ عائِشَةَ ، فَإِذَا هُوَ يَتَعَلَّى عَنِّي وَلَا يُرِيدُ ذٰلِكَ ، فَقُلْتُ : مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنِّي أَعْرِضُ هٰذَا مِنْ نَفْسِي فَيَدَعُهُ ، وَما أُرَاهُ يُرِيدُ خَيْرًا ، وَإِنْ كانَ لَا بُدَّ ، لَأَنْ يَرُبَّنِي بَنُو عَمِّي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَرُبَّنِي غَيْرُهُمْ .

ابن ابی مُلیکہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ ابن زبیرؓ پر تم لوگوں کو تعجب نہیں ہوتا کہ وہ امارت کا دعوی لے کر کھڑا ہوا ہے، چنانچہ میں نے تو اپنے دل میں یہی سوچ لیا کہ میں اپنے نفس کی نگرانی کروں گا ان کے معاملہ میں، اس طرح کہ میں نے اپنے نفس کو ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارے میں بھی اتنا پابند نہیں کیا تھا (میں نے سوچا تھا کہ میں اپنی زبان سے ان کے خلاف کوئی لفظ نہیں نکالوں گا) حالانکہ ابوبکرؓ و عمرؓ ان سے ہر حیثیت میں بہتر و افضل تھے۔

---

(۴۵) وفی الفتح: ۸/۴۲۹ "۔ القُدَمية: بضم القاف وفتح الدال، قال الخطابی وغیرہ: معناها التبختر، وهو مثل، یرید انه برز یطلب معالی الامور، قال ابن الاثیر: الذی فی البخاری القدمية، وهی التقدمة فی الشرف والفضل"

لَاُحَاسِبَنَّ نَفْسِیْ لَه (۴۶) کا ایک مطلب تو یہ ہے اور دوسرا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ میں اپنے نفس کو مشقت میں ڈال کر ابن زبیرؓ کے لئے محنت کروں گا، ان کی تائید کروں گا، ایسی تائید جو حضرات شیخین کی بھی نہیں کی، ابن زبیر کے مناقب اور فضائل بیان کروں گا۔

چنانچہ میں نے لوگوں سے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی اولاد میں سے ہیں، حضرت زبیرؓ کے بیٹے ہیں، حضرت صدیق اکبرؓ کے نواسے، حضرت خدیجہؓ کے بھائی کے بیٹے اور حضرت عائشہؓ کی بہن کے بیٹے ہیں لیکن وہ تو مجھ سے بڑا بننے لگے (مجھے خاطر میں ہی نہیں لاتے) میں نے دل میں کہا کہ مجھ کو اس کا گمان بھی نہیں تھا کہ میں اپنی طرف سے ایسی عاجزی اور انکساری ظاہر کروں گا اور وہ اسے ٹھکرا کر مجھے نظرانداز کردیں گے (۴۷) اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ (میرے معاملہ میں) اب کسی قسم کی بھلائی اور خیر چاہتے ہیں، اب اگر کسی کی تابعداری کرنی ہی ہے تو میرے بنو اعمام یعنی بنوامیہ میری پرورش کریں مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ کوئی دوسرا میری پرورش کرے اور میری رعایت کرے۔

۱۵۸ - باب «وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ» /۶۰/.

قَالَ مُجَاهِدٌ: يَتَأَلَّفُهُمْ بِالْعَطِيَّةِ.

۴۳۹۰: حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بُعِثَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِشَيْءٍ فَقَسَمَهُ بَيْنَ أَرْبَعَةٍ وَقَالَ: (أَتَأَلَّفُهُمْ). فَقَالَ رَجُلٌ: ما عَدَلْتَ، فَقَالَ: (يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ). [ر: ۴۰۹۴]

۱۵۹ - باب: قَوْلِهِ: «الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ» /۷۹/.

يَلْمِزُونَ: يَعِيبُونَ. وَ«جُهْدَهُمْ» وَ«جَهْدَهُمْ» /۷۹/: طَاقَتَهُمْ.

۴۳۹۱: حدّثني بِشْرُ بْنُ خالِدٍ، أَبُو مُحَمَّدٍ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمانَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قالَ: لَمَّا أُمِرْنَا بِالصَّدَقَةِ كُنَّا نَتَحَامَلُ، فَجاءَ

---

(۴۶) وفی الفتح: ۸ / ۳۲۹ "لَأُحَاسِبَنَّ نفسی: ای لأناقشنها فی معونته و نصحه، قاله الخطابی، وقال الداودی: معناه: لاذكرن من مناقبه مالم اذكر من مناقبهما، وانما صنع ابن عباس ذلك لاشتراك الناس فی معرفة مناقب ابی بكر و عمر، بخلاف ابن الزبیر، فما كانت مناقبه فی الشهرة كمناقبهما، فاظهر ذلك ابن عباس، وبينه للناس انصافا منه له، فلما لم ينصفه هو، رجع عنه"

(۴۷) وفی روایة: "ان ابن عباس لما حضرته الوفاة بالطائف، جمع بنيه، فقال: يابنی، ان ابن الزبير لما خرج بمكة، شددت ازره، ودعوت الناس الی بيعته، وتركت بنی عمنا من بنی أمية الذين ان قبلونا قبلونا اكفاء، وان ربونا ربونا كراما، فلما اصاب مااصاب جفانی" (وانظر فتح الباری: ۸/۳۲۸)

أَبُو عُقَيْلٍ بِنِصْفِ صَاعٍ ، وَجاءَ إِنْسَانٌ بِأَكْثَرَ مِنْهُ ، فَقَالَ الْمُنَافِقُونَ : إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَدَقَةِ هٰذَا ، وَما فَعَلَ هٰذَا الآخَرُ إِلَّا رِئَاءً ، فَنَزَلَتْ : «الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ» . الآيَةَ . [ر : ١٣٤٩]

٤٣٩٢ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قالَ : قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ أَحَدَّثَكُمْ زَائِدَةُ ، عَنْ سُلَيْمانَ ، عَنْ شَقِيقٍ ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قالَ : كانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْمُرُ بِالصَّدَقَةِ ، فَيَحْتَالُ أَحَدُنَا حَتَّى يَجِيءَ بِالْمُدِّ ، وَإِنَّ لِأَحَدِهِمِ الْيَوْمَ مِائَةَ أَلْفٍ . كَأَنَّهُ يُعَرِّضُ بِنَفْسِهِ .

[ر : ١٣٥٠]

وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں اور عیب لگاتے ہیں ان مومنین پر جو رغبت اور خوشی سے صدقہ دینے والے ہیں، روایت باب میں ہے ، حضرت ابو مسعود انصاریؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صدقہ کی ترغیب دیتے تو ہم بوجھ اٹھاتے (اور مزدوری کرتے جو کچھ اس میں ملتا ہم وہ لاکر صدقہ کردیتے تھے) اسی طرح مزدوری کرکے ابو عقیلؓ آدھا صاع کھجور صدقہ لے کر آئے اور ایک دوسرے آدمی اس سے زیادہ لیکر آئے (مراد اس سے حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ ہیں، وہ آٹھ ہزار درہم لے کر آئے تھے) (۴۸) اس پر منافقین نے کہا یہ جو ابو عقیل کا نصف صاع ہے اللہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے اور اس دوسرے نے تو محض دکھاوے کے لئے اتنا زیادہ صدقہ دیا ہے تو اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

دوسری روایت بھی حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے مروی ہے ، فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیتے تھے تو ہم میں سے ایک آدمی تدبیر اور مزدوری کرتا تھا (تاکہ صدقہ ادا کرے) تو وہ بیچارہ مزدوری وغیرہ کرکے ایک مد حاصل کرتا اور صدقہ دینے کے لئے اسے لے کر آتا اور آج انہی لوگوں کے پاس ایک ایک لاکھ درہم موجود ہیں۔

حضرت ابو مسعود انصاریؓ اپنی ہی طرف اشارہ کررہے ہیں کہ میں بھی اس وقت ایسا ہی تھا، مزدوری کرکے صدقہ دے پاتا تھا اور آج اللہ نے اتنا دیا ہے کہ لاکھوں میں کھیل رہا ہوں ۔

حضرت ابو مسعود انصاریؓ کے اس بیان سے مقصود کیا ہے ؟ ابن بَطَّال کا خیال ہے کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کو جو کچھ میسر ہوتا اس کا صدقہ کردیتے تھے اور اب لوگوں کے پاس مال و دولت کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں لیکن صدقہ نہیں کرتے ، لیکن حافظ ابن حجر نے ابن

---

(۴۸)فتح الباری:۳۳۲/۸

بَطَّال کے بیان کردہ اس مطلب کو بعید قرار دیا (۴۹)۔

ابن المُنَیِّر نے کہا کہ مقصد اس سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مال کی قلت کے باوجود لوگ محنت کرکے صدقہ کیا کرتے تھے، اب اللہ نے ان پر مال و دولت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور بڑی آسانی کے ساتھ صدقہ کرتے ہیں تنگی کا خوف دامن گیر نہیں رہتا (۵۰)۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ آپ ؐ کے زمانہ میں مال و دولت کی فراوانی نہیں تھی، تنگی تھی اور اب مال و دولت کی فراوانی ہوگئی ہے (۵۱)۔ واللہ اعلم

۱۶۰ – باب : «اَسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اَللّٰهُ لَهُمْ» /۸۰/

۴۳۹۳ : حدَّثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ ، عَنْ عُبَيْدِ اَللّٰهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ اَبْنِ عُمَرَ رَضِيَ اَللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اَللّٰهِ ، جاءَ اَبْنُهُ عَبْدُ اَللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اَللّٰهِ إِلَى رَسُولِ اَللّٰهِ ﷺ ، فَسَأَلَهُ أَنْ يُعْطِيَهُ قَمِيصَهُ يُكَفِّنُ فِيهِ أَبَاهُ فَأَعْطَاهُ ، ثُمَّ سَأَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ ، فَقَامَ رَسُولُ اَللّٰهِ ﷺ لِيُصَلِّيَ ، فَقَامَ عُمَرُ فَأَخَذَ بِثَوْبِ رَسُولِ اَللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اَللّٰهِ تُصَلِّي عَلَيْهِ ، وَقَدْ نَهَاكَ رَبُّكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ ؟ فَقَالَ رَسُولُ اَللّٰهِ ﷺ : (إِنَّمَا خَيَّرَنِي اَللّٰهُ فَقَالَ : «اَسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً» . وَسَأَزِيدُهُ عَلَى السَّبْعِينَ) . قَالَ : إِنَّهُ مُنَافِقٌ ، قَالَ : فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اَللّٰهِ ﷺ فَأَنْزَلَ اَللّٰهُ : «وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ» . [ر : ۱۲۱۰]

۴۳۹۴ : حدَّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ . وَقَالَ غَيْرُهُ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ، عَنِ اَبْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اَللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اَللّٰهِ ، عَنِ اَبْنِ عَبَّاسٍ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اَللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اَللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ اَبْنُ سَلُولَ ، دُعِيَ لَهُ رَسُولُ اَللّٰهِ ﷺ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ ، فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اَللّٰهِ ﷺ وَثَبْتُ إِلَيْهِ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اَللّٰهِ ، أَتُصَلِّي عَلَى اَبْنِ أُبَيٍّ ، وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا : كَذَا وَكَذَا ، قَالَ : أُعَدِّدُ عَلَيْهِ قَوْلَهُ ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اَللّٰهِ ﷺ وَقَالَ :

---

(۴۹) فتح الباری: ۸/۳۳۳

(۵۰) فتح الباری: ۸/۳۳۳۔

(۵۱) فتح الباری: ۸/۳۳۳

(أَخِّرْ عَنِّي يَا عُمَرُ) . فَلَمَّا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ ، قالَ : (إِنِّي خُيِّرْتُ فَٱخْتَرْتُ ، لَوْ أَعْلَمُ أَنِّي إِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ يُغْفَرْ لَهُ لَزِدْتُ عَلَيْهَا) . قالَ : فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ثُمَّ ٱنْصَرَفَ ، فَلَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيرًا ، حَتَّى نَزَلَتِ الآيَتَانِ مِنْ بَرَاءَةَ : «وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ ماتَ أَبَدًا – إِلَى قَوْلِهِ – وَهُمْ فاسِقُونَ» . قالَ : فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْأَتِي عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، وَٱللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ . [ر : ۱۳۰۰]

۱۶۱ – باب : «وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ ماتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ» /۸۴ .

۴۳۹۵ : حدّثني إِبْرَاهِيمُ بْنُ المُنْذِرِ : حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قالَ : لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أُبَيٍّ ، جاءَ ٱبْنُهُ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ إِلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَأَعْطَاهُ قَمِيصَهُ ، وَأَمَرَهُ أَنْ يُكَفِّنَهُ فِيهِ ، ثُمَّ قامَ يُصَلِّي عَلَيْهِ ، فَأَخَذَ عُمَرُ ٱبْنُ الخَطَّابِ بِثَوْبِهِ ، فَقَالَ : تُصَلِّي عَلَيْهِ وَهُوَ مُنَافِقٌ ، وَقَدْ نَهَاكَ ٱللهُ أَنْ تَسْتَغْفِرَ لَهُمْ ، قالَ : (إِنَّمَا خَيَّرَنِي ٱللهُ – أَوْ أَخْبَرَنِي – فَقَالَ : «ٱسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ ٱللهُ لَهُمْ» . فَقَالَ : سَأَزِيدُهُ عَلَى سَبْعِينَ) . قالَ : فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ ، ثُمَّ أَنْزَلَ ٱللهُ عَلَيْهِ : «وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ ماتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِٱللهِ وَرَسُولِهِ وَماتُوا وَهُمْ فاسِقُونَ» . [ر : ۱۲۱۰]

لماتوفی عبداللہ بن ابی

عبداللہ بن اُبی کا انتقال ذی قعدہ ۹ھ میں غزوۂ تبوک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے بعد ہوا، عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین تھا اور غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوا تھا، قرآن کریم کی یہ آیت "لوخَرَجُوْا فِیْکُمْ مَازَادُوْکُمْ اِلَّا خَبَالاً" عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھ غزوۂ تبوک سے تخلف کرنے والے دوسرے منافقین کے بارے میں نازل ہوئی (۵۲) ۔

جاء ابنہ عبداللہ بن عبداللہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فَسَأَلہ ان یعطیَہ قَمِیْصہ، یکفن فیہ اباہ، فاعطاہ، ثم سألہ ان یصلی علیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیصلی

---

(۵۲) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۸۲ وفتح الباری: ۸/ ۳۳۳

عبداللہ بن عبداللہ جو فضلائے صحابہ میں سے تھے اور عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے بیٹے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ اپنی قمیص انہیں عنایت کردیں وہ اس کو اپنے والد کا کفن بنائیں گے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قمیص انہیں دیدی، پھر انہوں نے درخواست کی کہ آپ اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائیں تو آپ اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہوگئے۔

عبداللہ بن اُبی کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ مخلص صحابہ میں سے تھے (۵۳) ان کا باپ اگرچہ منافق تھا لیکن مخلص بیٹے نے باپ کے معاملہ کو ظاہر اسلام پر محمول کرکے آپ سے اس کے متعلق مذکورہ دو درخواستیں کیں، بعض روایات میں ہے کہ عبداللہ بن ابی نے خود اس پر اصرار کیا اور بیٹے کو آپ کے پاس بھیجا کہ آپ اپنی قمیص اس کے کفن کے لئے دیں اور اس کی جنازہ پڑھائیں (۵۴)۔

طَبَرانی کی روایت میں ہے کہ آپ عبداللہ بن اُبی کے پاس آئے جب وہ مریض تھا تو اس نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دونوں سوال کئے (۵۵)۔

اس نے یہ سوال اس لئے نہیں کئے تھے کہ وہ نفاق سے تائب ہوچکا تھا بلکہ یہ سوال اس لئے کئے تاکہ مرنے کے بعد لوگ اس کے بیٹے اور قبیلہ کو اس کے نفاق کا طعنہ نہ دیں، وہ دل سے اب بھی منافق تھا اور نفاق کی حالت میں ہی مرا، چنانچہ قرآن نے آگے اس کی تصریح کردی ہے "...اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ " حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں درخواستیں قبول فرمائیں۔

چند اشکالات اور ان کے جوابات

یہاں ایک سوال تو یہ ہوتا ہے کہ عبداللہ بن اُبی کا نفاق مختلف مواقع میں ظاہر ہوچکا تھا، اس کے باوجود آپ نے اپنی قمیص مبارک اس کے کفن کے لئے دی اور اس کے ساتھ یہ امتیازی سلوک کیا، اس کی آخر کیا وجہ ہے؟

علماء نے اس کی ایک وجہ تو یہ لکھی ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر جب قریش کے چند سردار گرفتار ہوگئے تھے، ان میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ نے دیکھا کہ ان کے بدن پر کرتے نہیں ہیں تو صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو قمیص پہنا دیا جائے چونکہ عبداللہ بن اُبی دراز قد تھا اور حضرت عباس بھی

---

(۵۳) وفی الفتح: ۸/۳۳۴ "وکان عبداللہ بن عبداللہ بن ابی من فضلاء الصحابة، وشهد بدرا، وما بعدها، واستشهد یوم الیمامة فی خلافة ابی بکر الصدیق"

(۵۴) فتح الباری: ۸/ ۳۳۴

(۵۵) فتح الباری: ۸/ ۳۳۴

دراز قد تھے اس لئے اس کے علاوہ کسی اور کی قمیص حضرت عباسؓ کے جسم پر فٹ نہیں آرہی تھی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن اُبی کی قمیص لیکر اپنے چچا حضرت عباسؓ کو پہنائی، اس کے اس احسان کا بدلہ ادا کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اس کو عطا فرمادی (۵۶)۔

اس کے ساتھ ساتھ دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ عبداللہ بن اُبی کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ فضلائے صحابہ میں سے تھے، ان کی دلجوئی کی خاطر آپ نے قمیص مرحمت فرمائی (۵۷)۔

دوسرا سوال نماز جنازہ کے متعلق ہوتا ہے کہ آپؐ نے اس منافق کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی، یہی وجہ ہے کہ جب آپؐ نماز جنازہ کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے اور آپ کا دامن پکڑ کر عرض کرنے لگے "یا رسول اللہ، أتُصلي عليه، وقد نهاک ربک ان تصلی علیه" یا رسول اللہ! کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں گے، حالانکہ آپ کے رب نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے آپ کو منع کیا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہاں سے کہدی جبکہ اس سے پہلے کسی آیت میں صراحت کے ساتھ آپؐ کو منافق کی نماز جنازہ سے منع نہیں کیا گیا، ظاہر یہی ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے سورۂ توبہ کی مذکورہ آیت سے سمجھا ہوگا، آیت میں ہے "اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ" حضرت فاروق اعظمؓ نے آیت کے اسلوب سے سمجھ لیا کہ اس میں "او" تخییر کے لئے نہیں ہے بلکہ تسویہ کے لئے ہے یعنی ان منافقین کے حق میں استغفار اور عدمِ استغفار دونوں برابر ہیں، اسی طرح "سَبْعِيْنَ مَرَّةً" کا عدد تحدید کے لئے نہیں ہے بلکہ مبالغہ کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ آپ اس کے لئے استغفار کی کثرت ہی کیوں نہ کردیں تاہم اللہ جل شانہ اس کو معاف نہیں فرمائیں گے اور چونکہ نمازِ جنازہ سے ایک بڑا مقصد میت کے لئے دعائے مغفرت ہوتا ہے اس لئے حضرت عمرؓ نے اس آیت سے استنباط کرکے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو منافق کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے منع کیا ہے (۵۸) چنانچہ ابن مَرْدُوْیَہ نے حضرت سعید بن جبیرؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے: "فقال عمر: اتصلی علیه وقد نهاک اللّٰه ان تصلی علیه؟ قال: این؟ قال: اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ الآیة" (۵۹) اس روایت میں تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ نے آپ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روکا ہے کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہاں مجھے روکا ہے؟" تو حضرت فاروق اعظم نے

---

(۵۶) عمدۃ القاری: ۱۸/۲۸۲

(۵۷) ارشاد الساری: ۱۰/۲۶۵

(۵۸) فتح الباری: ۸/۳۳۵

(۵۹) فتح الباری: ۸/۳۳۵

مذکورہ آیت استدلال میں پیش کی۔

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے "اِنْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْلَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ " اور میں ستّر مرتبہ سے بھی زیادہ استغفار کروں گا (کیونکہ ممکن ہے اللہ تعالٰی ستّر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کو معاف کردیں)

بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر مرتبہ سے زائد استغفار عبداللہ بن ابی کے لئے کیا، چنانچہ طبری کی روایت میں ہے " فأنا أستغفرلهم سبعين وسبعين وسبعين " (٦٠)

اب سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی اور اس کے لئے استغفار کیوں کیا جبکہ آیت کے سیاق وسباق اور خود اس منافق کی منافقانہ حرکتوں کا تقاضہ تو وہی تھا جو حضرت عمرؓ کی رائے تھی اور بعد میں آیت بھی حضرت عمرؓ کی تائید میں اتری "وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ"

❶ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آیت کا مفہوم وہی سمجھتے تھے جو حضرت عمرؓ فرما رہے تھے کہ منافق کی مغفرت تو بہرحال ہوگی نہیں خواہ آپؐ کتنی ہی بار استغفار کرلیں تاہم آیت میں صراحت کے ساتھ آپؐ کو استغفار سے روکا بھی نہیں گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مذکورہ سے یہی سمجھ لیا تھا کہ میرے نماز پڑھانے سے اس کی مغفرت تو ہوگی نہیں، ہاں نماز پڑھانے سے دیگر مصالح اسلامیہ حاصل ہونے کی توقع اور امید تھی اور نماز پڑھانے کی صراحت کے ساتھ ممانعت بھی نہیں تھی اس لئے آپ نے نماز پڑھائی، کرتہ دینے اور نماز پڑھانے میں مصالح یہ تھیں کہ ایک تو حضرت عبداللہ بن عبداللہ کی دلجوئی پیش نظر تھی اور دوسری مصلحت عبداللہ بن اُبی کا خاندان تھا، یہ رویہ دیکھ کر اس میں جو لوگ اسلام سے قریب نہیں تھے ان کے اسلام کے قریب تر ہونے کی توقع تھی، چنانچہ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا کرتہ اس کو اللہ تعالٰی کے عذاب سے نہیں بچا سکتا مگر میں نے یہ کام اس لئے کیا کہ مجھے اس عمل سے اس کی قوم کے ہزار آدمیوں کے مسلمان ہونے کی امید ہے (٦٥) چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ اس واقعہ کو دیکھ کر قبیلہ خزرج کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہوگئے (٦٢)۔

اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس عمل کو نفی

---

(٦٠)فتح الباری: ۸/ ۳۳٦

(٦١)فتح الباری: ۸/ ۳۳٦

(٦٢)ارشاد الساری: ۱۰/ ۲٦۷

نفسہ مفید نہیں سمجھتے تھے مگر مذکورہ مصالح کے پیش نظر آپ نے یہ عمل کیا۔

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ یہ استغفار بمنزلۂ دعا کے ہے اور دعا کا قانون یہ ہے کہ اگر وہ اس کے محل کے لئے کی جائے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اسے قبول کرتے ہیں، اس کی پھر مختلف صورتیں ہوتی ہیں یا تو وہ چیز عطا کردی جاتی ہے جس کی دعا کی گئی ہوتی ہے، یا وہ چیز مصلحتاً عطا نہیں کی جاتی تاہم آخرت کے لئے وہ دعا ذخیرہ ہوجاتی ہے جس کا ثواب داعی کو وہاں ملے گا اور یا اس دعا کے عوض کسی آنے والی بڑی مصیبت کو دفع کردیا جاتا ہے، یہ اس وقت ہے کہ جب دعا اس محل کے لئے کی گئی ہو جو اس دعا کے لئے صالح ہو لیکن اگر دعا کسی ایسے محل کے لئے کی جائے جو صالح للدعا نہ ہو تو ایسی صورت میں بے شک اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں کرتے لیکن چونکہ دعا بہرحال ایک عبادت ہے اس لئے دعا کرنے والے کو اس کا ثواب ملتا ہے، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں یہ بات رہی کہ چونکہ یہ رئیس المنافقین ہے اس لئے محلِ مغفرت تو نہیں ہے، اس کے لئے دعائے مغفرت درحقیقت محض مدعو یعنی اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے ہے تو اس کا اجر بہرحال ملے گا، اس اجر کو کیوں چھوڑا جائے (٦٣)

یہ توجیہ ابن المُنَیِّر وغیرہ نے کی ہے لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس میں نظر ہے کیونکہ اس سے اس شخص کے لئے طلب مغفرت کی مشروعیت لازم آتی ہے جس کے لئے شریعت کے نقطہ نظر سے مغفرت محال ہے (٦٤)

ایک اور اشکال بھی ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ستّر مرتبہ سے بھی زیادہ اس کے لئے استغفار کروں گا اور آپ نے استغفار کیا بھی، جب کہ اس واقعہ سے بہت پہلے قرآن کی یہ آیت نازل ہوچکی تھی "مَاكَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِي قُرْبٰى" یہ آیت ابوطالب کے قصہ میں نازل ہوئی تھی جب ان کا انتقال ہوا تو آپ نے فرمایا تھا "لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مالم اُنهَ عنك" چنانچہ اس آیت میں آپ کو اس کے لئے دعائے مغفرت سے روک دیا تو اس آیت کے ہوتے ہوئے آپ نے منافق کے لئے کیونکر دعائے مغفرت کی؟

اس اشکال کا جواب یہ دیا گیا کہ آیت مذکورہ میں مشرکین کے لئے دعا سے ممانعت آئی ہے،

---

(٦٣) وفي فتح الباري: ٨ / ٣٣٨ "وقيل: ان الاستغفار يتنزل منزلة الدعاء، والعبد اذا سأل ربه حاجة فسؤاله اياه يتنزل منزلة الذكر، لكنه من حيث طلب تعجيل حصول المطلوب ليس عبادة، فاذا كان كذلك، والمغفرة في نفسها ممكنة، وتعلق العلم بعدم نفعها، لا بغير ذلك، فيكون طلبها لالغرض حصولها بل لتعظيم المدعو، فاذا تعذرت المغفرة، عوض الداعي عنها ما يليق به من الثواب او دفع السوء، كما ثبت في الخبر، وقد يحصل بذلك عن المدعو لهم تخفيف، كما في قصة ابي طالب"

(٦٤) فتح الباري: ٨/٣٣٨

منافقین کے لئے دعائے مغفرت اس سے ثابت نہیں ہوتی، منافقین بہرحال ظاہراً اپنے مسلمان ہونے کا اعلان اور اظہار تو کرتے ہیں اس لئے وہ اس آیت کے ذیل میں نہیں آتے (۶۵)۔

١٦٢ – باب : قَوْلِهِ : «سَيَحْلِفُونَ بِٱللهِ لَكُمْ إِذَا ٱنْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رِجْسٌ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ» /٩٥/ .

٤٣٩٦ : حدّثنا يَحْيىٰ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ٱبْنِ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مالِكٍ قالَ : سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مالِكٍ ، حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ تَبُوكَ : وَٱللهِ ما أَنْعَمَ ٱللهُ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَةٍ ، بَعْدَ إِذْ هَدَانِي ، أَعْظَمَ مِنْ صِدْقِي رَسُولَ ٱللهِ ﷺ : أَنْ لَا أَكُونَ كَذَبْتُهُ ، فَأَهْلِكَ كما هَلَكَ الَّذِينَ كَذَبُوا حِينَ أُنْزِلَ الْوَحْيُ : «سَيَحْلِفُونَ بِٱللهِ لَكُمْ إِذَا ٱنْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ – إلى – الْفَاسِقِينَ» . [ر : ٢٦٠٦]

١٦٣ – باب : قَوْلِهِ : «يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ» . إِلَى قَوْلِهِ : «الْفَاسِقِينَ» /٩٦/ .

١٦٤ – باب : قَوْلِهِ : «وَآخَرُونَ ٱعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلاً صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَىٰ ٱللهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ ٱللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ» /١٠٢/ .

٤٣٩٧ : حدّثنا مُؤَمَّلٌ ، هُوَ ٱبْنُ هِشَامٍ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا عَوْفٌ : حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ : حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ لَنَا : (أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتِيَانِ ، فَٱبْتَعَثَانِي ، فَٱنْتَهَيَا بِي إِلَى مَدِينَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَلَبِنِ فِضَّةٍ ، فَتَلَقَّانَا رِجالٌ : شَطْرٌ مِنْ خَلْقِهِمْ ، كَأَحْسَنِ ما أَنْتَ رَاءٍ ، وَشَطْرٌ كَأَقْبَحِ ما أَنْتَ رَاءٍ ، قالَا لَهُمُ : ٱذْهَبُوا فَقَعُوا فِي ذٰلِكَ النَّهْرِ ، فَوَقَعُوا فِيهِ ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَيْنَا ، قَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوءُ عَنْهُمْ ، فَصَارُوا فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ ، قالَا لِي : هٰذِهِ جَنَّةُ عَدْنٍ ، وَهٰذَاكَ مَنْزِلُكَ ، قالَا : أَمَّا الْقَوْمُ الَّذِينَ كانُوا شَطْرٌ مِنْهُمْ حَسَنٌ ، وَشَطْرٌ مِنْهُمْ قَبِيحٌ ، فَإِنَّهُمْ خَلَطُوا عَمَلاً صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا ، تَجَاوَزَ ٱللهُ عَنْهُمْ) . [ر : ٨٠٩]

١٦٥ – باب : «ما كانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ» /١١٣/ .

٤٣٩٨ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ،

---

(۶۵)فتح الباری: ۸/ ۳۳۹

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ ، دَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ وَعِنْدَهُ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ ٱللهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَيْ عَمِّ ، قُلْ لا إِلٰهَ إِلَّا ٱللهُ ، أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ ٱللهِ) . فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ ٱللهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ : يَا أَبَا طَالِبٍ ، أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ المُطَّلِبِ ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ ما لَمْ أُنْهَ عَنْكَ) . فَنَزَلَتْ : «ما كانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كانُوا أُولِي قُرْبَى مِنْ بَعْدِ ما تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الجحيم» . [ر : ١٢٩٤]

١٦٦ – باب : «لَقَدْ تَابَ ٱللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ ما كادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ» /١١٧/ .

٤٣٩٩ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قالَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ وَهْبٍ قالَ : أَخْبَرَنِي يُونُسُ : قالَ أَحْمَدُ . وَحَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ : حَدَّثَنَا يُونُسُ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ كَعْبٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ ٱللهِ بْنُ كَعْبٍ ، وَكانَ قائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ ، قالَ : سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مالِكٍ في حَدِيثِهِ : «وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا» . قالَ في آخِرِ حَدِيثِهِ : إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مالِي صَدَقَةً إِلَى ٱللهِ وَرَسُولِهِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَمْسِكْ بَعْضَ مالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ) . [ر : ٢٦٠٦]

١٦٧ – باب : «وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ ٱللهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ ٱللهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ» /١١٨/ .

٤٤٠٠ : حدّثني مُحَمَّدٌ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَعْيَنَ : حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ رَاشِدٍ : أَنَّ الزُّهْرِيَّ حَدَّثَهُ قالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مالِكٍ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : سَمِعْتُ أَبِي كَعْبَ بْنَ مالِكٍ ، وَهُوَ أَحَدُ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ تِيبَ عَلَيْهِمْ : أَنَّهُ لَمْ يَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَطُّ غَيْرَ غَزْوَتَيْنِ : غَزْوَةِ الْعُسْرَةِ وَغَزْوَةِ بَدْرٍ ، قالَ : فَأَجْمَعْتُ صِدْقَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ضُحًى ، وَكانَ قَلَّمَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ سَافَرَهُ إِلَّا ضُحًى ، وَكانَ يَبْدَأُ بِالْمَسْجِدِ ، فَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ ، وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كَلَامِي وَكَلَامِ صَاحِبَيَّ ،

وَلَمْ يَنْهَ عَنْ كَلَامِ أَحَدٍ مِنَ الْمُتَخَلِّفِينَ غَيْرِنَا ، فَاجْتَنَبَ النَّاسُ كَلَامَنَا ، فَلَبِثْتُ كَذٰلِكَ حَتَّى طَالَ عَلَيَّ الْأَمْرُ ، وَمَا مِنْ شَيْءٍ أَهَمُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَمُوتَ فَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ ، أَوْ يَمُوتَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَأَكُونَ مِنَ النَّاسِ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ ، فَلَا يُكَلِّمُنِي أَحَدٌ مِنْهُمْ وَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ تَوْبَتَنَا عَلَى نَبِيِّهِ ﷺ حِينَ بَقِيَ الثُّلُثُ الْآخِرُ مِنَ اللَّيْلِ ، وَرَسُولُ ٱللهِ ﷺ عِنْدَ أُمِّ سَلَمَةَ ، وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ مُحْسِنَةً فِي شَأْنِي ، مَعْنِيَّةً فِي أَمْرِي ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (يَا أُمَّ سَلَمَةَ ، تِيبَ عَلَى كَعْبٍ) . قَالَتْ : أَفَلَا أُرْسِلُ إِلَيْهِ فَأُبَشِّرَهُ ، قَالَ : (إِذًا يَحْطِمَكُمُ النَّاسُ فَيَمْنَعُونَكُمُ النَّوْمَ سَائِرَ اللَّيْلَةِ) . حَتَّى إِذَا صَلَّى رَسُولُ ٱللهِ ﷺ صَلَاةَ الْفَجْرِ آذَنَ بِتَوْبَةِ ٱللهِ عَلَيْنَا ، وَكَانَ إِذَا ٱسْتَبْشَرَ ٱسْتَنَارَ وَجْهُهُ ، حَتَّى كَأَنَّهُ قِطْعَةٌ مِنَ الْقَمَرِ ، وَكُنَّا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ الَّذِينَ خُلِّفُوا عَنِ الْأَمْرِ الَّذِي قُبِلَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ ٱعْتَذَرُوا ، حِينَ أَنْزَلَ ٱللهُ لَنَا التَّوْبَةَ ، فَلَمَّا ذُكِرَ الَّذِينَ كَذَبُوا رَسُولَ ٱللهِ ﷺ مِنَ الْمُتَخَلِّفِينَ وَٱعْتَذَرُوا بِالْبَاطِلِ ، ذُكِرُوا بِشَرِّ مَا ذُكِرَ بِهِ أَحَدٌ ، قَالَ ٱللهُ سُبْحَانَهُ : «يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ قُلْ لَا تَعْتَذِرُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا ٱللهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى ٱللهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ» . الآيَةَ . [ر : ٢٦٠٦]

١٦٨ – باب : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ٱتَّقُوا ٱللهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ» /١١٩/ .

٤٤٠١ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ : أَنَّ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ، وَكَانَ قَائِدَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ : سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ ، حِينَ تَخَلَّفَ ، عَنْ قِصَّةِ تَبُوكَ : فَوَٱللهِ مَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَبْلَاهُ ٱللهُ فِي صِدْقِ الْحَدِيثِ أَحْسَنَ مِمَّا أَبْلَانِي ، مَا تَعَمَّدْتُ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ ٱللهِ ﷺ إِلَى يَوْمِي هٰذَا كَذِبًا ، وَأَنْزَلَ ٱللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ : «لَقَدْ تَابَ ٱللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ – إِلَى قَوْلِهِ – وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ» . [ر : ٢٦٠٦]

(۴۴۰۲)واخرجه البخاری فی کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، رقم الحدیث: ۴۷۰۱، ۴۷۰۲، وفی باب کاتب القرآن، رقم الحدیث: ۴۷۰۳، واخرجه النسائی فی السنن الکبری، رقم الحدیث: ۸۰۰۲

١٦٩ – باب : قَوْلِهِ : «لَقَدْ جاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ ما عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ» /١٢٩/ : مِنَ الرَّأْفَةِ .

٤٤٠٢ : حدّثنا أَبُو الْيَمانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي ٱبْنُ السَّبَّاقِ : أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثابِتٍ الْأَنْصارِيَّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، وَكانَ مِمَّنْ يَكْتُبُ الْوَحْيَ ، قالَ : أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمامَةِ ، وَعِنْدَهُ عُمَرُ ، فَقالَ أَبُو بَكْرٍ : إِنَّ عُمَرَ أَتانِي فَقالَ : إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ ٱسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمامَةِ بِالنَّاسِ ، وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ فِي الْمَواطِنِ ، فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ ، إِلَّا أَنْ تَجْمَعُوهُ ، وَإِنِّي لَأَرَى أَنْ تَجْمَعَ الْقُرْآنَ . قالَ أَبُو بَكْرٍ : قُلْتُ لِعُمَرَ : كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ؟ فَقالَ عُمَرُ : هُوَ وَٱللهِ خَيْرٌ ، فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُراجِعُنِي فِيهِ حَتَّى شَرَحَ ٱللهُ لِذٰلِكَ صَدْرِي ، وَرَأَيْتُ الَّذِي رَأَى عُمَرُ ، قالَ زَيْدُ بْنُ ثابِتٍ ، وَعُمَرُ عِنْدَهُ جالِسٌ لَا يَتَكَلَّمُ ، فَقالَ أَبُو بَكْرٍ : إِنَّكَ رَجُلٌ شابٌّ عاقِلٌ وَلَا نَتَّهِمُكَ ، كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَٱجْمَعْهُ . فَوَٱللهِ لَوْ كَلَّفَنِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ ٱلْجِبالِ ما كانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ . قُلْتُ : كَيْفَ تَفْعَلانِ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ؟ فَقالَ أَبُو بَكْرٍ : هُوَ وَٱللهِ خَيْرٌ ، فَلَمْ أَزَلْ أُراجِعُهُ حَتَّى شَرَحَ ٱللهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ ٱللهُ لَهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ ، فَقُمْتُ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ الرِّقاعِ وَالْأَكْتافِ وَالْعُسُبِ ، وَصُدُورِ الرِّجالِ ، حَتَّى وَجَدْتُ مِنْ سُورَةِ التَّوْبَةِ آيَتَيْنِ مَعَ خُزَيْمَةَ الْأَنْصارِيِّ لَمْ أَجِدْهُما مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهِ : «لَقَدْ جاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ ما عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ» . إِلَى آخِرِهِما .

وَكانَتِ الصُّحُفُ الَّتِي جُمِعَ فِيهَا الْقُرْآنُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ حَتَّى تَوَفَّاهُ ٱللهُ ، ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَتَّى تَوَفَّاهُ ٱللهُ ، ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ

تابَعَهُ عُثْمانُ بْنُ عُمَرَ ، وَاللَّيْثُ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهابٍ . وَقالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خالِدٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهابٍ ، وَقالَ : مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ الْأَنْصارِيِّ . وَقالَ مُوسَى ، عَنْ إِبْراهِيمَ : حَدَّثَنا ٱبْنُ شِهابٍ : مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ . وَتابَعَهُ يَعْقُوبُ بْنُ إِبْراهِيمَ ، عَنْ أَبِيهِ . وَقالَ أَبُو ثابِتٍ : حَدَّثَنا إِبْراهِيمُ وَقالَ : مَعَ خُزَيْمَةَ ، أَوْ أَبِي خُزَيْمَةَ .

[٤٧٠١ ، ٤٧٠٣ ، ٦٧٦٨ ، ٦٩٨٩، وانظر: ٢٦٥٢ ، ٤٧٠٢]

اِنَّ الْقَتْلَ قَدِاسْتَحَرَّ (٦٦) يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِالنَّاسِ وَاِنّی اَخْشٰی اَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ فِی الْمَوَاطِنِ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے کہا کہ یمامہ میں لوگوں کا قتل (اور مسلمانوں کی شہادت) بہت ہوئی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ مختلف مواقع میں قرآن کے قاری شہید ہوں گے تو اس طرح قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہوجائے گا۔

جنگ یمامہ مسیلمہ کذّاب کے خلاف لڑی گئی تھی اور اس میں مسلمانوں کی کافی تعداد شہید ہوئی تھی، بعض میں گیارہ سو، بعض روایات میں چودہ سو کی تعداد بتائی گئی ہے جن میں ستّر قرآن شریف کے قاری تھے (٦٧)

حتّٰی وَجَدْتُ من سورة التوبة آيتين مع خُزيمة الانصاريّ، لم اَجِدْهُمَا مع احد غيره

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورۃ توبہ کی دو آیتیں خزیمہ انصاریؓ کے پاس مجھے ملیں جو ان کے علاوہ کسی کے پاس مجھے نہیں ملی تھیں (مراد سورہ توبہ کی آخری دو آیتیں ہیں)

مطلب یہ ہے کہ یہ دو آیتیں لکھی ہوئی ان کے پاس سے ملیں، کسی اور کے پاس لکھی ہوئی نہیں ملیں البتہ یہ آیتیں یاد سب کو تھیں لہٰذا یہ اعتراض کرنا درست نہیں ہوگا کہ قرآن تو متواتر ہے اور یہ آیات ایک آدمی سے ملی ہیں، کیونکہ یہاں تلاش مکتوب کی تھی عام طور سے لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ نفس مکتوب کی تلاش تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہیں اس مکتوب کی تلاش تھی جو نزول آیت کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت کے ذریعے محفوظ کیا تھا۔

تابعہ عثمان بن عمر، و الليث، عن يونس، عن ابن شهاب

یعنی شعیب کی متابعت عثمان بن عمر اور لیث بن سعد نے کی اور "عن یونس عن ابن شہاب" نقل کیا، عثمان کی متابعت امام احمد نے موصولاً نقل کی ہے اور لیث کی متابعت امام بخاریؒ نے فضائل قرآن اور

---

(٦٦) وفی العمدة: ۱۸/ ۲۸۱ "قد استحر: ای اشتد و كثر، علی وزن استفعل من الحر، وذلک ان المكروه يضاف الی الحر، و المحبوب يضاف الی البرد، ومنه المثل: تولی حارها من تولی قارها"

(٦٧) عمدة القاری: ۱۸/ ۲۸۱

کتاب التوحید میں موصولاً نقل کی ہے (۶۸)۔

وقال اللیث : حدثنی عبدالرحمان بن خالد، عن ابن شهاب، وقال : مع ابی خزیمة الانصاری

لیث بن سعد نے عبدالرحمن بن خالد سے بھی یہ روایت نقل کی ہے اور یونس بن یزید سے بھی لیکن عبدالرحمن بن خالد کے طریق میں "خزیمۃ الانصاری" کے بجائے "ابوخزیمۃ الانصاری" ہے، لیث بن سعد کی یہ تعلیق ابوالقاسم بَغَوی نے "معجم الصحابہ" میں موصولاً نقل کی ہے (۶۹)۔

وقال موسیٰ عن ابراهیم: حدثنا ابن شهاب: مع ابی خُزیمة

موسیٰ بن اسماعیل نے ابراہیم بن سعد سے یہ روایت نقل کی ہے اور اس میں بھی "خُزَیمَة" کے بجائے "ابی خُزیمة" ہے، یہ تعلیق امام بخاریؒ نے "فضائل قرآن" میں موصولاً نقل کی ہے (۷۰)۔

وتابعه یعقوب بن ابراهیم، عن ابیه

یعنی موسیٰ بن اسماعیل کی متابعت یعقوب بن ابراہیم نے کی ہے، یہ متابعت ابوبکر بن ابی داؤد نے "کتاب المصاحف" میں موصولاً نقل کی ہے (۷۱)

وقال ابوثابت: حدثنا ابراهیم وقال: مع خزیمة او مع ابی خزیمة

ابوثابت محمد بن عبیداللہ مدنی نے بھی ابراہیم سے یہ روایت نقل کی ہے اور اس میں "خزیمۃ" اور "ابی خزیمۃ" کو شک کے ساتھ ذکر کیا ہے، ابوثابت کی یہ تعلیق امام بخاریؒ نے کتاب الاحکام میں موصولاً نقل کی ہے (۷۲)۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ابراہیم بن سعد سے روایت کرنے والوں میں اختلاف ہے، بعض "مع خزیمۃ" نقل کرتے ہیں اور بعض "مع ابی خزیمۃ" ذکر کرتے ہیں۔

---

(۶۸) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۸۲ وفتح الباری: ۸/ ۳۴۵

(۶۹) فتح الباری: ۸/ ۳۴۵ وعمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۸۲

(۷۰) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۸۲ وفتح الباری: ۸/ ۳۴۵

(۷۱) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۸۲ وفتح الباری: ۸/ ۳۴۵

(۷۲) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۸۳ وفتح الباری: ۸/ ۳۴۵

دو صحابی ہیں ایک حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ جو ذوالشہادتین سے مشہور ہیں جن کی گواہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو گواہوں کے برابر قرار دیدی تھی، یہ حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ صفین میں شہید ہوئے ہیں (۷۳)۔

اور دوسرے صحابی حضرت ابوخزیمہ بن اوس بن زیدؓ ہیں، یہ جنگِ بدر میں شریک رہے ہیں اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں ان کی وفات ہوئی ہے (۷۴)۔

سورۃ توبہ کی یہ آخری دو آیات حضرت خزیمہ کے پاس سے ملیں یا ابوخزیمہ کے پاس سے؟ اس سلسلہ میں روایات میں اختلاف ہے، حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ سورۃ توبہ کی مذکورہ آیات حضرت ابو خزیمہ کے پاس سے ملیں اور سورۃ احزاب کی آیت حضرت خزیمہؓ سے ملی (۷۵)۔

جمع قرآن کے متعلق تفصیلی بحث فضائل قرآن میں انشاء اللہ آئے گی۔

١٧٠ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ يُونُسَ .

وَقَالَ آبْنُ عَبَّاسٍ: «فَآخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ» /٢٤/ : فَنَبَتَ بِالْمَاءِ مِنْ كُلِّ لَوْنٍ. «قَالُوا آتَّخَذَ آللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ هُوَ الْغَنِيُّ» /٦٨/ .

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ : «أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ» /٢/ : مُحَمَّدٌ ﷺ ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ : خَيْرٌ .

يُقَالُ : «تِلْكَ آيَاتُ» /١/ : يَعْنِي هٰذِهِ أَعْلَامُ الْقُرْآنِ ، وَمِثْلُهُ : «حَتَّى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ» /٢٢/ : الْمَعْنَى بِكُمْ . «دَعْوَاهُمْ» /١٠/ : دُعَاؤُهُمْ . «أُحِيطَ بِهِمْ» /٢٢/ : دَنَوْا مِنَ الْهَلَكَةِ . «أَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ» /البقرة: ٨١/ . «فَأَتْبَعَهُمْ» /٩٠/ : وَاتَّبَعَهُمْ وَاحِدٌ . «عَدْوًا» /٩٠/ : مِنَ الْعُدْوَانِ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «وَلَوْ يُعَجِّلُ آللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ آسْتِعْجَالَهُمْ بِآلْخَيْرِ» قَوْلُ الْإِنْسَانِ لِوَلَدِهِ وَمَالِهِ إِذَا غَضِبَ : اللّٰهُمَّ لَا تُبَارِكْ فِيهِ وَالْعَنْهُ «لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ» /١١/ : لَأُهْلِكَ مَنْ دُعِيَ عَلَيْهِ

---

(۷۳) دیکھئے الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۱/۴۲۶ رقم الترجمۃ: ۲۲۵۲

(۷۴) عمدۃ القاری: ۱۸/۲۸۲

(۷۵) فتح الباری: ۸/۳۴۵

وَلَأَمَانَهُ . «لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الحُسْنَى» مِثْلُهَا حُسْنَىٰ «وَزِيَادَةٌ» /٢٦/ : مَغْفِرَةٌ . «الْكِبْرِيَاءُ» /٧٨/ : المُلْكُ .

سورۂ یونس

وقال ابن عباس: فَاخْتَلَطَ: فَنَبَتَ بِالماء من كُلِّ لَوْنٍ

آیت کریمہ میں ہے ”اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کَمَاءٍ اَنْزَلْنَاہُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِہٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ“ فَاخْتَلَطَ کی تفسیر کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پانی کے ذریعہ مختلف انواع کے پھول اور گھاس پیدا فرمائے، یہ تعلیق ابن جریر نے موصولاً نقل کی ہے (۷۶)

قالوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا سُبْحَانَہٗ ھُوَ الْغَنِیُّ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی آیت تو ذکر کی لیکن آگے کچھ ذکر نہیں کیا، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ توحید کے متعلق کوئی روایت نقل کرنا چاہتے تھے لیکن انہیں موقع نہیں ملا اور بیاض رہ گئی (۷۷)۔

وقال زید بن اسلم: اَنَّ لَھُمْ قَدَمَ صِدْقٍ: مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم، وقال مجاھد: خَیْرٌ

آیت کریمہ میں ہے ”اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَا اِلٰی رَجُلٍ مِّنْھُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنَّ لَھُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّھِمْ قَالَ الْکَافِرُوْنَ اِنَّ ھٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ“ ”کیا ان (مکہ کے) لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کو (احکامِ خداوندی کی خلاف ورزی کرنے پر) ڈرائے اور جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوشخبری سنائے کہ ان کے رب کے پاس (پہنچ کر) ان کو پورا مرتبہ ملے گا، کافر کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ) یہ شخص تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے۔“

یہاں ”قَدَمَ صِدْقٍ“ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یہ تفسیر زید بن اسلم کی ہے اور

---

(۷۶) عمدة القاری: ۱۸/ ۳۸۴

(۷۷) فتح الباری: ۸/ ۳۳۶

مجاہد نے فرمایا ”قَدَمَ صِدْقٍ“ سے مراد خیر ہے، زید بن اسلم کی تعلیق ابن جریر نے موصولاً نقل کی ہے (۷۸) اور مجاہد کی تعلیق کو فریابی نے موصولاً نقل کیا ہے (۷۹) ابن جریر نے مجاہدؒ کے قول کو راجح قرار دیا ہے (۸۰) علامہ زمخشری نے فرمایا کہ ”قدم صدق“ سے مراد فضیلت ہے (۸۱)۔

یقال: تِلْکَ آیاتٌ: یعنی هَذِهِ اَعْلَامُ القرآن

آیت میں ہے ”الٓرٰ تِلْکَ آیَاتُ الْکِتَابِ الْحَکِیْمِ“ یہاں بظاہر اشکال ہوتا ہے کہ ”تلک“ کیوں استعمال کیا گیا اس لئے کہ یہ تو بعید کے لئے استعمال ہوتا ہے اور آیات قریب ہیں، اس کے متعلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ تلک ”ھذہ“ کے معنی میں ہے اور آیات اعلام کے معنی میں ہیں اور الکتاب سے قرآن حکیم مراد ہے۔ رہا سوال کہ بعید کا صیغہ قریب کے لئے کیوں استعمال کیا گیا، اس کی وجہ اصل میں یہ ہے کہ بعض اوقات بعد رتبی کو بعد مکانی کے درجے میں اتار لیا جاتا ہے اور پھر بعد مکانی کے لئے جو صیغہ استعمال کیا جاتا ہے وہ قریب کے لئے استعمال کرلیا جاتا ہے، اسی طرح یہاں بھی ہوا ہے کہ یہ آیات اگرچہ مکاناً قریب ہیں مگر رتبہ اور مقام کے اعتبار سے یہ بعید ہیں، ان کا رتبہ بہت بلند اور اونچا ہے، آگے امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اس آیت میں بھی ہوا ہے (۸۲) ”حَتّٰی اِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْکِ وَجَرَیْنَ بِهِمْ“ اس آیت میں ”بھم“ ”بکم“ کے معنی میں ہے کیونکہ ”اِذَا کُنْتُمْ“ میں صیغۂ خطاب ہے، آگے پھر غائب کی ضمیر لے آئے، اہلِ معانی کے ہاں اس طرح کے تصرفات کلام میں درست ہیں ان کو اِلتفات کہا جاتا ہے اور کسی خاص نکتہ کے پیشِ نظر اس قسم کے تصرفات کلام میں کئے جاتے ہیں۔

اُحِیْطَ بِهِمْ: دَنَوْا مِنَ الْهَلَکَةِ، اَحَاطَتْ بِهِ خَطِیْئَتُهُ

آیت کریمہ میں ہے ”وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ“ ”اور ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ (بری طرح) وہ گھر

---

(۷۸) عمدۃ القاری: ۱۸ / ۲۸۳

(۷۹) فتح الباری: ۸ / ۳۳۶

(۸۰) فتح الباری: ۸ / ۳۳۶ و عمدۃ القاری: ۱۸ / ۲۸۳

(۸۱) وفی الکشاف: ۲ / ۳۲۷ ”ای سابقة وفضلا ومنزلة رفیعة“

(۸۲) وفی لامع الدراری: ۹ / ۱۰۲ ”ومثله فی وضع اللفظة موضع اخری قوله تعالیٰ: ”حتی اذا کنتم“، فالتشبیه انما هو فی وضع الکلمة مقام اخری“ وفی العمدة: ۱۸ / ۲۸۳ ”وجه المماثلة بینهما هو أنّ ”تلک“ بمعنی ”هذه“ فکذلک قوله: بهم، بمعنی بکم، حیث صُرِف الکلام عن الخطاب الی الغیبة، کما ان فی الاول صرف اسم الاشارة عن الغائب الی الحاضر“

گئے " ابوعبیدہ" احیط بھم کی تفسیر دنوامن الھلکۃ سے کرتے ہیں یعنی ہلاکت و بربادی کے قریب آگئے، جیسے کہ ایک اور آیت کریمہ میں ہے "بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْئَتُهٗ" اس میں احاطت بہ خَطِیْئَتُهٗ کے معنی ہیں گناہوں نے اس کو سب طرف سے گھیر لیا،

دُنَوْا: کو بضم الدال مجہول پڑھنا بھی درست ہے جو اصل میں دنِیُوا تھا، یا کا ضمہ نقل کرکے ماقبل نون کو دے دیا اور اجتماع ساکنین کی وجہ سے یا کو حذف کیا۔

فَاَتْبَعَهُمْ وَاتَّبَعَهُمْ واحد

آیت کریمہ میں ہے "وَجَاوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا" "اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کردیا اور فرعون اور اس کے لشکر نے ان کا پیچھا کیا شرارت اور ظلم کے ارادہ سے" فرماتے ہیں کہ آیت میں اِتَّبَعَهُمْ (بکسر الھمزۃ وتشدید التاء) از باب افتعال جو حضرت حسن بصریؒ کی قراءت ہے اور اَتْبَعَهم (بفتح الھمزۃ وسکون التاء) جو معروف قراءت جمہور کی ہے، دونوں کے معنی ایک ہیں۔

وقال مجاهد: يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ

مجاہدؒ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد غصہ کے وقت آدمی کا اپنی اولاد اور اپنے مال کے متعلق یہ کہنا ہے کہ اے اللہ! اس میں برکت نہ فرما اور اسے اپنی رحمت سے دور کردے تو اس طرح انسان اس کے لئے شر کو طلب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ انسان کو شر اور نقصان اس کی بددعاؤں کی وجہ سے اتنی جلد پہنچا دے جتنی جلد کہ وہ بھلائی پہونچنے کی خواہش رکھتے ہیں تو ان کی عمر ختم کردی جائے (اور اللہ تعالیٰ اولاد کو بھی ہلاک کردیں اور مال کو بھی جس کے لئے بددعا کی گئی ہے) لیکن انسان اس طرح بددعائیں کرتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم کی وجہ سے انسان کی ان بددعاؤں کو قبول نہیں فرماتے اس طرح اس کی اولاد اور مال کو باقی اور برقرار رکھتے ہیں۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى: مِثْلُهَا حُسْنٰى، وَزِيَادَةٌ: مَغْفِرَةٌ وَرِضْوَانٌ، وقال غيره: النَّظَرُ اِلٰى وَجْهِهٖ

آیت میں ہے ”لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ“ یعنی ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اچھے اعمال کئے جو اجر ہوگا وہ اس حسنیٰ مثل بہترین اور اچھا ہوگا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”مِثْلُهَا“ کے بعد پھر ”حُسْنَىٰ“ کا اضافہ کیا ہے حالانکہ ”حُسْنَىٰ“ کی تفسیر ”مثلها“ سے ہوگئی تھی تو یہ اضافہ اس بات کو بتلانے کے لئے ہے کہ آیت میں ”وزیادة“ کا عطف ”الحُسْنَىٰ“ پر ہے (۸۳) اور اس ”زِیادة“ کی ایک تفسیر تو یہ ہے کہ حسنیٰ کے ساتھ مغفرت عطا ہوگی اور اللہ کی رضامندی نصیب ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ اس سے جنت عدن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی زیارت اور رؤیت مراد ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے تضعیف اجر مراد ہے اور بھی اقوال ہیں ”وقال غیرہ“ کی ضمیر مجاہدؒ کی طرف راجع ہے مجاہد کے غیر سے مراد حضرت قتادہؒ ہیں (۸۴) ۔

١٧١ – باب : «وَجاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدْوًا حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ» /٩٠/ .

«نُنَجِّيكَ» /٩٢/ : نُلْقِيكَ عَلَى نَجْوَةٍ مِنَ الْأَرْضِ ، وَهُوَ النَّشَزُ : الْمَكَانُ الْمُرْتَفِعُ .

٤٤٠٣ : حدَّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ ، وَالْيَهُودُ تَصُومُ عَاشُورَاءَ ، فَقَالُوا : هٰذَا يَوْمٌ ظَهَرَ فِيهِ مُوسَى عَلَى فِرْعَوْنَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَصْحَابِهِ : (أَنْتُمْ أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْهُمْ ، فَصُومُوا) . [ر : ١٩٠٠]

کیا فرعون کا ایمان لانا معتبر تھا؟

فرعون کا ایمان لانا معتبر ہے یا نہیں، ابوبکر باقلانیؒ، بعض حنابلہ، صوفیاء میں شیخ اکبرؒ، ملا جامی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ فرعون کا یہ ایمان لانا معتبر ہے، شیخ اکبر نے ”فتوحات“ میں اس پر بڑی تفصیلی بحث کی ہے اور فرعون کو مومن اور اس کی موت کو شہادت ثابت کرنے کی

---

(۸۳) وفی اللامع: ۹/ ۱۰۳ فقوله: حسنی بعد قوله: مثلها اما بیان للضمیر المجرور او تمییز عن نسبة المثل الی ضمیره“

(۸۴) عمدة القاری: ۸/ ۲۸۵

کوشش کی ہے (۸۵)۔

اس پر علماء نے ان کے خلاف لکھا اور ان پر سخت اعتراضات کئے بعض لوگوں نے ان کی حمایت بھی کی، علامہ جلال دوانی نے شیخ اکبر کی تائید میں اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بھی لکھا (۸۶)۔

لیکن فرعون کے ایمان کا قول تمام نصوص اور آیات کے ظاہر کے خلاف ہے، فرعون حالت غرغرہ میں ایمان لایا تھا اور ایسی حالت میں ایمان لانا معتبر نہیں ہے، قرآن کی کئی آیات میں اس کی تصریح ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے "وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ، قَالَ اِنِّي تُبْتُ الْاٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ" النساء/۱۸

ایک دوسری آیت ہے "فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ، وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ، فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا (المومن/۸۴ و ۸۵) "

اسی طرح امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی ہے "اِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ توبة العبد مالم يُغَرْغِرْ " (۸۷)

اس کے علاوہ قرآن مجید نے اس موقع پر بھی فرعون سے خطاب کرکے ارشاد فرمایا "آلْاٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ مِنْ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ "

یہ تمام نصوص اس بات پر صراحتاً دلالت کررہی ہیں کہ فرعون کا ایمان معتبر نہیں ہے اور یہی محققین اور جمہور امت کا قول ہے۔

علامہ محمد بن عبدالرسول برزنجی اپنی مجلس میں علانیہ فرعون کے ایمان کا ذکر فرمایا کرتے تھے، علامہ حسن بن احمد باختر نے ان سے ملاقات کی اور کہا کہ آپ فرعون کے مومن ہونے کی بات کرتے ہیں، یہ مناسب نہیں ہے، دلائل اس کے ایمان کی تردید کررہے ہیں لیکن علامہ برزنجی قائل نہیں ہوئے، ایک دن جب یہ آئے تو علامہ حسن باختر نے کہا "السلام علیک یا اخا فرعون ! یہ سن کر وہ بہت کبیدہ خاطر اور غمگین ہوئے اور لوگوں سے جاکر کہنے لگے کہ حسن باختر نے مجھے "اخو فرعون" کہا ہے، لوگوں کو بھی بڑا تعجب ہوا کہ اتنے بڑے آدمی نے ایسی زیادتی کیوں کی، لوگ علامہ باختر کے پاس آئے اور ان سے اس سلسلہ میں پوچھا تو انہوں نے کہا اس میں زیادتی کی کیا بات ہے وہ کہتے ہیں فرعون مومن تھا اور قرآن مجید نے کہا

---

(۸۵) دیکھیے روح المعانی، الجزء العاشر: ۱۸۵-۱۸۶

(۸۶) وقد انتصر له بعض الناس، ومنهم في المشهور الجلال الدواني، وله رسالة في ذلك اتى فيها بما لا يعد شيئا عند أصاغر الطلبة، لكن في تاريخ حلب للفاضل الحلبي.... انها ليست للجلال، وانما هي لرجل يسمى محمد بن هلال النحوي القزويني، وشنع عليه، وقال: انما مثله مثل رجل خامل الذكر، لما قدم مكة بال في زمزم ليشتهر بين الناس، وفي المثل، خَالِفْ تُعْرَفْ (وانظر روح المعاني: ۱۰/ ۱۸۷-۱۸۶)

(۸۷) سنن الترمذي: كتاب الدعوات، باب في فضل التوبة والاستغفار، رقم الحديث: ۳۵۳۷

ہے "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ" یہ سن کر سب خاموش ہوگئے (۸۸)۔

یہ بات تو اپنی جگہ بے غبار ہے کہ فرعون کا ایمان معتبر نہیں اور وہ بروقت ایمان نہیں لایا، شرحِ مواقف میں یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ فرعون کا ایمان نہ لانا درحقیقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے حامیوں کے حق میں بددعا کی تھی "وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ" اعتراض یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام تو دعوہ الی الایمان کے لئے بھیجے گئے تھے، پھر انہوں نے یہ دعا کیوں کہ یہ تو رِضابالکفر ہے اور رِضا بالکفر خود کفر ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر نبی ہیں، انبیاء کے معصوم ہونے پر اجماعِ اُمت ہے۔

حسن چلپی نے حاشیہ شرح مواقف میں اس اعتراض کا جواب دیا کہ رضابالکفر علی وجہ الاستحسان ہو تو کفر ہے، علی وجہ الاستقباح کفر نہیں ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا بھی اسی قبیل سے تھی، یہ دعا اس لئے تھی کہ فرعون کا ظلم، عدوان اور سرکشی حد سے بڑھی ہوئی تھی (۸۹)۔

نُنَجِّيْكَ: نُلْقِيْكَ عَلٰى نَجْوَةٍ مِنَ الْاَرْضِ، وَهُوَ النَّشَزُ: الْمَكَانُ الْمُرْتَفِعُ

آیت میں ہے "فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً" بنی اسرائیل کو شبہ تھا کہ فرعون مرا بھی یا نہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کی لاش کو سمندر میں سے اچھال کر زمین کے ایک اونچے ٹیلے پر پہنچا دیا، وہاں وہ مرا ہوا پڑا تھا، ناک ٹیڑھی ہوگئی تھی اور منہ کی ہیئت اور شکل بگڑ کر مسخ ہوگئی تھی، بنی اسرائیل نے جب دیکھا کہ فرعون اپنے انجام کو پہنچ گیا ہے تو پھر انہیں اطمینان ہوا۔ نجوۃ کے معنی بیان کئے: اونچی جگہ، ٹیلہ، اسی کو "نشز" بھی کہتے ہیں پھر "نَشَز" کی تفسیر "المکان المرتفع" سے کی۔

مشہور یہ ہے کہ فرعون کی لاش آج تک قاہرہ کے عجائب گھر میں محفوظ ہے مگر یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ وہی فرعون ہے جس کا مقابلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا تھا یا کوئی دوسرا فرعون ہے کیونکہ لفظ فرعون کسی ایک شخص کا نام نہیں، اس زمانہ میں مصر کے ہر بادشاہ کو فرعون کا نام دیا جاتا تھا۔

---

(۸۸) محمد بن عبدالرسول: له علم بالتفسیر والادب، من فقهاء الشافعیة ولد، وتعلم بشهر زور، واستقر فی المدینة، وتوفی بها سنة: ۱۱۰۳ (وانظر الاعلام للزرکلی: ۶/۲۰۳ ـ ۲۰۴)، والبرزنجی: منسوب الی برزنج مدینة من نواحی اران بینها وبین برذعة ثمانیة عشر فرسخا۔ (وانظر تعلیقات الانساب: ۱/۳۱۸)

(۸۹) وفی حاشیة برخوردار: "... والاصح انه لایکفر بالرضا بکفر الغیر، ان کان لایحب الکفر، ولایستحسنه" (وانظر حاشیة برخوردار علی هامش النبراس: ۲۶۸)

مگر کچھ عجب نہیں کہ قدرت نے جس طرح غرق شدہ لاش کو عبرت کے لئے کنارہ پر ڈال دیا تھا اسی طرح آئندہ نسلوں کی عبرت کے لئے اس کو گلنے سڑنے سے بھی محفوظ رکھا ہو اور اب تک موجود ہو (۹۰)۔

اس فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان لکھا ہے (۹۱)۔

١٧٢ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ هُودٍ .

قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «عَصِيبٌ» /٧٧/ : شديد . «لَا جَرَمَ» /٢٢/ : بَلَى .

وَقالَ غَيْرُهُ : «وَحاقَ» /٨/ : نَزَلَ ، «يَحِيقُ» /فاطر: ٤٣/ : يَنْزِلُ . «يَؤُوسٌ» /٩/ : فَعُولٌ مِنْ يَئِسْتُ .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «تَبْتَئِسْ» /٣٦/ : تَحْزَنْ . «يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ» شَكٌّ وَٱمْتِرَاءٌ في الحَقِّ «لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ» /٥/ : مِنَ ٱللهِ إِنِ ٱسْتَطَاعُوا .

وَقالَ أَبُو مَيْسَرَةَ : الْأَوَّاهُ الرَّحِيمُ بِالحَبَشِيَّةِ .

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «بَادِيَ الرَّأْيِ» /٢٧/ : ما ظَهَرَ لَنَا .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «الجُودِيِّ» /٤٤/ : جَبَلٌ بِالجَزِيرَةِ .

وَقالَ الحَسَنُ : «إِنَّكَ لَأَنْتَ الحَلِيمُ» /٨٧/ : يَسْتَهْزِئُونَ بِهِ .

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «أَقْلِعِي» /٤٤/ : أَمْسِكِي . «وَفارَ التَّنُّورُ» /٤٠/ : نَبَعَ المَاءُ ، وَقالَ عِكْرِمَةُ : وَجْهُ الأَرْضِ .

---

(۹۰) دیکھیے معارف القرآن: ۴/ ۵٦٤

(۹۱) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۸۵

سورۃ هود (*)

عَصِيبٌ: شَدِيدٌ

آیت کریمہ میں ہے "وَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ" "آج کا دن سخت ہے بھاری ہے" حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ عصیب کے معنی ہیں شدید یعنی سخت ۔

لَا جَرَمَ: بَلٰى

آیت میں ہے "لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ" حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ "لاجرم" بمعنی "بلیٰ" ہے یعنی کیوں نہیں، ضرور (۱)

وقال غیرہ: وَحَاقَ: نزل، يَحِيقُ: ينزل

آیت کریمہ میں ہے "وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ" اور جس چیز کے ساتھ یہ لوگ استہزاء کررہے تھے وہ ان کو گھیر لے گا یعنی ان پر اتر پڑے گا، عکرمہ کے غیر یعنی ابوعبیدہؒ نے کہا حاق بمعنی نزل ہے یعنی اتر پڑا یحیق: اترتا ہے، یہ لفظ سورۃ فاطر میں ہے "وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ" اور بری تدبیروں کا وبال ان تدبیر والوں ہی پر پڑتا ہے ۔

(*) یہاں بخاری کے نسخوں میں الفاظ کی تحقیق کی ترتیب میں اختلاف ہے، ہم نے اپنے متن کے نسخے کی ترتیب کے مطابق الفاظ کی تحقیق کی ہے ۔

(۱) وفی العمدة : ۱۸ / ۲۸۷ "لاجرم: کلمة کانت فی الاصل بمنزلة لابد، لامحالة، فجرت علی ذلک و کثرت حتی تحولت الی معنی القسم وصارت بمنزلة حقا، فلذلک یجاب عنه باللام، کما یجاب بها عن القسم، الاتراهم یقولون : لاجرم لَآتِيَنَّكَ، ویقال : جرم فعل عند البصریین، واسم عند الکوفیین، فاذا کان اسما یکون بمعنی حقا، ومعنی الآیة : حقا انهم فی الآخرة هم الاخسرون، وعلی قول البصریین لا رد لقول الکفار، وجرم معناه عندهم : کسب ای کسب کفرهم الخسارة فی الآخرة" وفی المفردات للراغب : ۹۲ "ومعنی جرم : کسب او جنی.... وقیل جرم و جرم بمعنی لکن خص بهذا الموضع جرم، کما خص عمر بالقسم وان کان عمر وعمر بمعنی.... وقد قیل فی ذلک اقوال اکثرها لیس بمرتضی عند التحقیق.... لاجرم قیل : ان "لا" یتناول محذوفا، نحو لا فی قوله : "لااقسم"

يَؤُوْسٌ: فَعول من يَئِسْتُ

آیت کریمہ میں ہے "لَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ اِنَّهٗ لَيَؤُوْسٌ كَفُوْرٌ" "اور اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھا کر اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ ناامید اور ناشکرا ہوجاتا ہے" فرماتے ہیں کہ آیت میں يَؤُوْسٌ فعول کے وزن پر ہے اور يئستُ سے ماخوذ ہے بمعنی ناامید ہونا۔

وقال مجاهد: تَبْتَئِسْ: تحزن

آیت کریمہ میں ہے "فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ" "پھر تم کچھ غم نہ کرو جو کچھ وہ کررہے ہیں" مجاہد نے بیان کیا کہ آیت میں تَبْتَئِسْ کے معنی ہیں تَحْزَنُ، لَاتَبْتَئِسْ ای لَاتَحْزَنْ: غم نہ کر۔

وقال ابو میسرة: اَلْاَوَّاهُ: اَلرَّحِيْمُ بِالْحَبَشِيَّةِ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُنِيْبٌ" ابومیسرہ عمرو بن شُرَحْبِیل فرماتے ہیں کہ "اَوَّاہ" حبشی زبان میں مہربان اور رحم دل کو کہتے ہیں۔

وقال ابن عباس: بَادِيَ الرَّأْىُ: مَا ظَهَرَ لَنَا

آیت کریمہ میں ہے "هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ" "وہ لوگ ہم سے رذیل ہیں سرسری نظر میں" حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ بَادِيَ الرَّأْى کے معنی ہیں "مَاظهرلنا" جو ہمارے سامنے بالکل ظاہر ہے، عیاں ہے۔

وقال مجاهد: اَلْجُوْدِيُّ: جَبَلٌ بِالْجَزِيْرَةِ

آیت کریمہ میں ہے وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ "اور کشتی جودی پہاڑ پر آٹھہری" مجاہد فرماتے ہیں کہ جودی جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے (جو ملک شام میں مَوصِل کے قریب دَجلہ و فُرات کے درمیان ہے)۔

وقال الجسن: اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ: يَسْتَهْزِئُوْنَ بِهٖ

"اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدِ" حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ کفار بطور استہزاء یہ جملہ حضرت

شعیب علیہ السلام سے کہا کرتے تھے۔

وقال ابن عباس: اَقْلِعِیْ: اَمْسِکِیْ

آیت کریمہ میں ہے "وَقِیْلَ یٰاَرْضُ ابْلَعِیْ مَاءَکِ وَیٰسَمَاءُ اَقْلِعِیْ" "اور حکم ہوگیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان (برسنے سے) تھم جا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اقلعی کے معنی ہیں رک جا، تھم جا۔

وَفَارَ التَّنُّوْرُ: نَبَعَ الْمَاءُ، قال عکرمة: وَجْهُ الْاَرْضِ

"حَتّٰی اِذَا جَاءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ" فرماتے ہیں کہ فَارَ التَّنُّوْرُ کے معنی ہیں پانی کا ابلنا، عکرمہ فرماتے ہیں کہ تنور سے سطح زمین مراد ہے یعنی سطح زمین سے پانی ابلنا شروع ہوا۔

بعض حضرات نے یہاں تنور سے معروف معنی مراد لئے ہیں اور کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا تنور مقام "عین وَرْدَہ" ملک شام میں تھا، وہ مراد ہے اس سے پانی نکلنے لگا (۲)۔

بعض نے کہا حضرت آدم علیہ السلام کا اصل تنور کوفہ میں تھا، وہ مراد ہے (۳) اور بھی اقوال ہیں۔

۱۷۳ - باب: «أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ» /٥/.

٤٤٠٤/٤٤٠٦: حدّثنا الحَسَنُ بْنُ محمَّدِ بْنِ صَبَّاحٍ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قالَ: قالَ ٱبْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي محمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ: أَنَّهُ سَمِعَ ٱبْنَ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ: «أَلَا إِنَّهُمْ تَثْنَوْنِي صُدُورُهُمْ». قالَ: سَأَلْتُهُ عَنْهَا. فَقَالَ: أُنَاسٌ كانُوا يَسْتَحْيُونَ أَنْ يَتَخَلَّوْا فَيُفْضُوا إِلَى السَّمَاءِ، وَأَنْ يُجَامِعُوا نِسَاءَهُمْ فَيُفْضُوا إِلَى السَّمَاءِ، فَنَزَلَ ذٰلِكَ فِيهِمْ.

---

(۲) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۸۹

(۳) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۸۸

(۴۴۰۴) اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر، باب "الا انهم یثنون صدورهم" رقم الحدیث: ۴۴۰۴، ۴۴۰۵۔ ۴۴۰۶، وهذا الحدیث لم یخرجه احد من اصحاب الستة سوی البخاری

(٤٤٠٥) : حدَّثني إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنِ ٱبْنِ جُرَيْجٍ . وَأَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ ٱبْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ : أَنَّ ٱبْنَ عَبَّاسٍ قَرَأَ : «أَلَا إِنَّهُمْ تَثْنَوْنِي صُدُورُهُمْ» . قُلْتُ : يَا أَبَا الْعَبَّاسِ ما تَثْنَوْنِي صُدُورُهُمْ ؟ قالَ : كانَ الرَّجُلُ يُجَامِعُ ٱمْرَأَتَهُ فَيَسْتَحِي ، أَوْ يَتَخَلَّى فَيَسْتَحِي ، فَنَزَلَتْ : «أَلَا إِنَّهُمْ تَثْنَوْنِي صُدُورُهُمْ» .

(٤٤٠٦) : حدَّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا عَمْرٌو قالَ : قَرَأَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ» . وَقَالَ غَيْرُهُ : عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ : «يَسْتَغْشُونَ» يُغَطُّونَ رُؤُوسَهُمْ .

«سِيءَ بِهِمْ» سَاءَ ظَنُّهُ بِقَوْمِهِ «وَضَاقَ بِهِمْ» /٧٧/ : بِأَضْيَافِهِ . «بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ» /٨١/ : بِسَوَادٍ . وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «أُنِيبُ» /٨٨/ : أَرْجِعُ .

اس آیت کریمہ کی مختلف شان نزول بیان کی گئی ہیں ، یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے ، جس کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ میں سے بعض حضرات پر حیا کا اس قدر غلبہ ہوا کہ استنجاء یا جماع وغیرہ ضروریاتِ بشری کے وقت بدن کے کسی حصہ کو برہنہ کرنے سے شرماتے تھے کہ اللہ جل شانہ ان کو دیکھ رہا ہے جس کی وجہ سے وہ جھکے جاتے اور شرمگاہ کو چھپانے کے لئے سینہ کو دہرا کئے دیتے تھے اور اوپر سے چادر یا کپڑا ڈال لیتے تاکہ اللہ کے سامنے کشفِ عورت نہ ہونے پائے ، اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے تکلفات کو اختیار کرنے سے منع فرمایا چنانچہ آیت میں ارشاد ہے۔

”سن لو! وہ لوگ اپنے سینوں کو دہرا کئے دیتے ہیں (اور اوپر سے کپڑا ڈالتے ہیں) تاکہ اللہ سے چھپ جائیں ، سن لو! جب یہ کپڑوں سے اپنے آپ کو ڈھانپتے ہیں اللہ ان کے چھپے کو بھی جانتا ہے اور کھلے کو بھی ، وہ تو ان رازوں سے بھی واقف ہے جو دلوں کے اندر ہیں۔۔“

مطلب یہ ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ سے کسی وقت اور کسی حال میں بھی نہیں چھپ سکتا تو پھر ضروریاتِ بشریہ کے متعلق اس قدر غلو اور اس طرح تکلفات سے کام لینا درست نہیں ہے۔

اس تفسیر کے مطابق تو یہ آیت مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن دوسرے بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت کفار اور مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے ، کفار اور مشرکین کا رویہ یہ تھا کہ وہ آپؐ کی کسی بات کو سننے کے لئے تیار نہ تھے ، جب آپ کو دور سے آتے دیکھتے تو سینے کا رخ پھیر لیتے یا کپڑے کی اوٹ میں منہ چھپا لیتے یا تمسخر کے طور پر اپنے سروں اور سینوں کو نیچے جھکا لیتے ، اسی

طرح مسلمانوں کے خلاف کفار جب منصوبے بناتے تو جھک کر اور سینوں کو کپڑے میں لپیٹ کر باتیں کرتے تاکہ کہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو علم نہ ہوجائے، اللہ جل شانہ نے آیت کریمہ نازل فرمائی کہ اللہ جل شانہ ان کی سب حرکتوں کو جانتے ہیں حتّٰی کہ ان کے دل کے بھیدوں اور پوشیدہ باتوں سے بھی بخوبی واقف ہیں۔

چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ" کے بعد "شَكٌّ وَامْتِرَاءٌ فِي الْحَقِّ" کا اضافہ کر کے اسی دوسری شانِ نزول کی طرف اشارہ کیا ہے۔ "شک وامتراء" "يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ" کی تفسیر نہیں بلکہ کفار و مشرکین کے اس فعل کے لیے بطورِ علت بیان کیا ہے کہ یہ لوگ اس طرح کی جو حرکتیں کرتے ہیں یہ حق میں شکّ وَامْتَراء کی وجہ سے کرتے ہیں۔

"يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ" وہ اپنے سینوں کو دہرا کئے دیتے ہیں، موڑ دیتے ہیں۔

ثَنيَ الشَّيْئَ: ثنیا: موڑنا، لپیٹنا، باب ضرب سے ہے، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں فرمایا کہ "یثنون صدورهم" یا تو یہ اعراض عن الحق سے کنایہ ہے یعنی وہ مشرکین حق سے منہ پھیرتے ہیں، اعراض کرتے ہیں اور یا اس سے مجازاً اخفاء اور چھپانے کے معنی مراد ہیں یعنی وہ کافر کفریہ باتوں کو اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں اور یا اس سے حقیقی معنی مراد ہیں کہ جب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتے ہیں تو مڑجاتے ہیں (۴)۔ ان تینوں احتمالات کی صورت میں آیت کا تعلق کفار اور مشرکین کے واقعہ سے ہے اور اسی کو علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے راجح قرار دیا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں "والذی یقتضیه السیاق، ویستدعیه ربط الآیات، کون الآیة فی المشرکین" (۵)

كَانُوْا يَسْتَحْيُوْنَ اَنْ يَّتَخَلَّوْا فَيُفْضُوْا اِلَى السَّمَاءِ

(يَتَخَلَّوْا) يَقْضُوْا حَاجَةً فی الخلاء، وهم عراة (فَيُفْضُوْا) فتظهر عورتهم فی الفضاء، لیس بینها وبین السماء حاجز یعنی وہ شرماتے تھے اس بات سے کہ قضائے حاجت کریں پس کھلی فضا اور آسمان کی طرف اپنا ستر کھولیں۔

سِيْءَ بِهِمْ: سَاءَ ظَنُّهٗ بِقَوْمِهٖ وَضَاقَ بِهِمْ: بِاَضْيَافِهٖ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا" "اور جب ہمارے

---

(۴) دیکھیے روح المعانی: ۲۰۹/۱۱ (۵) روح المعانی: ۲۱۰/۱۱

بھیجے ہوئے (فرشتے) لوط (علیہ السلام) کے پاس آئے تو لوطؑ اُن کے آنے کی وجہ سے مغموم ہوئے اور ان کے آنے کے سبب بہت تنگدل ہوئے" (اپنی قوم کی نامعقول حرکت کا خیال کرکے)۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں سِیْئَ بِھِم کے معنی ہیں سَاءَ ظَنُّہُ بِقَوْمِہٖ یعنی حضرت لوطؑ اپنی قوم سے بدگمان ہوئے اور ان مہمانوں کی (آمد کی) وجہ سے
بہت تنگدل ہوئے، یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ کی ہے۔

بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ: بِسَوَادٍ

آیت کریمہ میں ہے "فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ" "پس آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر (یہاں سے باہر) چلے جائیں اور تم میں سے کوئی پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھے" فرماتے ہیں کہ آیت میں بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ سے مراد رات کی سیاہی ہے یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے۔

وقال مجاهد: اُنِيْبُ: اَرْجِعُ

آیت کریمہ میں ہے "وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ" "اور مجھ کو جو کچھ توفیق ہوجاتی ہے، صرف اللہ ہی کی مدد سے ہے، اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں" مجاہد نے بیان کیا کہ آیت میں انیب بمعنی ارجع ہے یعنی میں رجوع کرتا ہوں۔

١٧٤ـ باب : قَوْلِهِ : «وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ» /٧/ .

٤٤٠٧ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ : حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ قَالَ : (قَالَ ٱللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ ،

(۴۴۰۷) واخرجه فی کتاب النفقات، باب فضل النفقة علی الاهل، رقم الحدیث: ۵۳۵۲، (مع الفتح) وفی التوحید، باب لما خلقت بیدی: ۷۴۱۱، (مع الفتح)، وباب، وکان عرشه علی الماء: ۷۴۱۹، (مع الفتح) وباب، ویریدون ان یبدلوا... رقم الحدیث: ۷۴۹۶، (مع الفتح)، واخرجه مسلم فی زکاة، باب الحث علی النفقة وتبشیر المنفق بالخلف، رقم الحدیث: ۹۹۳، واخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ فی التفسیر، باب وکان عرشه علی الماء، رقم الحدیث: ۱۱۲۳۹

وَقالَ : يَدُ اللهِ مَلْأَى لَا تَغِيضُها نَفَقَةٌ ، سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهارَ . وَقالَ : أَرَأَيْتُمْ ما أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّماءَ وَالْأَرْضَ فإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ ما فِي يَدِهِ ، وَكانَ عَرْشُهُ عَلَى الْماءِ ، وَبِيَدِهِ الْمِيزَانُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ) .

[٧٦٠٥ ، ٣٧۴٣ ، ٦٨۴٣ ، ٧٥٠٧]

انفق، انفق علیک

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں تو خرچ کر تو میں بھی تم پر خرچ کروں گا، مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا عوض اور بدل عطا فرماتے ہیں۔

يَدُ اللهِ مَلْأَى، لَا تَغِيضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرپور ہے ، رات دن کا مسلسل خرچ اس میں کمی اور نقصان واقع نہیں کرسکتا۔ غَاضَ ، يَغِيْضُ ، غَيْضاً : کم ہونا، کم کرنا، لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے (۹) سَحَّاء : مسلسل بہنے والا، (۱۰) یہ نَفَقَةٌ کی صفت ہے، اللیل والنہار ظرف ہیں۔

آگے فرمایا، تمہارا کیا خیال ہے ، اللہ تعالیٰ نے جب سے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا اس وقت سے اب تک کتنا خرچ کیا ہوگا لیکن اس مسلسل اور بے حساب خرچ نے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں جو کچھ ہے اسے کم نہیں کیا۔

وکان عرشہ علی الماء

اور اللہ کا عرش پانی پر ہے ، یعنی اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے سمندر ہے جس کی مسافت پانچ سو میل کے برابر ہے ، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے (۱۱) بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد دنیا کا

---

(۹) عمدة القاری : ۱۸/ ۲۹۳

(۱۰) قوله: سحاء ای دائمة الصب والهطل بالعطاء، یقال: سح یسح فهو ساح والمؤنث سحاء وهی فعلاء لا افعل لها، کهطلاء (عمدة القاری : ۱۸/ ۲۹۳)

(۱۱) لم اجد هذه المسافة المذكورة فیما بین یدی من المصادر

سمندر ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے پائے اس زمین کے سمندر میں ہیں (۱۲) اگرچہ وہ نظر نہیں آتے لیکن نظر نہ آنا نہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی، اس کی تفصیلی بحث ان شاء اللہ آگے کتاب التوحید میں آئے گی۔

وَبِيَدِهِ الْمِيْزَانُ يخفض ويرفع

میزان سے یا تو میزان عدل مراد ہے اور یا میزان رزق مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتے ہیں جھکا دیتے ہیں اور جس کے لئے چاہتے ہیں اوپر کردیتے ہیں (۱۳)۔

«اَعْتَرَاكَ» /٥٤/ : اَفْتَعَلَكَ ، مِنْ عَرَوْتُهُ أَيْ أَصَبْتُهُ ، وَمِنْهُ يَعْرُوهُ وَاَعْتَرَانِي . «آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا» /٥٦/ : أَيْ فِي مِلْكِهِ وَسُلْطَانِهِ . «عَنِيدٌ» /٥٩/ : وَعَنُودٌ وَعانِدٌ وَاحِدٌ ، هُوَ تَأْكِيدُ التَّجَبُّرِ . «اَسْتَعْمَرَكُمْ» /٦١/ : جَعَلَكُمْ عُمَّارًا ، أَعْمَرْتُهُ اَلدَّارَ فَهِيَ عُمْرَى جَعَلْتُهَا لَهُ . «نكِرَهُمْ» /٧٠/ : وَأَنْكَرَهُمْ وَاَسْتَنْكَرَهُمْ وَاحِدٌ . «حَمِيدٌ مَجِيدٌ» /٧٣/ : كَأَنَّهُ فَعِيلٌ مِنْ ماجِدٍ ، مَحْمُودٌ مِنْ حَمِدَ . «سِجِّيلٍ» /٨٢/ : الشَّدِيدُ الكَبِيرُ ، سِجِّيلٌ وَسِجِّينٌ ، وَاللَّامُ وَالنُّونُ أُخْتَانِ ، وَقالَ تَمِيمُ بْنُ مُقْبِلٍ :

وَرُجْلَةٍ يَضْرِبُونَ الْبَيْضَ ضَاحِيَةً ضَرْبًا تَوَاصَى بِهِ الْأَبْطَالُ سِجِّينَا

اِعْتَرَاکَ، اِفْتَعَلَکَ مِنْ عَرَوْتُهُ اَیْ اَصَبْتُهُ، وَمِنْهُ یَعْرُوْهُ وَاعْتَرَانِی

آیت میں ہے "اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرَاکَ بَعْضُ اٰلِھَتِنَا بِسُوْٓءٍ" فرماتے ہیں، اس میں اعتراک باب افتعال سے ہے، مجرد میں نصر سے ہے، کہتے ہیں عَرَوْتُهُ: میں نے اس کو مصیبت میں مبتلا کردیا، اسی سے ہے یَعْرُوْهُ اور اِعْتَرَانِي: خلاصہ یہ کہ یہ لفظ نصر اور افتعال دونوں سے ایک ہی معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی پیش آنا، لاحق ہونا، کسی کے پاس سائل بن کر جانا، مبتلائے مصیبت کرنا۔

آخِذٌ بِنَاصِیَتِهَا: اَیْ فِی مِلْکِهٖ وَسُلْطَانِهٖ

"وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" اس میں "آخِذٌ بِنَاصِیَتِهَا" کا

---

(۱۲) قال فی تفسیر فتح البیان: ۳۲۶/۴: و عبارۃ سلیمان الجمل بل ھو فی مکانہ الذی ھو فیہ الآن و ھو مافوق السموات السبع و الماء فی المکان الذی ھو فیہ الآن و ھو ماتحت الارضین السبع

(۱۳) عمدۃ القاری: ۲۹۳/۱۸

مطلب بیان کیا کہ ہر دابہ اللہ تعالیٰ کے قبضے اور اس کی حکومت میں ہے ، کوئی چیز اللہ کے قبضہ اور قدرت سے باہر نہیں ہے ۔

عَنِيْدٌ وَعَنُوْدٌ وَعَانِدٌ وَاحِدٌ وَهُوَ تَاكِيْدُ التَّجَبُّرِ

آیت کریمہ میں ہے وَاتَّبَعُوْا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ "اور وہ لوگ ایسے لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو ظالم اور سرکش تھے " فرماتے ہیں کہ آیت میں عنید ، عاند اور عنود سب کے معنی ایک ہیں یعنی سرکش ، اور یہ تجبّر بمعنی تکبر کی تاکید ہے اور اس کا مبالغہ ہے ۔

اِسْتَعْمَرَكُمْ: جَعَلَكُمْ عُمَّارًا: اَعْمَرْتُهُ الدَّارَ، فَهِيَ عُمْرَى، جَعَلْتُهَا لَهُ

آیت میں ہے "هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ " فرماتے ہیں کہ اس میں اِسْتَعْمَرَكُمْ کے معنی ہیں ، تم کو آباد کیا ، بسایا ، اَعْمَرْتُهُ الدَّارَ فَهِيَ عُمْرَى بولتے ہیں یعنی میں نے وہ گھر اس کو عمر بھر کے لئے دیدیا ، پس وہ عمری ہے ۔

نَكِرَهُمْ وَاَنْكَرَهُمْ وَاسْتَنْكَرَهُمْ وَاحِدٌ

آیت کریمہ میں ہے "فَلَمَّا رَاٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً" "پھر جب دیکھا ابراہیمؑ نے کہ ان (فرشتوں) کے ہاتھ کھانے تک نہیں پہنچ رہے ہیں تو متوحش ہوگئے اور دل میں اُن سے خوفزدہ ہوگئے " فرماتے ہیں کہ ابوعبیدہؒ نے بیان کیا ہے کہ نَكِرَ ثلاثی مجرد اور اَنْكَرَ ثلاثی مزید فیہ اور اِسْتَنْكَرَ باب استفعال سے سب کے ایک معنی ہیں ۔

حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ: كَاَنَّهُ فَعِيْلٌ مِنْ مَاجِدٍ، محمود من حمد

آیت میں ہے "رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهُ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ " اس میں حمید اور مجید دونوں فعیل کے وزن پر ہیں لیکن حمید مفعول کے معنی میں ہے اور مجید فاعل کے معنی میں ہے ۔

سِجِّيْلٌ: اَلشَّدِيْدُ الْكَبِيْرُ، سِجِّيْلٌ وَسِجِّيْنٌ وَاللَّامُ وَالنون اُختان، وقال تميم بن مقبل:

وَرُجْلَةٍ يَضْرِبُوْنَ البَيْضَ ضَاحِيَةً
ضَرْبًا تَوَاصٰى بِهِ الْاَبْطَالُ سِجِّيْنًا (٦)

آیت میں ہے "وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ" اس میں سجیل کے معنی ہیں سخت اور بڑا، سجیل اور سجین دونوں لغت ہیں اور معنی ایک ہیں، لام اور نون دونوں بہنیں ہیں، جیسے تمیم بن مقبل کا شعر ہے، "بہت سے پیدل چلنے والے ایسے ہیں جو چاشت کے وقت ایسی سخت تلواریں مارتے ہیں جس کی بہادر آدمی وصیت کرتے ہیں / یا بہت سے پیدل چلنے والے ایسے ہیں جو خودوں پر ایسی ضربِ شدید لگاتے ہیں جس کی بہادر آدمی وصیت کرتے ہیں۔"

وَرُجْلَةٍ: واو بمعنی رب ہے رجلة: راجل کی جمع ہے: پیدل چلنے والا

البِيْض (باء کے کسرہ کے ساتھ) ابیض کی جمع ہے: سفید تلوار، اور یا یہ باء کے فتحہ کے ساتھ ہے اس وقت یہ بيضة کی جمع ہوگی بمعنی خود (٧)۔

«وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا» /٨٤/: إِلَى أَهْلِ مَدْيَنَ، لِأَنَّ مَدْيَنَ بَلَدٌ. وَمِثْلُهُ «وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ» /يوسف: ٨٢/: وَاسْأَلِ الْعِيرَ، يَعْنِي أَهْلَ الْقَرْيَةِ وَأَصْحَابَ الْعِيرِ.

«وَرَاءَكُمْ ظِهْرِيًّا» /٩٢/: يَقُولُ: لَمْ تَلْتَفِتُوا إِلَيْهِ، وَيُقَالُ إِذَا لَمْ يَقْضِ الرَّجُلُ حاجَتَهُ: ظَهَرْتَ بِحَاجَتِي وَجَعَلْتَنِي ظِهْرِيًّا، وَالظِّهْرِيُّ هَا هُنَا: أَنْ تَأْخُذَ مَعَكَ دَابَّةً أَوْ وِعَاءً تَسْتَظْهِرُ بِهِ. «أَرَاذِلُنَا» /٢٧/: سُقَّاطُنَا. «إِجْرَامِي» /٣٥/: هُوَ مَصْدَرٌ مِنْ أَجْرَمْتُ، وَبَعْضُهُمْ يَقُولُ: جَرَمْتُ. «الْفُلْكُ» /٣٧/: وَالْفَلَكُ وَاحِدٌ، وَهِيَ السَّفِينَةُ وَالسُّفُنُ. «مُجْرَاهَا» /٤١/: مَدْفَعُهَا،

---

(٦) وفى العمدة: ١٨/ ٢٩١ "تميم بن مقبل شاعر مخضرم، ادرک الجاهلية و الاسلام، و البيت المذكور من جملة قصيدته التى ذكر فيها ليلى زوج ابيه، وكان خلف عليها، فلما فرق الاسلام بينهما قال:

طاف الخيال بنا ركبا يمانيا
و دون ليلى عواد لو تعدينا
منهم معروف آيات الكتاب وان
نعتل تكذب ليلى ما تمنينا
فان فينا صبوحا ان اريت به
ركبا بهيا وآلافا ثمانينا
ورجلة يضربون البيض ضاحية
ضربا تواصى به الابطال سجينا"

(٧) عمدة القارى: ١٨/ ٢٩١

وَهُوَ مَصْدَرُ أَجْرَيْتُ ، وَأَرْسَيْتُ : حَبَسْتُ ، وَيُقْرَأُ : «مَرْسَاهَا» مِنْ رَسَتْ هِيَ ، وَ «مَجْرَاهَا» مِنْ جَرَتْ هِيَ . «وَمُجْرِيهَا وَمُرْسِيهَا » مِنْ فُعِلَ بِهَا . «رَاسِيَاتٍ» /سبأ: ۱۳/ : ثَابِتَاتٌ .

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا: اِلٰى اَهْلِ مَدْيَنَ، لِاَنَّ مَدْيَنَ بَلَدٌ، وَمِثْلُهُ وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ وَاسْأَلِ الْعِيْرَ۔

آیت میں ہے کہ مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا یعنی مدین والوں کی طرف مقصد اشارہ کرنا ہے کہ مضاف محذوف ہے) کیونکہ مدین ایک شہر ہے اور اسی طرح وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ اور وَاسْأَلِ الْعِيْرَ ہے یعنی مراد اھل قریہ اور اھل عیر ہے، مطلب یہ ہے کہ ان دونوں مثالوں میں بھی مضاف محذوف ہے عیر بکسر العین قافلہ کو کہتے ہیں اور مدین دراصل حضرت ابراہیمؑ کے ایک بیٹے کا نام ہے جنھوں نے اس لبستی کو آباد کیا اور اپنے نام پر مدین نام رکھا۔

وَرَاءَكُمْ ظِهْرِيًّا، یقول : لَمْ تَلْتَفِتُوا اِلَيْهِ، وَيُقَالُ اِذَا لَمْ يَقْضِ الرَّجُلُ حَاجَتَه: ظَهَرْتَ بِحَاجَتِي، وَجَعَلْتَنِيْ ظِهْرِيًّا

آیت میں ہے "قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاءَكُمْ ظِهْرِيًّا" "اے میری قوم! کیا میری قوم تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں زیادہ عزت رکھنے والی ہے اور تم نے اللہ کو پس پشت ڈال دیا۔" اس کی طرف التفات نہیں کیا، جب کوئی کسی کی حاجت پوری نہ کرے تو ایسے موقع پر عرب کہتے ہیں : ظَهَرْتَ بِحَاجَتِيْ، وَجَعَلْتَنِي ظهريا : یعنی میری حاجت کو پس پشت ڈال دیا اور مجھ کو پس پشت ڈال دیا۔

وَالظِّهْرِيُّ هٰهُنَا: اَنْ تَأْخُذَ مَعَكَ دَابَّةً اَوْ وِعَاءً تَسْتَظْهِرُ بِهِ

اور "ظِهْرِيّ" کا مفہوم یہاں یہ ہے کہ آپ اپنے ساتھ کسی جانور کو یا کسی برتن کو لیں تاکہ اسے آپ بوقت ضرورت مدد حاصل کرسکیں۔

یہ حصہ ابوذر کی روایت میں نہیں ہے اور بظاہر یہی صحیح ہے کیونکہ جو معنی یہاں بیان کئے ہیں آیت میں وہ معنی مراد نہیں ہیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام بخاریؒ بتانا چاہتے ہیں کہ "ظِهْرِيّ" اس معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور "هٰهُنَا" سے سورۃ ہود کی آیت کی طرف اشارہ نہیں ہے بلکہ اس کلام کی طرف اشارہ

ہے جس میں یہ عون اور مدد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی ہماری بول چال اور محاورہ میں یہ لفظ اس معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے (۱۴)۔

اَرَاذِلُنَا: سُقَّاطُنَا

آیت کریمہ میں ہے "وَمَا نَرَاکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّأْیِ" "اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمھارا اتباع اِنھیں لوگوں نے کیا ہے جو ہم میں بالکل رذیل ہیں سرسری نظر میں" فرماتے ہیں کہ اَرَاذِلُنَا سے گرے پڑے نیچ قوم مراد ہیں۔

اِجْرَامِی هُوَ مَصْدَرٌ مِنْ اَجْرَمْتُ وبعضهم يقول جَرَمْتُ

آیت کریمہ میں ہے "قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ" "آپ فرما دیجیے کہ اگر میں نے اس (قرآن) کو خود گھڑا ہے تو مجھ پر ہے میرا گناہ اور جو جرم تم کر رہے ہو میں اس سے بری ہوں" فرماتے ہیں اِجْرَام مصدر ہے اَجْرَمْتُ باب افعال سے بعض حضرات ثلاثی مجرد جَرَمْتَ سے اس کو ماخوذ کہتے ہیں۔

مُجْرَاهَا: مَدْفَعُهَا، وهو مصدر اَجْرَيْتُ، وَاَرْسَيْتُ حَبَسْتُ، وَيُقْرَأُ: مَرْسَاهَا، مِنْ رَسَتْ هِيَ، وَمَجْرَاهَا، مِنْ جَرَتْ هِيَ، ومُجْرِيْهَا وَمُرْسِيْهَا، مِنْ فُعِلَ بِهَا

آیت کریمہ میں ہے "بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں تین قراتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

❶ ایک قراءت ہے "مُجْرَاهَا، ومُرْسَاهَا" اس قراءت کی صورت میں یہ دونوں باب افعال سے مصدر میمی ہیں (۸) مُجْرَاهَا کی تفسیر امام نے "مَدْفَعُهَا" سے کی اور مراد اس سے کشتی کا چلانا ہے، "مُرْسَاهَا" اَرْسَيْتُ سے مصدر میمی ہے جس کے معنی روکنے کے ہیں، مُرْسٰهَا: یعنی اس کشتی کا روکنا، مطلب یہ ہے کہ کشتی کا چلانا اور روکنا اللہ ہی کے نام سے ہے۔

---

(۱۴) "قوله: "والظهري ههنا" اي حيث يستعمل في معنى العون والمدد، وليس اشارة الى ما في الآية، لاتلبس فيها بالمعنى الذي ذكر بعد قوله: "ههنا" (وانظر لامع الدراري: ۹/۱۰۶)

(۸) مصدر نہیں ہیں کیونکہ اس باب سے مصدر "افعال" کے وزن پر آتا ہے اس لئے مراد مصدر میمی ہیں

❷ دوسری قراءت ہے "مَجْرَاهَا ومَرْسَاهَا" میم کے فتحہ کے ساتھ، اس قراءت کی صورت میں "مَجْرَاها" "جَرَتْ هی" سے اور "مَرْسَاهَا" "رَسَتْ هِیَ" سے ماخوذ ہے اور ان کے معنی چلنے اور رکنے کے آتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس کشتی کا چلنا اور رکنا اللہ ہی کے نام سے ہے۔ جَرَتْ کے معنی ہیں: "چلی، روانہ ہوئی" رَسَتْ کے معنی ہیں: "رک گئی، ٹھہر گئی"۔

❸ تیسری قراءت ہے "مُجرِیهَا ومرسِیهَا" اس قراءت کی صورت میں دونوں باب افعال سے اسم فاعل کے صیغے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اس کشتی کا چلانے والا اور ٹھہرانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس وقت مِنْ فعل بها میں "فعل" معروف کا صیغہ ہوگا اور اگر مُجْرِیُهَا ومُرْسِیُهَا کو اسم فاعل کے بجائے اسم مفعول بنائیں مُجْرَاهَا ومُرْسَاهَا بمعنی مُجْرٰی بِهَا وَمُرْسَابِهَا تو "مِن فِعِلَ بِهَا میں "فعل" مجہول کا صیغہ ہوگا اور مطلب یہ ہوگا کہ اس کشتی کا چلایا جانا اور روکا جانا اللہ ہی کے نام سے ہے اس تیسری قراءت میں اسم فاعل اور اسم مفعول کی دو قراءتوں کی طرف اشارہ ہوا اور پہلی قراءت میں مُجْرَاهَا ومُرْسَاهَا میں مصدر میمی کا اعتبار کیا گیا تھا امام بخاریؒ نے قراءتِ حفص کی طرف اشارہ نہیں کیا جس میں مَجْرِهَا وَ مرساها (بفتح المیم فی الاول وضم المیم فی الثانی) وارد ہوا ہے، اس قراءت میں اول ثلاثی سے ہے اور دوسرا رباعی سے ہے۔

١٧٥ – باب : «وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِينَ» /١٨.

وَاحِدُ الْأَشْهَادِ شَاهِدٌ ، مِثْلُ : صَاحِبٍ وَأَصْحَابٍ .

٤٤٠٨ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ وَهِشَامٌ قَالَا : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ قالَ : بَيْنَا ابْنُ عُمَرَ يَطُوفُ ، إِذْ عَرَضَ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، أَوْ قالَ : يَا ابْنَ عُمَرَ : سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ في النَّجْوَى ؟ فَقَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (يُدْنَى الْمُؤْمِنُ مِنْ رَبِّهِ – وَقَالَ هِشَامٌ : يَدْنُو الْمُؤْمِنُ – حَتَّى يَضَعَ عَلَيْهِ كَنَفَهُ ، فَيُقَرِّرُهُ بِذُنُوبِهِ ، تَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا ؟ يَقُولُ : أَعْرِفُ ، يَقُولُ : رَبِّ أَعْرِفُ ، مَرَّتَيْنِ ، فَيَقُولُ : سَتَرْتُهَا فِي الدُّنْيَا ، وَأَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ ، ثُمَّ تُطْوَى صَحِيفَةُ حَسَنَاتِهِ . وَأَمَّا الآخَرُونَ أَوِ الْكُفَّارُ ، فَيُنَادَى عَلَى رُؤُوسِ الْأَشْهَادِ : «هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِينَ») .

وَقَالَ شَيْبَانُ ، عَنْ قَتَادَةَ : حَدَّثَنَا صَفْوَانُ . [ر : ٢٣٠٩]

"اور گواہ کہیں گے کہ یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کی نسبت جھوٹی باتیں لگائی تھیں، سن لو کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر" اَشْهَاد شَاہِد کی جمع ہے جیسے صاحب کی جمع اصحاب یہاں اشہاد سے مراد فرشتے ہیں جو اعمال کی گواہی دیں گے۔

١٧٦ – باب : قَوْلِهِ :

«وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ» /١٠٢/ .

«الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ» /٩٩/ : الْعَوْنُ المعِينُ ، رَفَدْتُهُ أَعَنْتُهُ . «تَرْكَنُوا» /١١٣/ : تَمِيلُوا . «فَلَوْلَا كانَ» /١١٦/ : فَهَلَّا كانَ . «أُتْرِفُوا» /١١٦/ : أُهْلِكُوا .

وَقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ» /١٠٦/ : شَدِيدٌ وَصَوْتٌ ضَعِيفٌ .

٤٤٠٩ : حدثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ : أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ : حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (إِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ ، حَتَّى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ) . قالَ : ثُمَّ قَرَأَ : «وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ» .

الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ: اَلْعَوْنُ الْمُعِيْنُ، رَفَدْتُهٗ: اَعَنْتُهٗ

آیت کریمہ میں ہے "واتبِعُوْا فِی ھٰذِہٖ لَعْنَۃً وَّیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ" "اور اس دنیا میں بھی لعنت اس کے پیچھے لگادی گئی اور قیامت کے روز بھی برا انعام ہے جو ان کو دیا گیا" فرماتے ہیں آیت میں اَلرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ کے معنی ہیں اَلْعَوْنُ الْمُعِیْنُ: یعنی مدد، عرب کہتے ہیں رفدتہٗ: میں نے اس کی مدد کی رفد کے معنی بخشش، انعام اور مدد کے آتے ہیں۔

تَرْکَنُوْا: تَمِیْلُوْا

آیت کریمہ میں ہے "وَلَا تَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا" اور (اے مسلمانو) ظالموں کی طرف (یا جو ان

(۴۴۰۹) واخرجہ مسلم فی البر والصلۃ والادب، باب، تحریم الظلم، رقم الحدیث: ۲۵۸۳، واخرجہ الترمذی فی التفسیر، باب ومن سورۃ ہود، رقم الحدیث: ۳۱۱۰، واخرجہ النسائی فی السنن الکبری، فی التفسیر، باب وکذالک اخذ ربک... رقم الحدیث: ۱۱۲۴۵، واخرجہ ابن ماجہ فی الفتن، باب العقوبات، رقم الحدیث: ۴۰۱۸

کی مثل ہوں ان کی طرف دلی دوستی سے یا اعمال و احوال میں مشارکت و مشابہت سے) مت جھکو" فرماتے ہیں کہ تَرْكَنُوْا "تَمِيْلُوْا" کے معنی میں ہے لَاتَرْكَنُوْا: مت مائل ہو، نہ جھکو۔

فَلَوْلَاكَانَ: فَهَلَّاكَانَ

آیت کریمہ میں ہے "فَلَوْلَاكَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ" "پھر کیوں نہ ہوئے ان جماعتوں میں سے جو تم سے پہلے تھیں" فرماتے ہیں کہ آیت میں فَلَوْلَاكَانَ کے معنی فَهَلَّاكَانَ ہے۔

أُتْرِفُوْا: أُهْلِكُوْا

آیت میں ہے "وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا أُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ" "اور نافرمان لوگ انھیں لذتوں کے پیچھے پڑے رہ گئے، جو ان کو دی گئی تھیں اور وہ تھے مجرم لوگ" فرماتے ہیں اترفوا بمعنی اهلكوا ہے یعنی ہلاک کیے گئے، اصل میں تَرِفَ يَتْرَفُ از باب سمع کے معنی ہیں: خوش حال ہونا، آسائش سے زندگی بسر کرنا، اور باب افعال سے اتراف کے معنی ہیں، خوشحال و دولت مندی سے سرکش و خراب ہونا اور یہی باعث ہلاکت ہے، "أُهْلِكُوْا" أُتْرِفُوْا کی تفسیر باللازم ہے۔

قال ابن عباس: زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ: صَوْتٌ شديد و صوت ضعيف

آیت کریمہ میں ہے "فَأَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ" "پھر جو لوگ بدبخت ہوں گے وہ تو دوزخ میں ایسے حال میں ہوں گے کہ اس میں ان کی چیخ و پکار پڑی رہے گی" فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زفیر زور دار آواز اور شہیق پست آواز کو کہتے ہیں، ائمہ لغت کے اس میں مختلف اقوال ہیں، بعض فرماتے ہیں کہ زفیر گدھے کی پہلی آواز اور شہیق اس کی آخری آواز کو کہتے ہیں، بعض نے کہا کہ زفیر گدھے کی آواز اور شہیق خچر کی آواز کو کہتے ہیں۔

١٧٧ – باب: قَوْلِهِ: «وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ» /١١٤/.

وَزُلَفًا: سَاعَاتٍ بَعْدَ سَاعَاتٍ، وَمِنْهُ سُمِّيَتِ الْمُزْدَلِفَةُ، الزُّلَفُ: مَنْزِلَةٌ بَعْدَ مَنْزِلَةٍ، وَأَمَّا

«زُلْفَى» /ص: ٤٠/ : فَمَصْدَرٌ مِنَ الْقُرْبَى ، ازْدَلَفُوا : اجْتَمَعُوا ، «أَزْلَفْنَا» /الشعراء: ٦٤/ : جَمَعْنَا .

٤٤١٠ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ ، هُوَ ابْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ التَّيْمِيُّ ، عَنْ أَبِي عُثْمانَ ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَجُلاً أَصَابَ مِنَ امْرَأَةٍ قُبْلَةً ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ ، فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ : «وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ» . قالَ الرَّجُلُ : أَلِيَ هٰذِهِ ؟ قالَ : (لِمَنْ عمِلَ بِهَا مِنْ أُمَّتِي) . [ر : ۵۰۳]

امام بخاریؒ فرماتے ہیں یکے بعد دیگرے آنے کو زلف کہتے ہیں، یہ زُلْفَة کی جمع ہے ساعات بھی چونکہ یکے بعد دیگرے آتی ہیں، اس لئے انہیں زلف کہا گیا، مزدلفہ کو بھی مزدلفہ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہاں یکے بعد دیگرے لوگ پہنچتے رہتے ہیں اور "زُلْفٰی" مصدر ہے جیسے "قُرْبٰی" بمعنی نزدیکی، یہ لفظ سورۃ الزمر میں ہے، وہاں آیت کریمہ میں ہے "...وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى..." یعنی جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوست پکڑ رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) کہ ہم تو ان کی عبادت کرتے ہیں اس واسطے کہ ہم کو پہنچادیں اللہ کی طرف قریب کے درجہ میں"۔

اِنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنْ اِمْرَأَةٍ قُبْلَةً

یہ آدمی کون تھے بعض نے کہا عمرو بن غَزِیّہ تھے، بعضوں نے کہا کعب بن عمرو تھے، بعض کہتے ہیں کہ نَبْہان تمّار تھے اور بعضوں نے عامر بن قیس کا نام لیا ہے (۱۵)۔

اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ

بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، ایک دوسری آیت میں ہے "اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ" (۱۶) اور حدیث میں آتا ہے "الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة كفارة لما بينهن ما اجتنبت الكبائر" (۱۷)۔

---

(۱۵)عمدة القاری: ۱۸/ ۲۹۷

(۱۶)النساء/۳۱

(۱۷)مشکوة: ۱/ ۵۶

بعض حضرات نے تو یہ کہا کہ حسنات، سیئات کے لئے کفارہ اس وقت بنیں گی جب کبائر کا ارتکاب نہ کیا ہو (۱۸)

بعضوں نے کہا کہ اگر کبائر کا ارتکاب کیا ہوگا تو حسنات صرف صغائر کے لئے کفارہ بنیں گی (۱۹)۔

بعضوں نے کہا کہ آدمی جب حسنات کا اہتمام کرتا ہے تو وہ گناہوں سے محفوظ ہوجاتا ہے اور پھر گناہوں کا ارتکاب نہیں کرتا ہے، یہ معتزلہ کی رائے ہے (۲۰)۔

جمہور کا مسلک یہ ہے کہ حسنات کی وجہ سے صغائر کا کفارہ ہوجاتا ہے خواہ اس نے کبائر کا ارتکاب کیا ہو یا نہیں (۲۱)۔

١٧٨ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ يُوسُفَ .

وَقَالَ فُضَيْلٌ : عَنْ حُصَيْنٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ : «مُتَّكَأً» /٣١/ : الْأُتْرُجُّ ، قَالَ فُضَيْلٌ : الْأُتْرُجُّ بِالْحَبَشِيَّةِ مُتْكًا .

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ : عَنْ رَجُلٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ : مُتْكًا : كُلُّ شَيْءٍ قُطِعَ بِالسِّكِّينِ .

وَقَالَ قَتَادَةُ : «لَذُو عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ» /٦٨/ : عَامِلٌ بِمَا عَلِمَ .

وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ : «صُوَاعَ» /٧٢/ : مَكُّوكُ الْفَارِسِيِّ الَّذِي يَلْتَقِي طَرَفَاهُ ، كَانَتْ تَشْرَبُ بِهِ الْأَعَاجِمُ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «تُفَنِّدُونِ» /٩٤/ : تُجَهِّلُونِ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «غَيَابَةِ» /١٠ ، ١٥/ : كُلُّ شَيْءٍ غَيَّبَ عَنْكَ شَيْئًا فَهُوَ غَيَابَةٌ . وَالْجُبُّ : الرَّكِيَّةُ الَّتِي لَمْ تُطْوَ . «بِمُؤْمِنٍ لَنَا» /١٧/ : بِمُصَدِّقٍ . «أَشُدَّهُ» /٢٢/ : قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ فِي النُّقْصَانِ ، يُقَالُ : بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغُوا أَشُدَّهُمْ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : وَاحِدُهَا شَدٌّ .

---

(۱۸) دیکھئے فتح الباری:۳۵۶/۸ وتفسیر روح المعانی:۱۵۶/۶

(۱۹)

(۲۰) تفسیر روح المعانی:۱۵۶/۶ وفتح الباری:۳۵۶/۸

(۲۱) تفسیر روح المعانی:۱۵۶/۶ وفتح الباری:۳۵۶/۸

سورۃ یوسف

وقال فضیل عن حصین۔۔۔

حضرت مجاہدؒ کا قول ہے کہ آیت کریمہ "وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً" میں "مُتَّكَأً" کے معنی اترنج کے ہیں (کبھی نون کو جیم میں مدغم بھی کردیتے ہیں اور اترج کہتے ہیں) جس کے معنی نارنگی کے ہیں، اسی طرح فضیل نے بھی کہا کہ اترج کو حبشی زبان میں "متکا" کہتے ہیں اور سفیان بن عیینہ نے ایک آدمی کے واسطہ سے حضرت مجاہدؒ سے نقل کیا ہے کہ "مُتَّكَأً" ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو چھری سے کاٹی جائے۔

اس لفظ میں دو قراءتیں ہیں، حضرت ابن عباسؓ ابن عمرؓ اور مجاہدؒ وغیرہ کی قراءت میں ہمزہ نہیں ہے اور لفظ "مُتْكًا" (میم کے ضمہ، تا کے سکون اور کاف کی تنوین کے ساتھ) ہے (۲۲) لیکن جمہور کی قرأت "مُتَّكَأً" (میم کے ضمہ، تا کے فتحہ اور تشدید اور ہمزہ کی تنوین کے ساتھ) ہے، امام بخاریؒ چھ سات لفظوں کی تشریح کرنے کے بعد آگے دوبارہ اس لفظ پر کلام کریں گے۔

وقال قتادہ: لَذُوْ عِلْمٍ: عَامِلٌ بِمَا عَلِمَ

آیت میں ہے "وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ" قتادہؒ فرماتے ہیں اس میں ذو علم سے مراد وہ آدمی ہے جو اپنے علم پر عمل کرنے والا ہو۔

وقال ابن جبیر: صُوَاعَ: مَكُّوْكُ الْفَارِسِيِّ الَّذِيْ يَلْتَقِيْ طَرَفَاهُ، كَانَتْ تَشْرَبُ بِهِ الْاَعَاجِمُ

آیت میں ہے "قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ" حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ صواع اہل فارس کا ایک پیالہ ہے جس کی دونوں جانب ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی تھیں، عجمی لوگ اس میں پانی پیتے تھے (۲۳) مَكُّوْك (میم کے فتحہ، کاف کے ضمہ مشددہ اور واو کے سکون کے ساتھ) اہل عراق کے ایک پیمانہ کا نام ہے، مصری بادشاہ کا یہ صواع چاندی کا تھا اور جواہرات اس پر جڑے ہوئے تھے، بڑے لوگ اس میں پانی پیا کرتے تھے اور اس کے بعد پیمانہ کے طور پر بھی استعمال ہونے لگا۔

---

(۲۲) روح المعانی: ۱۲/۲۲۸

(۲۳) وفی فیض الباری: ۴

وقال ابن عباس: تُفَنِّدُوْنَ: تُجَهِّلُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "اِنِّی لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنَ" (یوسف کے باپ نے کہا) "اگر تم لوگ مجھ کو بڑھاپے میں بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو (ایک بات کہوں کہ) مجھ کو تو یوسف کی خوشبو آتی ہے" حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ آیت میں تُفَنِّدُوْنَ کے معنی تُجَهِّلُوْنَ کے ہیں یعنی اگر تم جاہل نہ کہو، نقصان عقل کی طرف منسوب نہ کرو۔

وقال غیرہ: غَیٰبَتِ الْجُبِّ: كُلُّ شَیْءٍ غَيَّبَ عَنْكَ شَیْئًا فَهُوَ غَیَابَةٌ

حضرت ابن عباسؓ کے غیر یعنی ابو عبیدہ نے فرمایا کہ آیت "وَاَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ" میں غَیَابَة کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو آپ سے کسی دوسری شئے کو غائب کردے اور جب اس کنویں کو کہتے ہیں جس کی مینڈھ اور کنارے نہ بنائے گئے ہوں (۲۴)۔

غَیَابَةِ الْجُبِّ سے مراد بعض لوگوں نے کنویں کی تاریکی لی ہے، بعضوں نے کہا اس سے مراد قَعْرِ بِئْر ہے اس لئے کہ قعر میں جب کوئی چیز گرے گی تو وہ اسے چھپالے گی اور اوپر والوں کو وہ نظر نہیں آئے گی اور بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد کنویں کے اندر پانی اور پانی کے اوپر دیوار میں بنائے جانے والے وہ طاق ہیں جو ضرورت کے پیش نظر کنویں میں عام طور سے بنائے جاتے ہیں (۲۵)۔

بمؤمن لنا: بمصدق لنا

آیت کریمہ میں ہے "وَتَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا" "اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا پھر اس کو بھیڑیا نے کھالیا اور آپ تو ہماری بات ماننے والے نہیں ہیں" یعنی تصدیق کرنے والے نہیں ہیں (کیونکہ ہم سے آپ کو بدگمانی ہے)۔

یقال: بَلَغَ اَشُدَّهُ قَبْلَ اَنْ یَّاْخُذَ فِی النُّقْصَانِ، وَقَالُوْا: بَلَغَ اَشُدَّهُ وَبَلَغُوْا اَشُدَّهُمْ وقال بعضهم: واحدها شَدٌّ

---

(۲۴) قال الراغب فی المفردات: ۸۵ "جب: ای بئر لم تُطو، وتسمیته بذلک امالکونه محفورا فی جبوب ای فی ارض غلیظة، واما لانه قد جب، والجب قطع الشئی من اصله"

(۲۵) روح المعانی: ۱۲/۱۹۲

آیت میں ہے "وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ آتَیْنَاهُ حُکْمًا وَّعِلْمًا" اَشُدَّ سے مراد وہ عمر ہے جو نقصان اور زوال و انحطاط سے پہلے ہو جس میں آدمی نشوونما کے اعتبار سے مکمل ہوجاتا ہے تیس سال تک آدمی بڑھتا رہتا ہے اس کے بعد چالیس سال تک کا زمانہ اشد کہلاتا ہے (۲۶) اور چالیس کے بعد پھر انحطاط شروع ہوجاتا ہے اور اشد واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے ، کہتے ہیں بَلَغَ اَشُدَّهٗ بلغوا اشدهم، بعض لوگوں نے کہا اس کا واحد شَدٌّ ہے ، بعضهم سے سِیْبَوَیْہ مراد ہیں (۲۷)۔

وَالْمُتَّكَأُ : ما اتَّكَأْتَ عَلَيْهِ لِشَرَابٍ أَوْ لِحَدِيثٍ أَوْ لِطَعَامٍ ، وَأَبْطَلَ الَّذِي قالَ الْأُتْرُجُّ ، وَلَيْسَ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ الْأُتْرُجُّ ، فَلَمَّا احْتُجَّ عَلَيْهِمْ بِأَنَّ الْمُتَّكَأَ مِنْ نَمَارِقَ ، فَرُّوا إِلَى شَرٍّ مِنْهُ ، فَقَالُوا : إِنَّمَا هُوَ الْمُتْكُ ، سَاكِنَةَ التَّاءِ ، وَإِنَّمَا الْمُتْكُ طَرَفُ الْبَظْرِ ، وَمِنْ ذٰلِكَ قِيلَ لَهَا : مَتْكَاءُ وَابْنُ الْمَتْكَاء ، فَإِنْ كانَ ثَمَّ أُتْرُجٌّ فَإِنَّهُ بَعْدَ الْمُتَّكَأ

یہ دوبارہ اسی لفظ کی تشریح شروع کردی، مناسب یہ تھا کہ مذکورہ تشریح، پہلی تشریح کے ساتھ متصل ہوتی، فرماتے ہیں اَلْمُتَّکَا (باب افتعال سے صیغہ اسم مفعول) (۲۸) اس چیز کو کہتے ہیں جس پر پینے کے وقت، یا بات کرتے وقت یا کھاتے وقت مجلس میں ٹیک لگاتے ہیں اور جس نے مُتَّکَاً کے معنی اترج بیان کئے ہیں اس نے غلط کہا ہے کیونکہ کلام عرب میں مُتَّکَاً کے معنی اترج (نارنگی) کے نہیں آتے ہیں ، پھر جب ان کے خلاف دلیل پیش کی گئی کہ مُتَّکَاً کے معنی مسند اور تکیہ کے ہیں تو اترنج کا قول اختیار کرنے والے اس سے بھی بدتر معنی بیان کرنے لگے اور کہنے لگے یہ لفظ "مُتْک" ہے تاء کے سکون کے ساتھ، حالانکہ مَتک عورت کی شرمگاہ کے کنارہ کو کہتے ہیں (عورت کی ختنہ کرنے کے بعد شرمگاہ کا جو حصہ باقی رہتا ہے اسے مَتک کہتے ہیں) اور اسی وجہ سے (جس عورت کی ختنہ نہیں ہوئی ہوتی) اسے مَتکاء (میم کے فتحہ کے ساتھ) کہتے ہیں اور اس کے بیٹے کو ابن المتکاء کہتے ہیں پھر اگر وہاں (مجلس زلیخا میں) نارنگیاں تھیں بھی تو وہ مسند اور تکیہ کے بعد ہی لائی گئی ہوں گی۔

---

(۲۶) روح المعانی: ۱۲/۲۰۹

(۲۷) عمدة القاری: ۱۸/ ۳۰۰ لیکن علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ سیبویہ کے نزدیک یہ "شدة" کی جمع ہے جیسے نعمة کی جمع انعم ہے اور امام فراء کے نزدیک یہ شد کی جمع ہے جیسے صک کی جمع اصک آتی ہے (دیکھیے روح المعانی: ۱۲/۲۰۹)

(۲۸) واصله مُوتكاء لانه من توكات، فابدلت الواو تاء، وادغمت في مثلها (روح المعانی: ۱۲/ ۲۲۸)

جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا کہ مذکورہ آیت میں دو قراءتیں ہیں ایک قراءت جمہور کی ہے اور دوسری قراءت مجاہدؒ وغیرہ سے منقول ہے جو شاذ ہے ، جمہور کی قراءت "مُتّکَا" ہے اور مجاہد کی قراءت "مُتْکًا" ہے جس کے معنی مجاہد نے اترج (نارنگی) کے بیان کئے ہیں ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد کی قراءت کی تردید کی اور فرمایا کہ "متک" کے معنی کلام عرب میں "اترج" کے نہیں آتے بلکہ اس کے معنی کنارہ شرمگاہ کے آتے ہیں جو آیت میں کسی طرح درست نہیں ہیں ۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ اشکال درست نہیں ، یہ قراءت حضرت ابن عباسؓ سے مجاہد نقل کرتے ہیں ، اس کو غلط کیسے کہا جاسکتا ہے اور "مُتک" کے معنی جس طرح کنارہ شرمگاہ کے آتے ہیں ٹھیک اسی طرح اس کے معنی اترج کے بھی آتے ہیں اہل لغت نے "متک" کے یہ معنی لکھے ہیں (۲۹) لہذا امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ متک بمعنی اترج کلام عرب میں مستعمل نہیں محل نظر ہے ، بعض حضرات نے کہا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ابوعبیدہ کی اندھی تقلید کی ہے اس لئے اس غلطی کا شکار ہوگئے ، چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وقلّد اباعبیدة، والآفة من التقلید" (۳۰)۔

«شَغَفَهَا» /۳۰/ : يُقَالُ : بَلَغَ شِغَافَهَا ، وَهُوَ غِلَافُ قَلْبِهَا ، وَأَمَّا شَعَفَهَا فَمِنَ الْمَشْعُوف . «أَصْبُ» /۳۳/ : أَمِلْ ، صَبَا مالَ . «أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ» /٤٤/ : ما لَا تَأْوِيلَ لَهُ ، وَالضِّغْثُ : مِلْءُ الْيَدِ مِنْ حَشِيشٍ وَما أَشْبَهَهُ ، وَمِنْهُ : «وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا» /ص : ٤٤/ : لَا مِنْ قَوْلِهِ أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ ، وَاحِدُهَا ضِغْثٌ . «نَمِيرُ» /٦٥/ : مِنَ الْمِيرَةِ . «وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ» /٦٥/ : ما يَحْمِلُ بَعِيرٌ . «آوَى إِلَيْهِ» /٦٩/ : ضَمَّ إِلَيْهِ . «السِّقَايَةُ» /٧٠/ : مِكْيَالٌ . «تَفْتَأُ» /٨٥/ : لَا تَزَالُ . «حَرَضًا» /٨٥/ : مُحْرَضًا ، يُذِيبُكَ الْهَمُّ . «تَحَسَّسُوا» /٨٧/ : تَخَبَّرُوا . «مُزْجَاةٍ» /٨٨/ : قَلِيلَةٍ . «غاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ» /١٠٧/ : عامَّةٌ مُجَلِّلَةٌ . «اسْتَيْأَسُوا» /٨٠/ : يَئِسُوا . «لَا تَيْأَسُوا مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ» /٨٧/ : مَعْنَاهُ الرَّجاءُ . «خَلَصُوا نَجِيًّا» /٨٠/ : اعْتَزَلُوا نَجِيًّا ، وَالْجَمِيعُ أَنْجِيَةٌ .

شَغَفَهَا، يقال : بَلَغَ شِغَافَهَا، وَهُوَ غِلَافُ قَلْبِهَا، وَاَمَّا شَعَفَهَا فَمِنَ الْمَشْعُوْفِ

آیت میں ہے "قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا" یعنی یوسف علیہ السلام کی محبت اس کے دل کے پردے تک

---

(۲۹) روح المعانی : ۱۲/۲۲۸ و عمدۃ القاری : ۱۸/۳۰۰

(۳۰) عمدۃ القاری : ۱۸/۳۰۱

پہنچ گئی اور ایک قراءت میں "شَعَفَهَا" (عین مہملہ کے ساتھ) بھی آیا ہے (۳۱) یہ مشعوف سے ہے، مشعوف اس آدمی کو کہتے ہیں جس کا دل محبت کی وجہ سے جل گیا ہو۔

اَصْبُ: اَمِیلُ

آیت کریمہ میں ہے "وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّی کَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَکُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ" "اور (اے خدا) اگر آپ ہی ان کے داؤ پیچ کو مجھ سے دفع نہ کریں تو ممکن ہے کہ میں اس کی طرف مائل ہوجاؤں" فرماتے ہیں کہ آیت میں اصبُ بمعنی اَمیل ہے یعنی میں مائل ہوجاؤں گا۔

وَالضِّغْثُ مِلْءُ الْیَدِ مِنْ حَشِیْشٍ وَمَا اَشْبَهَهُ، ومنه: وَخُذْ بِیَدِکَ ضِغْثًا، لَا مِنْ قَوْلِه: اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ، واحدها ضِغْثٌ

آیت میں ہے "قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ، وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ" امام فرماتے ہیں کہ اضغاث احلام سے وہ پریشان خواب مراد ہیں جن کی کوئی تعبیر نہ ہو اس کا مفرد "ضِغْث" ہے، ضغث کے معنی گھاس اور اس کی مشابہ چیزوں (تنکے وغیرہ) سے ہاتھ بھرنے کے آتے ہیں، سورۃ ص کی یہ آیت اسی معنی میں ہے "خُذْ بِیَدِکَ ضِغْثًا" لیکن یہاں سورۃ یوسف میں یہ معنی مراد نہیں ہیں یہاں اس سے خواب پریشاں مراد ہے "لامن قوله: اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ" سے اسی طرف اشارہ ہے (۳۲) کہ سورۃ ص میں خُذْ بِیَدِکَ ضِغْثًا اضغاث احلام کے معنی میں نہیں۔

نَمِیْرُ: مِنَ الْمِیْرَةِ

آیت میں ہے "وَنَمِیْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ کَیْلَ بَعِیْرٍ" فرماتے ہیں "نمیر" "مِیْرَة" سے ماخوذ ہے جس کے معنی طعام اور غلہ کے ہیں، از باب ضرب مَارَ أَهْلَه.... مِیْرًا: گھر والوں کے لئے غلہ لانا، وَنَمِیْرُ اَهْلَنَا کے معنی ہوں گے "ہم اپنے گھر والوں کے لئے غلہ اور طعام حاصل کریں" اور کَیْلَ بَعِیْرٍ سے مراد اتنا غلہ ہے جس کو ایک اونٹ اٹھا سکتا ہو۔

---

(۳۱) روح المعانی: ۱۲/۲۲۶

(۳۲) وفی المفردات للراغب: ۲۹۷ "الضغث قبضة ریحان او حشیش، وجمعه اضغاث، قال "وخذ بیدک ضغثا" وبه شبه الاحلام المختلطة التی لا یتبین حقائقها، "قالوا اضغاث احلام" حزمٌ اخلاط من الاحلام "

آوٰی الیہ: ضَمَّ اِلَیْہِ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ آوٰی اِلَیْہِ اَخَاہُ" "اور جب یہ لوگ (یعنی برادرانِ یوسف) یوسف کے پاس پہنچے (اور بنیامین کو پیش کرکے کہا کہ ہم آپ کے حکم کے موافق ان کو لائے ہیں) انھوں نے اپنے بھائی کو اپنے پاس رکھا" فرماتے ہیں کہ آیت میں آوٰی اِلَیْہِ کے معنی ہیں ضَمَّ اِلَیْہِ اپنے ساتھ ملالیا، اپنے پاس جگہ دی۔

السِّقَایَۃُ: مِکْیَال

آیت کریمہ میں ہے "فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَایَةَ فِی رَحْلِ اَخِیْهِ" "پھر جب یوسفؑ نے ان کا سامان تیار کردیا تو پانی پینے کا برتن (کہ وہی پیمانہ غلّہ دینے کا بھی تھا) اپنے بھائی کے اسباب میں رکھ دیا" فرماتے ہیں کہ سقایہ کے معنی پیمانہ ہیں۔

تَفْتَؤُ: لَاتَزَالُ

آیت میں ہے "قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُ تَذْكُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهَالِكِیْنَ" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں "تَفْتَؤُ" "لَاتَزَالُ" کے معنی میں ہے، یہاں "لا" محذوف ہے اصل عبارت "لَاتَفْتَأ" ہے جس کے معنی ہیں: ہمیشہ

اور "حَرَضًا" مصدر "مُحْرَضًا" اسم مفعول کے معنی میں ہے بمعنی مضمحل، بیمار، امام نے اس کی تفسیر کی یُذِیبک الھمّ مطلب یہ ہے کہ آپ برابر یوسف کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا غم آپ کو پگھلا کر رکھ دے گا۔

تَحَسَّسُوا: تخبّروا

آیت کریمہ میں ہے "یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ" "اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف اور ان کے بھائی کو تلاش کرو، فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں تَحَسَّسُوْا بمعنی تخبّروا ہے یعنی تم خبر لو، تَحَسّس کے معنی ہیں خبر لینا، تلاش کرنا، ٹوہ لگانا۔

مُزْجَاةٍ: قَلِیْلَةٍ

آیت کریمہ میں ہے "وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ" "اور ہم کچھ نکمّی چیز لائے ہیں، یعنی قلیل پونجی اور ناقص دام لائے ہیں، فرماتے ہیں کہ آیت میں مُزْجَاةٍ کے معنی قلیل و ناقص کے ہیں۔

غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ: عَامَّةٌ مُّجَلِّلَةٌ

آیت میں ہے، "اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ" اس میں "غَاشِيَةٌ" کی تفسیر عَامَّةٌ مُّجَلِّلَةٌ یعنی ایک عالمگیر عذاب جَلَّلَ الشَّئَ تَجْلِيْلاً: عام ہونا، یہ غاشیۃ کی صفت ہے، آیت کا مطلب ہے کیا وہ لوگ اس بات سے مامون تھے کہ ان پر اللہ کے عذاب میں سے کوئی چھا جانے والی مصیبت آئے یا ان پر اچانک قیامت آجائے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔

۱۷۹ – باب : قَوْلِهِ :

«وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَى أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحٰقَ» /٦/ .

٤٤١١ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ ٱبْنِ دِينَارٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (الْكَرِيمُ ٱبْنُ الْكَرِيمِ ، ٱبْنِ الْكَرِيمِ ، ٱبْنِ الْكَرِيمِ ، يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحٰقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ) .

[ر : ۳۲۰۲]

۱۸۰ – باب : «لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ» /۷/ .

٤٤١٢ : حدّثني مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : سُئِلَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ أَيُّ النَّاسِ أَكْرَمُ ؟ قَالَ : (أَكْرَمُهُمْ عِنْدَ ٱللهِ أَتْقَاهُمْ) . قَالُوا : لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ ، قَالَ : (فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ نَبِيُّ ٱللهِ ، ٱبْنُ نَبِيِّ ٱللهِ ، ٱبْنِ نَبِيِّ ٱللهِ ، ٱبْنِ خَلِيلِ ٱللهِ) . قَالُوا : لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ ، قَالَ : (فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِي) . قَالُوا : نَعَمْ ، قَالَ : (فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ ، إِذَا فَقِهُوا) .

تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ . [ر : ٣١٧٥]

١٨١ – باب : قَوْلِهِ : «قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا» /١٨/ .

سَوَّلَتْ : زَيَّنَتْ .

٤٤١٤/٤٤١٣ : حدّثنا عَبْدُ ٱلْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ صَالِحٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ . قالَ : وَحَدَّثَنَا الحَجَّاجُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ : حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ الْأَيْلِيُّ قالَ : سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ : سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ ، وَسَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ ، وَعَلْقَمَةَ ٱبْنَ وَقَّاصٍ ، وَعُبَيْدَ ٱللهِ بْنَ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنْ حَدِيثِ عائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، حِينَ قالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قالُوا ، فَبَرَّأَهَا ٱللهُ ، كُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنَ الحَدِيثِ ، قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ ٱللهُ ، وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ ، فَٱسْتَغْفِرِي ٱللهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ) . قُلْتُ : إِنِّي وَٱللهِ لَا أَجِدُ مَثَلاً إِلَّا أَبَا يُوسُفَ : «فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَٱللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى ما تَصِفُونَ» . وَأَنْزَلَ ٱللهُ : «إِنَّ الَّذِينَ جَاؤُوا بِالْإِفْكِ» . الْعَشْرَ الآيَاتِ .

(٤٤١٤) : حدّثنا مُوسَى : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ حُصَيْنٍ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قالَ : حَدَّثَنِي مَسْرُوقُ بْنُ الْأَجْدَعِ قالَ : حَدَّثَتْنِي أُمُّ رُومانَ وَهْيَ أُمُّ عائِشَةَ قالَتْ : بَيْنَا أَنَا وَعائِشَةُ أَخَذَتْهَا الحُمَّى ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَعَلَّ في حَدِيثٍ تُحُدِّثَ) . قالَتْ : نَعَمْ ، وَقَعَدَتْ عائِشَةُ ، قالَتْ : مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَيَعْقُوبَ وَبَنِيهِ : «وَٱللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى ما تَصِفُونَ» . [ر : ٢٤٥٣]

یہ آیت سورۃ یوسف میں دو جگہ ہے ، ایک سورۃ یوسف کے دوسرے رکوع میں ہے ، جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے لیجا کر کنویں میں ڈالا اور آکر حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ ان کو بھیڑیئے نے کھا لیا ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر لائے ، حضرت یعقوب علیہ السلام نے قمیص دیکھ کر فرمایا "بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ" یعنی یہ تمہارے لئے تمہارے دلوں نے ایک بات بنالی ہے اب تو صبر ہی بہتر ہے

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے فائدہ میں لکھتے ہیں :

"بھلا جس کو شام میں بیٹھ کر مصر سے یوسف کے کرتہ کی خوشبو آتی تھی ، وہ بکری کے خون پر یوسف کے خون کا گمان کب کرسکتا تھا ، انہوں نے سنتے ہی جھٹلا دیا اور جیسا کہ بعض تفاسیر میں ہے ، کہنے لگے کہ وہ بھیڑیا واقعی بڑا حلیم اور متین ہوگا جو یوسف کو لے گیا اور خون آلود کرتہ کو نہایت احتیاط سے صحیح

وسالم اتار کر رکھ گیا، سچ ہے "دروغگو را حافظہ نہ باشد" خون کے چھینٹے تو دیئے مگر یہ خیال نہ رہا کہ قمیص کو بے ترتیبی سے نوچ کر اور پھاڑ کر پیش کرتے، حضرت یعقوب علیہ السلام نے صاف طور پر فرمادیا کہ یہ سب تمہاری سازش اور اپنے دلوں سے تراشی ہوئی باتیں ہیں، بہرحال میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں جس میں نہ کسی غیر کے سامنے شکوہ ہوگا نہ تم سے انتقام کی کوشش صرف اپنے خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اس صبر میں میری مدد فرمائے اور اپنی اعانت غیبی سے جو باتیں تم ظاہر کررہے ہو، ان کی حقیقت اس طرح آشکارا کردے کہ سلامتی کے ساتھ یوسف سے دوبارہ ملنا نصیب ہو، معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو مطلع کردیا گیا تھا کہ جس امتحان میں وہ مبتلا کئے گئے ہیں وہ پورا ہوکر رہے گا اور ایک مدت معین کے بعد اس مصیبت سے نجات ملے گی، فی الحال ڈھونڈنے یا انتقامی تدابیر اختیار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، یوسف ابھی ملیں گے نہیں، ہاں دوسرے بیٹے ساری دنیا میں رسوا ہوجائیں گے اور ممکن ہے کہ طیش میں آکر خود یعقوب علیہ السلام کو ایذاء پہنچانے کی کوشش کریں۔" (۴۳)

اور دوسری جگہ یہ آیت سورۃ یوسف کے دسویں رکوع میں ہے، جب بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے پاس روک لیا اور ایک خاص حیلے کے تحت بنیامین کو جانے نہیں دیا تو بھائیوں نے آکر حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ بنیامین نے چوری کی تھی جس کی پاداش میں وہ پکڑا گیا تو اس وقت بھی حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا "بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا" اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ اس دوسرے موقع پر تو بھائیوں نے سچ کہا تھا، اس کے باوجود حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کی بات کو تسویل نفسانی قرار دیا اور ان کی بات کا اعتبار نہیں کیا حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں اور وہ ایک غلط بات کیسے کہہ سکتے ہیں؟

❶ اس اشکال کا ایک جواب تو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے وہ فرماتے ہیں "پہلی بار کی بے اعتباری سے اس مرتبہ بھی حضرت یعقوب نے بیٹوں کا اعتبار نہیں کیا، لیکن نبی کا کلام جھوٹ نہیں، بیٹوں کی بنائی ہوئی بات تھی، حضرت یوسف بھی بیٹے تھے گویا کہ "لکم" کا خطاب جنس ابناء کی طرف ہوا۔" (۴۴)

اس کا حاصل یہ ہے کہ اس مرتبہ بھائیوں نے جو کچھ کہا تھا سچ تھا لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کے مذکورہ جملہ میں اشارہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حیلہ کی طرف تھا۔

---

(۴۳) دیکھیے تفسیر عثمانی: ۳۱۵-۳۱۴ فائدہ نمبر۱

(۴۴) تفسیر عثمانی: ۳۲۵ فائدہ نمبر۲

② حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسرا جواب دیا، وہ فرماتے ہیں :

"بعض مفسرین نے یہ مطلب لیا ہے کہ تم یہاں سے حفاظت کے کیسے وعدے کرکے اصرار کے ساتھ لے گئے ، وہاں پہنچ کر اتنا بھی نہ کہا کہ اس کے اسباب سے پیالہ برآمد ہونے سے چوری کیسے ثابت ہوگئی، شاید کسی اور نے چھپا دیا ہو، مدافعت تو کیا کرتے یہ کہہ کر کہ پہلے اس کے بھائی نے چوری کی تھی اس جرم کو پختہ کردیا، تمہارے دل میں کھوٹ نہ ہوتا تو یہ طرزِ عمل اختیار نہ کرتے ، اب باتیں بنانے کے لئے آئے ہو (۳۵) ۔ "

اس جواب کا مطلب یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کے قصہ میں تسویل کی نسبت اس بناء پر کی ہے کہ جب بنیامین کے کجاوے سے پیالہ برآمد ہوا اور ان پر چوری کا الزام عائد کیا گیا تو اس وقت بھائیوں نے کہا "اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ " بنیامین کی طرف انہوں نے سرقہ کی نسبت کردی حالانکہ انہوں نے تحقیق نہیں کی تھی اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے تسویل کی اسناد ان کی طرف کی، اسی طرح انہوں نے جو جزاء اور سزا تجویز کی تھی کہ جس کے پاس پیمانہ نکل آیا اسے گرفتار کرلیا جائے یہ سزا انہوں نے اپنی طرف سے مرتب کی تھی، بادشاہ مصر کے ہاں سارق کی یہ سزا نہ تھی۔

③ تیسرا جواب یہ دیا گیا کہ یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام سے اجتہادی غلطی ہوئی اور انہوں نے بیٹوں کی سچ بات کو تسلیم نہیں کیا، لیکن ان کی سچ بات کو تسلیم نہ کرنے کی معقول وجہ تھی، اس سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں انہیں تجربہ ہوچکا تھا کہ بھائیوں نے دھوکہ سے کام لیا ہے ، اب یہاں یہ بات واضح تھی کہ سارق کو قید کرنا اور چوری کے بدلہ میں اس کو لے لینا صرف حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت کی سزا تھی، کسی اور شریعت میں اس وقت سارق کی یہ سزا مقرر نہ تھی اور نہ ہی بادشاہ مصر کے قانون سرقہ کے تحت یہ سزا آتی تھی۔ حضرت یعقوب نے سمجھا کہ چوری ظاہر ہونے کے بعد انہوں نے اپنی شریعت کے مطابق اس لئے فتوی دیا کہ بنیامین کو روک لیا جائے اس لئے ان کی بات کو غلط قرار دیا اور کسی صحیح بات کو اس وجہ سے غلط قرار دینا کہ اس کے غلط ہونے کے قرائن موجود ہوں کوئی قابل جرح امر نہیں ہے چنانچہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ۔

"وذکر ابن المُنَیِّر فی توجیہ ھذا القول ھھنا.... انھم کانوا عند ابیھم علیہ السلام حینئذ متھمین، وھم قمن باتھامہ لما أسلفوہ فی حق یوسف علیہ السلام، وقامت عندہ قرینۃ تؤکد التھمۃ تقویھا وھو أخذ

---

(۳۵) تفسیر عثمانی: ۳۲۵ فائدہ نمبر۲

الملک له فی السرقة، ولم یکن ذلک الا من دینه، لا من دینه ولا من دین غیره من الناس، فظن انهم الذین افتوه بذلک بعد ظهور السرقة التی ذکروها تعمداً لیتخلف دونهم، واتهام من هو بحیث یتطرق الیه التهمة لاجرح فیه، لاسیما فیما یرجع الی الوالد مع الولد (۳۶)۔ "

١٨٢ – باب : «وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ» /٢٣/ .

وَقَالَ عِكْرِمَةُ : هَيْتَ لَكَ : بِالحَوْرَانِيَّةِ : هَلُمَّ . وَقَالَ ٱبْنُ جُبَيْرٍ : تَعَالَهْ .

"ہَیتَ لَکَ " ھاء کے کسرہ اور فتحہ دونوں طرح نقل کیا گیا ہے ، عکرمہ فرماتے ہیں کہ یہ حورانی لغت ہے اور "ھلمّ" کے معنی میں ہے ، حوران شام کے کسی شہر کا نام تھا (۳۷) اس کی طرف یہ منسوب ہے ، امام سُدّی فرماتے ہیں یہ قِبطی زبان کا لفظ ہے (۳۸) اور حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ سریانی زبان کا لفظ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ عبرانی زبان میں استعمال ہوتا ہے لیکن جمہور کی رائے ہے کہ یہ لفظ عربی زبان کا ہے (۳۹)۔

٤٤١٥ : حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ : «هَيْتَ لَكَ» . قَالَ : وَإِنَّمَا نَقْرَؤُهَا كما عُلِّمْنَاهَا .

«مَثْوَاهُ» /٢١/ : مُقَامَهُ . «وَأَلْفَيَا» /٢٥/ : وَجَدَا . «أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ» /الصافات : ٦٩/ . «أَلْفَيْنَا» /البقرة : ١٧٠/ .

وَعَنِ ٱبْنِ مَسْعُودٍ : «بَلْ عَجِبْتُ وَيَسْخَرُونَ» /الصافات : ١٢/ .

اس کا تعلق سورۃ یوسف سے نہیں ہے بلکہ سورۃ الصافات میں واقع ہے ، امام بخاری نے اس کو یہاں کیوں ذکر کیا، بعض حضرات نے کہا کہ اس کو یہاں بے محل ذکر کیا ہے ، یہاں اس کو لانے کی کوئی مناسبت نہیں ہے (۴۰) لیکن بعض شراح بخاری نے مناسبت بیان کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی

---

(۳۶) دیکھیے روح المعانی: ۳۹/۱۳

(۳۷) عمدۃ القاری: ۳۰۵/۱۸

(۳۸) فتح الباری: ۳۶۴/۸

(۳۹) فتح الباری: ۳۶۴/۸

(۴۰) عمدۃ القاری: ۳۰۶/۱۸

قراءت "بَلْ عَجِبْتُ" تاء کے ضمہ کے ساتھ ہے اور "هِيتُ لَكَ" میں بھی ایک قراءت تاء کے ضمہ کے ساتھ ہے تو اسے لاکر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ جس طرح "بَلْ عَجِبْتُ" میں ایک قراءت بضم التاء ہے اسی طرح "هِيتُ لَكَ" میں بھی ایک قراءت بضم التاء ہے (۴۱)۔

قاضی شریح نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول "بَلْ عَجِبْتُ" میں تاء کے ضمہ والی قراءت کو رد کیا کیونکہ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں میں تعجب کرتا ہوں اور تعجب وہ آدمی کرتا ہے جو حقیقت حال سے واقف نہیں ہوا کرتا جبکہ اللہ تعالےٰ تو ہر حال اور ہر حقیقت سے واقف ہے لہذا تعجب کی اسناد اللہ تعالےٰ کی طرف درست نہیں ہوگی۔

لیکن ابراہیم نَخَعِی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قاضی شُرَیْح اپنے علم کی وجہ سے عجب اور پندار میں مبتلا ہوگئے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابی اور عالم کی قراءت کو رد کردیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اختصاص رکھنے والا اتنا بڑا صحابی کوئی قراءت اپنی طرف سے تو نہیں وضع کرے گا بلکہ ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہوگا اس لئے قاضی شریح کا یہ کہنا کہ مذکورہ قراءت درست نہیں محل نظر ہے۔

جہاں تک قاضی شُرَیْح کے اشکال کا تعلق ہے کہ اس صورت میں تعجب کی اسناد اللہ کی طرف ہوگی اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہاں "قل" محذوف مان لیا جائے یعنی اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ مجھے تعجب ہے اس صورت میں اسناد اللہ کی طرف نہیں ہوگی اور دوسرا جواب یہ ہے کہ تعجب کی نسبت اللہ کی طرف ہو بھی تو اس صورت میں اس کے وہی معنی مراد ہوں گے کہ جو اللہ جل شانہ کی شان کے لائق اور سزاوار ہوں (۴۲) مثلاً یہ مطلب بیان کیا جاسکتا ہے کہ میں ایسا معاملہ کرتا ہوں جیسے تعجب کرنے والا معاملہ کرتا ہے حقیقت میں تعجب کرنا مراد نہیں

٤٤١٦ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ مُسْلِمٍ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ قُرَيْشًا لَمَّا أَبْطَؤُوا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالْإِسْلَامِ ، قَالَ : (ٱللَّهُمَّ ٱكْفِنِيهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ) . فَأَصَابَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ ، حَتَّى أَكَلُوا الْعِظَامَ ،

---

(۴۱) قال الكرمانی رحمہ اللہ فی شرحہ البخاری : ۱۷ / ۱۶۳ "فان قلت : ھذہ فی سورۃ الصافات، فلم ذکر ھا ھنا؟ قلت : لبیان ان ابن مسعود یقراہ مضموما کما یقرا ھیت مضموما" وفی اللامع : ۹ / ۱۱۲-۱۱۳ "قولہ : ھیت لک، قراہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بضم التاء، والاخرون بفتحھا، وعلیہ مدار اعتراض ابی وائل، وکذلک اختلف ابن مسعود مع الجمھور فی قولہ : بل عجبت : ولذلک اوردہ المولف ھھنا تنظیر اللاختلاف "

(۴۲) دیکھیے فتح الباری : ۸/۳۶۵

حَتَّى جَعَلَ الرَّجُلُ يَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا مِثْلَ ٱلدُّخَانِ ، قالَ ٱللهُ : «فَٱرْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ» . قالَ ٱللهُ : «إِنَّا كاشِفُوا العَذَابِ قَلِيلاً إِنَّكُمْ عائِدُونَ» . أَفَيُكْشَفُ عَنْهُمُ العَذَابُ يَوْمَ القِيَامَةِ ؟ وَقَدْ مَضَى ٱلدُّخَانُ ، وَمَضَتِ ٱلْبَطْشَةُ . [ر : ٩٦٢]

اس روایت کا ترجمۃ الباب سے بظاہر کوئی تعلق نظر نہیں آتا ہے کیونکہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے لئے بددعا کی جس کے نتیجے میں ان پر قحط پڑا آپ نے بددعا میں فرمایا تھا "اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ " لیکن روایت میں صرف حضرت یوسف کا نام آجانا مناسبت کے لئے کافی نہیں ہے ۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ اس روایت کے دوسرے طریق میں ہے جب قریش پر قحط کی سختی ہوئی تو ابوسفیان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا آپؐ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں ، آپ کی قوم بھوکی مررہی ہے ، ان کے لئے دعا کیجئے ، آپؐ نے قریش کے مظالم اور ان کے قصور سے درگزر کرتے ہوئے دعا فرمائی یہ ٹھیک اسی طرح ہوا جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے مظالم اور زلیخا کا قصور معاف فرمادیا تھا اور ان سے کسی قسم کا بدلہ نہیں لیا تھا ، اس مناسبت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث یہاں ذکر فرمائی (۴۳)۔

١٨٣ – باب : قَوْلِهِ : «فَلَمَّا جاءَهُ الرَّسُولُ قالَ ٱرْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَٱسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ . قالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدْتُنَّ يُوسُفَ عَنْ نَفْسِهِ قُلْنَ حاشَ لِلّٰهِ» /٥٠ ، ٥١/ .

وَحاشَ وَحاشَى : تَنْزِيهٌ وَٱسْتِثْنَاءٌ . «حَصْحَصَ» /٥١/ : وَضَحَ .

٤٤١٧ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ تَلِيدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ ، عَنْ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الحَارِثِ ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ ٱبْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (يَرْحَمُ ٱللهُ لُوطًا ، لَقَدْ كانَ يَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ ، وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ ما لَبِثَ يُوسُفُ لَأَجَبْتُ ٱلدَّاعِيَ ، وَنَحْنُ أَحَقُّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قالَ لَهُ : «أَوَ لَمْ تُؤْمِنْ قالَ بَلَى وَلٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي») . [ر : ٣١٩٢]

---

(۴۳) عمدۃ القاری : ۱۸/۳۰۷

عبدالرحمن بن القاسم

یہ امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، ان کا سلسلہ نسب یہ ہے عبدالرحمن بن القاسم بن خالد بن جنادۃ العُتَقی، المصری۔

امام ابوزرعہ نے ان کے بارے میں فرمایا "ثقة رجل صالح"۔

امام نسائیؒ فرماتے ہیں "ثقة مامون احد الفقهاء"۔

اور امام حاکم فرماتے ہیں "ثقة مامون"۔

ابن حبّان نے کتاب "الثقات" میں ان کا ذکر کیا ہے۔

ان کی وفات ۲۱ صفر ۱۹۱ھ میں ہوئی اور ولادت کے بارے میں تین قول ہیں ۱۲۸ھ، ۱۳۱ھ اور ۱۳۲ھ، امام بخاریؒ، امام نسائیؒ اور امام ابوداوٗد "مراسیل" میں ان سے روایت کرتے ہیں (۴۴)۔

لَقَدْ كَانَ يَأْوِىْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ

یعنی حضرت لوط علیہ السلام رکن شدید کی طرف مائل ہوتے تھے اگر "رکن شدید" سے مراد اللہ تعالےٰ ہیں اور ظاہر ہے اللہ سے زیادہ اور رکن شدید کون ہوسکتا ہے، اس صورت میں آپ کی دعا "یرحم اللّٰہ لوطا...." بطور مدح ہوگی کہ ان کا مقام کتنا بڑا تھا، کیسے کیسے مصائب آئے لیکن حضرت لوط نے کبھی غیر اللہ کی طرف رجوع نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف انہوں نے رجوع اختیار کیا، اللہ جل شانہ کی ان پر خصوصی رحمت ہے۔

اور "رکن شدید" سے خاندان اور قبیلہ بھی مراد ہوسکتا ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے تمنا کی کہ میرا کوئی مضبوط قبیلہ اور خاندان یہاں ہوتا تو ان کی یہ جرأت نہ ہوتی، یہ لوگ مجھے خوار اور رسوا اس لئے کررہے ہیں کہ میں اکیلا اور تنہا ہوں۔

اس صورت میں یہ دعا حضرت لوط علیہ السلام کے ایک تسامح کو بیان کرنے کے لئے فرمائی، ان سے بتقاضائے بشریت یہ لغزش ہوئی، اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائیں اور اپنی رحمت ان پر نازل فرمائیں۔

---

(۴۴) "عبدالرحمٰن بن القاسم.... الفقیه المشهور صاحب مالك، وراوی "المدونة" من علم مالك، ولیس له فی البخاری سوی هذا الموضع.... والاسناد مسلسل بالمصریین الی یونس بن یزید، والباقون مدنیون، وفیه روایة الاقران، لان عمرو بن الحارث المصری بالفقیه المشهور، من اقران یونس بن یزید" (وانظر فتح الباری: ۸ / ۳٦٤) ان کے حالات اور مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے تهذیب الکمال: ۱۷ / ۳۴۴۔ وابن خلکان: ۳ / ۱۲۹ والجمع لابن القیسرانی: ۱ / ۲۹۳، والکاشف ۲ / الترجمة ۳۰، وشذرات الذهب: ۱ / ۳۲۹، وثقات ابن حبان: ۸ / ۳۸۴۔

حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اللہ جل شانہ نے ہر نبی کو ایک مستحکم قبیلہ میں سے بھیجا تاکہ انہیں کسی موقع پر یہ کہنے کی نوبت نہ آئے کہ کاش میرا خاندان ہوتا تو میری مدد کے لئے آتا (۴۵)۔

١٨٤ – باب : قَوْلِهِ : «حَتَّى إِذَا ٱسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ» /١١٠/.

٤٤١٨/٤٤١٩ : حدّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ صَالِحٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ لَهُ ، وَهُوَ يَسْأَلُهَا عَنْ قَوْلِ ٱللّٰهِ تَعَالَى : «حَتَّى إِذَا ٱسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ» . قالَ : قُلْتُ : أَكُذِبُوا أَمْ كُذِّبُوا ؟ قالَتْ عائِشَةُ : كُذِّبُو ، قُلْتُ : فَقَدِ ٱسْتَيْقَنُوا أَنَّ قَوْمَهُمْ كَذَّبُوهُمْ فَمَا هُوَ بِالظَّنِّ ؟ قالَتْ : أَجَلْ لَعَمْرِي لَقَدْ ٱسْتَيْقَنُوا بِذٰلِكَ ، فَقُلْتُ لَهَا : وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا ، قالَتْ : مَعَاذَ ٱللّٰهِ ، لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذٰلِكَ بِرَبِّهَا ، قُلْتُ : فَمَا هٰذِهِ الآيَةُ ؟ قالَتْ : هُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِينَ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوهُمْ ، فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَٱسْتَأْخَرَ عَنْهُمُ النَّصْرُ ، حَتَّى إِذَا ٱسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ مِمَّنْ كَذَّبَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ ، وَظَنَّتِ الرُّسُلُ أَنَّ أَتْبَاعَهُمْ قَدْ كَذَّبُوهُمْ ، جاءَهُمْ نَصْرُ ٱللّٰهِ عِنْدَ ذٰلِكَ .

(٤٤١٩) : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ : فَقُلْتُ : لَعَلَّهَا «كُذِبُوا» مُخَفَّفَةً ، قالَتْ : مَعَاذَ ٱللّٰهِ . [ر : ٣٢٠٩]

اس پر تفصیلی کلام سورہ بقرہ کے تحت گزر چکا ہے۔

١٨٥ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الرَّعْدِ .

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ» /١٤/ : مَثَلُ الْمُشْرِكِ الَّذِي عَبَدَ مَعَ ٱللّٰهِ إِلٰهًا غَيْرَهُ ، كَمَثَلِ الْعَطْشَانِ الَّذِي يَنْظُرُ إِلَى خَيَالِهِ فِي الْمَاءِ مِنْ بَعِيدٍ ، وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَتَنَاوَلَهُ وَلَا يَقْدِرُ .

وَقالَ غَيْرُهُ : «سَخَّرَ» /٢/ : ذَلَّلَ . «مُتَجَاوِرَاتٌ» /٤/ : مُتَدَانِيَاتٌ . «الْمَثُلَاتُ» /٦/ :

---

(۴۵) فتح الباری: ۶/۴۱۵ کتاب احادیث الانبیاء، باب "ولوطا اذ قال لقومه...."

وَاحِدُهَا مَثُلَةٌ ، وَهِيَ الْأَشْبَاهُ وَالْأَمْثَالُ .

وَقَالَ : «إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا» /يونس: ١٠٢/ . «بِمِقْدَارٍ» /٨/ : بِقَدَرٍ . «مُعَقِّبَاتٌ» /١١/ : مَلَائِكَةٌ حَفَظَةٌ ، تُعَقِّبُ الْأُولَى مِنْهَا الْأُخْرَى ، وَمِنْهُ قِيلَ الْعَقِيبُ ، يُقَالُ : عَقَّبْتُ فِي إِثْرِهِ . «الْمِحَالِ» /١٣/ : الْعُقُوبَةُ . «كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ» /١٤/ : لِيَقْبِضَ عَلَى الْمَاءِ . «رَابِيًا» /١٧/ : مِنْ رَبَا يَرْبُو . «أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِثْلُهُ» /١٧/ : الْمَتَاعُ ما تَمَتَّعْتَ بِهِ . «جُفَاءً» /١٧/ : أَجْفَأَتِ الْقِدْرُ ، إِذَا غَلَتْ فَعَلَاهَا الزَّبَدُ ، ثُمَّ تَسْكُنُ فَيَذْهَبُ الزَّبَدُ بِلَا مَنْفَعَةٍ ، فَكَذٰلِكَ يُمَيِّزُ الْحَقُّ مِنَ الْبَاطِلِ . «الْمِهَادُ» /١٨/ : الْفِرَاشُ . «يَدْرَؤُونَ» /٢٢/ : يَدْفَعُونَ ، دَرَأْتُهُ عَنِّي دَفَعْتُهُ . «سَلَامٌ عَلَيْكُمْ» /٢٤/ : أَيْ يَقُولُونَ : سَلَامٌ عَلَيْكُمْ . «وَإِلَيْهِ مَتَابِ» /٣٠/ : تَوْبَتِي . «أَفَلَمْ يَيْأَسْ» /٣١/ : أَفَلَمْ يَتَبَيَّنْ . «قَارِعَةٌ» /٣١/ : دَاهِيَةٌ . «فَأَمْلَيْتُ» /٣٢/ : أَطَلْتُ ، مِنَ الْمَلِيِّ وَالْمِلَاوَةُ ، وَمِنْهُ «مَلِيًّا» /مريم: ٤٦/ : وَيُقَالُ لِلْوَاسِعِ الطَّوِيلِ مِنَ الْأَرْضِ : مَلًى مِنَ الْأَرْضِ . «أَشَقُّ» /٣٤/ : أَشَدُّ مِنَ الْمَشَقَّةِ . «مُعَقِّبَ» /٤١/ : مُغَيِّرٌ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «مُتَجَاوِرَاتٌ» /٤/ : طَيِّبُهَا عَذْبُهَا ، وَخَبِيثُهَا السِّبَاخُ . «صِنْوَانٌ» النَّخْلَتَانِ أَوْ أَكْثَرُ فِي أَصْلٍ وَاحِدٍ «وَغَيْرُ صِنْوَانٍ» /٤/ : وَحْدَهَا . «بِمَاءٍ وَاحِدٍ» /٤/ : كَصَالِحِ بَنِي آدَمَ وَخَبِيثِهِمْ ، أَبُوهُمْ وَاحِدٌ . «السَّحَابَ الثِّقَالَ» /١٢/ : الَّذِي فِيهِ الْمَاءُ . «كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ» /١٤/ : يَدْعُو الْمَاءَ بِلِسَانِهِ ، وَيُشِيرُ إِلَيْهِ بِيَدِهِ ، فَلَا يَأْتِيهِ أَبَدًا . «سَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا» /١٧/ : تَمْلَأُ بَطْنَ كُلِّ وَادٍ بِحَسَبِهِ . «زَبَدًا رَابِيًا» /١٧/ : الزَّبَدُ زَبَدُ السَّيْلِ . «زَبَدٌ مِثْلُهُ» /١٧/ : خَبَثُ الْحَدِيدِ وَالْحِلْيَةِ .

سورة الرعد

وقال ابن عباس رضی اللہ عنہ : كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ : مَثَلُ الْمُشْرِكِ الَّذِيْ عَبَدَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا غَيْرَهٗ، كَمَثَلِ الْعَطْشَانِ الَّذِيْ يَنْظُرُ اِلٰى خَيَالِهٖ فِي الْمَاءِ مِنْ بَعِيْدٍ، وهو يريد ان يَتَنَاوَلَهٗ وَلَا يَقْدِر

آیت میں ہے "وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ

وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ " فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مشرک کی مثال بیان کی گئی ہے جو اللہ کے ساتھ دوسرے الہ کی بھی عبادت کرتا ہے کہ اس کی مثال اس پیاسے جیسی ہے جو دور سے اپنے تصور اور خیال میں پانی کو دیکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ پانی حاصل کرلے لیکن اس پر قادر نہیں ہوتا ہے (اسی طرح یہ مشرک غیراللہ کی عبادت اس نیت سے کرتا ہے کہ وہ اس کی مدد کریگا حالانکہ وہ اس کی مدد پر قادر نہیں ہوتا ہے)

وقال غیرہ: سخّر: ذلّل

آیت کریمہ میں ہے "وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى" "اور آفتاب و ماہتاب کو کام میں لگادیا، ہر ایک (ان دونوں میں سے) وقت مقررہ پر چلتا رہتا ہے" حضرت ابن عباس ؓ کے غیر نے کہا کہ سَخَّرَ کے معنی ہیں ذَلَّلَ: تابع بنایا، تابع فرمان کیا۔

مُتَجَاوِرَاتٌ: مُتَدَانِيَاتٌ

آیت میں ہے "وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُتَجَاوِرَاتٌ" متجاورات کے معنی ہیں ایک دوسرے کے قریب اور ملے ہوئے (۴۶)۔

اَلْمُثُلَاتُ: واحدها مَثُلَةٌ، وَهِيَ الْأَشْبَاهُ وَالْأَمْثَالُ، وقال: اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا

"وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلَاتُ" "اَلْمَثُلَاتُ" "مَثُلَةٌ" کی جمع ہے، اس کے معنی اشباہ اور امثال کے آتے ہیں "فَهَلْ يَنْتَظِرُونَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ" اس آیت میں بھی "مثل" کا مفہوم وہی ہے جو پہلی آیت میں ہے۔

بِمِقْدَارٍ: بِقَدَرٍ

آیت کریمہ میں ہے "وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ" "اور ہر چیز اللہ کے نزدیک ایک خاص انداز سے ہے" فرماتے ہیں کہ مقدار کے معنی ہیں قدر یعنی معین انداز، مقررہ اندازہ کہ نہ اس سے بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے۔

---

(۴۶) "قال الراغب الاصفهانی" وقد تصور من الجار معنی القرب، فقیل لمن یقرب من غیرہ جارہ وجاورہ، وتجاور، قال تعالی: "وفی الارض قطعا متجاورات" (المفردات فی غریب القرآن: ۱۰۲)

مُعَقِّبَاتٌ : مَلَائِكَةٌ حَفَظَةٌ، تُعَقِّبُ الْأُوْلٰى مِنْهَا الْأُخْرٰى، وَمِنْهُ قِيْلَ الْعَقِيْبُ، يُقَالُ : عَقَّبْتُ فِى إِثْرِهٖ

آیت میں ہے "لَهٗ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ" فرماتے ہیں اس میں معقبات سے مراد حفاظت کرنے والے وہ فرشتے ہیں جن کی پہلی جماعت کے بعد دوسری جماعت آتی ہے ، اسی سے عقیب ہے ، اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بعد میں آنے والا ہو اور عَقَّبْتُ فِى إِثْرِهٖ بولتے ہیں جب آپ اس کے نشان قدم پر پیچھے پیچھے آئے ہوں (۴۷)۔

اَلْمِحَالُ : اَلْعُقُوْبَةُ

آیت کریمہ میں ہے "وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِى اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ" "اور وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ سخت گرفت کرنے والا ہے" فرماتے ہیں کہ آیت میں محال کے معنی ہیں عقوبت یعنی عذاب یہ تفسیر ابوعبیدہؒ کی ہے ، حضرت مجاہدؒ سے منقول ہے کہ محال کے معنی ہیں سخت قوت والا ، محال کے معنی حیلہ اور تدبیر کے بھی آتے ہیں ۔

رَابِيًا مِنْ رَبَا، يَرْبُوْ

آیت میں ہے "فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا" یعنی پھر وہ سیلاب اوپر لے آتا ہے پھولے ہوئے جھاگ کو، رَابِيًا : رَبَا، يَرْبُوْ سے مشتق ہے جس کے معنی پھولنے اور چڑھنے ، بڑھنے کے آتے ہیں ۔

أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ : اَلْمَتَاعُ : مَا تَمَتَّعْتَ بِهٖ

آیت میں ہے "وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِى النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ" فرماتے ہیں متاع اس چیز کو کہتے ہیں جس سے آپ فائدہ اٹھائیں یعنی برتن وغیرہ (۴۸) آیت کا مطلب آگے آرہا ہے ۔

جُفَاءً أَجْفَأَتِ الْقِدْرُ، إِذَا غَلَتْ، فَعَلَاهَا الزَّبَدُ، ثُمَّ تَسْكُنُ، فَيَذْهَبُ الزَّبَدُ بِلَا مَنْفَعَةٍ، فَكَذٰلِكَ

---

(۴۷) قال الراغب فى المفردات : ۳۴۰ "والتعقيب ان ياتى بشئى بعد آخر، يقال : عقب الفرس فى علوه، قال : "لهٗ معقبات من بين يديه ومن خلفه" اى ملائكة يتعاقبون عليه، حافظين له"

(۴۸) قال الراغب فى المفردات : ۴۶۱ "ويقال لما ينتفع به فى البيت متاع .... وكل ما ينتفع به على وجه ما، فهو متاع ومتعة"

يُمَيِّزُ الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ

آیت میں ہے "فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً" یعنی پھر وہ جھاگ خشک ہوکر ختم ہوجاتا ہے، اَجْفَأَتِ الْقِدْرُ بولتے ہیں جب ہانڈی میں جوش پیدا ہو اور جھاگ اس کے اوپر آجائے اور پھر اس میں سکون آئے تو جھاگ بلا کسی فائدہ کے ختم ہوجاتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ حق کو باطل سے جدا کرتے ہیں، باطل جھاگ کی طرح نمایاں ہوتا ہے لیکن وہ اپنا کوئی فائدہ اور اثر چھوڑ کر نہیں جاتا، ختم اور زائل ہوجاتا ہے۔

اَلْمِهَادُ: اَلْفِرَاشُ

آیت کریمہ میں ہے "وَمَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ" "اور ان کا ٹھکانہ (ہمیشہ کے لیے) دوزخ ہے اور وہ بری قرار گاہ ہے" فرماتے ہیں کہ آیت میں مہاد بمعنی فراش ہے یعنی بچھونا، آرام گاہ۔

يَدْرَؤُنَ: يَدْفَعُوْنَ دَرَأْتُهُ عَنِّي: دَفَعْتُهُ

آیت کریمہ میں ہے "وَيَدْرَؤُنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ" "اور یہ لوگ برائی کو بھلائی سے رفع کرتے ہیں" (یعنی بدسلوکی کا مقابلہ حسن سلوک سے کرتے ہیں) فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں يَدْرَؤُنَ کے معنی ہیں يَدْفَعُوْنَ، دَرَأْتُهُ عنی: دفعتُہ یعنی میں نے اس کو دور کیا۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ اَىْ يَقُوْلُوْنَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ

آیت کریمہ میں ہے "وَالْمَلٰئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ" "اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے آئیں گے اور کہیں گے تم (ہر آفت اور خطرہ سے) صحیح سلامت رہوگے بدولت اس کے کہ تم (دین حق پر) مضبوط رہے تھے پس اس جہان میں تمھارا انجام بہت اچھا ہے" فرماتے ہیں "سلام علیکم" سے پہلے آیت کریمہ میں "یقولون" محذوف ہے۔

وَاِلَيْهِ مَتَابِ: تَوْبَتِيْ

آیت کریمہ میں ہے "لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ" "اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق

نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کرلیا اور اسی کے پاس مجھ کو جانا ہے " فرماتے ہیں کہ آیت میں الیہ متاب کے معنی ہیں الیہ توبتی یعنی اس کی طرف میرا رجوع کرنا ہے مقصد یہ ہے کہ متاب مصدر میمی ہے بمعنی رجوع۔

قَارِعَةٌ: دَاهِيَةٌ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُمْ بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ" "اور یہ (مکہ کے) کافر تو ہمیشہ (آئے دن) اسی حالت میں رہتے ہیں کہ ان کے کرتوتوں یعنی بداعمالیوں کے سبب کوئی نہ کوئی حادثہ پڑتا رہتا ہے " (کہیں قتل کہیں قید کہیں شکست) فرماتے ہیں کہ آیت میں قارعة کے معنی ہیں داھیة یعنی مہلک آفت، سخت مصیبت۔

فَأَمْلَيْتُ أَطَلْتُ مِنَ الْمَلِيِّ وَالْمِلَاوَةُ، وَمِنْهُ مَلِيًّا وَيُقَالُ لِلْوَاسِعِ الطَّوِيلِ مِنَ الْأَرْضِ: مَلًا مِنَ الْأَرْضِ

آیت کریمہ میں ہے "فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ" " سو میں نے کافروں کو ڈھیل دی، پھر میں نے ان کو پکڑلیا، پس کیسا عذاب تھا" (یعنی سخت سزا تھی)

فرماتے ہیں کہ آیت میں أَمْلَيْتُ بمعنی أَطَلْتُ ہے یعنی میں نے مہلت دراز کردی، ڈھیل دے دی یہ مَلِيّ (بفتح المیم وکسر اللام وتشدید الیاء) اور ملاوة بکسر المیم سے مشتق ہے اور اسی سے "مَلِيًّا" ماخوذ ہے قرآن میں ایک جگہ ہے "وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا" اور کشادہ و طویل زمین یعنی صحرا و بیابان کو ملا من الارض کہا جاتا ہے۔

أَشَقُّ: أَشَدُّ من المشقة

آیت کریمہ میں ہے "وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ" "اور ان کافروں کے لیے آخرت کا عذاب بہت ہی سخت ہے" فرماتے ہیں کہ آیت میں أَشَقُّ بمعنی أَشَدُّ ہے جو مشقت سے مشتق ہے اور اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔

أَفَلَمْ يَايْئَسِ : افلم يتبين

"أَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ لَّوْ يَشَاءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا" فرماتے ہیں اس میں "لم يائيس" "لم يتبين" کے معنی میں ہے یعنی کیا ایمان والوں پر یہ بات ظاہر نہیں ہوئی ہے کہ اگر خدا چاہتا تو تمام آدمیوں کو ہدایت دے دیتا۔

طبری نے قاسم بن معن سے نقل کیا ہے کہ یہ معنی ہوازن کی لغت میں ہیں وہ کہتے ہیں "يئست كذا اى علمته" (۴۹)

وقال مجاهد : مُتَجَاوِرَاتٌ : طَيِّبُهَا عَذْبُهَا وَخَبِيْثُهَا السِّبَاخُ

"وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ" یعنی زمین میں ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے مختلف قطعے ہیں، ان میں جو طیب ہوتے ہیں وہ تو میٹھے ہوتے ہیں ان سے اچھی اور عمدہ پیداوار حاصل ہوتی ہے اور جو ناکارہ ہوتے ہیں وہ شور ہوتے ہیں اور ان میں انبات کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے، سباخ کے معنی شور، ویران کے ہیں۔

صِنْوَانٌ : اَلنَّخْلَتَانِ اَوْ اَكْثَرُ فِي اَصْلٍ وَاحِدٍ، وَغَيْرُ صِنْوَانٍ وَحْدَهَا بِمَاءٍ وَاحِدٍ كَصَالِحِ بَنِيْ آدَمَ، وَخَبِيْثِهِمْ اَبُوْهُمْ وَاحِدٌ

آیت میں ہے "وَنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَاءٍ وَّاحِدٍ" فرماتے ہیں دو کھجوریں ہوں یا دو سے زیادہ، ایک جڑ میں نکلی ہوں انہیں صنوان کہتے ہیں اور غیر صنوان سے مراد ہے کہ ایک ہی تنا ایک ہی جڑ سے نکلا ہو، ان سب کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ درخت، ان کا پھل اور شاخیں ایک ہی زمین، ایک ہی پانی سے سیراب کی جاتی ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی ساخت میں اور ان کے ذائقہ میں فرق ہوتا ہے۔

اسی طرح انسانوں کی مثال ہے کہ ان کا باپ ایک ہی حضرت آدم علیہ السلام ہیں لیکن کوئی بچہ صالح پیدا ہوتا ہے اور کوئی خبیث النفس ہوتا ہے۔

---

(۴۹) عمدة القارى: ۳۱۱/۱۸

مُعَقِّبٌ: مُغَيِّرٌ

آیت کریمہ میں ہے "وَاللّٰہُ یَحْکُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِہٖ" "اللہ حکم کرتا ہے (جو چاہتا ہے) کوئی اس کے حکم کو پیچھے کرنے والا نہیں" یعنی بدلنے والا نہیں۔

السَّحَابُ الثِّقَالُ: الَّذِیْ فِیْہِ الْمَاءُ

آیت کریمہ میں ہے "ھُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنْشِیءُ السَّحَابَ الثِّقَالَ" "وہی ہے جو تم کو بجلی دکھاتا ہے جس سے (اس کے گرنے کا) ڈر بھی ہوتا ہے اور (اس سے بارش کی) امید بھی ہوتی ہے اور اٹھاتا ہے بھاری بادل۔ فرماتے ہیں کہ اَلسَّحَابُ الثِّقَالُ سے مراد وہ بادل ہے جس میں پانی بھرا ہوا ہو۔

سحاب اسم جنس ہے، اس کا واحد سحابۃ ہے جس کے معنی بادل کے ہیں، خواہ اس میں پانی ہو یا نہ ہو۔ "ثِقال" سحاب کی صفت ہے سَحاب ثِقال کے معنی ہوئے "پانی سے بوجھل بادل"

سَالَتْ اَوْدِیَۃٌ بِقَدَرِھَا: تَمْلَأُ بَطْنَ وَادٍ

آیت میں ہے "اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِیَۃٌ بِقَدَرِھَا" یعنی اللہ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا تو نالے اپنی اپنی مقدار کے موافق بہنے لگے، وادی کا بطن یعنی اندرونی حصہ پانی سے بھر جاتا ہے۔

زَبَدًا رَّابِیًا: اَلزَّبَدُ السَّیْلُ: زَبَدٌ مِّثْلُہٗ: خَبَثُ الْحَدِیْدِ وَالْحِلْیَۃِ

"فَاحْتَمَلَ السَّیْلُ زَبَدًا رَّابِیًا" زَبَدًا رَّابِیًا سے سیلاب کا جھاگ مراد ہے اور اسی آیت میں ہے "اومتاع زبد مثلہ" زبد مثلہ سے لوہے اور زیور کا میل مراد ہے، لوہے اور زیور کے اوپر جو زنگ ہوتا ہے، پانی میں آگ پر گرم کرتے ہوئے وہ جھاگ کی شکل میں نمودار ہوتا ہے، پوری آیت ہے "اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِیَۃٌ بِقَدَرِھَا فَاحْتَمَلَ السَّیْلُ زَبَدًا رَّابِیًا، وَمِمَّا یُوْقِدُوْنَ عَلَیْہِ فِی النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْیَۃٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُہٗ کَذٰلِکَ یَضْرِبُ اللّٰہُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ، فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْھَبُ جُفَاءً، وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ، کَذٰلِکَ یَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ"۔

آیت کریمہ کا ترجمہ ہے: "اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا، پھر نالے اپنی مقدار کے موافق بہنے لگے (یعنی چھوٹے نالے میں تھوڑا پانی اور بڑے نالے میں زیادہ پانی) پھر وہ سیلاب خس و خاشاک

کو بہا لایا جو اس (پانی) کی (سطح کے) اوپر (آرہا) ہے اور جن چیزوں کو آگ کے اندر زیوریا اور اسباب بنانے کی غرض سے تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی میل کچیل (اوپر آجاتا) ہے، اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی اسی طرح کی مثال بیان کررہا ہے، سو جو میل کچیل تھا وہ تو پھینک دیا جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کے لیے کار آمد ہے وہ دنیا میں رہتی ہے، اللہ تعالیٰ اسی طرح مثالیں بیان کیا کرتے ہیں" ۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"آسمان کی طرف سے بارش اتری جس سے ندی نالے بہہ پڑے، ہر نالے میں اس کے ظرف اور گنجائش کے موافق جتنا خدا نے چاہا پانی جاری کردیا، چھوٹے میں کم، بڑے میں زیادہ، پانی جب زمین پر رواں ہوا تو مٹی اور کوڑا کرکٹ ملنے سے گدلا ہوگیا، پھر میل کچیل اور جھاگ پھول کر اوپر آیا، جیسے تیز آگ میں چاندی، تانبا، لوہا اور دوسری معدنیات پگھلاتے ہیں تاکہ زیور، برتن اور ہتھیار وغیرہ تیار کریں، اس میں اسی طرح جھاگ اٹھتا ہے مگر تھوڑی دیر بعد خشک یا منتشر ہوکر جھاگ جاتا رہتا ہے اور جو اصلی کار آمد چیز تھی (یعنی پانی یا پگھلی ہوئی معدنیات) وہ ہی زمین یا زمین والوں کے ہاتھ میں باقی رہ جاتی ہیں، جس سے مختلف طور پر لوگ منتفع ہوتے ہیں، یہ ہی مثال حق و باطل کی سمجھ لو، جب وحی آسمانی دین حق کو لے کر اترتی ہے تو قلوب بنی آدم اپنے اپنے ظرف اور استعداد کے موافق فیض حاصل کرتے ہیں پھر حق و باطل باہم بھڑ جاتے ہیں تو میل ابھر آتا ہے، بظاہر باطل جھاگ کی طرح حق کو دبالیتا ہے لیکن اس کا یہ ابال عارضی اور بے بنیاد ہے، تھوڑی دیر بعد اس کے جوش و خروش کا پتہ نہیں رہتا جو اصلی اور کار آمد چیز جھاگ کے نیچے دبی ہوئی تھی (یعنی حق و صداقت) بس وہ ہی رہ گئی، دیکھو خدا کی بیان کردہ مثالیں کیسی عجیب ہوتی ہیں، کیسے موثر طرز میں سمجھایا کہ دنیا میں جب حق و باطل کا جنگی مقابلہ ہوتا ہے تو گو چند دن کے لیے باطل اونچا اور پھولا ہوا نظر آئے لیکن آخرکار باطل کو منتشر کرکے حق ہی ظاہر و غالب ہوکر رہے گا، کسی مومن کو باطل کی عارضی نمائش سے دھوکا نہ کھانا چاہیے اسی طرح کسی انسان کے دل میں جب حق اتر جائے، کچھ دیر کے لیے اوہام و وساوس زور شور دکھلائیں تو گھبرانے کی بات نہیں، تھوڑی دیر میں یہ ابال بیٹھ جائے گا اور خالص حق ثابت و مستقر رہے گا" ۔

١٨٦ - باب : قَوْلِهِ : «اَللّٰهُ يَعْلَمُ ما تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثىٰ وَما تَغِيضُ الْأَرْحامُ» /٨/

«غِيضَ» /هود: ٤/ : نُقِصَ .

٤٤٢٠ : حدّثني إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنَا مَعْنٌ قالَ : حَدَّثَني مالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ

ٱبْنِ دِينَارٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ قَالَ : (مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا ٱللّٰهُ : لَا يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا ٱللّٰهُ ، وَلَا يَعْلَمُ مَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ إِلَّا ٱللّٰهُ ، وَلَا يَعْلَمُ مَتَى يَأْتِي الْمَطَرُ أَحَدٌ إِلَّا ٱللّٰهُ ، وَلَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ، وَلَا يَعْلَمُ مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا ٱللّٰهُ) [ر : ٩٩٢]

اللہ خوب جانتا ہے جو پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ (یعنی لڑکا ہے یا لڑکی ، نیک ہے یا بد) اور جو کچھ سکڑتے ہیں پیٹ اور بڑھتے ہیں (یعنی خوب جانتا ہے جو کچھ ان عورتوں کے پیٹ میں کمی بیشی ہوتی ہے کہ کبھی ایک بچہ اور کبھی زیادہ کبھی جلدی پیدا ہوتا ہے کبھی دیر میں) غیض بمعنی نقص سے اشارہ ہے ایک دوسری آیت کریمہ کی طرف جو سورۃ ہود میں ہے ، جس میں ہے وَغِيْضَ الْمَآءُ پانی کم ہوگیا۔ چونکہ تغیض اور غیض کا مادہ ایک ہے ، اس لیے امام بخاری نے اس لفظ کو یہاں ذکر کیا۔

١٨٧ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ إِبْرَاهِيم .

قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «هَادٍ» /الرعد: ٧/ : دَاعٍ . وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «صَدِيدٌ» /١٦/ : قَيْحٌ وَدَمٌ . وَقَالَ ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : «اذْكُرُوا نِعْمَةَ ٱللّٰهِ عَلَيْكُمْ» /٦/ : أَيَادِيَ ٱللّٰهِ عِنْدَكُمْ وَأَيَّامَهُ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ» /٣٤/ : رَغِبْتُمْ إِلَيْهِ فِيهِ . «يَبْغُونَهَا عِوَجًا» /٣/ و /هود: ١٩/ : يَلْتَمِسُونَ لَهَا عِوَجًا . «وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ» /٧/ : أَعْلَمَكُمْ ، آذَنَكُمْ . «رَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ» /٩/ : هٰذَا مَثَلٌ ، كَفُّوا عَمَّا أُمِرُوا بِهِ . «مَقَامِي» /١٤/ : حَيْثُ يُقِيمُهُ ٱللّٰهُ بَيْنَ يَدَيْهِ . «مِنْ وَرَائِهِ» /١٦/ : قُدَّامِهِ . «لَكُمْ تَبَعًا» /٢١/ : وَاحِدُهَا تَابِعٌ ، مِثْلُ غَيَبٍ وَغَائِبٍ . «بِمُصْرِخِكُمْ» /٢٢/ : ٱسْتَصْرَخَنِي ٱسْتَغَاثَنِي . «يَسْتَصْرِخُهُ» /القصص: ١٨/ : مِنَ الصُّرَاخِ . «وَلَا خِلَالَ» /٣١/ : مَصْدَرُ خَالَلْتُهُ خِلَالًا ، وَيَجُوزُ – أَيْضًا – جَمْعُ خُلَّةٍ وَخِلَالٍ . «ٱجْتُثَّتْ» /٢٦/ : ٱسْتُؤْصِلَتْ .

سورۃ ابراھیم

قال ابن عباس: ھاد: داع

سورۃ رعد کی آیت کریمہ میں ہے "اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" اس لفظ کو سورۃ رعد کی تفسیر میں نقل کرنا چاہیے تھا شاید کتابت کی غلطی سے اس کو یہاں ذکر کیا۔

وقال مجاھد: صَدِيْدٌ: قَيْحٌ وَدَمٌ

آیت کریمہ میں ہے "مِنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ" "اس کے آگے دوزخ (کا عذاب) ہے اور پیپ کا پانی پلایا جائے گا" اور مجاہد نے فرمایا ہے کہ آیت میں صدید کے معنی ہیں پیپ اور خون۔

وقال مجاھد: مِنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ: رَغِبْتُمْ اِلَيْهِ، فِيْهِ

آیت میں ہے "وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ" اس میں مجاہد نے سَاَلْتُمُوْهُ کی تفسیر "رَغِبْتُمْ اِلَيْهِ" سے کی ہے یعنی جن چیزوں کی طرف تم کو رغبت ہے اللہ جل شانہ نے وہ تمہیں عطا کی، رَغِبَ کے صلہ میں "اِلی" اور "فی" دونوں استعمال ہوتے ہیں، اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے امام نے "رغبتم الیہ، فیہ" کہا۔

يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا: يَلْتَمِسُوْنَ لَهَا عِوَجًا

آیت کریمہ میں ہے "وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا" "اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں" فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں يَبْغُوْنَهَا کے معنی ہیں يَلْتَمِسُوْنَ لَهَا یعنی راہِ خدا میں کجی تلاش کرتے ہیں۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ: اَعْلَمَكُمْ، آذَنَكُمْ

فرماتے ہیں کہ آیت میں "تَاَذَّنَ" بمعنی اَعْلَمَ اور آذَنَ ہے یعنی تَاَذَّنَ، ایذان کے معنی میں ہے

اور ایذان کے معنی اعلام اور اطلاع دینے کے آتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب آپ کے رب نے آپ کو اطلاع دی۔

رُدُّوْا اَیْدِیَھُمْ فِیْ اَفْوَاھِھِمْ ھَذَا مَثَلٌ کُفُّوْا عَمَّا اُمِرُوْا بِہٖ

آیت میں ہے "جَاءَ تْھُمْ رُسُلُھُمْ بِالْبَیِّنَاتِ فَرَدُّوْا اَیْدِیَھُمْ فِیْ اَفْوَاھِھِمْ" (۵۰) امام فرماتے ہیں "رُدُّوْا اَیْدِیَھُمْ فِیْ اَفْوَاھِھِمْ" ضرب المثل ہے اس کے معنی "کُفُّوْا عَمَّا اُمِرُوْا بِہٖ" کے ہوتے ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب رسول ان لوگوں کے پاس دلائل لائے تو انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں لوٹائے یعنی جس چیز کا ان کو حکم دیا گیا تھا اس سے وہ رکے رہے اور اِنَّا کَفَرْنَا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِہٖ کہنے لگے دوسری جگہ کفار ہی کے بارے میں ارشاد ہے "وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ" جب یہ اکیلے ہوتے ہیں تو غصے سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں اسی کیفیت کا یہاں ذکر ہے۔

بعض حضرات نے مِثْل بکسر المیم پڑھا ہے اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ "رُدُّوْا اَیْدِیَھُمْ فِیْ اَفْوَاھِھِمْ" "کفوا عما امروا بہ" کی طرح ہے اور دونوں کا ایک ہی مطلب ہوتا ہے، بعض حضرات نے افواھھم کی ضمیر کا مرجع حضرات انبیاء علیہم السلام کو قرار دیا ہے یعنی ان کافروں نے اپنے ہاتھ پیغمبروں کے منہ پر رکھ دیئے مطلب یہ ہے کہ کافر انبیاء کی نصیحت کو مانتے تو کیا الٹے یہ کوشش کرتے تھے کہ ان کو بات تک نہ کرنے دیں اور پیغمبروں کے منہ پر ہاتھ رکھ کر ان کو بات کرنے سے روکتے تھے ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایادی سے مراد نعمتیں ہیں یعنی نصائح جو دراصل اللہ کی نعمتیں تھیں ان کو پیغمبروں کے منہ پر لوٹا دیا یعنی نہیں مانا۔

مَقَامِیْ: حَیْثُ یُقِیْمُہُ اللّٰہُ بَیْنَ یَدَیْہِ

آیت میں ہے "ذٰلِکَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ" اس میں "مقامی" سے مراد وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ بندے کو اپنے سامنے کھڑا کریں گے (۵۱) مراد قیامت کے دن حساب وکتاب کے لئے قیام ہے۔

---

(۵۰) قال الراغب: "قولہ تعالی: (فردوا ایدیھم فی افواھھم) قیل: عضوا الانامل غیظاً وقیل: اومئوا الی السکوت، واشاروا بالید الی الفم، وقیل: ردوا ایدیھم فی افواہ الانبیاء فاسکتوھم، واستعمال الرد فی ذلک تنبیھا انھم فعلوا ذلک مرۃ بعد اخری" (المفردات للراغب: ۱۹۲)

(۵۱) ای موقفی الذی یقف بہ العباد بین یدی الحساب یوم القیامۃ، والی ھذا ذھب الزجاج، فالمقام اسم مکان واضافتہ الی ضمیرہ تعالی لکونہ بین یدیہ سبحانہ، وقال الفراء: ھو مصدر میمی اضیف الی الفاعل ای خاف قیامی علیہ بالحفظ لاعمالہ ومراقبتی ایاہ (روح المعانی: ۱۳/۲۰۰)

لَكُمْ تَبَعًا: وَاحِدُهَا تَابِعٌ، مِثْلُ غَيَبٍ وَغَائِبٍ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ" "ہم لوگ (دنیا میں) تمہارے تابع تھے (حتی کہ دین کی جو راہ تم نے ہم کو بتلائی ہم اسی پر ہوگئے اور آج ہم پر مصیبت ہے) تو کیا تم خدا کے عذاب کا کچھ حصہ ہم سے ہٹا سکتے ہو" (یعنی بالکل نہ بچا سکو تو کسی قدر بھی بچا سکتے ہو)

فرماتے ہیں کہ آیت میں تَبَعًا جمع ہے، اس کا واحد تابع ہے جیسے غَيَبٌ (بفتحتین) غائب کی جمع ہے، نیز جیسے خادم کی جمع خَدَمٌ ہے۔

بِمُصْرِخِكُمْ، اِسْتَصْرَخَنِیْ: اِسْتَغَاثَنِی، يَسْتَصْرِخُهُ مِنَ الصُّرَاخِ

آیت میں ہے "فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْا اَنْفُسَكُمْ، مَا اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ، وَمَا اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ" .... "مَا اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ" کے معنی "مَا اَنَا بِمُغِيثِكم" ہیں یعنی نہ میں تمہارا مددگار بن سکتا ہوں اور نہ ہی تم میرے مددگار بن سکتے ہو، عرب کہتے ہیں استصرخنی: اس نے مجھ سے مدد طلب کی، يَسْتَصْرِخُهُ: صراخ سے ماخوذ ہے جس کے معنی فریاد اور چیخ کے آتے ہیں (۵۲)۔

وَلَا خِلَالٌ: مَصْدَرُ خَالَلْتُهُ خِلَالًا، وَيَجُوْزُ ايضا جَمْعُ خُلَّةٍ وَخِلَالٍ

"يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلَالٌ" فرماتے ہیں یہ باب مفاعلہ خَالَلَ کا مصدر ہے بمعنی دوستی کرنا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ "خُلَّة" کی جمع ہو جس کے معنی دوستی کے آتے ہیں۔

۱۸۸ – باب : قَوْلِهِ :

«كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ . تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ» /٢٤ ، ٢٥ .

٤٤٢١ : حدَّثني عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَ : (أَخْبِرُونِي بِشَجَرَةٍ تُشْبِهُ ، أَوْ : كالرَّجُلِ الْمُسْلِمِ ، لَا يَتَحَاتُّ وَرَقُهَا ، وَلَا وَلَا وَلَا ، تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِين) . قالَ ابْنُ عُمَرَ :

---

(۵۲) (مالنا بمصرخكم) ای بمغیثکم مماانتم فیہ من العذاب، یقال : استصرخنی فاصرخته ای استغاثنی فاغثته واصله من الصراخ، وهو مد الصوت، والهمزة للسلب، کان المغیث یزیل صراخ المستغیث (روح المعانی: ۲۰۹/۱۳)

فَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ ، وَرَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَا يَتَكَلَّمَانِ ، فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ ، فَلَمَّا لَمْ يَقُولُوا شَيْئًا ، قَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (هِيَ النَّخْلَةُ) . فَلَمَّا قُمْنَا قُلْتُ لِعُمَرَ : يَا أَبَتَاهُ ، وَٱللهِ لَقَدْ كَانَ وَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ ، فَقَالَ : مَا مَنَعَكَ أَنْ تَكَلَّمَ ؟ قَالَ : لَمْ أَرَكُمْ تَكَلَّمُونَ ، فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ أَوْ أَقُولَ شَيْئًا ، قَالَ عُمَرُ : لَأَنْ تَكُونَ قُلْتَهَا ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا .

[ر : ٦١]

یہاں اللہ جل شانہ نے کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کی مثال بیان کی ہے ، کلمہ طیبہ سے مراد کلمہ توحید، معرفت الٰہی کی باتیں ، ایمان و ایمانیات، قرآن، حمد و ثنا، تسبیح و تہلیل سب ہیں (۵۳)۔ اور کلمہ خبیثہ سے کلمہ کفر، جھوٹی بات اور ہر وہ کلام مراد ہے جو خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو (۵۴)۔

کلمہ طیبہ کی مثال اس شجرہ طیبہ سے دی گئی ہے جس کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں پھیلی ہوں اور جس کی چوٹی آسمان کی طرف بلند ہو، اس سے مراد جیسا کہ یہاں بخاری کی روایت میں ہے کھجور کا درخت ہے اور کلمہ خبیثہ کی مثال اس گندے درخت کے ساتھ دی گئی ہے جس کی جڑ زمین سے اکھاڑ لی گئی ہو اور اس میں پائیداری نہ ہو، اس سے مراد درخت حنظل ہے (۵۵) گو عموم لفظ میں ہر خراب درخت شامل ہوسکتا ہے ، مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

”دونوں مثالوں کا حاصل یہ ہوا کہ مسلمانوں کا دعوائے توحید و ایمان پکا اور سچا ہے جس کے دلائل نہایت صاف و صحیح و مضبوط ہیں، موافق فطرت ہونے کی وجہ سے اس کی جڑیں قلوب کی پہنائیوں میں اتر جاتی ہیں اور اعمال صالحہ کی شاخیں آسمان قبول سے جالگتی ہیں ”إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ “. اس کے لطیف و شیریں ثمرات سے مُوَحِّدین کے کام و دہن ہمیشہ لذت اندوز ہوتے ہیں، الغرض حق و صداقت اور توحید و معرفت کا سدا بہار درخت روز بروز پھولتا پھلتا اور بڑی پائیداری کے ساتھ اونچا ہوتا رہتا ہے ، اس کے برخلاف جھوٹی بات اور شرک و کفر کے دعوائے باطل کی جڑ بنیاد کچھ نہیں ہوتی.... ناحق بات ثابت کرنے میں خواہ کتنے ہی زور لگائے جائیں لیکن انسانی ضمیر اور فطرت کے مخالف ہونے کی وجہ سے اس کی جڑیں دل کی گہرائیوں میں نہیں پہنچتیں، تھوڑا دھیان کرنے سے وہ غلط معلوم ہونے لگتی ہیں ، اس لئے مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے یعنی سچ کی طرح اپنے پاؤں پر نہیں چلتا، نہ اس

---

(۵۳) روح المعانی: ۲۱۳/۱۲

(۵۴) روح المعانی: ۲۱۴/۱۲

(۵۵) روح المعانی: ۲۱۵/۱۳

سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔ " (۵۶)

١٨٩ – باب : «يُثَبِّتُ ٱللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ» /٢٧/ .

٤٤٢٢ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قالَ : أَخْبَرَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ قالَ : سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عازِبٍ : أَنَّ رَسُولَ ٱللَّهِ ﷺ قالَ : (الْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ : يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ ٱللَّهِ . فَذٰلِكَ قَوْلُهُ : «يُثَبِّتُ ٱللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الحَيَاةِ ٱلدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ») . [ر : ١٣٠٣]

"فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا " سے دنیا میں مومن کا لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا مراد ہے اور "فِی الْاٰخِرَۃِ" سے برزخ میں اس کا لاالہ الا اللہ کی گواہی دینا مراد ہے (۵۷)۔

١٩٠ – باب : «أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ ٱللَّهِ كُفْرًا» /٢٨/ .

أَلَمْ تَرَ : أَلَمْ تَعْلَمْ ؟ كَقَوْلِهِ : «أَلَمْ تَرَ كَيْفَ» /٢٤/ . «أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا» /البقرة: ٢٤٣/.
«الْبَوَارُ» /٢٨/ : الْهَلَاكُ ، بَارَ يَبُورُ بُورًا . «قَوْمًا بُورًا» /الفرقان: ١٨/ : هَالِكِينَ .

٤٤٢٣ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ عَطَاءٍ : سَمِعَ ٱبْنَ عَبَّاسٍ : «أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ ٱللَّهِ كُفْرًا» . قالَ : هُمْ كُفَّارُ أَهْلِ مَكَّةَ . [ر : ٣٧٥٨]

"اَلَمْ تَرَ" "اَلَمْ تَعْلَمْ " کے معنی میں ہے، جیسے اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ اور اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا میں "اَلَمْ تَرَ" "اَلَمْ تَعْلَمْ" کے معنی میں ہے "بَدَّلُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ کُفْرًا " کے معنی ہیں بدلوا شکر نعمۃِ اللہ کفرا یعنی اللہ کی نعمت کے شکر کو انہوں نے کفر سے بدل دیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے رسول مبعوث فرمائے جو درحقیقت اللہ جل شانہ کی بڑی نعمت تھے اس نعمت کے شکر کا تقاضہ یہ تھا کہ وہ لوگ ان کی بات مانتے اور ان کی بتائی ہوئی تعلیمات پر عمل کرتے لیکن ان لوگوں نے ناشکری کی اور اللہ کے رسول اور ان کی تعلیمات کا انکار کردیا۔

---

(۵۶) دیکھیے تفسیر عثمانی: ۳۳۳ فائدہ نمبر ۲

(۵۷) روح المعانی: ۱۳/ ۲۱۷

١٩١ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ ٱلْحِجْرِ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ» /٤١/ : الْحَقُّ يَرْجِعُ إِلَى ٱللهِ وَعَلَيْهِ طَرِيقُهُ . «وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُبِينٍ» /٧٩/ : الْإِمَامُ كُلُّ مَا ائْتَمَمْتَ وَاهْتَدَيْتَ بِهِ إِلَى الطَّرِيقِ .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «لَعَمْرُكَ» /٧٢/ : لَعَيْشُكَ . «قَوْمٌ مُنْكَرُونَ» /٦٢/ : أَنْكَرَهُمْ لُوطٌ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «كِتَابٌ مَعْلُومٌ» /٤/ : أَجَلٌ . «لَوْمَا تَأْتِينَا» /٧/ : هَلَّا تَأْتِينَا . «شِيَعِ» /١٠/ : أُمَمٍ ، وَلِلْأَوْلِيَاءِ أَيْضًا شِيَعٌ .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «يُهْرَعُونَ» /هود: ٧٨/ : مُسْرِعِينَ . «لِلْمُتَوَسِّمِينَ» /٧٥/ : لِلنَّاظِرِينَ . «سُكِّرَتْ» /١٥/ : غُشِّيَتْ . «بُرُوجًا» /١٦/ : مَنَازِلَ لِلشَّمْسِ وَالْقَمَرِ . «لَوَاقِحَ» /٢٢/ : مَلَاقِحَ مُلْقِحَةً . «حَمَإٍ» /١٦/ : جَمَاعَةُ حَمْأَةٍ ، وَهُوَ الطِّينُ الْمُتَغَيِّرُ ، وَالْمَسْنُونُ الْمَصْبُوبُ . «تَوْجَلْ» /٥٣/ : تَخَفْ . «دَابِرَ» /٦٦/ : آخِرَ . «الصَّيْحَةُ» /٨٣/ : الْهَلَكَةُ

سورة الحجر

وقال مجاهد : صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ. اَلْحَقُّ يَرْجِعُ إِلَى اللهِ وَعَلَيْهِ طَرِيْقُهٗ

آیت میں ہے "هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ." اس میں "علی" "الی" کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ راہ حق صراط مستقیم ہے ، اللہ کی طرف جانے والی ہے اور اسی حق کے اوپر چل کر آدمی اللہ تک پہنچ سکتا ہے اور اس کی خوشنودی کو حاصل کرسکتا ہے ۔ یہ تعلیق ابن ابی حاتم نے موصولاً نقل کی ہے (١)۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں : "یعنی بے شک بندگی اور اخلاص کی راہ سیدھی میرے تک پہنچتی ہے اور یہ ہی میرا صاف اور سیدھا راستہ ہے جس میں کوئی ہیر پھیر نہیں کہ جو بندے عبودیت اور اخلاص کی راہ اختیار کریں گے وہ ہی شیطان لعین کے تسلط سے مامون رہیں گے اور جو ملعون کی پیروی کریں گے اس کے ہمراہ دوزخ میں جائیں گے ۔ بعض مفسرین نے "هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ

مستقیم" کو تہدید پر محمول کیا ہے یعنی او ملعون! لوگوں کو صراط مستقیم سے گمراہ کر کے کہاں بھاگے گا، وہ کونسا راستہ ہے جو ہماری طرف نہ جاتا ہو، پھر ہماری سزا سے بچ کر کدھر جاسکتا ہے، اس وقت کلام ایسا ہوگا جیسے کہتے ہیں "اِفعل ماشئت فطریقک علّی" اور قرآن میں دوسری جگہ فرمایا "اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ" (۱)۔

اَلْاِمَامُ: کُلُّ مَا ائْتَمَمْتَ وَاهْتَدَیْتَ بِهٖ

آیت کریمہ میں ہے "وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ" "اور یہ دونوں (قوم کی) بستیاں صاف سڑک پر (واقع) ہیں" فرماتے ہیں کہ امام ہر وہ چیز ہے جس کی تو پیروی کرے اور جس کے ذریعے راہ پائے، امام بروزن فِعَال اسم ہے بمعنی مقتدا، رہنما، ہر وہ چیز جس کی اقتداء اور پیروی کی جائے جس کا قصد کیا جائے چونکہ راستہ بھی رہنما ہے اس لیے ایک معنی امام کے راستہ ہے، مبین کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ قوم لوطؑ اور اصحابِ آیکہ کھلے راستے پر واقع ہیں جو حجاز سے شام کی طرف جاتا ہے۔

وقال ابن عباس: لَعَمْرُکَ: لَعَیْشُکَ

آیت میں ہے "لَعَمْرُکَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَکْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ" عُمر (عین کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ) حیات اور زندگی کو کہتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے آپ کی مدت حیات یعنی آپ کی عمر کی قسم کھائی ہے۔

قَوْمٌ مُّنْکَرُوْنَ: اَنْکَرَهُمْ لُوْطٌ

آیت کریمہ میں ہے "فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ الْمُرْسَلُوْنَ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ مُّنْکَرُوْنَ" "پھر جب فرشتے خاندان لوطؑ کے پاس آئے (تو چونکہ فرشتے بشکل بشر تھے اس لیے) کہنے لگے تم لوگ تو اجنبی معلوم ہوتے ہو" آیت میں قوم منکرون کا مفہوم یہ ہے کہ لوطؑ نے ان فرشتوں کو اجنبی سمجھا۔

وقال غیرہ: کِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ: اَجَلٌ

آیت کریمہ میں ہے "وَمَآ اَهْلَکْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا وَلَهَا کِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ" "اور ہم نے جتنی بستیاں (کفر کی

---

(۱) عمدۃ القاری: ۱۹/٦ (۱) تفسیر عثمانی: ۳۵/فائدہ: ۱۔

وجہ سے) ہلاک کی ہیں ان سب کے لیے ایک متعین وقت لکھا ہوا ہوتا ہے " حضرت ابن عباسؓ کے غیر یعنی ابوعبیدہؒ نے کہا کہ آیت میں کتاب سے مراد اجل یعنی مدت ہے پس کتاب معلوم کے معنی ہوئے " مقررہ مدّت "

لَوْمَاتَأْتِيْنَا: هَلَّاتَأْتِيْنَا

آیت کریمہ میں ہے "لَوْمَاتَأْتِيْنَا بِالْمَلٰئِكَةِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ" "اگر (تم نبوت کے دعوے میں) سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتے " فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں لو بمعنی ھلاّ ہے یعنی لو تحضیض کے لیے ہے۔

شِيَعٌ: أُمَمٌ، وَلِلْأَوْلِيَاءِ أَيْضًا شِيَعٌ

آیت میں ہے "وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِيْنَ" یہاں شِیَع کے معنی اُمم کے بھی ہوسکتے ہیں اور اولیاء کو بھی شیع کہا جاسکتا ہے۔ پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے آپ سے پہلی امتوں کے اندر رسولوں کو بھیجا اور دوسری صورت میں معنی ہوں گے کہ ہم نے آپ سے پہلے ان گزرے لوگوں میں بھی رسول بھیجے جن میں اتحاد و اتفاق ہوتا تھا اور جو ایک دوسرے کے دوست ہوتے تھے۔

لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ: لِلنَّاظِرِيْنَ

آیت کریمہ میں ہے "إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ" "بلاشبہ اس واقعہ میں بہت سی نشانیاں ہیں اہل بصیرت کے لیے " فرماتے ہیں کہ آیت میں متوسمین کے معنی ہیں ناظرین یعنی دیکھنے والے۔

سُكِّرَتْ: غُشِّيَتْ

آیت کریمہ میں ہے "إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ" "ہماری نظر بند کردی گئی بلکہ ہم لوگوں پر جادو کر رکھا ہے " فرماتے ہیں کہ سُكِّرَتْ بمعنی غُشِّيَتْ ہے یعنی پردہ ڈال دیا گیا، نظر بندی کردی گئی۔

بُرُوجًا: مَنَازِلَ لِلشَّمْسِ والقمر

آیت کریمہ میں ہے "وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَاءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ" "اور البتہ ہم نے آسمان میں بُرج بنائے ہیں اور اس کو دیکھنے والوں کے لیے مزین کردیا ہے" فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں برج سے مراد سورج اور چاند کی منزلیں ہیں۔

لَوَاقِحَ: مَلَاقِحَ، مُلْقِحَةٌ

آیت میں ہے "وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً" اس میں لَوَاقِحَ "مَلَاقِحَ" کے معنی میں ہے اور مَلَاقِحَ "مُلْقِحَةٌ" کی جمع ہے، اس سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو پانی کو اٹھائے ہوئے ہوتی ہیں، لَوَاقِحَ، لَاقِحَةٌ کی جمع ہے، لَاقِحَةٌ اور مُلْقِحَةٌ کے معنی ایک ہیں۔

حَمَاٍ جَمَاعَةُ حَمْاَةٍ، وَهُوَ الطِّيْنُ الْمُتَغَيِّرُ، وَالْمَسْنُوْنُ: اَلْمَصْبُوْبُ

آیت میں ہے "لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ" اس میں "حَمَاٍ" حَمْاَةٌ (حاء کے فتحہ، میم کے سکون اور ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ) کی جمع ہے اس مٹی کو کہتے ہیں جو سڑنے کی وجہ سے متغیر ہوگئی ہو اور مسنون کے معنی ہیں وہ چیز جو ڈھالی گئی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کے پتلے کو اللہ جل شانہ نے کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا اور اس مٹی کو جس سے انسان کی تخلیق وجود میں آئی انسان کے قالب میں ڈھالا گیا تھا اور وہ سڑنے کی وجہ سے متغیر ہوگئی تھی۔ صَلْصَالٍ: اس خشک مٹی کو کہتے ہیں جو خشک ہونے کی وجہ سے بجنے اور کھنکھنانے لگتی ہے (۲)۔

تَوْجَلْ: تَخَفْ

آیت کریمہ میں ہے "قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ" "انھوں نے کہا کہ آپ خائف نہ ہوں، کیونکہ ہم (فرشتے ہیں من جانب اللہ ایک بشارت لے کر آئے ہیں اور) آپ کو ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں جو بڑا عالم ہوگا" فرماتے ہیں کہ تَوْجَلْ بمعنی تَخَفْ ہے یعنی آیت مذکورہ میں لَا تَوْجَلْ کے معنی ہیں، خائف نہ ہو، مت ڈرو۔

---

(۲) قال الراغب فی المفردات: ۲۸۴ "اصل الصلصال تردد الصوت من الشئی الیابس ... وسمی الطین الجاف صلصالاً ... والصلصلة بقیة ماء، سمیت بذلک لحکایة صوت تحرکه فی المزادة، وقیل: الصلصال المنتن من الطین"

دابِرَ: آخِرَ

آیت کریمہ میں ہے "وَقَضَيْنَآ إِلَيْهِ ذٰلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ" "اور ہم نے ان فرشتوں کے واسطے سے لوطؑ کے پاس یہ حکم بھیجا کہ صبح ہوتے ہی ان کی جڑ کٹ جائے گی" فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں دابر کے معنی آخر کے ہیں یعنی جڑ، بنیاد دَابِرَ اسم فاعل کا صیغہ ہے، ہر چیز کے آخر اور تابع کے معنی میں مستعمل ہے۔

اَلصَّيْحَةُ: اَلْهَلَكَةُ

آیت کریمہ میں ہے "فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ" "پس ان کو صبح کے وقت چنگھاڑ (سخت آواز) نے آپکڑا" فرماتے ہیں کہ آیت میں صَيْحَةٌ کے معنی ہیں ہلاکت۔

١٩٢ – باب : قَوْلِهِ : «إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ» /١٨/.

٤٤٢٤ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ ، قالَ : (إِذَا قَضَى اللّٰهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ، ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ ، كالسِّلْسِلَةِ عَلَى صَفْوَانٍ – قالَ عَلِيٌّ : وَقالَ غَيْرُهُ : صَفْوَانٍ ، يَنْفُذُهُمْ ذٰلِكَ – فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ ، قالُوا : ماذَا قالَ رَبُّكُمْ ، قالُوا لِلَّذِي قالَ : الْحَقَّ ، وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ . فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُو السَّمْعِ ، وَمُسْتَرِقُو السَّمْعِ هٰكَذَا وَاحِدٌ فَوْقَ آخَرَ – وَوَصَفَ سُفْيَانُ بِيَدِهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ أَصَابِعِ يَدِهِ الْيُمْنَى ، نَصَبَهَا بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ – فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ الْمُسْتَمِعَ قَبْلَ أَنْ يَرْمِيَ بِهَا إِلَى صَاحِبِهِ فَيُحْرِقَهُ ، وَرُبَّمَا لَمْ يُدْرِكْهُ حَتَّى يَرْمِيَ بِهَا إِلَى الَّذِي يَلِيهِ ، إِلَى الَّذِي هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ ، حَتَّى يُلْقُوهَا إِلَى الْأَرْضِ – وَرُبَّمَا قالَ سُفْيَانُ : حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى الْأَرْضِ – فَتُلْقَى عَلَى فَمِ السَّاحِرِ ، فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ ، فَيُصَدَّقُ فَيَقُولُونَ : أَلَمْ يُخْبِرْنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا ،

(۴۴۲۴) واخرجه فی التفسیر، باب حتی اذا فزع عن قلوبهم، رقم الحدیث: ۴۵۲۲، و فی التوحید، باب فی المشیئة والارادة، رقم الحدیث: ۷۴۸۱، (مع الفتح)، واخرجه ابن ماجه فی المقدمة، رقم الحدیث: ۱۹۴، واخرجه الترمذی فی کتاب التفسیر، رقم الحدیث: ۳۲۲۳، واخرجه ابوداؤد فی کتاب الحروف، رقم الحدیث: ۳۹۸۹

يَكُونُ كَذَا وَكَذَا ، فَوَجَدْنَاهُ حَقًّا ؟ لِلْكَلِمَةِ الَّتِي سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ) .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا فیصلہ فرماتے ہیں تو ملائکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد کے سامنے اپنی عاجزی اور بے بسی کو ظاہر کرنے کے لئے اپنے پروں کو مارتے ہیں اور ان پروں کو مارنے کی آواز ایسی ہوتی ہے جیسے کہ چکنے پتھر پر زنجیر کھینچی جائے ۔

علی بن عبداللہ مَدینی نے فرمایا کہ سفیان کے علاوہ ہمارے دوسرے استاذ نے صَفَوان ینفذُھم ذلک فرمایا ایک تو انہوں نے صفَوان کے فاء کو مفتوح پڑھا جبکہ سفیان نے اس کو مجزوم پڑھا تھا، دوسرے انہوں نے ینفذھم ذلک کا اضافہ کیا جو سفیان نے نہیں کیا تھا یعنی اللہ تعالےٰ اس حکم کو فرشتوں تک پہنچا دیتے ہیں ۔

فَاِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ، قَالُوْا : مَاذَا قَالَ رَبُّكُم؟ قَالُوا لِلَّذِيْ قَالَ : اَلْحَقَّ

پھر جب ان فرشتوں کے قلوب سے خوف کی وہ کیفیت ختم ہوجاتی ہے تو وہ مقرب فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا کہا؟ تو وہ فرشتے اس چیز کے بارے میں بتاتے ہیں جو اللہ نے فرمائی ہے "الحق" کہ اللہ نے حق فرمایا ہے وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ اور وہ بزرگ و بلند ہیں ، اب چونکہ اس بات کا تذکرہ ملائکہ میں ہوتا ہے تو چوری چھپے سننے والے شیاطین اس کو سن لیتے ہیں ۔

وَمُسْتَرِقُوْا السَّمْعِ هٰكَذَا، وَاحِدٌ فَوْقَ آخَرَ، وَوصف سفیان بیده، وَفَرَّجَ بَين اصابع يَدِهِ اليُمْنٰى نَصَبَهَا بعضها فوق بعض

اور چوری چھپے سننے والے شیاطین اس طرح رہتے ہیں ایک کے اوپر دوسرا، پھر تیسرا، سفیان نے (سمجھانے کی غرض سے) اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں کھول کر بعض انگلیوں کو بعض پر رکھ کر اس کی کیفیت بیان کی، پھر کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ شہاب ثاقب اس سننے والے کو پکڑ لیتا ہے اور قبل اس کے کہ وہ اس بات کو اپنے صاحب تک پہنچائے اور وہ اسے جلا دیتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ شہاب اس سننے والے کو نہیں پکڑتا یہاں تک کہ وہ اسے پہنچا دیتے ہیں اس شیطان کی طرف جو اُس کے نیچے اس سے متصل ہے ، پھر وہ اپنے سے متصل نیچے والے کی طرف، یہاں تک کہ وہ بات زمین تک پہنچ جاتی ہے ، پھر وہ بات ساحر

کے منہ تک پہنچا دی جاتی ہے اور وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر بیان کرتا ہے ، پھر اس کی تصدیق کی جاتی ہے اور اس ایک بات کی بناء پر لوگ کہتے ہیں کہ کیا اس نے فلاں دن نہیں کہا تھا کہ آئندہ ایسا ایسا ہوگا اور ہم نے اس کو درست پایا، یہ تصدیق اس ایک بات کی وجہ سے ہوتی ہے جو آسمان سے چوری چھپے سنی گئی تھی۔

حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا عَمْرٌو ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : (إِذَا قَضَى ٱللهُ الْأَمْرَ) . وَزَادَ : (وَالْكاهِنِ) .

یعنی پہلی روایت میں آیا ہے "فَتَلْقىٰ علیٰ فم السَّاحر " اس روایت میں "علیٰ فم السَّاحر " کے بعد "الکاہن" کا اضافہ بھی ہے ۔

وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ فَقَالَ : قالَ عَمْرٌو : سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قالَ : (إِذَا قَضَى ٱللهُ الْأَمْرَ ، وَقالَ : عَلَى فَمِ السَّاحِرِ) . قُلْتُ لِسُفْيَانَ : أَأَنْتَ سَمِعْتَ عَمْرًا قالَ : سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ ؟ قالَ : نَعَمْ . قُلْتُ لِسُفْيَانَ : إِنَّ إِنْسَانًا رَوَى عَنْكَ : عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، وَيَرْفَعُهُ : أَنَّهُ قَرَأَ : «فُرِّغَ» . قالَ سُفْيَانُ : هَكَذَا قَرَأَ عَمْرٌو ، فَلَا أَدْرِي : سَمِعَهُ هَكَذَا أَمْ لَا ، قالَ سُفْيَانُ : وَهِيَ قِرَاءَتُنَا . [٤٥٢٢ ، ٧٠٤٣]

قال: وحدثنا سفیان، فقال: قال عمرو: سمعت عکرمة....وقال: عَلی فم الساحر

امام بخاری فرماتے ہیں کہ علی مدینی نے بیان کیا کہ ہم سے سفیان نے حدیث بیان کی تو اس میں سند کے الفاظ تھے "قال عمرو: سمعت عکرمة... " اسناد سابق بطریق عنعنہ تھا اور اس میں سماع کی تصریح ہے اور "عَلی فم الساحر" کہا، کاہن کا ذکر نہیں کیا۔

قلت لسفیان: أأنت سمعتَ عمروًا، قال: سمعتُ عِکْرِمَةَ، قال: سمعت اباهریرة، قال: نعم

علی المدینی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ سفیان سے پوچھا کہ آپ کے استاذ عمرو بن دینار نے جب یہ روایت آپ سے بیان کی تھی تو انہوں نے "سمعت عکرمة، سمعت اباهریرة" کے الفاظ سے

بیان کی تھی؟ سفیان نے کہا "جی ہاں" سماع کی تصریح آگئی۔

قلتُ لِسُفیان: وإنَّ انسانا رَوَیٰ عنک: عن عمرو، عن عکرمۃ عن ابی ہریرۃ

علی بن عبداللہ مدینی فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان سے پوچھا کہ ایک آدمی آپ سے اس حدیث کو نقل کرتا ہے لیکن اس میں سماع کی تصریح نہیں ہے اور روایت مرفوعاً ہے اور اس میں "فُرِّغَ" پڑھا گیا (سائل کو آیت کریمہ "فَإِذَا فُرِّغَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ، قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ" (۳) میں "فزع" کی قراءت میں شبہ ہے کہ یہ "فزع" ہے یا "فرغ" ہے جمہور کی قراءت "فزع" ہے اور ایک قراءت "فرغ" بھی ہے) تو سفیان نے کہا کہ عمرو بن دینار نے تو "فزع" ہی پڑھا ہے، اب مجھے معلوم نہیں کہ عمرو نے "فزع" سن کر پڑھا ہے یا بغیر سنے پڑھا ہے اور سفیان نے کہا کہ جیسے انہوں نے "فزع" پڑھا ہے، ہماری قراءت بھی "فزع" ہی ہے۔

یہاں ایک بات تو یہ ہوگئی کہ "فرغ" کو انہوں نے بیان نہیں کیا، "فزع" کو بیان کیا، مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہی ہوگا لیکن اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ ایک طرف تو فرما رہے ہیں کہ ہماری قراءت "فزع" ہے اور دوسری طرف فرما رہے ہیں "فلا أدری سمعہ ھکذا ام لا" تو جب سماع کا علم نہیں تو قراءت کے اندر قیاس کا دخل تو ہوتا نہیں تو پھر انہوں نے اس کو اپنی قرائت کیسے قرار دیا۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ سفیان نے "فلا ادری سمعہ ھکذا ام لا" صرف عمرو بن دینار کے حوالہ سے کہا کہ مجھے ان کے متعلق معلوم نہیں کہ انہوں نے اپنے شیخ عکرمہ سے سن کر پڑھا ہے یا نہیں، جہاں تک اس قراءت کے سَماع کا تعلق ہے تو سفیان نے بہت ممکن ہے دوسرے مشائخ سے سماع کے ساتھ یہ قراءت سنی ہو۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت سفیان کا نقطہ نظر یہ ہو کہ سماع کے بغیر بھی قراءت کا اعتبار ہونا چاہیئے اگر معنی میں کوئی خرابی اور نقص لازم نہ آتا ہو۔

شیاطین اور شہاب ثاقب

یہاں روایت میں شیاطین کے آسمان پر جانے اور شہاب ثاقب کے ذریعے انہیں مار بھگانے کا

---

(۳) سورۃ سبا: ۲۳

ذکر ہے ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں بڑی جامع اور نفیس بحث لکھی ہے جس سے اس بارے میں وارد ہونے والے اشکالات ختم ہوجاتے ہیں ، وہ لکھتے ہیں :

”آسمانوں پر شیاطین کا کچھ عمل دخل نہیں چلتا، بلکہ بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے تو ان کا گزر بھی وہاں نہیں ہوسکتا، اب انتہائی کوشش ان کی یہ ہوتی ہے کہ ایک شیطانی سلسلہ قائم کرکے آسمان کے قریب پہنچیں اور عالم ملکوت سے نزدیک ہوکر اخبار غیبیہ کی اطلاعات حاصل کریں ، اس پر بھی فرشتوں کے پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں کہ جب شیاطین ایسی کوشش کریں اوپر سے آتشبازی کی جائے ، نصوص قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تکوینی امور کے متعلق آسمان پر جب کسی فیصلہ کا اعلان ہوتا ہے اور خداوند قدوس اس سلسلہ میں فرشتوں کی طرف وحی بھیجتا ہے تو وہ اعلان ایک خاص کیفیت کے ساتھ اوپر سے نیچے کو درجہ بدرجہ پہنچتا ہے ، آخر سماء دنیا پر اور بخاری کی ایک روایت کے موافق ”عنان (بادل) میں فرشتے اس کا مذاکرہ کرتے ہیں ، شیاطین کی کوشش ہوتی ہے کہ ان معاملات کے متعلق غیبی معلومات حاصل کریں ، اسی طرح جیسے آج کوئی پیغام بذریعہ وائرلیس ، ٹیلیفون جارہا ہو اسے بعض لوگ راستہ میں جذب کرنے کی تدبیر کرتے ہیں ، ناگہاں اوپر سے بم کا گولہ (شہاب ثاقب) پھٹتا ہے اور ان غیبی پیغامات کی چوری کرنے والوں کو مجروح یا ہلاک کرکے چھوڑتا ہے ، اسی دوا دوش اور ہنگامہ داروگیر میں جو ایک آدھ بات شیطان کو ہاتھ لگ جاتی ہے وہ ہلاک ہونے سے پیشتر بڑی عجلت کے ساتھ دوسرے شیاطین کو اور وہ شیاطین اپنے دوست انسانوں کو پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں ، کاہن لوگ اس ادھوری سی بات میں سیکڑوں جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر عوام کو غیبی خبری بتلاتے ہیں ، جب وہ ایک آدھ سماوی بات سچی نکلتی ہے تو ان کے معتقدین اسے ان کی سچائی کے ثبوت پیش کرتے ہیں اور جو سیکڑوں بنائی ہوئی خبریں جھوٹی ثابت ہوتی ہیں ، ان سے اغماض و تغافل برتا جاتا ہے ، قرآن و حدیث نے یہ واقعات بیان کرکے متنبہ کردیا کہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اور چھوٹی سے چھوٹی سچائی کا سرچشمہ بھی وہی عالم ملکوت ہے ، شیاطین الجن و الانس کے خزانہ میں بجز کذب و افتراء کوئی چیز نہیں ، نیز یہ کہ آسمانی انتظامات اس قدر مکمل ہیں کہ کسی شیطان کی مجال نہیں وہاں قدم رکھ سکے یا باوجود انتہائی جدوجہد کے وہاں کے انتظامات اور فیصلوں پر معتدبہ دسترس حاصل کرلے ، باقی جو ایک آدھ جملہ اِدھر اُدھر کا فرشتوں سے سن بھاگتا ہے ، حق تعالٰے نے ارادہ نہیں کیا کہ اس کی قطعاً بندش کردی جائے ، وہ چاہتا تو اس سے بھی روک دیتا، مگر یہ بات اس کی حکمت کے موافق نہ تھی، آخر شیاطین الجن و الانس کو جن کی بابت اسے معلوم ہے کہ کبھی اغوا و اضلال سے باز نہ آئیں گے اتنی طویل مہلت اور مغویانہ اسباب و وسائل پر دسترس دینے میں کچھ نہ کچھ حکمت تو

سب کو ماننی پڑے گی اسی طرح حکمت یہاں بھی سمجھ لو۔

تنبیہ

شیاطین ہمیشہ شہابوں کے ذریعہ مرتے رہتے ہیں مگر جس طرح قطب جنوبی اور ہمالیہ کی بلند تر چوٹی کی تحقیق کرنے والے مرتے رہتے ہیں اور دوسرے ان کا یہ انجام دیکھ کر اس مہم کو ترک نہیں کرتے ، اسی پر شیاطین کی مسلسل جدوجہد کو قیاس کرلو، یہ واضح رہے کہ قرآن وحدیث نے یہ نہیں بتلایا کہ شہب کا وجود صرف رجم شیاطین ہی کے لئے ہوتا ہے ، ممکن ہے ان کے وجود سے اور بہت سے مصالح وابستہ ہوں اور حسب ضرورت یہ کام بھی لیا جاتا ہو(۴) ۔

١٩٣ – باب : قَوْلِهِ : «وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ ٱلْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ» /٨٠/ .

٤٤٢٥ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنَا مَعْنٌ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ ٱبْنِ دِينَارٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ لِأَصْحَابِ ٱلْحِجْرِ (لَا تَدْخُلُوا عَلَى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ ، فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ ، أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ ما أَصَابَهُمْ) . [ر : ٤٢٣]

١٩٤ – باب : «وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ» /٨٧/ .

٤٤٢٦ : حدّثني محمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عاصِمٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى قالَ : مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أُصَلِّي ، فَدَعَانِي فَلَمْ آتِهِ حَتَّى صَلَّيْتُ ، ثُمَّ أَتَيْتُ فَقَالَ : (ما مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَ) . فَقُلْتُ : كُنْتُ أُصَلِّي ، فَقَالَ : (أَلَمْ يَقُلِ ٱللهُ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ٱسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ» . ثُمَّ قالَ : (أَلَا أُعَلِّمُكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ) . فَذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ لِيَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَذَكَّرْتُهُ ، فَقَالَ : («الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ» . هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي ، وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ) . [ر : ٤٢٠٤]

٤٤٢٧ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي ذِئْبٍ . حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

---

(۴) تفسیر عثمانی: ۳۳۸-۳۳۹ فائدہ نمبر۴

رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (أُمُّ الْقُرْآنِ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ) .

۱۹۵ – باب : قَوْلِهِ : «الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ» /۹۱/ . (۵)

«الْمُقْتَسِمِينَ» /۹۰/ : الَّذِينَ حَلَفُوا ، وَمِنْهُ «لَا أُقْسِمُ» /البلد: ۱/ : أَيْ أُقْسِمُ ، وَتُقْرَأُ «لَأُقْسِمُ» . «قَاسَمَهُمَا» /الأعراف: ۲۱/ : حَلَفَ لَهُمَا وَلَمْ يَحْلِفَا لَهُ . وَقالَ مُجَاهِدٌ : «تَقَاسَمُوا» /النمل: ٤۹/ : تَحَالَفُوا .

٤٤۲۸/٤٤۲۹ : حدّثني يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ ٱبْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : «الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ» . قالَ هُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ ، جَزَّؤُوهُ أَجْزَاءً ، فَآمَنُوا بِبَعْضِهِ وَكَفَرُوا بِبَعْضِهِ .

(٤٤۲۹) : حدّثني عُبَيْدُ ٱللّٰهِ بْنُ مُوسَى ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : «كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ» . قالَ : آمَنُوا بِبَعْضٍ وَكَفَرُوا بِبَعْضٍ ، الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى . [ر : ۳۷۲۹]

اَلْمُقْتَسِمِيْنَ : الذين حَلَفُوْا

آیت میں ہے "کَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَی الْمُقْتَسِمِیْنَ" فرماتے ہیں مُقْتَسِمِیْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے قسم کھائی تھی یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے کافر لوگ تھے ، انہوں نے قسم کھائی تھی کہ رات کی تاریکی میں حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے متبعین پر حملہ کرکے سب کو ختم کردیں گے ، چنانچہ سورۃ نمل میں اس کی وضاحت آئی ہے "قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَیِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِیِّهٖ مَاشَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ" (٦)

وَمِنْهُ : لَآ اُقْسِمُ اَیْ اُقْسِمُ، وَتُقْرَأُ : لَاُقْسِمُ

اور مُقْتَسِمِیْنَ سے ہی "لَآ اُقْسِمُ" ہے اس میں "لَا" زائدہ ہے اور معنی ہیں " میں قسم کھاتا ہوں "

---

(۵) "عضين" ای اعضاء متفرقة من عضيت الشئی ای فرقته، وقيل : هو جمع عضة واصلها عضوة من عضى الشئی، اذا جعلها اعضاء ای جزأها اجزاء، وقيل : اصلها عضهة، فحذفت الهاء الاصلية... وبعد الحذف جمع على عضين مثل ما جمع برة على برين وقلة على قلين (عمدة القاری : ۱۳/۱۹)

(٦) سورة النمل : ۴۹

بعض نے اس کو "لَاُقْسِمُ" پڑھا جس میں لام تاکید کا ہے یہ ابن کثیر کی قراءت ہے (۷) مقتسمین کی مناسبت سے اس کو ذکر کیا ہے ۔

قَاسَمَهُمَا: حَلَفَ لَهُمَا وَلَمْ يَحْلِفَا لَهُ

سورۃ اعراف میں ہے "وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ" امام فرماتے ہیں کہ آیت میں "قَاسَمَهُمَا" کا مطلب یہ ہے کہ شیطان نے حضرت آدم اور حواء کے سامنے قسم کھائی تھی تاہم حضرت آدم اور حضرت حواء نے قسم نہیں کھائی تھی، اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ یہاں باب مفاعلہ میں خاصیتِ مشارکت نہیں ہے، طرفین سے قسم نہیں کھائی گئی، صرف شیطان نے قسم کھائی تھی، اعراف کی آیت کی طرف اشارہ بھی مقتسمین کی مناسبت سے کیا ہے ۔

وقال مجاهد: تَقَاسَمُوْا: تَحَالَفُوْا

سورۃ نمل میں ہے "قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ" یہ بھی قسم سے ہے یعنی ان سب نے حلف اٹھایا، سورۃ نمل کی آیت کی طرف اشارہ بھی مقتسمین کی مناسبت سے کیا ہے ۔

آیت کریمہ میں مقتسمین سے کون لوگ مراد ہیں اس سلسلہ میں تین قول مشہور ہیں ۔

❶ حضرت صالح اور ان کے متبعین پر رات کے وقت حملہ کرنے والے ان کی قوم کے کافر لوگ، جیسا کہ گزر چکا ۔

❷ وہ سولہ آدمی جنہوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سننے سے لوگوں کو روکیں گے (۹)۔

ان دونوں صورتوں میں یہ لفظ قسم سے ماخوذ ہے لیکن اس کی ایک تیسری تفسیر بھی ہے ۔

❸ کہ مقتسمین سے وہ اهل کتاب مراد ہیں جنہوں نے قرآن کے اجزاء بنائے اور اسے ٹکڑوں اور حصوں میں تقسیم کیا اس طرح کہ کسی حصہ پر ایمان لے آئے اور کسی حصہ کا انکار کردیا، چنانچہ باب کی دونوں روایات میں یہی تفسیر بیان کی گئی ہے اور یہی تفسیر راجح ہے اور جمہور نے اختیار کی ہے ۔

اس صورت میں "مُقْتَسِمِيْنَ" قسم سے نہیں بلکہ "قسمة" سے ماخوذ ہوگا اقتسام کے معنی ہوتے

---

(۷) عمدۃ القاری: ۱۹/ ۱۳

(۹) عمدۃ القاری: ۱۹/ ۱۳ وتفسیر نسفی: ۲/ ۲۷۹۔ لیکن اس میں بارہ آدمیوں کا ذکر ہے ۔

ہیں تقسیم کرنا، باٹنا یعنی انہوں نے قرآن کو تقسیم کردیا کہ بعض حصوں پر عمل کیا اور بعض پر نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے دونوں تفسیروں کی طرف اس طرح اشارہ کیا کہ ابتداء میں فرمایا "المقتسمین: اَلَّذِیْنَ حَلَفُوْا" اس سے اشارہ کردیا کہ یہ قسم سے ماخوذ ہے اور جو دو روایات ذکر کی اس سے اشارہ کردیا کہ یہ قسمة سے ماخوذ ہے ۔ واللہ اعلم

١٩٦ – باب : «وَٱعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ» /٩٩/ .

قالَ سَالِمٌ : الْيَقِينُ الْمَوْتُ

١٩٧ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ النَّحْلِ .

«رُوحُ الْقُدُسِ» /١٠٢/ : جِبْرِيلُ . «نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ» /الشعراء: ١٩٣/ . «فِي ضَيْقٍ» /١٢٧/ : يُقَالُ : أَمْرٌ ضَيْقٌ وَضَيِّقٌ ، مِثْلُ هَيْنٍ وَهَيِّنٍ ، وَلَيْنٍ وَلَيِّنٍ ، وَمَيْتٍ وَمَيِّتٍ .

قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «تَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ» /٤٨/ : تَتَهَيَّأُ . «سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلاً» /٦٩/ : لَا يَتَوَعَّرُ عَلَيْهَا مَكانٌ سَلَكَتْهُ .

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «فِي تَقَلُّبِهِمْ» /٤٦/ : ٱخْتِلَافِهِمْ .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «تَمِيدَ» /١٥/ : تَكَفَّأَ . «مُفْرَطُونَ» /٦٢/ : مَنْسِيُّونَ .

وَقالَ غَيْرُهُ : «فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَٱسْتَعِذْ بِٱللهِ» /٩٨/ : هٰذَا مُقَدَّمٌ وَمُؤَخَّرٌ ، وَذٰلِكَ أَنَّ الِاسْتِعَاذَةَ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ ، وَمَعْنَاهَا : الِاعْتِصَامُ بِٱللهِ .

سورة النحل

رُوحُ الْقُدُسِ : جِبرِیل، نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِیْنُ

آیت میں ہے " قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ " اس میں روح القدس کی تفسیر امام بخاری رحمہ اللہ جبرئیل کررہے ہیں اور اس کے لئے انہوں نے تائید سورۃ شعراء کی آیت "نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِیْنُ" سے بیان کی کیونکہ اس میں "روح" کا اطلاق حضرت جبرئیل پر ہوا ہے ۔

فی ضَیْقٍ، یقال: اَمْرٌ ضَیْقٌ وَضَیِّقٌ، مِثْلُ ھَیْنٍ وَھَیِّنٍ، وَلَیْنٍ وَلَیِّنٍ، وَمَیْتٍ وَمَیِّتٍ

آیت میں ہے "وَلَا تَکُ فِی ضَیْقٍ مِمَّا یَمْکُرُوْنَ" امام فرماتے ہیں، اس میں دو لغت ہیں ایک ضَیْق (بسکون الیاء) دوسری ضَیِّق (بتشدید الیاء) جیسے ھَیْن اور لَیْن اور مَیْت میں بھی دو لغت ہیں، امام بخاریؒ کے بیان کے مطابق مَیْت (یا کے سکون کے ساتھ) اور مَیِّت (بتشدید الیاء) میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن اھل لغت نے ان دونوں میں تھوڑا سا فرق بیان کیا ہے، وہ یہ کہ میْت (بسکون الیاء) اس کو کہتے ہیں جو فی الحال مرا ہوا ہو اور میِّت (بتشدید الیاء) عام ہے، فی الحال جو فوت ہوچکا ہے، اس کے اوپر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور جو مستقبل میں فوت ہونے والا ہے، اس کے لئے بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے (۱۰) سورۃ زمر میں "اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ" (۱۱) میں اس لفظ کا اطلاق مستقبل کے اعتبار ہی سے کیا گیا ہے۔

وقال ابن عباس: فی تَقَلُّبِھِمْ: اِخْتِلَافِھِمْ

آیت کریمہ میں ہے "اَوْ یَاْخُذَھُمْ فِی تَقَلُّبِھِمْ" "یا ان کو چلتے پھرتے (کسی آفت میں) پکڑ لے" حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ فی تَقَلُّبِھِمْ کے معنی ہیں فی اختلافھم یعنی ان کے سفر و حضر میں ان کے رات اور دن میں اللہ تعالیٰ پکڑ لے۔

وقال مجاھد: تَمِیْدَ: تَکَفَّاَ

آیت میں ہے "وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ" یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین میں بڑے بڑے پہاڑ بچھا دیئے تاکہ زمین تم کو لے کر متحرک اور مضطرب نہ ہو، مجاہد نے تمید کی تشریح "تکفّأ" سے کی ہے جس کے معنی پلٹنے، ڈگمگانے اور لڑکھڑانے کے آتے ہیں، مجاہد کی یہ تعلیق ابو محمد نے موصولاً

---

(۱۰) قال الفیروز آبادی فی القاموس المحیط: ۱/۱۶۴: "اَلْمَیْتُ مخففۃ: الذی مات، وَالْمَیِّتُ والمائت: الذی لم یمت بعد" وقال الزبیدی فی تاج العروس: ۱/۵۸٦ نقلاً عن شیخہ: "وعلی ھذہ التفرقۃ جماعۃ من الفقھاء والادباء، وعندی فیہ نظر، فانھم صرّحوا بان اَلْمُیْتَ مخفف الیاء ماخوذ و مخفف من المیّت المشدد، و اذا کان ماخوذا منہ، فکیف یتصور الفرق فیھما فی الاطلاق، حتی قال العلامۃ بن دحیۃ .... بانہ خطأ فی القیاس، و مخالف للسماع اما القیاس، فان اَلْمُیْتَ المخفف انما اصلہ میّت المشدد مخفف، و تخفیف لم یحدث فیہ معنی مخالفا لمعناہ فی حال التشدید" وفی لسان العرب: ۲/۹۱: "قال الزجاج: اَلْمَیِّتُ المیّت بالتشدید الا انہ یخفف یقال: مَیْتٌ، مَیِّتٌ، والمعنی واحد"۔

(۱۱) الزمر: ۳۰

نقل کی ہے (۱۲)۔

مُفْرَطُوْنَ: مَنسِيُّوْنَ

آیت میں ہے "لاجَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُفْرَطُوْنَ" فرماتے ہیں اس میں "مُفْرَطُوْنَ" "مَنْسِيُّوْنَ" کے معنی میں ہے یعنی بلاشبہ ان کے لئے قیامت کے دن دوزخ ہے اور وہ لوگ بھلا دیئے جائیں گے (دوزخ میں ڈالنے کے بعد پھر ان کی کوئی خبر نہیں لی جائے گی) حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے ترجمہ فرمایا "محقق ہوگیا کہ ان کے واسطے آگ ہے اور وہ بڑھائے جارہے ہیں" یعنی ان لوگوں کے لیے دوزخ تیار ہے جس کی طرف وہ بڑھائے جارہے ہیں اور جہاں پہنچ کر گویا بالکل بھلا دیئے جائیں گے اور مہربانی کی نظر کبھی ان پر نہ ہوگی۔

وقال غيره: فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ، هٰذَا مقدّم و مؤخر، وذلك ان الِاسْتِعَاذة قبلَ الِقرَاءة، ومعناها: اَلْإِعْتِصَامُ بِاللهِ

آیت میں ہے "فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابوعبیدہ کے اتباع میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی "إِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ" کو پہلے ذکر کیا ہے لیکن وہ موخر ہوگا اور "فَاسْتَعِذْ بِاللهِ" کو بعد میں ذکر کیا گیا ہے لیکن وہ مقدم ہوگا کیونکہ استعاذہ قرآن کی تلاوت سے مقدم ہوتا ہے۔

جمہور علماء تقدیم و تاخیر کے قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ "إِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ" کے معنی "اذا اردت قراءة القرآن" ہیں یعنی جب آپ قرآن کی تلاوت کا ارادہ کریں تو استعاذہ کریں علامہ نووی اور حافظ ابن کثیر وغیرہ نے یہی معنی بیان کئے ہیں (۱۳)۔

استعاذہ کے معنی امام نے بیان کئے "الاعتصام باللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرنا اور اللہ کی پناہ میں آنا

تلاوت سے قبل تعوذ کا حکم

جمہور علماء کے نزدیک قرآن شریف کی تلاوت سے قبل تعوذ مسنون ہے۔

---

(۱۲) عمدۃ القاری: ۱۵/۱۹

(۱۳) دیکھیے تفسیر ابن کثیر ۲/۳۶۳ والجامع لاحکام القرآن: ۸۶/۱ و روح المعانی: ۲۲۸/۱۴

عطاء بن ابی رَبَاح اور دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ تعَوّذ قبلَ القِراء ۃ واجب ہے (۱۴)۔

حضرت ابوہریرہؓ، محمد بن سیرین اور حضرت ابراہیم نَخَعی سے نقل کیا گیا ہے کہ تعوذ قراءت کے بعد ہونا چاہیئے انہوں نے آیت کے ظاہر پر نظر کرتے ہوئے تعوذ کا مقام قراءت کے بعد تجویز کیا، داود ظاہری اور حمزہ زَیات کا بھی یہی مذہب ہے (۱۵)۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ تعوذ قراءت سے پہلے بھی اور قراءت کے بعد بھی دونوں مواقع میں ہونا چاہیئے (۱۶)۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ تعوذ جہراً پڑھنا چاہیئے یا سرّاً... نماز کے اندر جمہور علماء کے نزدیک تعوذ جہراً نہیں پڑھنا چاہیئے بلکہ ابن قُدامہ نے فرمایا کہ تعوذ کا نماز میں سراً پڑھنا اجماعی اور متفق علیہ مسئلہ ہے (۱۷) لیکن حضرات شوافع سے اس سلسلہ میں دو قول منقول ہیں، ایک قول تو یہ ہے کہ تعوذ سرّاً پڑھا جائے گا اور دوسرا قول ہے کہ قاری کو اختیار ہے، چاہے وہ جہراً پڑھے یا سرّاً (۱۸)

شَاكِلَتِهِ: نَاحِيَتِهِ

یہ لفظ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت میں ہے "قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِهِ" یہاں اس کا ذکر بے محل ہے، ناسخ نے سہواً اس کو یہاں ذکر کردیا ہے (۱۹)

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «تُسِيمُونَ» /١٠/ : تَرْعَوْنَ . «قَصْدُ السَّبِيلِ» /٩/ : الْبَيَانُ . ٱلدِّفْءُ : ما ٱسْتَدْفَأْتَ . «تُرِيحُونَ» /٦/ : بِالْعَشِيِّ ، وَ «تَسْرَحُونَ» /٦/ : بِالْغَدَاةِ . «بِشِقِّ» /٧/ : يَعْنِي الْمَشَقَّةَ . «عَلَى تَخَوُّفٍ» /٤٧/ : تَنَقُّصٍ . «الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً» /٦٦/ : وَهِيَ تُؤَنَّثُ وَتُذَكَّرُ ، وَكَذٰلِكَ : الْأَنْعَامِ جَمَاعَةُ النَّعَمِ . «أَكْنَانًا» /٨١/ : وَاحِدُهَا كِنٌّ مِثْلُ : حِمْلٍ وَأَحْمَالٍ .

---

(۱۴) الجامع لاحکام القرآن: ۸۶/۱

(۱۵) فتح الباری: ۳۸۵/۸ و روح المعانی: ۲۲۹/۱۴

(۱۶) تفسیر کبیر: ۶۰/۱

(۱۷) قال موفق الدین احمد بن قدامۃ فی کتابہ "المغنی": ۲۸۳/۱۔ "ویسر الاستعاذۃ، ولا یجہر بہا، لا اعلم فیہ خلافاً"

(۱۸) قال الشافعی رحمہ اللہ فی کتابہ: "الام": ۱۰۷/۱: "وایہما فعل الرجل أجزاہ، ان جہر او اخفی"

(۱۹) مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ایک توجیہ کی ہے "ولعل الوجہ فی ایرادہ ھہنا التنبیہ علی ان قصدہ فی القراءۃ لاینبغی ان یکون الاللّٰہ، وعلی ھذا، فالمناسب فی ترجمۃ الشاکلۃ ھہنا ھی النیۃ" (لامع الدراری: ۹/ ۱۱۷-۱۱۶) وفی الفتح: ۸/ ۳۸۵ "شاکلتہ: ناحیتہ، ووقع فی روایۃ ابی ذر "نیتہ" "بدل ناحیتہ" .

«سَرَابِيلَ» قُمُصٌ «تَقِيكُمُ الحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُمْ بَأْسَكُمْ» /۸۱/ : فَإِنَّهَا اَلدُّرُوعُ . «دَخَلاً بَيْنَكُمْ» /۹۲ ، ۹۴/ : كُلُّ شَيْءٍ لَمْ يَصِحَّ فَهُوَ دَخَلٌ .

قَالَ اَبْنُ عَبَّاسٍ : «حَفَدَةً» /۷۲/ : مَنْ وَلَدَ الرَّجُلُ . السَّكَرُ ما حُرِّمَ مِنْ ثَمَرَتِهَا ، وَالرِّزْقُ الحَسَنُ ما أَحَلَّ اَللّٰهُ .

وَقَالَ اَبْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ صَدَقَةَ : «أَنْكَاثًا» /۹۲/ : هِيَ خَرْقَاءُ ، كانَتْ إِذَا أَبْرَمَتْ غَزْلَهَا نَقَضَتْهُ .

وَقَالَ اَبْنُ مَسْعُودٍ : الْأُمَّةُ مُعَلِّمُ الْخَيْرِ ، وَالْقَانِتُ الْمُطِيعُ .

قَصْدُ السَّبِيْلِ : اَلْبَيَان

آیت میں ہے "وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ وَلَوْشَاءَ اللّٰهُ لَهَدَاكُمْ اَجْمَعِيْنَ" فرماتے ہیں کہ اس میں "قصد" کے معنی بیان کرنے کے ہیں یعنی ہدایت و ضلالت کا بیان کرنا اللہ ہی پر ہے ، بعضوں نے قصد السبیل کی تفسیر صراط مستقیم سے کی ہے (۲۰) یعنی سیدھی راہ اللہ تک پہنچتی ہے اور بعض رستے (جو دین کے خلاف ہیں) ٹیڑھے بھی ہیں اور اگر اللہ چاہے تو تم سب کو سیدھی راہ دے ۔

اَلدِّفْءُ : مَا اسْتَدْفَأْتَ بِهِ

آیت میں ہے "وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ" فرماتے ہیں اس میں دِفْءٌ سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے آپ گرمی حاصل کرتے ہیں ، آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانور پیدا کئے ، ان میں تمہارے لئے گرمی حاصل کرنے کا سامان ہے (کیونکہ ان کے بال اور کھال سے پوستین اور کپڑے بنتے ہیں)

تُرِيْحُوْنَ : بِالْعَشِيِّ ، وَتَسْرَحُوْنَ : بِالْغَدَاةِ

آیت میں ہے "وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ" تُرِيْحُوْنَ کے معنی ہیں جانوروں کو چرا کر شام کے وقت لانا اور تَسْرَحُوْنَ کے معنی ہیں صبح کے وقت چرانے کے لئے لیجانا۔ مطلب یہ ہے

---

(۲۰) عمدة القاری : ۱۹/۱۶

کہ جانوروں کو صبح کے وقت چرانے کے لئے لے جانے اور شام کے وقت واپس لانے میں تمہارے لئے ایک شان اور ایک رونق ہے ۔

اَلْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً: وھی تُؤَنَّثُ وَتُذَکَّرُ، وکَذٰلِکَ الْاَنْعَامِ جَمَاعَۃُ النَّعَمِ

"وَاِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً، نُسْقِیْکُمْ مِمَّا فِی بُطُوْنِہٖ" امام فرماتے ہیں کہ لفظ "اَنْعَام" مذکر اور مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور یہ نَعَمٌ کی جمع ہے ، نَعَمٌ بھی مذکر اور مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے ، یہاں انعام مذکر استعمال ہوا ہے چنانچہ "فِی بُطُوْنِہٖ" میں ضمیر مذکر اس کی طرف راجع ہے اور سورۃ مومنون میں "نُسْقِیْکُمْ مِمَّا فِی بُطُوْنِھَا" (٢١) ہے وہاں مونث استعمال ہوا ہے ۔

بِشِقِّ بِمَعْنَی الْمَشَقَّۃِ

آیت کریمہ میں ہے "وَتَحْمِلُ اَثْقَالَکُمْ اِلٰی بَلَدٍ لَمْ تَکُوْنُوْا بٰلِغِیْہِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ" "وہ تمہارے بوجھ بھی (لاد کر) ایسے شہر کو لیجاتے ہیں جہاں تم بدون جان کو محنت (مشقت) میں ڈالے ہوئے نہیں پہونچ سکتے" فرماتے ہیں کہ آیت میں شقّ سے مراد ہے مشقت اور محنت ۔

عَلٰی تَخَوُّفٍ: تَنَقُّصٍ

آیت کریمہ میں ہے "اَوْ یَاْخُذَھُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ" "یا ان کو گھٹاتے گھٹاتے پکڑ لے" (جیسے قحط دوبارہ پڑے اور بتدریج خاتمہ ہوجائے) مطلب یہ ہے کہ نڈر نہ ہونا چاہیے خدا کو سب پر قدرت حاصل ہے ، فرماتے ہیں کہ آیت میں تخوف کے معنی تنقص کے ہیں جس کے معنی ہیں بتدریج گھٹانا، کم کرنا اور یہی تفسیر حضرت ابن عباسؓ اور مجاہدؒ وغیرہ ائمہ تفسیر سے منقول ہے اور یہی تفسیر حکیم الامت حضرت تھانوی نے کی ہے جیسے کہ ترجمہ گھٹاتے گھٹاتے سے ظاہر ہے ، لفظ تخوف جو بظاہر خوف سے مشتق ہے جس کے معنی ڈرانے اور خوف دلانے کے ہے ۔

سَرَابِیْلَ: قُمُصٌ، تَقِیْکُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِیْلَ تَقِیْکُمْ بَأْسَکُمْ، فَاِنَّھَا الدُّرُوْعُ

آیت میں ہے "وَجَعَلَ لَکُمْ سَرَابِیْلَ تَقِیْکُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِیْلَ تَقِیْکُمْ بَأْسَکُمْ" یہاں پہلے سرابیل (جو

---

(٢١) سورۃ المؤمنون: ٢١

گرمی سے حفاظت کے لئے ہے) سے مراد قمیصیں اور کرتے ہیں اور دوسرے سَرَابِیْلَ (جو جنگ میں حفاظت کے لئے ہے) سے مراد زرہیں ہیں۔

دَخَلًا بَيْنَكُمْ: كُلُّ شَيْءٍ لَمْ يَصِحَّ فَهُوَ دَخَلٌ

"وَلَا تَتَّخِذُوْا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ" وہ چیز جس کا داخل کرنا صحیح نہ ہو اور اسے بیچ میں لایا جائے وہ دَخَل کہلاتی ہے، دغا، فساد، خیانت اور ہر ملاوٹ پر دخل کا اطلاق ہوسکتا ہے۔

وقال ابن عباسؓ: حَفَدَةً: مَن وَلَدِ الرَّجُل

آیت میں ہے "وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً" اس میں بَنِيْنَ سے صلبی اولاد مراد ہے اور حَفَدَةً سے پوتے مراد ہیں۔

السَّكَرُ: مَا حُرِّمَ مِنْ ثَمَرَتِهَا، والرِّزقُ الحسنُ: مَا احلَّ اللّٰهُ

"وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا" شراب یا کوئی دوسرا مسکر جو ثمار سے تیار کیا جاتا ہے وہ سکر کہلاتا ہے اور رزق حسن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے جائز اور حلال قرار دیا ہے (۲۲)۔

وقال ابن مسعودؓ: اَلْاُمَّةُ: مُعَلِّمُ الْخَيْرِ، وَالْقَانِتُ: اَلْمُطِيْعُ

آیت میں ہے "اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ حَنِيْفًا" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "امت" سے مراد بھلائی اور خیر کی تعلیم دینے والا ہے اور قانت کے معنی مطیع اور فرمانبردار کے ہیں۔

وقال ابن عيينة، عَنْ صَدَقَةَ: اَنْكَاثًا: هِيَ خَرْقَاءُ، كَانَتْ اِذَا اَبْرَمَتْ غَزْلَهَا نَقَضَتْهُ

(أنكاثا) جمع نِكْث، وهو الغزل يحل فتله فيعود كما كان قبل الفتل مفرق الأجزاء. (هي خرقاء) حمقاء (نقضت) من النقض، ويستعمل لمعان منها: الهدم والابطال والحل بعد العقد. (أبرمت) فتلت

---

(۲۲) اشکال ہوتا ہے کہ شراب تو حرام ہے اس کو نعمتوں میں کیسے ذکر کیا، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اس کا جواب دیتے ہیں۔ "ولا يبعد ان يقال: ان الامتنان بمالم يسكر منها، ولاشك في جواز القدر الذي لايسكر منها، فصح للامتنان، او يقال: ان الاية مكية، وتحريم المحرمات منها مدني، فصح الامتنان وقت انزال الاية" (لامع الدراری: ۹/۱۱۸)

”صدقہ“ سے کون مراد ہیں؟

حضرت سفیان بن عیینہؒ نے صدقہ سے نقل کیا ہے علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ صدقہ سے امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ صدقہ بن الفضل مَرْوَزِی مراد ہیں لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تردید کی ہے، پھر فرمایا کہ اس سے میرے خیال کے مطابق ”صدقہ ابن ابی عمران قاضی اہواز“ مراد ہیں۔ لیکن امام بخاری نے اپنی تاریخ اور ابن حَبّان نے ”کتاب الثقات“ میں صدقہ ابوھذیل کا ذکر کیا ہے کہ ان سے سفیان بن عیینہ روایت کرتے ہیں اور بظاہر یہاں صدقہ ابوہذیل ہی مراد ہیں، اس طرح تعلیقاً یہ رجال بخاری میں سے ہیں لیکن رجالِ بخاری پر کام کرنے والوں نے ان کا ذکر نہیں کیا ہے، خلاصۂ کلام یہ کہ یہاں صدقہ کے بارے میں تین قول ہوگئے۔

❶ ایک قول علامہ کِرمانی رحمہ اللہ کا ہے، وہ فرماتے ہیں اس سے صدقہ بن الفضل مَرْوَزِی مراد ہیں، صدقہ ابن الفضل مَرْوَزِی امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ ہیں اور سفیان بن عُیینہ سے روایت کرتے ہیں، سفیان ان کے شیخ ہیں چنانچہ ابن حَبّان ”کتاب الثقات“ میں لکھتے ہیں: ”صدقة بن الفضل المَرْوَزِي، كُنيتُه ابو الفضل، يروي عن ابن عُيينة....“

علامہ کِرمانی رحمہ اللہ کے اس قول پر ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ صدقہ بن الفضل، سفیان بن عیینہ کے شاگرد ہیں، ان کے شیخ نہیں ہیں، صدقہ بن الفضل، سفیان سے روایت کرتے ہیں، سفیان صدقہ سے روایت نہیں کرتے ہیں، جبکہ یہاں سفیان صدقہ سے روایت کررہے ہیں۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ سفیان اگرچہ صدقہ کے شیخ ہیں لیکن یہاں شیخ اپنے شاگرد سے روایت کررہے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ بسا اوقات شیخ اپنے شاگرد سے روایت کرتا ہے۔

علامہ کِرمانی رحمہ اللہ کے قول پر دوسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ مذکورہ روایت ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ”عن ابن عيينة، عن صدقة، عن السُّدِّي“ کے طریق سے نقل کی ہے اور صدقہ بن الفضل نے سدی اور اس کے اصحاب کو نہیں پایا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ”ويكتفي في الرد عليه ما اخرجناه من تفسير جرير و ابن ابي حاتم من رواية صدقة هذا، عن السدي، فان صدقة بن الفضل المروزي ما ادرك السُّدِّي ولا اصحاب السُّدِّي ...“ اس لیے کرمانیؒ کا قول ضعیف ہے۔

❷ دوسرا قول حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ اس سے صدقہ ابن ابی عمران مراد ہیں کیونکہ ابن عُیینہ کی ان سے روایت ثابت ہے، لیکن یہ قول بھی ضعیف ہے کیونکہ سفیان بن عیینہ کے بھائی محمد بن عیینہ ان سے روایت کرتے ہیں، علامہ مِزّی نے اس کی تصریح کی ہے، سفیان کی ان سے روایت کا عام طور سے

کتب رجال میں ذکر نہیں ہے۔

◉ تیسرا قول جو صحیح معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ اس سے صدقہ ابوہُذیل مراد ہیں، چنانچہ امام بخاریؒ "تاریخ کبیر" میں فرماتے ہیں: "صدقة ابو الهُذيل، عن السدی، روی عنه ابن عُيينة" تقریباً یہی الفاظ ابن حبّان نے ذکر کیے ہیں، صدقہ ابوہذیل کے تفصیلی حالات اور تعارف، رجال کی کتابوں میں نہیں ملتے ہیں (۲۳)

وہ فرماتے ہیں کہ آیت "وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا" میں مکہ میں رہنے والی ایک پاگل اور دیوانی عورت کا ذکر ہے جس کا نام خرقاء یا رَیطہ بنت عمرو تھا (۲۴) یہ صبح سے دوپہر تک سوت کاتا کرتی تھی، پھر اس کاتے ہوئے سوت کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالتی تھی، آیت کریمہ میں عہد اور وعدہ توڑنے والے کی مثال بیان کی گئی ہے، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"یعنی عہد باندھ کر توڑنا ایسی حماقت ہے جیسے کوئی عورت دن بھر سوت کاتے، پھر کتا کتایا سوت شام کے وقت توڑ کر پارہ پارہ کردے، چنانچہ مکہ میں ایک دیوانی عورت ایسا ہی کیا کرتی تھی، مطلب یہ ہے کہ معاہدات کو محض کچے دھاگے کی طرح سمجھ لینا کہ جب چاہا کاتا اور جب چاہا انگلیوں کی ایک حرکت سے بے تکلف توڑ ڈالا، سخت ناعاقبت اندیشی اور دیوانگی ہے، بات کا اعتبار نہ رہے تو دنیا کا نظام مختل ہوجائے، قول و اقرار کی پابندی ہی سے عدل کی ترازو سیدھی رہ سکتی ہے، جو قومیں قانونِ عدل و انصاف سے ہٹ کر محض اغراض و خواہشات کی پوجا کرنے لگتی ہیں، ان کے یہاں معاہدات صرف توڑنے کے لئے رہ جاتے ہیں، جہاں معاہد قوم کو اپنے سے کمزور دیکھا، سارے معاہدات ردی کی ٹوکری میں پھینک دیئے گئے (۲۵)۔"

١٩٨ – باب: «وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ» /٧٠/.

٤٤٣٠: حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ. حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُوسَى، أَبُو عَبْدِ ٱللهِ الْأَعْوَرُ، عَنْ شُعَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ كَانَ يَدْعُو: (أَعُوذُ بِكَ

---

(۲۳) حافظ ابن حجر کے اقوال کے لئے دیکھیے، فتح الباری: ۸/ ۳۸۷، علامہ کرمانی کے قول کے لیے دیکھیے، شرح الکرمانی: ۱۷/۱۶۶۔ امام بخاری کے قول کے لیے دیکھیے التاریخ الکبیر: ۴/۲۹۴۔ الترجمۃ: ۲۸۷۹۔ ابن حبّان کے قول کے لیے دیکھیے کتاب الثقات: ۶/۴۶۷ و ۸/۳۲۱ اور علامہ مزی کے قول کے لیے دیکھیے: تهذیب الکمال: ۱۳/۱۳۹۔ ترجمۃ: ۲۸۶۶۔

(۲۴) فتح الباری: ۸/ ۳۸۷

(۲۵) تفسیر عثمانی: ۳۶۷ فائدہ نمبر ۴

مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ ، وَأَرْذَلِ الْعُمُرِ ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ ، وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ ، وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ) .
[ر : ٢٦٦٨]

ارذل عمر اس عمر کو کہتے ہیں جس میں انسان سراسر دوسروں کا محتاج ہوجائے ، اس سے آپ ؐ نے پناہ مانگی ہے ۔

١٩٩ – باب : سُورَةُ بَنِي إِسْرَائِيلَ [الْإِسْرَاءِ] .

٤٤٣١ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ قالَ : سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : فِي بَنِي اسْرَائِيلَ وَالْكَهْفِ وَمَرْيَمَ : إِنَّهُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْأُوَلِ ، وَهُنَّ مِنْ تِلَادِي . [٤٤٦٢ ، ٤٧٠٨]

سورۃ بنی اسرائیل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ کہف اور سورۃ مریم کے متعلق فرمایا کہ یہ اول درجہ کی عمدہ سورتوں میں سے ہیں یعنی یہ قدیم زمانہ کی نازل شدہ ابتدائی سورتیں ہیں اور یہ میرا پرانا محفوظ مال ہے ، عِتَاق : عتیق کی جمع ہے جس کے معنی عمدہ اور قدیم کے ہیں تَلاد : قدیم، وہ مال جو انسان کے پاس پرانے زمانے سے ہو۔

قالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «فَسَيُنْغِضُونَ إِلَيْكَ رُؤُوسَهُمْ» /٥١/ : يَهُزُّونَ . وَقالَ غَيْرُهُ : نَغَضَتْ سِنُّكَ أَيْ تَحَرَّكَتْ .

«وَقَضَيْنَا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ» /٤/ : أَخْبَرْنَاهُمْ أَنَّهُمْ سَيُفْسِدُونَ ، وَالْقَضَاءُ عَلَى وُجُوهٍ : «وَقَضَى رَبُّكَ» /٣٣/ : أَمَرَ رَبُّكَ . وَمِنْهُ : الْحُكْمُ : «إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ» /يونس : ٩٣/

(۴۴۳۱) واخرجہ البخاری ایضاً فی التفسیر باب سورۃ الانبیاء، رقم الحدیث: ۴۴۶۲، وباب تالیف القرآن، رقم الحدیث: ۴۷۰۸ وھذا الحدیث لم یخرجہ احد من اصحاب الستۃ سوی البخاری۔

و /النحل : ٧٨/ و /الجاثية : ١٧/ . وَمِنْهُ : الخَلْقُ : «فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَماوَاتٍ» /الصافات : ١٢/ : خَلَقَهُنَّ .

«نَفِيرًا» /٦/ : مَنْ يَنْفِرُ مَعَهُ . «وَلِيُتَبِّرُوا» يُدَمِّرُوا «ما عَلَوْا» /٧/ . «حَصِيرًا» /٨/ : مَحْبِسًا ، مَحْصَرًا . «حَقَّ» /١٦/ : وَجَبَ . «مَيْسُورًا» /٢٨/ : لَيِّنًا . «خِطْئًا» /٣١/ : إِثْمًا ، وَهُوَ اسْمٌ مِنْ خَطِئْتَ ، وَالخَطَأُ – مَفْتُوحٌ – مَصْدَرُهُ مِنَ الإِثْمِ ، خَطِئْتُ بِمَعْنَى أَخْطَأْتُ . «لَنْ تَخْرِقَ» /٣٧/ : لَنْ تَقْطَعَ . «وَإِذْ هُمْ نَجْوَى» /٤٧/ : مَصْدَرٌ مِنْ نَاجَيْتُ ، فَوَصَفَهُمْ بِهَا ، وَالمَعْنَى : يَتَنَاجَوْنَ . «رُفَاتًا» /٤٩ ، ٩٨/ : حُطَامًا . «وَاسْتَفْزِزْ» /٦٤/ : اسْتَخِفَّ . «بِخَيْلِكَ» /٦٤/ : الْفُرْسَانِ ، وَالرَّجْلُ : الرَّجَّالَةُ ، وَاحِدُهَا رَاجِلٌ ، مِثْلُ صَاحِبٍ وَصَحْبٍ ، وَتَاجِرٍ وَتَجْرٍ . «حاصِبًا» /٦٨/ : الرِّيحُ الْعَاصِفُ ، وَالحَاصِبُ أَيْضًا : ما تَرْمِي بِهِ الرِّيحُ ، وَمِنْهُ : «حَصَبُ جَهَنَّمَ» /الأنبياء : ٩٨/ : يُرْمَى بِهِ فِي جَهَنَّمَ ، وَهُوَ حَصَبُهَا ، وَيُقَالُ : حَصَبَ فِي الْأَرْضِ ذَهَبَ ، وَالحَصَبُ : مُشْتَقٌّ مِنَ الحَصْبَاءِ وَالْحِجَارَةِ . «تَارَةً» /٦٩/ : مَرَّةً ، وَجَمَاعَتُهُ تِيَرَةٌ وَتَارَاتٌ . «لَأَحْتَنِكَنَّ» /٦٢/ : لَأَسْتَأْصِلَنَّهُمْ ، يُقَالُ : احْتَنَكَ فُلَانٌ ما عِنْدَ فُلَانٍ مِنْ عِلْمٍ اسْتَقْصَاهُ . «طَائِرَهُ» /١٣/ : حَظَّهُ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : كُلُّ سُلْطَانٍ فِي الْقُرْآنِ فَهُوَ حُجَّةٌ . «وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ» /١١١/ : لَمْ يُحَالِفْ أَحَدًا

وقال ابن عباس : فَسَيُنْغِضُونَ : يَهُزُّونَ ، وقال غيره : نَغَضَتْ سِنُّكَ اَىْ تَحَرَّكَتْ

آیت میں ہے "قُلِ الَّذِیْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ، فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُؤُسَهُمْ " اس کے معنی يَهُزُّوْنَ کے ہیں یعنی وہ اپنے سروں کو ہلاتے ہیں اور حضرت ابن عباس ؓ کے غیر یعنی ابوعبیدہ نے کہا کہ نَغَضَتْ سِنُّکَ کے معنی ہیں : تَحَرَّكَتْ : یعنی تیرا دانت، ہل گیا، مجرد میں یہ باب ضرب اور نصر سے استعمال ہوتا ہے نغض الشئی، نَغْضاً: ہلنا، حرکت کرنا، يُنْغِضُوْن باب افعال سے متعدی ہے بمعنی ہلانا، حرکت دینا

وَقَضَيْنَا اِلَى بَنِي اِسْرَائِيْلَ : اَخْبَرْنَاهُمْ اَنَّهُمْ سَيُفْسِدُوْنَ ، وَالْقَضَاءُ عَلَى وُجُوْهٍ : وَقَضَى رَبُّكَ : اَمَرَ رَبُّكَ ، وَمِنْهُ الْحُكْمُ : اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِى بَيْنَهُمْ ، وَمِنْهُ الْخَلْقُ : فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ

آیت میں ہے "وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ" اس میں قضینا کے معنی اخبرنا کے ہیں یعنی ہم نے جبرئیل کو خبر کردی تھی کہ وہ فساد کریں گے ، لفظ قضا کے مختلف معنی آتے ہیں ① حکم دینا، جیسے وَقَضٰى رَبُّكَ: آپ کے رب نے حکم دیا ② فیصلہ کرنا، جیسے ان ربک یقضی بینهم: آپ کے رب نے ان کے درمیان فیصلہ کیا ③ پیدا کرنا، جیسے فقضاهن سبع سمٰوات یعنی اللہ نے سات آسمان پیدا کئے۔

اسماعیل بن احمد نیشاپوری نے "کتاب الوجوه والنظائر" میں لکھا ہے کہ لفظ قضا قرآن میں پندرہ معنوں میں استعمال ہوا ہے ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفصیل نقل کی ہے (۳۶)۔

نَفِيْرًا: مَنْ يَّنْفِرُ مَعَهٗ

آیت میں ہے "وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا" نفیر ان لوگوں کو کہتے ہیں جو کسی کے ساتھ جانے والے ہوں یعنی دشمن کے مقابلہ کے لئے ساتھ نکلنے والے لوگ!

وَلِيُتَبِّرُوْا: يُدَمِّرُوْا مَا عَلَوْا

آیت میں ہے "وَلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا" یعنی جس چیز پر وہ غالب آجائیں اسے ہلاک اور برباد کردیں۔

حَصِيْرًا: مَحْبِسًا، مَحْصَرًا

"وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا" حصیر کے معنی محبس و محصر یعنی جیل اور قید خانہ کے ہیں۔

فَحَقَّ: وَجَبَ

آیت کریمہ میں ہے "فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا" "پس ان پر (یعنی اس بستی والوں پر) حجت تمام ہوجاتی ہے پھر ہم اس بستی کو غارت (برباد) کر ڈالتے ہیں" فرماتے ہیں کہ آیت میں حق بمعنی وَجَبَ ہے یعنی ثابت ہوا، تمام ہوا اور بعض نے تفسیر کی ہے وَجَبَ عَلَيْهَا الْعَذَابُ۔

---

(۳۶) فتح الباری: ۸/۳۸۹

مَيْسُورًا: لَيِّنًا

آیت کریمہ میں ہے "فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مَيْسُورًا" "تو ان سے نرمی سے بات کہو" فرماتے ہیں کہ آیت میں میسور کے معنی ہیں لَیِّن یعنی نرم، ملائم۔

خِطْئًا: اِثْمًا، وَهُوَاسْمٌ مِنْ خَطِئْتَ، وَالْخَطَأُ۔ مَفْتوح۔ مصدره .... مِن الاِثْمِ، خَطِئْتُ بِمَعْنٰی اَخْطَأْتُ

آیت میں ہے "اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيْرًا" اس میں خطئا کے معنی گناہ کے ہیں یعنی ان کو قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوعبیدہ کی اتباع میں یہاں تین باتیں بیان کی ہیں اور تینوں میں غلطی ہوئی ہے خِطْئاً (بکسر الخاء) کو انہوں نے اسم مصدر کہا ہے خَطِئْتُ کا حالانکہ وہ مصدر ہے، خَطَأً (بفتح الخاء) کو انہوں نے مصدر کہا ہے حالانکہ وہ اَخْطأ کا اسم مصدر ہے اور خَطِئْتُ کو اَخْطَأْتُ کے معنی میں کہا ہے حالانکہ ثلاثی مجرد سے اس کے معنی بالعَمْد گناہ کرنے کے ہیں اور باب افعال سے بلاعَمْد گناہ کرنے کے ہیں (۲۷)۔

یہاں عبارت کے آخر میں ہے "من الاثم خَطئتُ بمعنى اخطأتُ" اس میں تقدیم و تاخیر ہے، اصل عبارت ہونی چاہیے "خطئتُ من الاثم بمعنى اخطأت" یعنی خطئت جو گناہ کے معنی میں ہے بمعنی اخطأت ہے چنانچہ علامہ عینی فرماتے ہیں "ای خطئت الذی اخذ معناه من الاثم بمعنى أخطأت"۔

نْ تَخْرِقَ: لَنْ تَقْطَعَ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا"

"اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل (کیونکہ) تو (زمین پر زور سے پاؤں رکھ کر) نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ اپنے بدن کو تان کر) پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتا ہے"۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں لَنْ تَخْرِقَ کے معنی ہیں لَنْ تَقْطَعَ یعنی تو زمین کو قطع نہیں کرسکے گا، طے نہیں کرسکے گا کیونکہ زمین بہت بڑی ہے عرب کہتے ہیں فلان اخرق من فلان یعنی فلاں نے فلاں سے زیادہ سفر کیا ہے۔

---

(۲۷) عمدة القاری: ۱۹/ ۲۰۔ وفی مختار الصحاح: "الخطء" الذنب، وهو مصدر (خطئ) بالکسر۔

وإذْهُمْ نَجْوىٰ: مصدرٌ مِنْ نَاجَيْتُ، فوصفهم بها، والمعنى: يَتَنَاجَوْنَ

"نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْهُمْ نَجْوٰى " اس میں نجوی "ناجیت" کا مصدر ہے اور "ھم" پر مبالغۃً اس کا حمل کیا گیا ہے اور معنی ہیں "وَاِذْهُمْ يَتَنَاجَوْنَ" یعنی جب وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں۔

رُفَاتًا: حطَامًا

آیت میں ہے "وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا " (۲۸) رُفَاتًا کے معنی حُطَامًا کے ہیں یعنی کیا جس وقت ہم ہڈیاں بن جائیں گے اور چورہ چورہ اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو پھر ہمیں زندہ کیا جائے گا۔

وَاسْتَفْزِزْ: اِسْتَخِفَّ بِخَيْلِكَ: الفُرْسَانِ، وَالرَّجْلُ، الرَّجَّالَة، واحدها رَاجِل، مثل صاحب وصَحْب وتاجر وتَجْرٍ

آیت میں ہے "وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ " یہ بعینہ امام نے ابوعبیدہ کا کلام نقل کیا ہے اِسْتَفْزِزْ کے معنی ہیں اِسْتَخِفَّ یعنی ہلکا سمجھنا، راہ حق سے ہٹادینا، بخیلک سے شہسوار مراد ہیں اور رَجْلٍ اور رَجَّالَة جمع ہیں، اس کا مفرد راجل ہے جیسے صاحب کی جمع صَحْبٌ اور تاجر کی جمع تَجْرٌ آتی ہے، آیت کا مطلب یہ ہے کہ اور ان میں سے جس پر تجھے قدرت ہو اپنی آواز (وسوسہ) سے اس کو راہ حق سے ہٹادے، راہ ہدایت سے اس کو ڈگمگادے اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کو لے آ، آیت میں شیطان سے خطاب ہے۔

حَاصِبًا: الرِّيْحُ الْعَاصِفُ وَالْحَاصِبُ اَيْضًا: مَا تَرْمِيْ بِهِ الرِّيْحُ، ومنه: حَصَبُ جَهَنَّمَ: يُرْمٰى بِهٖ فِيْ جَهَنَّمَ، وهُوَ حَصَبُهَا، ويقال: حَصَبَ فِي الْاَرْضِ: ذَهَبَ، وَالْحَصَبُ مُشْتَقٌّ مِنَ الحَصْبَاءِ وَالحِجَارَةِ

آیت میں ہے "اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا " حاصب آندھی کو کہتے ہیں

---

(۲۸) قولہ: "رفاتا" قال مجاهد: ترابا، وقيل: حطاما، والرفات كل ما يكسر ويبلى من كل شئى (تفسير البغوى: ۱۱۸/۳)

اور حاصب اس کنکر اور ریت وغیرہ کو بھی کہتے ہیں جسے ہوا اٹھا کر پھینک دے اور اسی سے حصب جہنم ماخوذ ہے جو سورۃ انبیاء میں ہے "اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَہَنَّمَ" یعنی دوزخ کا ایندھن کیونکہ انہیں جہنم میں پھینکا جائے گا... اور حَصَبٌ حَصْبَاء سے مشتق ہے بمعنی پتھر چونکہ پتھر اور کنکر کو پھینکا جاتا ہے اس لئے اسے حصب کہتے ہیں، واضح رہے کہ یہاں اشتقاق سے اصطلاحی اشتقاق مراد نہیں جیسا کہ فعل کا اشتقاق مصدر سے ہوتا ہے بلکہ اشتقاق سے یہاں صرف مناسبت مراد ہے، عبارت میں "الحِجَارَۃ" "الحَصْبَاء" کی تفسیر ہے۔

تَارَۃً: مَرَّۃً وَجَمَاعَتُہٗ تِیَرَۃٌ وَتَارَاتٌ

آیت کریمہ میں ہے "اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَکُمْ فِیْہِ تَارَۃً اُخْرٰی" "تَارَۃً" "مَرَّۃً" کے معنی میں ہے اس کی جمع تِیَرَۃٌ اور تَارَاتٌ آتی ہے۔

لَاَحْتَنِکَنَّ: لَاَسْتَاْصِلَنَّہُمْ، یقال: اِحْتَنَکَ فُلَانٌ مَا عِنْدَ فُلَانٍ مِنْ عِلْمٍ: اِسْتَقْصَاہُ

آیت کریمہ میں ہے "لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ لَاَحْتَنِکَنَّ ذُرِّیَّتَہٗ اِلَّا قَلِیْلًا" اس میں اِحْتَنِکَنَّ کے معنی ہیں: میں ان کا استیصال کردوں گا، جڑ سے اکھاڑ دوں گا (٢٩) عرب کہتے ہیں "اِحْتَنَکَ فُلَانٌ مَا عند فلان من علم" اس کے معنی ہوتے ہیں: اِسْتَقْصَاہُ یعنی فلاں آدمی کے پاس جتنا علم تھا فلاں شاگرد نے وہ سارا حاصل کرلیا، اس کی انتہا کو پہنچ کر اس کا احاطہ کرلیا۔

وقال ابن عباس: کُلُّ سُلْطَانٍ فِی الْقُرْآنِ فَہُوَ حُجَّۃٌ

آیت میں ہے "فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطَانًا" ایک اور جگہ ہے "وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں سلطان کا لفظ جہاں بھی آیا ہے وہ حجت کے معنی میں ہے۔

وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ: لَمْ یُحَالِفْ اَحَدًا

آیت میں ہے "وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا" یعنی کمزوری کی وجہ سے کوئی اس کا مددگار

---

(٢٩) قال البغوی فی معالم التنزیل ٣/١٢٢: "لَاَحْتَنِکَنَّ ذُرِّیَّتَہٗ اَیْ لَاَسْتَاْصِلَنَّہُمْ بِالْاِضْلَالِ، یقال: احتنک الجراد الزرع، اذا اکلہ کلہ، وقیل: ہو من قول العرب حنک الدابۃ یحنک اذا شد فی حنکہا الاسفل حبلاً یقودہا، ای لاقودنہم کیف شئت، وقیل: لاستولین علیہم بالاغواء"

نہیں ہے، وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ کی تفسیر کی ہے لَمْ يُحَالِفْ أَحَدًا یعنی اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ کمزوری کی بناء پر کسی کے ساتھ اس نے معاہدہ کیا ہو اور کسی کو حلیف بنایا ہو کہ بوقت ضرورت وہ اللہ کی مدد کے لئے آئے کیونکہ اللہ جل شانہ کسی کا محتاج نہیں ہے، ہر قسم کی کمزوری اور نقص سے وہ منزہ اور پاک ہے ۔

٢٠٠ – باب : قَوْلِهِ : «سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ» /١/.

٤٤٣٢ : حدّثنا عَبْدَانُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ (ح) . وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ : حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ : حَدَّثَنَا يُونُسُ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ : قالَ ٱبْنُ الْمُسَيَّبِ : قالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : أُتِيَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ بِإِيلِيَاءَ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَلَبَنٍ ، فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا ، فَأَخَذَ اللَّبَنَ ، قالَ جِبْرِيلُ : الحَمْدُ لِلهِ الَّذِي هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ ، لَوْ أَخَذْتَ الخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ . [ر : ٣٢١٤]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَاکَ لِلْفِطْرَةِ

یعنی فطرت اسلامیہ کو آپ نے اختیار کیا، ہدایت اور ضلالت کو لَبَن اور خمر کی شکل میں پیش کیا گیا تھا تو آپ نے لبن کو اختیار فرمایا اور ہدایت کی جانب کو منتخب کیا، اگر آپ خمر کو اختیار کرتے تو گویا ضلالت کا انتخاب ہوتا اور آپ کی امت گمراہی میں مبتلا ہوجاتی۔

٤٤٣٣ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ وَهْبٍ قالَ : أَخْبَرَنِي يُونُسُ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ : قالَ أَبُو سَلَمَةَ : سَمِعْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (لَمَّا كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ ، قُمْتُ فِي ٱلْحِجْرِ ، فَجَلَّى ٱللهُ لِي بَيْتَ الْمَقْدِسِ ، فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ) .

زَادَ يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَخِي ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَمِّهِ : (لَمَّا كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ ، حِينَ أُسْرِيَ بِي إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ) . نَحْوَهُ . [ر : ٣٦٧٣]

«قاصِفًا» /٦٩/ : رِيحٌ تَقْصِفُ كُلَّ شَيْءٍ .

٢٠١ – باب : «وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ» /٧٠/ .

كَرَّمْنَا وَأَكْرَمْنَا وَاحِدٌ . «ضِعْفَ الْحَيَاةِ» عَذَابَ الْحَيَاةِ . «وَضِعْفَ الْمَمَاتِ» /٧٥/ : عَذَابَ الْمَمَاتِ . «خِلَافَكَ» /٧٦/ : وَخَلْفَكَ سَوَاءٌ . «وَنَأَى» /٨٣/ : تَبَاعَدَ . «شَاكِلَتِهِ» /٨٤/ :

نَاحِيَتِهِ ، وَهِيَ مِنْ شَكَلْتُهُ . «صَرَّفْنَا» /٤١ ، ٨٩/ : وَجَّهْنَا . «قَبِيلًا» /٩٢/ : مُعَايَنَةً وَمُقَابَلَةً ، وَقِيلَ : الْقَابِلَةُ لِأَنَّهَا مُقَابِلَتُهَا وَتَقْبَلُ وَلَدَهَا . «خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ» /١٠٠/ : أَنْفَقَ الرَّجُلُ أَمْلَقَ ، وَنَفِقَ الشَّيْءُ ذَهَبَ . «قَتُورًا» /١٠٠/ : مُقَتِّرًا . «لِلْأَذْقَانِ» /١٠٧ ، ١٠٩/ : مُجْتَمَعُ اللَّحْيَيْنِ ، وَالْوَاحِدُ ذَقَنٌ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «مَوْفُورًا» /٦٣/ : وَافِرًا . «تَبِيعًا» /٦٩/ : ثَائِرًا ، وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : نَصِيرًا . «خَبَتْ» /٩٧/ : طَفِئَتْ .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «لَا تُبَذِّرْ» /٢٦/ : لَا تُنْفِقْ فِي الْبَاطِلِ . «ٱبْتِغَاءَ رَحْمَةٍ» /٢٨/ : رِزْقٍ . «مَثْبُورًا» /١٠٢/ : مَلْعُونًا . «لَا تَقْفُ» /٣٦/ : لَا تَقُلْ . «فَجَاسُوا» /٥/ : تَيَمَّمُوا . يُزْجِي الْفُلْكَ : يُجْرِي الْفُلْكَ . «يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ» /١٠٧ ، ١٠٩/ : لِلْوُجُوهِ .

قَاصِفًا : رِيْحٌ تَقْصِفُ كُلَّ شَيْءٍ

آیت میں ہے "فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ" قَاصِف اس سخت آندھی کو کہتے ہیں جو ہر شئی کو اکھاڑ کر پھینک دیا کرتی ہے ۔

ضِعْفَ الْحَيَاةِ : عَذَابَ الْحَيَاةِ، وَضِعْفَ الْمَمَاتِ : عَذَابَ الْمَمَاتِ

آیت میں ہے "إِذًا لَّأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ" ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر کی ہے "ضِعْفَ عَذَابِ الحَيَاة و ضِعف عَذاب المَمَات " اور بعضوں نے کہا "عَذَابًا ضِعْفًا فِي الْحَيَاةِ وَعَذَابًا ضِعْفًا في المَمَات " موصوف "عذابا" کو حذف کرکے صفت "ضعفا" کو اس کا قائم مقام بنایا اور پھر اس کی اضافت کردی گئی (۳۰) ۔

طَائِرَهُ : حَظَّهُ

آیت کریمہ میں ہے وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِي عُنُقِهٖ "اور ہم نے ہر (عمل کرنے والے) انسان کا عمل (نیک ہو یا بد) اس کے گلے کا ہار بنا رکھا ہے (یعنی ہر شخص کا عمل اس کے ساتھ لازم و ملزوم ہے) ۔

---

(۳۰) قال البَغوی فی معالم التنزیل : ۳ / ۱۲۷ "یعنی اضعفنا لک العذاب فی الدنیا و الاخرة، وقیل: الضعف هو العذاب، سمی ضعفا، لتضاعف الألم فیه "

فرماتے ہیں کہ آیت میں طائرہ بمعنی حظّ ہے جس کے معنی حصہ ، قسمت اور نصیب کے ہیں ۔

خِلَافَكَ وَخَلْفَكَ سَوَاءٌ

آیت کریمہ میں ہے "وَإِذًا لَّا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا" "اور اس وقت وہ بھی آپ کے بعد بہت کم ٹھہرنے پائیں گے" فرماتے ہیں کہ خِلَافَكَ (بکسر الخاء) اور خَلْفَكَ (بفتح الخاء) دونوں برابر ہیں۔

وَنَأَىٰ: تَبَاعَدَ

آیت کریمہ میں ہے "وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ" "اور جب ہم انسان کو نعمت عطا کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے" فرماتے ہیں کہ آیت میں نَأَىٰ بمعنی تباعد ہے یعنی دور ہوا۔

شَاكِلَتِهِ: نَاحِيَتِهِ، وَهِيَ مِنْ شَكْلِهِ

آیت میں ہے "قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ" شَاكِلَتِهِ کی تفسیر ناحية سے کی ہے جس کے معنی طرف، راستہ اور طریقہ کے آتے ہیں اور یہ شکل سے ماخوذ ہے ، شکل کے معنی مثل، نظیر کے ہیں (یہاں ہمارے متن کے نسخے میں "شكله" اسم کے بجائے "شَكَلْتُهُ" فعل ہے) آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان اپنے اپنے طریقے ، نیت اور طبیعت اور مذہب پر چلتا ہے اور اسی کے مطابق عمل کرتا ہے (۳۱)۔

قَبِيلًا: مُعَايَنَةً وَمُقَابَلَةً، وَقِيلَ: الْقَابِلَةُ، لِأَنَّهَا مُقَابِلَتُهَا وَتَقْبَلُ وَلَدَهَا

آیت میں ہے "أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا" اس میں "قَبِيلًا" کے معنی ہیں آنکھوں کے سامنے ، روبرو، یہ کفار کہتے تھے کہ ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے نہیں لائیں گے (اور ہم روبرو ان کو دیکھ نہ لیں گے) قَبِيلًا کے معنی "سامنے" کے ہیں تو اسی مناسبت سے آگے فرماتے ہیں کہ دائی کو قابلہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اس عورت کے سامنے

---

(۳۱) قال ابن عباس : على ناحيته، قال الحسن و قتادة: على نيته، وقال مقاتل: على خليقته، قال الفراء: على طريقته التي جبل عليها، وقيل: على السبيل الذي اختاره لنفسه، وهو من الشكل، يقال: لست على شكلي وشاكلتي، وكلها لغات متقاربة. وانظر تفسير البغوي: ۳/۱۳۳)

بیٹھتی ہے جس کے یہاں بچے کی ولادت ہو رہی ہوتی ہے اور اس کے بچے کو لیتی اور قبول کرتی ہے ۔

خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ : أَنْفَقَ الرَّجُلُ : أَمْلَقَ ، وَنَفِقَ الشَّيْءُ : ذَهَبَ

آیت میں ہے "إِذًا لَأَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ " اس کے معنی ہیں فقر ، أَنْفَقَ الرَّجُلُ بولا جاتا ہے إِذَا أَمْلَقَ جبکہ وہ محتاج اور فقیر ہو جائے ، نَفِقَ الشَّيْءُ بولا جاتا ہے ، جب وہ چیز ختم ہو جائے ۔

قَتُورًا : مُقَتِّرًا

آیت میں ہے "وَكَانَ الْإِنْسَانُ قَتُورًا" قَتُورٌ بمعنی مُقَتِّرٌ ہے یعنی بخیل

لِلْأَذْقَانِ : مُجْتَمَعُ اللَّحْيَيْنِ ، وَالْوَاحِدُ : ذَقَنٌ

آیت میں ہے "وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا " دونوں جبڑوں کے ملنے کی جگہ کو ذَقَنٌ کہتے ہیں اور جمع اس کی أَذْقَان آتی ہے ۔

تَبِيعًا : ثَائِرًا ، وقال ابن عباس : نَصِيرًا

آیت میں ہے "ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا " اس میں تَبِيعًا "ثَائِرًا" کے معنی میں ہے ثائر دیت طلب کرنے والے اور بدلہ لینے والے کو کہتے ہیں اور حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ تبیعا بمعنی نصیرا ہے ، دیت طلب کرنے والا بھی ایک طرح کا مددگار ہی ہوتا ہے ۔

يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ : لِلْوُجُوهِ

وہ چہروں کے بل گرتے ہیں کیونکہ ذقن چہرے ہی میں ہوتی ہے اس لیے لِلْأَذْقَانِ فرمایا ہے ۔

۲۰۲ – باب : قَوْلِهِ : «وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا» . الآيَةَ /۱٦ .

٤٤٣٤ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ،

(۴۴۳۴) وهذا الحديث لم يخرجه احد من اصحاب الستة سوى البخاري۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ قالَ : كُنَّا نَقُولُ لِلْحَيِّ إِذَا كَثُرُوا في الجاهِلِيَّةِ : أَمِرَ بَنُو فُلَانٍ .

حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَقالَ : أَمَرَ .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب زمانہ جاہلیت میں کسی قبیلہ کے لوگ بہت ہوجاتے تو ہم کہتے "أَمِرَ بنو فلان" یعنی فلاں قبیلہ بڑھ گیا ہے، حمیدی کے طریق میں أَمَرَ بنو فلان ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود آیت "أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا..." میں مختلف قراء توں کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

❶ جمہور کی قراءت "أَمَرْنَا" ہے باب نصر سے أَمَرَ۔ أَمْراً کے معنی ہیں : حکم دینا، اس صورت میں آیت کا ترجمہ ہوگا "جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو ہم اس کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں"۔ مطلب یہ ہے کہ انبیاء کے ذریعہ ہم ان کو ایمان و اطاعت کا حکم دیتے ہیں، پھر جب وہ فسق کرنے لگتے ہیں تو ہم ان کو تباہ کردیتے ہیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

"یعنی جب بداعمالیوں کی بدولت کسی بستی کو تباہ کرنا ہوتا ہے تو یوں ہی دفعتاً پکڑ کر ہلاک نہیں کردیتے، بلکہ اتمام حجت کے بعد سزا دی جاتی ہے، اول پیغمبر یا اس کے نائبین کی زبانی خدائی احکام ان کو پہنچائے جاتے ہیں، خصوصاً وہاں کے امراء اور بارسوخ لوگوں کو جن کے ماننے نہ ماننے کا اثر جمہور پر پڑتا ہے، آگاہ کیا جاتا ہے، جب یہ بڑے لوگ سمجھ بوجھ کر خدائی پیغام کو رد کردیتے ہیں اور کھلے بندوں نافرمانیاں کرکے تمام بستی کی فضا کو مسموم و مُکَدَّر بنادیتے ہیں، اس وقت وہ بستی اپنے کو علانیہ مجرم ثابت کرکے عذاب الٰہی کی مستحق ہوجاتی ہے (۳۲)۔"

خلاصہ کلام یہ کہ "أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا" میں فسق و فجور کا حکم مراد نہیں کہ اشکال کیا جائے کہ اللہ جل شانہ فسق و فجور کا حکم کیسے دے سکتے ہیں "إِنَّ اللهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ" بلکہ حکم سے مراد انبیاء کے ذریعہ مترفین کو ایمان و طاعت کا حکم ہے (۳۳)۔

اسی طرح اللہ کسی بستی کی تباہی و بربادی کا ارادہ بھی تب ہی کرتے ہیں جب وہ بداعمالیوں میں اپنی

---

(۳۲) تفسیر عثمانی: ۳۷۶ فائدہ نمبر ۶

(۳۳) واختار الطبری قراءة الجمهور، واختار فی تاویلها حملها علی الظاهر، وقال: المعنی امرنا مترفيها بالطاعة فعصوا (فتح الباری: ۸/۳۹۵) وقال بعض السلف: ان الامر فی قوله تعالی "امرنا مترفيها" امر تکوینی قدری بالفسق وقوله تعالی: ان الله لا يامر بالفحشاء، معناه نفی الامر التشريعی فلا منافاة (تفسير عثمانی: ۳۷۶)

انتہا تک پہنچ چکی ہو تو پھر اتمام حجت کے لئے وہاں کے خوش عیش لوگوں تک پیغام الٰہی پہنچایا جاتا ہے اور جب وہ اسے پس پشت ڈال دیتے ہیں تو ان پر عذاب آجاتا ہے۔

یہ تو اس صورت میں ہے جب "امرنا" کے معنی حکم کرنے کے لئے جائیں لیکن امرنا کے معنی کثیر ہونے کے بھی آتے ہیں جیساکہ یہاں حمیدی کے طریق میں امربنو فلان کے معنی کَثُرَ کے آئے ہیں، اس صورت میں ترجمہ ہوگا "جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں خوش عیش لوگوں کی تعداد بڑھا دیتے ہیں" وہ فسق وگناہ کرتے ہیں تو ہم اس کو تباہ کردیتے ہیں۔

❷ دوسری قراءت حضرت ابن عباسؓ سے نقل کی گئی "آمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا" آمَرَ باب سمع سے ہے جس کے معنی بڑھنے اور زیادہ ہونے کے ہیں، یہاں اس کے معنی "كَثَّرْنَا" ہیں، متعدی ہے یعنی اس بستی میں ہم عیش پرست لوگوں کی تعداد بڑھا دیتے ہیں، یہ متعدی اور لازم دونوں طرح استعمال ہوتا ہے کہتے ہیں آمِرَ بنو فلان : فلاں خاندان بڑھ گیا۔ آمَرَهُمُ اللّٰهُ: اللہ ان کو بڑھائیں۔

٢٠٣ – باب : «ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا» /٣/.

٤٤٣٥ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : أُتِيَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ بِلَحْمٍ ، فَرُفِعَ إِلَيْهِ ٱلذِّرَاعُ ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ ، فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً ثُمَّ قَالَ : (أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَهَلْ تَدْرُونَ مِمَّ ذٰلِكَ ؟ يَجْمَعُ ٱللهُ النَّاسَ الْأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ ، يُسْمِعُهُمُ ٱلدَّاعِي وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ ، وَتَدْنُو الشَّمْسُ ، فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ ما لَا يُطِيقُونَ وَلَا يَحْتَمِلُونَ ، فَيَقُولُ النَّاسُ : أَلَا تَرَوْنَ ما قَدْ بَلَغَكُمْ ، أَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ ؟ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ : عَلَيْكُمْ بِآدَمَ ، فَيَأْتُونَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُونَ لَهُ : أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ ، خَلَقَكَ ٱللهُ بِيَدِهِ ، وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ ، وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ ، ٱشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ ، أَلَا تَرَى إِلَى ما نَحْنُ فِيهِ ، أَلَا تَرَى إِلَى ما قَدْ بَلَغَنَا ؟ فَيَقُولُ آدَمُ : إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ ، وَإِنَّهُ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي ، ٱذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي ، ٱذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ . فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ : يَا نُوحُ ، إِنَّكَ أَنْتَ

أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ ، وَقَدْ سَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُورًا ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ ، أَلَا تَرَى إِلَى ما نَحْنُ فِيهِ ؟ فَيَقُولُ : إِنَّ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ ، وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلَى قَوْمِي ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي ، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي ، اذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ . فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ : يَا إِبْرَاهِيمُ ، أَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ ، أَلَا تَرَى إِلَى ما نَحْنُ فِيهِ ؟ فَيَقُولُ لَهُمْ : إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ ، وَإِنِّي قَدْ كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ – فَذَكَرَهُنَّ أَبُو حَيَّانَ فِي الْحَدِيثِ – نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي ، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي ، اذْهَبُوا إِلَى مُوسَى . فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُونَ : يَا مُوسَى ، أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ ، فَضَّلَكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ عَلَى النَّاسِ ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ ، أَلَا تَرَى إِلَى ما نَحْنُ فِيهِ ؟ فَيَقُولُ : إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ ، وَإِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي ، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي ، اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى . فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُونَ : يَا عِيسَى ، أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ ، وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ ، وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ، اشْفَعْ لَنَا ، أَلَا تَرَى إِلَى ما نَحْنُ فِيهِ ؟ فَيَقُولُ عِيسَى : إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ قَطُّ ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ – وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا – نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي ، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي ، اذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ ﷺ . فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا ﷺ فَيَقُولُونَ : يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ ، وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ ، وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ ما تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَما تَأَخَّرَ ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ ، أَلَا تَرَى إِلَى ما نَحْنُ فِيهِ ؟ فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ ، فَأَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّي عَزَّ وَجَلَّ ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي ، ثُمَّ يُقَالُ : يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ ، سَلْ تُعْطَهْ ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ ، فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ : أُمَّتِي يَا رَبِّ ، أُمَّتِي يَا رَبِّ ، فَيُقَالُ : يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذٰلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ ، ثُمَّ قَالَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، إِنَّ ما بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَحِمْيَرَ ، أَوْ : كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى) . [ر : ٣١٦٢]

یہ حدیث شفاعت ہے ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الانبیاء میں بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے لیکن یہاں اس حدیث کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے ، امام مسلم اور امام ترمذی نے بھی حدیث شفاعت نقل کی ہے (۳۴)۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن میدان حشر میں جب تمام لوگ جمع ہوں گے اور وہاں کی گرمی، ہولناکی اور خوف کی وجہ سے ناقابل برداشت تکلیف اور مصیبت میں ہوں گے تو ان کے درمیان مشورہ ہوگا کہ کسی ایسی شخصیت کے پاس جانا چاہیئے جو اللہ جل شانہ سے سفارش کرے چنانچہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے ، ان سے سفارش کے لئے کہیں گے تو وہ انکار کردیں گے اور حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جانے کا مشورہ دیں گے ، لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے ، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانے کا مشورہ دیں گے ، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جانے کامشورہ دیں گے ، حضرت موسیٰ علیہ اسلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جانے کے لئے کہیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام، سرور دوعالم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کا مشورہ دیں گے ، چنانچہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے اور اللہ جل شانہ سے سفارش کے لئے درخواست کریں گے ، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرش تلے پہنچ کر اللہ جل شانہ کے سامنے سجدہ میں گر پڑیں گے اور اللہ جل شانہ کی ایسی تعریف اور ثناء بیان کریں گے کہ آپ سے پہلے کسی کو بھی تعریف اور ثناء کے ایسے کلمات نہیں سکھائے گئے ہوں گے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول کی جائے گی اور اللہ جل شانہ کا ارشاد ہوگا "اے محمد! سر اٹھایئے ، مانگئے ، آپ کو دیا جائے گا، سفارش کیجئے ، آپ کی سفارش قبول کی جائے گی" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے "امتی یارب، امتی یارب" ارشاد ہوگا "اے محمد! آپ اپنی امت سے ان لوگوں کو جن پر کوئی حساب نہیں ہے جنت کے داہنے دروازے سے داخل کیجئے ، اس کے علاوہ باقی دروازوں سے بھی وہ لوگوں کے ساتھ داخل ہوسکتے ہیں" پھر آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جنت کے کناروں کے دونوں اطراف میں مکہ اور حمیر یا مکہ اور بصریٰ جتنا فاصلہ ہے۔

---

(۳۴) الحدیث اخرجہ البخاری، فی کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ عزوجل: ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ، وباب قول اللہ عزوجل: واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، وفی تفسیر سورۃ بنی اسرائیل ھنا، وفی کتاب التوحید، باب قول اللہ: وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ، وفی کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار، واخرجہ مسلم فی کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار: ۱/ ۱۱۱، والترمذی فی صفۃ القیامۃ، باب ماجاء فی الشفاعۃ، رقم ۲۴۳۴

يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي، وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ

یعنی میدان حشر ایسا ہموار ہوگا کہ اس میں پکارنے والا سب کو اپنی آواز سنا سکے گا اور نگاہ سب میں نفوذ کرسکے گی یعنی سب کو دیکھ سکے گی، یہاں لفظ "ینفذھم" کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ باب افعال سے ہے یا مجرد سے، دوسرا اختلاف یہ ہے کہ دال کے ساتھ ہے یا ذال کے ساتھ، حضرات محدثین میں اکثر ذال کے ساتھ مجرد سے "يَنْفُذُهُمْ" پڑھتے ہیں یعنی نگاہ سب میں نفوذ کرسکے گی، ابوحاتم سجستانی اس کو دال کے ساتھ "يُنفدهم" پڑھتے ہیں اور ترجمہ کرتے ہیں "یبلغ اولھم وآخرھم" یعنی وہ نگاہ اول آخر سب تک پہنچے گی (۳۵)۔

پھر یہاں نگاہ سے مخلوق کی نگاہ مراد ہے، ابوعبیدہ نے اللہ جل شانہ کی نگاہ مراد لی ہے لیکن وہ قول راجح نہیں ہے کیونکہ اللہ جل شانہ کی رؤیت تمام لوگوں کو ہر حال میں محیط ہے، چاہے لوگ کسی ایک میدان میں ہوں یا مختلف مقامات میں ہوں، یہاں لوگوں کی نگاہ مراد ہے کہ سب ایک میدان میں اس طرح جمع ہوں گے کہ ہر نگاہ سب کو دیکھ سکے گی (۳۶)۔

وَتَدْنُو الشَّمْسُ

اور سورج قریب ہوجائے گا، بعض روایات میں "قدر المیل" کا اضافہ بھی ہے (۳۷) یعنی ایک میل کے بقدر قریب ہوجائے گا، راوی نے کہا کہ یہ متعین نہیں کرسکتا کہ اس میل سے مسافت والا میل مراد ہے یا مکحلہ اور سرمہ دانی کے اندر جو سلائی ہوتی ہے اسے بھی میل کہتے ہیں وہ مراد ہے، بہرحال مسافت والا میل بھی مراد ہو تب بھی اس کی گرمی کی شدت کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا، آج سورج کا فاصلہ لاکھوں میل سے زائد ہے لیکن اس کی سوزش اور گرمی سے انسان بدحواس ہوجاتے ہیں تو اس وقت گرمی کا کیا عالم ہوگا!!

وَإِنِّي قَدْ كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ، فَذَكَرَهُنَّ أَبُو حَيَّانَ فِي الْحَدِيثِ

ان تین کذبات کی تفصیل کتاب الانبیاء میں گزر چکی ہے، چنانچہ وہاں روایت کے الفاظ ہیں "لم یکذب ابراھیم علیہ السلام الا ثلاث کذبات: ثنتین منھن فی ذات اللہ عزوجل: قولہ: "انی سقیم" وقولہ "بل

---

(۳۵) دیکھیے شرح مسلم للنووی: ١/١١١ وفتح الملہم: ١/٣٦٨-٣٦٤ وفتح الباری: ٨/٣٩٦

(۳٦) فتح الباری: ٨/٣٩٦ وشرح مسلم للنووی: ١/١١١ وفتح الملہم: ١/٣٦٨-٣٦٤

فعلہ کبیر ھم ھذا" وقال: "بینا ھو ذات یوم و سارۃ، اذ اتی علی جبار من الجبابرۃ، فقیل لہ: ان ھاھنا رجلا معہ امرأۃ من احسن الناس، فارسل الیہ، فسألہ عنھا، فقال: من ھذہ؟ قال: اختی، فاتی سارۃ، قال: یا سارۃ! لیس علی وجہ الارض مؤمن غیری وغیرک، وان ھذا سألنی عنک، فاخبرتہ انک اختی فلاتکذبینی (۳۸)"

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق قرآن نے فرمایا "اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا" اور صدیق اسے کہتے ہیں جس کے رگ و ریشے میں صدق سرایت کرجائے، جس سے کذب کے صادر ہونے کا احتمال ہی باقی نہ رہے، تو صدیق ہونے کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ارتکاب کذب کیونکر ہوا؟

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اصل میں یہ کذب نہیں تھا، توریہ تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے "انی سقیم" فرمایا، اس سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ میں اپنے نہ جانے کی کوئی دلیل پیش کرنے سے قاصر ہوں جس کو تم مان لو، میں سقیم الحجۃ ہوں تمہیں قائل نہیں کرسکتا، ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اگر یہ کہتے کہ تم عید منانے کے لئے جارہے ہوں وہاں شرک کا ارتکاب کروگے، اللہ تبارک و تعالیٰ کی توحید کے عقیدے کی خلاف ورزی کروگے اور یہ جائز اور درست نہیں ہے، تو لوگ اس بات کو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوتے (۳۹)۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ "اِنِّیْ سَقِیْمٌ" سے وقتی طور پر فی الحال بیمار ہونا مراد نہ ہو بلکہ مطلب یہ ہو کہ میں مستقبل میں بیمار ہونے والا ہوں، اسم فاعل کا صیغہ مستقبل کے لئے بکثرت استعمال ہوتا ہے (۴۰)۔

امام نووی نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام واقعۃً اس وقت بیمار تھے اور ان کو بخار تھا، لیکن حافظ ابن حجر نے اس کو بعید قرار دیا کیونکہ اس صورت میں نہ پھر یہ صراحتاً کذب ہوگا اور نہ تعریضاً (۴۱)۔

اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ تمہاری حرکات شرکیہ کے ساتھ موافقت کرنے کے لئے میری طبیعت آمادہ نہیں ہے، ان کے ساتھ موافق نہ ہونے کو بیمار ہونے سے تعبیر کیا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ "فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ، فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ" کے تحت لکھتے ہیں:

"ان کی قوم میں نجوم کا زور تھا، حضرت ابراہیم نے ان کو دکھانے کو تاروں کی طرف نظر ڈال

---

(۳۷) فتح الباری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار: ۱۱/۴۳۲

(۳۸) دیکھیے صحیح البخاری مع فتح الباری، کتاب الانبیاء، باب واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، رقم: ۳۳۵۸

(۳۹) فتح الباری: ٦/۳۹۱ کتاب الانبیاء، باب واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا

(۴۰) ایضاً

(۴۱) ایضاً

کر کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں (اور ایسا دنیا میں کون ہے جس کی طبیعت ہر طرح ٹھیک رہے ، کچھ نہ کچھ عوارض اندرونی یا بیرونی لگے ہی رہتے ہیں ، یہ ہی تکلیف اور بدمزگی کیا کم تھی کہ ہر وقت قوم کی ردی حالت کو دیکھ کر کڑھتے تھے) یا یہ مطلب تھا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں (بیماری نام ہے مزاج کے اعتدال سے ہٹ جانے کا، تو موت سے پہلے ہر شخص کو یہ صورت پیش آنے والی ہے) بہرحال حضرت ابراہیم کی مراد صحیح تھی لیکن ستاروں کی طرف دیکھ کر ”اِنِّی سَقِیْمٌ“ کہنے سے لوگ یہ مطلب سمجھے کہ بذریعہ نجوم کے انہوں نے معلوم کرلیا ہے کہ عنقریب بیمار پڑنے والے ہیں ، وہ لوگ اپنے ایک تہوار میں شرکت کے لئے شہر سے باہر جارہے تھے ، یہ کلام سن کر حضرت ابراہیم کو ساتھ لے جانے سے معذور سمجھا اور تنہا چھوڑ کر چلے گئے ، ابراہیم علیہ السلام کی غرض یہ ہی تھی کہ کوئی موقع فرصت اور تنہائی کا ملے تو ان جھوٹے خداؤں کی خبر لوں ، چنانچہ بت خانہ میں جاگھسے اور بتوں کو خطاب کرکے کہا یہ کھانے اور چڑھاوے جو تمہارے سامنے رکھے ہوئے ہیں کیوں نہیں کھاتے باوجودیکہ تمہاری صورت کھانے والوں کی سی ہے .... “ تقریر بالا سے ظاہر ہوگیا کہ حضرت ابراہیم کا ”اِنِّی سَقِیْمٌ“ کہنا مطلب واقعی کے اعتبار سے جھوٹ نہ تھا ہاں ، مخاطبین نے جو مطلب سمجھا اس کے اعتبار سے خلاف واقعہ تھا، اسی لئے بعض احادیث صحیحہ میں اس پر لفظ کذب کا اطلاق کیا گیا ہے ، حالانکہ فی الحقیقت یہ کذب نہیں ، بلکہ توریہ ہے اور اس طرح توریہ مصلحت شرعی کے وقت مباح ہے ، جیسے حدیث ہجرت میں ”ممن الرجل“ کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”من الماء“ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کے جواب میں کہا ”رجل یھدینی السبیلَ“ ہاں ، یہ توریہ بھی چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رتبہ بلند کے لحاظ سے خلاف اولیٰ تھا اس لئے بقاعدہ ”حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ“ حدیث میں اس کو ”ذنب“ قرار دیا گیا (۴۲) ۔ “

اسی طرح ”بَلْ فَعَلَہٗ کَبِیْرُھُمْ ھٰذَا“ میں بھی توریہ ہے اور یہ مشروط ہے ”اِنْ کَانُوْا یَنْطِقُوْنَ“ کے ساتھ، مطلب یہ ہے کہ اگر یہ بت بول سکتے ہیں تو پھر اس بڑے نے یہ حرکت کی ہے اور اگر نہیں بول سکتے تو پھر کسی اور نے یہ کام کیا ہوگا (۴۳) ۔

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصود بڑے بت کے لئے اس فعل کا اثبات نہیں بلکہ فعل کو اپنی ہی طرف ایک بلیغ تعریفی اسلوب میں منسوب کرنا تھا جس میں کفار کے

---

(۴۲) تفسیر عثمانی: ۵۹۸ فائدہ نمبر ۸

(۴۳) فتح الباری: ٦/۳۹۲ کتاب احادیث الانبیاء، باب ”واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا“

ساتھ تمسخر بھی تھا، اس کو مثال سے یوں سمجھئے کہ آپ مثلاً بہترین خطاط ہیں ، آپ نے ایک تحریر لکھی، آپ کے ایک اور ساتھی نے جس کو قلم پکڑنا بھی صحیح نہیں آتا آپ سے پوچھا یہ تحریر کس نے لکھی ہے ؟ آپ اس سے جواب میں کہیں "یہ آپ نے لکھی ہے " اس جواب میں مقصود ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ واقعۃً اس نے لکھی ہے بلکہ اس میں تحریر کی نسبت اپنی ہی طرف کرنی مقصود ہے اور ساتھ ساتھ مخاطب کے ساتھ تمسخر بھی مقصود ہوتا ہے (۴۴) اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا "بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا " ان کو سمجھنا چاہیئے تھا کہ کرنے والا موجود ہے ، پھر کیوں پوچھ رہے ہیں ، اس کے بعد آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے استہزاءً فرمایا "فَاسْئَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ "

امام کسائیؒ نے اس کی ایک اور توجیہ کی ہے کہ فعلہ الگ جملہ ہے ، کبیرھم اس کا فاعل نہیں ہے بلکہ "كَبِيرُهُمْ هَذَا" مستقل جملہ مستانفہ ہے ، یعنی فَعَلَهُ مَنْ فَعَلَهُ یہ کام کہ جس نے کیا اور ان بتوں کا بڑا یہ ہے ، لیکن اس توجیہ میں جو تکلف ہے وہ ظاہر ہے (۴۵)۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

"یعنی مجھ سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ فرض کرلیا جائے کہ ان بڑے نے جو صحیح سالم کھڑا ہے اور توڑنے کا آلہ بھی اس کے پاس موجود ہے ، یہ کام کیا ہوگا، لیجئے بحث و تحقیق کے وقت بطور الزام و تبکیت میں یہ دعوی کئے لیتا ہوں کہ بڑے بت نے سب چھوٹوں کو توڑ ڈالا، اب آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ ایسا نہیں ہوا، کیا دنیا میں ایسا ہوتا نہیں کہ بڑے سانپ چھوٹے سانپوں کو، بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل جاتی ہے اور بڑے بادشاہ چھوٹی سلطنتوں کو تباہ کر ڈالتے ہیں ، اس لئے بہترین صورت میرے تمہارے درمیان فیصلہ کی یہ ہے کہ تم خود اپنے ان معبودوں ہی سے دریافت کرلو کہ یہ ماجرا کس طرح ہوا، اگر یہ کچھ بول سکتے ہیں تو کیا ایسے اہم معاملہ میں بول کر میرے جھوٹ سچ کا فیصلہ نہ کردیں گے ۔۔۔"

تنبیہ

"ہماری تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ "بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا " کہنا خلاف واقعہ خبر دینے کے طور پر نہ تھا جسے حقیقتاً جھوٹ کہا جائے ، بلکہ ان کی تحمیق و تجہیل کے لئے ایک فرضی احتمال کو بصورت دعوی لیکر

---

(۴۴) تفسیر کشاف: ۳/ ۱۲۴

(۴۵) فتح الباری: ۶/ ۳۹۲ کتاب احادیث الانبیاء، باب "واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا"

بطور تعریض و الزام کلام کیا گیا تھا جیسا کہ عموماً بحث و مناظرہ میں ہوتا ہے ، اس کو جھوٹ نہیں کہہ سکتے ، ہاں بظاہر صورت جھوٹ کی معلوم ہوتی ہے ، اسی لئے بعض احادیث میں اس پر لفظ کذب کا اطلاق صورۃ گیا گیا ہے ، مفسرین نے اس کی توجیہ میں اور بھی کئی محمل بیان کئے ہیں ، مگر ہمارے نزدیک یہ ہی تقریر زیادہ صاف ، بے تکلف اور اقرب الی الروایات ہے (۴۶)۔ "

اور تیسری بات حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی بیوی حضرت سارہ کو "ھذہ اُختی" کہنا ہے ، یہ بھی توریہ تھا اور مطلب یہ تھا کہ اخوت دینیہ کے اعتبار سے یہ میری بہن ہیں وہ یہ سمجھا کہ نسبی قرابت کے اعتبار سے بہن بتا رہے ہیں۔

البتہ یہاں ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ جب یہ باتیں جھوٹ نہ تھیں بلکہ توریہ کے زمرے میں داخل تھیں تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو "کذبات" سے کیوں تعبیر کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ توریہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رتبہ بلند کے لحاظ سے خلاف اولیٰ تھا اس لئے بقاعدہ حسنات الابرار سیئات المقربین اس کو آپ نے کذب قرار دیا۔

یاعیسیٰ ، اَنْتَ رسولُ اللّٰہِ و کلمتُہٗ اَلْقَاھَآ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ جل شانہ نے کلمہ "کن" سے پیدا کیا ہے ، توالد و تناسل کے ظاہری واسطہ کی نوبت آپ کے پیدا ہونے میں نہیں آئی ، شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے لکھا ہے کہ کلمہ کہتے ہیں لفظ وضع لمعنی مفرد کو ، جس طرح کلمہ کے اندر معنی مستور ہوتے ہیں ، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں حقیقت ملکیہ مستور تھی ، صورۃً تو وہ بشر تھے لیکن ان کے اندر حقیقت ملکیہ موجود تھی۔

نقش آدم لیک معنی جبرئیل
رستہ از جملہ ہواؤ قال وقیل

یعنی صورت میں انسان لیکن حقیقت میں صفات جبرئیل کے ساتھ موصوف ، نہ خواہشات کا غلبہ نہ قیل و قال کی حجت بازی

اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے اور قرآن نے کہا "الیہ یصعد الکلم الطیب " اس لئے آپ کو بھی آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔

محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دنیوی ولادت بطن مادر میں ہوئی ہے جیسا کہ اَلْقَاھَآ اِلٰی مَرْیَمَ سے معلوم ہوتا ہے لیکن اصل مولد چونکہ ان کا عالم قدس تھا اس لئے اللہ

---

(۴۶) تفسیر عثمانی : ۳۳۶ فائدہ نمبر ۱

تبارک و تعالیٰ نے تھوڑے عرصے کے بعد ان کو واپس اصل وطن عالم قدس میں بلایا ۔

آگے فرمایا "وَرُوْحٌ مِّنْهُ" یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو پیدا کیا، روح مخلوق مِنْ امر اللہ یہ مِنْ ابتدائیہ ہے ، تبعیضیہ نہیں (۳) منشاء یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں مادے کا دخل نہیں ہے ، صلب والد کا دخل نہیں پایا گیا اور چونکہ روح کی پرواز آسمانوں کی طرف ہوتی ہے ، اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمان کی طرف اٹھایا۔

یہاں روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاؤ تو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے ۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ خود بھی لوگوں کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو اس سے ایک حدیث کا مفہوم واضح ہوجاتا ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام تمام انبیاء میں مجھ سے اقرب ہیں (۴) اس کا عام طور پر مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے درمیان کسی دوسرے نبی کا مبعوث ہونا نہیں پایا گیا لیکن اس روایت کے پیش نظر اس کا ایک مطلب یہ بھی ہوگیا کہ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں قرب ظاہر ہوگا بایں طور کہ شفاعت کی درخواست کے لئے لوگوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں عیسیٰ علیہ السلام بھی آئیں گے گویا قیامت میں ان کا یہ قرب آپ کے ساتھ ہوگا۔

وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ خطاب تشریف ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ

---

(۳) وروح منه: قیل: هو روح کسائر الارواح الا ان الله تعالیٰ اضافه الی نفسه تشریفا، وقیل: الروح هو النفخ الذی نفخ جبرئیل علیه السلام فی درع مریم، واضافه الی نفسه لانه کان بامره، وقیل: الروح الوحی " (وانظر معالم التنزیل: ۱/ ۵۰۲ سورة النساء) ویحکیٰ ان طبیبا نصرانیا، ناظر علی بن الحسین الواقدی، فقال له: ان فی کتابکم مایدل علی ان عیسیٰ علیه السلام جزء منه تعالیٰ، وتلا هذه الایة، فقرا الواقدی قوله تعالیٰ: "وسخر لکم مافی السموات ومافی الارض جمیعا منه" فقال: اذن یلزم ان یکون جمیع الاشیاء جزءا منه سبحانه وتعالیٰ علوا کبیرا، فانقطع النصرانی، فاسلم (روح المعانی: ۶/ ۲۵ سورة النساء) وقال ابن العربی فی احکام القرآن: ۱/ ۵۱۷: "اختلف العلماء فیه علی ستة اقوال: الاول: انها نفخة، نفخها فی جیب درعها، وسمیت النفخة روحا، لانها تکون من الریح۔ الثانی: ان الروح الحیاة۔ الثالث: ان معنی الروح رحمة۔ الرابع: ان روح صورة، لما خلق الله آدم اخرج من صلبه ذریته، وصورهم، فعیسیٰ من تلک الارواح، ادخله فی مریم، واختار هذا ابی بن کعب، وقیل فی الخامس: روح صورة، صورها الله تعالیٰ ابتداء، وجهها فی مریم، وقیل فی السادس: سر روح منه، یعنی من جبریل، وهو معنی کلام الله "القاها الیه وروح منه" ای القاء الکلمة کان من الله ثم من جبریل۔

(۴) وفی جامع الاصول فی احادیث الرسول: ۸/ ۵۲۳ ولفظه: انا اولی الناس بابن مریم فی الدنیا والاخرة

تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں یہ تسلی دیدی ہے کہ آخرت میں آپ سے کسی بات کا مواخذہ نہیں ہوگا تو گویا آپ شفاعت اور سفارش کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوسکیں گے (۶)۔

بعض حضرات نے کہا کہ جن حضرات سے صدور ذنب ہوتا ہے ان کا رتبہ اس کے برابر نہیں ہوسکتا جس سے صدور ذنب نہ ہوا ہو، دوسرے انبیاء سے چونکہ ان کے اپنے رتبہ کے اعتبار سے صدور ذنوب ہوا تھا اس لئے وہ شفاعت کی جرات نہ کرسکیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ صدور ذنب سے محفوظ تھے اس لئے آپ شفاعت پر آمادہ ہوگئے۔

لیکن حافظ ابن تیمیہ اور ان کے اتباع میں حافظ ابن قیم نے اس قاعدہ کو رد کیا ہے کہ جس شخص سے صدور ذنب ہوا ہو وہ اس شخص کے برابر نہیں ہوسکتا جس سے صدور ذنب نہ ہوا ہو کیونکہ بسا اوقات گناہ صادر ہونے کے بعد آدمی توبہ کرتا ہے تو اس کا درجہ اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جس سے گناہ صادر نہ ہوا ہو بلکہ زیادہ بھی ہوسکتا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "مناقب شافعی" میں لکھا ہے کہ "مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ" سے وہ قصور مراد ہیں جو نبوت سے پہلے صادر ہوئے اور "ماتاخر" سے مراد عصمت ہے کہ اللہ نے نبوت عطا کرنے کے بعد آپ کو معصوم بنایا اور پھر آپ سے کوئی گناہ اور قصور صادر نہیں ہوا (۷)۔

بعض حضرات نے کہا کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اگلی پچھلی سب خطائیں اللہ تعالیٰ معاف کرچکا ہے اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام آپ کے پاس آنے کا مشورہ دیں گے کہ اس مقام شفاعت میں بالفرض اگر کوئی تقصیر بھی ہوجائے تو وہ بھی عفو عام کے تحت پہلے ہی آچکی ہے (۸)۔

فاقول: امتی یاربِّ، امتی یاربِّ

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ ساری مخلوق آپ کے پاس آئی تھی اور آپ نے سفارش کا وعدہ بھی فرمایا تھا تو پھر آپ نے صرف اپنی امت کی سفارش کیوں کی، دوسرے تمام لوگوں کی سفارش کیوں نہیں

---

(۶) ولم اجده تحت هذه الاية، ولكنه ذكره في فيض الباري: ۹۱/۴ ۔ تحت قوله تعالى: "اعملوا ما شئتم"

(۷) یہ قول علامہ نووی نے شرح مسلم (ج ۱/ ۱۰۹) میں قاضی عیاض کی طرف سے منسوب کیا ہے ۔ "مناقب بیہقی" ہمارے پاس نہیں البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کے "احکام القرآن" جس کو امام بیہقی نے جمع کیا، اس میں ہے "سئل الشافعي عن قول الله عز وجل: "انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ماتقدم من ذنبك وما تاخر" قال: معناه (ماتقدم) من ذنب ابيك ادم، وهبته لك (وما تاخر) من ذنوب امتك، ادخلهم الجنة بشفاعتك (وانظر احكام القرآن للشافعي: ۳۸)

(۸) دیکھیے فتح الملہم: ۱/ ۳۶۴

کی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں روایت میں اختصار ہے ، ورنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حساب کے آغاز کے لئے تمام لوگوں کی سفارش کریں گے ، روایات میں اس کا ذکر موجود ہے ، وہ شفاعت کبریٰ ہوگی، یہاں روایت میں اپنی امت کے لئے شفاعت صغریٰ کا ذکر ہے (۹)

اِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَحِمْيَرَ اَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرٰى

یعنی جنت کے دو دروازوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا مکہ اور حمیر کے درمیان یا فرمایا، جتنا مکہ اور بصری کے درمیان ، مختلف شہروں کے نام آپ نے لئے ہیں ، یہ اس اعتبار سے کہ جس علاقہ کے لوگ آپ سے مخاطب ہیں وہ اپنے علاقے کے شہروں کے فاصلوں کو جانتے ہیں۔

یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اتنا بڑا دروازہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں دروازوں کے چھوٹے بڑے اور اس کے مناسب اور حسین ہونے کا تعلق اور انحصار عمارت کے چھوٹے اور بڑے ہونے پر ہے ، عمارت اگر بہت بڑی ہو تو اس کا چھوٹا دروازہ اچھا نہیں لگتا اور ظاہر ہے جنت کی عمارات تو بڑی عظیم ہوں گی اس لئے ان کے دروازے بھی بڑے ہوں گے ۔

٢٠٤ – باب : «وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا» /٥٥/ .

٤٤٣٦ : حدّثني إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ هَمَّامٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (خُفِّفَ عَلَى دَاوُدَ الْقِرَاءَةُ ، فَكانَ يَأْمُرُ بِدَابَّتِهِ لِتُسْرَجَ ، فَكانَ يَقْرَأُ قَبْلَ أَنْ يَفْرُغَ – يَعْنِي – الْقُرْآنَ) . [ر : ١٩٦٧]

حضرت داود علیہ السلام کے لئے قراءت زبور کو سہل اور آسان کردیا گیا تھا چنانچہ وہ اپنے دابہ کے لئے زین کسنے کا حکم دیتے تھے اور زین کے باندھے جانے سے پہلے وہ پوری زبور پڑھ لیا کرتے تھے ، یہ معجزہ تھا۔

علامہ سیوطی نے بعض بزرگوں کے متعلق نقل کیا ہے کہ وہ ایک دن اور ایک رات میں نو مرتبہ

---

(۹) قولہ : "یامحمد، ادخل من امتک" ھذہ القطعۃ فی الشفاعۃ الصغری، وکانت الاولی فی الکبری، لفتح باب الحساب، وحاصلہ ان العالم بمجموعہ اذا احتاج الی شافع، لم یسر عنھم مارابھم غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، واذا وصل الامر الی کل من الامم، تکفل کل نبی لامتہ۔۔۔ (فیض الباری : ۳/۱۹۸)

قرآن ختم کرتے تھے اور شیخ سہروردی ایک دن میں ساٹھ مرتبہ ختم کرتے تھے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے عصر سے مغرب تک ترتیل کے ساتھ قرآن مجید ختم کیا (۱۰)۔

صوفیاء کی اصطلاح میں اس کو "طی زمان" کہتے ہیں اور ایک ہوتا ہے "طی مکان" مثلاً ایک آدمی بہت قلیل وقت میں یہاں سے مکہ معظمہ پہنچ جائے، شیخ ابن عربی نے "فتوحات" میں اس قسم کے کئی واقعات نقل کئے ہیں، ایک واقعہ لکھا ہے کہ جوہری ایک مرتبہ سوئے، خواب میں دیکھا کہ وہ بغداد گئے ہیں اور وہاں ایک عورت سے شادی کی ہے جس سے ان کے کئی بچے پیدا ہوئے جب خواب سے بیدار ہوئے تو کچھ مدت کے بعد ایک عورت بغداد سے آئی اور اس نے دعوی کیا کہ جوہری نے اس کے ساتھ نکاح کیا ہے اور یہ بچے اسی کے ہیں، شیخ مجدد احمد سرہندیؒ نے اس واقعہ کا انکار کیا اور اس کو درست قرار نہیں دیا لیکن مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس میں کوئی بعد نہیں ہے اور طی زمان کے باب سے اس کو قرار دیا (۱۱)۔

٢٠٥ – باب :

«قُلِ ٱدْعُوا ٱلَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلاً» /٥٦/.

٤٤٣٧ : حدّثني عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنِي سُلَيْمانُ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ : «إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ» . قالَ : كانَ نَاسٌ مِنَ الْإِنْسِ يَعْبُدُونَ نَاسًا مِنَ ٱلْجِنِّ ، فَأَسْلَمَ ٱلْجِنُّ وَتَمَسَّكَ هٰؤُلَاءِ بِدِينِهِمْ . زَادَ الْأَشْجَعِيُّ : عَنْ سُفْيَانَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ : «قُلِ ٱدْعُوا ٱلَّذِينَ زَعَمْتُمْ» . [٤٤٣٨]

آیت کا ترجمہ ہے "آپ کہئے کہ بلاؤ ان کو جن کو تم اللہ کے سوا گمان کرتے تھے معبود (جب انہیں بلاؤ گے) تو وہ نہ تمہاری تکلیف زائل کر سکیں گے اور نہ اسے تبدیل کر سکیں گے"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ جنات کی پرستش کیا

---

(۱۰) فیض الباری: ۴/۱۹۸

(۱۱) دیکھیے فیض الباری: ۴/۱۹۸-۱۹۹

(۴۴۳۷-۴۴۳۸) اخرجه البخاری ایضاً فی التفسیر، رقم الحدیث: ۴۷۱۵، (مع الفتح)، واخرجه مسلم فی التفسیر، باب اولئک الذین یدعون یبتغون.... رقم الحدیث: ۳۰۳۰، واخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ فی التفسیر، باب قوله تعالیٰ: قل ادعوا الذین زعمتم رقم الحدیث: ۱۱۲۸۷

کرتے تھے، وہ جنات تو مسلمان ہوگئے اور ان کی عبادت کرنے والے اسی طرح شرک اور کفر میں مبتلا رہے، ان کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے کہ وہ جنات جن کو ان لوگوں نے معبود بنایا تھا وہ کسی قسم کے نفع اور نقصان پر قدرت نہیں رکھتے ہیں۔

۲۰۶ – باب : «أُولٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ» . الآيَةَ /۵۷/ .

۴۴۳۸ : حدّثنا بِشْرُ بْنُ خالِدٍ : أَخْبَرَنَا محمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ سُلَيْمانَ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : فِي هٰذِهِ الآيَةِ : «الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ» . قالَ : كانَ نَاسٌ مِنَ الْجِنِّ يُعْبَدُونَ ، فَأَسْلَمُوا . [ر : ۴۴۳۷]

۲۰۷ – باب : «وَما جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ» /۶۰/

۴۴۳۹ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : «وَما جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ» . قالَ : هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ ، أُرِيَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ . «وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ» شَجَرَةُ الزَّقُّومِ . [ر : ۳۶۷۵]

یہاں رؤیا کی تفسیر میں اختلاف ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اس رؤیا سے مراد رؤیا عین ہے اور یہ وہ واقعہ ہے جو لیلۃ الاسراء میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور پھر وہاں سے سات آسمانوں تک دکھایا گیا۔

بعض نے کہا کہ رؤیا سے مراد رؤیا بدر ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقتولین کے قتل ہوکر گرنے کی جگہ دکھائی گئی ہے (۱۲)۔

بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد رؤیا حدیبیہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا گیا کہ آپ نے احرام باندھ رکھا ہے اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام کی جماعت نے احرام باندھ رکھا ہے اور سارے حضرات عمرہ ادا کرنے گئے ہوئے ہیں (۱۳) بہرحال اقوال مختلف ہیں لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما چونکہ حبرالامۃ اور رئیس المفسرین ہیں اس لئے ان کی رائے کو ترجیح دی جائے گی۔

---

(۱۲) روح المعانی: ۱۵/۱۰۶

(۱۳) الجامع لاحکام القرآن: ۱۰/۲۸۲ لیکن مذکورہ دونوں قول ضعیف ہیں کیونکہ آیت مکیہ ہے اور رؤیا بدر و حدیبیہ کا تعلق مدینہ سے ہے۔

٢٠٨ - باب : «إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كانَ مَشْهُودًا» /٧٨/ .

قالَ مُجَاهِدٌ : صَلَاةَ الْفَجْرِ .

٤٤٤٠ : حدّثني عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَٱبْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (فَضْلُ صَلَاةِ الجَمِيعِ عَلَى صَلَاةِ الْوَاحِدِ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ دَرَجَةً ، وَتَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ) . يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ : ٱقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ : «وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كانَ مَشْهُودًا» . [ر : ٦٢٢]

فجر کے وقت قرآن پڑھنے کو مشہود قرار دیا گیا ہے، اس کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں۔

❶ یہاں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ فجر کے وقت رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

❷ بعض حضرات نے کہا کہ اس وقت شواھد قدرت ظاہر ہوتے ہیں، اس وقت رات کی ظلمت دن کی روشنی سے تبدیل ہوتی ہے اور نوم جوکہ اخت الموت ہے انتباہ اور استیقاظ سے تبدیل ہوتی ہے (۱۴)۔

❸ بعض حضرات نے کہا کہ اس وقت نمازی حضرات اپنے بستر کو چھوڑ کر حاضر ہوتے ہیں اس لئے اس کو مشہود کہا (۱۵)۔

❹ بعض حضرات نے کہا کہ اس میں ترغیب ہے اس بات کی طرف کہ قرآن الفجر کا حق یہ ہے کہ اس میں جمّ غفیر کو حاضری دینی چاہیئے (۱٦)۔

مجاہد نے فرمایا کہ قرآن الفجر سے صبح کی نماز مراد ہے، اکثر ائمہ تفسیر، ابن کثیرؒ، قرطبی اور مظہریؒ وغیرہ نے یہی معنی مراد لئے ہیں (۱۷)۔

---

(۱۴) روح المعانی: ۱۳۷/۱۵

(۱۵) روح المعانی: ۱۳۷/۱۵

(١٦) روح المعانی: ۱۳۷/۱۵

(۱۷) دیکھیے التفسیر لابن کثیر: ۳/۵۵ و روح المعانی: ۱۳۵/۸ و التفسیر الکبیر: ۲۷/۲۱ و القرطبی: ۳۰۲/۱۰

٢٠٩ – باب : «عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا» /٧٩/.

٤٤٤١ : حدّثني إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ : حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ ، عَنْ آدَمَ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ : سَمِعْتُ ٱبْنَ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : إِنَّ النَّاسَ يَصِيرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جُثًا ، كُلُّ أُمَّةٍ تَتْبَعُ نَبِيَّهَا يَقُولُونَ : يَا فُلَانُ ٱشْفَعْ ، يَا فُلَانُ ٱشْفَعْ ، حَتَّى تَنْتَهِيَ الشَّفَاعَةُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَذٰلِكَ يَوْمَ يَبْعَثُهُ ٱللهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ .

ابوالاحوص کا نام سَلّام بن سُلیم ہے ، یہ روایت کرتے ہیں آدم بن علی عِجْلی بصری سے ، آدم بن علی کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے ۔

آدم بن علی

ابن سعد نے "طبقات" میں اہل کوفہ کے طبقہ ثانیہ میں ان کو ذکر کیا ہے یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے سفیان ثوری ، شعبہ ، اسرائیل بن یونس ، ابراھیم بن طھمان ، امام بخاری اور امام نسائی روایت کرتے ہیں ۔

امام جرح و تعدیل یحیی بن معین ان کے بارے میں فرماتے ہیں "ثقة" ۔

امام نسائی نے ان کے بارے میں فرمایا "لیس بہ بأس" ۔

ابن حبان نے "ثقات" میں ان کا تذکرہ کیا ہے ۔

ہشام بن عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت میں ان کی وفات ہوئی ہے (١٨) ۔

٤٤٤٢ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ : حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قَالَ : (مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ : اللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ ٱلدَّعْوَةِ التَّامَّةِ ، وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ ، آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ ، وَٱبْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ ، حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ) .

(۴۴۴۱) واخرجه النسائی فی السنن الکبری ، فی التفسیر ، باب قولہ تعالٰی : عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا ، رقم الحدیث : ۱۱۲۹۴ ، وھذا الحدیث لم یخرجه احد من اصحاب الستة سوی البخاری

(١٨) تذکرہ تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری : ٨/ ٠٠ ۴ وتھذیب الکمال : ٢/ ٣٠٨ ـ ٣٠٩ ـ وطبقات ابن سعد : ٦/ ٢٢٥ ـ والجرح والتعدیل : ١/ ٢٦٤ ـ

رَوَاهُ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٥٨٩]

یہاں روایت میں "آت محمداً الوسیلة والفضیلة " کے بعد "الدرجة الرفیعة " کا ذکر نہیں ہے ، کسی صحیح روایت میں اس لفظ کا ثبوت نہیں ملتا ہے البتہ ابن السُّنی نے "عمل الیوم واللیلة" میں "الدرجة الرفیعة" کا ذکر کیا ہے (١٩) حافظ ابن تیمیہ کے فتاویٰ میں بھی اس لفظ کا ذکر موجود ہے (٢٠) لیکن وہ سب یا تو سہو ناسخ ہے یا پھر اصل مصنفین کو دھوکہ لگا ہے کیونکہ کسی بھی صحیح سند کے ساتھ یہ لفظ منقول نہیں ہے ، یہ روایت کتاب الاذان میں تشریح کے ساتھ گزر چکی ہے ۔

٢١٠ – باب : «وَقُلْ جاءَ الحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كانَ زَهُوقًا» /٨١/ .

يَزْهَقُ : يَهْلِكُ .

٤٤٤٣ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ ، وَحَوْلَ الْبَيْتِ سِتُّونَ وَثَلَاثُمِائَةِ نُصُبٍ ، فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُودٍ فِي يَدِهِ وَيَقُولُ : «جاءَ الحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كانَ زَهُوقًا» . «جاءَ الْحَقُّ وَما يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَما يُعِيدُ» . [ر : ٢٣٤٦]

٢١١ – باب : «وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ» /٨٥/ .

٤٤٤٤ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قالَ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَرْثٍ ، وَهْوَ مُتَّكِئٌ عَلَى عَسِيبٍ ، إِذْ مَرَّ الْيَهُودُ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ : سَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ ؟ فَقَالَ : ما رَابَكُمْ إِلَيْهِ ؟ وَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَا يَسْتَقْبِلُكُمْ بِشَيْءٍ تَكْرَهُونَهُ ، فَقَالُوا : سَلُوهُ ، فَسَأَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ ، فَأَمْسَكَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِمْ شَيْئًا ، فَعَلِمْتُ أَنَّهُ يُوحَى إِلَيْهِ ، فَقُمْتُ مَقَامِي ،

---

(١٩) عمل الیوم واللیلة: ٨٨

(٢٠) فتاوی ابن تیمیة: ١٩٢/١ قال ملا علی القاری فی کتابه: "المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع"/١٠٠۔ "حدیث: الدرجة الرفیعة، فیما یقال بعد الاذان، قال السخاوی: لم اره فی شئی من الروایات" وقال الحافظ ابن حجر فی "التلخیص الحبیر "٢١٠/١ "ولیس فی شئی من طرق هذا الحدیث ذکر (الدرجة الرفیعة) ۔ و زیادة بعضهم فی آخر هذا الدعاء (یا ارحم الراحمین) لیست ایضا فی شئی من طرق هذا الحدیث" وقال الشیخ عبدالفتاح ابو غدہ رحمه اللّٰه فی "تعلیقات المصنوع" ١٠١: "فلا تقال ایضاً ولا تزاد"

فَلَمَّا نَزَلَ الْوَحْيُ قَالَ : «وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلاً» . [ر : ١٢٥]

(ما رابكم إليه) بصيغة الماضي من الريب ، وذكره في [النهاية] بضم الباء : (ما رابُكم إليه) أي ما إرْبكم وحاجتكم إلى سؤاله ، وفي نسخة (ما رأيكم) أي فكركم .وفي العيني : قال الخطابي : الصواب : (ما أربكم) أي ما حاجتكم .

روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہودیوں نے روح کے متعلق سوال کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا، اتنے میں قرآن شریف کی یہ آیت نازل ہوئی "وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ، قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ، وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا" قلیلاً میں تنوین تقلیل کے لئے ہے یعنی تمہارا علم اقل قلیل ہے اس لئے کہ تم علم حواس کے ذریعہ حاصل کرتے ہو اور حواس روح کا احاطہ نہیں کرسکتے لہذا تم روح کے متعلق زیادہ نہیں سمجھ سکتے ۔

دو عالم ہوتے ہیں ایک عالم امر اور دوسرا عالم خَلق، عالم خلق عالم مادیات کو کہتے ہیں اور عالم امر مجرد عن المادہ ہے ، روح عالم خلق کی چیز نہیں ہے کہ اسے مادیات میں شمار کیا جائے بلکہ وہ عالم امر کی چیز ہے اور مادے سے مجرد ہے ۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں فرمایا کہ عالم امر اور عالم خلق کی اصطلاح بعد کی پیداوار ہے ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب قرآن نازل ہورہا تھا تو یہ اصطلاح نہ تھی لہذا اس اصطلاح کو آیتِ قرآنیہ پر منطبق کرنا درست نہیں ہے ، چنانچہ وہ لکھتے ہیں : "ثم ان لی فی هذا الوجه وقفة، فان الظاهر أن اطلاق عالم الأمر علی الکائن من غیر تحصل من مادة و تولد من اصل، واطلاق عالم الخلق علی خلافه محض اصطلاح لا یعرف للعرب ولا یعرفونه، وفی الاستدلال علیه بقوله تعالٰی : "الا له الخلق والامر" مالا یخفی علی منصف" (٢١)۔

عالم خلق اور عالم امر

عالم خلق اور عالم امر کی اصطلاح اگرچہ بعد کی پیداوار ہے لیکن علماء نے قرآن کی آیت "اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ" سے یہ اصطلاح اخذ کی ہے ، ان دونوں اصطلاح پر روشنی ڈالتے ہوئے شیخ الاسلام مولانا شبیر

---

(٢١) روح المعانی : ١٥/١٥٣

احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

"ایک عالم امر کا لفظ ہے جس کی مناسب تشریح ضروری ہے اور جس کے سمجھنے سے امید ہے روح کی معرفت حاصل کرنے میں بہت مدد ملے گی، سورۃ اعراف کی آیت "الالہ الخلق والامر" میں "اَمْر" کو "خَلْق" کے مقابل رکھا ہے جس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ خدا کے یہاں دو مد بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں ، ایک خلق، دوسرا امر،.... مخلوقات کو ایک معین و محکم نظام پر چلاتے رہنا جسے تدبیر و تصریف کہہ سکتے ہیں امر ہو اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ... " حق تعالیٰ نے اول آسمان و زمین کی تمام مشینیں بنائیں جس کو "خلق" کہتے ہیں ، ہر چھوٹا بڑا پرزہ ٹھیک اندازہ کے موافق تیار کیا گیا جسے "تقدیر" کہا گیا ہے "قَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا" سب پرزوں کو جوڑ کر مشین کو فٹ کیا گیا جسے "تصویر" کہتے ہیں "خَلَقْنٰکُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰکُمْ" یہ سب افعال خلق کی مد میں تھے ، اب ضرورت تھی کہ جس مشین کو جس کام میں لگانا ہے لگا دیا جائے ، آخر مشین کو چالو کرنے کے لئے "امرِ الٰہی" کی بجلی چھوڑ دی گئی... اس امرِ الٰہی کو فرمایا "اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ" دوسری جگہ نہایت وضاحت کے ساتھ امر "کن" کو خلق جسد پر مرتب کرتے ہوئے ارشاد ہوا "خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ" بلکہ تتبع سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں "كُنْ فَیَكُوْنُ" کا مضمون جتنے مواضع میں آیا ہے عموماً خلق و ابداع کے ذکر کے بعد آیا ہے جس سے خیال گزرتا ہے کہ کلمہ "کن" کا خطاب "خلق" کے بعد تدبیر و تصریف وغیرہ کے لئے ہوتا ہوگا۔ واللہ اعلم

بہرحال یہاں امر کے معنی حکم کے ہیں اور وہ حکم یہ ہی ہے کہ جسے لفظ "کُن" سے تعبیر کیا گیا اور "کن" جنس کلام سے ہے جو حق تعالیٰ کی صفتِ قدیمہ ہے جس طرح ہم اس کی تمام صفات کو بلا کیف تسلیم کرتے ہیں کلام اللہ اور کلمۃ اللہ کے متعلق بھی یہی مسلک رکھنا چاہیئے ، خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ "روح" کے ساتھ اکثر جگہ قرآن میں امر کا لفظ استعمال ہوا ہے مثلاً "قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ" "وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا" "یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ" "یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ" اور پہلے گزر چکا کہ "امر" عبارت ہے کلمہ کن سے یعنی وہ کلام انشائی جس سے مخلوقات کی تدبیر و تصریف اس طریقہ پر کی جائے جس پر غرض ایجاد و تکوین مرتب ہو، لہذا ثابت ہوا کہ روح کا مبداء حق تعالےٰ کی صفت کلام ہے جو صفت علم کے ماتحت ہے " (۲۲)۔

---

(۲۲) تفسیر عثمانی : ۳۸۷ فائدہ نمبر ۴

کیا روح کی حقیقت کا علم کسی کو ہوسکتا ہے ؟

بعض متاخرین صوفیہ کی رائے ہے کہ روح کی حقیقت کا علم کسی کو نہیں ہوسکتا ہے اور روح کی حقیقت میں بحث اور غور و فکر کرنا سوء ادب ہے (۲۳)۔

لیکن یہ بات درست نہیں ، کسی نبی اور رسول کو وحی کے ذریعہ یا کسی ولی کو کشف و الہام کے ذریعہ سے روح کی حقیقت معلوم ہونا کوئی امر مستبعد نہیں ہے ۔

البتہ روح کی حقیقت اور کنہ معلوم کرنا عام انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے لیکن جس طرح روح کے خالق کو صفات کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے اسی طرح روح کو بھی اس کی صفات کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے ۔

متکلمین کہتے ہیں کہ روح ایک لطیف نورانی جسم ہے اور انسان کے بدن میں وہ اسی طرح سرایت کئے ہوئے ہے جیسے عرقِ گلاب گلاب میں اور آگ کوئلے میں سرایت کئے ہوئے ہوتی ہے (۲۴)۔

فلاسفہ کہتے ہیں کہ روح ایک جوہر ہے جو مجرد عن المادہ ہے ، جسم سے اس کا تعلق تصرف اور تدبیر کا ہے ، وہ جسم سے نہ خارج ہے اور نہ داخل ہے ، نہ جسم کے ساتھ متصل ہے اور نہ منفصل ہے ۔

مسلمانوں میں سے امام راغب اصفہانیؒ اور حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے (۲۵) اور یہ سب کچھ اسی لئے کہتے ہیں کہ روح کی حقیقت کا صحیح علم نہیں اس لئے اس کے اوپر خارج ہونے یا داخل ہونے کا کوئی خاص حکم بھی نہیں لگاسکتے ۔

کیا روح اور نفس ایک ہیں یا الگ الگ

بعض علماء کہتے ہیں کہ روح اور نفس ایک ہیں ، ابن زید نے اکثر علماء کا یہی قول نقل کیا ہے اور ابن حبیب اندلسی نے دونوں کو الگ الگ قرار دیا ہے ، ابن مندہ نے دونوں کے درمیان فرق کرتے ہوئے فرمایا "إِنَّ النَّفسَ طِينِيَّة نارية، والروح نورية رُوحانيّة " بعض نے کہا "النفس ناسُوتية والروح لاهُوتية (۲۶) " ۔

---

(۲۳) روح المعانی: ۱۵/ ۱۵۴ و فتح الباری: ۸/ ۴۰۲-۴۰۳

(۲۴) روح المعانی: ۱۵/ ۱۵۵ علامہ ابن قیم نے اسی قول کو صحیح قرار دیا اور اس پر ایک سو سے زائد دلیلیں پیش کی ہیں (دیکھیے کتاب الروح: ۲۹۰ – ۳۱۷)

(۲۵) روح المعانی: ۱۵/ ۱۵۶

(۲۶) دیکھیے روح المعانی: ۱۵/ ۱۵۷-۱۵۸

علامہ ابن قیم نے "کتاب الروح" میں پہلا قول اختیار کیا ہے اور اسی کو راجح قرار دیا ہے (۲۷) ابن العربی نے دوسرے قول کو حق قرار دیا ہے (۲۸) اور علامہ آلوسی نے ؒ نے فرمایا حق یہ ہے کہ دونوں من وجہ متحد بھی ہیں اور من وجہ مختلف بھی ہیں (۲۹)۔

مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق

علامہ شبیر احمد عثمانی روح جوہر مجرد یا جسم نورانی لطیف ہونے کے متعلق مولانا انور شاہ کشمیری کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"رہا مسئلہ کہ روح جوہر مجرد ہے جیسا کہ اکثر حکمائے قدیم اور صوفیہ کا مذہب ہے یا جسم نورانی لطیف جیسا کہ جمہور اہلحدیث وغیرہ کی رائے ہے، اس میں میرے نزدیک قول فیصل وہی ہے جو بقیۃ السلف بحرالعلوم علامہ سید انور شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ بالفاظ عارف جامی یہاں تین چیزیں ہیں ❶ وہ جواہر جن میں مادہ اور کمیت دونوں ہوں جیسے ہمارے ابدان مادیہ ❷ جواہر جن میں مادہ نہیں صرف کمیت ہے جنہیں صوفیہ اجسام مثالیہ کہتے ہیں ❸ وہ جواہر جو مادہ اور کمیت دونوں سے خالی ہوں جن کو صوفیہ "ارواح" یا حکماء جواہر مجردہ کے نام سے پکارتے ہیں، جمہور اہل شرع جس کو "روح" کہتے ہیں وہ صوفیہ کے نزدیک "بدن مثالی" سے موسوم ہے جو بدن مادی میں کبھی حلول کرتا ہے اور بدن مادی کی طرح اعضاء رکھتا ہے، یہ روح بدن مادی سے کبھی جدا ہوجاتی ہے اور اس جدائی کی حالت میں بھی ایک طرح کا مجہول الکیفیت علاقہ بدن کے ساتھ قائم رکھ سکتی ہے، جس سے بدن پر حالت موت طاری ہونے نہیں پاتی گویا حضرت علی کرم اللہ وجہ کے قول کے موافق جس کو بغوی نے "اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا" کی تفسیر میں نقل کیا، اس وقت روح خود علیحدہ رہتی ہے مگر اس کی شعاع جسد میں پہنچ کر بقائے حیات کا سبب بنتی ہے جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے، بہرحال اہل شرع جو روح ثابت کرتے ہیں، صوفیہ کو اس کا انکار نہیں بلکہ وہ اس کے اوپر ایک اور روح مجرد مانتے ہیں جس میں کوئی استحالہ نہیں .... بلکہ اس روح مجرد کی بھی کوئی اور روح ہو اور آخر میں کثرت کا سارا سلسلہ سمٹ کر "امر ربی" کی وحدت پر منتہی ہوجائے تو انکار کی ضرورت نہیں (۳۰)۔ "

---

(۲۷) دیکھیے کتاب الروح لابن قیم: ۳۳۸و ۳۵۱و روح المعانی: ۱۵/ ۱۵۸

(۲۸) فتح الباری: ۸/ ۴۰۳

(۲۹) روح المعانی: ۱۵/ ۱۵۸

(۳۰) تفسیر عثمانی: ۳۸۸ فائدہ نمبر ۳

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں کسی کو یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ روح کو ماقبل میں جوہر مجرد یا جسم نورانی کہا گیا اور قرآن نے اس کو "امر ربی" سے متعلق قرار دیا، امر سے مراد "کن" کا حکم ہے جو کلام کی ایک قسم ہے تو یہ حکم جوہر مجرد یا جسم نورانی لطیف کی شکل کس طرح اختیار کرسکتا ہے؟ اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

"اسے یوں سمجھ لو کہ تمام عقلاء اس پر متفق ہیں کہ ہم خواب میں جو اشکال و صوَر دیکھتے ہیں بعض اوقات وہ محض ہمارے خیالات ہوتے ہیں جو دریا، پہاڑ، شیر وغیرہ کی شکلوں میں نظر آتے ہیں، اب غور کرنے کا مقام ہے کہ خیالات جو اعراض ہیں اور دماغ کے ساتھ قائم ہیں، وہ جواہر و اجسام کیونکر بن گئے اور کس طرح ان میں اجسام کے لوازم و خواص پیدا ہوگئے .... جب ایک آدمی کی قوت مصورہ میں اس نے اس قدر طاقت رکھی ہے کہ وہ اپنی بساط کے موافق غیر مجسم خیالات کو جسمی سانچہ میں ڈھال لے اور ان میں وہ ہی خواص و آثار باذن اللہ پیدا کرلے جو عالم بیداری میں اجسام سے وابستہ تھے تو کیا اس حقیر سے نمونہ کو دیکھ کر ہم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ ممکن ہے قادر مطلق اور مصوّر برحق جل وعلا کا امر بے کیف باوجود صفت قائمہ بذاتہ تعالیٰ ہونے کے کسی ایک یا متعدد صورتوں میں جلوہ گر ہوجائے، ان صورتوں کو ہم ارواح یا فرشتے یا کسی اور نام سے پکاریں، وہ ارواح و ملائکہ وغیرہ سب حادث ہیں اور "امر الٰہی" بحالہ قدیم رہے، پس کوئی شبہ نہیں کہ روح انسانی "امر ربی" کا مظہر ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ مظہر کے سب احکام و آثار ظاہر پر جاری ہوں" (۳۱)۔

روح کی قسمیں

بعض حضرات نے روح کی دو قسمیں بیان کی ہیں ایک روح طبّی اور دوسری روح شرعی اس آیت میں روح شرعی کا ذکر کیا گیا ہے اور یہی روح شرعی اعمال کی مکلف ہے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ روح طبی مرکوب ہے اور روح شرعی راکب ہے، روح طبی سے اخلاط اربعہ پیدا ہوتے ہیں (۳۲)۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ روح کی دو قسمیں ہیں علوی اور سفلی، روح علوی مادہ سے مجرد اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جس کی حقیقت کا ادراک مشکل ہے، اہل کشف کو اس کا اصل مقام عرش کے اوپر دکھائی دیتا ہے کیونکہ وہ عرش سے بھی زیادہ لطیف ہے، روح علوی بنظر کشفی اوپر نیچے یا پانچ درجات

---

(۳۱) تفسیر عثمانی: ۳۸۸فائدہ نمبر ۳

(۳۲) دیکھیے حجۃ اللہ البالغۃ مع ترجمہ اردو نعمۃ اللہ السابغۃ: ۱/۳۸

میں محسوس کی جاتی ہے قلب، روح، سر، خفی، اخفی یہ سب عالم امر کے لطائف میں سے ہیں۔

اور روح سفلی وہ بخار لطیف ہے جو بدن انسانی کے عناصر اربعہ آگ، پانی، مٹی، ہوا سے پیدا ہوتا ہے اور اسی روح سفلی کو نفس کہا جاتا ہے۔

اس طرح انسان درحقیقت دس چیزوں کا جامع ہے جن میں پانچ عالم خلق اور پانچ عالم امر سے متعلق ہیں، قلب، روح، سر، خفی اور اخفی کا تعلق عالم امر سے ہے اور آگ، پانی، مٹی، ہوا اور ان چاروں سے پیدا ہونے والے بخار کا تعلق عالم خلق سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے روح سفلی کو جسے نفس کہتے ہیں ارواح علویہ مذکورہ کا آئینہ بنایا ہے، ان کا عکس اس روح سفلی کے آئینہ میں آکر ارواح علویہ کے آثار اور کیفیات اس میں منتقل کردیتا ہے اور یہی آثار جو نفوس میں پیدا ہوجاتے ہیں ہر ہر فرد کے لئے ارواح جزئیہ کہلاتے ہیں (۳۳)۔

کیا روح پر موت طاری ہوتی ہے؟

اس سلسلہ میں اھل علم کا اختلاف ہے، بعضوں کا خیال ہے کہ روح پر موت طاری ہوتی ہے اس لئے روح نفس انسانی کا نام ہے اور ہر نفس پر موت کا طاری ہونا قرآن کی آیت سے ثابت ہے "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ، كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ" جب ملائکہ پر موت آئے گی تو ارواح بشریہ پر بطریقہ اولیٰ موت آسکتی ہے (۳۴)

لیکن علماء کی ایک دوسری جماعت کا خیال ہے کہ روح پر موت نہیں آتی، کیونکہ بدن انسانی سے روح کی جدائی کے بعد اس کا نعمتوں یا عذاب میں ہونا احادیث صریحہ سے ثابت ہے جس کا تقاضہ ہے کہ روح پر موت نہیں آتی ورنہ روح کا پھر نعمت اور عذاب میں ہونا چہ معنی دارد؟

باقی جن نصوص میں ہر چیز پر موت آنے کا ذکر ہے وہ اپنی جگہ درست ہیں تاہم جسم سے روح کے جدا ہونے کو موت سے تعبیر کرسکتے ہیں، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "موت الروح ھو مفارقتھا الجسد، فان ارید بموتھا ھذا القدر فھی ذائقة الموت، وان ارید انھا تعدم وتضمَحِلّ فھی لاتموت بل تبقی مفارقة ماشاء اللہ تعالیٰ، ثم تعود الی الجسد، وتبقی معہ فی نعیم او عذاب، ابدا الآبدین، ودھر الداھرین" (۳۵)

قرآن نے ایک اور جگہ کفار کا اشکال نقل کیا ہے "وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ"

---

(۳۳) دیکھیے تفسیر مظہری: ۲۸۵/۵

(۳۴) روح المعانی: ۱۵/ ۱۵۹

(۳۵) روح المعانی: ۱۵/ ۱۵۹

اس کے بعد اس کا جواب دیا "قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ" حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اشکال کیا کہ یہاں اشکال اور جواب میں بظاہر مطابقت نہیں ہے، پھر خود ہی فرمایا کہ کفار موت کو عدم محض سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ موت عدم محض نہیں ہے بلکہ روح کو ایک مقرر فرشتہ نکال کر لے جاتا ہے، بالکل وہ فنا نہیں ہوجاتی (۳۶)۔

یہاں روح سے کیا مراد ہے

جس روح کے متعلق یہود نے سوال کیا تھا، اس سے کونسی روح مراد ہے؟ اس سلسلہ میں بہت سارے اقوال ہیں ① روح انسان ② روح حیوان ③ جبرائیل ④ حضرت عیسیٰ ⑤ قرآن ⑥ فرشتہ ⑦ ایک خاص مخلوق ⑧ وحی (۳۷)۔

امام رازی اور امام قرطبی نے روح انسانی والے قول کو ترجیح دی ہے (۳۸) علامہ قرطبی نے ایک بات اور بھی کہی ہے کہ چونکہ سائل یہودی تھے اور یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے "روح اللہ" ہونے کے منکر تھے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد نہیں ہیں، اسی طرح وہ حضرت جبرئیل کے فرشتہ ہونے کے قائل تھے اس لئے وہ بھی مراد نہیں۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ روح انسانی ایک ایسی چیز ہے جسے سب ہی تسلیم کرتے ہیں؛ اس کا تذکرہ قرآن نے جہاں بھی کیا ہے وہاں اس کے لئے لفظ "نفس" استعمال کیا ہے، لفظ "روح" استعمال نہیں کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس روح کے متعلق انہوں نے سوال کیا، اس سے وہ روح مراد ہے جس کا ذکر آیت کریمہ "یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا" میں ہے یعنی جبرئیل امین، روح انسانی مراد نہیں (۳۹)۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن قیم کی بات کو مرجوح قرار دیا اور فرمایا کہ راجح یہی ہے کہ سوال روح انسانی کے متعلق تھا (۴۰)۔

---

(۳۶) تفسیر عثمانی: ۵۵۴ فائدہ نمبر۷

(۳۷) دیکھیے فتح الباری: ۴۰۲/۸ وتفسیر کبیر: ۳۹-۳۸/۲۱

(۳۸) دیکھیے تفسیر کبیر: ۳۶/۲۱ والجامع لاحکام القرآن: ۳۲۴/۱۰

(۳۹) کتاب الروح: ۲۴۳ وفتح الباری: ۴۰۲/۸ مخ

(۴۰) فتح الباری: ۴۰۳/۸

٢١٢ – باب : «وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا» /١١٠/ .

٤٤٤٥ : حدّثنا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ : حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : فِي قَوْلِهِ تَعَالَى : «وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا» . قَالَ : نَزَلَتْ وَرَسُولُ ٱللهِ ﷺ مُخْتَفٍ بِمَكَّةَ ، كَانَ إِذَا صَلَّى بِأَصْحَابِهِ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ ، فَإِذَا سَمِعَهُ الْمُشْرِكُونَ سَبُّوا الْقُرْآنَ وَمَنْ أَنْزَلَهُ وَمَنْ جَاءَ بِهِ ، فَقَالَ ٱللهُ تَعَالَى لِنَبِيِّهِ ﷺ : «وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ» أَيْ بِقِرَاءَتِكَ ، فَيَسْمَعَ الْمُشْرِكُونَ فَيَسُبُّوا الْقُرْآنَ «وَلَا تُخَافِتْ بِهَا» عَنْ أَصْحَابِكَ فَلَا تُسْمِعُهُمْ «وَٱبْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلاً» . [٧٠٥٢ ، ٧٠٨٧ ، ٧١٠٨]

٤٤٤٦ : حدّثني طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ : حَدَّثَنَا زَائِدَةُ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قَالَتْ : أُنْزِلَ ذٰلِكَ فِي ٱلدُّعَاءِ . [٥٩٦٨ ، ٧٠٨٨]

یہاں حضرت ابن عباسؓ کی پہلی روایت سے معلوم ہورہا ہے کہ یہ آیت قراءتِ صلاۃ کے بارے میں نازل ہوئی اور آگے حضرت عائشہؓ کی روایت سے معلوم ہورہا ہے کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے (۴۱) بظاہر دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے ۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ دعا چونکہ جزء نماز اور جزء قراءت ہے ، یہاں جزء بول کر کل مراد لیا ہے ، دعا سے بھی مراد قراءت صلاۃ ہے (۴۲)۔

اور دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ممکن ہے آیت کا نزول دو مرتبہ ہوا ہو ایک مرتبہ قراءتِ صلاۃ کے متعلق اور دوسری مرتبہ دعاء کے متعلق۔

(۴۴۴۵)وایضاً اخرجه فی التوحید ، باب قوله تعالی: وانزله بعلمه ، رقم الحدیث : ۷۴۹۰ ، وباب قوله تعالی: واسروا قولکم رقم الحدیث : ۷۵۲۵ ، وباب قول النبی ﷺ : الماهر بالقرآن مع سفرة الکرام البرر ، رقم الحدیث : ۷۵۴۷ ، و اخرجه مسلم فی الصلاۃ ، باب التوسط فی القراءۃ فی الصلاۃ الجهریة ، رقم الحدیث : ۴۴۶ ، واخرجه الترمذی فی کتاب التفسیر ، باب ومن سورۃ بنی اسرائیل رقم الحدیث: ۳۱۴۶ ، واخرجه النسائی فی السنن الکبری ، باب صفة الصلوۃ رقم الحدیث: ۱۰۸۴

(۴۴۴۶)واخرجه فی الدعوات ، باب الدعاء فی الصلاۃ ، رقم الحدیث ۶۳۲۷ ، (مع الفتح) ، وفی التوحید ، باب واسروا قولکم او اجهروا به ، رقم الحدیث: ۷۵۲۶ ، (مع الفتح) ، و هذا الحدیث من افراده: (عمدة القاری ۳۵/۱۹)

(۴۱) حضرت ابن عباسؓ سے بھی اس مفہوم کی ایک روایت منقول ہے چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں "وروی عن ابن عباس مثل ماروی عن عائشة ، رواه ابن مردویه من حدیث اشعث عن عکرمة ، عن ابن عباس نزلت هذه الاية "ولا تجهر بصلاتک" فی الدعا" (وانظر عمدة القاری : ۳۵/۱۹)

(۴۲) عمدة القاری : ۳۵/۱۹

٢١٣ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْكَهْفِ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «تَقْرِضُهُمْ» /١٧/ : تَتْرُكُهُمْ . «وَكَانَ لَهُ ثُمُرٌ» /٣٠٤/ : ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ ، وَقَالَ غَيْرُهُ : جَمَاعَةُ الثَّمَرِ . «بَاخِعٌ» /٦/ : مُهْلِكٌ . «أَسَفًا» /٦/ : نَدَمًا . «الْكَهْفُ» /٩/ : الْفَتْحُ فِي الْجَبَلِ . «وَالرَّقِيمِ» /٩/ : الْكِتَابُ . «مَرْقُومٌ» /المطففين: ٢٠/ : مَكْتُوبٌ ، مِنَ الرَّقْمِ . «رَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ» /١٤/ : أَلْهَمْنَاهُمْ صَبْرًا . «لَوْلَا أَنْ رَبَطْنَا عَلَى قَلْبِهَا» /القصص: ١٠/ . «شَطَطًا» /١٤/ : إِفْرَاطًا . «الْوَصِيدِ» /١٨/ : الْفِنَاءُ ، جَمْعُهُ : وَصَائِدُ وَوُصُدٌ . وَيُقَالُ : الْوَصِيدُ الْبَابُ . «مُؤْصَدَةٌ» /البلد: ٢٠/ وَ /الهمزة: ٨/ : مُطْبَقَةٌ ، آصَدَ الْبَابَ وَأَوْصَدَ .

«بَعَثْنَاهُمْ» /١٩/ : أَحْيَيْنَاهُمْ . «أَزْكَى» /١٩/ : أَكْثَرُ . يُقَالُ : أَحَلُّ ، وَيُقَالُ : أَكْثَرُ رَيْعًا . قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «أُكُلَهَا» . وَقَالَ غَيْرُهُ : «وَلَمْ تَظْلِمْ» /٣٣/ : لَمْ تَنْقُصْ .

وَقَالَ سَعِيدٌ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ : «الرَّقِيمِ» اللَّوْحُ مِنْ رَصَاصٍ ، كَتَبَ عَامِلُهُمْ أَسْمَاءَهُمْ ، ثُمَّ طَرَحَهُ فِي خِزَانَتِهِ ، فَضَرَبَ ٱللهُ عَلَى آذَانِهِمْ فَنَامُوا .

وَقَالَ غَيْرُهُ : وَأَلَتْ تَئِلُ تَنْجُو ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «مَوْئِلًا» /٥٨/ : مَحْرِزًا . «لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا» /١٠١/ : لَا يَعْقِلُونَ

سورة الكهف

وقال مجاهد: تَقْرِضُهُمْ تَتْرُكُهُمْ

آیت میں ہے "وَإِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُم ذَاتَ الشِّمَالِ" یعنی سورج ڈوبتے وقت ان کو چھوڑ کر بائیں جانب اتر جاتا ہے ، مطلب یہ ہے کہ سورج کے غروب کے وقت بھی ان پر دھوپ نہیں پڑتی ہے، مجاہد کی یہ تعلیق حنظلی نے موصولاً نقل کی ہے (١) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں :

---

(١) عمدة القاري: ١٩/٣٦۔

"یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں ایسے ٹھکانے کی طرف رہنمائی کی جہاں مامون و مطمئن ہوکر آرام کرتے ہیں نہ جگہ کی تنگی سے جی گھبرائے نہ کسی وقت دھوپ ستائے، غار اندر سے کشادہ اور ہوادار تھا اور جیسا کہ ابن کثیر نے لکھا ہے شمال رویہ ہونے کی وجہ سے ایسی وضع وہیئت پر واقع ہے جس میں دھوپ بقدر ضرورت پہنچتی اور بدون ایذا دیئے نکل جاتی" (فوائد عثمانی فائدہ ۸ ص ۳۹۴)

وَكَانَ لَهُ ثُمُرٌ: ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ، وَقَالَ غَيْرُهُ: جَمَاعَةُ الثَّمَرِ

"وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا، وَكَانَ لَهُ ثُمُرٌ" اس میں دو قراءت ہیں بعضوں کی قراءت ثُمُرٌ (ثا اور میم کے ضمہ کے ساتھ) جس کے معنی سونے اور چاندی کے ہیں، عاصم کی قراءت ثَمَرٌ (ثا اور میم کے فتحہ کے ساتھ) ہے بمعنی پھل

ثُمُرٌ (بضمتین) کے متعلق مجاہد کے غیر یعنی قتادہ نے کہا ہے کہ یہ ثَمَرٌ کی جمع ہے اور ثَمَرٌ ثَمَرَةٌ کی جمع ہے، ثَمَرَة واحد ہے، اس کی جمع ثَمَرٌ، پھر اس کی جمع ثِمَارٌ اور پھر اس کی جمع ثُمُرٌ ہے۔

بَاخِعٌ: مُهْلِكٌ

آیت کریمہ میں ہے "فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا" شاید کہ آپ ان کے پیچھے اپنی جان کو ہلاک کرنے والے ہیں غم سے اگر یہ لوگ اس مضمون (قرآن) پر ایمان نہ لائے"۔

امام فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں "بَاخِع" بمعنی "مُهْلِكٌ" یعنی ہلاک کرنے والا ہے۔

أَسَفًا: نَدَمًا

مذکورہ آیت کریمہ میں ہے "إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا" اس میں "أَسَفًا" بمعنی "نَدَمًا" ہے یعنی ندامت کی وجہ سے آپ اپنے نفس کو شاید ہلاک کرنے والے ہیں، یہ تفسیر ابوعبیدہ کی ہے، حضرت قتادہ نے "أَسَفًا" کی تفسیر "حَزَنًا" سے کی ہے یعنی غم کی وجہ سے آپ اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے ہیں۔

اَلْكَهْفُ: اَلْفَتْحُ فِي الْجَبَلِ

آیت میں ہے "اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا" "کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ کہف اور رقیم والے ہماری عجائبات میں سے کچھ تعجب کی چیز تھی" کہف غار کو کہتے ہیں، علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :

"یعنی حق تعالیٰ کی قدرتِ عظیمہ کے لحاظ سے اصحاب کہف کا قصہ جو آگے مذکور ہے اچنبھا نہیں ہے جسے حد سے زیادہ عجیب سمجھا جائے ، زمین، آسمان، چاند، سورج، وغیرہ کا پیدا کرنا، ان کا محکم نظام قائم رکھنا، انسان ضعیف البنیان کو سب پر فضیلت دینا، انسانوں میں انبیاء کا بھیجنا، ان کی قلیل و بے سروسامان جماعتوں کو بڑے بڑے متکبرین کے مقابلے میں کامیاب بنانا، خاتم الانبیاءؐ اور رفیق غار حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دشمنوں کے نرغے سے نکال کر "غار ثور" میں تین روز ٹھہرانا، کفار کا غار کے منہ تک تعاقب کرنا، پھر ان کو بے نیل و مرام واپس لوٹانا، آخر گھر بار چھوڑنے والے مٹھی بھر بے سروسامانوں کو تمام جزیرہ العرب بلکہ مشرق و مغرب میں اس قدر قلیل مدت کے اندر غالب و منصور کرنا، کیا یہ اور اس قسم کی بے شمار چیزیں اصحاف کہف کے قصہ سے کم عجیب ہیں؟

اصل یہ ہے کہ یہود نے قریش کو مشورہ دیا تھا کہ محمدؐ سے آزمائش کے لئے تین سوال کریں ، روح کیا ہے ؟ اصحاب کہف کا کیا قصہ تھا؟ اور ذوالقرنین کی سرگزشت کیا تھی؟ اصحاب کہف کے قصہ کو عجیب ہونے کی حیثیت سے انہوں نے خاص اہمیت دی تھی اس لئے اس آیت میں بتلایا گیا کہ وہ اتنا عجیب نہیں جیسے تم سمجھتے ہو، اس سے کہیں بڑھ کر عجیب و غریب نشانات قدرت موجود ہیں۔

آگے اصحاب کہف کا قصہ اول مجملاً اور پھر مفصلاً بیان فرمایا ہے ، کہتے ہیں کہ یہ چند نوجوان روم کے کسی ظالم و جبار بادشاہ کے عہد میں تھے جس کا نام بعض نے دقیانوس بتلایا ہے ، بادشاہ سخت غالی بت پرست تھا اور جبر و اکراہ سے بت پرستی کی اشاعت کرتا تھا، عام لوگ سختی اور تکلیف کے خوف اور چند روزہ دنیوی منافع کے طمع سے اپنے مذاہب کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کرنے لگے اس وقت چند نوجوانوں کے دلوں میں جن کا تعلق عمائد سلطنت سے تھا خیال آیا کہ ایک مخلوق کی خاطر خالق کو ناراض کرنا ٹھیک نہیں ، ان کے دل خشیت الٰہی اور نور تقوی سے بھرپور تھے حق تعالیٰ نے صبر و استقلال اور توکل اور تبتل کی دولت سے مالا مال کیا تھا، بادشاہ کے روبرو جاکر بھی انہوں نے "لَنْ نَدْعُوَ مِنْ دُوْنِهٖ اِلٰهًا لَقَدْ قُلْنَا اِذًا شَطَطًا" کا نعرہ مستانہ لگایا اور ایمانی جرات و استقلال کا مظاہرہ کرکے دیکھنے والوں کو مبہوت اور حیرت زدہ کردیا، بادشاہ کو کچھ ان کی نوجوانی پر رحم آیا اور کچھ دوسرے مشاغل اور مصالح مانع ہوئے کہ انہیں فوراً قتل کردے ، چند روز کی مہلت دی کہ

وہ اپنے معاملے میں غور و نظرثانی کرلیں ، انہوں نے مشورہ کرکے طے کیا کہ ایسے فتنے کے وقت جبکہ جبر و تشدد سے عاجز ہوکر قدم ڈگمگا جانے کا بہرحال خطرہ ہے، مناسب ہوگا کہ شہر کے قریب کسی پہاڑ میں روپوش ہوجائیں اور واپسی کے لئے مناسب موقع کا انتظار کریں، دعا کی کہ خداوند! تو اپنی خصوصی رحمت سے ہمارا کام بنادے اور رشد و ہدایت کی جادہ پیمائی میں ہمارا سب انتظام درست کردے ، آخر شہر سے نکل کر کسی قریبی پہاڑ میں پناہ لی اور اپنے میں سے ایک کو مامور کیا کہ بھیس بدل کر کسی وقت شہر میں جایا کرے تاکہ ضروریات خرید کر لاسکے اور شہر کے احوال واخبار سے سب کو مطلع کرتا رہے جو شخص اس کام پر مامور تھا اس نے ایک روز اطلاع دی کہ آج شہر میں سرکاری طور پر ہماری تلاش ہے اور ہمارے اقارب و اعزہ کو مجبور کیا جارہا ہے کہ ہمارا پتہ بتلائیں ، یہ مذاکرہ ہورہا تھا کہ حق تعالیٰ نے ان سب پر دفعتاً نیند طاری کردی، کہا جاتا ہے کہ سرکاری آدمیوں نے بہت تلاش کیا، پتہ نہ لگا، تھک ہار کر بیٹھ رہے اور بادشاہ کی رائے سے ایک سیسہ کی تختی پر ان نوجوانوں کے نام اور مناسب حالات لکھ کر خزانے میں ڈال دیئے گئے ، تاکہ آنے والی نسلیں یاد رکھیں کہ ایک جماعت حیرت انگیز طریقے سے لاپتہ ہوگئی ہے ، ممکن ہے آگے چل کر اس کا کچھ سراغ نکلے اور بعض عجیب واقعات کا انکشاف ہو۔

یہ نوجوان کس مذہب پر تھے ؟ اس میں اختلاف ہوا ہے بعض نے کہا کہ نصرانی یعنی اصل دین مسیحی کے پیرو تھے لیکن ابن کثیر نے قرائن سے اس کو ترجیح دی ہے کہ اصحاب کہف کا قصہ حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے کا ہے" ۔ (۲) واللہ اعلم

اصحاب کہف کے غار کے محلِ وقوع میں مختلف اقوال ہیں لیکن راجح قول یہ ہے کہ مذکورہ غار اردن میں واقع ہے (۳)

---

(۲) تفسیر عثمانی :(ص ۳۹۳)

(۳) اصحاب کہف کا وہ غار جس میں وہ تین سو سال سے زیادہ سوتے رہے کس جگہ واقع ہے ؟ اس سلسلہ میں علماء اور محققین کی آراء بہت مختلف رہی ہیں، بعض نے کہا وہ اردن میں واقع ہے ، بعضوں کا خیال ہے کہ شام میں ہے بعض کہتے ہیں یمن میں ہے ، بعض کا کہنا ہے کہ اندلس کے شہر غرناطہ میں ہے اور اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ ترکی کے شہر افسس کے قریب میں واقع ہے ، شہر اُفُسس کا اسلامی نام طرسوس ہے ، یہ شہر تقریباً گیارہویں صدی قبل مسیح میں تعمیر ہوا تھا اور بعد میں یہ بت پرستی کا بہت بڑا مرکز بن گیا۔ مولانا شیر علی شاہ صاحب تفسیر سورة الکہف (ص ۹۱) پر علامہ عینی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"ونعب معظم المفسرین الی ان الکھف المبحوث عنہ واقع فی "افسس" المعروف بطرسوس "لانہ کان مرکزا ھاما لعبادۃ الاصنام" ولما آمن بعض شبان ھذہ المدینۃ حسب فطرتھم السلیمۃ، اجبرھم الملک الجبار علی عبادۃ الاصنام فآووا الی کھف واقع فی جبل بمسافۃ"۔

اور مولانا محمد تقی عثمانی صاحب "جہان دیدہ" (ص ۲۱۸) پر لکھتے ہیں:

"مسیحی مصادر میں تقریباً جزم کے ساتھ یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ ترکی کے شہر افسس کے قریب پیش آیا تھا اور وہیں پر ایک

. . . .

غار کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ اصحاب کہف کا غار ہے، شاید انہی مسیحی روایات کے زیر اثر بہت سے مسلمان مفسرین اور مورخین نے بھی اصحاب کہف کا محل وقوع افسس ہی کو بتایا ہے"۔

لیکن آخری دور کے اکثر محققین نے ترجیح اس کو دی ہے کہ مذکورہ غار اردن میں واقع ہے مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی نے "قصص القرآن" میں، مولانا سید سلیمان ندوی صاحب نے "تاریخ ارض القرآن" میں، مولانا ابوالکلام آزاد نے "تفسیر سورۂ کہف" میں، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے "معارف القرآن" میں، اردن کے محقق تیسیر ظبیان نے "موقع اصحاب کہف" میں، رفیق وفا دجانی نے "اکتشاف کہف اصحاب الکہف" میں اور مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے "جہان دیدہ" میں اسی قول کو دلائل و شواہد کی بنیاد پر ترجیح دی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی وغیرہ کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اردن کے مشہور تاریخی شہر پٹرا کا اصل نام "رقیم" تھا جسے رومی حکومت نے بدل کر "پٹرا" کردیا اور یہ غار اسی کے قریب کہیں واقع تھا۔

لیکن ۱۹۵۳ء میں اردن کے محقق تیسیر ظبیان صاحب کو پتہ چلا کہ عمّان کے قریب ایک پہاڑ پر ایک ایسا غار واقع ہے جس میں کچھ قبریں اور مردہ ڈھانچے موجود ہیں، وہ اس کی تلاش میں نکلے اور اس کی دریافت میں کامیاب ہوگئے، انہوں نے محکمۂ آثار قدیمہ کو متوجہ کیا جس نے ۱۹۶۱ء میں اس کی کھدائی کا کام شروع کیا اور جس قدر اثری تحقیق کی گئی اس سے ایسے شواہد اور قرائن ملتے گئے جن سے ان کی اس رائے کی تائید ہوتی گئی کہ قرآن میں ذکر کردہ کہف یہی ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں اس غار کے جو اوصاف بیان کیے گئے ہیں اس غار میں وہ پائے جاتے ہیں، قرآن میں ہے: "وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِنْهُ" اس غار میں صورت حال یہی ہے کہ دھوپ کسی وقت اندر نہیں آتی بلکہ طلوع اور غروب کے وقت دائیں بائیں سے گزر جاتی ہے۔

اسی طرح قرآن میں اس غار کے اوپر لوگوں کے مسجد بنانے کے ارادہ کا بھی ذکر ہے، مذکورہ غار کے اوپر بھی ایک مسجد برآمد ہوئی ہے۔

اس نئے دریافت شدہ غار کے اندر جو سکے پڑے ہوئے ملے ہیں، ان میں کچھ سکے ٹراجان کے زمانے کے ہیں جس کے بارے میں اکثر محققین کا کہنا ہے کہ یہی وہ مشرک بادشاہ تھا جس کے ظلم و ستم سے تنگ آکر اصحاب کہف نے غار میں پناہ لی تھی، اس سے بھی مذکورہ رائے کو تقویت ملتی ہے۔

استاذ محترم مولانا محمد تقی عثمانی صاحب اس رائے کی تائید میں دلائل و شواہد ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"بہرکیف، اتنے پرانے واقعے کے محل وقوع کے بارے میں حتمی طور پر سوفیصد یقین کے ساتھ کچھ کہنا تو مشکل ہے لیکن اس میں شک نہیں ہے کہ اب تک جتنے مقامات کے بارے میں مقام اصحاب کہف ہونے کی رائے ظاہر کی گئی ہے، ان سب میں جتنے زیادہ قرائن و شواہد اس غار کے حق میں ہیں، کسی اور غار کے حق میں اتنے قرائن موجود نہیں ہیں .... یہ غار عمّان شہر سے ۷ کیلومیٹر جنوب میں واقع ہے اور اردن کی مرکزی شاہراہ جو عقبہ سے عمّان تک گئی ہے، اس سے اس کا فاصلہ ۲ کیلومیٹر ہے .... غار تین حصوں میں تقسیم ہوگیا ہے، ایک حصہ دہانے سے سیدھا شمال تک گیا ہے، دوسرا دائیں ہاتھ مشرق کی طرف مڑگیا ہے اور تیسرا بائیں ہاتھ مغرب کی طرف! مشرقی اور مغربی حصوں میں آٹھ تابوت نما قبریں بنی ہوئی ہیں .... غار کا جو حصہ جنوب سے شمال کی طرف سیدھا گیا ہے وہ تقریباً سپاٹ ہے اور اس کے بارے میں تیسیر ظبیان صاحب کا خیال یہ ہے کہ یہی وہ "فَجْوَة" ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے"۔ (جہان دیدہ: ۲۲۲ - ۲۲۳)۔

اردن کے محقق تیسیر ظبیان اور وہاں کے ماہر اثریات رفیق دجانی نے اس غار کے متعلق اپنی رائے کی تائید میں مستقل کتابیں لکھی ہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قسم کے غار مختلف زمانوں میں اور مختلف علاقوں میں دریافت ہوتے رہے ہیں اور شاید ہوتے رہیں گے،

اَلرَّقِیمُ: اَلْکِتَابُ، مَرْقُومٌ: مَکْتُوبٌ مِنَ الرَّقْمِ

آیت میں ہے ”اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْکَهْفِ وَالرَّقِیمِ کَانُوْا مِنْ آیَاتِنَا عَجَبًا“
رقیم کے معنی میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

① اس کے معنی کتاب کے ہیں، اسی سے مرقوم بمعنی مکتوب ہے اور یہ رَقْم سے ماخوذ ہے چونکہ بادشاہِ وقت نے ان کی تلاش کے بعد ان کے نام پتھر کی ایک تختی پر کندہ کرادیئے تھے اس لئے ان کو اصحاب رقیم بھی کہا جاتا ہے، حضرت سعید بن جبیرؒ سے یہی منقول ہے (۴) اور مفسرین کے یہاں یہی قول مشہور ہے، امام بخاریؒ نے یہی قول اختیار کیا ہے چنانچہ حضرت سعید کی تعلیق صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں مذکور ہے جس کو ابن المنذر نے موصولاً نقل کیا ہے۔

② رقیم اس پہاڑ کا نام ہے جس کے اندر وہ غار واقع تھا (۵)۔

③ رقیم اس وادی کا نام ہے جہاں پہاڑ میں وہ غار تھا جس میں اصحاب کہف روپوش ہوئے تھے، قتادہ وغیرہ نے اسی کی تائید کی ہے (۶)۔

④ اصحاب کہف کے کتے کا نام ہے (۷)۔

ابن عطیہؒ نے اندلس کے شہر غرناطہ کے قریب اس طرح کے غار، اس میں مردہ ڈھانچوں اور اس کے پاس ایک مسجد کے دیکھنے کا ذکر کیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں: ”ذهبتُ بنفسی اربع و خمسمائة، فوجدت الاجساد علی هذه الحالة المسموعة، وعند ذلک الکهف مسجد و عمارة قدیمة من طراز الروم“ اور ابوحیّان اندلسی نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے (دیکھیے البحر المحیط: ۱۰۲/۶) اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے واقعات مختلف زمانوں اور مختلف علاقوں میں پیش آتے رہے ہیں، کفر اور شرک کی تاریکیوں میں چند سعادت مندوں کا توحید کی شمع جلا کر شہروں کو چھوڑنا اور غاروں میں جاکر عبادت کرنا ایک بار نہیں کئی بار ہوا ہے، جہاں تک تعلق ہے اس غار کا جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے اس کے متعلق کوئی حتمی بات اس لیے نہیں کی جاسکتی کہ خود اللہ اور اس کے رسول نے اس کے محل وقوع کے بارے میں تعیین نہیں فرمائی کہ وہ مقصود نہیں ہے، چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

”وقد اخبر اللہ تعالی بذلک، و اراد منّا فهمه و تدبره، ولم یخبرنا بمکان هذا الکهف فی ای البلاد من الارض، اذ لا فائدة لنا فیه، ولا قصد شرعی، وقد تکلف بعض المفسرین، فذکروا فیه اقوالاً.... واللہ اعلم بای بلاد اللہ هو، ولو کان لنا فیه مصلحة دینیة، لأرشدنا اللہ تعالی و رسوله الیه، فقد قال صلی اللہ علیه وسلم: ما ترکت شیئاً یقربکم الی الجنة، ویباعدکم من النار الا وقد اعلمتکم به، فاعلمنا اللہ تعالی بصفته، ولم یعلمنا بمکانه، فقال: وتری الشمس اذا طلعت الایة“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۷۵/۳)۔

(۴) واختاره سعید بن جبیر، ومجاهد (فتح القدیر: ۲۷۲/۳)

(۵) تفسیر البیضاوی: ۳ ,۱

(۶) قصص القرآن: ۲۵۴/۳

(۷) تفسیر سورة الکهف: ۵۷

⑤ ان دراہم کا نام ہے جو ان کے پاس موجود تھے (۸) ۔

⑥ اس بستی کا نام ہے جس میں اصحاب کہف رہتے تھے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ ایلہ (عقبہ) کے قریب ایک شہر کا نام ہے ، متاخرین علمائے محققین کی اکثریت نے اسی کو درست قرار دیا چنانچہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ لکھتے ہیں:

"تاریخی اور اثری تحقیقات کے پیش نظر یہ آخری قول ہی صحیح اور قرآن عزیز کے بیان کے مطابق ہے اور باقی اقوال محض قیاس و تخمین پر مبنی ہیں، خلیج عقبہ (ایلہ) سے شمال کی جانب بڑھتے ہوئے پہاڑوں کے دو متوازی سلسلے ملتے ہیں، ان ہی میں سے ایک پہاڑ کی بلندی پر انباط کا دارالحکومت رقیم آباد تھا" (۹) ۔

فائدہ

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں : "رقیم، پہاڑ کی کھوہ کو کہتے ہیں اور بمعنی مرقوم بھی آتا ہے یعنی لکھی ہوئی چیز، مسند عبد بن حمید کی ایک روایت میں ہے جسے حافظؒ نے علی شرط البخاری کہا ہے، ابن عباسؓ سے رقیم کے دوسرے معنی منقول ہیں یعنی اصحاب کہف اور اصحاب رقیم ایک ہی جماعت کے دو لقب ہیں ، غار میں رہنے کی وجہ سے وہ اصحاب کہف کہلاتے ہیں اور چونکہ ان کے نام و صفت وغیرہ کی تختی لکھ کر رکھ دی گئی تھی اس لئے اصحاب رقیم کہلائے مگر مترجم محقق (شیخ الہند) رحمہ اللہ نے پہلے معنی لئے ہیں اور بہرصورت اصحاب کہف و اصحاب رقیم کو ایک ہی قرار دیا ہے ، بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اصحاب رقیم کا قصہ قرآن میں مذکور نہیں ہوا محض عجیب ہونے کے لحاظ سے اصحاب کہف کے تذکرے میں اس کا حوالہ دیا گیا ہے اور فی الحقیقت اصحاب رقیم کھوہ والے وہ تین شخص ہیں جو بارش سے بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزین ہوئے تھے ، اوپر سے ایک بڑا پتھر آپڑا جس نے غار کا منہ بند کردیا، اس وقت ان میں سے ہر شخص نے اپنی عمر کے مقبول ترین عمل کا حوالہ دیکر حق تعالیٰ سے فریاد کی اور بتدریج غار کا منہ کھل گیا، امام بخاریؒ نے اصحاب کہف کا ترجمہ منعقد کرنے کے بعد حدیث الغار کا مستقل عنوان قائم کیا ہے اور اس میں ان تین شخصوں کا قصہ

---

(۸) الصاوی: ۴/۴

(۹) قصص القرآن: ۲۵۴/۳ و ۲۶۱۔ تیسیر ظبیان اور رفیق وفا دجانی نے عمان کے قریب جس غار کو دریافت کیا ہے ، وہاں سے کل سو میٹر کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی "رجیب" کہلاتی ہے ، ان کا خیال ہے کہ یہ "رقیم" کی بگڑی ہوئی شکل ہے ، کیونکہ وہاں کے لوگ اکثر قاف کو جیم اور میم کو باء سے بدل کر بولتے ہیں ، چنانچہ حکومت اردن نے اس بستی کا نام اب سرکاری طور پر "رقیم" ہی کردیا ہے ۔ (دیکھیے موقع اصحاب کہف ۱۱۸ و جہان دیدہ : ۲۲۱)۔

مفصل درج کرکے شاید اسی طرف اشارہ کردیا ہے کہ اصحاب رقیم یہ لوگ ہیں، طبرانی اور بزار نے باسناد حسن نعمان بن بشیر سے مرفوعاً روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رقیم کا تذکرہ فرماتے تھے اور یہ قصہ تین شخصوں کا بیان کیا، واللہ اعلم"

دوسرا لفظ امام بخاری رحمہ اللہ نے "رَقیم" کی مناسبت سے "مرقوم" ذکر کیا جو سورۃ مطففین میں واقع ہے "کِتَابٌ مَّرْقُوْمٌ" یعنی لکھا ہوا دفتر۔

رَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ: اَلْهَمْنَاهُمْ صَبْرًا، لَوْلَا اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا

رَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ کے معنی ہیں " ہم نے ان کے دلوں میں صبر ڈال دیا" سورۃ قصص کی آیت "لَوْلَا اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا" کے بھی یہی معنی ہیں، یعنی اگر ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں صبر نہ ڈالتے۔

شَطَطًا: اِفْرَاطًا

آیت میں ہے "لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَا اِذًا شَطَطًا" ہم تو اس کو چھوڑ کر کسی معبود کی عبادت ہرگز نہ کریں گے (کیونکہ اگر ہم نے ایسا کرلیا) تو اس صورت میں ہم نے یقیناً بڑی بے جا بات کہی، امام فرماتے ہیں کہ آیت میں "شَطَطًا" کے معنی "اِفْرَاطًا" کے ہیں یعنی حد سے تجاوز کرنا، غلط اور بے جا بات کہنا۔

اَلْوَصِیْد: اَلْفِنَاء، جَمْعُهٗ: وَصَائِدُ وَوُصُدٌ، وَیُقَالُ: اَلْوَصِیْدُ: اَلْبَابُ

آیت میں ہے "وَکَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ" یعنی "ان کا کتا اپنے دونوں بازو دروازے کی چوکھٹ پر پھیلائے ہوئے ہے" وَصِیْد کے معنی صحن کے ہیں اور اس کے معنی دروازہ کے بھی بیان کئے گئے ہیں۔

مُؤْصَدَةٌ: مُطْبَقَةٌ، آصَدَ الْبَابَ، وَاَوْصَدَ

سورۃ ھُمَزہ میں ہے "اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ" یعنی کفار کو دوزخ میں ڈال کر دروازے بند کردیئے جائیں گے، آصَدَ الْبَابَ: دروازہ کو بند کرنا، وصید کی مناسبت سے اس کو یہاں ذکر کیا ہے۔

بَعَثْنَاهُمْ: اَحْيَيْنَاهُمْ

آیت میں ہے "ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْا اَمَدًا " پھر ہم نے ان کو (نیند سے) اٹھایا تاکہ ہم (ظاہری طور پر بھی) معلوم کرلیں کہ کون سا گروہ ان کے رہنے کی مدت سے زیادہ واقف تھا، امام فرماتے ہیں کہ آیت میں "بَعَثْنَاهم" کے معنی ہیں ہم نے ان کو زندہ کیا یعنی نیند سے جو کہ اخوالموت ہے ہم نے ان کو بیدار کیا۔

اَزْكٰى: اَكْثَر، ويقال: اَحَلُّ، ويقال: اَكْثَرُ رَيْعاً

"فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَا اَزْكٰى طَعَامًا" یعنی پھر دیکھے کونسا کھانا ازکی ہے اس میں "اَزْكٰى" کے معنی اَكْثَر کے بھی ہوسکتے ہیں اس وقت یہ زکاۃ بمعنی نماء سے ماخوذ ہوگا یعنی جو اکثر شہریوں کی خوراک ہے

اور اس کے معنی "اَحَلُّ" کے بھی بیان کئے ہیں، اس وقت یہ زکاۃ بمعنی طہارت سے ماخوذ ہوگا یعنی جو پاکیزہ اور حلال کھانا ہو، وہ لایئے اور اس کے معنی "اَكْثَرُ رَيْعًا" کے بھی بیان کئے گئے ہیں جس کے اندر نماء زیادہ ہو، رَیْع کے معنی نماء اور زیادتی کے آتے ہیں (۱۰)۔

قال ابن عباس: اُكُلَهَا، وَلَمْ تَظْلِمْ: لَمْ تَنْقُصْ

آیت میں ہے "كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا" یعنی دونوں باغ اپنا پھل لاتے ہیں ان میں سے کسی باغ نے اپنے پھل میں کچھ کمی نہیں کی، اس میں "اُكُلَهَا" کو ذکر کیا لیکن اس کی تفسیر بیان نہیں کی، حاشیہ میں اس کی تفسیر بیان کی ہے "ثَمَرُهَا" یعنی "اکلها" کے معنی پھل اور میوہ کے ہیں اور لَمْ تَظْلِمْ کے معنی ہیں "کسی باغ نے اپنے پھل میں سے کچھ کمی نہیں کی"

فَضَرَبَ اللّٰهُ عَلٰى آذَانِهِمْ: فَنَامُوْا

آیت میں ہے "فَضَرَبْنَا عَلٰى آذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا" "یعنی پھر تھپکی دی ہم نے ان کے کانوں پر اس کھو میں گنتی کے چند برس" جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برسوں غار میں پڑے سوتے رہے اِدھر اُدھر کی کوئی خبر ان کے کانوں میں نہیں پڑتی تھی۔

---

(۱۰) عمدة القاری: ۱۹/۳۶۔

"ضَرْب عَلَی الْاٰذَانِ" نیند سے کنایہ ہے، مولانا ابوالکلام آزاد نے اس معنی پر اشکال کیا ہے کہ عربی میں نیند کے لئے "ضَرْب عَلَی الْاٰذَانِ" کی تعبیر نہیں ملتی ہے، اس لئے اس کے معنی ان کے نزدیک یہ ہیں کہ دنیا کی طرف سے ان کے کان بند ہوگئے۔ (۱۱)

لیکن عام مفسرین کہتے ہیں کہ یہ ایک طرح کا استعارہ ہے، گہری نیند کی حالت کو "ضرب علی الاٰذان" کی حالت سے تشبیہ دی گئی ہے، مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی جمہور مفسرین کے ذکر کردہ معنی کی ترجیح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ہمارے نزدیک مفسرین کی تفسیر ہی راجح ہے اور یہ استعارہ ہر زبان کے محاورات میں پایا جاتا ہے مثلاً جب ماں گود کے بچے کو لوریاں دے کر سلاتی ہے تو اس کے کان اور بازو پر ہاتھ رکھ کر تھپکتی جاتی ہے، اس لئے اردو زبان میں بھی "کانوں کو تھپکی دینا" نیند طاری کرنے کے لئے بولا جاتا ہے، چنانچہ شیخ الہند نوراللہ مرقدہ نے اس جملہ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "پھر تھپک دیئے ہم نے ان کے کان اس کھوہ (غار) میں چند برس گنتی کے" علاوہ ازیں عربی زبان میں "ضرب علی اذنہ" کے معنی "منعہ ان یسمع" کے آتے ہیں، اب سننے سے روک دینے کی متعدد صورتیں ہیں ایک یہ کہ کوئی شخص جنگل میں غار کی کھوہ میں جا بیٹھا اور دنیا کی باتوں سے اس کے کان ناآشنا ہوگئے دوسری یہ کہ وہ بہرا ہوگیا اور سننے سے معذور کردیا گیا، تیسری یہ کہ وہ سوگیا اور دیگر حواس ظاہرہ کی طرح کان بھی سننے سے معطل ہوگئے لہذا "ضرب علی الآذان" کی تعبیر ان سب صورتوں کے لئے یکساں قابل استعمال ہے اور استعارہ و تشبیہ ہے تو تینوں معنی کے لئے ہے۔

البتہ مولانا آزاد کی تفسیر میں یہ اشکال ضرور لازم آتا ہے کہ اگر "ضرب علی الآذان" کے معنی یہ ہیں کہ ان کے کان دنیا کی طرف سے بند ہوگئے تھے، یعنی وہ بحالت بیداری عام زندگی کے مطابق بستی سے دور پہاڑ کے غار میں راہبانہ زندگی بسر کررہے تھے تو پھر اس آیت کے کیا معنی ہوں گے "وَكَذٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوْا بَيْنَهُمْ، قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ، قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ" کیا یہ آیت اپنے صاف معنی میں ظاہر نہیں کرتی کہ "ضرب علی الاذان" کی صاف تعبیر یہاں وہی ہے جو جمہور مفسرین کے نزدیک صحیح اور راجح ہے یعنی وہ سوگئے بلکہ ایسے موقع پر "بَعَثْنَاهُمْ" کی تعبیر کا تقاضا تو یہ ہے کہ مفسرین کی تفسیر کے علاوہ دوسرے معنی لینا قطعاً بے محل ہیں" (۱۲)

---

(۱۱) دیکھیے ترجمان قرآن:۲/۴۷۶۔ سورۃ الکہف

(۱۲) دیکھیے قصص القرآن:۳/۲۷۰۔۲۷۱

وقال غیره: وَأَلَتْ، تَئِلُ: تَنْجُوْ، وَقال مجاهد: مَوْئِلًا: مَحْرِزًا

آیت میں ہے "بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ لَنْ يَجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا" حضرت ابن عباسؓ کے غیر نے فرمایا کہ وَأَلَ، یئل ازباب ضرب کے معنی نجات پانے کے ہیں لہذا موئل جائے نجات کو کہا جائے گا، مجاہد نے اس کے معنی مَحْرِز کے بیان کئے ہیں یعنی حفاظت کی جگہ، دونوں معنی ایک ہی مفہوم ادا کرتے ہیں۔

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا: لَا يَعْقِلُوْنَ

آیت میں ہے "اَلَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا" اس آخری جزء کی تفسیر باللازم کی یعنی چونکہ وہ اعراض کرتے ہیں، سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے ہیں اس لئے سمجھتے بھی نہیں ہیں۔

٢١٤ – باب : «وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا» /٥٤/ .

٤٤٤٧ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ صَالِحٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ : أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ طَرَقَهُ وَفاطِمَةَ ، قالَ : (أَلَا تُصَلِّيانِ) . [ر : ١٠٧٥]

یہ روایت یہاں مختصر ذکر کی گئی ہے، کتاب الصلاۃ میں، باب تحریض النبی ﷺ علی قیام اللیل کے تحت یہ روایت پوری ذکر کی گئی ہے جس کے آخر میں وہاں مذکورہ آیت ذکر کی گئی ہے، (۱۳) اور اُسی مفصل روایت کی مناسبت کی وجہ سے یہ روایت امام یہاں لائے ہیں۔

«رَجْمًا بِالْغَيْبِ» /٢٢/ : لَمْ يَسْتَبِنْ . «فُرُطًا» /٢٨/ : نَدَمًا . «سُرَادِقُهَا» /٢٩/ : مِثْلُ السُّرَادِقِ ، وَالْحُجْرَةِ الَّتِي تُطِيفُ بِالْفَسَاطِيطِ . «يُحَاوِرُهُ» /٣٤ ، ٣٧/ : مِنَ الْمُحَاوَرَةِ . «لٰكِنَّا هُوَ ٱللهُ رَبِّي» /٣٨/ : أَيْ لٰكِنْ أَنَا هُوَ ٱللهُ رَبِّي ، ثُمَّ حَذَفَ الْأَلِفَ وَأَدْغَمَ إِحْدَى النُّونَيْنِ فِي الْأُخْرَى . «وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا» /٣٣/ : يَقُولُ : بَيْنَهُمَا . «زَلَقًا» /٤٠/ : لَا يَثْبُتُ فِيهِ قَدَمٌ .

---

(۱۳) وہاں روایت کے الفاظ ہیں: "ان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اخبرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرقہ، وفاطمة بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلة، فقال: الا تصلیان؟ فقلت: یارسول اللہ، انفسنا بید اللہ، فاذا شاء ان یبعثنا بعثنا، فانصرف حین قلت ذلک، ولم یرجع الی شیئا، ثم سمعته، وهو مول، یضرب فخذه، وهو یقول: وکان الانسان اکثر شیء جدلا" (صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قیام اللیل: ۱/۱۵۲)

«هُنَالِكَ الْوِلَايَةُ» /٤٤/ : مَصْدَرُ الْوَلِيِّ. «عُقُبًا» /٤٤/ : عاقِبَةٌ وَعُقْبَى وَعُقْبَةٌ وَاحِدٌ ، وَهِيَ الآخِرَةُ. قِبَلاً وَ «قُبُلاً» /٥٥/ : وَقَبَلاً : اسْتِئْنَافًا. «لِيُدْحِضُوا» /٥٦/ : لِيُزِيلُوا ، الدَّحْضُ الزَّلَقُ.

رَجْمًا بِالْغَيْبِ: لَمْ يَسْتَبِنْ

"وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ" رَجْمًا بِالْغَيْبِ کے معنی ہیں ان پر حقیقت واضح نہیں ہے، صرف اٹکل اور اندازے سے کہتے ہیں۔

قرآن کی اس آیت میں یہ سبق سکھایا گیا کہ لاحاصل بحثوں سے پرہیز کرنا چاہئے چنانچہ قرآن نے اصحابِ کہف کے واقعہ کے ان حصوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جو تذکیر کے لئے مفید تھے تاہم وہ جزئیات جو محض تاریخی حیثیت رکھتی ہیں مثلاً یہ کہ ان نوجوانوں کی تعداد کتنی تھی؟ ان کی عمریں کیا تھیں؟ وہ غار میں کتنی مدت مقیم رہے؟ قرآن کے اسلوب نے اس قسم کی بحثوں کی کھوج کی فکر سے روکا ہے فرمایا
"قُلْ رَّبِّيْ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا"

حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ ان قلیل میں سے میں بھی ہوں جن کو ان کی تعداد کا علم ہے (۱۴) فرمایا کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تعداد کے متعلق پہلے دو مقولوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا "رَجْمًا بِالْغَيْبِ" تاہم تیسرا قول ذکر کرنے کے بعد ایسی کوئی بات نہیں کہی، اس لئے یہی صحیح تعداد ہے۔

فُرُطًا: نَدَمًا

آیت میں ہے "وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا" فُرُطًا کا ترجمہ نَدَمًا سے کیا ہے یعنی ان کا معاملہ ندامت اور شرمندگی کا باعث بنا۔

سُرَادِقُهَا: مِثْلُ السُّرَادِقِ، وَالْحُجْرَةُ الَّتِيْ تُطِيْفُ بِالْفَسَاطِيْطِ

آیت میں ہے "اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا" یعنی ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کی ہے اس آگ کی قناتیں ان کا احاطہ کئے ہوئے ہوں گی۔

---

(۱۴)تفسیر ابن کثیر: ۷۸/۴و تفسیر الدر المنثور: ۲۱۷/۴

امام نے فرمایا "مِثْلُ السُّرَادِقِ" جیسے چاروں طرف پردہ کرنے کے لئے قناتیں لگاتے ہیں اسی طرح وہاں بھی چاروں طرف آگ کی قناتیں لگی ہوں گی۔

اس کی دوسری مثال اس حجرہ کی سی ہے کہ خیموں نے جس کا احاطہ کیا ہوا ہو، فَسَاطِیْط "فُسْطَاط" کی جمع ہے، بمعنی خیمہ۔

یُحَاوِرُهٗ: مِنَ الْمُحَاوَرَةِ

آیت میں ہے "فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ یُحَاوِرُهٗ اَنَا اَکْثَرُ مِنْکَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا" پھر بولا اپنے ساتھی سے جب اس سے باتیں کرنے لگا، میرے پاس تجھ سے زیادہ مال ہے اور زیادہ عزت والے لوگ ہیں یحاور محاورة سے مشتق ہے جس کے معنی باتیں کرنے کے ہیں۔

لٰکِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ: اَیْ لٰکِنْ اَنَا هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ، ثُمَّ حَذَفَ الْاَلِفَ وَاَدْغَمَ اِحْدَی النُّوْنَیْنِ فِی الْاُخْرٰی

آیت میں ہے "لٰکِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ وَلَا اُشْرِکُ بِرَبِّیْ اَحَدًا" یعنی میں تو یہی کہتا ہوں وہی اللہ میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتا "لٰکِنَّا" اصل میں "لٰکِنْ اَنَا" تھا، انا کا همزہ حذف کردیا گیا اور "لٰکن" کے نون کا "انا" کے نون میں ادغام کردیا گیا، "لکنّا" ہوگیا۔

زَلَقًا: لَا یَثْبُتُ فِیْهِ قَدَمٌ

"فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا" پس وہ باغ صاف میدان ہوکر رہ جائے۔

امام فرماتے ہیں کہ "زلقا" کے معنی ہیں ایسا صاف اور چکنا کہ جس پر قدم نہ ٹھہرے بلکہ پھسل جائے۔

هُنَالِکَ الْوَلَایَةُ: مصدر الوَلِیّ

"هُنَالِکَ الْوَلَایَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ" وہاں پر مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہے "وَلَایَة" "وَلِیّ" کا مصدر ہے جس کے معنی مدد اور نصرت کے آتے ہیں۔

عُقْباً: عَاقِبَةٌ وَعُقْبَى وَاحِدٌ، وَهِيَ الْآخِرَةُ

آیت میں ہے "هُوَخَيْرٌثَوَابًاوَخَيْرٌعُقْبًا" اس کا ثواب سب سے اچھا ہے اور اس کا انجام سب سے بہتر ہے۔

امام فرماتے ہیں کہ "عُقْبًا" بمعنی "عَاقِبَة" ہے، عاقبۃ اور عقبیٰ کے ایک ہی معنی ہیں یعنی آخرت

قِبَلًا وقُبُلًا وقَبَلًا: اِسْتِيْنَافًا

آیت میں ہے "اَوْيَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا" "یعنی یا آجائے عذاب ان کے سامنے" اس میں قُبُلًا کے معنی استیناف و استقبال کے ہیں، قِبَلًا (بکسر القاف وفتح الباء) قُبُلًا (بضمتین) اور قَبَلًا (بفتحین) سب کے معنی امام نے ایک ہی بتائے ہیں۔

لیکن مشہور یہ ہے کہ قِبَلًا کے معنی "عَیانا" کے ہیں اور قُبُلًا "قبیل" کی جمع ہے، مختلف انواع کے لئے استعمال ہوتا ہے (۱۵) اور قَبَلًا کے معنی استیناف کے ہوتے ہیں۔

لِيُدْحِضُوا: لِيُزِيْلُوا: الدَّحْضُ: الزَّلَقُ

آیت میں ہے "وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ" دَحْض کے معنی پھسلنے کے آتے ہیں اور باب افعال میں جب لیجائیں گے تو زائل کرنے کے معنی ہوں گے کیونکہ پھسلنے کے بعد بھی آدمی اپنی جگہ باقی نہیں رہتا، زائل ہوجاتا ہے۔

۲۱۵ – باب : «وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّى أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا» /٦٠/ : زَمَانًا ، وَجَمْعُهُ أَحْقَابٌ .

آیت میں ہے "وَإِذْقَالَ مُوسٰى لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْاَمْضِيَ حُقُبًا" یاد کرو اس وقت کو جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے خادم سے کہا کہ میں برابر چلتا رہوں گا، یہاں تک کہ اس جگہ پہنچ جاؤں جہاں دو دریا آپس میں ملے ہیں یا یوں ہی طویل زمانہ تک چلتا رہوں گا۔

فرماتے ہیں کہ "حُقُبٌ" طویل زمانہ کو کہتے ہیں اور اس کی جمع "اَحْقَاب" آتی ہے۔

---

(۱۵) عمدۃ القاری: ۱۹/۳۹

٤٤٤٨ : حدثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قالَ : أَخْبَرَنِي سَعِيدُ ٱبْنُ جُبَيْرٍ قالَ : قُلْتُ لِٱبْنِ عَبَّاسٍ : إِنَّ نَوْفًا ٱلْبِكَالِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوسٰى صَاحِبَ الخَضِرِ لَيْسَ هُوَ مُوسٰى صَاحِبَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ، فَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : كَذَبَ عَدُوُّ ٱللّٰهِ : حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ يَقُولُ : (إِن مُوسٰى قَامَ خَطِيبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ ، فَسُئِلَ : أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ ؟ فَقَالَ : أَنَا ، فَعَتَبَ ٱللّٰهُ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ العِلْمَ إِلَيْهِ ، فَأَوْحَى ٱللّٰهُ إِلَيْهِ : إِنَّ لِي عَبْدًا بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ ، قالَ مُوسٰى : يَا رَبِّ فَكَيْفَ لِي بِهِ ؟ قالَ : تَأْخُذُ مَعَكَ حُوتًا فَتَجْعَلُهُ فِي مِكْتَلٍ ، فَحَيْثُمَا فَقَدْتَ الحوتَ فَهُوَ ثَمَّ ، فَأَخَذَ حُوتًا فَجَعَلَهُ فِي مِكْتَلٍ ، ثُمَّ ٱنْطَلَقَ وَٱنْطَلَقَ مَعَهُ بِفَتَاهُ يُوشَعَ بْنِ نُونٍ ، حَتَّى إِذَا أَتَيَا الصَّخْرَةَ وَضَعَا رُؤُوسَهُمَا فَنَامَا ، وَاضْطَرَبَ الحُوتُ فِي المِكْتَلِ فَخَرَجَ مِنْهُ فَسَقَطَ فِي ٱلْبَحْرِ ، فَٱتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي ٱلْبَحْرِ سَرَبًا ، وَأَمْسَكَ ٱللّٰهُ عَنِ الحُوتِ جِرْيَةَ المَاءِ فَصَارَ عَلَيْهِ مِثْلَ الطَّاقِ ، فَلَمَّا ٱسْتَيْقَظَ نَسِيَ صَاحِبُهُ أَنْ يُخْبِرَهُ بِالحوتِ ، فَٱنْطَلَقَا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا وَلَيْلَتِهِمَا ، حَتَّى إِذَا كانَ مِنَ الْغَدِ قالَ مُوسٰى لِفَتَاهُ : آتِنَا غَدَاءَنَا ، لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ، قالَ : وَلَمْ يَجِدْ مُوسٰى النَّصَبَ حَتَّى جاوَزَا المكانَ الَّذِي أَمَرَ ٱللّٰهُ بِهِ ، فَقَالَ لَهُ فَتَاهُ : أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الحُوتَ ، وَمَا أَنْسَانِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ ، وَٱتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي ٱلْبَحْرِ عَجَبًا ، قالَ : فَكانَ لِلْحُوتِ سَرَبًا ، وَلِمُوسٰى وَلِفَتَاهُ عَجَبًا ، فَقَالَ مُوسٰى : ذٰلِكَ ما كُنَّا نَبْغِي ، فَٱرْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا ، قالَ : رَجَعَا يَقُصَّانِ آثَارَهُمَا حَتَّى ٱنْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ ، فَإِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى ثَوْبًا ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوسٰى ، فَقَالَ الخَضِرُ : وَأَنَّى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ ، قالَ : أَنَا مُوسٰى ، قالَ : مُوسٰى بَنِي إِسْرَائِيلَ ؟ قالَ : نَعَمْ ، أَتَيْتُكَ لِتُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رَشَدًا ، قالَ : إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِي صَبْرًا ، يَا مُوسٰى إِنِّي عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ ٱللّٰهِ عَلَّمَنِيهِ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ ، وَأَنْتَ عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ ٱللّٰهِ عَلَّمَكَهُ ٱللّٰهُ لَا أَعْلَمُهُ ، فَقَالَ مُوسٰى : سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ ٱللّٰهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ، فَقَالَ لَهُ الخَضِرُ : فَإِنِ ٱتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ ، حَتَّى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ، فَٱنْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ ٱلْبَحْرِ ، فَمَرَّتْ سَفِينَةٌ فَكَلَّمُوهُمْ أَنْ يَحْمِلُوهُمْ ، فَعَرَفُوا الخَضِرَ فَحَمَلُوهُمْ بِغَيْرِ نَوْلٍ ، فَلَمَّا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ ، لَمْ يَفْجَأْ إِلَّا وَالخَضِرُ قَدْ قَلَعَ لَوْحًا مِنْ أَلْوَاحِ السَّفِينَةِ بِالْقَدُومِ ، فَقَالَ لَهُ مُوسٰى : قَوْمٌ حَمَلُونَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ إِلَى سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا ،

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ، قالَ : أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِي صَبْرًا ، قالَ : لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ، قالَ : وَقالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : وَكانَتِ الْأُولَى مِنْ مُوسَى نِسْيَانًا ، قالَ : وَجاءَ عُصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ ، فَنَقَرَ فِي الْبَحْرِ نَقْرَةً ، فَقالَ لَهُ الخَضِرُ : ما عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ ٱللهِ ، إِلَّا مِثْلُ ما نَقَصَ هٰذَا الْعُصْفُورُ مِنْ هٰذَا الْبَحْرِ ، ثُمَّ خَرَجَا مِنَ السَّفِينَةِ ، فَبَيْنَا هُما يَمْشِيَانِ عَلَى السَّاحِلِ ، إِذْ أَبْصَرَ الخَضِرُ غُلَامًا يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ ، فَأَخَذَ الخَضِرُ رَأْسَهُ بِيَدِهِ فَاقْتَلَعَهُ بِيَدِهِ فَقَتَلَهُ ، فَقَالَ لَهُ مُوسَى : أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَاكِيَةً بِغَيْرِ نَفْسٍ ، لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا ، قالَ : أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِي صَبْرًا ، قالَ : وَهٰذَا أَشَدُّ مِنَ الْأُولَى ، قالَ : إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا ، فَانْطَلَقَا حَتَّى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُما ، فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ ، قالَ : مائِلٌ ، فَقَامَ الخَضِرُ فَأَقامَهُ بِيَدِهِ ، فَقَالَ مُوسَى : قَوْمٌ أَتَيْنَاهُمْ فَلَمْ يُطْعِمُونَا وَلَمْ يُضَيِّفُونَا ، لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ، قالَ : «هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ – إِلَى قَوْلِهِ – ذٰلِكَ تَأْوِيلُ ما لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا» . فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : وَدِدْنَا أَنَّ مُوسَى كانَ صَبَرَ حَتَّى يَقُصَّ ٱللهُ عَلَيْنَا مِنْ خَبَرِهِما)

قالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ : فَكانَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ : وَكانَ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا . وَكانَ يَقْرَأُ : وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكانَ كافِرًا وَكانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ . [ر : ٧٤]

٢١٦ – باب : «فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا» /٦١/ .

مَذْهَبًا ، يَسْرُبُ يَسْلُكُ ، وَمِنْهُ : «وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ» /الرعد: ١٠/ .

٤٤٤٩ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ : أَنَّ ٱبْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قالَ : أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، يَزِيدُ أَحَدُهُما عَلَى صَاحِبِهِ ، وَغَيْرُهُما قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيدٍ قالَ : إِنَّا لَعِنْدَ ٱبْنِ عَبَّاسٍ فِي بَيْتِهِ ، إِذْ قالَ : سَلُونِي ، قُلْتُ : أَيْ أَبَا عَبَّاسٍ ، جَعَلَنِي ٱللهُ فِدَاءَكَ ، بِالْكُوفَةِ رَجُلٌ قاصٌّ يُقَالُ لَهُ نَوْفٌ ، يَزْعُمُ أَنَّهُ لَيْسَ بِمُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ ، أَمَّا عَمْرٌو فَقَالَ لِي : قالَ : قَدْ كَذَبَ عَدُوُّ ٱللهِ ، وَأَمَّا يَعْلَى فَقَالَ لِي : قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (مُوسَى رَسُولُ ٱللهِ عَلَيْهِ

السَّلَامُ ، قالَ : ذَكَّرَ النَّاسَ يَوْمًا ، حَتَّى إِذَا فاضَتِ الْعُيُونُ وَرَقَّتِ الْقُلوبُ وَلَّى ، فَأَدْرَكَهُ رَجُلٌ فَقَالَ : أَيْ رَسُولَ ٱللهِ ، هَلْ في الْأَرْضِ أَحَدٌ أَعْلَمُ مِنْكَ ؟ قالَ : لَا ، فَعَتَبَ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَى ٱللهِ ، قِيلَ : بَلى ، قالَ : أَيْ رَبِّ ، فَأَيْنَ ؟ قالَ : بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ ، قالَ : أَيْ رَبِّ ، ٱجْعَلْ لِي عَلَمًا أَعْلَمُ ذٰلِكَ بِهِ ، فَقَالَ لِي عَمْرٌو : قالَ : حَيْثُ يُفَارِقُكَ الحوتُ ، وَقالَ لِي يَعْلَى : قالَ : خُذْ نُونًا مَيِّتًا ، حَيْثُ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ ، فَأَخَذَ حُوتًا فَجَعَلَهُ في مِكْتَلٍ ، فَقَالَ لِفَتَاهُ : لَا أُكَلِّفُكَ إِلَّا أَنْ تُخْبِرَنِي بِحَيْثُ يُفَارِقُكَ الحوتُ ، قالَ : ما كَلَّفْتَ كَثِيرًا ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ : «وَإِذْ قالَ مُوسٰى لِفَتَاهُ» . يُوشَعَ بْنِ نُونٍ ، – لَيْسَتْ عَنْ سَعِيدٍ – قالَ : فَبَيْنَمَا هُوَ فِي ظِلِّ صَخْرَةٍ في مَكانٍ ثَرْيَانَ ، إِذْ تَضَرَّبَ الحُوتُ وَمُوسٰى نَائِمٌ ، فَقَالَ فَتَاهُ : لَا أُوقِظُهُ ، حَتَّى إِذَا ٱسْتَيْقَظَ نَسِيَ أَنْ يُخْبِرَهُ ، وَتَضَرَّبَ الحوتُ حَتَّى دَخَلَ الْبَحْرَ ، فَأَمْسَكَ ٱللهُ عَنْهُ جِرْيَةَ الْبَحْرِ ، حَتَّى كَأَنَّ أَثَرَهُ في حَجَرٍ . قالَ لِي عَمْرٌو : هٰكَذَا كَأَنَّ أَثَرَهُ في حَجَرٍ – وَحَلَّقَ بَيْنَ إِبْهَامَيْهِ وَٱللَّتَيْنِ تَلِيانِهِمَا – لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ، قالَ : قَدْ قَطَعَ ٱللهُ عَنْكَ النَّصَبَ – لَيْسَتْ هٰذِهِ عَنْ سَعِيدٍ – أَخْبَرَهُ فَرَجَعَا ، فَوَجَدَا خَضِرًا . قالَ لِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي سُلَيْمانَ : عَلَى طِنْفِسَةٍ خَضْرَاءَ عَلَى كَبِدِ الْبَحْرِ ، قالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ : مُسَجًّى بِثَوْبِهِ ، قَدْ جَعَلَ طَرَفَهُ تَحْتَ رِجْلَيْهِ وَطَرَفَهُ تَحْتَ رَأْسِهِ ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوسٰى فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ وَقالَ : هَلْ بِأَرْضِي مِنْ سَلَامٍ ، مَنْ أَنْتَ : قالَ : أَنَا مُوسٰى ، قالَ : مُوسٰى بَنِي إِسْرَائِيلَ ؟ قالَ : نَعَمْ . قالَ : فَمَا شَأْنُكَ ؟ قالَ : جِئْتُ لِتُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رَشَدًا ، قالَ : أَمَا يَكْفِيكَ أَنَّ التَّوْرَاةَ بِيَدَيْكَ ، وَأَنَّ الْوَحْيَ يَأْتِيكَ ؟ يَا مُوسٰى ، إِنَّ لِي عِلْمًا لَا يَنْبَغِي لَكَ أَنْ تَعْلَمَهُ وَإِنَّ لَكَ عِلْمًا لَا يَنْبَغِي لِي أَنْ أَعْلَمَهُ ، فَأَخَذَ طائِرٌ بِمِنْقَارِهِ مِنَ الْبَحْرِ ، فَقَالَ : وَٱللهِ ما عِلْمِي وَما عِلْمُكَ في جَنْبِ عِلْمِ ٱللهِ ، إِلَّا كَمَا أَخَذَ هٰذَا الطَّائِرُ بِمِنْقَارِهِ مِنَ الْبَحْرِ ، حَتَّى إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ وَجَدَا مَعَابِرَ صِغَارًا ، تَحْمِلُ أَهْلَ هٰذَا السَّاحِلِ إِلَى أَهْلِ السَّاحِلِ الآخَرِ ، عَرَفُوهُ ، فَقَالُوا : عَبْدُ ٱللهِ الصَّالِحُ – قالَ : قُلْنَا لِسَعِيدٍ : خَضِرٌ ، قالَ : نَعَمْ – لَا نَحْمِلُهُ بِأَجْرٍ ، فَخَرَقَهَا وَوَتَدَ فِيهَا وَتِدًا ، قالَ مُوسٰى : أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا ، لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا – قالَ مُجَاهِدٌ : مُنْكَرًا – قالَ : أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ، كانَتِ الْأُولَى نِسْيَانًا ، وَالْوُسْطَى شَرْطًا ، وَالثَّالِثَةُ عَمْدًا ، قالَ : لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ، لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ . قالَ يَعْلَى : قالَ سَعِيدٌ : وَجَدَ غِلْمَانًا

يَلْعَبُونَ ، فَأَخَذَ غُلَامًا كافِرًا ظَرِيفًا فَأَضْجَعَهُ ثُمَّ ذَبَحَهُ بِالسِّكِّينِ ، قالَ : أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ - لَمْ تَعْمَلْ بِالْحِنْثِ ، وَكانَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ قَرَأَهَا : زَكِيَّةً زَاكِيَةً مُسْلِمَةً ، كَقَوْلِكَ غُلَامًا زَكِيًّا - فَٱنْطَلَقَا فَوَجَدَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ - قالَ سَعِيدٌ بِيَدِهِ هٰكَذَا ، وَرَفَعَ يَدَهُ - فَٱسْتَقَامَ - قالَ يَعْلَى : حَسِبْتُ أَنَّ سَعِيدًا قالَ : فَمَسَحَهُ بِيَدِهِ فَٱسْتَقَامَ - لَوْ شِئْتَ لَٱتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا - قالَ سَعِيدٌ : أَجْرًا نَأْكُلُهُ - وَكانَ وَرَاءَهُمْ - وَكانَ أَمَامَهُمْ ، قَرَأَهَا ٱبْنُ عَبَّاسٍ : أَمَامَهُمْ مَلِكٌ . يَزْعُمُونَ عَنْ غَيْرِ سَعِيدٍ : أَنَّهُ هُدَدُ بْنُ بُدَدٍ ، وَالْغُلَامُ الْمَقْتُولُ ٱسْمُهُ يَزْعُمُونَ جَيْسُورٌ - مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ، فَأَرَدْتُ إِذَا هِيَ مَرَّتْ بِهِ أَنْ يَدَعَهَا لِعَيْبِهَا ، فَإِذَا جاوَزُوا أَصْلَحُوهَا فَٱنْتَفَعُوا بِهَا - وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ سَدُّوهَا بِقَارُورَةٍ ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ بِالْقَارِ - كانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ وَكانَ كافِرًا ، فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا ، أَنْ يَحْمِلَهُمَا حُبُّهُ عَلَى أَنْ يُتَابِعَاهُ عَلَى دِينِهِ ، فَأَرَدْنَا أَنْ يُبَدِّلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِنْهُ زَكَاةً ، لِقَوْلِهِ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً ، وَأَقْرَبَ رُحْمًا ، هُما بِهِ أَرْحَمُ مِنْهُمَا بِالْأَوَّلِ الَّذِي قَتَلَ خَضِرٌ) . وَزَعَمَ غَيْرُ سَعِيدٍ : أَنَّهُمَا أُبْدِلَا جارِيَةً ، وَأَمَّا دَاوُدُ بْنُ أَبِي عاصِمٍ فَقَالَ : عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ : إِنَّهَا جارِيَةٌ . [ر : ٧٤]

أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ ، وَغَيْرُهُمَا سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيدٍ

ہشام بن یوسف کے استاذ ابن جریج فرماتے ہیں کہ مجھ سے یعلی بن مسلم اور عمرو بن دینار نے سعید بن جبیر کے واسطہ سے بیان کیا اور ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے الفاظ کچھ زیادہ کہے تھے اور ان دونوں (یعنی یعلی بن مسلم اور عمرو بن دینار) کے علاوہ ایک اور شخص سے بھی میں نے سنا وہ بھی سعید بن جبیر سے حدیث بیان کررہے تھے۔ حاصل یہ کہ یہاں ابن جریج کے تین شیخ ہیں۔ ❶ ایک یعلی بن مسلم ❷ دوم عمرو بن دینار ❸ اور سوم غیرھما پہلے دو کے علاوہ، امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کا نام آگے روایت میں ذکر کردیا ہے چنانچہ فرمایا قال لی عثمان بن ابی سلیمان۔

سَرَبًا: مَذْهَبًا، يَسْرُبُ: يَسْلُكُ، ومنه: "وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ"

"فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا" پس اس مچھلی نے دریا میں اپنا راستہ بنالیا سرنگ بناکر

امام فرماتے ہیں کہ آیت میں "سَرَبًا" "مَذْهَبًا" کے معنی میں ہے یعنی راستہ، چلنے کی جگہ۔

یَسْرَبُ: یَسْلُکُ : وہ چلتا ہے اور سورۂ رعد کی آیت میں "وَسَارِبٌ بِالنَّھَارِ" اسی سے ہے یعنی دن کو چلنے والا

اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّۃً بِغَیْرِ نَفْسٍ، لَمْ تَعْمَلْ بِالْحِنْثِ، وَکَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ یَقْرَأُھَا زَکِیَّۃً: زَاکِیَۃً: مُسْلِمَۃً، کَقَوْلِکَ: غُلَامًا زَکِیًّا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ آپ نے ایک بے گناہ جان کو بغیر جان کے بدلے قتل کیا، جس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔

حضرت ابن عباس "زَکِیَّۃً" کے بجائے "زَاکِیَۃً" پڑھتے تھے بمعنی مسلمۃ، جیسے "غُلَامًا زَکِیًّا" میں ہے۔

٢١٧ – باب : «فَلَمَّا جاوَزَا قالَ لِفَتَاهُ آتِنا غَداءَنَا لَقَدْ لَقِينا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا . قالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الحُوتَ» .

إِلَى قَوْلِهِ : «عَجَبًا» /٦٢ ، ٦٣/ . «صُنْعًا» /١٠٤/ : عَمَلاً . «حِوَلاً» /١٠٨/ : تَحَوُّلاً .

«قالَ ذٰلِكَ ما كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِما قَصَصًا» /٦٤/ . «إِمْرًا» /٧١/ : وَ «نُكْرًا» /٧٤/ : دَاهِيَةً . «يَنْقَضَّ» /٧٧/ : يَنْقَاضُ كَمَا تَنْقَاضُ السِّنُّ . «لَتَخِذْتَ» /٧٧/ : وَاتَّخَذْتَ وَاحِدٌ . «رُحْمًا» /٨١/ : مِنَ الرُّحْمِ ، وَهِيَ أَشَدُّ مُبَالَغَةً مِنَ الرَّحْمَةِ ، وَنَظُنُّ أَنَّهُ مِنَ الرَّحِيمِ ، وَتُدْعَى مَكَّةُ أُمَّ رُحْمٍ ، أَيِ الرَّحْمَةُ تَنْزِلُ بِهَا .

اِمْرًا، وَنُكْرًا: دَاهِیَۃً

ایک آیت میں ہے "لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا" اور دوسری آیت میں ہے "لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُکْرًا" فرماتے ہیں کہ "اِمْرًا" اور "نُکْرًا" کے معنی ہیں : دَاھِیَۃً : مصیبت، بڑا معاملہ اور مجاہد نے "اِمْرًا" کا ترجمہ "منکرا" کیا ہے یعنی ناآشنا اور تعجب خیز کام

صُنْعًا: عَمَلًا

"وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا" اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کررہے ہیں اس میں

"صُنْعًا" "عَمَلًا" کے معنی میں ہے ۔

حولا: تحولاً

"لَايَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا" وہ لوگ جنت سے کہیں اور جانا نہیں چاہیں گے فرماتے ہیں اس "حِوَلًا" "تَحَوُّلًا" کے معنی میں ہے یعنی پھرنا۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یعنی ہمیشہ رہنے سے اکتائیں گے نہیں، ہردم تازہ بتازہ نعمتیں ملیں گی کبھی خواہش نہ کریں گے کہ ہم کو یہاں سے منتقل کردیا جائے "

يَنْقَضُّ: يَنْقَاضُ، كَمَا تَنْقَاضُ السِّنُّ

آیت کریمہ میں ہے "فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ" ان دونوں نے وہاں ایک دیوار پائی جو گرنا چاہتی تھی پس حضرت خضر نے اس کو سیدھا کردیا۔

فرماتے ہیں يَنْقَضَّ اور يَنْقَاضُ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یعنی گرنا، جیسے کہتے ہیں تنقاض السنّ دانت گر رہا ہے ۔

لَتَخِذْتَ، وَاتَّخَذْتَ وَاحِدٌ

"قَالَ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا " حضرت موسی علیہ السلام نے فرمایا اگر آپ چاہتے تو اس کام پر اجرت ہی لے لیتے، فرماتے ہیں کہ آیت میں ایک قرائت "لَتَخِذْتَ" ہے تخذت (از باب سمع) اور اِتَّخَذْتَ (از باب افتعال) دونوں کے معنی ایک ہیں یعنی لینا

رُحْماً: مِنَ الرُّحْمِ، وَهِيَ اَشَدُّ مُبَالَغَةً مِنَ الرَّحْمَةِ، وَنَظُنُّ اَنَّهٗ مِنَ الرَّحِيْمِ، وَتُدْعٰى مَكَّةُ اُمَّ رُحْمٍ، اَيِ الرَّحْمَةُ تَنْزِلُ بِهَا

"خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا " فرماتے ہیں "رُحْمًا" "رَحِمٌ" سے ماخوذ ہے بمعنی قرابت و رشتہ داری اور اس میں "رحمۃ" سے زیادہ مبالغہ ہے اور ایک خیال یہ بھی ہے کہ "رحما" "رحیم" سے ماخوذ ہے مکہ کو "اُمُّ الرُّحْمِ" کہتے ہیں کیونکہ وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے ۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ۔

قوله: "من الرَّحِم" بكسر الحاء بمعنى القرابة، وهي اشد مبالغة من الرحمة التي هي رقة والتعطف، لاستلزام القرابة الرقة غالباً من غير عكس، فظن بعضهم انه مشتق من الرحيم الذي من الرحمة، وغرضه انه بمعنى القرابة، لاالرقة، وعند البعض بالعكس ۔ (۱)

٤٤٥٠ : حدَّثني قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قالَ : حَدَّثَنِي سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قالَ : قُلْتُ لِٱبْنِ عَبَّاسٍ : إِنَّ نَوْفًا الْبِكَالِيَّ يَزْعُمُ : أَنَّ مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ لَيْسَ بِمُوسَى الخَضِرِ ، فَقَالَ : كَذَبَ عَدُوُّ ٱللهِ . حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ ، عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ قالَ : (قامَ مُوسَى خَطِيبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ ، فَقِيلَ لَهُ : أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ ؟ قالَ : أَنَا ، فَعَتَبَ ٱللهُ عَلَيْهِ ، إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ ، وَأَوْحَى إِلَيْهِ : بَلَى ، عَبْدٌ مِنْ عِبَادِي بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ ، هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ . قالَ : أَيْ رَبِّ ، كَيْفَ السَّبِيلُ إِلَيْهِ ؟ قالَ : تَأْخُذُ حُوتًا فِي مِكْتَلٍ ، فَحَيْثُمَا فَقَدْتَ الحُوتَ فَٱتَّبِعْهُ ، قالَ : فَخَرَجَ مُوسَى وَمَعَهُ فَتَاهُ يُوشَعُ بْنُ نُونٍ ، وَمَعَهُمَا الحُوتُ ، حَتَّى ٱنْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَنَزَلَا عِنْدَهَا ، قالَ : فَوَضَعَ مُوسَى رَأْسَهُ فَنَامَ . قالَ سُفْيَانُ : وَفِي حَدِيثِ غَيْرِ عَمْرٍو قالَ : وَفِي أَصْلِ الصَّخْرَةِ عَيْنٌ يُقَالُ لَهَا الحَيَاةُ ، لَا يُصِيبُ مِنْ مَائِهَا شَيْءٌ إِلَّا حَيِيَ ، فَأَصَابَ الحُوتَ مِنْ ماءِ تِلْكَ الْعَيْنِ ، قالَ : فَتَحَرَّكَ وَٱنْسَلَّ مِنَ الْمِكْتَلِ فَدَخَلَ الْبَحْرَ ، فَلَمَّا ٱسْتَيْقَظَ مُوسَى قالَ لِفَتَاهُ : «آتِنَا غَدَاءَنَا» . الآيَةَ ، قالَ : وَلَمْ يَجِدِ النَّصَبَ حَتَّى جاوَزَ ما أُمِرَ بِهِ ، قالَ لَهُ فَتَاهُ يُوشَعُ بْنُ نُونٍ : «أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الحُوتَ» . الآيَةَ ، قالَ : فَرَجَعَا يَقُصَّانِ فِي آثَارِهِمَا ، فَوَجَدَا فِي الْبَحْرِ كالطَّاقِ مَمَرَّ الحُوتِ ، فَكَانَ لِفَتَاهُ عَجَبًا ، وَلِلْحُوتِ سَرَبًا ، قالَ : فَلَمَّا ٱنْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ ، إِذْ هُما بِرَجُلٍ مُسَجًّى بِثَوْبٍ ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوسَى ، قالَ : وَأَنَّى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ ، فَقَالَ : أَنَا مُوسَى ، قالَ : مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ ؟ قالَ : نَعَمْ ، قالَ : هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رَشَدًا . قالَ لَهُ الخَضِرُ : يَا مُوسَى إِنَّكَ عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ ٱللهِ عَلَّمَكَهُ ٱللهُ لَا أَعْلَمُهُ ، وَأَنَا عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ ٱللهِ عَلَّمَنِيهِ ٱللهُ لَا تَعْلَمُهُ . قالَ : بَلْ أَتَّبِعُكَ ؟ قالَ : فَإِنِ ٱتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا . فَٱنْطَلَقَا

---

(۱) شرح الکرمانی: ۱۹۹/۱۸

يَمْشِيَانِ عَلَى السَّاحِلِ ، فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ فَعُرِفَ الخَضِرُ ، فَحَمَلُوهُمْ فِي سَفِينَتِهِمْ بِغَيْرِ نَوْلٍ ، يَقُولُ : بِغَيْرِ أَجْرٍ ، فَرَكِبَا السَّفِينَةَ . قالَ : وَوَقَعَ عُصْفُورٌ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ ، فَغَمَسَ مِنْقَارَهُ فِي الْبَحْرِ ، فَقَالَ الخَضِرُ لِمُوسَى : ما عِلْمُكَ وَعِلْمِي وَعِلْمُ الخَلَائِقِ فِي عِلْمِ ٱللهِ ، إِلَّا مِقْدَارُ ما غَمَسَ هٰذَا الْعُصْفُورُ مِنْقَارَهُ ، قالَ : فَلَمْ يَفْجَأْ مُوسَى إِذْ عَمَدَ الخَضِرُ إِلَى قَدُومٍ فَخَرَقَ السَّفِينَةَ ، فَقَالَ لَهُ مُوسَى : قَوْمٌ حَمَلُونَا بِغَيْرِ نَوْلٍ ، عَمَدْتَ إِلَى سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا : «لَقَدْ جِئْتَ» ٱلآيَةَ ، فَٱنْطَلَقَا إِذَا هُما بِغُلَامٍ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ ، فَأَخَذَ الخَضِرُ بِرَأْسِهِ فَقَطَعَهُ ، قالَ لَهُ مُوسَى : أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ ، لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا ، قالَ : أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِي صَبْرًا – إِلَى قَوْلِهِ – فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُما فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ ، فَقَالَ بِيَدِهِ : هٰكَذَا فَأَقَامَهُ ، فَقَالَ لَهُ مُوسَى : إِنَّا دَخَلْنَا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَلَمْ يُضَيِّفُونَا وَلَمْ يُطْعِمُونَا ، لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ، قالَ : هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ ، سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ ما لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا . فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : وَدِدْنَا أَنَّ مُوسَى صَبَرَ حَتَّى يُقَصَّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِما) . قالَ : وَكَانَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ : وَكَانَ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا ، وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا . [ر : ٧٤]

مذکورہ تینوں ابواب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث خضر ذکر فرمائی ہے ، یہ حدیث کتاب العلم میں "باب ماذکر فی ذھاب موسیٰ علیہ السلام فی البحر الی الخضر علیہ السلام" اور "باب مایستحب للعالم اذا سئل ای الناس اعلم" کے تحت گزر چکی ہے (۱۶) اور اس کے متعلق تفصیلی ابحاث بھی وہیں گزری ہیں۔

٢١٨ – باب : «قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا» /١٠٣/ .

٤٤٥١ : حدَّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرِو ٱبْنِ مُرَّةَ ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قالَ : سَأَلْتُ أَبِي : «قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا» .

---

(١٦) صحیح البخاری، باب ماذکر فی ذھاب موسیٰ فی البحر الی الخضر: ١/١٧ و ایضا فی باب الخروج فی طلب العلم علی نفس الصفحة، وباب مایستحب للعالم اذا سئل ای الناس اعلم: ١/٢٣

(۴۴۵۱) واخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ فی التفسیر، باب قوله تعالیٰ: هل ننبئکم بالاخسرین اعمالا، رقم الحدیث: ١١٣١٣، وھذا الحدیث لم یخرجه احد من اصحاب الستة سوی البخاری۔

هُمُ الحَرُورِيَّةُ؟ قَالَ: لَا، هُمُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى، أَمَّا الْيَهُودُ: فَكَذَّبُوا مُحَمَّدًا ﷺ، وَأَمَّا النَّصَارَى: كَفَرُوا بِالجَنَّةِ وَقَالُوا: لَا طَعَامَ فِيهَا وَلَا شَرَابَ. وَالحَرُورِيَّةُ: «الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ». وَكَانَ سَعْدٌ يُسَمِّيهِمُ الْفَاسِقِينَ.

حضرت مصعب بن سعد نے اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آیت کریمہ میں "اَلْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالاً" سے کون لوگ مراد ہیں؟ کیا ان سے حروری یعنی خارجی مراد ہیں؟ حضرت سعد نے فرمایا نہیں، اس سے یہاں یہود و نصاریٰ مراد ہیں، یہود نے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اس لئے ان کے سارے اعمال ضائع ہوگئے اور نصاریٰ نے جنت کا انکار کیا اور کہا کہ اس میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ملے گی۔

جہاں تک تعلق ہے حروریہ یعنی خوارج کا تو اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اللہ کے عہد و میثاق کو توڑا، حضرت سعد ان کو فاسق کہا کرتے تھے۔

روایت میں ہے کہ نصاریٰ نے جنت کا انکار کیا، حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نصاریٰ روحانی جنت کے قائل ہیں، جنت حسی کے قائل نہیں ہیں (۱۷) ان کا یہ مذہب فلاسفہ کے نقطہ نظر سے قریب ہے وہ بھی حسی جنت کے قائل نہیں لیکن بلاشبہ نصاریٰ کا یہ خیال تحریف کی پیداوار ہے، جنت حسیہ کا نقطہ نظر مذاہب سماویہ کا اجماعی مسئلہ ہے اس لئے نصرانی آسمانی تعلیم کے اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

٢١٩ – باب: «أُولٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ». الآيَةَ /١٠٥/.

٤٤٥٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: (إِنَّهُ لَيَأْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيمُ السَّمِينُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَا يَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ. وَقَالَ: اقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ: «فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا»).

وَعَنْ يَحْيَى بْنِ بُكَيْرٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ مِثْلَهُ.

---

(۱۷) فیض الباری: ۲۰۲/۴

(۴۴۵۲) واخرجہ مسلم فی صفات المنافقین واحکامہم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، رقم الحدیث: ۲۷۸۵

قیامت کے دن وزن کس چیز کا ہوگا؟

بعض حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ وزن اشخاص کا ہوگا، اس سلسلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ قیامت کے دن وزن اعمال کا ہوگا یا اعمال کے صحیفوں کا ہوگا یا اشخاص کا ہوگا، تینوں قول ہیں۔

❶ بعض حضرات کہتے ہیں کہ وزن اشخاص کا ہوگا، وہ حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے استدلال کرتے ہیں جو امام احمد نے روایت کیا ہے کہ آپ ؐ نے ان کے متعلق فرمایا "اتعجبون من دقة ساقيه، والذي نفسي بيده، لهما في الميزان اثقل من احد(۱۸)"

❷ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ وزن صحائف اعمال کا ہوگا، یہ حضرات حدیث بطاقہ سے استدلال کرتے ہیں جو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی لایا جائے گا میزان کے ایک پلڑے میں اس کے اعمال کے بدلے ننانوے صحیفے ہوں گے اور دوسرے پلڑے میں ایک بطاقہ رکھا جائے گا جس میں صرف "لاالہ الااللہ" لکھا ہوگا، بطاقہ والا پلڑا بھاری ہوجائے گا۔ (۱۹)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وزن صحائف اعمال کا ہوگا۔

❸ لیکن بہت سے علماء کہتے ہیں کہ وزن اعمال کا ہوگا، اللہ جل شانہ اعمال صالحہ کو اچھی صورت اور اعمال بد کو بری صورت میں تبدیل کردیں گے اور ان صورتوں کو میزان میں رکھا جائے گا۔

یہ حضرات حضرت براء بن عازبؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ قبر میں مومن کے پاس ایک خوبصورت نوجوان جس سے خوشبو مہک رہی ہوگی آئے گا وہ اس سے پوچھے گا کہ آپ کون ہیں؟ تو وہ نوجوان جواب میں کہے گا "انا عملك الصالح" میں آپ کا نیک عمل ہوں، کافر اور منافق کے حق میں اس کے برعکس معاملہ ہوگا۔ (۲۰)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال صورت کی شکل اختیار کریں گے لہذا وزن اعمال کا ہوگا باقی حدیث باب اور آیت "فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک ان کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی، چنانچہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

---

(۱۸) رواہ احمد: ۴۲۰/۱۔ کذافی تفسیر سورۃ الکہف: ۲۹۵

(۱۹) سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فیمن یموت، وھو یشھد ان لاالہ الااللہ: ۲۵/۵۔ رقم ۲۶۳۹

(۲۰) رواہ احمد: ۲۸۷/۵۔ کذافی تفسیر سورہ الکہف ۲۹۵

قولہ "فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا" یعنی مع کون الکفار لحیما شحیما فی الدنیا، لیس لأعمالهم وزن عنداللہ تعالیٰ، وقد استدل منہ علی وزن الاشخاص ایضاً، والصواب ان المراد منہ وزن الاعمال فقط، وانما تعرض الیٰ عدم وزن انفسھم، اشارۃ الی انھم ممن لاعبادۃ بھم عنداللہ تعالیٰ"(۲۱)

٢٢٠ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ مَرْيَمَ .

قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ» ٱللهُ يَقُولُهُ ، وَهُمُ ٱلْيَوْمَ لَا يَسْمَعُونَ وَلَا يُبْصِرُونَ «فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ» /٣٨/ : يَعْنِي قَوْلَهُ «أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ» : الْكُفَّارُ يَوْمَئِذٍ أَسْمَعُ شَيْءٍ وَأَبْصَرُهُ. «لَأَرْجُمَنَّكَ» /٤٦/ : لَأَشْتِمَنَّكَ . «وَرِئْيًا» /٧٤/ : مَنْظَرًا .

وَقَالَ أَبُو وَائِلٍ : عَلِمَتْ مَرْيَمُ أَنَّ التَّقِيَّ ذُو نُهْيَةٍ حَتَّى قالَتْ : «إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا» /١٨/ .

وَقالَ ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : «تَؤُزُّهُمْ أَزًّا» /٨٣/ : تُزْعِجُهُمْ إِلَى الْمَعَاصِي إِزْعَاجًا .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «لُدًّا» /٩٧/ : عِوَجًا .

قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «وِرْدًا» /٨٦/ : عِطَاشًا . «أَثَاثًا» /٧٤/ : مالاً . «إِدًّا» /٨٩/ : قَوْلاً عَظِيمًا . «رِكْزًا» /٩٨/ : صَوْتًا .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «فَلْيَمْدُدْ» /٧٥/ : فَلْيَدَعْهُ . «غَيًّا» /٥٩/ : خسرانا . «بُكِيًّا» /٥٨/ : جَمَاعَةُ بَاكٍ . «صِلِيًّا» /٧٠/ : صَلِيَ يَصْلَى . «نَدِيًّا» /٧٣/ : وَالنَّادِي وَاحِدٌ ، مَجْلِسًا .

سورۃ کھیعص

وقال ابن عباس: "اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ" اللہ یقولہ، وَهُمُ الْيَوْمَ لَا يَسْمَعُوْنَ وَلَا يُبْصِرُوْنَ

آیت میں ہے "اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظَّالِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ" حضرت ابن

---

(۲۱) فیض الباری: ۲۰۳/۴

عباسؓ نے فرمایا کہ "اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ" یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ قیامت میں جب یہ ہمارے پاس آئیں گے تو بڑے سننے والے اور بڑے دیکھنے والے ہونگے لیکن دنیا میں اس وقت نہ حق بات کو سنتے ہیں اور نہ ہی حقائق کو دیکھنے کے لئے آمادہ ہیں" (۲۲)۔

"فی ضلال مبین" کی کوئی تفسیر امام بخاری نے یہاں نقل نہیں کی چونکہ آیت یہاں ختم ہوجاتی ہے اس لئے اس کا ذکر یہاں کیا ہے باقی ضلالِ مبین کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں نہ حق کو سنتے ہیں اور نہ حقائق کو دیکھتے ہیں، یہ تعلیق ابن ابی حاتم نے موصولاً نقل کی ہے۔ (۲۳)

صیغۂ تعجب اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ تعجب کرنا تو اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب نہیں چونکہ تعجب تو ناواقف کو ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اپنے بندوں کے ساتھ محاورات کے مطابق ہوا کرتا ہے اس لئے جن مواقع میں وہ تعجب کا اظہار کیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ وہاں تعجب کو ذکر کرتے ہیں تاکہ وہ بے تکلف مطلب سمجھ سکیں اس کی کیفیت کیا ہوتی ہے اس سے ہم واقف نہیں۔

فان الحق ان کل ماورد به الشرع فهو ثابت فی جنابه تعالیٰ نعم لابد ان ینزه جنابه مایجب التنزیه له (*)

لَاَرْجُمَنَّکَ: لَاَشْتِمَنَّکَ

آیت میں ہے "یَا اِبْرَاهِیْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّکَ وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا" فرماتے ہیں کہ آیت میں "لَاَرْجُمَنَّکَ" کے معنی ہیں "میں تجھے گالی دوں گا" جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رجم سے مراد رجم باللسان ہے رجم بالحجارۃ مراد نہیں ہے، بعض حضرات نے مارنا بھی مراد لیا ہے (۲۴)۔ شیخ الہند نے سنگسار کرنے کا ترجمہ کیا ہے۔

وَرِئْيًا: مَنْظَرًا

آیت میں ہے "وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَرِئْيًا" اَثَاثًا کے معنی سامان و اسباب کے ہیں اور رئیا کے معنی منظر کے ہیں یعنی ان کے پاس سازوسامان بھی خوب تھا اور دیکھنے میں بھی بہت شاندار

---

(۲۲) لامع الدراری: ۹/۱۳۱ـ۱۳۲ وقال الشیخ زکریا رحمه الله فی تعلیقاته: ۹/۱۳۱ـ: "والمراد بقوله تعالیٰ "لکن الظالمون الیوم..." ای فی الدنیا، وقوله تعالیٰ: "فی ضلال مبین" معناه لایسمعون ولایبصرون، قوله: لایسمعون ولایبصرون تفسیر لقوله: "فی ضلال مبین"

(۲۳) عمدۃ القاری: ۱۹/۵۰

(*) ملخص من حاشیة البدر الساری (جزو ۳ ص ۲۰۳)

(۲۴) عمدۃ القاری: ۱۹/۵۰

نظر آتے تھے۔

وقال ابو وائل: عَلِمَتْ مَرْيَمُ اَنَّ التَّقِيَّ ذُوْ نُهْيَةٍ حَتّٰى قالت: اِنِّي اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا

یہ تعلیق بعض نسخوں میں نہیں ہے، امام بخاری رحمہ اللہ یہ تعلیق اس سے پہلے کتاب الانبیاء میں "باب قول اللہ عزوجل: وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ..." کے تحت صفحہ ۴۸۸ پر ذکر کر چکے ہیں، ابووائل شقیق بن سلمہ فرماتے ہیں کہ حضرت مریم کو یہ بات معلوم تھی کہ متقی آدمی صاحب عقل ہوتا ہے اور فعل شنیع سے رک جاتا ہے تب ہی تو فرشتہ کو اجنبی آدمی کی صورت میں دیکھ کر کہا کہ "مجھ کو رحمن کی پناہ، تجھ سے اگر ہے تو متقی اور ڈر رکھنے والا" علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: "مریم نے اول وہلہ میں سمجھا کہ کوئی آدمی ہے، تنہائی میں دفعتاً ایک مرد کے سامنے آجانے سے قدرتی طور پر خوفزدہ ہوئیں اور اپنی حفاظت کی فکر کرنے لگیں، مگر معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے چہرہ پر تقوی و طہارت کے انوار چمکتے دیکھ کر اسی قدر کہنا کافی سمجھا کہ میں تیری طرف سے رحمان کی پناہ میں آتی ہوں، اگر تیرے دل میں خدا کا ڈر ہوگا تو میرے پاس سے چلا جائے گا اور مجھ سے کچھ تعرض نہ کرے گا"

نُهْيَة: عقل ينهاه عن فعل القبيح۔ نهية عقل کو کہتے ہیں۔

وقال ابن عيينة: تَؤُزُّهُمْ: تُزْعِجُهُمْ اِلَى الْمَعَاصِي اِزْعَاجًا

آیت میں ہے "اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا" (آپ جو ان کفار کی گمراہی پر غمگین ہوتے ہیں تو) کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیاطین کو کفار پر چھوڑ رکھا ہے وہ ان کو خوب ابھارتے رہتے ہیں۔

حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں "تَؤُزُّهُمْ" کے معنی ہیں شیاطین ان کو گناہوں کی طرف دھکیلتے رہتے ہیں۔

وقال مجاهد: اِدًّا: عِوَجًا

آیت میں ہے "لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا" تم نے ارتکاب کیا ایسی شئی کا جو ٹیڑھی ہے، بعض نسخوں میں ہے "لُدًّا: عِوَجًا" "فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا" لُدًّا کے معنی بیان کیے ہیں ٹیڑھا

قومالدا" ٹیڑھی قوم، جھگڑالو قوم، عوجا اور عوْجا دونوں طرح پڑھا گیا ہے، معنی دونوں کے ایک ہیں، اس کے بعد اداً کی تفسیر قول عظیم سے کی ہے، یہ ارشاد اللہ تعالیٰ کے اولاد ثابت کرنے (اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا) پر فرمایا ہے اور بلاشبہ یہ غلط بھی ہے اور گراں بھی

قال ابن عباس: وِرْدًا: عِطَاشًا

آیت میں ہے "وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ وِرْدًا" (۲۵) ہم اس روز مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا ہونے کی حالت میں ہانکیں گے۔

اَثَاثًا: مَالًا

"هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَرِئْيًا" (ترجمہ گزر چکا) اس میں "اثاثا" کے معنی مال کے ہیں۔

رِكْزًا: صَوْتًا

آیت ہے "وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا" یعنی کتنی ہی بدبخت قومیں اپنے جرائم کی پاداش میں ہلاک کی جاچکی ہیں آج ان کے پاؤں کی آہٹ یا ان کی لن ترانیوں کی بھنک بھی سنائی نہیں دیتی، امام بخاری نے رکز کی تفسیر صوت کے ساتھ کی ہے لیکن "رکز" صوت خفی کو کہتے ہیں۔

غَيًّا: خُسْرَانًا

آیت میں ہے "وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا" غَيًّا کے معنی ہیں خسران، گھاٹا، نقصان حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ غی جہنم کے ایک ایسے غار کا نام ہے جس سے خود جہنم بھی پناہ مانگتی ہے (۲۶)

ہمارے ہندوستانی نسخے میں غیا کے بجائے عِتِيًّا ہے، عتیا کے معنی حد سے باہر ہونے اور

---

(۲۵) قولہ: "وِردا" جماعۃ یردون الماء، اسم علی لفظ المصدر (عمدۃ القاری: ۵۱/۱۹)

(۲۶) وعن ابن مسعود: الغَيّ وادفی جهنم، بعید القعر، وعن عطاء، الغی وادفی جهنم، یسیل قیحًا ودما، وعن کعب، هو وادفی جهنم، ابعدها قعرا واشدها حرا۔ (عمدۃ للقاری: ۵۱/۱۹)

انتہائی درجہ تک پہنچنے کے ہیں، آیت میں ہے " وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا " اور میں بڑھاپے کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا ہوں، عام نسخوں میں یہ لفظ نہیں ہے بلکہ غَيًّا ہے جس کے معنی خسران کے ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

بُكِيًّا: جَمَاعَةُ بَاكٍ

آیت کریمہ میں ہے "خَرُّوا لَهُ سُجَّدًا وَبُكِيًّا" ابوعبیدہ نے بُكِيًّا کو باک کی جمع قرار دیا ہے اسی کو امام نقل کررہے ہیں لیکن اس پر اشکال ہے کہ بَاكی کی جمع تو بُكاة آتی ہے جیسا کہ قاضی کی جمع قُضَاة ہے لیکن علامہ عینی نے فرمایا کہ "بُكِيًّا" اصل میں "بُكُوْيٌ" بروزن "فُعُول" ہے جیسے "قاعد" کی جمع "قُعُود" ہے، "بُكُوْيٌ" میں واؤ اور یاء دونوں جمع ہوگئے اور ان میں پہلا یعنی واؤ ساکن ہے اس لیے واؤ کو یاء سے بدل دیا اور پھر یاء کا یاء میں ادغام کردیا اور کاف کے ضمہ کو یاء کی وجہ سے کسرے سے بدل دیا تو "بُكِيًّا" ہوگیا۔

صِلِيًّا: صَلِيَ، يَصْلٰى

آیت میں ہے " ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا " فرماتے ہیں "صِلِيًّا" صَلِيَ يَصْلٰى سے ماخوذ ہے جس کے معنی آگ میں داخل ہونے اور جلنے کے آتے ہیں، مطلب ہے کہ ہم جانتے ہیں ان لوگوں کو جو آگ میں داخل ہونے کے زیادہ لائق اور زیادہ مناسب ہیں۔

نَدِيًّا: وَالنَّادِي وَاحِدٌ: مَجْلِسًا

آیت ہے " اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا " فرما رہے ہیں ندی اور نادی دونوں کے معنی مجلس کے ہیں۔

وقال مجاهد: فَلْيَمْدُدْ: فَلْيَدَعْهُ

آیت میں ہے " قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا " یعنی کہہ دیجئے جو گمراہی میں پڑا ہے تو چاہیئے کہ اس کو آزاد چھوڑ دے رحمٰن اسی راستے پر چلنے کے لئے چونکہ نیک و بد کی خبر دینے کے بعد جب کوئی اپنی مرضی سے برائی کا راستہ اختیار کرتا ہے تو وہی اس کا ذمہ دار ہے، فلیمدد کی تفسیر

فلیدعہ سے کی ہے۔ یہ ہمارے متن کے نسخے میں نہیں ہے، ہندوستانی نسخے میں ہے

٢٢١ - باب : «وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الحَسْرَةِ» /٣٩/ .

٤٤٥٣ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (يُؤْتَى بِالْمَوْتِ كَهَيْئَةِ كَبْشٍ أَمْلَحَ ، فَيُنَادِي مُنَادٍ : يَا أَهْلَ الجَنَّةِ ، فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ ، فَيَقُولُ : هَلْ تَعْرِفُونَ هٰذَا ؟ فَيَقُولُونَ : نَعَمْ ، هٰذَا المَوْتُ ، وَكُلُّهُمْ قَدْ رَآهُ . ثُمَّ يُنَادِي : يَا أَهْلَ النَّارِ ، فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ ، فَيَقُولُ : هَلْ تَعْرِفُونَ هٰذَا ؟ فَيَقُولُونَ : نَعَمْ ، هٰذَا المَوْتُ ، وَكُلُّهُمْ قَدْ رَآهُ ، فَيُذْبَحُ . ثُمَّ يَقُولُ : يَا أَهْلَ الجَنَّةِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ ، وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ . ثُمَّ قَرَأَ : «وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ - وَهٰؤُلَاءِ فِي غَفْلَةٍ أَهْلُ الدُّنْيَا - وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ») .

يُؤْتَى بِالْمَوْتِ كَهَيْئَةِ كَبْشٍ أَمْلَحَ (۲۷)

"موت ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لائی جائے گی" یہاں اشکال ہوتا ہے کہ موت تو ایک عرض ہے اسے مینڈھے کی شکل میں کس طرح لایا جائے گا۔

علامہ مازری نے کہا کہ یہ کلام علی سبیل التمثیل ہے، مقصود اس سے صرف یہ ہے کہ آئندہ کسی کو موت نہیں آئے گی۔ (۲۸)

بعضوں نے کہا کہ اصل میں مینڈھے کو ہی لایا جائے گا تاہم لوگوں کے خیال میں یہ بات ڈال دی جائے گی کہ یہ موت ہے۔ (۲۹)

لیکن اکثر حضرات کہتے ہیں کہ موت ہی کو اللہ جل شانہ مینڈھے کی شکل عطا فرمادیں گے (۳۰)

(۴۴۵۳) واخرجه مسلم فی الجنة و صفة نعيمها واهلها، باب النار يدخلها الجبارون، رقم الحديث: ۲۸۴۹، و باب وانذرهم يوم الحسرة، رقم الحديث: ۱۱۳۱۶، واخرجه الترمذی فی التفسير، باب سورة مريم، رقم الحديث: ۳۱۵۶، و اخرجه النسائی فی السنن الكبرى فی التفسير رقم الحديث: ۱۱۳۱۶

(۲۷) ابیض یشوبہ سواد (تعلیقات البخاری للدکتور مصطفی: ۴/۱۷۶۰)

(۲۸) عمدة القاری: ۵۲/۱۹ ـ ورفع الصوت بذبح الموت للسیوطی: ۹۶ ـ فتح الباری: ۳۲۱/۱۱ ـ کتاب الرقاق

(۲۹) دیکھیے الحاوی للفتاوی للسیوطی، رفع الصوت بذبح الموت: ۹۶

(۳۰) عمدة القاری: ۵۲/۱۹

اعراض کا اجسام کی شکل میں تبدیل ہوجانا کوئی مستبعد نہیں ہے بلکہ جدید سائنس نے تو ایسے آلات بھی ایجاد کرلئے ہیں جن سے اعراض متجسد ہوکر سامنے آجاتے ہیں تو عالم آخرت میں اگر اس طرح کا واقعہ ہو تو اس پر کسی قسم کا اشکال نہیں کیا جاسکتا۔

فَيَشْرَئِبُّوْنَ، وَيَنْظُرُوْنَ

پس گردن اٹھائیں گے اور دیکھیں گے۔ اِشْرَأَبَّ (اقشعر کے وزن پر) گردن اٹھا کر دیکھنا۔

يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ، خُلُوْدٌ، فَلَا مَوْتَ، ويا اهل النار، خلود، فلاموت

موت کو ذبح کردیا جائے گا اور اس کے بعد یہ اعلان ہوگا، ذبح کرنے والے حضرت جبرئیل ہوں گے، بعضوں نے کہا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اسے ذبح کریں گے کیونکہ ان کا نام حیات سے مشتق ہے اور حیات موت کے منافی ہے۔ (۳۱)

جنت اور جہنم دائمی ہیں

اس کے بعد اہل جنت ہمیشہ کے لئے جنت میں اور اہل جہنم ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے جمہور کا بلکہ تمام اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔

البتہ علامہ ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد ابن القیمؒ کہتے ہیں کہ جنت تو دائمی رہے گی تاہم دوزخ کا عذاب دائمی نہیں، ایک طویل عرصے تک جہنم رہے گی جس کو اللہ تعالیٰ نے خلود سے تعبیر کیا ہے اور اس کے بعد اللہ کے فضل وکرم سے جہنم اور اہل جہنم ختم کردیئے جائیں گے۔ (۳۲)

لیکن ان کا یہ قول شاذ اور جمہور امت کے عقیدہ کے خلاف (۳۳) اور ان تمام نصوص سے متعارض ہے جن میں خلود فی النار کی تصریح آئی ہے۔

اگر جہنم کو ختم ہی ہونا ہے تو پھر حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کفار کا یہ مقابلہ اور انبیاء کی

---

(۳۱) عمدۃ القاری: ۱۹/ ۵۲۔ وفیض الباری: ۴/ ۲۰۳

(۳۲) دیکھیے العرف الشذی شرح جامع الترمذی، باب ماجاء فی خلود اھل الجنۃ والنار: ۲/ ۸۲، والصواعق المرسلۃ لابن القیم:

(۳۳) قال الالوسی رحمہ اللہ فی روح المعانی: ۱۲ / ۱۳۶ : "وانت تعلم ان خلود الکفار مما اجمع علیہ المسلمون، ولاعبرۃ بالمخالف، والقواطع اکثر من ان تحصی"

زحمتیں اور تکلیفیں اٹھانا سب بے فائدہ اور بے مقصد ہوجاتا ہے اس لئے اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ جس طرح جنت کے لئے خلود ہے اسی طرح جہنم کے لئے بھی خلود ہے۔

اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ کتاب الرقاق میں، باب صفة الجنة والنار کے تحت آئے گی۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح پر ایک مستقل رسالہ "رفع الصوت بذبح الموت" کے نام سے لکھا ہے۔ (۳۴)

٢٢٢ – باب : «وَما نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ» /٦٤/ .

٤٤٥٤ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ قالَ : سَمِعْتُ أَبِي ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ لِجِبْرِيلَ : (ما يَمْنَعُكَ أَنْ تَزُورَنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُورُنَا) . فَنَزَلَتْ : «وَما نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ ما بَيْنَ أَيْدِينَا وَما خَلْفَنَا» . [ر : ٣٠٤٦]

٢٢٣ – باب : «أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقالَ لَأُوتَيَنَّ مالاً وَوَلَدًا» /٧٧/ .

٤٤٥٥ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ ٱلْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى ، عَنْ مَسْرُوقٍ قالَ : سَمِعْتُ خَبَّابًا قالَ : جِئْتُ الْعَاصِيَ بْنَ وَائِلٍ السَّهْمِيَّ أَتَقَاضَاهُ حَقًّا لِي عِنْدَهُ ، فَقَالَ : لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ ، فَقُلْتُ : لَا ، حَتَّى تَمُوتَ ثُمَّ تُبْعَثَ ، قالَ : وَإِنِّي لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوثٌ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ ، قالَ : إِنَّ لِي هُنَاكَ مالاً وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَهُ ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ : «أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقالَ لَأُوتَيَنَّ مالاً وَوَلَدًا» .

رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ ، وَشُعْبَةُ ، وَحَفْصٌ ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ، وَوَكِيعٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ . [ر : ١٩٨٥]

٢٢٤ – باب : «قَوْلُهُ : «أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ ٱتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا» /٧٨/ .

قالَ : مَوْثِقًا .

٤٤٥٦ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ خَبَّابٍ قالَ : كُنْتُ قَيْنًا بِمَكَّةَ ، فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِي بْنِ وَائِلٍ السَّهْمِيِّ سَيْفًا ، فَجِئْتُ أَتَقَاضَاهُ ، فَقَالَ : لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ ، قُلْتُ : لَا أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ ﷺ

---

(۳۴) یہ رسالہ ان کے فتاوی کے مجموعے "الحاوی للفتاوی" میں شامل ہے جو چھپ گیا ہے دیکھیے ج ۲۔ ص ۹۵ - ۹۶

حَتَّى يُمِيتَكَ ٱللهُ ثُمَّ يُحْيِيَكَ ، قالَ : إِذَا أَماتَنِي ٱللهُ ثُمَّ بَعَثَنِي وَلِي مالٌ وَوَلَدٌ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ : «أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقالَ لَأُوتَيَنَّ مالاً وَوَلَدًا . أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ ٱتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا» قالَ : مَوْثِقًا .

لَمْ يَقُلِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ : سَيْفًا ، وَلَا مَوْثِقًا . [ر : ۱۹۸۵]

روایت میں آیت کریمہ کا شان نزول بیان کیا گیا ہے ، حضرت خباب فرماتے ہیں کہ میں مکہ میں لوہار تھا اور میں نے عاص بن وائل کے لیے ایک تلوار بنائی تھی، اجرت کے تقاضا کے لیے میں اس کے پاس آیا تو وہ کہنے لگا کہ جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار نہیں کرو گے میں تمھیں اجرت نہیں دوں گا، میں نے کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار نہیں کروں گا چاہے تمھیں اللہ مار کر پھر زندہ کیوں نہ کردے ، وہ کہنے لگا، اللہ تعالیٰ مجھے مار کر دوبارہ زندہ کرے تو اس وقت بھی میرے پاس مال و اولاد ہوگی (اور پھر تم اس وقت مجھ سے اجرت لے لینا) اس واقعہ پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

عبیداللہ بن عبدالرحمن اشجعی نے بھی اس روایت کو سفیان ثوری سے روایت کیا ہے لیکن اس میں نہ تلوار بنانے کا ذکر ہے اور نہ ہی لفظ ”عہد“ کی تفسیر ”موثقا“ منقول ہے۔

عَهْدًا: مَوْثِقًا

”أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا “ کیا یہ آدمی غیب پر مطلع ہوگیا یا اس نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ لے لیا ہے ، اس میں ”عَهْدًا“ کے معنی موثقا کے ہیں بمعنی مضبوط اقرار

۲۲۵ – باب : «كَلَّا سَنَكْتُبُ ما يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا» /۷۹/ .

۴۴۵۷ : حدّثنا بِشْرُ بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنَا مُحمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ سُلَيْمانَ : سَمِعْتُ أَبَا الضُّحٰى يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ خَبَّابٍ قالَ : كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ ، وَكانَ لِي دَيْنٌ عَلَى الْعَاصِي بْنِ وَائِلٍ ، قالَ : فَأَتَاهُ يَتَقَاضَاهُ ، فَقَالَ : لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ ، فَقَالَ : وَٱللهِ لَا أَكْفُرُ حَتَّى يُمِيتَكَ ٱللهُ ثُمَّ تُبْعَثَ ، قالَ : فَذَرْنِي حَتَّى أَمُوتَ ثُمَّ أُبْعَثَ ، فَسَوْفَ أُوتَى مالاً وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَ ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ : «أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقالَ لَأُوتَيَنَّ مالاً وَوَلَدًا» . [ر : ۱۹۸۵]

٢٢٦ – باب : قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ : «وَنَرِثُهُ ما يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا» /٨٠/.

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «ٱلْجِبَالُ هَدًّا» /٩٠/ : هَدْمًا

آیت میں ہے "وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا" اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ آیت میں "هَدًّا" بمعنی "هَدْمًا" ہے۔

٤٤٥٨ : حدّثنا يَحْيَى : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي الضُّحَى ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ خَبَّابٍ قالَ : كُنْتُ رَجُلاً قَيْنًا ، وَكانَ لِي عَلَى الْعَاصِي بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ ، فَقَالَ لِي : لَا أَقْضِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ ، قالَ : قُلْتُ : لَنْ أَكْفُرَ بِهِ حَتَّى تَمُوتَ ثُمَّ تُبْعَثَ ، قالَ : وَإِنِّي لَمَبْعُوثٌ مِنْ بَعْدِ المَوْتِ ، فَسَوْفَ أَقْضِيكَ إِذَا رَجَعْتُ إِلَى مالٍ وَوَلَدٍ ، قالَ : فَنَزَلَتْ : «أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقالَ لَأُوتَيَنَّ مالاً وَوَلَدًا . أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا . كَلَّا سَنَكْتُبُ ما يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا . وَنَرِثُهُ ما يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا» . [ر : ١٩٨٥]

٢٢٧ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ طه

قالَ ٱبْنُ جُبَيْرٍ : بِالنَّبَطِيَّةِ «طٰه» /١/ : يَا رَجُلُ . قالَ مُجاهِدٌ : «أَلْقَى» /٦٥/ : صَنَعَ . يُقَالُ : كُلُّ ما لَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ ، أَوْ فِيهِ تَمْتَمَةٌ ، أَوْ فَأْفَأَةٌ ، فَهِيَ عُقْدَةٌ . «أَزْرِي» /٣١/ : ظَهْرِي . «فَيُسْحِتَكُمْ» /٦١/ : يُهْلِكَكُمْ . «المُثْلَى» /٦٣/ : تَأْنِيثُ الْأَمْثَلِ ، يَقُولُ : بِدِينِكُمْ ، يُقَالُ : خُذِ المُثْلَى خُذِ الْأَمْثَلَ . «ثُمَّ ٱئْتُوا صَفًّا» /٦٤/ : يُقَالُ : هَلْ أَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ ، يَعْنِي المُصَلَّى الَّذِي يُصَلَّى فِيهِ . «فَأَوْجَسَ» /٦٧/ : أَضْمَرَ خَوْفًا ، فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ «خِيفَةً» لِكَسْرَةِ الخَاءِ . «فِي جُذُوعِ» /٧١/ : أَيْ عَلَى جُذُوعِ . «خَطْبُكَ» /٩٥/ : بَالُكَ . «مِسَاسَ» /٩٧/ : مَصْدَرُ ماسَّهُ مِسَاسًا . «لَنَنْسِفَنَّهُ» /٩٧/ : لَنُذْرِيَنَّهُ : «قاعًا» /١٠٦/ : يَعْلُوهُ المَاءُ ، وَالصَّفْصَفُ المُسْتَوِي مِنَ الْأَرْضِ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «أَوْزَارًا» أَثْقَالًا «مِنْ زِينَةِ الْقَوْمِ» وَهِيَ الْحُلِيُّ الَّتِي اسْتَعَارُوا مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ «فَقَذَفْنَاهَا» /٨٧/ : فَأَلْقَيْنَاهَا. «أَلْقَى» /٨٧/ : صَنَعَ. «فَنَسِيَ» /٨٨/ : مُوسَاهُمْ، يَقُولُونَهُ : أَخْطَأَ الرَّبَّ. «لَا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا» /٨٩/ : الْعِجْلُ. «هَمْسًا» /١٠٨/ : حِسُّ الْأَقْدَامِ. «حَشَرْتَنِي أَعْمَى» /١٢٤/ : عَنْ حُجَّتِي. «وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا» /١٢٥/ : فِي الدُّنْيَا

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «بِقَبَسٍ» /١٠/ : ضَلُّوا الطَّرِيقَ، وَكَانُوا شَاتِينَ، فَقَالَ : إِنْ لَمْ أَجِدْ عَلَيْهَا مَنْ يَهْدِي الطَّرِيقَ آتِكُمْ بِنَارٍ تُوقِدُونَ.

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ : «أَمْثَلُهُمْ» /١٠٤/ : أَعْدَلُهُمْ طَرِيقَةً.

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «هَضْمًا» /١١٢/ : لَا يُظْلَمُ فَيُهْضَمُ مِنْ حَسَنَاتِهِ. «عِوَجًا» /١٠٧/ : وَادِيًا. «أَمْتًا» /١٠٧/ : رَابِيَةً. «سِيرَتَهَا» حَالَتَهَا «الْأُولَى» /٢١/. «النُّهَى» /٥٤/ : التُّقَى. «ضَنْكًا» /١٢٤/ : الشَّقَاءُ. «هَوَى» /٨١/ : شَقِيَ. «بِالْوَادِي الْمُقَدَّسِ» الْمُبَارَكِ «طُوًى» /١٢/ : اسْمُ الْوَادِي «بِمَلْكِنَا» /٨٧/ : بِأَمْرِنَا. «مَكَانًا سِوًى» /٥٨/ : مَنْصَفٌ بَيْنَهُمْ. «يَبَسًا» /٧٧/ : يَابِسًا. «عَلَى قَدَرٍ» /٤٠/ : مَوْعِدٍ. «لَا تَنِيَا» /٤٢/ : تَضْعُفَا.

قال ابن جبير: بِالنَّبَطِيَّةِ طٰهٰ: يَا رَجُلُ

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ طٰہٰ کے معنی نبطی زبان میں "یارجل" کے ہیں بعض حضرات نے کہا کہ یہ "وطی" سے امر حاضر کا صیغہ ہے اصل میں طَأِالْأَرْضَ ہے یعنی اپنے پاؤں کو زمین پر رکھئے، طٰہٰ میں "ھا" کنایہ ہے ارض سے، ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء میں تہجد کی نماز پڑھتے ہوئے ایک پاؤں پر کھڑے رہتے اور دوسرا پاؤں اٹھائے رکھتے تو اللہ تعالیٰ نے طٰہٰ نازل فرمائی ای طأ الارض یعنی اعتمد علی الارض بقدمک (۳۵)

بعضوں نے کہا یہ اللہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے، اللہ نے اس کے ساتھ قسم کھائی ہے۔ (۳۶)

(شاتين) جمع شاتٍ، أي في أيام الشتاء، حيث البرد والأمطار : أو المراد أن الأمطار كانت تهطل عليهم.
(سوى) قرأ حجازي وأبو عمرو وعلي بكسر السين، وقرأ حفص بضمها، وقرأ غيرهم بفتحها.

(۳۵) عمدة القاری: ۱۹/۵٦۔

(۳٦) عمدة القاری: ۱۹/۵٦۔

اور بعضوں کا خیال ہے کہ یہ حروف مقطعات میں سے ہے ۔ (۳۷)

اس میں مختلف قراءتیں ہیں ، مشہور قرأت طٰہٰ (بفتح الطاء والھاء) ہے ، ایک قرأت طِہِ (بکسر الطاء والھاء) ہے ، ایک قرأت طَہْ (بفتح الطاء وسکون الھاء) ہے اور ایک قرأت طَہِ (بفتح الطاء وکسر الھاء) ہے ۔ (۳۸)

فائدہ :

اوپر ایک روایت ذکر کی گئی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء میں تہجد کی نماز ایک پیر پر کھڑے ہوکر پڑھا کرتے تھے ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آیا ہے کہ انہوں نے حرم شریف میں ایک پاؤں پر کھڑے ہوکر نماز میں نصف قرآن پڑھا اور دوسرے پاؤں پر کھڑے ہوکر دوسرا نصف پڑھا ، ان پر اعتراض کیا گیا کہ اس طرح کا عمل خلاف سنت ہے ، لیکن اس روایت کے پیش نظر اس عمل کو مطلقاً خلاف سنت نہیں کہا جاسکتا ہے ۔ (۳۹)

یقال: كُلُّ مَالَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ، أَوْ فِيْهِ تَمْتَمَةٌ، أَوْ فَأْفَاَةٌ، فَهِيَ عُقْدَةٌ

آیت میں ہے ”وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ “ ”میری زبان کی گرہ کھول دیجئے “ یہاں ”عقدۃ“ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس کی زبان سے کوئی حرف نہ نکلے ، یا اس میں تمتمہ ہو (۴۰) ، یعنی زبان اٹکتی ہو یا بولتے وقت زبان سے تاتا کی آواز نکلتی ہو ۔ یا فافاہ ہو یعنی بولتے وقت فافا کی سی آواز نکلتی ہے ۔ ان تمام صورتوں پر عقدہ کا اطلاق ہوتا ہے ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں بھی لکنت تھی ، آیت کریمہ میں انہوں نے لکنت کے ختم ہونے کے لئے دعا کی ہے ۔

أَزْرِيْ: ظَهْرِيْ

آیت میں ہے ”هٰرُوْنَ أَخِيْ اشْدُدْ بِهٖ أَزْرِيْ “ میرے بھائی ہارون کے ذریعہ میری پشت مضبوط

---

(۳۷) عمدۃ القاری: ۵۶/۱۹ ۔

(۳۸) عمدۃ القاری: ۵۶/۱۹ ۔

(۳۹) فیض الباری: ۲۰۵/۴ ۔

(۴۰) والتمتمۃ: التردد بالتاء فی الکلام ، والفَأْفَأَۃ: التردد بالفاء ۔ (عمدۃ القاری: ۵۶/۱۹)

کردیجئے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں "اَزْرِیْ" بمعنی "ظَهْرِیْ" ہے، بعض کہتے ہیں کہ "اَزْر" بمعنی قوت ہے۔

فَيُسْحِتَكُمْ: يُهْلِكَكُمْ

"لَاتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ" اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افتراء مت کرو کہ اللہ تم کو ہلاک کردے۔

اس میں "يُسْحِتَكُمْ" کے معنی ہلاک کرنے کے ہیں۔

الْمُثْلٰى تَانِيثُ الْاَمْثَلِ، يقول: بِدِيْنِكُمْ، يقال: خُذِ الْمُثْلٰى، خُذِ الْاَمْثَلِ

آیت میں ہے "وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى" "یعنی لے جائیں یہ دونوں تمہارے بہترین دین کو" فرماتے ہیں کہ "مُثلیٰ" "اَمثل" کا مونث ہے اور اس کے معنی افضل کے آتے ہیں، یہاں اس سے دین مراد ہے اس لیے کہ دین بھی افضل ہوتا ہے کہتے ہیں خُذِ الْمُثْلٰى وَالْاَمْثَل اعلیٰ اور افضل کو آپ لیجئے۔

ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا، يقال: هَلْ اَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ، يَعْنِي الْمُصَلّٰى الَّذِي يُصَلّٰى فِيْهِ

آیت میں ہے "فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا" یعنی سب مل کر (ان کو شکست دینے کی) تدبیر کرو پھر قطار باندھ کر آؤ، کہتے ہیں، هَلْ اَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ یعنی کیا آپ اس مصلیٰ میں آئے تھے جس میں نماز ادا کی جاتی ہے، آیت میں بھی صف کے معنی مصلیٰ اور عیدگاہ کے ہیں لیکن قطار بنا کر آنا ہی مراد ہوسکتا ہے جیسا کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن نے ذکر کیا ہے۔ (۴۱)

فَاَوْجَسَ: اَضْمَرَ خَوْفًا، فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ خِيْفَةً، بِكَسْرَةِ الْخَاءِ

آیت میں ہے "فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى" پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں کچھ خوف محسوس کیا۔

---

(۴۱) تفسیر عثمانی ص ۴۲۱ سورہ طہ

امام فرماتے ہیں کہ آیت میں "اَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً" کے معنی اَضْمَرَ خَوْفًا ہیں یعنی دل میں خوف پایا، پھر آگے "خِیْفَةً" میں تعلیل بیان کی کہ اصل میں یہ "خَوْفَةٌ" تھا، واؤ کو ماقبل کسرہ کی وجہ سے یاء سے بدل دیا تو "خیفة" ہوگیا۔

فی جُذُوْعِ: اَیْ عَلٰی جُذُوْعِ النَّخْلِ

"وَلَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ" اور تم سب کو میں کھجور کے تنوں پر سولی دیتا ہوں۔

فرماتے ہیں "فِیْ جُذُوْعِ...." میں "فی" بمعنی "عَلٰی" ہے۔

خَطْبُکَ: بَالُکَ

"قَالَ فَمَا خَطْبُکَ یٰسَامِرِیُّ" موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے سامری! تیرا کیا حال ہے؟ اس میں "خطب" بمعنی "بال" ہے یعنی حالت

مِسَاسَ: مصدر مَاسَّهُ مِسَاسًا

"قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَکَ فِی الْحَیَاةِ ان تقول لامساس" موسیٰ علیہ السلام نے (سامری سے) کہا کہ جا، پس تیرے لئے زندگی میں یہ سزا ہے کہ تو یہ کہتا پھرے گا "لَامِسَاسَ" مجھ کو کوئی ہاتھ نہ لگائے

فرماتے ہیں "مِسَاسٌ" باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔

لَنَنْسِفَنَّهٗ لَنُذْرِیَنَّهٗ

آیت میں ہے "لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا" یعنی ہم اس بچھڑے کو جلا دیں گے اور پھر اس کو بکھیر کر دریا کے اندر بہا دیں گے۔

قَاعًا: یَعْلُوْهُ الْمَاءُ وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِیْ مِنَ الْاَرْضِ

آیت میں ہے "فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا" قاعا کے معنی ہیں ایسی ہموار زمین جس کے اوپر پانی بہتا ہوا آجائے اور صَفْصَفٌ ہموار زمین کو کہتے ہیں۔

مِنْ زِیْنَةِ الْقَوْمِ: وَهِیَ الْحُلِیُّ الَّتِیْ اِسْتَعَارُوْا مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ

آیت میں ہے "وَلٰکِنَّا حُمِّلْنَا اَوْزَارًا مِّنْ زِیْنَةِ الْقَوْمِ" فرماتے ہیں کہ زِیْنَةِ الْقَوْمِ سے مراد وہ زیورات ہیں جو بنی اسرائیل نے قوم فرعون سے عاریۃً لئے تھے۔

القی: صنع

آیت میں ہے "فَقَذَفْنٰهَا فَکَذٰلِکَ اَلْقَی السَّامِرِیُّ" ہم نے اس زیور کو ڈال دیا پھر اسی طرح سامری نے بھی کیا یعنی اس نے بھی اپنا زیور ڈالا، بنی اسرائیل کے پاس قوم فرعون کے زیور تھے یا تو ان سے مستعار یا غنیمت میں لئے تھے ان کو پگھلا کر سامری نے گولہ سا بنایا جس میں سے گائے کی آواز نکلتی تھی تو اس کو معبود کہنے لگے تھے۔

فَنَسِیَ: مُوْسَاهُمْ، یقولونه: اَخْطَأَ الرَّبُّ، لَا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا: اَلْعِجْلُ

آیت میں ہے "هٰذَا اِلٰهُکُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰی، فَنَسِیَ، اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا" سامری اور اس کے متبعین کہنے لگے کہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود تو یہ ہے، موسیٰ تو بھول گئے، رب کو پہچاننے میں موسیٰ نے غلطی کی ہے (کہ طور پر خدا کی طلب میں گئے ہیں حق تعالےٰ اس کے جواب میں فرماتے ہیں) کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ وہ بچھڑا تو نہ ان کی کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ان کے کسی ضرر یا نفع پر قدرت رکھتا ہے، "لا یرجع" میں ضمیر "عِجل" کی طرف راجع ہے جس کو آگے امام نے ذکر کر دیا ہے۔

هَمْسًا: حِسُّ الْاَقْدَامِ

"وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا" اور تمام آوازیں اللہ تعالیٰ کے سامنے دب جائیں گی اور بجز پاؤں کی آہٹ کے تو اور کچھ نہ سنے گا، فرماتے ہیں "هَمْسًا" قدموں کی آہٹ کو کہتے ہیں۔

حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی: عَنْ حُجَّتِیْ

یعنی آیت میں اعمی ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آنکھوں سے وہ نابینا ہوگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ

اسے دلیل نہیں سوجھے گی۔

وقال ابن عيينة: اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً: اَعْدَلُهُمْ

آیت میں ہے "اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا" جب ان میں سب سے زیادہ رائے والا یوں کہتا ہوگا کہ تم تو ایک ہی دن (قبر میں) رہے ہو، حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ "اَمْثَلُهُم" "اَعْدَلُهم" کے معنی میں ہے یعنی عقل و دانش کے اعتبار سے بہتر اور صاحب الرائے

وقال ابن عباس: هَضْمًا: لَا يُظْلَمُ، فَيُهْضَمُ مِنْ حَسَنَاتِهِ

"فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا" پس نہ زیادتی کا اندیشہ ہوگا نہ کمی کا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "هَضْمًا" کے معنی ہیں اس پر ظلم نہیں کیا جائے گا کہ اس کی نیکیوں میں کمی کردی جائے ۔

عِوَجًا: وَادِيًا، اَمْتًا: رابيا

آیت میں ہے "لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا" تو اس میں نہ کوئی کجی دیکھے گا اور نہ کوئی بلندی فرماتے ہیں "عِوَجًا" کے معنی وادی اور نالہ کے ہیں اور "اَمْتًا" سے ٹیلہ اور بلندی مراد ہے ۔

سِيْرَتَهَا: حَالَتَهَا

"سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى" ہم اس کو اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے فرماتے ہیں اس میں "سیرة" کے معنی "حالة" کے ہیں ۔

النُّهٰى: اَلتُّقٰى

نہی دراصل عقل کو کہتے ہیں یہاں اس کی تشریح تقی سے کی ہے اس لئے کہ جو لوگ تقوی اختیار کرتے ہیں وہی حقیقت میں عقلمند ہوتے ہیں۔

ضَنْكًا: اَلشَّقَاءُ

"وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا" اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا

اس کے لئے ایک تنگ زندگی ہوگی۔

فرماتے ہیں کہ اس میں "ضنکا" کے معنی ہیں "بدبختی" یہ تفسیر ابن عباس ؓ سے منقول ہے ، دوسرے مفسرین نے "ضَنْکًا" کی تفسیر "ضَیْقًا" کی ہے یعنی تنگ

هَوٰی: شَقِیَ

"وَمَنْ یَحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِی فَقَدْ هَوٰی " اور جس شخص پر میرا غضب واقع ہوتا ہے وہ بالکل گیا گزرا ہوا یعنی بد بخت ہوا "هَوٰی" کے معنی ہیں " بدبخت ہوا "۔

اَلْمُقَدَّسُ: اَلْمُبَارَکُ: طُوًی: اِسْمُ الْوَادِی

"اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی" آپ ایک مبارک وادی طوی میں ہیں "اَلْمُقَدَّسُ" کے معنی ہیں مبارک اور طویٰ وادی کا نام ہے ۔

بِمَلْکِنَا: بِاَمْرِنَا

"قَالُوْا مَا اَخْلَفْنَا بِمَلْکِنَا " وہ کہنے لگے ہم نے آپ کے ساتھ وعدے کی خلاف ورزی اپنے اختیار سے نہیں کی، اس میں "بِمَلْکِنَا" کے معنی ہیں : اپنے حکم اور اپنے اختیار سے

مَکَانًا سُوًی: مَنْصَفٌ بَیْنَهُمْ

"لَا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَا اَنْتَ مَکَانًا سُوًی " جس وعدہ کی نہ ہم خلاف ورزی کریں نہ تم کسی ہموار جگہ میں

فرماتے ہیں مَکَانًا سُوًی کے معنی ہیں ایسی جگہ جو ان کے درمیان نصف نصف یعنی برابر ہو۔

یَبَسًا: یَابِسًا

"فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا " پس ان کے لئے دریا میں خشک راستہ بنادیں ۔

فرماتے ہیں "یَبَسًا" بمعنی "یَابِسًا" ہے یعنی خشک اور یہ "طریق" کی صفت ہے ۔

عَلٰی قَدَرٍ: مَوْعِدٍ

آیت کریمہ میں ہے "ثُمَّ جِئْتَ عَلٰی قَدَرٍ یّٰمُوْسٰی" پھر اے موسی! تم ایک معین وقت پر آئے۔

فرماتے ہیں آیت میں "عَلٰی قَدَرٍ" کے معنی ہیں "عَلٰی مَوْعِدٍ" یعنی وقت معین پر

لَاتَنِيَا: لَاتَضْعُفَا

آیت کریمہ میں ہے "وَلَاتَنِيَا فِیْ ذِکْرِیْ" اور تم دونوں میری یاد میں سستی نہ کرو۔

فرماتے ہیں "لاتنیا" کے معنی ہیں: تم دونوں ضعیف نہ ہونا، سست نہ ہونا

٢٢٨ - باب: قَوْلِهِ: «وَٱصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي» /٤١/.

٤٤٥٩: حدّثنا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ: حَدَّثَنَا محَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ قالَ: (ٱلْتَقَى آدَمُ وَمُوسٰى، فَقَالَ مُوسٰى لِآدَمَ: آنْتَ الَّذِي أَشْقَيْتَ النَّاسَ وَأَخْرَجْتَهُمْ مِنَ الجَنَّةِ؟ قالَ لَهُ آدَمُ: آنْتَ الَّذِي ٱصْطَفَاكَ ٱللهُ بِرِسَالَتِهِ، وَٱصْطَفَاكَ لِنَفْسِهِ، وَأَنْزَلَ عَلَيْكَ التَّوْرَاةَ؟ قالَ: نَعَمْ، قالَ: فَوَجَدْتَهَا كُتِبَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي؟ قالَ: نَعَمْ، فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰى). [ر: ٣٢٢٨]

«الْيَمّ» /٣٩/: الْبَحْرُ.

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان یہ ملاقات اور مناظرہ کب ہوا؟ اس سلسلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

❶ بعض حضرات نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہی میں ان کی روح کا حضرت آدم علیہ السلام کی روح کے ساتھ اتصال ہوا ہو اور اس وقت یہ مکالمہ ہوا (۴۲)

❷ بعضوں نے کہا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ مذکورہ مکالمہ خواب میں ہوا ہو (۴۳)

❸ بعض حضرات کہتے ہیں ممکن ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کی

---

(۴۲) یہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی رائے ہے، دیکھیے التعلیق الصبیح: ۱/۷۷، و حجۃ اللہ البالغۃ:

(۴۳) فتح الباری: ۱۱/۵۰۷

قبر کھولدی گئی ہو اور آپؑ کی روح نے حاضر ہو کر یہ گفتگو کی ہو۔ (۴۴)

④ اکثر حضرات کہتے ہیں مذکورہ مناظرہ حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی وفات کے بعد آسمان پر ہوا ہے، علامہ ابن عبدالبر، یحییٰ بن سعید قطان اور فضل اللہ تورپشتی وغیرہ علماء کی یہی رائے ہے (۴۵

⑤ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ مذکورہ مکالمہ اب تک وقوع پذیر نہیں ہوا ہے، آخرت میں یہ مکالمہ ہوگا، دلالت علی الیقین کے لئے اس کو صیغہ ماضی سے تعبیر کیا ہے۔ (۴۶) واللہ اعلم

فَوَجَدتَّهَا كُتِبَ عَلَيَّ قَبْلَ اَنْ يَخْلُقَنِي

اور اگلے باب کی روایت میں ہے أتلومنی علی أمر کتبه الله علّی قبل ان یخلقنی او قدره علی قبل ان یخلقنی

علامہ تُورُپِشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو میری پیدائش سے بھی پہلے مرے لئے لوح محفوظ میں مقدر فرمادیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے وقت پر ضرور وقوع پذیر ہوگا، لہذا جب وقت آپہنچا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ امر مقدر اور اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف وہ عمل ممنوع سرزد نہ ہوتا، چنانچہ تم مجھ پر یہ الزام تو ڈال رہے ہو اور تمہیں سبب ظاہری یعنی میرا کسب و اختیار تو یاد رہا لیکن اصل چیز یعنی تقدیر سے تم نے صرف نظر کرلی۔ (۴۷)

ایک اشکال اور اس کے جوابات

اس حدیث پر ایک مشہور اشکال ہوتا ہے حضرت آدم علیہ السلام نے تقدیر کو بہانہ بنایا ہے جبکہ اعتذار بالتقدیر جائز نہیں ہے، کیونکہ گناہ کرنے والا تقدیر دیکھ کر گناہ نہیں کرتا بلکہ اپنے نفس کے تقاضا سے کرتا ہے۔

① اس کا ایک جواب یہ دیا گیا کہ یہ مکالمہ اس دنیا میں نہیں ہوا ہے بلکہ یہ عالم علوی اور عالم ارواح کا واقعہ ہے جہاں بندہ مکلف بالشرع نہیں ہے اس لئے اس دار کے احکام کو اس عالم کے احکام پر قیاس کرنا

---

(۴۴) فتح الباری، کتاب القدر، باب تحاج آدم و موسی عند الله: ٥٠٦/١١

(۴۵) فتح الباری، کتاب القدر، باب تحاج آدم و موسی عند الله: ٥٠٦/١١ ۔ و شرح الطیبی، کتاب الایمان: ٢١٨/١

(۴۶) عمدة القاری: ٦٠/١٩

(۴۷) دیکھیے شرح الطیبی: ٢١٨/١ ۔ کتاب الایمان، الایمان بالقدر

درست نہیں ہے۔ (۴۸)

② دوسرا جواب علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے جس کو حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے پسند فرمایا (۴۹) وہ فرماتے ہیں کہ اعتذار بالتقدیر دو طرح کا ہوتا ہے۔

ایک یہ کہ معاصی پر جرات کرنے کے لئے آدمی تقدیر کا حوالہ دے کہ اس گناہ اور جرم میں میرا کوئی قصور نہیں یہ تو نوشتہ تقدیر ہے، بلاشبہ اس طرح اعتذار بالتقدیر درست نہیں ہے اور قطعاً ناجائز ہے۔

دوسرا یہ کہ گناہ سے توبہ کرلی لیکن اس کے باوجود دل مطمئن نہیں ہے تو اپنے دل کی تسلی کے لیے اعتذار بالقدر جائز ہے، حضرت آدم علیہ السلام نے بھی توبہ کے بعد صرف اپنے دل کی تسلی کے لئے اعتذار بالقدر کرا ہے (۵۰)

یہ حدیث آگے کتاب القدر میں آرہی ہے (۵۱) اس حدیث پر اور تقدیر کے متعلق تفصیلی بحث انشاء اللہ وہاں آئے گی۔

٢٢٩ – باب : قَوْلُهُ : «وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَى مُوسٰى أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَا تَخَافُ دَرَكًا وَلَا تَخْشٰى . فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُودِهِ فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ ما غَشِيَهُمْ وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ وَما هَدَى» /٧٧ ، ٧٨/ .

٤٤٦٠ : حدَّثني يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا رَوْحٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِينَةَ ، وَالْيَهُودُ تَصُومُ عاشُورَاءَ ، فَسَأَلَهُمْ فَقَالُوا : هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِي ظَهَرَ فِيهِ مُوسٰى عَلَى فِرْعَوْنَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (نَحْنُ أَوْلَى بِمُوسٰى مِنْهُمْ ، فَصُومُوهُ) . [ر : ١٩٠٠]

٢٣٠ – باب : «فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَى» /١١٧/ .

٤٤٦١ : حدَّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ النَّجَّارِ ، عَنْ يَحْيٰى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (حاجَّ مُوسٰى آدَمَ ،

---

(۴۸) فیض الباری: ۲۰۶/۴

(۴۹) فیض الباری: ۲۰۶/۴

(۵۰) فیض الباری: ۲۰۶/۴ ـ ۲۰۷

(۵۱) دیکھیے صحیح البخاری مع فتح الباری، کتاب القدر، باب تحاج آدم و موسی عند اللہ: ۵۰۵/۱۱ ـ رقم ۶۶۱۴

فَقَالَ لَهُ : أَنْتَ الَّذِي أَخْرَجْتَ النَّاسَ مِنَ الجَنَّةِ بِذَنْبِكَ وَأَشْقَيْتَهُمْ ، قالَ : قالَ آدَمُ : يَا مُوسَى أَنْتَ الَّذِي اصْطَفَاكَ اللهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ ، أَتَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي ، أَوْ قَدَّرَهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي ؟ قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى) . [ر : ٣٢٢٨]

٢٣١ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْأَنْبِيَاءِ .

٤٤٦٢ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قالَ : بَنِي إِسْرَائِيلَ وَالْكَهْفُ وَمَرْيَمُ وَطٰهٰ وَالْأَنْبِيَاءُ : هُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْأُوَلِ ، وَهُنَّ مِنْ تِلَادِي . [ر : ٤٤٣١]

وَقالَ قَتَادَةُ : «جُذَاذًا» /٥٨/ : قَطَّعَهُنَّ .

وَقالَ الحَسَنُ : «فِي فَلَكٍ» /٣٣/ : مِثْلِ فَلْكَةِ الْمِغْزَلِ «يَسْبَحُونَ» يَدُورُونَ .

قالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «نَفَشَتْ» /٧٨/ : رَعَتْ لَيْلاً . «يُصْحَبُونَ» /٤٣/ : يُمْنَعُونَ . «أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً» /٩٢/ : قالَ : دِينُكُمْ دِينٌ وَاحِدٌ .

وَقالَ عِكْرِمَةُ : «حَصَبُ» /٩٨/ : حَطَبُ بِالحَبَشِيَّةِ .

وَقالَ غَيْرُهُ : «أَحَسُّوا» /١٢/ : تَوَقَّعُوا ، مِنْ أَحْسَسْتُ . «خامِدِينَ» /١٥/ : هَامِدِينَ . «حَصِيدٌ» /هود: ١٠٠/ : مُسْتَأْصَلٌ ، يَقَعُ عَلَى الْوَاحِدِ وَالِاثْنَيْنِ وَالجَمِيعِ . «لَا يَسْتَحْسِرُونَ» /١٩/ : لَا يَعْيُونَ ، وَمِنْهُ : «حَسِيرٌ» /الملك: ٤/ . وَحَسَرْتُ بَعِيرِي . «عَمِيقٌ» /الحج: ٢٧/ : بَعِيدٌ . «نُكِسُوا» /٦٥/ : رُدُّوا . «صَنْعَةَ لَبُوسٍ» /٨٠/ : الدُّرُوعُ . «تَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ» /٩٣/ : اخْتَلَفُوا . الحَسِيسُ وَالْحِسُّ وَالجَرْسُ وَالْهَمْسُ وَاحِدٌ ، وَهُوَ مِنَ الصَّوْتِ الْخَفِيِّ . «آذَنَّاكَ» /فصلت: ٤٧/ : أَعْلَمْنَاكَ . «آذَنْتُكُمْ» /١٠٩/ : إِذَا أَعْلَمْتَهُ ، فَأَنْتَ وَهُوَ «عَلَى سَوَاءٍ» /١٠٩/ : لَمْ تَغْدِرْ .

وقالَ مُجَاهِدٌ : «لَعَلَّكُمْ تُسْأَلُونَ» /١٣/ : تُفْهَمُونَ . «ارْتَضَى» /٢٨/ : رَضِيَ . «التَّمَاثِيلُ» /٥٢/ : الْأَصْنَامُ . «السِّجِلُّ» /١٠٤/ : الصَّحِيفَةُ .

سورة الانبیاء

وقال قتادة: جُذَاذًا: قَطَّعَهُنَّ

آیت میں ہے " فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ " یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑے بت کے علاوہ باقی تمام بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا، جُذَاذًا (جیم کے ضمہ کے ساتھ) اکثر کی قراءت ہے اور کسائی کی قراءت جِذَاذًا (جیم کے کسرہ کے ساتھ) ہے جو جَذِيْذٌ کی جمع ہے جبکہ جُذَاذ مفرد، تثنیہ اور جمع سب کے لئے استعمال ہوتا ہے (۱) یہ تعلیق حنظلی نے موصولاً نقل کی ہے (۲)

وقال الحسن: فِيْ فَلَكٍ: مِثْل فَلْكَةِ الْمِغْزَلِ، يَسْبَحُوْنَ: يَدُوْرُوْنَ

آیت میں ہے " كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ " حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ سورج اور چاند میں سے ہر ایک اپنے دائرے میں چرخہ کے تکلہ کی طرح گھومتا ہے، مِغْزَلٌ: چرخہ، فَلْكَة: چرخے کا تکلہ، چرخے کی وہ آہنی سلاخ جس پر کاتتے وقت لکڑی بنتی جاتی ہے۔

قال ابن عباس: نَفَشَتْ: رَعَتْ لَيْلًا

آیت کریمہ میں ہے "اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ " جبکہ اس کھیت میں (رات کے وقت) قوم کی بکریاں چریں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آیت میں نَفَشَتْ کے معنی رات کے وقت چرنے کے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی یہ تعلیق ابن ابی حاتم نے موصولاً نقل کی ہے۔ (*)

يُصْحَبُوْنَ: يَمْنَعُوْنَ

آیت میں ہے "وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ " اور نہ ہی وہ ہم سے روکے جائیں گے، فرماتے ہیں،

---

(١) عمدة القاري: ٦٣/١٩

(٢) عمدة القاري: ٦٣/١٩

آیت میں "یصحبون" کے معنی ہیں یمنعون، مطلب یہ ہے کہ ان کو ہمارے عذاب سے کوئی بھی نہیں روک سکے گا۔

أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً: قال: دِيْنُكُمْ دِيْنٌ وَاحِدٌ

آیت میں ہے "إِنَّ هٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً" یعنی تم سب لوگوں کا دین ایک ہی ہے چونکہ تمام انبیاء اصول میں متحد ہوتے ہیں، فروع کا اختلاف زمان و مکان کی وجہ سے ہوتا ہے اور وہ مذموم نہیں اصل چیز اصول میں اتحاد ہے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس میں "امة" دین کے معنی میں ہے، طبری نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے (۳)

وقال عكرمة: حَصَبُ: حَطَبٌ بِالْحَبَشِيَّةِ

آیت کریمہ میں ہے "إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ" بے شک تم اور جس کی تم اللہ کے سوا عبادت کررہے ہو سب جہنم کا ایندھن ہو، حضرت عکرمہؒ نے فرمایا کہ "حَصَبٌ" حبشی زبان میں لکڑی اور ایندھن کو کہتے ہیں۔

وقال غيره: أَحَسُّوْا: تَوَقَّعُوْا، مِنْ أَحْسَسْتُ

آیت میں ہے "فَلَمَّا أَحَسُّوْا بَأْسَنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُوْنَ" یعنی جب انہوں نے ہمارے عذاب کا اندیشہ محسوس کیا تو اس بستی سے بھاگنے لگے، حضرت عکرمہ کے غیر یعنی حضرت ابوعبیدہ نے کہا کہ أَحَسُّوْا کے معنی ہیں تَوَقَّعُوْا یعنی جب انہوں نے ہمارے عذاب کی توقع کی اور اندیشہ محسوس کیا۔

خَامِدِيْنَ: هَامِدِيْنَ

آیت میں ہے "حَتّٰى جَعَلْنَاهُمْ حَصِيْدًا خَامِدِيْنَ" حتی کہ ہم نے ان کو ایسا (نیست و نابود) کردیا جس طرح کھیتی کٹ گئی ہو اور آگ ٹھنڈی ہوگئی ہو، فرماتے ہیں کہ آیت میں "خامدین" بمعنی "هَامدین" ہے هَمِدَ (س) هُمُوداً: آگ کا بجھنا، ٹھنڈا ہونا۔ "خَامِدِين" کی ترکیب میں تین احتمال

---

(۳) فتح الباری: ۴۳۶/۸

ہیں ❶ یہ حصیدا کی صفت ہے "حَصِيدًا" میں مفرد، تثنیہ اور جمع سب برابر ہیں۔ ❷ یہ حصیدا سے بدل ہے ❸ یہ جَعَلْنَاهُمْ کی ضمیرِ مفعول "هُمْ" سے حال ہے۔

حَصِيدٌ: مُسْتَأْصَلٌ، يقع على الواحد، والاثنين، والجميع

"حَتّٰى جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا" اس میں حَصِيدًا کے معنی ہیں جڑ سے کٹا ہوا۔ مفرد، تثنیہ اور جمع سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ: لَا يَعْيُوْنَ، وَمِنْهُ: حَسِيْرٌ، وَحَسَرْتُ بَعِيْرِيْ

آیت میں ہے "لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ" وہ اللہ کی عبادت سے نہ سرتابی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں، سورۂ ملک کی آیت "يَنْقَلِبُ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ" میں حَسِير اسی سے ہے یعنی لوٹ آئے گی تیرے پاس تیری نگاہ رد ہو کر، تھک کر اور کہتے ہیں حَسَرْتُ بَعِيْرِي: میں نے اپنے اونٹ کو تھکا دیا۔

عَمِيْقٌ: بَعِيْدٌ

سورۂ حج میں ہے "يَأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ" اس میں عمیق کے معنی بعید کے ہیں، یہ لفظ سورۂ انبیاء میں نہیں ہے، سورۂ حج میں ہے اور غالباً سہو کاتب سے یہاں آگیا ہے۔

نُكِسُوْا: رُدُّوْا

"ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ" حضرت شیخ الہندؒ نے اس کا ترجمہ کیا ہے "پھر اوندھے ہوگئے سر جھکا کر" یعنی شرمندگی سے آنکھ نہیں ملا سکتے تھے، امام فرماتے ہیں کہ "نُكِسُوْا" کے معنی ہیں رُدُّوْا یعنی وہ سر کے بل لوٹائے گئے (کفر کی طرف) لیکن ابوعبیدہ نے "نُكِسُوْا" کی تفسیر "قُلِبُوْا" سے کی ہے یعنی وہ اوندھے کئے گئے۔

صَنْعَةَ لَبُوْسٍ: اَلدُّرُوْعُ

آیت میں ہے "وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ بَأْسِكُمْ" اور ہم نے ان کو (یعنی

حضرت داود علیہ السلام کو) زرہوں کی صنعت سکھائی تم لوگوں کے نفع کے لئے تاکہ وہ تم کو ایک دوسرے کی زد سے بچائے، فرماتے ہیں کہ آیت میں لبوس سے زرہیں مراد ہیں، لبوس لبس کی جمع ہے جس کے معنی ہیں: لباس، لوہے کی زرہ، یہاں آخری معنی مراد ہیں۔

تَقَطَّعُوْا اَمْرَهُمْ: اِخْتَلَفُوْا

آیت کریمہ میں ہے "وَتَقَطَّعُوْا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كُلٌّ اِلَيْنَا رَاجِعُوْنَ" اور ان لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کیا، سب ہمارے پاس لوٹ کر آنے والے ہیں، فرماتے ہیں کہ "تَقَطَّعُوْا اَمْرَهُمْ" کے معنی ہیں انہوں نے اختلاف کیا۔

اَلْحَسِيْسُ، وَالْحِسُّ، وَالْجَرْسُ وَالْهَمْسُ وَاحِدٌ وَهُوَ مِنَ الصَّوْتِ الْخَفِيِّ

آیت کریمہ میں ہے "لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا" وہ لوگ یعنی اہل جنت جہنم کی آہٹ بھی نہیں سنیں گے۔

فرماتے ہیں حَسِيْسٌ، حِسٌّ، جَرْسٌ اور ہَمْسٌ ان سب کے ایک ہی معنی ہیں یعنی پست آواز

آذَنَّاكَ: اَعْلَمْنَاكَ: آذَنْتُكُمْ: اِذَا اَعْلَمْتَهٗ، فَاَنْتَ وَهُوَ عَلٰى سَوَاءٍ: لَمْ تَغْدِرْ

سورۃ حم سجدہ میں ہے "قَالُوْا آذَنَّاكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ" یعنی کافر کہیں گے کہ ہم نے آپ کو بتادیا کہ ہم میں سے کوئی شرک و کفر کے جرم کا اقرار نہیں کرتا، یہ جھوٹ بول رہے ہوںگے اور اپنے جرم سے انکاری ہوںگے، اس میں آذَنَّاكَ کے معنی بیان کئے ہیں ہم نے آپ کو اطلاع کردی، سورۃ حم سجدہ کی اس آیت کو سورۃ انبیاء کی اس آیت کی مناسبت سے لائے ہیں "فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَاءٍ" یعنی وہ لوگ (اتمام حجت کے بعد بھی) اگر سرتابی کریں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تم کو اطلاع کرچکا ہوں (کہ اب ہمارے درمیان کوئی صلح نہیں ہے جس کا علم مجھے اور آپ سب کو ہوچکا ہے اور ہم سب اس میں برابر ہیں، کسی کو کوئی دھوکہ نہ ہوگا)

ابوعبیدہ اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اذا انذرت عدوک واعلمتہ ذلک، ونبذت الیہ الحرب، حتی تکون انت وھو علی سواء، فقد آذنتہ" (۴) یعنی جب آپ دشمن کو ڈرائیں اور آپ اس کو حملے

---

(۴) فتح الباری: ۴۳۷/۸

کی اطلاع کردیں اور لڑائی کی خبر اس تک پہنچا دیں یہاں تک کہ اس جنگ کے متعلق آپ اور وہ دونوں اطلاع میں برابر ہوجائیں تو اس وقت کہیں گے "آذنته"

وقال مجاهد : لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ : تُفْهَمُوْنَ

آیت میں ہے "لَاتَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ" بھاگو مت اور اپنے سامان عیش اور اپنے مکانات کی طرف واپس چلو شاید تم سے کوئی پوچھے پاچھے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یعنی جب عذاب الٰہی سامنے آگیا تو چاہا کہ وہاں سے نکل بھاگیں اور بھاگ کر جان بچالیں، اس وقت تکوینی طور پر کہا گیا کہ بھاگتے کہاں ہو، ٹھہرو اور ادھر ہی واپس چلو جہاں عیش کئے تھے اور جہاں بہت سامان تنعم جمع کر رکھے تھے، شاید وہاں کوئی تم سے پوچھے کہ حضرت! وہ مال و دولت اور زور و قوت کا نشہ کیا ہوا؟ وہ سامان کدھر گئے؟ اور جو نعمتیں خدا نے دے رکھی تھیں ان کا شکر کہاں تک ادا کیا تھا؟ یا یہ کہ آپ بڑے آدمی تھے جن کی ہر موقع پر پوچھ ہوتی تھی، اب بھی وہیں چلیے بھاگنے کی ضرورت نہیں تاکہ لوگ اپنے مہمات میں آپ سے مشورے کر سکیں اور آپ کی رائیں دریافت کر سکیں"، (یہ سب باتیں تحکماً کہی گئی ہیں)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ تُسْئَلُوْنَ کے معنی ہیں تُفْهَمُوْنَ: شاید کہ تم سمجھ جاؤ

اِرْتَضٰى : رَضِيَ

"وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ" اور وہ (فرشتے) سفارش نہیں کرتے مگر اس کی جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں، فرماتے ہیں کہ آیت میں ارتضی بمعنی رضی ہے: راضی ہوا، پسند کیا، مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

"یعنی اللہ کی مرضی معلوم کئے بغیر کسی کی سفارش بھی (وہ فرشتے) نہیں کرتے چونکہ مؤمنین موحدین سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اس لئے ان کے حق میں دنیا اور آخرت میں استغفار کرنا ان کا وظیفہ ہے۔"

اَلتَّمَاثِيْلُ : اَلْاَصْنَامُ

آیت میں ہے "مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ" یہ بت کیا ہیں جن (کی عبادت) کے لئے

تم جمے بیٹھے ہو (یعنی ذرا ان کی حقیقت اور اصلیت تو بیان کرو، آخر پتھر کی خود تراشیدہ مورتیاں خدا کس طرح بن گئیں) فرماتے ہیں آیت میں تَمَاثِیْل کے معنی ہیں بت، مورتیاں

اَلسِّجِلّ: اَلصَّحِیْفَۃُ

آیت میں ہے "یَوْمَ نَطْوِی السَّمَاءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ" جس دن ہم آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضامین کا صحیفہ لپیٹا جاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ صحیفہ کو سجل کہتے ہیں، یہاں سجل کے یہی معنی بیان کئے ہیں لیکن امام ابوداوٗد، نسائی اور طبری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ سجل ایک صحابی کا نام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا۔ (۵)

اور علامہ سہیلی نے نقل کیا ہے سجل دوسرے آسمان میں رہنے والے اس فرشتے کا نام ہے جس کے پاس پیر اور جمعرات کے روز کراماً کاتبین لوگوں کے اعمال لے کر جاتے ہیں۔ (۶)

علامہ ثعلبی اور سہیلی نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ سجل رسول اللہؐ کے ایک کاتب کا نام ہے کیونکہ آپ کے کاتبوں میں اس نام کے صحابی کا ذکر نہیں ملتا ہے۔ (۷)

لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے سہیلی کے اس قول کو رد کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ابن مندہ اور ابو نعیم نے ابن نمیر کے طریق سے حضرت عمرؓ کی روایت نقل کی ہے جس میں ہے "کان للنبی صلی اللہ علیہ سلم کاتب، یقال لہ: سجل" ابن مردویہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے (۸)

البتہ حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو منکر اور حافظ مزی نے اس کو موضوع قرار دیا ہے (۹) لیکن حافظ ابن حجر نے اس کے دوسرے طریق بھی بیان کئے ہیں (۱۰)

---

(۵) فتح الباری: ۴۳۷/۸

(۶) فتح الباری: ۴۳۷/۸

(۷) فتح الباری: ۴۳۷/۸

(۸) فتح الباری: ۴۳۷/۸

(۹) دیکھیے تفسیر ابن کثیر: ۲۰۰/۳

(۱۰) فتح الباری: ۴۳۷/۸

٢٣٢ – باب : «كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا» /١٠٤/.

٤٤٦٣ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ ، شَيْخٌ مِنَ النَّخَعِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : (إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ إِلَى اللهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً : «كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فاعِلِينَ». ثُمَّ إِنَّ أَوَّلَ مَنْ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ ، أَلَا إِنَّهُ يُجَاءُ بِرِجالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمالِ ، فَأَقُولُ : يَا رَبِّ أُصَيْحَابِي ، فَيُقَالُ : لَا تَدْرِي ما أَحْدَثُوا بَعْدَكَ ، فَأَقُولُ كما قالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ : «وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ما دُمْتُ – إِلَى قَوْلِهِ – شَهِيدٌ» . فَيُقَالُ : إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فارَقْتَهُمْ) . [ر : ٣١٧١]

فاقول: یاربِّ، اصحابی، فیقال: اِن ھٰؤُلَآءِ لم یزالوا مُرتَدِّین علی اَعقابھم مُنذ فارَقْتَھُمْ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اللہ جل شانہ سے فرمائیں گے "اے میرے رب! یہ تو میرے اصحاب ہیں" ارشاد ہوگا "یہ لوگ اپنی ایڑیوں کے بل اسلام سے مرتد ہوگئے تھے جب آپ ان سے جدا ہوئے"۔

ایک اشکال اور اس کے جوابات

یہاں بظاہر اشکال ہوتا ہے کہ کیا صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام سے پھر گئے تھے، ظاہر ہے ایسا تو نہیں ہے تو پھر اس جملہ کا کیا مطلب ہے؟

❶ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حدیث میں "اصحابی" سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہوگئے تھے اور حضرت صدیق اکبرؓ نے ان سے قتال کیا تھا، ان کو اصحاب اس لئے کہا گیا کہ وہ آپ پر ایمان لائے تھے، وہ صحابی نہیں تھے، علامہ خطابی فرماتے ہیں "لم یرتد من الصحابة احد وانما ارتد قوم من جفاة الاعراب ممن لا نصرة له فی الدین، وذلک لا یوجب قدحا فی الصحابة المشهورین" (۱۱)

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ حدیث میں "اصحابی" سے آپؐ کی حیات میں آپ پر ایمان لانے اور آپ کی صحبت بابرکت سے مستفید ہونے والے افراد ہی مراد ہیں تاہم ارتداد سے یہاں ارتداد عن الاسلام

---

(۱۱) فتح الباری، کتاب الرقاق، باب الحشر ۱۱/۳۸۵

مراد نہیں ہے بلکہ ارتداد عن الاستقامة علی الدین مراد ہے کہ ان حضرات میں چند افراد نے حقوق اسلام کو کما حقہ ادا نہیں کیا بلکہ ان سے کوتاہیوں کا ظہور ہوا اور بعض نامناسب باتوں کا ارتکاب ہوا چنانچہ حافظ لکھتے ہیں۔

"قال البیضاوی: لیس قوله: "مرتدین" نصاً فی کونهم ارتدوا عن الاسلام، بل یحتمل ذلک، ویحتمل ان یراد انهم عصاة المؤمنین المرتدون عن الاستقامة، یبدلون الاعمال الصالحة بالسیئة" (۱۲)۔

حافظ ابن حجر نے اس جواب کی تائید میں کچھ روایات بھی نقل کی ہیں اور ان کا میلان اسی طرف معلوم ہوتا ہے (۱۳)

یہ حدیث سورۃ مائدہ کی تفسیر میں گزر چکی ہے اور اس کے متعلق دیگر بحثیں ان شاء اللہ آگے کتاب الرقاق میں آئیں گی۔

٢٣٣ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الحَجِّ .

وَقَالَ ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : «الْمُخْبِتِينَ» /٣٤/ : الْمُطْمَئِنِّينَ .

سورۃ الحج

آیت میں ہے " وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ " حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مخبتیں کے معنی مطمئن اور راضی رہنے والوں کے ہیں، آیت کا مطلب ہے کہ آپ ان لوگوں کو خوشخبری سنا دیجئے کہ جو اللہ کے احکام پر مطمئن اور راضی رہتے ہیں یا جو اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرنے والے ہیں۔

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «فِي أُمْنِيَّتِهِ» /٥٢/ : إِذَا حَدَّثَ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي حَدِيثِهِ ، فَيُبْطِلُ ٱللهُ ما يُلْقِي الشَّيْطَانُ وَيُحْكِمُ آيَاتِهِ ، وَيُقَالُ : أُمْنِيَّتُهُ قِرَاءَتُهُ ، «إِلَّا أَمَانِيَّ» /البقرة: ٧٨/ : يَقْرَؤُونَ

---

(۱۲) فتح الباری، کتاب الرقاق، باب الحشر: ۳۸۶/۱۱

(۱۳) دیکھیے فتح الباری، کتاب الرقاق، باب الحشر ۳۸۶/۱۱

وَلَا يَكْتُبُونَ .

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر کی ہے "وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ"

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کی مختلف آراء ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

❶ تَمَنّٰی کا لفظ عربی میں دو معنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے ، ایک معنی تو وہی ہیں جو اردو میں مستعمل ہیں یعنی کسی چیز کی خواہش و آرزو کرنا، آیت میں یہ معنی مراد ہوسکتے ہیں ۔

اس صورت میں آیت کا ترجمہ ہوگا "آپ سے پہلے ہم نے نہ کوئی رسول ایسا بھیجا ہے نہ نبی جس کے ساتھ یہ معاملہ پیش نہ آیا ہو کہ) جب اس نے تمنا کی (کہ اس کی تبلیغ عام ہو اور اس کی قوم ایمان لے آئے) تو شیطان اس کی تمنا میں حائل ہوگیا (کہ اس کی دعوت و تبلیغ کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کیں اور رخنے ڈالے) پس اللہ تعالیٰ شیطان کی ڈالی ہوئی رکاوٹوں کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو پختہ کردیتا ہے "

(اس طرح اس کی قوم میں جن سعادتمندوں کی قسمت میں ایمان کی ابدی سعادت لکھی ہوتی ہے وہ ایمان لے آتے ہیں ، شیطان کی کھڑی کی ہوئی تمام رکاوٹیں ان کے ایمان لانے میں حائل نہیں ہوسکتی ہیں ، اللہ جل شانہ اپنی آیات اور نبی نے کئے ہوئے وعدوں کو پختہ کردیتا ہے ") ۔

آیت کی یہ تفسیر کئی حضرات نے کی ہے (۱۴) اور مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے "فیض الباری" میں اسی کو اختیار کیا ہے (۱۵) مولانا بدرعالم میرٹھی رحمہ اللہ "البدر الساری" میں لکھتے ہیں :

فمعنی "تمنی" انه يتمنى الايمان لامته، ويحب لهم الخير، والرشد، والصلاح، والنجاح، فهذه امنية كل رسول، ونبی، والقاء الشيطان فيها يكون بما يلقيه في قلوب امة الدعوة من الوساوس الموجبة لكفر بعضهم، ويرحم الله المؤمنين، فينسخ ذلك من قلوبهم ويحكم فيها الايات الدالة على الوحدانية والرسالة (۱٦)۔

❷ "تَمَنّٰی" کے دوسرے معنی تلاوت اور پڑھنے کے ہیں، امنیة کے معنی قرات کے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں یہی معنی بیان کئے اور دلیل میں سورہ بقرہ کی آیت پیش کی "وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ" اس میں "اَمَانِيَّ" يقرؤون کے معنی میں ہے ، چنانچہ حکیم الامت مولانا اشرف

---

(۱۴) دیکھیے روح المعانی: ۱۷/۱۷۵ وتفسیر کبیر: ۲۳/۵۴۔

(۱۵) فیض الباری: ۴/۲۷ چنانچہ آپ نے اس کا ترجمہ کیا "کوئی نبی نہیں ہے کہ جس نے امید نہ باندھی ہو اپنے نبی کے متعلق کہ ان کو ہدایت ہوگی تو شیطان نے ان لوگوں کے قلوب میں زیغ پیدا کرکے ان کی آرزو کو پورا نہ ہونے دیا ہو اور اس میں کھنڈت نہ ڈال دی ہو۔ "

(۱٦) البدر الساری الی فیض الباری: ۴/۲۰۸

علی تھانوی رحمہ اللہ نے یہی معنی مراد لئے ہیں (۱۷) اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے بھی اس کو ترجیح دی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"احقر کے نزدیک بہترین اور سہل ترین تفسیر وہ ہے جس کی مختصر اصل سلف سے منقول ہے یعنی "تمنی" کو بمعنی قراءت و تلاوت یا تحدیث کے اور "امنیۃ" کو بمعنی متلو یا حدیث کے لیا جائے، مطلب یہ ہے کہ قدیم سے یہ عادت رہی ہے کہ جب کوئی نبی یا رسول کوئی بات بیان کرتا یا اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، شیطان اس بیان کی ہوئی بات یا آیت میں طرح طرح کے شبہات ڈال دیتا ہے، یعنی بعض باتوں کے متعلق بہت لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کرکے شکوک و شبہات پیدا کردیتا ہے مثلاً نبی نے آیت "حُرِّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ" پڑھ کر سنائی، شیطان نے شبہ ڈالا کہ دیکھو اپنا مارا ہوا تو حلال اور اللہ کا مارا ہو تو حرام کہتے ہیں یا آپ نے "اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ" پڑھا، اس نے شبہ ڈالا کہ "مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" میں حضرت مسیح و عزیر اور ملائکۃ اللہ بھی شامل ہیں، یا آپ نے حضرت مسیح کے متعلق پڑھا "وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ" شیطان نے سمجھایا کہ اس سے حضرت مسیح کی ابنیت و الوہیت ثابت ہوتی ہے، اس القاء شیطانی کے ابطال اور رد میں پیغمبر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی وہ آیات سناتے ہیں جو بالکل صاف اور محکم ہوں اور ایسی پکی باتیں بتلاتے ہیں جن کو سن کر شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہ رہے، گویا متشابہات کی ظاہری سطح کو لے کر شیطان جو اغواء کرتا ہے، آیات محکمات اس کی جڑ کاٹ دیتی ہیں جنہیں سن کر تمام شکوک و شبہات ایک دم کافور ہوجاتے ہیں، یہ دو قسم کی آیتیں کیوں اتاری جاتی ہیں؟ شیاطین کو اتنی وسوسہ اندازی اور تصرف کا موقع کیوں دیا جاتا ہے؟ اور آیات کا جو احکام بعد کو کیا جاتا ہے ابتداء ہی سے کیوں نہیں کردیا جاتا؟ یہ سب امور اللہ تعالیٰ کے غیر محدود علم و حکمت سے ناشی ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو علماً و عملاً دار امتحان بنایا ہے، چنانچہ اس قسم کی کارروائی میں بندوں کی جانچ ہے کہ کون شخص اپنے دل کی بیماری یا سختی کی وجہ سے .... شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور کون سمجھدار آدمی اپنے علم و تحقیق کی قوت سے ایمان و جنات کے مقام بلند پر پہنچ کر دم لیتا ہے" (۱۸)۔

③ اس آیت کی ایک تیسری تفسیر ایک قصہ کے پس منظر میں بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سورہ والنجم کی تلاوت فرمارہے تھے، جب آپ "اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى، وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى" پر پہنچے تو آپ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے "تلک الغرانیق العلی، وان شفاعتھن

---

(۱۷) دیکھیے بیان القرآن: ۲/۷۸

(۱۸) تفسیر عثمانی: ۴۵۰ فائدہ نمبر ۳

لترتجی" (یعنی ہمارے یہ معبود بلند مرتبہ دیویاں ہیں، ان کی شفاعت کی امید رکھی جاتی ہے) مشرکین یہ جملہ سن کر بہت خوش ہوئے کہ آج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے معبودوں کی تعریف کی جب سورہ کے اختتام پر آپؐ نے سجدہ کیا تو مسلمانوں کے ساتھ مشرکین نے بھی سجدہ کیا۔

بعد میں حضرت جبرئیل آئے اور انہوں نے کہا کہ یہ دو جملے تو شیطان نے ملا دیئے ہیں اس پر آپؐ سخت مغموم ہوئے، تو اللہ جل شانہ نے آپ کی تسلی اور اطمینان کے لیے سورہ حج کی مذکورہ آیت نازل فرمائی کہ آپ سے پہلے بھی انبیاء کے ساتھ ایسا ہوتا رہا ہے۔

یہ قصہ کئی مفسرین اور محدثین نے نقل کیا ہے، بغوی نے معالم التنزیل میں، ابن جریر نے اپنی تفسیر میں، ابن سعد نے طبقات میں، ابن اسحاق نے سیرت میں، جلال الدین نے "جلالین" میں اور ابن ابی حاتم، ابن مَرْدُوَیْہ اور طَبَرانی وغیرہ نے اپنی احادیث کی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ (۱۹)

اکثر حضرات نے اس قصہ کو بالکل غلط اور موضوع قرار دیا ہے، علامہ بیہقی، حافظ ابن کثیر، قاضی عیاض، قاضی ابوبکر بن العربی، ابن خزیمہ، امام رازی، قرطبی، علامہ عینی، علامہ شوکانی اور علامہ آلوسی نے اس کی تردید کی ہے، نووی، کرمانی، ذہبی اور ابومنصور ماتریدی نے بھی تردید کی ہے۔

محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے فرمایا "ھذا من وضع الزنادقة" (۲۰) اور اس کے رد میں مستقل ایک کتاب لکھی، امام قرطبی فرماتے ہیں "ولیس منھا شئی یصح (۲۱) علامہ خازن فرماتے ہیں "انہ لم یروھا احد من اھل الصحة ولا اسندھا ثقة بسند صحیح اوسلیم متصل" (۲۲) امام ابوالسعود رقمطراز ہیں "وھو المردود عند المحققین" (۲۳) امام رازیؒ فرماتے ہیں۔ "ھذہ القصة موضوعة (۲۴) ابن العربی فرماتے ہیں "ذکر الطبری فی ذلک روایات کثیرة باطلة، لااُصل لھا" (۲۵) قاضی عیاض نے "الشفاء" میں فرمایا

---

(۱۹) دیکھیے معالم التنزیل: ۳/۲۹۲ - ۲۹۳، تفسیر ابن جریر: ۹/۱۳۲، وطبقات بن سعد: ۱/۲۰۵ ذکر سبب رجوع اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ارض الحبشة والروض الانف: ۱/۲۳۹، وجلالین: ۲/۲۸۳، وجامع البیان علی ہامش الجلالین: ۲۸۳ - قال الحافظ فی الفتح: ۸/۴۳۹ "وقد اخرجه ابن ابی حاتم و الطبری، و ابن المنذر، واخرجه البزار، وابن مردویه، وکذا اخرجه النحاس، وذکره ابن اسحاق فی السیرة، وکذلک موسیٰ بن عقبة فی المغازی"

(۲۰) تفسیر کبیر: ۲۳/۵۰

(۲۱) تفسیر قرطبی ۱۲/۸۰

(۲۲) خازن: ۵/۲۳

(۲۴) تفسیر ابی السعود: ۶/۲۵۶

(۲۳) تفسیر کبیر: ۲۳/۵۱

(۲۵) فتح الباری: ۸/۴۳۹

يكفيك في توهين هذا الحديث انه لم يخرّجه احد من اهل الصحة ولا رواه ثقة بسند صحيح سليم متصل" (۲۶)

اور علامہ قنوی فرماتے ہیں "وهو مردود عند المحققين... بل يجب ان يكون مردودا عند جميع المسلمين

لیکن حافظ ابن حجر، علامہ زمخشری (۲۸) اور حافظ ابن جریر (۲۹) اس قصہ کو درست مانتے ہیں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس قصہ کے مختلف طرق ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"وكلها سوى طريق سعيد بن جبير اما ضعيف والامنقطع لكن كثرة الطرق تدل على ان للقصة اصلا، مع ان لها طريقين آخرين مرسلين، رجالهما على شرط الصحيحين، احدهما ما اخرجه الطبري من طريق يونس بن يزيد عن ابن شهاب... والثاني ايضا ما اخرجه من طريق المعتمر بن سليمان وحماد بن سلمة عن داود بن ابي هند عن ابي العالية"

آگے جو لوگ اس واقعہ کو درست قرار نہیں مانتے ان پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وجميع ذلك لا يتمشى على القواعد، فان الطرق اذا كثرت، وتباينت مخارجها دل ذلك على ان لها اصلا، وقد ذكرت ان ثلاثة اسانيد منها على شرط الصحيح، وهي مراسيل يحتج بمثلها من يحتج بالمرسل، وكذا من لا يحتج به لاعتضاد بعضها ببعض" (۳۰)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے تمام طرق کے علاوہ تین طرق اس قصہ کے درست ہیں اور مرسل ہیں، دو طرق ان میں سے ابن جریر نے ذکر کئے ہیں اور ایک کی بزاز نے تخریج کی ہے، ان تمام طرق کو پیش نظر رکھ کر انصاف کی بات یہی ہے کہ اس قصہ کی کچھ اصل ضرور ہے، روایات کو ضعیف کہہ کر اس کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

اور جب قصہ کو روایات کی بنیاد پر درست تسلیم کرلیا جائے تو پھر اس پر اشکال ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اطہر پر شیطان کو کیونکر قدرت حاصل ہوئی کہ اس نے آپ کی زبان سے یہ شرکیہ الفاظ القاء کرائے، یہ تو تمام نصوص کے معارض ہے بلکہ اگر اس کو درست تسلیم کرلیا جائے تو پھر تو پورا دین مشکوک ہوجائے گا اس لئے جن حضرات نے اس قصہ کو روایت کی بنیاد پر درست مانا ہے انہوں نے اس کی مختلف توجیہات پیش کی ہیں، حافظ ابن حجرؒ نے سات توجیہات نقل کی ہیں۔

---

(۲۶) تفسیر قرطبی: ۸۲/۱۲

(۲۷) حاشیۃ القنوی علی تفسیر البیضاوی: ۲۸۶/۵

(۲۸) تفسیر کشاف: ۱۶۵-۱۶۴/۳

(۲۹) تفسیر ابن جریر: ۱۳۲/۹

(۳۰) فتح الباری: ۴۳۹/۸ نیز دیکھیے، الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف: ۳/ ۱۶۴-۱۶۵

① اس وقت آپ کو اونگھ آگئی تھی اور اس بے خبری کی حالت میں یہ الفاظ نکلے ۔

لیکن یہ توجیہ درست نہیں کیونکہ شیطان کو نیند میں بھی آپ پر قدرت حاصل نہیں ہے ۔

② آپ کو شیطان نے مجبور کیا اور غیر اختیاری حالت میں یہ الفاظ آپ کی زبان سے نکلے ۔

لیکن یہ توجیہہ بھی درست نہیں، شیطان میں آپ کو مجبور کرنے کی قوت نہیں ہے ، خود اس کا کہنا ہے "مَاكَانَ لِيْ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ " شیطان کو اگر اس طرح کی قوت حاصل ہو تو پھر کوئی بھی اللہ جل شانہ ، کی اطاعت نہیں کر سکے گا

③ بعض نے کہا کہ مشرکین اپنے معبودوں کا جب ذکر کرتے تو مذکورہ الفاظ کہتے اور آپ نے چونکہ یہ الفاظ ان سے کئی بار سنے تھے اس لئے آپ کی زبان پر بھی ان کے معبودوں کے ذکر کے وقت مذکورہ الفاظ سہواً جاری ہوگئے ۔

لیکن قاضی عیاض نے اس توجیہہ کو بھی رد کیا ہے کہ آپ سے اس طرح کا سہو ممکن نہیں۔

④ بعضوں نے کہا کہ آپ نے مذکورہ الفاظ تو بیخاً کہے تھے ، قاضی عیاض نے کہا کہ اس قسم کے الفاظ اس وقت تو بیخاً کہے جاسکتے ہیں جب آدمی کی مراد پر کوئی قرینہ پایا جاتا ہو، باقلانی کا میلان اسی طرف معلوم ہوتا ہے ۔

⑤ بعض کہتے ہیں کہ مشرکین میں سے کسی نے یہ الفاظ کہے تھے ، ابن عاشور وغیرہ نے کہنے والے کا نام ابن الزبعری لکھا ہے (۳۱) آیت میں نسبت شیطان کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ یہ الفاظ اس نے شیطان کے القاء سے کہے تھے ، یا شیطان سے شیطان الانس مراد ہے ۔

⑥ ایک قول یہ بھی ہے کہ "الغرانیق" سے فرشتے مراد ہیں، مشرکین کے معبود اصنام مراد نہیں ہیں، لیکن مشرکین نے جب اس کو اپنے اصنام پر محمول کیا تو اللہ تعالی نے ان دونوں جملوں کو منسوخ قرار دیا اور اپنی آیات کو مستحکم اور پختہ کر دیا۔

⑦ اور ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى " پر وقف کیا تو شیطان نے اس درمیان مذکورہ الفاظ کہے ، سمجھا یہ گیا کہ آپ نے کہے ہیں۔ (۳۲)

قاضی عیاض ، ابن العربی نے اس توجیہہ کو پسندیدہ قرار دیا ہے ، حافظ ابن حجر نے بھی اسی کو

---

(۳۱) دیکھیے التحریر والتنویر: ۱۶/۳۰۴

(۳۲) مذکورہ سات توجیہات اور تفصیل کے لئے دیکھیے فتح الباری: ۸/۴۳۹-۴۴۰ اور یہ ساتویں توجیہ علامہ قشیری نے بھی اختیار کی ہے دیکھیے لطائف الاشارات: ۴/۲۲۶۔

راجح قرار دیا (۳۳) یہ توجیہات قاضی عیاض نے کی ہیں، قاضی عیاض اس قصہ کو درست نہیں مانتے ہیں لیکن یہ توجیہات انہوں نے روایت کو علی سبیل الفرض و التقدیر ثابت ماننے کے بعد نقل کی ہیں۔

لیکن جس توجیہ کو حافظ ابن حجر نے راجح قرار دیا وہ ان روایات کا جواب نہیں بن سکتی ہیں، جن میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ مذکورہ الفاظ شیطان نے آپؐ کی زبان مبارک سے ادا کرائے۔

حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ قصہ موضوع، من گھڑت اور غلط ہے اور اس کے غلط ہونے پر کئی شہادتیں ہیں۔

یہ قصہ جن سندوں سے نقل ہوا ہے وہ محمد بن قیس، محمد بن کعب قرظی، عروہ بن زبیر، ابوصالح، ابوالعالیہ، سعید بن جبیر، ضحاک، ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث بن حارث، قتادہ، مجاہد، سدی، زھری اور حضرت ابن عباس پر ختم ہوتی ہیں، حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ ان میں کوئی بھی صحابی نہیں ہے اور یہ واقعہ جس وقت پیش آیا اس وقت حضرت ابن عباسؓ بالکل بچے ہی تھے، ان کے علاوہ کسی اور صحابی سے یہ واقعہ منقول نہیں ہے، اگر قصہ اس تفصیل کے ساتھ واقعۃً پیش آیا ہوتا تو دوسرے صحابہؓ میں سے کسی سے ضرور نقل ہوتا، کسی اور سے منقول نہ ہونا بجائے خود اس کی دلیل ہے کہ یہ روایت درست نہیں ہے۔

جن روایات میں یہ قصہ مذکور ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنہ ۵ نبوی کا واقعہ ہے (۳۴) اور سورہ حج کی مذکورہ آیت سنہ ۱ ھجری میں نازل ہوئی ہے اس طرح اس قصہ کے وقوع اور سورۃ حج کی مذکورہ آیت کے نزول کے درمیان نو سال کا فاصلہ ہے، یہ نو سال کا فاصلہ خود اس بات کا قرینہ ہے کہ مذکورہ آیت کا اس قصہ سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ ہر آدمی یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ایسا کوئی واقعہ اگر حقیقتاً پیش آیا ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے وقوع سے پریشانی ہوئی ہوتی تو اس پریشانی کو ختم کرنے اور آپ کی تسلی کے لئے اللہ جل شانہ، نو سال بعد آیت نازل نہ فرماتے بلکہ جلد کوئی وحی آجاتی۔

پھر ان روایات میں ہے کہ مشرکین نے بھی سورۃ کے اختتام پر مسلمانوں کے ساتھ سجدہ کیا کیونکہ ان کے معبودوں کا ذکر آگیا تھا، فرض کرلیں کہ یہ کلمات آپ کی زبان سے ادا بھی ہوئے مگر ان کے آگے ان آیات پر بھی تو غور کریں "اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى، تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى، اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ، اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ، وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى" سورۃ

---

(۳۳) فتح الباری: ۸/ ۴۴۰

(۳۴) بعض روایات میں ہے کہ مذکورہ قصہ کی اطلاع حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے صحابہ کو اس وقت پہنچی جب ان کی ہجرت کو تین ماہ گزر گئے تھے، انہیں کسی نے کہا کہ مکہ میں مسلمانوں اور مشرکین سب نے سجدہ کرکے آپس کا اختلاف ختم کردیا، ان میں بعض نے دوبارہ مکہ کا رخ کیا، یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ خبر غلط تھی اور ہجرت حبشہ معتبر روایات کے لحاظ سے سنہ ۵ نبوی میں پیش آئی ہے۔

نجم کے آخر تک کا مضمون ان فقروں کے خلاف ہے، اب یہ بات کس طرح تسلیم کی جاسکتی ہے کہ مشرکین نے اس لئے سجدہ کیا کہ آپ کی زبان سے ان کے معبودوں کے حق میں تعریفی فقرے نکل گئے تھے بلکہ مشرکین جو اسلام کی ہر چیز کو تنقید کی نظر سے دیکھنے کے عادی تھے ان کو تو قرآن کے اس تضاد بیانی پر اشکال کرنا چاہیئے تھا کہ ایک طرف ان کے معبودوں کی تعریف ہورہی ہے اور دوسری طرف پھر ان کی تردید بڑے زور و شور سے ہوتی ہے۔

پھر یہ واقعہ دوسری نصوص سے متعارض ہے، اس میں ہے کہ شیطان نے آکر آپ کی زبان سے یہ الفاظ نقل کرائے حالانکہ قرآن کے متعلق ارشاد ہے "لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ" اور آپ کے متعلق فرمایا "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى"

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے روح المعانی میں اس قصہ کے عدم صحت کی سات دلیلیں بیان کیں (۳۵) اور تفصیل کے ساتھ اس کو رد کرنے کے بعد لکھا۔

"ولعمری ان القول بان ھذا الخبر مما القاہ الشیطان علی بعض السنۃ الرواۃ.... اھون من القول بان حدیث الغرانیق مما القاہ الشیطان علی لسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم نسخہ سبحانہ وتعالیٰ" (۳۶)

"یعنی یہ بات مان لینا بہت آسان ہے کہ خود اس روایت کے راویوں کی زبان پر شیطان نے یہ غلط بات جاری کرائی بہ نسبت اس کے کہ یہ مان لیا جائے کہ یہ حدیث شیطان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر القاء کرائی اور پھر اللہ جل شانہ نے اس کو منسوخ کیا۔"

البتہ یہ اشکال باقی رہ جاتا ہے کہ جب اس قصہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے تو پھر اتنی بڑی بات اتنے راویوں کے ذریعے کیسے مشہور ہوگئی جبکہ ان میں بعض نامور بزرگ اور مشہور محدث بھی ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اصل قصہ حدیث کی معتبر کتابوں میں موجود ہے، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور مسند احمد میں اصل واقعہ اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ نجم تلاوت فرمائی، آخر میں جب آپ نے سجدہ کیا تو مسلمانوں اور مشرکین سب نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا (۳۷) چنانچہ آگے

---

(۳۵) دیکھیے روح المعانی: ۱۷/۱۷۷-۱۷۸

(۳۶) روح المعانی: ۱۷/۱۸۲

(۳۷) الحدیث اخرجہ البخاری فی تفسیر سورۃ والنجم، باب "فاسجدوا للہ واعبدوا" رقم ۴۵۸۱ وفی سجود القرآن، باب سجدۃ النجم، وباب ماجاء فی سجود القرآن وسنتھا، واخرجہ مسلم فی المساجد، باب سجود التلاوۃ، رقم ۵۷۶، وابوداؤد فی الصلاۃ، باب من رای فیھا السجود، رقم ۱۴۰۶، والنسائی فی الافتتاح باب السجود فی النجم: ۲/۱۶۰

(۳۸) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب فاسجدوا للہ واعبدوا، رقم ۴۵۸۱

سورہ نجم کی تفسیر میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ہی سے روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں "سجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالنجم، وسجد معہ المسلمون والمشرکون، والجن والانس " (۳۸

ظاہر ہے قرآن کی اپنی ایک تاثیر ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ملہمانہ انداز سے اس کی ادائیگی نے سب پر ایک وجد کی سی حالت طاری کردی اور پورا مجمع سجدے میں گر گیا۔ بہت ممکن ہے کہ بعد میں مشرکین میں کچھ لوگ اپنے اس وقتی تاثر پر پشیمان ہوئے ہوں اور انہوں نے یہ بے پر کی اڑا دی ہو کہ ہم نے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے یہ فقرہ سنا تھا اس لئے ہم بھی ان کے ساتھ سجدے میں گر گئے، اس طرح بعض ثقہ راوی بھی اس غلط روایت میں مبتلا ہوگئے اور قصہ اپنی اصلی صورت کے بجائے دوسرے انداز میں بیان ہونے لگا۔ واللہ اعلم بالصواب

مشرکین کے سجدہ کرنے کی وجہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے کہ آیت نجم کی تلاوت کے وقت اللہ تعالی کی تجلی قہری نمودار ہوئی تھی اس کی وجہ سے مشرکین بے اختیار سجدے میں چلے گئے تھے۔ (۳۹)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «مَشِيدٍ» /٤٥/ : بِالْقَصَّةِ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «يَسْطُونَ» /٧٢/ : يَفْرُطُونَ ، مِنَ السَّطْوَةِ ، وَيُقَالُ : «يَسْطُونَ» يَبْطِشُونَ . «وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ» /٢٤/ : أُلْهِمُوا .

قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «بِسَبَبٍ» /١٥/ : بِحَبْلٍ إِلَى سَقْفِ الْبَيْتِ . «وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ» أُلْهِمُوا إِلَى الْقُرْآنِ . «تَذْهَلُ» /٢/ : تُشْغَلُ .

وقال مجاهد: مَشِيْدٌ: بِالْقَصَّةِ

آیت میں ہے " وَبِئْرٍ مُعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَشِيْدٍ " اس میں مَشِید کے معنی ہیں جس کو چونے وغیرہ سے مضبوط تعمیر کیا گیا ہو، شَيْدٍ اور قصّۃ چونے کو کہتے ہیں۔

وقال غیرہ: يَسْطُوْنَ: يَفْرُطُوْنَ، مِنَ السَّطْوَةِ، ويقال، يَسْطُوْنَ، يَبْطِشُوْنَ

آیت میں ہے "يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا" مجاہد کے غیر یعنی ابو عبیدہ نے کہا

---

(۳۹)

لہ اس میں "یَسْطُوْنَ" کے معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں، یہ "سَطْوَۃ" سے مشتق ہے جس کے معنی حملہ کے ہیں، بعضوں نے اس کے معنی پکڑنے کے کئے ہیں۔

وَهُدُوْا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ: اُلْهِمُوْا : یعنی ان کے دلوں میں اچھی بات ڈالی گئی

وقال ابن عباس: بِسَبَبٍ: بِحَبْلٍ اِلٰى سَقْفِ الْبَيْتِ

"فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَاءِ" اس میں سبب کے معنی رسی کے ہیں اور سماء سے گھر کی چھت مراد ہے یعنی وہ اپنے گھر کی چھت تک ایک رسی تان لے اور اس سے اپنا گلا گھونٹ لے۔

تذهل : تشغل

آیت کریمہ میں ہے "يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ" جس روز قیامت کا زلزلہ دیکھو گے کہ تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائیں گی

فرماتے ہیں آیت میں تذھل کے معنی ہیں، تَشْغَلُ: شَغَلَ عَنْهُ: غافل ہونا۔

٢٣٤ – باب : «وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى» /٢/.

٤٤٦٤ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ : يَا آدَمُ ، يَقُولُ : لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ ، فَيُنَادَى بِصَوْتٍ : إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ بَعْثًا إِلَى النَّارِ ، قالَ : يَا رَبِّ وَما بَعْثُ النَّارِ؟ قالَ : مِنْ كُلِّ أَلْفٍ – أُرَاهُ قالَ – تِسْعَمِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ ، فَحِينَئِذٍ تَضَعُ الحَامِلُ حَمْلَهَا ، وَيَشِيبُ الْوَلِيدُ ، وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَما هُمْ بِسُكَارَى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللهِ شَدِيدٌ) . فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ حَتَّى تَغَيَّرَتْ وُجُوهُهُمْ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مِنْ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ تِسْعَمِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ وَمِنْكُمْ وَاحِدٌ ، ثُمَّ أَنْتُمْ فِي النَّاسِ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الأَبْيَضِ ، أَوْ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ ، وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الجَنَّةِ) . فَكَبَّرْنَا ، ثُمَّ قالَ : (ثُلُثَ أَهْلِ الجَنَّةِ) . فَكَبَّرْنَا ،

ثُمَّ قالَ : (شَطْرَ أَهْلِ الجَنَّةِ) . فَكَبَّرْنَا .

قالَ أَبُو أُسَامَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ : «تَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَما هُمْ بِسُكَارَى» . وَقالَ : (مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَمِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ) .

وَقالَ جَرِيرٌ وَعِيسَى بْنُ يُونُسَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ : «سَكْرَى وَما هُمْ بِسَكْرَى» . [ر : ۳۱۷۰]

من کل الف تسعمائة وتسعة وتسعين

یہاں فرمایا گیا ہے کہ ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے بعث النار ہیں اور ایک جنت میں جائے گا اور آگے کتاب الرقاق میں ایک روایت آرہی ہے اس میں ہے کہ سو میں سے ننانوے دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا (۴۰) جب سو میں سے ایک جائے گا تو ایک ہزار میں سے دس جائیں گے، بظاہر دونوں روایت میں تعارض ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہاں کی روایات یاجوج و ماجوج کے اعتبار سے ہے اور کتاب الرقاق کی روایت دوسرے کفار اور مشرکین کے اعتبار سے ہے کہ ان میں ننانوے دوزخ میں جائیں گے اور ایک مؤمن ہوگا جو جنت میں جائے گا۔ (۴۱)

وَاِنِّی لَاَرْجُوْا اَنْ تَکُوْنُوْا رُبُعَ اَھْلِ الْجَنَّةِ

یہاں اضافہ تدریجی ہے، پہلے آپ کو ایک ربع، پھر ثلث اور پھر نصف کی اطلاع دی گئی اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تعداد مختلف اوقات اور مختلف مراحل کے اعتبار سے ہو، ابتدائی مرحلہ میں امت مسلمہ کی تعداد ربع کے برابر ہوگی پھر ایک زمانہ بعد میں آئے گا کہ اھل جنت کی تعداد میں اضافہ ہوجائے گا تو تعداد ثلث کے برابر ہوجائے گی اور تیسرے مرحلہ میں تعداد ثلث سے بڑھ کر نصف ہوجائے گی (۴۲)

ترمذی کی ایک روایت میں آتا ہے کہ جنت میں ایک سو بیس صفیں ہوں گی، ان میں اسّی صفیں اس امت کی ہوں گی اور چالیس بقیہ امتوں کی ہوں گی (۴۳) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی تعداد جنت میں دو ثلث ہوگی یعنی نصف سے بھی بڑھ کر، یہ درحقیقت چوتھا مرحلہ ہوگا

---

(۴۰) دیکھیے کتاب الرقاق، باب کیف الحشر: ۹۶۶/۲

(۴۱) فیض الباری: ۲۰۹/۴

(۴۲) فیض الباری: ۲۰۹/۴

(۴۳) سنن الترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صف اھل الجنة، رقم الحدیث ۲۵۴۶

جس میں تعداد نصف سے بڑھ کر دو ثلث تک پہنچ جائے گی۔ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دو ثلث ہونا ترمذی کی روایت کی رو سے اس امت کی فضیلت کی علامت قرار دی گئی ہے ، احناف بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں دو ثلث ہیں جو ان کی فضیلت کی علامت ہے ۔ (۴۴)

٢٣٥ – باب : «وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ ٱللَّهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ ٱطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ ٱنْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ خَسِرَ ٱلدُّنْيَا وَالآخِرَةَ» .

إِلَى قَوْلِهِ : «ذٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ ٱلْبَعِيدُ» /١١، ١٢/ . «أَتْرَفْنَاهُمْ» /المؤمنون: ٣٣/ : وَسَّعْنَاهُمْ .

٤٤٦٥ : حدّثني إِبْرَاهِيمُ بْنُ الحَارِثِ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : «وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ ٱللَّهَ عَلَى حَرْفٍ» . قالَ : كانَ الرَّجُلُ يَقْدَمُ المَدِينَةَ ، فَإِنْ وَلَدَتِ ٱمْرَأَتُهُ غُلَامًا ، وَنُتِجَتْ خَيْلُهُ ، قالَ : هٰذَا دِينٌ صَالِحٌ ، وَإِنْ لَمْ تَلِدِ ٱمْرَأَتُهُ وَلَمْ تُنْتَجْ خَيْلُهُ ، قالَ : هٰذَا دِينُ سُوءٍ .

اَتْرَفْنَاهُمْ: وَسَّعْنَاهُمْ

یہ سورۃ حج میں نہیں ہے بلکہ سورۃ مومنون میں ہے "وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَاءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا " اس میں اَتْرَفْنَاهُمْ کے معنی بیان کئے ہیں ہم نے ان کو دنیا کی زندگی میں وسعت اور فراخ عیشی عطا کی، یہ لفظ یہاں سہو کاتب سے آگیا ہے ۔ (۴۵)

عَلٰی حَرْفٍ: شَکٍّ

آیت میں ہے "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ " اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں شک کے ساتھ، "حرف" کنارے کو کہتے ہیں اور امام نے اس کی تشریح شک کے ساتھ کی ہے ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

---

(۴۴) فیض الباری: ۴/ ۲۰۹

(۴۵) عمدۃ القاری: ۱۹/ ۶۹

(۴۴۶۵) وهذا الحديث من افراده. (عمدة القاری: ۱۹/ ۶۹)

"یعنی بعض آدمی محض دنیا کی غرض سے دین کو اختیار کرتے ہیں ان کا دل مذبذب رہتا ہے ، اگر دین میں داخل ہوکر دنیا کی بھلائی دیکھے ، بظاہر بندگی پر قائم رہے اور تکلیف پائے تو چھوڑ دے ادھر دنیا گئی ، ادھر دین گیا، کنارے پر کھڑا ہے یعنی دل ابھی اس طرف ہے نہ اس طرف، جیسا کہ کوئی مکان کے کنارے کھڑا ہو جب چاہے نکل بھاگے ۔"

٢٣٦ – باب : «هٰذَانِ خَصْمانِ ٱخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ» /١٩/ .

٤٤٦٦ : حدثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهالٍ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو هَاشِمٍ ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّهُ كانَ يُقْسِمُ فِيهَا : إِنَّ هٰذِهِ الآيَةَ : «هٰذَانِ خَصْمانِ ٱخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ» . نَزَلَتْ فِي : حَمْزَةَ وَصَاحِبَيْهِ ، وَعُتْبَةَ وَصَاحِبَيْهِ ، يَوْمَ بَرَزُوا فِي يَوْمِ بَدْرٍ .

رَوَاهُ سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ . وَقالَ عُثْمانُ : عَنْ جَرِيرٍ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ : قَوْلَهُ . [ر : ٣٧٤٨]

٤٤٦٧ : حدثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهالٍ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمانَ قالَ : سَمِعْتُ أَبِي قالَ : حَدَّثَنَا أَبُو مِجْلَزٍ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَجْثُو بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ لِلْخُصُومَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ . قالَ قَيْسٌ : وَفِيهِمْ نَزَلَتْ : «هٰذَانِ خَصْمانِ ٱخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ» . قالَ : هُمُ الَّذِينَ بَارَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ : عَلِيٌّ وَحَمْزَةُ وَعُبَيْدَةُ ، وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ . [ر : ٣٧٤٧]

٢٣٧ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمُؤْمِنِينَ .

قالَ ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : «سَبْعَ طَرَائِقَ» /٧/ : سَبْعَ سَماوَاتٍ . «لَهَا سَابِقُونَ» /٦١/ : سَبَقَتْ لَهُمُ السَّعَادَةُ . «قُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ» /٦٠/ : خائِفِينَ .

قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ» /٣٦/ : بَعِيدٌ بَعِيدٌ . «فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ» /١١٣/ : المَلائِكَةَ . «لَنَاكِبُونَ» /٧٤/ : لَعَادِلُونَ . «كالِحُونَ» /١٠٤/ : عابِسُونَ .

وَقالَ غَيْرُهُ : «مِنْ سُلَالَةٍ» /١٢/ : الْوَلَدُ ، وَالنُّطْفَةُ السُّلَالَةُ . وَالْجِنَّةُ وَالْجُنُونُ وَاحِدٌ .

وَالْغُثَاءُ الزَّبَدُ ، وَما ارْتَفَعَ عَنِ الْمَاءِ ، وَما لَا يُنْتَفَعُ بِهِ .

«يَجْأَرُونَ» /٦٤/ : يَرْفَعُونَ أَصْوَاتَهُمْ كما تَجْأَرُ الْبَقَرَةُ . «على أَعْقَابِكُمْ» /٦٦/ : رَجَعَ على عَقِبَيْهِ . «سَامِرًا» /٦٧/ : مِنَ السَّمَرِ ، وَالْجَمِيعُ السُّمَّارُ ، وَالسَّامِرُ هَا هُنَا فِي مَوْضِعِ الْجَمْعِ . «تُسْحَرُونَ» /٨٩/ : تَعْمَوْنَ ، مِنَ السِّحْرِ .

سورة المؤمنین

قال ابن عیینة: سَبْعَ طَرَائِقَ: سَبْعَ سَمَاوَاتٍ

آیت میں ہے "وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ" یعنی ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے آسمان پر "طرائق" کا اطلاع یا تو اس لئے کیا گیا کہ وہ فرشتوں کی آمد و رفت کے راستے ہیں یا اس لئے کہ تطارق کے معنی آتے ہیں ایک شئی کا دوسری شئی کے اوپر ہونا، کہتے ہیں طارق النعل جب ایک جوتا دوسرے جوتے کے اوپر رکھا ہوا ہو، تو آسمان بھی چونکہ ایک دوسرے کے اوپر ہیں اس لئے انہیں سبع طرائق سے تعبیر کیا۔ (۳۶)

لَهَا سَابِقُوْنَ: سَبَقَتْ لَهُمُ السَّعَادَةُ

"أُوْلٰئِكَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُوْنَ" یعنی پہلے سے چونکہ انہیں سعادت کا شرف حاصل ہے، اس بنا پر وہ نیکیوں کی طرف بڑھتے ہیں اور سبقت کرتے ہیں۔

قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ: خَائِفِيْنَ

"وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا آتَوْا وَقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلٰى رَبِّهِمْ رَاجِعُوْنَ" اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل اس سے خوف زدہ رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں، یعنی کیا جانے وہاں قبول ہوا یا نہ ہوا، آگے کام آئے یا نہ آئے اللہ کی راہ میں خرچ کرکے یہ کھٹکا لگا رہتا ہے، اپنے عمل پر مغرور نہیں ہوتے، نیکی کرنے کے باوجود ڈرتے ہیں، امام فرماتے ہیں

---

(۳۶) عمدة القاری: ۱۹/۷۰ والکشاف ۳/۱۷۹

"قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ" کے معنی ہیں ان کے دل خوف زدہ رہتے ہیں۔

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ: بَعِيْدٌ بَعِيْدٌ

آیت کریمہ میں ہے "هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ" بعید بہت ہی بعید ہے وہ بات جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے کافر کہتے تھے کہ کس قدر بعید از عقل بات ہے کہ ہڈیوں کے ریزے مٹی کے ذرات میں مل جانے کے بعد پھر قبروں سے آدمی بن کر اٹھیں گے؟ ایسی مہمل بات ماننے کو کون تیار ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آیت میں "هَيْهَاتَ" کے معنی ہیں بَعِيْدٌ: دور

فَاسْأَلِ الْعَادِّيْنَ: اَلْمَلَائِكَةَ

آیت میں ہے "قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّيْنَ" اس میں عادّین سے گننے والے اور حساب رکھنے والے فرشتے مراد ہیں۔

لَنَاكِبُوْنَ: لَعَادِلُوْنَ

"اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنَاكِبُوْنَ" بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں راہ راست سے ہٹ جانے والے ہیں، فرماتے ہیں لناکبون کے معنی ہیں عادلون: ہٹنے والے، اعراض کرنے والے، عدل عنہ: اعراض کرنا۔

كَالِحُوْنَ: عَابِسُوْنَ

"تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ" ان کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ بگڑے ہوئے اور بدشکل ہوں گے، فرماتے ہیں كَالِحُوْنَ کے معنی ہیں: ترش رو، بگڑی ہوئی شکل والے۔

وقال غيره: مِنْ سُلَالَةٍ: اَلْوَلَدُ، وَالنُّطْفَةُ السُّلَالَةُ

آیت میں ہے "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِيْنٍ" فرماتے ہیں کہ ولد اور نطفہ کو سُلالۃ

کہتے ہیں، اوپر عبارت میں "الولد" سُلالۃ کی تفسیر نہیں ہے بلکہ "الولد" اور النطفة معطوف معطوف علیہ مل کر مبتدا ہے، اور السلالة خبر ہے، ولد رحم مادر سے کھنچ کر آتا ہے، اس لئے اسے سلالہ کہتے ہیں، نطفہ بھی پشت سے کھنچ کر آتا ہے اس لئے اس پر بھی سلالہ کا اطلاق ہوتا ہے، سَلَّ الشئَ۔ سَلاًّ: کھینچنا سلالة وہ شئ جو دوسری چیز سے کھینچی گئی ہو، نچوڑی گئی ہو، خلاصہ اور نچوڑ (۴۷) یہاں آیت میں سلالہ کے معنی نطفے کے ہیں۔

وَالْجِنَّةُ وَالْجُنُونُ وَاحِدٌ

آیت میں ہے "اَمْ يَقُولُوْنَ بِهِ جِنَّةٌ" فرماتے ہیں کہ جنة اور جُنون دونوں کے معنی ایک ہیں۔

وَالْغُثَاءُ: الزَّبَدُ، وَمَا ارْتَفَعَ عَنِ الْمَاءِ، وَمَا لَا يُنْتَفَعُ بِهِ

آیت میں ہے "فَجَعَلْنَاهُمْ غُثَاءً، فَبُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ" غثاء کے معنی جھاگ کے ہیں یعنی وہ چیز جو پانی کے اوپر اٹھ جاتی ہے اور جس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

۲۳۸ - باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ النُّورِ.

«مِنْ خِلَالِهِ» /٤٣/: مِنْ بَيْنَ أَضْعَافِ السَّحَابِ. «سَنَا بَرْقِهِ» /٤٣/: الضِّيَاءُ. «مُذْعِنِينَ» /٤٩/: يُقَالُ لِلْمُسْتَخْذِي مُذْعِنٌ. «أَشْتَاتًا» /٦١/: وَشَتَّى وَشَتَاتٌ وَشَتٌّ وَاحِدٌ.

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «سُورَةٌ أَنْزَلْنَاهَا» /١/: بَيَّنَّاهَا.

وَقَالَ غَيْرُهُ: سُمِّيَ الْقُرْآنُ لِجَمَاعَةِ السُّوَرِ، وَسُمِّيَتِ السُّورَةُ لِأَنَّهَا مَقْطُوعَةٌ مِنَ الْأُخْرَى، فَلَمَّا قُرِنَ بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ سُمِّيَ قُرْآنًا.

وَقَالَ سَعْدُ بْنُ عِيَاضٍ الثُّمَالِيُّ: الْمِشْكَاةُ: الْكُوَّةُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ.

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: «إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ» /القيامة: ١٧/: تَأْلِيفَ بَعْضِهِ إِلَى بَعْضٍ «فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ» /القيامة: ١٨/: فَإِذَا جَمَعْنَاهُ وَأَلَّفْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ، أَيْ مَا جُمِعَ فِيهِ، فَاعْمَلْ بِمَا أَمَرَكَ وَانْتَهِ عَمَّا نَهَاكَ اللهُ. وَيُقَالُ: لَيْسَ لِشِعْرِهِ قُرْآنٌ، أَيْ تَأْلِيفٌ.

---

(۴۷) عمدة القاری: ۱۹/۷۱ - والمفردات فی غریب القرآن: ۲۳۰

وَسُمِّيَ الْفُرْقَانَ، لِأَنَّهُ يُفَرِّقُ بَيْنَ الحَقِّ وَالْبَاطِلِ. وَيُقَالُ: لِلْمَرْأَةِ: ما قَرَأَتْ بِسَلاً قَطُّ، أَيْ لَمْ تَجْمَعْ فِي بَطْنِهَا وَلَدًا. وَقَالَ: «فَرَّضْنَاهَا» /١/: أَنْزَلْنَا فِيهَا فَرَائِضَ مُخْتَلِفَةً، وَمَنْ قَرَأَ: «فَرَضْنَاهَا» يَقُولُ فَرَضْنَا عَلَيْكُمْ وَعَلَى مَنْ بَعْدَكُمْ.

قَالَ مُجَاهِدٌ: «أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا» /٣١/: لَمْ يَدْرُوا، لِمَا بِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ.

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: «غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ» /٣١/: مَنْ لَيْسَ لَهُ أَرَبٌ، وقَالَ طَاوُسٌ: هُوَ الْأَحْمَقُ الَّذِي لَا حاجَةَ لَهُ فِي النِّسَاءِ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: لَا يُهِمُّهُ إِلَّا بَطْنُهُ، وَلَا يُخَافُ على النِّسَاءِ.

سورة النور

مِن خِلَالِهِ: مِنْ بَيْنِ اَضْعَافِ السَّحَابِ

آیت میں ہے "فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ" یعنی پس تو دیکھے گا بارش کو کہ بادلوں کے درمیان سے نکل رہی ہے خِلال خَلَل کی جمع ہے، وسط اور دو چیزوں کے درمیان خلا کو کہتے ہیں، ابوعبیدہ نے تفسیر کی "مِن بین اضعاف السحاب" تہہ در تہہ بادلوں کے درمیان سے وہ بارش نکل رہی ہے۔

سَنَا بَرْقِهِ: الضِّيَاء

"يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ" اس بادل کی بجلی کی چمک کی حالت یہ ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس نے اب بینائی کو اچک لیا، فرماتے ہیں کہ "سَنَا بَرْقِهِ" کے معنی ہیں: روشنی، چمک۔

المشكاة: الكوة بلسان الحبشة

"مثل نوره كمشكوة فيها مصباح" اس کی روشنی کی مثال اس طاق کی طرح ہے جس میں ایک چراغ رکھا ہوا ہو۔ فرماتے ہیں کہ "مشکاۃ" کے معنی حبشی زبان میں روشندان اور طاق کے ہیں۔

مُذْعِنِيْنَ: يقال لِمُسْتَخْذِی (۱): مُذْعِنٌ

آیت میں ہے "وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ" یعنی ان منافقین کا اگر (کسی پر) حق نکلتا ہو

---

(۱) استخذی ای خضع والمستخذی المطیع (وانظر العمدة: ۱۹/۶۲، والفیض: ۴/۲۱۱)

تو گردن جھکائے ہوئے فیصلہ کرانے آپ کے پاس آئیں گے چونکہ جانتے ہیں کہ فیصلہ عدل وانصاف کے مطابق ہمارے حق میں ہوگا اور جب یہ ناحق پر ہوں تو فیصلے کے لئے آپ کے پاس نہیں آتے چونکہ سمجھتے ہیں کہ وہاں کسی کی رعایت نہیں ہوگی، فیصلہ حق کے مطابق ہوگا تو یہ ناکام ہونگے۔

عاجزی اور اطاعت کرنے والے کو مُسْتَخْذِی یعنی مُذْعِن کہتے ہیں۔

اَشْتَاتًا: وَشَتّٰی وَشَتَاتٌ وَشَتٌّ وَاحِدٌ

آیت میں ہے "لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا" یعنی کوئی گناہ تم پر نہیں چاہے مل کر کھاؤ یا جدا جدا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابوعبیدہ کی اتباع میں فرماتے ہیں کہ اَشْتَات، شَتَات اور شَتٌّ چاروں کے معنی ایک ہی ہیں، لیکن دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ اشتات جمع ہے اور اس کا مفرد شَتٌّ ہے۔ (۲) ابوعبیدہ کے کلام سے یہ تأثر ملتا ہے کہ اشتات، شَتّ کی جمع نہیں ہے بلکہ شَتٌّ کے معنی میں مستقل لفظ ہے۔

وقال ابن عباس: سُوْرَةٌ اَنْزَلْنَاهَا: بَيَّنَّاهَا

عام نسخوں میں اسی طرح ہے، قاضی عیاض نے کہا کہ درست عبارت یہ ہے "اَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا": بَيَّنَّاهَا۔ "بَيَّنَّاهَا": "فَرَضْنَاهَا" کی تفسیر ہے، اَنْزَلْنَاهَا کی تفسیر نہیں، طَبَری کی روایت سے قاضی عیاض کے قول کی تائید ہوتی ہے (۳) طبری نے علی ابن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے فَرَضْنَاهَا يقول: بَيَّنَّاهَا (۴)

وقال غيره: سُمِّيَ الْقُرْآنُ لِجَمَاعَةِ السُّوَرِ، وَسُمِّيَتِ السُّوْرَةُ لِاَنَّهَا مَقْطُوْعَةٌ مِّنَ الْاُخْرٰى فَلَمَّا قُرِنَ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ، سُمِّيَ قُرْآنًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے غیر یعنی ابوعبیدہ نے کہا کہ قرآن کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ قرآن کے معنی جمع کرنے کے ہیں اور چونکہ قرآن کے اندر سورتیں جمع کی گئی ہیں اس لئے اسے قرآن کہا گیا۔

---

(۲) فتح الباری: ۸/۴۳۷

۳) فتح الباری: ۸/۴۳۷

(۴) فتح الباری: ۸/۴۳۷

اور سورت کو سورت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ "سُؤرٌ" سے ماخوذ ہے اور "سُؤرٌ" بَقِيَّةُ الشَّئِ کو کہتے ہیں اور "بقية" شئ سے علیحدہ ہوتا ہے اسی طرح سورت بھی دوسری سورت سے علیحدہ ہوتی ہے، جب بعض سورتوں کو دوسری بعض سورتوں کے ساتھ ملایا گیا تو اس کا نام قرآن رکھ دیا گیا۔

وقوله تعالیٰ: اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْآنَهٗ: تَأْلِيفُ بَعْضِهٖ اِلٰى بَعْضٍ

سورۃ قیامہ کی اس آیت میں بھی "قرآن" کے معنی بعض حصوں کو بعض کے ساتھ ملانے کے ہیں۔

ويقال: لَيْسَ لِشِعْرِهٖ قُرْآنٌ، اَيْ تَأْلِيفٌ

جب کسی کے اشعار کسی مجموعہ میں جمع نہ کئے گئے ہوں تو کہا جاتا ہے کہ اس کے اشعار کے لئے قرآن نہیں ہے یعنی ان کو جمع نہیں کیا گیا۔

وَيُقَالُ لِلْمَرْاَةِ: مَاقَرَاَتْ بِسَلًا قَطُّ، اَيْ لَمْ تَجْمَعْ فِيْ بَطْنِهَا وَلَدًا

عورت کے متعلق بولتے ہیں، مَاقَرَاَتْ بِسَلًا قَطُّ یعنی اس نے اپنے پیٹ میں بچے کو جمع نہیں کیا اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن قَرَأَ سے بھی مشتق ہوسکتا ہے، قَرَأَ کے معنی بھی جمع کرنے کے آتے ہیں۔

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا: لَمْ يَدْرُوْا لِمَا بِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ

آیت میں ہے "اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ" یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردہ کی باتوں سے ابھی واقف نہیں ہوئے (یعنی ایسے نابالغ بچے جنہیں شہوت کی کچھ خبر نہیں ان سے پردہ نہیں) امام فرماتے ہیں کہ "لَمْ يَظْهَرُوْا" کے معنی ہیں وہ بچپن کی وجہ سے جانتے نہیں ہیں۔

٢٣٩ – باب : قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ : «وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ» /٦/ .

٤٤٦٨ : حدّثنا إسْحٰقُ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قالَ : حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ : أَنَّ عُوَيْمِرًا أَتَى عاصِمَ بْنَ عَدِيٍّ ، وَكانَ سَيِّدَ بَنِي عَجْلَانَ ، فَقَالَ : كَيْفَ تَقُولُونَ فِي رَجُلٍ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا ، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ ، أَمْ كَيْفَ يَصْنَعُ ؟

سَلْ لِي رَسُولَ ٱللهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ. فَأَتَى عاصِمٌ النَّبِيَّ ﷺ فَقالَ: يَا رَسُولَ ٱللهِ، فَكَرِهَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ المَسَائِلَ، فَسَأَلَهُ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ كَرِهَ المَسَائِلَ وَعابَهَا، قالَ عُوَيْمِرٌ: وَٱللهِ لَا أَنْتَهِي حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ، فَجَاءَ عُوَيْمِرٌ فَقالَ: يَا رَسُولَ ٱللهِ، رَجُلٌ وَجَدَ مَعَ ٱمْرَأَتِهِ رَجُلاً، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ، أَمْ كَيْفَ يَصْنَعُ؟ فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ: (قَدْ أَنْزَلَ ٱللهُ الْقُرْآنَ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ). فَأَمَرَهُما رَسُولُ ٱللهِ ﷺ بِالْمُلَاعَنَةِ بِمَا سَمَّى ٱللهُ فِي كِتَابِهِ، فَلَاعَنَهَا، ثُمَّ قالَ: يَا رَسُولَ ٱللهِ، إِنْ حَبَسْتُهَا فَقَدْ ظَلَمْتُهَا، فَطَلَّقَهَا، فَكانَتْ سُنَّةً لِمَنْ كانَ بَعْدَهُما فِي المُتَلاعِنَيْنِ، ثُمَّ قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ: (ٱنْظُرُوا، فَإِنْ جاءَتْ بِهِ أَسْحَمَ، أَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ، عَظِيمَ الْأَلْيَتَيْنِ، خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ، فَلَا أَحْسِبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أُحَيْمِرَ، كَأَنَّهُ وَحَرَةٌ، فَلَا أَحْسَبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ كَذَبَ عَلَيْهَا). فَجاءَتْ بِهِ عَلَى النَّعْتِ الَّذِي نَعَتَ بِهِ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ مِنْ تَصْدِيقِ عُوَيْمِرٍ، فَكانَ بَعْدُ يُنْسَبُ إِلَى أُمِّهِ. [ر: ٤١٣]

٢٤٠ – باب: «وَالخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَةَ ٱللهِ عَلَيْهِ إِنْ كانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ» /٧/.

٤٤٦٩: حدّثني سلَيْمانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ رَجلاً أَتَى رَسولَ ٱللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ ٱللهِ، أَرَأَيْتَ رَجُلاً رَأَى مَعَ ٱمْرَأَتِهِ رَجُلاً، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ فَأَنْزَلَ ٱللهُ فِيهِمَا ما ذُكِرَ فِي الْقُرْآنِ مِنَ التَّلَاعُنِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ: (قَدْ قَضَى ٱللهُ فِيكَ وَفِي ٱمْرَأَتِكَ). قالَ: فَتَلَاعَنَا وَأَنَا شَاهِدٌ عِنْدَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ، فَفارَقَهَا، فَكَانَتْ سُنَّةً أَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَ المُتَلَاعِنَيْنِ، وَكانَتْ حامِلاً، فَأَنْكَرَ حَمْلَهَا، وَكانَ ٱبْنُهَا يُدْعَى إِلَيْهَا، ثمَّ جَرَتِ السُّنَّةُ فِي المِيرَاثِ: أَنْ يَرِثَهَا وَتَرِثَ مِنْهُ، ما فَرَضَ ٱللهُ لَهَا.

[ر: ٤١٣]

٢٤١ – باب: «وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِٱللهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ» /٨/.

٤٤٧٠: حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ ٱمْرَأَتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِشَرِيكِ ٱبْنِ سَحْمَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: (الْبَيِّنَةَ أَوْ حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ). فَقَالَ: يَا رَسُولَ ٱللهِ، إِذَا رَأَى أَحَدُنَا عَلَى ٱمْرَأَتِهِ رَجُلاً يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: (الْبَيِّنَةَ وَإِلَّا حَدٌّ فِي

ظَهْرِكَ). فَقَالَ هِلَالٌ : وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ إِنِّي لَصَادِقٌ ، فَلَيُنْزِلَنَّ اللهُ ما يُبَرِّئُ ظَهْرِي مِنَ الحَدِّ ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ : «وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ – فَقَرَأَ حَتَّى بَلَغَ – إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ». فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا ، فَجَاءَ هِلَالٌ فَشَهِدَ ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ : (إِنَّ اللهَ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ). ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ ، فَلَمَّا كَانَتْ عِنْدَ الخَامِسَةِ وَقَّفُوهَا وَقَالُوا : إِنَّهَا مُوجِبَةٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : فَتَلَكَّأَتْ وَنَكَصَتْ ، حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهَا تَرْجِعُ ، ثُمَّ قَالَتْ : لَا أَفْضَحُ قَوْمِي سَائِرَ اليَوْمِ ، فَمَضَتْ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَبْصِرُوهَا ، فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ ، سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ ، خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ ، فَهُوَ لِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ). فَجَاءَتْ بِهِ كَذٰلِكَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَوْلَا مَا مَضَى مِنْ كِتَابِ اللهِ ، لَكَانَ لِي وَلَهَا شَأْنٌ)

[ر : ٢٥٢٦]

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس سے پہلے حضرت سہل بن ساعدؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لعان کی آیات حضرت عویمر عجلانی کے متعلق نازل ہوئی ہیں اور حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہلال ابن امیہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

بعضوں نے کہا کہ مذکورہ آیات حضرت عویمرؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور بعضوں نے ترجیح اس بات کو دی کہ یہ حضرت ہلال بن امیہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا میلان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نزول دو مرتبہ ہوا لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آیات لعان کا نزول تو درحقیقت حضرت ہلال ابن امیہ کے قصہ سے متعلق ہے البتہ بعد میں حضرت عویمر کے ساتھ بھی چونکہ اسی طرح کا واقعہ پیش آیا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیات کا فیصلہ ان کو بھی پڑھ کر سنایا، اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ہلال کے قصہ میں حدیث کے الفاظ ہیں "فنزل جبریل" جبکہ حضرت عویمر کے واقعہ میں الفاظ حدیث ہیں "قد انزل اللہ فیک" جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ساتھ پیش آئے ہوئے واقعے جیسے ایک واقعہ میں اس کا حکم نازل ہوا ہے۔ (۵)

لعان کے متعلق دیگر بحثیں انشاء اللہ آگے باب اللعان میں آئیں گی یہاں آیت سے متعلق شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کا تفسیری حاشیہ نقل کیا جاتا ہے، علامہ لکھتے ہیں :

---

(۵) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۸/ ۴۵۰

"جو اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے ، اولاً اس سے چار گواہ طلب کئے جائیں گے ، اگر پیش کردے تو عورت پر حد زنا جاری کردی جائے گی، اگر گواہ نہ لاسکا تو اس کو کہا جائے گا کہ چار مرتبہ قسم کھاکر بیان کرے کہ وہ اپنے اس دعویٰ میں سچا ہے (یعنی جو تہمت اس نے اپنی بیوی پر لگائی ہے اس میں وہ جھوٹ نہیں بولا) گویا چار گواہوں کی جگہ خود اس کی یہ چار حلفیہ شہادتیں ہوئیں اور آخر میں پانچویں مرتبہ یہ الفاظ کہنے ہوں گے "اگر وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہو تو اس پر خدا کی لعنت اور پھٹکار" اگر الفاظ مذکورہ بالا کہنے سے انکار کرے تو حبس کیا جائے گا اور حاکم اسے مجبور کرے گا کہ یا اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے تو حد قذف لگے گی اور یا پانچ مرتبہ وہی الفاظ کہے جو اوپر مذکور ہوئے اگر کہہ لئے تو پھر عورت سے کہا جائے گا کہ وہ چار مرتبہ قسم کھاکر بیان کرے کہ "یہ مرد تہمت لگانے میں جھوٹا ہے" اور پانچویں مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ "اللہ کا غضب آوے اس عورت پر، اگر یہ مرد اپنے دعویٰ میں سچا ہو" تاوقتیکہ عورت یہ الفاظ نہ کہے گی اس کو قید میں رکھیں گے اور مجبور کریں گے کہ یا صاف طور پر مرد کے دعوے کی تصدیق کرے تب تو حد زنا اس پر جاری ہوگی اور یا مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ اس کی تکذیب کرے ، اگر اس نے بھی مرد کی طرح یہ الفاظ کہہ دیئے اور لعان سے فراغت ہوئی تو اس عورت سے صحبت اور دواعی صحبت سب حرام ہوگئے پھر اگر مرد نے اس کو طلاق دے دی فبہا ورنہ قاضی ان میں تفریق کردے ، گو دونوں رضامند نہ ہوں یعنی زبان سے کہہ دے میں نے ان میں تفریق کی اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہوگی" ۔ (٦)

ان آیات کے نزول کے متعلق ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن حبّان کی رائے ہے کہ شعبان سنہ ۹ ھ میں یہ نازل ہوئی ہیں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ ان آیات کا نزول غزوۂ تبوک کے بعد سنہ ۱۰ھ میں ہوا ہے ۔ (۷)

حدیث باب سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ لعان کے بعد اس حمل سے جو بچہ پیدا ہو وہ اس کے شوہر کی طرف منسوب نہیں ہوگا بلکہ اس کی نسبت اس کی ماں کی طرف کی جائے گی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر عجلانی اور ہلال بن امیہ کے متعلق یہی فیصلہ فرمایا۔

٢٤٢ – باب . قَوْلِهِ : «وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ ٱللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ» /٩/ .

٤٤٧١ : حدّثنا مُقَدَّمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَىٰ : حَدَّثَنَا عَمِّي الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيَىٰ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللَّهِ ، وَقَدْ سَمِعَ مِنْهُ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَجُلاً رَمَى ٱمْرَأَتَهُ ، فَٱنْتَفَى مِنْ

---

(٦) تفسیر عثمانی: ۴٦٧ فائدہ نمبر۱

(۷) فتح الباری: ۹/ ۳۹۷ وتکملة فتح الملهم: ۱/ ۲۲۳

وَلَدِهَا ، فِي زَمَانِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَتَلَاعَنَا كَمَا قَالَ ٱللهُ ، ثُمَّ قَضَى بِالْوَلَدِ لِلْمَرْأَةِ ، وَفَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ . [٥٠٠١ ، ٥٠٠٥ - ٥٠٠٩ ، ٥٠٣٤ ، ٥٠٣٥ ، ٦٣٦٧]

٢٤٣ - باب : قَوْلِهِ : «إِنَّ الَّذِينَ جَاؤُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ» /١١/ .

«أَفَّاكٌ» /الشعراء: ٢٢٢/ و /الجاثية: ٧/ : كَذَّابٌ .

٤٤٧٢ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : «وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ» . قَالَتْ : عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أُبَيٍّ ٱبْنُ سَلُولَ .
[ر : ٢٤٥٣]

٢٤٤ - باب : قَوْلِهِ :

«لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هٰذَا إِفْكٌ مُبِينٌ . «لَوْلَا جَاؤُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولٰئِكَ عِنْدَ ٱللهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ» /١٢ ، ١٣/ .

٤٤٧٣ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ ، وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ ، وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ ، وَعُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ ٱبْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ ، عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوا ، فَبَرَّأَهَا ٱللهُ مِمَّا قَالُوا ، وَكُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيثِ ، وَبَعْضُ حَدِيثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا ، وَإِنْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ ، الَّذِي حَدَّثَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ : كَانَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ مَعَهُ ، قَالَتْ عَائِشَةُ : فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ سَهْمِي ، فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ بَعْدَ مَا نَزَلَ الْحِجَابُ ، فَأَنَا أُحْمَلُ فِي هَوْدَجِي وَأُنْزَلُ فِيهِ ، فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا فَرَغَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ مِنْ غَزْوَتِهِ تِلْكَ وَقَفَلَ ،

(۴۴۷۱)اخرجه البخاری ایضاً فی کتاب الطلاق، باب اخلاف الملاعن، رقم الحدیث: ٥٣٠٦، و فی کتاب الطلاق، باب التفریق بین المتلاعنین، رقم الحدیث: ۵۳۱۳، و رقم: ۵۳۱۴، و باب یلحق الولد بالملاعن، رقم الحدیث: ۵۳۱۵، و فی کتاب الفرائض، باب میراث الملاعنة، رقم الحدیث: ٦٧٤٨، (مع الفتح)، واخرجه مسلم فی کتاب اللعان، رقم الحدیث: ۱۴۹۴، و اخرجه النسائی فی التفسیر، باب والذین یرمون ازواجهم، رقم الحدیث: ۱۱۳۵۷، ۱۱۳۵۸

وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ قافِلِينَ ، آذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيلِ ، فَقُمْتُ حِينَ آذَنُوا بِالرَّحِيلِ ، فَمَشَيْتُ حَتَّى جاوَزْتُ الْجَيْشَ ، فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِي أَقْبَلْتُ إِلَى رَحْلِي ، فَإِذَا عِقْدٌ لِي مِنْ جَزْعِ ظَفَارِ قَدِ انْقَطَعَ ، فَالْتَمَسْتُ عِقْدِي وَحَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهُ ، وَأَقْبَلَ الرَّهْطُ الَّذِينَ كانُوا يَرْحَلُونَ لِي فَاحْتَمَلُوا هَوْدَجِي ، فَرَحَلُوهُ عَلَى بَعِيرِي الَّذِي كُنْتُ رَكِبْتُ وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنِّي فِيهِ ، وَكانَ النِّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يُثْقِلْهُنَّ اللَّحْمُ ، إِنَّمَا تَأْكُلُ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ ، فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ خِفَّةَ الْهَوْدَجِ حِينَ رَفَعُوهُ ، وَكُنْتُ جارِيَةً حَدِيثَةَ السِّنِّ ، فَبَعَثُوا الْجَمَلَ وَسَارُوا ، فَوَجَدْتُ عِقْدِي بَعْدَ ما اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ ، فَجِئْتُ مَنَازِلَهُمْ وَلَيْسَ بِهَا دَاعٍ وَلَا مُجِيبٌ ، فَأَمَمْتُ مَنْزِلِي الَّذِي كُنْتُ بِهِ ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَيَفْقِدُونَنِي فَيَرْجِعُونَ إِلَيَّ ، فَبَيْنَا أَنَا جالِسَةٌ فِي مَنْزِلِي غَلَبَتْنِي عَيْنِي فَنِمْتُ ، وَكانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ ، فَأَدْلَجَ فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِي ، فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ ، فَأَتَانِي فَعَرَفَنِي حِينَ رَآنِي ، وَكانَ يَرَانِي قَبْلَ الْحِجَابِ ، فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجاعِهِ حِينَ عَرَفَنِي ، فَخَمَّرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابِي ، وَاللهِ ما كَلَّمَنِي كَلِمَةً وَلَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ اسْتِرْجاعِهِ ، حَتَّى أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِئَ عَلَى يَدَيْهَا فَرَكِبْتُهَا ، فَانْطَلَقَ يَقُودُ بِي الرَّاحِلَةَ ، حَتَّى أَتَيْنَا الْجَيْشَ بَعْدَ ما نَزَلُوا مُوغِرِينَ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ ، فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ ، وَكانَ الَّذِي تَوَلَّى الْإِفْكَ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيِّ ابْنَ سَلُولَ ، فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ، فَاشْتَكَيْتُ حِينَ قَدِمْتُ شَهْرًا ، وَالنَّاسُ يُفِيضُونَ فِي قَوْلِ أَصْحَابِ الْإِفْكِ ، لَا أَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ ، وَهُوَ يَرِيبُنِي فِي وَجَعِي أَنِّي لَا أَعْرِفُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ اللُّطْفَ الَّذِي كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِينَ أَشْتَكِي ، إِنَّمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُولُ : (كَيْفَ تِيكُمْ) . ثُمَّ يَنْصَرِفُ ، فَذَاكَ الَّذِي يَرِيبُنِي وَلَا أَشْعُرُ ، حَتَّى خَرَجْتُ بَعْدَ ما نَقَهْتُ ، فَخَرَجَتْ مَعِي أُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ ، وَهُوَ مُتَبَرَّزُنَا ، وَكُنَّا لَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلًا إِلَى لَيْلٍ ، وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ نَتَّخِذَ الْكُنُفَ قَرِيبًا مِنْ بُيُوتِنَا ، وَأَمْرُنَا أَمْرُ الْعَرَبِ الْأُوَلِ فِي التَّبَرُّزِ قِبَلَ الْغَائِطِ ، فَكُنَّا نَتَأَذَّى بِالْكُنُفِ أَنْ نَتَّخِذَهَا عِنْدَ بُيُوتِنَا ، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ ، وَهِيَ ابْنَةُ أَبِي رُهْمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ ، وَأُمُّهَا بِنْتُ صَخْرِ بْنِ عامِرٍ خالَةُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ ، وَابْنُهَا مِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ ، فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ بَيْتِي قَدْ فَرَغْنَا مِنْ شَأْنِنَا ، فَعَثَرَتْ أُمُّ مِسْطَحٍ فِي مِرْطِهَا ، فَقَالَتْ : تَعِسَ مِسْطَحٌ ، فَقُلْتُ لَهَا : بِئْسَ ما قُلْتِ ، أَتَسُبِّينَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا ، قالَتْ : أَيْ هَنْتَاهُ ، أَوَلَمْ تَسْمَعِي ما قالَ ؟ قالَتْ : قُلْتُ : وَما قالَ ؟ فَأَخْبَرَتْنِي بِقَوْلِ أَهْلِ الْإِفْكِ ، فَازْدَدْتُ مَرَضًا

عَلَى مَرَضِي ، فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي وَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ – تَعْنِي – سَلَّمَ ثُمَّ قَالَ : (كَيْفَ تِيكُمْ) . فَقُلْتُ : أَتَأْذَنُ لِي أَنْ آتِيَ أَبَوَيَّ ؟ قَالَتْ : وَأَنَا حِينَئِذٍ أُرِيدُ أَنْ أَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا ، قَالَتْ : فَأَذِنَ لِي رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَجِئْتُ أَبَوَيَّ فَقُلْتُ لِأُمِّي : يَا أُمَّتَاهْ ما يَتَحَدَّثُ النَّاسُ ؟ قَالَتْ : يَا بُنَيَّةُ هَوِّنِي عَلَيْكِ ، فَوَٱللهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ ٱمْرَأَةٌ قَطُّ وَضِيئَةٌ ، عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا ، وَلَهَا ضَرَائِرُ إِلَّا كَثَّرْنَ عَلَيْهَا . قَالَتْ : فَقُلْتُ : سُبْحَانَ ٱللهِ ، وَلَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهٰذَا ؟ قَالَتْ : فَبَكَيْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتَّى أَصْبَحْتُ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ ، وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ حَتَّى أَصْبَحْتُ أَبْكِي ، فَدَعَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا حِينَ ٱسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ ، يَسْتَأْمِرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ ، قَالَتْ : فَأَمَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَأَشَارَ عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ بِالَّذِي يَعْلَمُ مِنْ بَرَاءَةِ أَهْلِهِ ، وَبِالَّذِي يَعْلَمُ لَهُمْ فِي نَفْسِهِ مِنَ الْوُدِّ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَهْلَكَ وَمَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا . وَأَمَّا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ لَمْ يُضَيِّقِ ٱللهُ عَلَيْكَ ، وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيرٌ ، وَإِنْ تَسْأَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ ، قَالَتْ : فَدَعَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ بَرِيرَةَ فَقَالَ : (أَيْ بَرِيرَةُ ، هَلْ رَأَيْتِ مِنْ شَيْءٍ يَرِيبُكِ) . قَالَتْ بَرِيرَةُ : لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ ، إِنْ رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ عَلَيْهَا أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ ، تَنَامُ عَنْ عَجِينِ أَهْلِهَا ، فَتَأْتِي ٱلدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ فَقَامَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَٱسْتَعْذَرَ يَوْمَئِذٍ مِنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أُبَيٍّ ٱبْنِ سَلُولَ ، فَقَالَتْ : فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى ٱلْمِنْبَرِ : (يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ ، مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي ، فَوَٱللهِ ما عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا ، وَلَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلاً ما عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا ، وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي) . فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَنَا أَعْذِرُكَ مِنْهُ ، إِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَهُ ، وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ ، أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا أَمْرَكَ . قَالَتْ : فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ ، وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ ، وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلاً صَالِحًا ، وَلٰكِنِ ٱحْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ ، فَقَالَ لِسَعْدٍ : كَذَبْتَ لَعَمْرُ ٱللهِ ، لَا تَقْتُلُهُ وَلَا تَقْدِرُ عَلَى قَتْلِهِ . فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ ، وَهُوَ ٱبْنُ عَمِّ سَعْدٍ ، فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ : كَذَبْتَ لَعَمْرُ ٱللهِ لَنَقْتُلَنَّهُ ، فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ . فَتَثَاوَرَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتَّى هَمُّوا أَنْ يَقْتَتِلُوا ، وَرَسُولُ ٱللهِ ﷺ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ ، فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَتُوا وَسَكَتَ . قَالَتْ : فَمَكَثْتُ يَوْمِي ذٰلِكَ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ، قَالَتْ : فَأَصْبَحَ أَبَوَايَ عِنْدِي وَقَدْ

بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا ، لَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ، وَلَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ ، يَظُنَّانِ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِي ، قالَتْ : فَبَيْنَا هُما جالِسَانِ عِنْدِي وَأَنَا أَبْكِي ، فَٱسْتَأْذَنَتْ عَلَيَّ ٱمْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصارِ فَأَذِنْتُ لَهَا ، فَجَلَسَتْ تَبْكِي مَعِي ، قالَتْ : فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذٰلِكَ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ ، قالَتْ : وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِي مُنْذُ قِيلَ ما قِيلَ قَبْلَهَا ، وَقَدْ لَبِثَ شَهْرًا لَا يُوحٰى إِلَيْهِ فِي شَأْنِي . قالَتْ : فَتَشَهَّدَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ حِينَ جَلَسَ ، ثُمَّ قالَ : (أَمَّا بَعْدُ ، يَا عائِشَةُ فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَكَذَا ، فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ ٱللهُ ، وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَٱسْتَغْفِرِي ٱللهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ ، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا ٱعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ إِلَى ٱللهِ تَابَ ٱللهُ عَلَيْهِ) . قالَتْ : فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ ٱللهِ ﷺ مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِي ، حَتَّى ما أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً ، فَقُلْتُ لِأَبِي : أَجِبْ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ فِيما قالَ ، قالَ : وَٱللهِ ما أَدْرِي ما أَقُولُ لِرَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَقُلْتُ لِأُمِّي : أَجِيبِي رَسُولَ ٱللهِ ﷺ ، قالَتْ : ما أَدْرِي ما أَقُولُ لِرَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، قالَتْ : فَقُلْتُ ، وَأَنَا جارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ لَا أَقْرَأُ كَثِيرًا مِنَ الْقُرْآنِ : إِنِّي وَٱللهِ لَقَدْ عَلِمْتُ : لَقَدْ سَمِعْتُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ حَتَّى ٱسْتَقَرَّ فِي أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ ، فَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي بَرِيئَةٌ ، وَٱللهُ يَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ ، لَا تُصَدِّقُونَنِي بِذٰلِكَ ، وَلَئِنِ ٱعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ ، وَٱللهُ يَعْلَمُ أَنِّي مِنْهُ بَرِيئَةٌ لَتُصَدِّقُنِّي ، وَٱللهِ ما أَجِدُ لَكُمْ مَثَلًا إِلَّا قَوْلَ أَبِي يُوسُفَ قالَ : «فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَٱللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى ما تَصِفُونَ» . قالَتْ : ثُمَّ تَحَوَّلْتُ فَٱضْطَجَعْتُ عَلَى فِرَاشِي ، قالَتْ وَأَنَا حِينَئِذٍ أَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ ، وَأَنَّ ٱللهَ مُبَرِّئِي بِبَرَاءَتِي ، وَلٰكِنْ وَٱللهِ ما كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ ٱللهَ مُنْزِلٌ فِي شَأْنِي وَحْيًا يُتْلَى ، وَلَشَأْنِي فِي نَفْسِي كانَ أَحْقَرَ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ ٱللهُ فِيَّ بِأَمْرٍ يُتْلَى ، وَلٰكِنْ كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرَى رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي ٱللهُ بِهَا . قالَتْ : فَوَٱللهِ ما رَامَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، وَلَا خَرَجَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ ، حَتَّى أُنْزِلَ عَلَيْهِ ، فَأَخَذَهُ ما كانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ ، حَتَّى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ الْجُمَانِ مِنَ الْعَرَقِ ، وَهُوَ فِي يَوْمٍ شَاتٍ ، مِنْ ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِي يُنْزَلُ عَلَيْهِ . قالَتْ : فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ سُرِّيَ عَنْهُ وَهُوَ يَضْحَكُ ، فَكانَتْ أَوَّلُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا : (يَا عائِشَةُ ، أَمَّا ٱللهُ عَزَّ وَجَلَّ فَقَدْ بَرَّأَكِ) . فَقَالَتْ أُمِّي : قُومِي إِلَيْهِ ، قالَتْ : فَقُلْتُ : وَٱللهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ وَلَا أَحْمَدُ إِلَّا ٱللهَ عَزَّ وَجَلَّ ، وَأَنْزَلَ ٱللهُ : «إِنَّ الَّذِينَ جاؤُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ» . الْعَشْرَ الآيَاتِ كُلَّهَا ، فَلَمَّا أَنْزَلَ ٱللهُ هٰذَا فِي بَرَاءَتِي ، قالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، وَكانَ يُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ وَفَقْرِهِ : وَٱللهِ لَا أُنْفِقُ

عَلَى مِسْطَحٍ شَيْئًا أَبَدًا ، بَعْدَ الَّذِي قالَ لِعَائِشَةَ ما قالَ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ : «وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ ٱللهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ ٱللهُ لَكُمْ وَٱللهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ» . قالَ أَبُو بَكْرٍ : بَلَى وَٱللهِ إِنِّي أُحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ ٱللهُ لِي ، فَرَجَعَ إِلَى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِي كانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ ، وَقالَ : وَٱللهِ لَا أَنْزِعُهَا مِنْهُ أَبَدًا ، قالَتْ عائِشَةُ : وَكانَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يَسْأَلُ زَيْنَبَ ٱبْنَةَ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِي ، فَقَالَ : (يَا زَيْنَبُ ماذَا عَلِمْتِ ، أَوْ رَأَيْتِ) . فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَحْمِي سَمْعِي وَبَصَرِي ، ما عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا ، قالَتْ : وَهْيَ الَّتِي كانَتْ تُسَامِينِي مِنْ أَزْوَاجِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ فَعَصَمَهَا ٱللهُ بِالْوَرَعِ ، وَطَفِقَتْ أُخْتُهَا حَمْنَةُ تُحَارِبُ لَهَا ، فَهَلَكَتْ فِيمَنْ هَلَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْإِفْكِ . [ر : ٢٤٥٣]

٢٤٥ – باب : قَوْلِهِ : «وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي ٱلدُّنْيَا وَالآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ» /١٤/ .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «تَلَقَّوْنَهُ» /١٥/ : يَرْوِيهِ بَعْضُكُمْ عَنْ بَعْضٍ . «تُفِيضُونَ» /يونس: ٦١/ و /الأحقاف: ٨/ : تَقُولُونَ .

٤٤٧٤ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُلَيْمانُ ، عَنْ حُصَيْنٍ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ أُمِّ رُومانَ أُمِّ عائِشَةَ أَنَّهَا قالَتْ : لَمَّا رُمِيَتْ عائِشَةُ خَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا . [ر : ٢٤٥٣]

٢٤٦ – باب : «إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ ما لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ ٱللهِ عَظِيمٌ» /١٥/ .

٤٤٧٥ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : أَنَّ ٱبْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ : قالَ ٱبْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ : سَمِعْتُ عائِشَةَ تَقْرَأُ : إِذْ تَلِقُونَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ .[ر: ٣٩١٣]

٢٤٧ – باب : «وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ ما يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ» /١٦/ .

٤٤٧٦ : حدّثنا محمّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ قالَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ قالَ : ٱسْتَأْذَنَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ ، قَبْلَ مَوْتِهَا ، عَلَى عائِشَةَ ، وَهِيَ مَغْلُوبَةٌ ، قالَتْ : أَخْشَى أَنْ يُثْنِيَ عَلَيَّ ، فَقِيلَ : ٱبْنُ عَمِّ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، وَمِنْ وُجُوهِ الْمُسْلِمِينَ ؟ قالَتْ : ٱئْذَنُوا لَهُ ، فَقَالَ كَيْفَ تَجِدِينَكِ ؟ قالَتْ : بِخَيْرٍ إِنِ ٱتَّقَيْتُ ، قالَ : فَأَنْتِ بِخَيْرٍ إِنْ شَاءَ ٱللهُ ،

زَوْجَةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، وَلَمْ يَنْكِحْ بِكْرًا غَيْرَكِ ، وَنَزَلَ عُذْرُكِ مِنَ السَّمَاءِ . وَدَخَلَ ٱبْنُ الزُّبَيْرِ خِلَافَهُ ، فَقَالَتْ : دَخَلَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ ، فَأَثْنَى عَلَيَّ ، وَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ نِسْيًا مَنْسِيًّا .

حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ عَوْنٍ ، عَنِ الْقَاسِمِ : أَنَّ ٱبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ ٱسْتَأْذَنَ عَلَى عائِشَةَ نَحْوَهُ ، وَلَمْ يَذْكُرْ : نِسْيًا مَنْسِيًّا .

[ر : ۳۵٦۰]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نزع کاوقت تھا، حضرت ابن عباسؓ نے ان کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی (امام احمد اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ اجازت حضرت عائشہؓ کے غلام ذکوان کے ذریعہ سے مانگی تھی) (۸) حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ آکر میری تعریف کریں گے (اور تعریف سے آدمی کے اندر خودپسندی پیدا ہوتی ہے اور یہ وقت ایسا ہے کہ اس میں آدمی کو اللہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے، اپنے نفس کی طرف توجہ کسی بھی طرح مناسب نہیں ہے اس لئے اجازت دینے میں انہیں تشویش تھی) تو کہا گیا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور ذی وجاہت مسلمانوں میں سے ہیں اس لئے ان کا لحاظ ضروری ہے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا اجازت دیدو، حضرت ابن عباسؓ نے پوچھا آپ اپنے آپ کو کیسا پا رہی ہیں؟ فرمایا کہ اگر میرے اندر خدا کا خوف ہے تو پھر خیر ہی خیر ہے، حضرت ابن عباسؓ نے ان کی تعریف شروع کی کہ آپ تو انشاء اللہ خیر کے ساتھ رہیں گی کیونکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں، آپ کے سوا کسی کنواری عورت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح نہیں کیا اور آپ کا عذر و برأت آسمان سے نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباسؓ کے تشریف لے جانے کے بعد آپ کی خدمت میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما داخل ہوئے تو ان سے فرمانے لگیں۔

دخل ابن عباس، فَأَثْنٰى عَلَيَّ، وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا

”ابن عباس نے داخل ہوکر میری تعریف کی، میری تو خواہش یہ ہے کہ میں بھولی بسری (اور گمنام) ہوتی۔“

اس جملہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خوف خدا، بے نفسی اور تقویٰ کے مقام بلند کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، حدیث افک کا ترجمہ اور تفصیل کتاب المغازی میں گزر چکی ہے۔ (۹)

---

(۸) فتح الباری: ۸/ ۴۸۴

(۹) دیکھیے کشف الباری، کتاب المغازی: ۳۳۸

٢٤٨ – باب : «يَعِظُكُمُ ٱللهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا» /١٧/ .

٤٤٧٧ : حدّثنا مُحمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : جاءَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا ، قُلْتُ : أَتَأْذَنِينَ لِهٰذَا ؟ قالَتْ : أَوَ لَيْسَ قَدْ أَصَابَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ، قالَ سُفْيَانُ : تَعْنِي ذَهَابَ بَصَرِهِ ، فَقَالَ :

حَصَانٌ رَزَانٌ ما تُزَنُّ بِرِيبَةٍ وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ

قالَتْ : لٰكِنْ أَنْتَ . [ر : ٣٩١٥]

٢٤٩ – باب : قَوْلِهِ : «وَيُبَيِّنُ ٱللهُ لَكُمُ الآيَاتِ وَٱللهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ» /١٨/ .

٤٤٧٨ : حدَّثَني مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي عَدِيٍّ : أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى ، عَنْ مَسْرُوقٍ قالَ : دَخَلَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ عَلَى عائِشَةَ فَشَبَّبَ وَقالَ :

حَصَانٌ رَزَانٌ ما تُزَنُّ بِرِيبَةٍ وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ

قالَتْ : لَسْتَ كَذَاكَ . قُلْتُ : تَدَعِينَ مِثْلَ هٰذَا يَدْخُلُ عَلَيْكِ ، وَقَدْ أَنْزَلَ ٱللهُ : «وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ» . فَقَالَتْ : وَأَيُّ عَذَابٍ أَشَدُّ مِنَ الْعَمٰى . وَقالَتْ : وَقَدْ كانَ يَرُدُّ عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ .

[ر : ٣٩١٥]

٢٥٠ – باب : قَوْلِهِ : «إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي ٱلدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَٱللهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ . وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ ٱللهَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ» /١٩ ، ٢٠/ .

«وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ ٱللهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ ٱللهُ لَكُمْ وَٱللهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ» /٢٢/ .

٤٤٧٩ : وَقالَ أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : لَمَّا ذُكِرَ مِنْ شَأْنِي الَّذِي ذُكِرَ ، وَما عَلِمْتُ بِهِ ، قامَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فِيَّ خَطِيبًا ، فَتَشَهَّدَ ، فَحَمِدَ ٱللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ، ثُمَّ قالَ : (أَمَّا بَعْدُ : أَشِيرُوا عَلَيَّ فِي أُنَاسٍ أَبَنُوا أَهْلِي ، وَأَيْمُ ٱللهِ ما عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي مِنْ سُوءٍ ، وَأَبَنُوهُمْ بِمَنْ وَٱللهِ ما عَلِمْتُ عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ قَطُّ ، وَلَا يَدْخُلُ

بَيْتِي قَطُّ إِلَّا وَأَنَا حَاضِرٌ ، وَلَا غِبْتُ فِي سَفَرٍ إِلَّا غَابَ مَعِي) . فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ : ٱئْذَنْ لِي يَا رَسُولَ ٱللهِ أَنْ نَضْرِبَ أَعْنَاقَهُمْ ، وَقَامَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي الخَزْرَجِ ، وَكَانَتْ أُمُّ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ مِنْ رَهْطِ ذٰلِكَ الرَّجُلِ ، فَقَالَ : كَذَبْتَ ، أَمَا وَٱللهِ أَنْ لَوْ كَانُوا مِنَ الأَوْسِ مَا أَحْبَبْتَ أَنْ تُضْرَبَ أَعْنَاقُهُمْ . حَتَّى كَادَ أَنْ يَكُونَ بَيْنَ الأَوْسِ وَالخَزْرَجِ شَرٌّ فِي المَسْجِدِ ، وَمَا عَلِمْتُ . فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ ذٰلِكَ اليَوْمِ خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِي وَمَعِي أُمُّ مِسْطَحٍ ، فَعَثَرَتْ وَقَالَتْ : تَعِسَ مِسْطَحٌ ، فَقُلْتُ : أَيْ أُمِّ تَسُبِّينَ ٱبْنَكِ ، وَسَكَتَتْ ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّانِيَةَ فَقَالَتْ : تَعِسَ مِسْطَحٌ ، فَقُلْتُ لَهَا : تَسُبِّينَ ٱبْنَكِ ، ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّالِثَةَ فَقَالَتْ : تَعِسَ مِسْطَحٌ ، فَٱنْتَهَرْتُهَا ، فَقَالَتْ : وَٱللهِ مَا أَسُبُّهُ إِلَّا فِيكِ ، فَقُلْتُ : فِي أَيِّ شَأْنِي ؟ قَالَتْ : فَبَقَرَتْ لِيَ الحَدِيثَ ، فَقُلْتُ : وَقَدْ كَانَ هٰذَا ؟ قَالَتْ : نَعَمْ وَٱللهِ ، فَرَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي ، كَأَنَّ الَّذِي خَرَجْتُ لَهُ لَا أَجِدُ مِنْهُ قَلِيلًا وَلَا كَثِيرًا . وَوُعِكْتُ ، فَقُلْتُ لِرَسُولِ ٱللهِ ﷺ : أَرْسِلْنِي إِلَى بَيْتِ أَبِي ، فَأَرْسَلَ مَعِي الغُلَامَ ، فَدَخَلْتُ ٱلدَّارَ فَوَجَدْتُ أُمَّ رُومَانَ فِي السُّفْلِ وَأَبَا بَكْرٍ فَوْقَ البَيْتِ يَقْرَأُ ، فَقَالَتْ أُمِّي : مَا جَاءَ بِكِ يَا بُنَيَّةُ ؟ فَأَخْبَرْتُهَا وَذَكَرْتُ لَهَا الحَدِيثَ ، وَإِذَا هُوَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَا مِثْلَ مَا بَلَغَ مِنِّي ، فَقَالَتْ : يَا بُنَيَّةُ ، خَفِّضِي عَلَيْكِ الشَّأْنَ ، فَإِنَّهُ – وَٱللهِ – لَقَلَّمَا كَانَتِ ٱمْرَأَةٌ حَسْنَاءُ ، عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا ، لَهَا ضَرَائِرُ إِلَّا حَسَدْنَهَا ، وَقِيلَ فِيهَا ، وَإِذَا هُوَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَا مَا بَلَغَ مِنِّي ، قُلْتُ : وَقَدْ عَلِمَ بِهِ أَبِي ؟ قَالَتْ : نَعَمْ ، قُلْتُ : وَرَسُولُ ٱللهِ ﷺ ؟ قَالَتْ : نَعَمْ وَرَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، فَٱسْتَعْبَرْتُ وَبَكَيْتُ ، فَسَمِعَ أَبُو بَكْرٍ صَوْتِي وَهُوَ فَوْقَ البَيْتِ يَقْرَأُ فَنَزَلَ ، فَقَالَ لِأُمِّي : مَا شَأْنُهَا ؟ قَالَتْ : بَلَغَهَا الَّذِي ذُكِرَ مِنْ شَأْنِهَا ، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ ، قَالَ : أَقْسَمْتُ عَلَيْكِ أَيْ بُنَيَّةُ إِلَّا رَجَعْتِ إِلَى بَيْتِكِ ، فَرَجَعْتُ .

وَلَقَدْ جَاءَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ بَيْتِي فَسَأَلَ عَنِّي خَادِمَتِي فَقَالَتْ : لَا وَٱللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا عَيْبًا ، إِلَّا أَنَّهَا كَانَتْ تَرْقُدُ حَتَّى تَدْخُلَ الشَّاةُ فَتَأْكُلَ خَمِيرَهَا ، أَوْ عَجِينَهَا ، وَٱنْتَهَرَهَا بَعْضُ أَصْحَابِهِ فَقَالَ : أَصْدُقِي رَسُولَ ٱللهِ ﷺ ، حَتَّى أَسْقَطُوا لَهَا بِهِ ، فَقَالَتْ : سُبْحَانَ ٱللهِ ، وَٱللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا إِلَّا مَا يَعْلَمُ الصَّائِغُ عَلَى تِبْرِ ٱلذَّهَبِ الأَحْمَرِ ، وَبَلَغَ الأَمْرُ إِلَى ذٰلِكَ الرَّجُلِ الَّذِي قِيلَ لَهُ ، فَقَالَ : سُبْحَانَ ٱللهِ ، وَٱللهِ مَا كَشَفْتُ كَنَفَ أُنْثَى قَطُّ . قَالَتْ عَائِشَةُ : فَقُتِلَ شَهِيدًا فِي سَبِيلِ ٱللهِ . قَالَتْ : وَأَصْبَحَ أَبَوَايَ عِنْدِي فَلَمْ يَزَالَا حَتَّى دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ وَقَدْ صَلَّى العَصْرَ ، ثُمَّ دَخَلَ وَقَدِ ٱكْتَنَفَنِي أَبَوَايَ عَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي ، فَحَمِدَ ٱللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ، ثُمَّ قَالَ : (أَمَّا بَعْدُ ،

يَا عائِشَةُ إِنْ كُنْتِ قارَفْتِ سُوءًا ، أَوْ ظَلَمْتِ ، فَتُوبِي إِلَى ٱللهِ ، فَإِنَّ ٱللهَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ مِنْ عِبَادِهِ) . قالَتْ : وَقَدْ جاءَتِ ٱمْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصارِ ، فَهِيَ جالِسَةٌ بِالْبَابِ ، فَقُلْتُ : أَلَا تَسْتَحِي مِنْ هٰذِهِ الْمَرْأَةِ أَنْ تَذْكُرَ شَيْئًا ، فَوَعَظَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَٱلْتَفَتُّ إِلَى أَبِي ، فَقُلْتُ : أَجِبْهُ ، قالَ : فَمَاذَا أَقُولُ ، فَٱلْتَفَتُّ إِلَى أُمِّي ، فَقُلْتُ : أَجِيبِيهِ ، فَقَالَتْ : أَقُولُ ماذَا ، فَلَمَّا لَمْ يُجِيبَاهُ ، تَشَهَّدْتُ ، فَحَمِدْتُ ٱللهَ وَأَثْنَيْتُ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قُلْتُ : أَمَّا بَعْدُ ، فَوَٱللهِ لَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي لَمْ أَفْعَلْ ، وَٱللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَشْهَدُ إِنِّي لَصَادِقَةٌ ، ما ذَاكَ بِنَافِعِي عِنْدَكُمْ ، لَقَدْ تَكَلَّمْتُمْ بِهِ وَأُشْرِبَتْهُ قُلُوبُكُمْ ، وَإِنْ قُلْتُ : إِنِّي فَعَلْتُ ، وَٱللهُ يَعْلَمُ أَنِّي لَمْ أَفْعَلْ ، لَتَقُولُنَّ قَدْ بَاءَتْ بِهِ عَلَى نَفْسِهَا ، وَإِنِّي وَٱللهِ ما أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلاً ، وَٱلْتَمَسْتُ ٱسْمَ يَعْقُوبَ فَلَمْ أَقْدِرْ عَلَيْهِ ، إِلَّا أَبَا يُوسُفَ حِينَ قالَ : «فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَٱللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى ما تَصِفُونَ» . وَأُنْزِلَ عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ مِنْ سَاعَتِهِ ، فَسَكَتْنَا ، فَرُفِعَ عَنْهُ وَإِنِّي لَأَتَبَيَّنُ السُّرُورَ فِي وَجْهِهِ ، وَهُوَ يَمْسَحُ جَبِينَهُ وَيَقُولُ : (أَبْشِرِي يَا عائِشَةُ ، فَقَدْ أَنْزَلَ ٱللهُ بَرَاءَتَكِ) . قالَتْ : وَكُنْتُ أَشَدَّ ما كُنْتُ غَضَبًا ، فَقَالَ لِي أَبَوَايَ : قُومِي إِلَيْهِ ، فَقُلْتُ : وَٱللهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ وَلَا أَحْمَدُهُ وَلَا أَحْمَدُكُمَا ، وَلٰكِنْ أَحْمَدُ ٱللهَ الَّذِي أَنْزَلَ بَرَاءَتِي ، لَقَدْ سَمِعْتُمُوهُ فَمَا أَنْكَرْتُمُوهُ وَلَا غَيَّرْتُمُوهُ .

وَكانَتْ عائِشَةُ تَقُولُ : أَمَّا زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ فَعَصَمَهَا ٱللهُ بِدِينِهَا ، فَلَمْ تَقُلْ إِلَّا خَيْرًا ، وَأَمَّا أُخْتُهَا حَمْنَةُ فَهَلَكَتْ فِيمَنْ هَلَكَ ، وَكانَ الَّذِي يَتَكَلَّمُ فِيهِ مِسْطَحٌ ، وَحَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ ، وَالْمُنَافِقُ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أُبَيٍّ ، وَهُوَ الَّذِي كانَ يَسْتَوْشِيهِ وَيَجْمَعُهُ ، وَهُوَ الَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ هُوَ وَحَمْنَةُ ، قالَتْ : فَحَلَفَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ لَا يَنْفَعَ مِسْطَحًا بِنَافِعَةٍ أَبَدًا ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ عَزَّ وَجَلَّ : «وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ - إِلَى آخِرِ الآيَةِ ، يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ - وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ - يَعْنِي مِسْطَحًا ، إِلَى قَوْلِهِ - أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ ٱللهُ لَكُمْ وَٱللهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ» . حَتَّى قالَ أَبُو بَكْرٍ : بَلَى وَٱللهِ يَا رَبَّنَا ، إِنَّا لَنُحِبُّ أَنْ تَغْفِرَ لَنَا ، وَعَادَ لَهُ بِمَا كانَ يَصْنَعُ . [ر : ٢٤٥٣]

٢٥١ - باب : «وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ» /٣١/ .

٤٤٨١/٤٤٨٠ : وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبٍ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ يُونُسَ : قالَ ٱبْنُ شِهَابٍ ،

(۴۴۸۱-۴۴۸۰)واخرجه النسائی فی السنن فی التفسیر باب ولیضربن بخمرهن ' رقم الحدیث:۱۱۳۶۳

وهذا الحدیث لم یخرجه احد من اصحاب الستة سوی البخاری

عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : يَرْحَمُ اللّٰهُ نِساءَ الْمُهاجِراتِ الْأُوَلَ ، لَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ : «وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ» . شَقَّقْنَ مُرُوطَهُنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهَا .

(٤٤٨١) : حدثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كانَتْ تَقُولُ : لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ : «وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ» . أَخَذْنَ أُزُرَهُنَّ فَشَقَّقْنَهَا مِنْ قِبَلِ الْحَوَاشِي ، فَاخْتَمَرْنَ بِهَا .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی "وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ" (اور اپنے دوپٹوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رہا کریں) تو مہاجر اور انصار کی عورتوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر ان کے دوپٹے اور اوڑھنیاں بنائیں۔

زمانۂ جاہلیت میں عورتوں میں عام طور سے دوپٹہ استعمال کرنے کا رواج اس طرح تھا کہ دوپٹہ سر پر ڈال کر اس کے دونوں کنارے پشت پر چھوڑ دیتی تھیں جس کی وجہ سے گلا اور سینہ کھلا رہتا تھا، اسلام نے گلا اور سینہ ڈھانپنے کا حکم دیا۔ (١٠)

٢٥٢ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْفُرْقَانِ

وَقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «هَبَاءً مَنْثُورًا» /٢٣/ : ما تَسْفِي بِهِ الرِّيحُ . «مَدَّ الظِّلَّ» /٤٥/ : ما بَيْنَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَى طُلُوعِ الشَّمْسِ . «سَاكِنًا» /٤٥/ : دَائِمًا . «عَلَيْهِ دَلِيلًا» /٤٥/ : طُلُوعُ الشَّمْسِ . «خِلْفَةً» /٦٢/ : مَنْ فَاتَهُ مِنَ اللَّيْلِ عَمَلٌ أَدْرَكَهُ بِالنَّهَارِ ، أَوْ فَاتَهُ بِالنَّهَارِ أَدْرَكَهُ بِاللَّيْلِ .

وَقالَ الْحَسَنُ : «هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ» /٧٤/ : فِي طَاعَةِ اللّٰهِ ، وَما شَيْءٌ أَقَرَّ لِعَيْنِ الْمُؤْمِنِ مِنْ أَنْ يَرَى حَبِيبَهُ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ .

وَقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «ثُبُورًا» /١٣/ : وَيْلًا .

وَقالَ غَيْرُهُ : السَّعِيرُ مُذَكَّرٌ ، وَالتَّسَعُّرُ وَالْاِضْطِرَامُ التَّوَقُّدُ الشَّدِيدُ . «تُمْلَى عَلَيْهِ» /٥/ : تُقْرَأُ عَلَيْهِ ، مِنْ أَمْلَيْتُ وَأَمْلَلْتُ . «الرَّسُّ» /٣٨/ : الْمَعْدِنُ ، جَمْعُهُ رِسَاسٌ . «ما يَعْبَأُ» /٧٧/ : يُقَالُ : ما عَبَأْتُ بِهِ شَيْئًا ، أَيْ لَمْ تَعْتَدَّ بِهِ . «غَرَامًا» /٦٥/ : هَلَاكًا .

---

(١٠) عمدة القاري: ١٩/ ٩٢

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «وَعَتَوْا» /۲۱/ : طَغَوْا .
وَقالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ : «عاتِيَةٌ» /الحاقة : ٦/ : عَتَتْ عَلى الخُزَّانِ .

الفرقان

وقال ابن عباس: هَبَاءً مَنْثُوْرًا: مَاتَسْفِي بِهِ الرِّيْحُ

آیت میں ہے "وَقَدِمْنَا اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُوْرًا"

یعنی ہم آئے ان کے اعمال کی طرف تو ہم نے ان کو اڑتی ہوئی خاک بنادیا، چونکہ وہ اخلاص و ایمان سے خالی تھے، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ هَبَاءً مَنْثُوْرًا اس چیز کو کہتے ہیں جس کو ہوا اڑا کر لے جاتی ہے یعنی گرد و غبار، حضرت حسن بصریؒ وغیرہ سے منقول ہے کہ اس سے مراد گرد و غبار کے وہ باریک ذرات ہیں جو کواڑ کے سوراخوں میں اندر آئی ہوئی سورج کی روشنی میں نظر آتے ہیں۔ (۱۱)

مَدَّ الظِّلَّ: مَابَيْنَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلٰى طُلُوْعِ الشَّمْسِ

آیت میں ہے "اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا، ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا" یعنی آپ نے اپنے رب کو نہیں دیکھا کہ اس نے صبح صادق سے لیکر طلوع آفتاب تک سایہ کو کس طرح دراز کیا، اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو اس کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھتے، پھر ہم نے طلوع شمس کو اس سایہ پر دلیل بنایا یعنی آفتاب سایہ کی کمی اور درازی پر علامت ہوتا ہے، سایہ کی پہچان آفتاب ہی کے ذریعہ ممکن ہے، آفتاب کے بغیر سایہ نہیں پہچانا جاسکتا ہے "ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا" اس میں شمس سے مراد طلوع شمس ہے۔

خِلْفَةً: مَنْ فَاتَهٗ مِنَ اللَّيْلِ عَمَلٌ، اَدْرَكَهٗ بِالنَّهَارِ، اَوْ فَاتَهٗ بِالنَّهَارِ، اَدْرَكَهٗ بِاللَّيْلِ

آیت میں ہے "وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً" اللہ وہ ذات ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا، خلفۃ کی تشریح میں فرمایا کہ جس سے رات کو کوئی عمل فوت ہوا تو وہ دن کو پورا کرسکتا ہے اور دن میں فوت ہوجائے تو وہ رات کو کرسکتا ہے۔

خِلْفَةً کی ایک مراد تو وہی ہے کہ رات دن کے مخالف اندھیری ہے اور دن رات کے خلاف روشن

---

(۱۱) عمدۃ القاری: ۱۹/۹۳.

ہے یا یہ کہئے کہ کبھی رات بڑی ہے تو دن چھوٹا ہے اور کبھی دن بڑا ہے تو رات چھوٹی ہے یا پھر کہا جائے رات دن کی جگہ آتی ہے اور دن رات کی جگہ آتا ہے ایک دوسرے کے قائم مقام ہوتا ہے۔ بخاری نے چوتھے معنی بیان کئے کہ رات کا عمل چھوٹ جائے تو دن میں پورا کرلیا جائے اور دن کا عمل رہ جائے تو رات میں اسے کرلیا جائے۔ (۱۲)

وقال الحسن : هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ : فِي طَاعَةِ اللّٰهِ، وَمَا شَيْءٌ أَقَرَّ لِعَيْنِ الْمُؤْمِنِ مِنْ أَنْ يَرَىٰ حَبِيْبَهُ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت میں "قُرَّةَ عَيْنٍ" سے مراد یہ ہے کہ اللہ انہیں اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کی توفیق عطا فرمائے، مومن کی آنکھ کی ٹھنڈک اس بات سے زیادہ اور کس چیز میں ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کو اللہ جل شانہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں دیکھے۔

ثُبُوْرًا : وَيْلًا

"دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا" یہ کافر وہاں (دوزخ میں) ہلاکت کو پکاریں گے۔
فرماتے ہیں آیت میں ثُبُوْر کے معنی ہلاکت اور موت کے ہیں۔

اَلسَّعِيْرُ مُذَكَّرٌ، وَالتَّسَعُّرُ وَالِاضْطِرَامُ التَّوَقُّدُ الشَّدِيْدُ

آیت کریمہ میں ہے "وَأَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا" اور ہم نے دوزخ تیار کررکھی ہے اس شخص کے لئے جو قیامت کی تکذیب کرے، فرماتے ہیں کہ "سعیر" کا لفظ مذکر ہے اور تسعر اور اضطرام کے معنی ہیں: خوب بھڑکنا، مشتعل ہونا۔

تُمْلٰى عَلَيْهِ : تُقْرَأُ عَلَيْهِ، مِنْ أَمْلَيْتُ وَ أَمْلَلْتُ

آیت میں ہے "وَقَالُوْا أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا" یعنی انہوں نے کہا کہ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں انہوں نے لکھ رکھی ہیں یا لکھوا رکھی ہیں تو صبح و شام انہی کی لکھائی کرائی

---

(۱۲) واخرج عبدالرزاق عن معمر عن الحسن مثله، عن ابن عباس و قتادہ: خلفة يعني عوضا و خلفا، يقوم احدهما مكان صاحبه، فمن فاته عمله في احدهما، قضاه في الآخر، عن مجاهد: يعني جعل كل واحد منهما مخالفا للآخر، فجعل هذا اسود، وهذا ابيض، وعن ابن زيد يعني اذا جاء احدهما ذهب الآخر، فهما يتعاقبان في الظل والضياء، والزيادة والنقصان (عمدة القاري: ۱۹/۹۳)

جاتی ہے۔

اس میں تُمْلٰی عَلَیْہِ کے معنی ہیں "اس پر پڑھے جاتے ہیں" یہ اَمْلَیْتُ اور اَمْلَلْتُ سے ہے، اِملاء ناقص یائی اور املال مضاعف دونوں کے معنی ایک ہیں۔

الرَّسِّ: اَلْمَعْدِنُ، جَمْعُہٗ رِسَاسٌ

آیت میں ہے "وَعَادًا وَّثَمُوْدَ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَیْنَ ذٰلِکَ کَثِیْرًا" ابوعبیدہ نے اس کی تشریح معدن یعنی کان سے کی ہے۔

بعض حضرات نے کہا کہ رس کنویں کو کہتے ہیں کہ اور قوم ثمود کے ہاں چونکہ کنویں بہت تھے اس لئے انہیں اصحاب الرس کہا گیا۔ (۱۳)

بعضوں نے کہا یہ ایک نہر کا نام ہے اور یہ لوگ چونکہ اس کے کنارے پر آباد تھے اس لئے انہیں اصحاب الرس کہا گیا ہے۔ (۱۴)

بعض کا کہنا ہے کہ رس اس وادی کا نام ہے جس میں یہ لوگ رہتے تھے، اس لئے انہیں اصحاب الرس کہا گیا۔ (۱۵)

لیکن ان تمام اقوال میں کوئی تضاد نہیں، ان سب کی وجہ سے انہیں اصحاب رس کہا جاتا ہے۔

مَایَعْبَأُ: یقال: مَاعَبَأْتُ بِہٖ شَیْئًا: لَایُعْتَدُّبِہٖ

آیت کریمہ میں ہے "قُلْ مَایَعْبَؤُبِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَاؤُکُمْ" آپ کہیے میرا رب پروا نہیں رکھتا تمہاری، اگر تم اس کو نہ پکارو، عرب کہتے ہیں: مَاعَبَأْتُ بِہٖ شَیْئًا: میں نے اس کی کچھ پروا نہیں کی۔

غَرَامًا: ھَلَاکًا

"اِنَّ عَذَابَھَا کَانَ غَرَامًا" بے شک جہنم کا عذاب تباہی ہے اس میں غراما کے معنی ہیں: ہلاکت

وعتوا: طغوا

"وَعَتَوْا عُتُوًّا کَبِیْرًا" اور ان لوگوں نے بہت بڑی سرکشی کی، عُتُوًّا، کے معنی سرکشی کرنے کے ہیں۔

---

(۱۳) فتح الباری: ۴۹۱/۸، و تفسیر کشاف: ۲۸۰/۳، و معالم التنزیل: ۲۶۹/۳

(۱۴) الجامع لاحکام القران: ۳۲/۱۳

(۱۵) المفردات فی غریب القرآن: ۱۹۴

عَاتِيَةً: عَتَتْ عَلَى الْخُزَّانِ

آیت میں ہے "وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ" اور عاد جو تھے وہ ایک تیز و تند ہوا سے ہلاک کئے گئے، "عَاتِيَة" کے معنی ہیں تیز و تند اور یہاں اس کے معنی بیان کئے ہیں وہ ہوا جو ہواؤں پر مقرر فرشتوں سے سرکشی کرے۔ خُزَّانٌ خَازِنٌ کی جمع ہے اور یہاں اس سے ہواؤں کے چلانے پر مقرر فرشتے مراد ہیں۔

٢٥٣ – باب : قَوْلِهِ :

«الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَى وُجُوهِهِمْ إِلَى جَهَنَّمَ أُولٰئِكَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا» /٣٤/ .

٤٤٨٢ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغْدَادِيُّ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ قَتَادَةَ : حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَجُلاً قالَ : يَا نَبِيَّ ٱللهِ ، كَيْفَ يُحْشَرُ الْكافِرُ عَلَى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؟ قالَ : (أَلَيْسَ الَّذِي أَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي ٱلدُّنْيَا قادِرًا عَلَى أَنْ يُمْشِيَهُ عَلَى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) . قالَ قَتَادَةُ : بَلَى وَعِزَّةِ رَبِّنَا . [٦١٥٨]

٢٥٤ – باب : قَوْلِهِ : «وَٱلَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ ٱللهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ ٱللهُ إِلَّا بِالحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا» /٦٨/ : الْعُقُوبَةَ .

٤٤٨٣ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ سُفْيَانَ قالَ : حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ وَسُلَيْمانُ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ أَبِي مَيْسَرَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ . قالَ : وَحَدَّثَنِي وَاصِلٌ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : سَأَلْتُ ، أَوْ سُئِلَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : أَيُّ ٱلذَّنْبِ عِنْدَ ٱللهِ أَكْبَرُ ؟ قالَ : (أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ) . قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ ؟ قالَ : (ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ) . قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ ؟ قالَ : (أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جارِكَ) . قالَ : وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ تَصْدِيقًا لِقَوْلِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ : «وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ ٱللهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ ٱللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ» . [ر : ٤٢٠٧]

(۴۴۸۲) و اخرجه ایضاً فی کتاب الرقاق، باب الحشر، رقم الحدیث : ٦٥٢٣، و اخرجه مسلم فی صفات المنافقین و احکامهم، باب یحشر الکافر علی وجهه، رقم الحدیث: ٢٨٠٦، و اخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ فی التفسیر، باب قوله تعالی: الذین یحشرون علی وجوههم الی جهنم رقم الحدیث. ١١٣٦٧

ويحيى: هو ابن سعيد القطان، وسفيان: هوالثورى، ومنصور: هو ابن المعتمر وسليمان: هوالاعمش، و ابو وائل: شقيق بن سلمة، وابو ميسرة: عمرو بن شرحبيل الهمدانى، وعبدالله: هو ابن مسعود، وواصل: هوابن حيّان الكوفى

یہ حدیث سفیان ثوری تین مشائخ یعنی منصور، سلیمان اور واصل سے نقل کررہے ہیں جو درج ذیل ہیں:

❶ سفيان، عن منصور، عن ابى وائل، عن ابى ميسرة، عن عبدالله

❷ سفيان، عن سليمان، عن ابى وائل، عن ابى ميسرة، عن عبدالله

❸ سفيان، عن واصل، عن ابى وائل، عن عبدالله

پہلے دو طریق میں ابووائل اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے درمیان ابومیسرہ ہیں اور آخری طریق میں ابووائل اور حضرت عبداللہ کے درمیان ابومیسرہ کا واسطہ نہیں ہے۔

یہ روایت یہاں یحیی بن سعید القطان نے سفیان سے نقل کی ہے، عبدالرحمن بن مہدی نے بھی سفیان سے مذکورہ تینوں طریق سے یہ روایت نقل کی ہے، اس میں واصل کے طریق میں بھی "ابومیسرہ" کا ذکر ہے، علامہ عینی نے فرمایا "والصواب اسقاط ابى ميسرة، من رواية واصل" (*) یعنی صحیح بات یہ ہے کہ واصل کے طریق میں ابومیسرہ کا واسطہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم

٤٤٨٤/٤٤٨٦ : حدّثنا إبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ : أَنَّ ٱبْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قالَ : أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ بْنُ أَبِي بَزَّةَ : أَنَّهُ سَأَلَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ : هَلْ لِمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا مِنْ تَوْبَةٍ ؟ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ : «وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ ٱللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ» . فَقَالَ سَعِيدٌ : قَرَأْتُهَا عَلَى ٱبْنِ عَبَّاسٍ كما قَرَأْتَهَا عَلَيَّ ، فَقَالَ : هٰذِهِ مَكِّيَّةٌ ، نَسَخَتْهَا آيَةٌ مَدَنِيَّةٌ ، الَّتِي في سُورَةِ النِّسَاءِ .

(٤٤٨٥) : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قالَ : ٱخْتَلَفَ أَهْلُ الْكُوفَةِ في قَتْلِ الْمُؤْمِنِ ، فَرَحَلْتُ فِيهِ إِلَى ٱبْنِ عَبَّاسٍ ، فَقَالَ : نَزَلَتْ في آخِرِ ما نَزَلَ ، وَلَمْ يَنْسَخْهَا شَيْءٌ .

(٤٤٨٦) : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قالَ : سَأَلْتُ

(*) عمدة القارى: ١٩/٩٦

ٱبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا ، عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى : «فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ» . قَالَ : لَا تَوْبَةَ لَهُ . وَعَنْ قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ : «لَا يَدْعُونَ مَعَ ٱللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ» . قَالَ : كَانَتْ هٰذِهِ فِي الجَاهِلِيَّةِ . [ر : ٣٦٤٢]

سورۃ فرقان کی تین آیات پر امام بخاری رحمہ اللہ نے ابواب قائم کئے ہیں، پہلی آیت ہے "وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ، وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ، وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا" اس آیت پر باب قائم کرکے امام نے چار احادیث اس کے تحت تخریج کی ہیں، دوسری آیت ہے۔ "يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا" اس کے تحت امام نے ایک روایت ذکر کی ہے اور تیسری آیت ہے۔ "اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا" اس کے تحت بھی ایک روایت نقل کی ہے، ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی آدمی قتل عمد کا مرتکب ہوگا تو توبہ کے بعد اس کی معافی ہوجائے گی جبکہ سورۃ النساء کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں، قتل مومن کا ارتکاب کرنے والا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا اور اس کی معافی نہیں ہوگی، آیت کے الفاظ ہیں "وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا"

حضرت ابن عباسؓ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو یہاں روایات میں ان سے دو قسم کے جواب مروی ہیں، ایک یہ کہ سورۃ فرقان کی آیت جس سے قتل مومن کے مرتکب کی معافی معلوم ہوتی ہے منسوخ ہے اور اس کے لئے ناسخ سورۃ نساء والی آیت ہے اور وہ مدنی ہے، لہذا اس کے لئے اب توبہ کی گنجائش نہیں۔

دوسری روایت میں ان سے جب اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ سورۃ نساء کی آیت کو کسی نے منسوخ نہیں کیا اور سب سے آخر میں وہ نازل ہوئی ہے اور سورۃ فرقان کی آیت اہلِ شرک کے بارے میں ہے کہ جن لوگوں نے زمانۂ شرک اور دور جاہلیت میں قتل کیا ہو اور پھر توبہ کرکے ایمان لے آئے تو ان کے متعلق کہا گیا کہ ان کی توبہ قبول ہوگی اور ان سے مواخذہ نہیں ہوگا۔

پہلے جواب کی رو سے حضرت ابن عباسؓ سورۃ نساء کی آیت کو ناسخ اور سورۃ فرقان کی آیت کو منسوخ مانتے ہیں اور دوسرے جواب کی رو سے وہ ناسخ، منسوخ نہیں بلکہ دونوں کے مصداق کو الگ الگ قرار دیتے ہیں کہ سورۃ نساء کی آیت کا تعلق اسلام لانے کے بعد قتل مومن کے ارتکاب سے ہے اور سورۃ فرقان کی آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو اسلام سے پہلے قتل کا ارتکاب کرچکے ہوں۔

بہرحال یہاں ان کے دونوں جوابات سے معلوم یہی ہوتا ہے کہ وہ قاتلِ مومن کے لئے توبہ کے قائل نہیں ہیں، لیکن یہ جمہور کا مسلک نہیں ہے، جمہور علماء کہتے ہیں کہ شرک کے علاوہ ہر گناہ معاف ہوسکتا

ہے بلکہ بعض حضرات سورۃ نساء کی آیت کو منسوخ اور فرقان کی آیت کو ناسخ مانتے ہیں.... حضرت ابن عباس ؓ سے بھی ایک قول جمہور کے موافق مروی ہے، بعض حضرات نے کہا کہ حضرت ابن عباس ؓ کا مسلک جمہور کے مطابق ہے البتہ انہوں نے اس سلسلہ میں جو کچھ کہا ہے کہ قاتل مومن کے لئے معافی نہیں ہے یہ تغلیظ و تشدید اور قتل کے ذرائع کے سدباب کے لئے مصلحتاً کہا ہے۔ اس کے متعلق بحث سورۃ نساء کی آیت کے تحت گزر چکی ہے، وہاں دیکھ لی جائے۔ (۱٦)

٢٥٥ – باب : «يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا» /٦٩/ .

٤٤٨٧ : حدّثنا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قالَ : قالَ ٱبْنُ أَبْزَى : سُئِلَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى : «وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ» . وَقَوْلِهِ : «وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ ٱللهُ إِلَّا بِالحَقِّ – حَتَّى بَلَغَ – إِلَّا مَنْ تَابَ» . فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ قَالَ أَهْلُ مَكَّةَ : فَقَدْ عَدَلْنَا بِٱللهِ وَقَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ ٱللهُ إِلَّا بِالحَقِّ ، وَأَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ : «إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا – إِلَى قَوْلِهِ – غَفُورًا رَحِيمًا» . [ر : ٣٦٤٢]

٢٥٦ – باب : «إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا فَأُولٰئِكَ يُبَدِّلُ ٱللهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ ٱللهُ غَفُورًا رَحِيمًا» /٧٠/ .

٤٤٨٨ : حدّثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا أَبِي ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قالَ : أَمَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبْزَى : أَنْ أَسْأَلَ ٱبْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هَاتَيْنِ الآيَتَيْنِ : «وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا» : فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ : لَمْ يَنْسَخْهَا شَيْءٌ ، وَعَنْ : «وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ ٱللهِ إِلٰهًا آخَرَ» . قالَ : نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الشِّرْكِ . [ر : ٣٦٤٢]

٢٥٧ – باب : «فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا» /٧٧/ : هَلَكَةً .

٤٤٨٩ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ ، عَنْ مَسْرُوقٍ قالَ : قالَ عَبْدُ ٱللهِ : خَمْسٌ قَدْ مَضَيْنَ : الدُّخَانُ ، وَالْقَمَرُ ، وَالرُّومُ وَالْبَطْشَةُ ، وَاللِّزَامُ . «فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا» . [ر : ٩٦٢]

---

(۱٦) دیکھیے کشف الباری

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ علامات قیامت میں سے پانچ چیزیں گزر چکی ہیں ایک : دخان، دوم : شق القمر، سوم : روم پر غلبہ، چہارم : بَطْشَہ اور پنجم : لزام۔

دخان کا ذکر سورۃ دخان میں ہے "فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ" اور شق القمر کا تذکرہ سورۃ انبیاء میں ہے "اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ" روم کا ذکر سورۃ روم میں ہے "غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِي اَدْنَى الْاَرْضِ" اور بطشہ کا ذکر سورۃ دخان میں ہے "يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ" اور لِزام کا ذکر سورۃ فرقان کی آیت باب میں ہے۔

ان میں دو علامات تو بالاتفاق گزر چکی ہیں، ایک شق القمر اور دوم رومیوں کی مغلوبیت، البتہ باقی تین دخان، بطشہ اور لزام کے بارے میں اختلاف ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک دخان سے مراد وہ دھواں ہے جو آپؐ کے زمانہ میں قریش کو بھوک کی شدت کی وجہ سے محسوس ہوتا تھا اور بطشہ سے ان کے نزدیک غزوۂ بدر کے موقع پر کفار کا قتال مراد ہے اور لزام سے ان کا قید و گرفتار کرنا مراد ہے۔

لیکن دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ دخان سے مراد وہ دھوں ہے جو قرب قیامت میں اٹھے گا اور تمام لوگوں پر چھا جائے گا البتہ صلحاء کو اس کا اثر بہت ہلکا محسوس ہوگا جبکہ کفار اور منافقین اس کے اثر سے بیہوش ہوجائیں گے اسی طرح بطشہ اور لزام سے قیامت کے دن کفار کو پکڑ کر جہنم میں ڈالنا اور ان کا ہلاک ہونا مراد ہے۔ (۱۷)

لیکن ان میں کوئی تضاد نہیں، دونوں توجیہیں مراد ہوسکتی ہیں۔

٢٥٨ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الشُّعَرَاءِ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «تَعْبَثُونَ» /١٢٨/ : تَبْنُونَ . «هَضِيمٌ» /١٤٨/ : يَتَفَتَّتُ إِذَا مُسَّ . مُسَحَّرِينَ : الْمَسْحُورِينَ . «لَيْكَةِ» /١٧٦/ : وَالْأَيْكَةُ جَمْعُ أَيْكَةٍ ، وَهِيَ جَمْعُ الشَّجَرِ . «يَوْمِ الظُّلَّةِ» /١٨٩/ : إِظْلَالُ الْعَذَابِ إِيَّاهُمْ . «مَوْزُونٍ» /الحجر : ١٩/ : مَعْلُومٍ . «كَالطَّوْدِ» /٦٣/ : الْجَبَلِ . وَقَالَ غَيْرُهُ : «لَشِرْذِمَةٌ» /٥٤/ : طَائِفَةٌ قَلِيلَةٌ . «فِي السَّاجِدِينَ» /٢١٩/ : الْمُصَلِّينَ .

قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ» /١٢٩/ : كَأَنَّكُمْ . الرِّيعُ : الْأَيْفَاعُ مِنَ الْأَرْضِ ، وَجَمْعُهُ رِيَعَةٌ وَأَرْيَاعٌ ، وَاحِدُهُ رِيعَةٌ . «مَصَانِعَ» /١٢٩/ : كُلُّ بِنَاءٍ فَهُوَ مَصْنَعَةٌ . «فَرِهِينَ»

---

(۱۷) دیکھیے معالم التنزیل للبغوی: ۳/ ۱۳۹

/١٤٩/ : مَرِحِينَ ، «فَارِهِينَ» بِمَعْنَاهُ ، وَيُقَالُ : «فارِهِينَ» حاذِقِينَ . «تَعْثَوْا» /١٨٣/ : هُوَ أَشَدُّ الْفَسَادِ ، وَعاثَ يَعِيثُ عَيْثًا . «اَلْجِبِلَّةِ» /١٨٤/ : الخَلْقُ ، جُبِلَ خُلِقَ ، وَمِنْهُ جُبُلاً وَجِبِلاً وَجُبْلاً يَعْنِي الخَلْقَ ، قالَهُ اَبْنُ عَبَّاسٍ .

سورة الشعراء

وقال مجاهد : تَعْبَثُوْنَ : تَبْنُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ آيَةً تَعْبَثُوْنَ" کیا ہر اونچی زمین پر یک نشان بناتے ہو فضول ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں :

"ان لوگوں کو بڑا شوق تھا اونچے مضبوط مینارے بنانے کا، جس سے کچھ کام نہ نکلے ، مگر نام ہوجائے اور رہنے کی عمارتیں بھی بڑے تکلف کی بناتے تھے مال ضائع کرنے کو، ان میں بڑی کاریگریاں دکھلاتے گویا یہ سمجھتے تھے کہ ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور یہ یادگاریں اور عمارتیں کبھی برباد نہ ہوں گی (لیکن آج دیکھو تو ان کے کھنڈر بھی باقی نہیں)"

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ آیت میں تَعْبَثُوْنَ بمعنی تَبْنُوْنَ ہے یعنی بلاضرورت اونچے اونچے مینارے بناتے ہو جس سے کوئی فائدہ نہیں ، عبث خرچ کرتے ہو۔

هَضِيْمٌ : يَتَفَتَّتُ اِذَا مُسَّ

آیت میں ہے "فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ" یعنی باغوں میں اور چشموں میں اور کھیتوں میں اور کھجوروں میں جن کا گابھا ملائم ہے ، تمہیں عیش کرنے کے لئے رہنے دیا جائے گا ، نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ هَضِيْمٌ کا اطلاق اس گچھے پر ہوتا ہے جو چھونے سے ریزہ ریزہ ہوجاتا ہے (اور یہ حالت سوکھنے کے بعد ہوتی ہے ۔)

مُسَحَّرِيْنَ : اَلْمَسْحُوْرِيْنَ

آیت کریمہ میں ہے "قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ" فرماتے ہیں اس میں مُسَحَّرِيْن بمعنی مَسْحُورین ہے یعنی جن پر جادو کیا گیا ہو۔

لَيْكَةِ: وَالْاَيْكَةُ جَمْعُ اَيْكَةٍ، وَهِيَ جَمْعُ الشَّجَرِ

آیت میں ہے "وَكَذَّبَ اَصْحَابُ الْاَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ" امام نافع، ابن کثیر اور ابن عامر کی قرات لیکة ہے اور باقی حضرات "الایکة" پڑھتے ہیں (۱۸) امام فرماتے ہیں کہ لَيْكَة اور اَلْاَيْكَة "اَيْكَةٌ" کی جمع ہے درختوں کے جھنڈ اور جنگل کو کہتے ہیں۔ (مفرد اور جمع میں صرف لام کا فرق ہے۔) (۱۹)

علامہ عینی نے مذکورہ بالا عبارت کو غلط قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ درست عبارت یوں ہونی چاہیے "اَللَّيْكَةُ، وَالْاَيْكَةُ مُفْرَدُ اَيْكٍ، اويقال: جَمْعُهَا اَيْكٌ" یعنی الليكة اور الايكة "ایک" کا مفرد ہے، یا یوں کہا جائے کہ اس کی جمع ایک ہے۔ (۲۰)

بعض حضرات کہتے ہیں کہ "لیکة" شہر کا نام ہے اور "ایکة" درختوں کے جھنڈ اور جنگل کو کہتے ہیں (۲۱) ان دونوں کو ایک قرار دینا درست نہیں ہے۔

يَوْمِ الظُّلَّةِ: اِظْلَالُ الْعَذَابِ اِيَّاهُمْ

آیت میں ہے "فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ" يَوْمِ الظُّلَّةِ سے وہ دن مراد ہے جس میں عذاب ان پر سایہ کرے گا۔

مَوْزُوْنٍ: مَعْلُوْمٍ

سورۃ حجر میں ہے "وَاَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ" موزون: وہ چیز جو وزن کی گئی ہو یعنی معین اور معلوم ہو، یہ لفظ یہاں پر سہو کاتب سے آگیا ہے۔ (۲۲)

كَالطَّوْدِ: كَالْجَبَلِ

آیت میں ہے "فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ" پس وہ دریا پھٹ گیا چنانچہ ہر حصہ بڑے پہاڑ کی طرح ہوگیا، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "پانی بہت گہرا تھا، بارہ جگہ سے پھٹ

---

(۱۸) عمدة القارى: ۱۹/ ۹۸

(۱۹) قال الشيخ الانور فى الفيض: ۴/ ۲۱۸: هى شجرة يقال للواحدة "ايكة" وللاشجار الكثيرة "الايكة" فبين مفرده و جمعه فرق باللام

(۲۰) عمدة القارى: ۱۹/ ۹۸

(۲۱) عمدة القارى: ۱۹/ ۹۸

(۲۲) قال العينى: هذا غير واقع فى محله، فانه فى سورة الحجر، و كانه من جهل الناسخ (عمدة القارى: ۱۹/ ۹۹)

کر خشک راستے بن گئے ، بارہ قبیلے بنی اسرائیل کے الگ الگ ان میں گزرے اور بیچ میں پانی کے پہاڑ کھڑے رہ گئے " فرماتے ہیں آیت میں طود کے معنی ہیں: پہاڑ

لَشِرْذِمَةٌ: طَائِفَةٌ قَلِيلَةٌ

"اِنَّ هٰؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ " یہ لوگ تھوڑی سی جماعت ہے فرماتے ہیں شِرْذِمَةٌ کے معنی ہیں: تھوڑی سی جماعت۔

فِی السَّاجِدِیْنَ: اَلْمُصَلِّیْنَ

آیت میں ہے "اَلَّذِیْ یَرٰىکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ" فرماتے ہیں اس میں ساجدین "مصلین" کے معنی میں ہے یعنی اللہ وہ ذات ہے جو آپ کو نماز کے لئے کھڑے ہوتے دیکھتی ہے اور نمازیوں میں آپ کی نقل و حرکت کو دیکھتی ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مومنین کے احوال کا تفقد فرماتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ نماز وہ صحیح پڑھتے ہیں یا نہیں، تعدیل ارکان اور دوسرے آداب صلاۃ کی رعایت کرتے ہیں یا نہیں، اس وقت اللہ جل شانہ آپ کو دیکھتے ہیں۔

کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مومن تھے؟

ابوجعفر نحاس نے "معانی القرآن" میں اس کا ایک اور مطلب نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ وتقلبک فی الساجدین کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اصلاب طاہرہ سے ارحام طاہرہ میں منتقل کیا (۲۳) قاضی ماوردی نے حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی تفسیر نقل کی ہے (۲۴) اور حافظ جلال الدین سیوطی نے اسی پر اعتماد کرتے ہوئے "مَسالک الحُنَفَا" میں یہ ثابت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مومن تھے بلکہ ان کا تو خیال ہے کہ آپؐ سے عمود نسب میں جناب عبداللہ سے لیکر حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی بھی کافر نہیں گزرا (۲۵) حافظ شمس الدین ابن ناصر دمشقی نے کہا ہے ۔۔۔

---

(۲۳) مسالک الحنفا: ۲۲۱ و روح المعانی: ۱۹/ ۱۳۸-۱۳۶ و الحاوی للفتاوی فی رسالة: مسالک الحنفافی والدی المصطفیٰ: ۲/ ۲۱۰ للسیوطی

(۲۴) قال الماوردی فی تفسیره "النکت والعیون": ۳/ ۱۸۵: وتقلبک فی الساجدین: فیه ستة تاویلات، احدها من نبی الی نبی حتی اخرجک نبیا، قاله ابن عباس

(۲۵) مسالک الحنفافی والدی المصطفیٰ، رسالة للسیوطی شاملة فی الحاوی للفتاوی: ۲/ ۲۱۶-۲۱۰

تنقل احمد نورا عظیما
تلألأ فی جباہ الساجدینا
تقلب فیھم قرنا فقرنا
الی ان جاء خیر المرسلینا (۲۶)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں راجح قول یہی ہے کہ وہ مومن ہوئے ہیں۔ (۲۷)

امام مسلم رحمہ اللہ نے کتاب الایمان میں ایک روایت نقل کی ہے اس سے آپ کے والد کا غیر ناجی ہونا معلوم ہوتا ہے (۲۸) اور امام مسلم ہی نے جنائز میں ایک اور روایت نقل کی ہے اس سے آپ کی والدہ کا غیر ناجی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (۲۹)

لیکن ابن شاہین نے "کتاب الناسخ و المنسوخ" میں اور خطیب بغدادی نے "کتاب السابق و اللاحق" میں ایک روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ کو زندہ کیا اور وہ ایمان لے آئیں، اس کے بعد ان کی وفات ہوگئی (۳۰)

سیوطی کی رائے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اصحاب الفطرہ میں سے تھے اور اصحاب الفطرہ اگر مشرک نہ ہوں تو ان کے حق میں نجات کا فیصلہ ہے، امام مسلم رحمہ اللہ کی روایت پر علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے کلام کیا ہے۔ (۳۱)

لیکن یہ مسئلہ بہرحال پیچیدہ ہے اور عقیدے سے اس کا اس طرح تعلق بھی نہیں ہے کہ انسان کی نجات کا دارومدار اس پر ہو اس لئے اس سلسلہ میں سکوت اختیار کرنا زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔

---

(۲۶) الحاوی للفتاوی، مسالک الحنفا: ۲۲۱

(۲۷) قال الالوسی رحمہ اللہ فی روح المعانی: ۱۹ / ۱۴۸: واستدل بالآیۃ علی ایمان ابویہ صلی اللہ علیہ وسلم، کما ذھب الیہ کثیر من أجلّۃ اھل السنۃ، وانا اخشی الکفر علی من یقول فیھما، رضی اللہ تعالیٰ عنھما

(۲۸) چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں "عن انس ان رجلا قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، این ابی؟ قال: فی النار، قال: فلما قفی، دعاہ، فقال: ان ابی و اباک فی النار" (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان من مات علی الکفر، فھو فی النار: ۱ / ۱۱۴)

(۲۹) الحدیث اخرجہ مسلم، فی الجنائز: ۱ / ۳۱۴ عن ابی ھریرۃ قال: زار النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر امہ، فبکی، وابکی من حولہ، فقال صلی اللہ علیہ وسلم: استاذنت ربی فی ان أستغفر لھا، فلم یؤذن لی، واستاذنتہ فی ان ازور قبرھا، فاذن لی، فزوروا القبور، فانھا تذکرکم الموت

(۳۰) الحاوی للفتاوی، مسالک الحنفا: ۲ / ۲۳۰

(۳۱) دیکھیے الحاوی للفتاوی، مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ: ۲ / ۲۲۷-۲۲۶

فائدہ

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "یعنی جب تو تہجد کو اٹھتا ہے اور متوسلین کی خبر لیتا ہے کہ خدا کی یاد میں ہیں یا غافل (موضح) یا تو جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور جماعت میں نقل و حرکت (رکوع و سجود وغیرہ) کرتا ہے اور مقتدیوں کی دیکھ بھال رکھتا ہے اور بعض سلف نے کہا ہے کہ ساجدین سے آپ کے آباء مراد ہیں یعنی آپ کے نور کا ایک نبی کی صلب سے دوسرے نبی کی صلب تک منتقل ہونا اور آخر میں نبی ہوکر تشریف لانا بلکہ بعض مفسرین نے اسی لفظ سے حضورؐ کے والدین کے ایمان پر استدلال کیا ہے۔ " (*)

وقال ابن عباس: لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ: كَاَنَّكُمْ

آیت میں ہے "وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ" یعنی تم مکانوں اور میناروں میں کاریگریاں بناتے ہو شاید تم ہمیشہ رہو گے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس میں "لَعَلَّ" حرف مشبہ بالفعل "کان" کے معنی میں ہے یعنی یہ ترجی کے لئے نہیں بلکہ تشبیہ کے لئے ہے، مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"اشار الی الجواب عن الاشکال المشهور، ان التمنی والترجی محال فی جنابه تعالی، فما معنی الفاظ الترجی و نحوه، فاجاب عنه انه فی القرآن بمعنی كَاَنَّكُمْ" (۳۲)

اَلرِّيْعُ: اَلْاَيْفَاعُ مِنَ الْاَرْضِ، وَجَمْعُهُ رِيَعَةٌ وَاَرْيَاعٌ، وَاحِدُهُ رِيْعَةٌ

"اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ آيَةً تَعْبَثُوْنَ" کیا تم بناتے ہو ہر اونچی زمین پر نشان کھیلنے کے لئے، فرماتے ہیں کہ ریع کے معنی بلند زمین کے آتے ہیں، اس کی جمع رِيَعَة (راء کے کسرہ اور یاء کے فتحہ کے ساتھ) اور اَریاع آتی ہے اور اس کا مفرد رِیْعَة (راء کے کسرہ اور یاء کے سکون کے ساتھ) ہے۔

مَصَانِعَ: كُلُّ بِنَاءٍ فَهُوَ مَصْنَعَةٌ

آیت میں ہے "وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ" تم بڑی بڑی عمارتیں بناتے ہو جیسے تم کو

(*) تفسیر عثمانی ص ۵۰۱ سورۃ الشعراء آیت ۲۱۹-۲۱۸

(۳۲) فیض الباری: ۲۱۸/۴

دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے، مَصَانِع مَصْنَعَةٌ کی جمع ہے ہر عمارت کو مصنعة کہتے ہیں۔

فَرِهِيْنَ: مَرِحِيْنَ فَارِهِيْنَ بِمَعْنَاهُ، ويقال: فَارِهِيْنَ: حَاذِقِيْنَ

"وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ" اور تم اتراتے ہوئے پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو۔ فرماتے ہیں کہ آیت میں فرهین کے معنی ہیں اترانے والے، فخر کرنے والے فرهین اور فارهین دونوں کے ایک ہی معنی ہیں، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ فارهین بمعنی حاذقین ہے یعنی ماہر اور تجربہ کار

تَعْثَوْا: هُوَ اَشَدُّ الْفَسَادِ۔ عَاثَ يَعِيْثُ عَيْثًا

"وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ" فرماتے ہیں کہ تَعْثَوْا کے معنی ہیں سخت فساد، آیت کا ترجمہ ہے "اور تم زمین پر فساد مت مچایا کرو" تَعْثَوْا باب نصر سے ہے، عَاثَ يَعِيْثُ کہہ کر امام نے اشارہ کردیا کہ نصر اور ضرب سے اس کے ایک ہی معنی ہیں۔

اَلْجِبِلَّةُ: اَلْخَلْقُ

"وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ" اور ڈرو اس اللہ سے جس نے تم کو اور تمام اگلی مخلوقات کو پیدا کیا، فرماتے ہیں کہ جِبِلَّة کے معنی مخلوق کے ہیں جُبِلَ بمعنی خُلِقَ۔

٢٥٩ – باب : «وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ» /٨٧/ .

٤٤٩٠/٤٤٩١ : وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي ذِئْبٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَرَى أَبَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ الْغَبَرَةُ وَالْقَتَرَةُ) . الْغَبَرَةُ هِيَ الْقَتَرَةُ .

(٤٤٩١) : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : حَدَّثَنَا أَخِي ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي ذِئْبٍ ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (يَلْقَى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ ، فَيَقُولُ : يَا رَبِّ ، إِنَّكَ وَعَدْتَنِي أَنْ لَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ، فَيَقُولُ ٱللهُ : إِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ) .

[ر : ٣١٧٢]

یعنی اے رب! مجھے رسوا نہ کیجو جس دن سب اٹھائے جائیں گے اور میرے باپ کو بخش دے بیشک وہ گمراہوں میں سے تھا۔

یہاں شبہ ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف وعدہ خلافی کی نسبت کررہے ہیں اور اسی لئے بعض علماء نے اس روایت کی صحت کا انکار بھی کیا ہے۔ (۴۳)

لیکن جمہور کہتے ہیں کہ اس میں وعدہ خلافی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ کلام استعطاف ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کو طلب کرنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ گزارش کریں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے خلیل کی رعایت فرمائیں گے اور آذر کی شکل تبدیل کردی جائے گی اور کسی کو معلوم نہیں ہوسکے گا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد ہے۔ (۴۴)

فائدہ

علامہ عثمانی فرماتے ہیں کہ یہ دعا باپ کی موت کے بعد کی ہے مگر دوسری جگہ تصریح آئی ہے کہ جب اس کا دشمن خدا ہونا ظاہر ہوگیا تو برأت اور بیزاری کا اظہار فرمایا کما قال تعالیٰ "وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلّٰهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ" (اور اگر إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ میں "کان" کا ترجمہ "تھا" کے بجائے "ہے" سے کیا جائے تو پھر کوئی اشکال نہیں کیونکہ زندگی میں ایمان لے آنے کا امکان تھا تو دعا کا حاصل یہ ہے کہ الٰہی اس کو ایمان سے مشرف فرما کر کفر کے زمانے کی خطائیں معاف فرمادے۔

٢٦٠ - باب : «وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ . وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ» /٢١٤ ، ٢١٥/ : أَلِنْ جَانِبَكَ .

٤٤٩٢ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قالَ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : لَمَّا نَزَلَتْ : «وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ» . صَعِدَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الصَّفَا ، فَجَعَلَ يُنَادِي : (يَا بَنِي فِهْرٍ ، يَا بَنِي عَدِيٍّ) . لِبُطُونِ قُرَيْشٍ ، حَتَّى اجْتَمَعُوا ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَخْرُجَ أَرْسَلَ رَسُولاً لِيَنْظُرَ ما هُوَ ، فَجَاءَ أَبُو لَهَبٍ وَقُرَيْشٌ ، فَقَالَ : (أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلاً بِالْوَادِي تُرِيدُ أَنْ تُغِيرَ عَلَيْكُمْ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ) . قالوا : نَعَمْ ، ما جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا ، قالَ : (فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ) . فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ : تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ ، أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا ، فَنَزَلَتْ : «تَبَّتْ يَدَا

---

(۴۳) فتح الباری: ۸/۵۰۰

(۴۴) عمدۃ القاری: ۱۹/۱۰۱

أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ. ما أَغْنَى عَنْهُ مالُهُ وَما كَسَبَ». [ر : ١٣٣٠]

٤٤٩٣ : حدّثنا أَبُو الْيَمانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمسيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قالَ : قامَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ حِينَ أَنْزَلَ ٱللهُ : «وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ». قالَ : (يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ ، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا ، ٱشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ ، لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ ٱللهِ شَيْئًا ، يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ ٱللهِ شَيْئًا ، يَا عَبَّاسُ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ ٱللهِ شَيْئًا ، وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ ٱللهِ لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ ٱللهِ شَيْئًا ، وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ ﷺ ، سَلِينِي ما شِئْتِ مِنْ مالِي ، لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ ٱللهِ شَيْئًا).

تَابَعَهُ أَصْبَغُ ، عَنِ ٱبْنِ وَهْبٍ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ . [ر : ٢٦٠٢]

انذار کی چار صورتیں ہیں۔ انذار عشیرہ، انذار قوم، انذار عرب اور انذار جمیع بنی آدم، آپ کی نبوت چونکہ سب کے لئے عام تھی اس لئے انذار کی یہ چاروں صورتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمائیں۔

علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تینوں سورتیں مسلسل ہیں اور ان میں "قل" لایا گیا ان سے پہلے تبت یدا ابی لهب میں "قل" نہیں لایا گیا اس لئے کہ ابولہب آپ کا چچا تھا، اس میں اگر "قل" لایا جاتا تو اس کی نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتی اور آپ کا اس عنوان کو اختیار کرنا مکارم اخلاق کے مطابق نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت سے "قل" ابتدا میں نازل نہیں فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے براہ راست اس کے لئے تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ.... کو نازل فرمایا۔ (۳۵)

٢٦١ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ النَّمْلِ .

وَ«الْخَبْءَ» /٢٥/ : ما خَبَأْتَ . «لَا قِبَلَ» /٣٧/ : لَا طَاقَةَ . (الصَّرْحَ» /٤٤/ : كُلُّ مِلَاطٍ ٱتُّخِذَ مِنَ الْقَوَارِيرِ ، وَالصَّرْحُ : الْقَصْرُ ، وَجَمَاعَتُهُ صُرُوحٌ .

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ» /٢٣/ : سَرِيرٌ كَرِيمٌ ، حُسْنُ الصَّنْعَةِ وَغَلَاءُ الثَّمَنِ . «مُسْلِمِينَ» /٣٨/ : طَائِعِينَ . «رَدِفَ» /٧٢/ : ٱقْتَرَبَ . «جامِدَةً» /٨٨/ : قائِمَةً . «أَوْزِعْنِي»

---

(۳۵)

/۱۹/ : اَجْعَلْنِي

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «نكِّرُوا» /٤١/ : غَيِّرُوا . «وَأُوتِينَا الْعِلْمَ» /٤٢/ : يَقُولُهُ سُلَيْمَانُ . الصَّرْحُ بِرْكَةُ ماءٍ ، ضَرَبَ عَلَيْهَا سُلَيْمانُ قَوَارِيرَ ، أَلْبَسَهَا إِيَّاهَا .

النمل

وَالْخَبْءَ: مَاخَبَأْتَ

آیت میں ہے ”اَلَّا يَسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ“ فرماتے ہیں کہ آیت میں الخبء کے معنی پوشیدہ چیز کے ہیں۔

یعنی کیوں نہ سجدہ کریں اللہ کو جو چھپی ہوئی چیز آسمانوں اور زمین میں نکالتا ہے، شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”ہدہد“ کی روزی ہے ریت کے کیڑے نکال کر کھانا، نہ دانہ کھائے نہ میوہ، شاید اسی لئے يُخْرِجُ الْخَبْءَ کا خاص طور پر ذکر کیا“ (یہ قول ہدہد کا قرآن کریم نے نقل کیا ہے (*)

لَاقِبَلَ: لَاطَاقَةَ

”اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا“ پھر جا ان کے پاس ہم ان کے پاس ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا مقابلہ ان سے نہ ہوسکے گا۔ فرماتے ہیں اس میں لَاقِبَلَ کے معنی لَاطَاقَةَ کے ہیں یعنی ان میں اس لشکر کا دفاع کرنے کی طاقت نہیں ہوگی۔

اَلصَّرْحَ: كُلُّ مِلَاطٍ (٣٦) اتخذمن القوارير، والصرح: القصر، وجماعته صروح

آیت میں ہے ”قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ“ ”اس سے کہا گیا محل میں اندر چل“ صرح ہر اس گارے کو کہتے ہیں جو شیشے سے بنایا جاتا ہے اور صرح کے معنی محل کے بھی آتے ہیں اور آگے اس کے معنی تالاب کے بھی لکھے ہیں اس کی جمع صُرُوح ہے۔

---

(۳۶) ملاط پختہ فرش کو کہتے ہیں (فیض الباری: ۲۱۹/۴)

(*) تفسیر عثمانی ص ۵۰۸ سورہ النمل آیت ۲۵

وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ: سَرِيرٌ كَرِيمٌ، حُسْنُ الصَّنْعَةِ وَغَلَاءُ الثَّمَنِ

آیت میں ہے ”وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ“ اور بلقیس کے پاس ایک بڑا تخت ہے فرماتے ہیں کہ عرش عظیم کے معنی ہیں ایک عمدہ اور اچھی کاریگری والا اور بیش قیمت تخت

مُسْلِمِينَ: طَائِعِينَ

”قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ“ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اے درباریو! تم میں سے کون بلقیس کا تخت میرے پاس لائے گا پہلے اس کے کہ وہ لوگ مطیع ہوکر میرے پاس آویں۔ فرماتے ہیں کہ مسلمین کے معنی ہیں طائعین: مطیع و فرمانبردار

ردف: اقترب

”قُلْ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ“ آپ کہہ دیجئے کیا عجب کہ جس عذاب کی تم جلدی مچارہے ہو اس میں کچھ تمہارے قریب آپہنچا ہو، فرماتے ہیں کہ ردف کے معنی ہیں: قریب آپہونچنا۔

جَامِدَةً: قَائِمَةً

”وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً“ اور آپ پہاڑوں کو دیکھتے ہیں اس حال میں کہ آپ ان کو قائم سمجھتے ہیں (کہ یہ ہمیشہ قائم و دائم رہیں گے حالانکہ قیامت کے روز یہ سب روئی کے گالوں کی طرح فضا میں بکھر جائیں گے)، جَامِدَةً کے معنی ہیں قائمة

أَوْزِعْنِي: اِجْعَلْنِي

”رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ“ فرماتے ہیں آیت میں أَوْزِعْنِي کے معنی ہیں اجعلنی: یعنی اے میرے رب! مجھے اس طرح بنادے کہ میں آپ کی اس نعمت کا شکر ادا کروں جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائی ہے۔

نَكِّرُوا: غَيِّرُوا

”قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا“ ”نَكِّرُوا“ کے معنی ہیں تم اس کی صورت بدل دو۔

وَاُوْتِینَا الْعِلْمَ: یقولہ سلیمان

آیت میں ہے "قَالَتْ کَاَنَّہٗ ھُوَ وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِھَا وَکُنَّا مُسْلِمِیْنَ" مجاہد فرماتے ہیں کہ آیت میں "وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ" حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقولہ ہے، اس صورت میں "من قبلھا" کی ضمیر بلقیس کی طرف راجع ہوگی، یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اس عورت سے پہلے ہم کو علم عطا کیا گیا ہے۔

لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ یہ بلقیس کا مقولہ ہے، اس صورت میں "من قبلھا" کی ضمیر "معجزۃ" کی طرف راجع ہوگی اور مطلب یہ ہوگا کہ اس معجزہ سے پہلے ہم کو علم و یقین ہوچکا تھا کہ سلیمان محض بادشاہ نہیں اللہ کے مقرب بندہ ہیں اور اسی لئے ہم نے فرمانبرداری اور تسلیم و انقیاد کا راستہ اختیار کیا۔

حافظ ابن حجرؒ نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے (۳۷) لیکن علامہ عینی (۳۸) حضرت تھانوی (۳۹) اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے دوسرے قول کو ترجیح دی اور سیاق و سباق سے دوسرے قول کی تائید ہوتی ہے۔ (۴۰)

الصَّرْحُ: بِرْکَۃُ مَاءٍ، ضَرَبَ عَلَیْھَا سُلَیْمَانُ قَوَارِیْرَ

"قِیْلَ لَھَا ادْخُلِی الصَّرْحَ" الصرح کے معنی ہیں پانی کا تالاب جس پر سلیمان علیہ السلام نے شیشے لگائے تھے، چنانچہ بلقیس کو جب محل میں داخل ہونے کے لئے کہا گیا تو اس نے پائنچے چڑھا کر پنڈلیاں کھول دیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

"حضرت سلیمان علیہ السلام دیوان خانہ میں بیٹھے تھے، اس میں پتھروں کی جگہ شیشے کا فرش تھا، صاف شیشہ دور سے نظر آتا کہ پانی لہرا رہا ہے اور ممکن ہے کہ شیشہ کے نیچے واقعی پانی ہو یعنی حوض کو شیشہ سے پاٹ دیا ہو، اس نے پانی میں گھسنے کے لئے پنڈلیاں کھولدیں سلیمان نے پکارا کہ یہ شیشہ کا فرش ہے پانی نہیں، اس کو اپنی عقل کا قصور اور ان کی عقل کا کمال معلوم ہوا، سمجھی کہ دین میں بھی جو یہ سمجھے ہیں وہ ہی صحیح ہوگا، اور یہ بھی پتہ لگ گیا کہ جس ساز و سامان پر اس کی قوم کو ناز تھا یہاں اس

---

(۳۷) دیکھیے فتح الباری: ۸/۵۰۵

(۳۸) دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۹/۱۰۴

(۳۹) بیان القرآن: ۲/۸۸

(۴۰) تفسیر عثمانی: ۵۰۷ فائدہ نمبر۲

سے بڑھ کر سامان موجود ہے گویا سلیمان علیہ السلام نے اس کو متنبہ فرمادیا کہ آفتاب و ستاروں کی چمک پر مفتوں ہوکر انہیں خدا سمجھ لینا ایسا ہی دھوکہ ہے جیسے آدمی شیشہ دیکھ کر پانی کا گمان کرلے ۔ "

٢٦٢ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْقَصَصِ.

«كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ» /٨٨/ : إِلَّا مُلْكَهُ ، وَيُقَالُ : إِلَّا ما أُرِيدَ بِهِ وَجْهُ اللهِ .
وَقالَ مُجَاهِدٌ : «الْأَنْبَاءُ» /٦٦/ : الحُجَجُ .

سورة القصص

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ: إِلَّا مُلْكَهُ، وَيُقَالُ: إِلَّا مَا أُرِيدَ بِهِ وَجْهُ اللهِ آیت میں "وَجْهَهُ" سے مراد اللہ کی حکومت ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد وہ نیک اعمال ہیں جو اللہ کی رضا کے لئے کئے گئے ہوں۔

وقال مجاهد: فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ: الْحُجَجُ

آیت میں ہے "فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ يَوْمَئِذٍ" پس اس دن ان سے سارے دلائل گم ہوجائیں گے ، مجاہد فرماتے ہیں کہ الانباء سے دلائل مراد ہیں یعنی ان منکرین کے پاس اس دن کوئی دلیل اور حجت نہ ہوگی ۔

٢٦٣ – باب : «إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ» /٥٦/.

٤٤٩٤ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طالِبٍ الْوَفاةُ ، جاءَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ ، فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَاجَهْلٍ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ ، فَقَالَ : «أَيْ عَمِّ ، قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ، كَلِمَةً أُحاجُّ لَكَ بِهَا

عِنْدَ ٱللهِ) . فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ ٱللهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ : أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ ٱلْمُطَّلِبِ ، فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ ، وَيُعِيدَانِهِ بِتِلْكَ ٱلْمَقَالَةِ ، حَتَّى قَالَ أَبُو طَالِبٍ آخِرَ ما كَلَّمَهُمْ : عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ ٱلْمُطَّلِبِ ، وَأَبَى أَنْ يَقُولَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا ٱللهُ ، قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (وَٱللهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ ما لَمْ أُنْهَ عَنْكَ) . فَأَنْزَلَ ٱللهُ : «ما كانَ لِلنَّبِيِّ وَٱلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ» . وَأَنْزَلَ ٱللهُ في أَبِي طَالِبٍ ، فَقَالَ لِرَسُولِ ٱللهِ ﷺ : «إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ ٱللهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ» . [ر : ١٢٩٤]

کیا ابوطالب مسلمان ہوا تھا؟

آیتِ باب کے بارے میں بتایا گیا کہ ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اہل حق کا یہی مسلک ہے کہ ابوطالب کا انتقال کفر کی حالت میں ہوا ہے۔

ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں ایک روایت نقل کی ہے کہ ابوطالب موت کے وقت اپنے ہونٹوں کو حرکت دے رہے تھے، حضرت عباسؓ جو ان کے بھائی تھے انہوں نے کان لگا کر سنا تو آپ سے عرض کیا کہ بھتیجے! یہ تو وہی کلمہ پڑھ رہے ہیں جس کا آپ نے مطالبہ کیا تھا، آپؐ نے فرمایا میں نے نہیں سنا (۱)

شبلی نعمانی مرحوم امام بخاری کی اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”ابوطالب کے اسلام کے متعلق اختلاف ہے لیکن بخاری کی یہ روایت چنداں قابل حجت نہیں کہ اخیر راوی مسیّب ہیں جو فتح مکہ میں اسلام لائے اور ابوطالب کی وفات کے وقت موجود نہ تھے، اسی بناء پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ ”روایت مرسل ہے“ ابن اسحاق کے سلسلۂ روایت میں عباس بن عبداللہ بن معبد اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہیں، یہ دونوں ثقہ ہیں، لیکن بیچ کا ایک راوی یہاں بھی رہ گیا ہے، اس بناء پر دونوں روایتوں کے درجۂ استناد میں چنداں فرق نہیں“ (۲)

لیکن علامہ شبلی کا یہ خیال درست نہیں ہے، اول یہ کہنا کہ حضرت مسیب فتح مکہ میں اسلام لائے تھے اور ابوطالب کی وفات کے وقت موجود نہ تھے یہ واقدی اور مصعب زبیری کا قول ہے (۳)، دوسرے

---

(۱) دیکھئے سیرۃ ابن ھشام مع الروض الانف: ۱/۲۶۰-۲۵۹

(۲) دیکھئے سیرۃ النبی: ۱/۱۳۹

(۳) دیکھئے تہذیب التہذیب: ۱۰/۱۵۲: والاصابة: ۳/۴۲۰رقم الترجمة: ۷۹۹۶ ان کے حالات کے لئے دیکھئے تہذیب الکمال: ۲۷/۵۸۵و اسد الغابة: ۴/۳۶۶و الاستیعاب: ۳/۱۴۰۰و تاریخ البخاری الکبیر: ۷/الترجمة: ۱۶۸۲

حضرات محدثین کہتے ہیں کہ حضرت مسیب فتح مکہ سے بہت پہلے اسلام لائے تھے (۴) ۔

دوسری بات یہ ہے کہ ابن اسحاق کی سند منقطع ہے اور چھوٹا ہوا راوی صحابی نہیں ہے ، خود ابن اسحاق بھی امام بخاری کی طرح استناد کا اعلیٰ درجہ نہیں رکھتے ہیں اس لئے بخاری اور ابن اسحاق کی روایات کو یکساں قرار دینا درست نہیں ہے ، بلکہ یہ بات علامہ شبلی نے خود لکھی ہے ، ابن اسحاق احتجاج میں جب اکیلے ہوں تو کافی نہیں، چنانچہ علامہ شبلی کے شاگرد مولانا سید سلیمان ندوی اپنے استاذ کے مذکورہ خیال سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مصنف کے اس نظریہ سے مجھے اتفاق نہیں ہے اس لئے کہ بخاری کی روایت کے آخری راوی حضرت مسیب ہیں جو صحابی ہیں، ظاہر ہے کہ صحابی کی یہ روایت کسی صحابی ہی سے ہوگی، اس لئے مراسیلِ صحابہ حجت ہیں اور ابن اسحاق کی روایت منقطع ہے اور چھوٹا ہوا راوی صحابی نہیں ہے ، خود ابن اسحاق بھی استناد کا اعلیٰ درجہ نہیں رکھتے ، اس لئے دونوں روایتوں کو یکساں نہیں قرار دیا جاسکتا۔

علاوہ بریں حضرت مسیب کی اس روایت کی تائید میں خود حضرت عباس کی وہ روایت ہے جو اسی مسیب والی روایت سے اوپر صحیح بخاری میں موجود ہے ، جس میں ذکر ہے کہ "حضرت عباس ؓ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ! آپ کے چچا (ابوطالب) کو آپ سے کیا فائدہ پہنچاکہ وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے لئے آپ کے دشمنوں سے برسرپیکار رہتے تھے" فرمایا "وہ دوزخ کی آگ میں صرف ٹخنے تک ہیں مگر اس کا اثر بھی دماغ تک پہنچ جاتا ہے ، اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتے" اس سے معلوم ہواکہ خود حضرت عباس ؓ کے علم میں تھاکہ ان کا خاتمہ توحید کے اقرار پر نہیں ہوا " (۵)

قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «أُولِي الْقُوَّةِ» /٧٦/ : لَا يَرْفَعُهَا الْعُصْبَةُ مِنَ الرِّجالِ . «لَتَنُوءُ» /٧٦/ : لَتُثْقِلُ . «فارِغًا» /١٠/ : إِلَّا مِنْ ذِكْرِ مُوسٰى . «الْفَرِحِينَ» /٧٦/ : المَرِحِينَ . «قُصِّيهِ» /١١/ : ٱتَّبِعِي أَثَرَهُ ، وَقَدْ يَكُونُ : أَنْ يَقُصَّ الْكَلَامَ . «نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ» /يوسف: ٣/ . «عَنْ جُنُبٍ» /١١/ : عَنْ بُعْدٍ ، عَنْ جَنَابَةٍ وَاحِدٌ ، وَعَنِ ٱجْتِنَابٍ أَيْضًا . «يَبْطِشَ» /١٩/ : وَيَبْطُشَ «يَأْتَمِرُونَ» /٢٠/ : يَتَشَاوَرُونَ . الْعُدْوَانُ وَالْعَدَاءُ وَالتَّعَدِّي وَاحِدٌ . «آنَسَ» /٢٩/ : أَبْصَرَ ٱلْجِذْوَةَ قِطْعَةٌ غَلِيظَةٌ مِنَ الخَشَبِ لَيْسَ فِيهَا لَهَبٌ ، وَالشِّهَابُ فِيهِ لَهَبٌ . «كَأَنَّهَا جَانٌّ» /٣١/ : وَهِيَ فِي آيَةٍ أُخْرَى : كَأَنَّهَا «حَيَّةٌ تَسْعَى» /طه: ٢٠/ . وَالحَيَّاتُ أَجْنَاسٌ : الجَانُّ ، وَالأَفَاعِي ،

---

(۴) عمدۃ القاری :۸/ ۱۸۰ کتاب الجنائز باب اذا قال المشرک عند الموت: لاالہ الااللہ و تہذیب التہذیب : ۱۰ /۱۵۲

(۵) حاشیہ سیرۃ النبی : ۱/ ۱۵۰ وقال السہیلی فی الروض الانف : ۱/ ۲۵۸ : ان الصحیح من الاثر اثبت لابی طالب الوفاۃ علی الکفر و الشرک

وَالْأَسَاوِدُ. «رِدْأً» /٣٤/: مُعِينًا، قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ: لِكَيْ «يُصَدِّقُنِي».

وَقالَ غَيْرُهُ: «سَنَشُدُّ» /٣٥/: سَنُعِينُكَ، كُلَّمَا عَزَّزْتَ شَيْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهُ عَضُدًا. مَقْبُوحِينَ: مُهْلَكِينَ. «وَصَّلْنَا» /٥١/: بَيَّنَّاهُ وَأَتْمَمْنَاهُ. «يُجْبَى» /٥٧/: يُجْلَبُ. «بَطِرَتْ» /٥٨/: أَشِرَتْ. «فِي أُمِّهَا رَسُولًا» /٥٩/: أُمُّ الْقُرَى مَكَّةُ وَمَا حَوْلَهَا. «تُكِنُّ» /٦٩/: تُخْفِي، أَكْنَنْتُ الشَّيْءَ أَخْفَيْتُهُ، وَكَنَنْتُهُ أَخْفَيْتُهُ وَأَظْهَرْتُهُ. «وَيْكَأَنَّ ٱللّٰهَ» /٨٢/: مِثْلُ: أَلَمْ تَرَ أَنَّ ٱللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ: يُوَسِّعُ عَلَيْهِ، وَيُضَيِّقُ عَلَيْهِ.

قال ابن عباس: اُولِی الْقُوَّۃِ: لَا یَرْفَعُهَا الْعُصْبَۃُ مِنَ الرِّجَالِ

آیت میں ہے "وَآتَیْنَاهُ مِنَ الْکُنُوْزِ مَا اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْءُ بِالْعُصْبَۃِ اُولِی الْقُوَّۃِ" فرماتے ہیں کہ قارون کے خزانوں کی کنجیوں کو طاقت ور مردوں کی جماعت بھی نہیں اٹھا سکتی تھی، عصبة جماعت اور گروہ کو کہتے ہیں، آیت میں "لتنوء" کے معنی بیان کئے ہیں وہ کنجیاں بوجھل کردیتی تھیں، بوجھ سے جھکا دیتی تھیں طاقتور مردوں کو۔

فَارِغًا: اِلَّا مِنْ ذِکْرِ مُوْسٰی

آیت میں ہے "وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فَارِغًا" یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے علاوہ ہر چیز سے فارغ اور خالی تھا۔

اَلْفَرِحِیْنَ: اَلْمَرِحِیْنَ

"اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ" بے شک اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا
آیت میں فَرِحِیْنَ کے معنی ہیں مَرِحِیْنَ: اترانے والے، مَرِحَ (س) مَرَحاً: اترانا

قُصِّیْهِ: اِتَّبِعِی اَثَرَهٗ، وَقَدْ یَکُوْنُ: اَنْ یَقُصَّ الْکَلَامَ، نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ

"وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ" قُصِّیْهِ کے معنی ہیں اس کے پیچھے پیچھے چلی جا، یہ لفظ کلام اور قصہ بیان کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے، جیسے سورۂ یوسف میں ہے "نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ"

عَنْ جُنُبٍ : عَنْ بُعْدٍ، وَعَنْ جَنَابَةٍ وَاحِدٌ، وَعَنْ اِجْتِنَابٍ اَیْضاً

آیت میں ہے "نَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ" (ترجمہ گزر چکا) اس میں عَنْ جُنُبٍ کے معنی ہیں : دور سے، عَنْ جَنَابَةٍ اور عَنْ اِجْتِنَابٍ کے بھی یہی معنی ہیں۔

یَاْتَمِرُوْنَ : یَتَشَاوَرُوْنَ

"قَالَ یٰمُوْسٰی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِکَ لِیَقْتُلُوْکَ" کہنے لگے اے موسیٰ! اہل دربار آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کر دیں۔ فرماتے ہیں یَاْتَمِرون کے معنی ہیں : آپس میں مشورہ کر رہے ہیں۔

اَلْعُدْوَانُ، وَالْعَدَاءُ وَالتَّعَدِّیْ وَاحِدٌ

"فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ وَاللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْلٌ" فرماتے ہیں عُدْوان عَدَاء اور تَعَدِّی کے ایک ہی معنی ہیں یعنی زیادتی

آنَسَ : اَبْصَرَ

"آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا" آنس کے معنی ہیں : دیکھ لیا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور کی جانب سے آگ دیکھی۔

اَلْجِذْوَةُ : قِطْعَةٌ غَلِیْظَةٌ مِنَ الْخَشَبِ لَیْسَ فِیْهَا لَهَبٌ، وَالشِّهَابُ فِیْهَا لَهَبٌ

آیت میں ہے "اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ" یا آگ کا انگارہ لے آؤں تاکہ تم سینک لو۔ فرماتے ہیں کہ جَذوۃ لکڑی کے موٹے ٹکڑے کو کہتے ہیں جس میں شعلہ نہ ہو یعنی انگارہ اور شہاب وہ ہوتا ہے جس میں شعلہ ہوتا ہے چنانچہ سورۃ نمل میں ہے "اَوْ آتِیْکُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ---"

وَالْحَیَّاتُ اَجْنَاسٌ، اَلْجَانُّ وَالْاَفَاعِیْ وَالْاَسَاوِدُ

سانپوں کی مختلف اقسام و اجناس ہوتی ہیں، ایک قسم ان کی جان ہے جس کا تذکرہ اس سورۃ میں آیا ہے "فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ کَاَنَّهَا جَانٌّ وَلّٰی مُدْبِرًا" یہ ایک چھوٹا چمکتا ہوا سفید سانپ ہوتا ہے، ایک قسم

افاعی ہے یہ اَفْعیٰ کی جمع ہے، یہ مادہ ہوتا ہے، نر کو اُفْعُوان کہتے ہیں اور ایک قسم اساود ہے یہ اسود کی جمع ہے، یہ کالے رنگ کا سب سے خطرناک سانپ ہوتا ہے، بہرحال یہ مختلف اقسام ہیں اوران سب پر "حَيَّة" کا اطلاق ہوتا ہے۔

رِدْاً: مُعِيْنًا، قال ابن عباس: لِكَيْ يُصَدِّقُنِي

آیت میں ہے "وَاَخِيْ هَارُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْ" اس میں "رِدْاً" کے معنی معین و مددگار کے ہیں، یعنی مرے بھائی ہارون زبان کے اعتبار سے مجھ سے زیادہ فصیح ہیں ان کو میرا معین و مددگار بنا کر بھیجئے تاکہ وہ میری تصدیق کرے۔

سَنَشُدُّ: سَنُعِيْنُكَ

آیت کریمہ میں ہے "قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ" فرمایا ہم ابھی تمہارے بھائی کو تمہارا قوت بازو بنائے دیتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ نَشُدُّ کے معنی ہیں ہم مدد کریں گے عَضُد کی تشریح کرتے ہوئے امام فرماتے ہیں کہ كُلَّمَا عَزَّزْتَ شَيْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهُ عَضُدًا جس شئے کو بھی تم قوت پہنچاؤ تو تم اس کے بازو بن جاتے ہو۔ عَزَّزَ۔ تعزیزا: قوت پہنچانا، تائید کرنا

مَقْبُوْحِيْنَ: مُهْلَكِيْنَ

آیت میں ہے "وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ" فرماتے ہیں مَقْبُوْحِيْنَ کے معنی ہیں مُهْلَكِيْنَ یعنی قیامت کے دن وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہوں گے۔

وَصَّلْنَا: بَيَّنَّاهُ، وَاَتْمَمْنَاهُ

"وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ" اس میں وَصَّلْنَا کے معنی ہیں بَيَّنَّاهُ، وَاَتْمَمْنَاهُ یعنی ہم نے اس کلام کو بیان کیا اور پورا کیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

يُجْبٰى: يُجْلَبُ

آیت میں ہے "يُجْبٰى اِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ" فرماتے ہیں يُجْبٰى کے معنی ہیں یجلب یعنی جہاں ہر قسم کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں۔

بَطِرَتْ: اَشِرَتْ

آیت میں ہے "وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا " اور بہت سی ایسی بستیاں ہم تباہ کرچکے ہیں جو اپنے سامانِ عیش پر نازاں تھیں، بَطِرَتْ کے معنی ہیں اَشِرَتْ: نازاں ہونا، تکبر کرنا، اترانا، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

"یعنی عرب کی دشمنی سے کیا ڈرتے ہو اللہ کے عذاب سے ڈرو، دیکھتے نہیں کتنی قومیں گزر چکی ہیں جنہیں اپنی خوش عیشی پر غُرّہ ہوگیا تھا جب انہوں نے تکبر اور سرکشی اختیار کی، اللہ تعالیٰ نے کس طرح تباہ و برباد کرڈالا کہ آج صفحۂ ہستی پر ان کا نام ونشان باقی نہ رہا، یہ کھنڈر ان کی بستیوں کے پڑے ہیں جن میں کوئی بسنے والا نہیں، بجز اس کے کہ کوئی مسافر تھوڑی دیر سستالے یا قدرت الٰہی کا عبرتناک تماشہ دیکھنے کے لئے وہاں جااترے۔"

فِیْ اُمِّهَا رَسُوْلاً: اُمُّ الْقُرٰى مَكَّةُ وَمَا حَوْلَهَا

"وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِىْ اُمِّهَا رَسُوْلاً " آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں جب تک ان کی بڑی بستی میں رسول نہ بھیج دے، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

"یعنی اللہ تعالیٰ اس وقت تک بستیوں کو غارت نہیں کرتا جب تک ان کے صدر مقام میں کوئی ہشیار کرنے والا پیغمبر نہ بھیج دے (صدر مقام کی تخصیص شاید اس لئے کی کہ وہاں کا اثر دور تک پہنچتا ہے اور شہروں کے باشندے نسبتاً سلیم العقل ہوتے ہیں) تمام روئے زمین کی آبادیوں کا صدر مقام مکہ معظمہ تھا۔" امام فرماتے ہیں آیت مذکورہ میں "اُمِّہا" سے مراد مکہ اور اس کے اطراف ہیں۔

تُكِنُّ: تُخْفِیْ، اَكْنَنْتُ الشَّیْءَ: اَخْفَيْتُهٗ، وَكَنَنْتُهٗ اَخْفَيْتُهٗ وَاَظْهَرْتُهٗ

آیت میں ہے "وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ " اور آپ کا رب جانتا ہے ان چیزوں کو جن کو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جن کو وہ ظاہر کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ تکن کے معنی ہیں تُخفی: چھپاتے ہیں، عرب کہتے ہیں "اَكْنَنْتُ الشَّیْءَ" میں نے اس کو چھپالیا۔ وکننتہ (از باب نصر) میں نے اس کو چھپایا، اس کو ظاہر کیا اضداد میں سے ہے۔

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ: يُوَسِّعُ عَلَيْهِ، وَيُضَيِّقُ عَلَيْهِ

آیت میں ہے "وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ" فرماتے ہیں کہ آیت میں یبسط کے معنی ہیں اللہ ان کے رزق کو وسیع کرتا ہے اور يَقْدِرُ کے معنی ہیں رزق میں تنگی کرتا ہے ۔

وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ: مِثْلُ: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہیں رزق کشادہ کردیتے ہیں اور (جس کے لئے چاہیں) تنگ کردیتے ہیں۔ "

ہندوستانی نسخوں میں " وَيْكَ اَنَّ " علیحٰدہ علیحٰدہ لکھا ہوا ہے اور مصری نسخوں میں " وَيْكَاَنَّ " ملا کر لکھا گیا ہے ، صاحب الجمل نے فرمایا کہ باجماع المصاحف یہ کلمہ متصل مانا گیا ہے ، اس کا الگ الگ لکھنا صحیح نہیں ہے ۔ (۶)

البتہ قراء میں اختلاف ہے ، عاصم اسم کا اعتبار کرتے ہیں اور درمیان میں وقف نہیں کرتے ہیں لیکن کسائی "وی" پر وقف کرتے ہیں اور ابوعمرو بن العلاء، "ویک" پر وقف کرتے ہیں۔ (۷)

پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ کلمہ مفردہ ہے یا کلمہ مرکبہ، بعض حضرات نے کہا کہ یہ مفرد ہے اور " اَلَمْ تَرَ " کے معنی میں ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ مرکب ہے "وَیْ" اور "كَاَنَّ" سے "وَیْ" "اعجب" کے معنی میں کلمہ تعجب ہے اور "كَاَنَّ" حرف تشبیہ ہے لیکن تشبیہ کے معنی یہاں ختم کردیئے گئے، معنی ہیں (۸) " اعجب ان اللّٰہ.... " اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ " ویلک ان اللّٰہ " کے معنی میں ہے " ویلک " میں لام کو تخفیف کی غرض سے حذف کردیا گیا " وَيْكَ اَنَّ اللّٰهَ " بن گیا (۹) واللہ اعلم

٢٦٤ – باب : «إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ» . الآيَةَ /٨٥/ .

٤٤٩٥ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا يَعْلَى : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الْعُصْفُرِيُّ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : «لَرَادُّكَ إِلَى مَعَادٍ» . قالَ : إِلَى مَكَّةَ .

---

(۶) تعلیقات لامع الدراری: ۹/۱۳۳۔ وتفسیر جمل

(۷) تعلیقات لامع الدراری: ۹/۱۳۳

(۸) روح المعانی: ۳/۱۲۳

(۹) عمدۃ القاری: ۱۹/۱۰۷ وتفسیر الکشاف ۳/۳۴۴

٢٦٥ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْعَنْكَبُوتِ .

قَالَ مُجَاهِدٌ : «وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ» /٣٨/ : ضَلَلَةً .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «الحَيَوَانُ» /٦٤/ : وَالحَيُّ وَاحِدٌ . «وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ» /١١/ : عَلِمَ اللّٰهُ ذٰلِكَ ، إِنَّمَا هِيَ بِمَنْزِلَةِ فَلِيَمِيزَ اللّٰهُ ، كَقَوْلِهِ : «لِيَمِيزَ اللّٰهُ الخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ» /الأنفال: ٣٧/ . «أَثْقَالاً مَعَ أَثْقَالِهِمْ» /١٣/ : أَوْزَارًا مَعَ أَوْزَارِهِمْ .

العنكبوت

قال مجاهد: وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ: ضَلَلَةً

آیت میں ہے "وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ" مجاہد فرماتے ہیں کہ مستبصرین کے معنی گمراہ کے ہیں، آیت کا مطلب ہے "شیطان نے ان کی نظر میں ان کے اعمال کو مزین بنایا تھا، پس اس نے ان کو راہِ حق سے روک دیا اور وہ گمراہ تھے" ۔

فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ: عَلِمَ اللّٰهُ ذٰلِكَ، اِنَّمَا هِيَ بِمَنْزِلَةِ فَلِيَمِيْزَ اللّٰهُ كقوله: لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ

آیت میں ہے "فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِيْنَ" یہاں بظاہر اشکال ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کا علم تو ازلی ہے اور "لیعلمن" صیغہ مستقبل ہے تو اللہ کے لئے مستقبل میں علم ثابت کرنا کیسے درست ہوگا؟

امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صیغہ اگرچہ مستقبل کا ہے لیکن معنی میں ماضی کے ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر مستقبل کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا؟ اس کا جواب امام بخاری نے "انماھی بمنزلة...." سے دیا ہے یعنی یہاں علم سے علم تمیز مراد ہے، ہر شئے کا اجمالی اور تفصیلی علم اللہ تبارک و تعالی کا ازلی ہے اور اس میں حدوث کا شائبہ اور اجمال تک نہیں ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ علم تمیز محدثات

کے وجود میں آنے کے بعد ہوتا ہے، اس لئے یہاں مستقبل کا صیغہ استعمال کیا گیا، اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

”.... آیات میں جو حتی نعلم، اور فلیعلمن اور لمایعلم اللّٰہ اور لنبلونکم اور الالنعلم وغیرہ کلمات موجود ہیں ان سب سے بظاہر یوں سمجھ میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ کو نعوذ باللہ ان اشیاء کا علم بعد کو ہوا، ان چیزوں کے وجود سے پہلے علم نہ تھا حالانکہ اس کا علم ہر چیز کے ساتھ قدیم ہے وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا علماء نے کئی طرح سے اس کا جواب دیا ہے، بعض نے علم سے متمیز اور جدا جدا کر دینا مراد لیا ہے، بعض نے امتحان کے معنی لئے، کسی نے علم کو بمعنی رویت لیا، کسی نے مستقبل کو بمعنی ماضی فرمایا، بعض نے حدوث علم کو نبی اور مؤمنین کی طرف یا مخاطبین کی طرف لوٹایا، بعض اکابر محققین نے علم حالی جو بعد وجود معلوم متحقق ہوتا ہے، جس پر جزا سزا، مدح و ذم مترتب ہوتی ہے مراد لیا اور اسی کو پسند فرمایا، بعض راسخین مدققین نے اس کے متعلق دو باتیں نہایت دقیق و انیق بیان فرمائیں۔

اول کا خلاصہ یہ ہے کہ حسب ارشاد إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا تمام چیزیں اول سے آخر تک حقیر و عظیم، قلیل و کثیر خدا کے سامنے ہیں اور سب کا علم اس کو ایک ساتھ ہے، اس کے علم میں تقدم و تاخر ہرگز نہیں ہے مگر آپس میں ایک دوسرے کی نسبت بے شک مقدم و مؤخر کی جاتی ہے سو علم خداوندی کے حساب سے تو سب کی سب بمنزلہ شئ واحد موجود ہیں، اس لئے وہاں ماضی، حال اور مستقبل نکالنا بالکل غلط ہوگا البتہ تقدم و تاخر باہمی کی وجہ سے یہ تینوں زمانے بالبداہت جدا جدا نکلیں گے، سو جناب باری کبھی تو حسب موقع و حکمت اپنے معلوم ہونے کے لحاظ سے کلام فرماتا ہے اور کبھی ان وقائع کے تقدم و تاخر کا لحاظ ہوتا ہے، پہلی صورت میں تو ہمیشہ بلحاظ ایک فرق دقیق کے ماضی کا صیغہ یا حال کا صیغہ مستعمل ہوتا ہے، استقبال کا صیغہ مستعمل نہیں ہوسکتا اور دوسری صورت میں ماضی کے موقع میں ماضی اور حال کے موقع میں حال اور استقبال کی جگہ استقبال لایا جاتا ہے، سو جہاں کہیں وقائع آئندہ کو ماضی کے الفاظ سے بیان فرمایا ہے جیسا وَنَادٰى أَصْحَابُ الْجَنَّةِ وغیرہ تو وہاں اس کا لحاظ ہے کہ حق تعالیٰ کو سب مستحضر اور پیش نظر ہے اور جہاں امور گزشتہ کو صیغہ استقبال سے بیان فرمایا ہے جیسا اسی آیت میں تو وہاں یہ مدنظر ہے کہ یہ نسبت اپنے ماقبل کے مستقبل ہے، علم الٰہی کے لحاظ سے استقبال نہیں جو اس کے علم میں حدوث کا وہم ہو۔

دوسری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم کو اشیاء کا علم دو طریق سے حاصل ہوتا ہے ایک تو بلاواسطہ، دوسرا بواسطہ، مثلاً آگ کو کبھی تو آنکھ سے مشاہدہ کرتے ہیں اور کبھی آگ تو ہم سے کسی آڑ میں ہوتی ہے

مگر دھوئیں کو دیکھ کر آگ کا یقین ہوجاتا ہے اور بسااوقات یہ دونوں علم ایک جگہ ایک ساتھ موجود ہوتے ہیں مثلاً آگ کو پاس سے دیکھئے تو دھواں بھی اس کے ساتھ نظر آئے گا سو اس صورت میں آگ کا علم دونوں طرح حاصل ہوگا، ایک تو بلاواسطہ کیونکہ آنکھ سے آگ کو دیکھ رہے ہیں، دوسرا بواسطہ یعنی آگ کا علم دھوئیں کے واسطہ سے اور یہ دونوں علم ہرچند ایک ساتھ ہیں، آگے پیچھے نہیں ہوئے مگر علم بواسطہ علم بلاواسطہ میں ایسا محو ہوتا ہے کہ اس کا دھیان بھی نہیں گزرتا، علی ہذا القیاس کبھی دو چیزوں کا علم بلاواسطہ بھی ایک ساتھ حاصل ہوتا ہے مثلاً آگ اور دھوئیں کو ایک ساتھ دیکھئے، اسی طرح کبھی ایک شئے کا علم بلاواسطہ اور دوسری شئ کا علم پہلی شئ کے واسطہ سے ایک ساتھ حاصل ہوتے ہیں، مثلاً دھوئیں کا علم بلاواسطہ اور آگ کا علم دھوئیں کے واسطہ سے، یا آگ کا علم بلاواسطہ اور دھوئیں کا علم آگ کے واسطہ سے، دونوں ساتھ ہی پیدا ہوتے ہیں مگر جیسا قلم کو ہاتھ میں لے کر لکھیں تو ہرچند قلم اور ہاتھ ساتھ ہی ہلتے ہیں لیکن کہتے یوں ہیں کہ پہلے ہاتھ اور پھر قلم ہلا، اسی طرح عقل سلیم باوجود ایک ساتھ ہونے کے بلاواسطہ شئ کے علم کو بالواسطہ شئ کے علم پر ضرور مقدم سمجھتی ہے۔

جب یہ باتیں معلوم ہوچکیں تو اب سنئے کہ خداوند علیم کو بھی تمام اشیاء کا علم دونوں طرح پر ہے، بلاواسطہ اور بواسطہ یکدگر یعنی لوازم کا ملزومات سے اور ملزومات کا لوازم سے اور دونوں علم ازل سے برابر ساتھ ہیں.... اور قدیم ہیں گو علم بلاواسطہ کو بطریق مذکور مقدم اور علم بالواسطہ کو مؤخر کہیں سو جہاں کہیں علم خداوندی کے ذکر میں صیغہ استقبال کا یا معنی استقبال کے پائے جاتے ہیں علم بالواسطہ کے لحاظ سے ہے، زمانہ کے اعتبار سے کچھ تفاوت نہیں اور جہاں کہیں ماضی یا حال مستعمل ہے وہاں علم بلاواسطہ مراد ہے اور علم بالواسطہ کے اعتبار سے کلام فرمانے میں یہ حکمت ہے کہ کلام الٰہی کے مخاطب آدمی ہیں اور ان کو اکثر اشیاء کا علم بالواسطہ ہوتا ہے اور جہاں کہیں جناب باری نے اپنے علم میں صیغہ استقبال استعمال فرمایا ہے وہ وہی امور ہیں جو بنی آدم کو بلاواسطہ معلوم نہیں ہوسکتے اگر ایسے موقع میں بنی آدم سے باعتبارِ علم بلاواسطہ کلام کیاجاتا تو ان پر پورا الزام نہ ہوتا اور جہاں یہ مصلحت نہیں وہاں باعتبارِ علم بلاواسطہ صیغۂ ماضی یا حال کا استعمال کیا جاتا ہے مگر بنی آدم کو چونکہ ان اشیاء کا علم بلاواسطہ ہو ہی نہیں سکتا اور ان واسطوں کا علم ان کے وجود سے پہلے بنی آدم کو ممکن نہیں، اسی وجہ سے اس کے تمام علوم برابر حاصل نہیں ہوتے تو وہ خدا کو اپنے اوپر قیاس کرکے صیغۂ استقبال سے حدوث سمجھ جاتے ہیں اور حیران ہوتے ہیں کہ علم الٰہی میں حدوث ثابت ہوگیا، مگر فہمیدہ اشخاص جو مذکورہ نکتہ سے واقف ہیں سب کو ایک دوسرے کے مطابق سمجھتے ہیں" (۱۰)

---

(۱۰) دیکھئے تفسیر عثمانی: ۲۸-۲۷

اَثْقَالًا مَعَ اَثْقَالِهِمْ: اَوْزَارًا مَعَ اَوْزَارِهِمْ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالًا مَعَ اَثْقَالِهِمْ" فرماتے ہیں اس میں اثقال کے معنی ہیں اوزار جو جمع ہے وِزْرٌ کی بمعنی بوجھ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

"یعنی جھوٹے ہیں، تمہارا بوجھ رتی برابر بھی ہلکا نہیں کرسکتے ہاں اپنا بوجھ بھاری کررہے ہیں، ایک تو ان کے ذاتی گناہوں کا بار تھا، اب دوسروں کے اغواء و اضلال کے بار نے اس میں مزید اضافہ کردیا، حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ کوئی چاہے کہ رفاقت کرکے کسی کے گناہ اپنے اوپر لے لے، یہ نہیں ہوگا مگر جس کو گمراہ کیا اور اس کے بہکائے سے اس نے گناہ کیا، وہ گناہ اس پر بھی ہے اور اس پر بھی... جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ دنیا میں جو کوئی کسی کو ناحق قتل کرے، اس کے گناہ کا حصہ آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) کو پہنچتا ہے جس نے اول یہ بری راہ نکالی۔"

٢٦٦ – باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّومُ.

قَالَ مُجَاهِدٌ: «يُحْبَرُونَ» /١٥/: يُنَعَّمُونَ. (فَلَا يَرْبُو عِنْدَ ٱللهِ» /٣٩/: مَنْ أَعْطَى عَطِيَّةً يَبْتَغِي أَفْضَلَ مِنْهُ فَلَا أَجْرَ لَهُ فِيهَا. «يَمْهَدُونَ» /٤٤/: يُسَوُّونَ المَضَاجِعَ. «الْوَدْقَ» /٤٨/: المَطَرَ.

قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ: «هَلْ لَكُمْ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ» /٢٨/: فِي الآلِهَةِ، وَفِيهِ «تَخَافُونَهُمْ» /٢٨/: أَنْ يَرِثُوكُمْ كما يَرِثُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا. «يَصَّدَّعُونَ» /٤٣/: يَتَفَرَّقُونَ. «فَاصْدَعْ» /الحجر: ٩٤/.

وَقَالَ غَيْرُهُ: «ضُعْفٍ» /٥٤/: وَضَعْفٍ لُغَتَانِ.

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: «السُّوأَى» /١٠/: الإِسَاءَةُ جَزَاءُ المُسِيئِينَ.

الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّومُ

يُحْبَرُوْنَ: يُنَعَّمُوْنَ

"فَاَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُوْنَ" پس وہ لوگ جو ایمان لائے تھے اور اچھے کام کئے تھے وہ تو (جنت کے) باغ میں خوش ہوں گے، فرماتے ہیں کہ يُحْبَرُوْنَ کے معنی

ہیں یُنَعَّمُوْنَ : وہ نعمتوں میں ہوں گے ۔

فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ : مَنْ اَعْطٰی عَطِیَّةً یَّبْتَغِی اَفْضَلَ مِنْهُ فَلَا اَجْرَ لَهٗ فِیْهَا

آیت میں ہے " وَمَا اٰتَیْتُمْ مِنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا فِیْ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ " "یعنی سود پر جو تم (روپیہ وغیرہ) دیتے ہو تاکہ مال میں زیادتی ہو تو وہ اللہ کے نزدیک زیادہ نہیں ہوتا۔ "

فرماتے ہیں آیت میں " فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ " کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی کو زیادہ لینے کی غرض سے کچھ دے تو اس کے دینے میں اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہوگا، سود کے ذریعہ مال کی زیادتی کی مثال ایسی ہے جیسے ورم سے بدن کا پھولنا جو موت کا پیغام ہے اور زکاۃ کے ذریعے مال میں جو بظاہر کمی نظر آتی ہے وہ اس طرح سے ہے جیسے مسہل کے ذریعہ بدن کا اخلاط فاسدہ سے تنقیہ جس کا انجام صحت ہے ۔

فَلِاَنْفُسِهِمْ یَمْهَدُوْنَ : یُسَوُّوْنَ الْمَضَاجِعَ

آیت کریمہ میں ہے "وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ یَمْهَدُوْنَ " فرماتے ہیں یَمْهَدُوْنَ کے معنی ہیں اپنے لئے بستر ے سیدھے کرتے ہیں، بچھاتے ہیں، یعنی جو لوگ نیک عمل کررہے ہیں سو وہ اپنے لئے (جنت یا قبر میں) بستر ے اور فرش بچھا رہے ہیں ۔

اَلْوَدْقَ : اَلْمَطَرُ

"فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهٖ " وَدْقٌ کے معنی ہیں : بارش یعنی پھر آپ بادل کے اندر سے بارش نکلتی دیکھتے ہیں۔

قال ابن عباس : هَلْ لَّكُمْ مِّمَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ : فِی الْاٰلِهَةِ

آیت میں ہے " ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِیْ مَا رَزَقْنٰكُمْ"

" بیان کی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک مثال تمہارے اندر کیا تمہارے غلاموں میں کوئی تمہارے ساتھ شریک ہے ان اموال میں جو ہم نے تمہیں دیئے ہیں "

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باطل معبودوں کے سلسلہ میں مثال

بیان کی ہے اور اس میں فرمایا ہے کہ جب تم خود اپنے لئے اس بات پر راضی نہیں ہوتے کہ تمہارے غلام تمہارے جیسے اموال میں شریک ہوں اور وہ تمہارے وارث بنیں پھر تم ان باطل معبودوں کو جو اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں اللہ کے ساتھ کیوں شریک کرتے ہو اور اللہ کے افعال کا ان کو کیوں وارث اور حقدار قرار دیتے ہو، اسی طرح تم کو اپنے غلاموں سے کوئی خطرہ اور اندیشہ نہیں ہوتا تو پھر کیسے سمجھتے ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو ان آلہہ باطلہ کی کوئی پروا ہوگی اور ان سے کوئی خوف محسوس کریں گے۔

يَصَّدَّعُوْنَ: يَتَفَرَّقُوْنَ

"يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُوْنَ" اس دن سب لوگ متفرق اور منتشر ہوجائیں گے يَصَّدَّعُوْنَ اصل میں يَتَصَدَّعُوْنَ تھا از باب تفعل بمعنی منتشر ہونا، فقلبت التاء صادًا، وأدغمت۔

وقال غيره: ضُعْفٍ وَضَعْفٍ لُغَتَانِ

آیت کریمہ میں ہے "اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ ضُعْفٍ" اللہ وہ ذات ہے جس نے تم کو ناتوانی کی حالت میں پیدا کیا۔ فرماتے ہیں ضُعْفٍ میں دو لغت ہیں ایک ضاد کے فتحہ کے ساتھ اور دوسری ضاد کے ضمہ کے ساتھ۔

وقال مجاهد: السُّوْأٰى: اَلْإِسَاءَةُ جَزَاءُ الْمُسِيْئِيْنَ

آیت میں ہے "ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاءُوا السُّوْأٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِ اللّٰهِ" "یعنی پھر برائی کرنے والوں کا انجام برا ہوا چونکہ وہ اللہ کی نشانیوں کو جھٹلاتے تھے" مجاہد فرماتے ہیں کہ آیت میں السوای کے معنی ہیں برائی جو جزا ہوگی برائی کرنے والوں کی۔

٤٤٩٦ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ وَالْأَعْمَشُ ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى ، عَنْ مَسْرُوقٍ قالَ : بَيْنَمَا رَجُلٌ يُحَدِّثُ فِي كِنْدَةَ فَقَالَ : يَجِيءُ دُخَانٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَيَأْخُذُ بِأَسْمَاعِ الْمُنَافِقِينَ وَأَبْصَارِهِمْ ، يَأْخُذُ الْمُؤْمِنَ كَهَيْئَةِ الزُّكَامِ ، فَفَزِعْنَا ، فَأَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ ، وَكَانَ مُتَّكِئًا ، فَغَضِبَ ، فَجَلَسَ فَقَالَ : مَنْ عَلِمَ فَلْيَقُلْ ، وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلِ : اللّٰهُ أَعْلَمُ ، فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ تَقُولَ لِمَا لَا تَعْلَمُ لَا أَعْلَمُ ، فَإِنَّ اللّٰهَ قالَ لِنَبِيِّهِ ﷺ : «قُلْ ما أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَما أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ» . وَإِنَّ قُرَيْشًا أَبْطَؤُوا عَنِ الْإِسْلَامِ ، فَدَعَا عَلَيْهِمِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ :

(اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ) . فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتَّى هَلَكُوا فِيهَا ، وَأَكَلُوا المَيْتَةَ وَالْعِظَامَ ، وَيَرَى الرَّجُلُ ما بَيْنَ السَّماءِ وَالْأَرْضِ كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ ، فَجَاءَهُ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ ، جِئْتَ تَأْمُرُنَا بِصِلَةِ الرَّحِمِ ، وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا فَادْعُ اللّٰهَ . فَقَرَأَ : «فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ – إِلَى قَوْلِهِ – عَائِدُونَ» . أَفَيُكْشَفُ عَنْهُمْ عَذَابُ الآخِرَةِ إِذَا جاءَ ثُمَّ عَادُوا إِلَى كُفْرِهِمْ ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى : «يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى» . يَوْمَ بَدْرٍ ، «وَلِزَامًا» يَوْمَ بَدْرٍ ، «الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّومُ – إِلَى – سَيَغْلِبُونَ» . وَالرُّومُ قَدْ مَضَى . [ر : ٩٦٢]

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے اس خیال کا اظہار کیا جس کا تذکرہ ماقبل میں گزر چکا کہ لزام، دخان اور بَطْشَہ ان کے نزدیک واقع ہوگیا ہے اور ان کا تعلق قریش سے ہے۔

یہاں جس شخص نے کہا کہ دخان کا وقوع قیامت کے دن ہوگا وہ بھی اپنی جگہ درست ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے علم کے مطابق اس کا انکار کیا ہے ورنہ جمہور علماء اس کا انکار نہیں کرتے۔

٢٦٧ – باب : «لا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ» /٣٠/ : لِدِينِ اللّٰهِ .

خُلُقُ الْأَوَّلِينَ : دِينُ الْأَوَّلِينَ ، وَالْفِطْرَةُ الْإِسْلَامُ .

٤٤٩٧ : حدّثنا عَبْدانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (ما مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ ، كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ ، هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ ، ثُمَّ يَقُولُ : «فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ») . [ر : ١٢٩٢]

آیت میں ہے " فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِی فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ " اس میں " خَلْقِ اللّٰهِ " کی تشریح "دین اللہ" سے اور فطرت کی تشریح اسلام سے کی گئی ہے، اسی طرح سورۃ شعراء میں ہے "اِنْ هٰذَا اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ" اس میں خلق بمعنی دین ہے۔

روایت کے آخر میں ثم یقول: فِطْرَةَ اللّٰهِ.... ہے اس میں "یقول" کی ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں لوٹ رہی جیسا کہ ظاہر سے معلوم ہوتا ہے بلکہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے،

کتاب الجنائز میں اس کی تصریح ہے۔ (۱۱)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ساخت اور تراش شروع سے ایسی رکھی ہے کہ اگر وہ حق کو سمجھنا اور قبول کرنا چاہے تو کر سکے اور بداء فطرت سے اپنی اجمالی معرفت کی ایک چمک اس کے دل میں بطورِ تخمِ ہدایت کے ڈال دی ہے کہ اگر گرد و پیش کے احوال اور ماحول کے خراب اثرات سے متاثر نہ ہو اور اصلی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تو یقیناً دین حق کو اختیار کرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔

"عہد الست" کے قصہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے بعدہ ماں باپ اسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بنادیتے ہیں، ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو "حُنَفَاء" پیدا کیا، پھر شیاطین نے اغواء کرکے انہیں سیدھے راستہ سے بھٹکا دیا، بہرحال دین حق، دینِ حنیف اور دینِ قیّم وہ ہے کہ اگر انسان کو اس کی فطرت پر مخلّی بالطبع چھوڑ دیا جائے تو اپنی طبیعت سے اسی کی طرف جھکے، تمام انسانوں کی فطرت اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی بنائی ہے جس میں کوئی تفاوت اور تبدیلی نہیں ہے فرض کرو اگر فرعون یا ابوجھل کی اصلی فطرت میں یہ استعداد اور صلاحیت نہ ہوتی تو ان کو قبول حق کا مکلف بنانا صحیح نہ ہوتا جیسے اینٹ، پتھر یا جانوروں کو شرائع کا مکلف نہیں بنایا، فطرت انسانی کی اسی یکسانیت کا یہ اثر ہے کہ دین کے بہت سے اصول مہمہ کو کسی نہ کسی رنگ میں تقریباً سب انسان تسلیم کرتے ہیں گو ان پر ٹھیک قائم نہیں رہتے

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی اللہ تعالیٰ سب کا مالک حاکم سب سے نرالا، کوئی اس نے برابر نہیں، کسی کا زور اس پر نہیں، یہ باتیں سب جانتے ہیں، اس پر چلنا چاہیئے، ایسے ہی کسی کی جان و مال کو ستانا، ناموس میں عیب لگانا، ہر کوئی برا جانتا ہے، ایسے ہی اللہ کو یاد کرنا، غریب پر ترس کھانا، حق پورا دینا، دغا نہ کرنا، ہر کوئی اچھا جانتا ہے، اس راستہ پر چلنا وہ ہی دین سچا ہے (یہ امور فطری تھے مگر) ان کا بندوبست پیغمبروں کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے سکھلادیا۔"

سُورَةِ لُقْمَانَ

٢٦٨ - باب: «لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ» /١٣/.

٤٤٩٨: حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ

---

(۱۱) دیکھئے صحیح بخاری مع عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی: ۱۴۶/۸

عَلْقَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ : «الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ» . شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، وَقالُوا : أَيُّنَا لَمْ يَلْبِسْ إِيمَانَهُ بِظُلْمٍ ؟ فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (إِنَّهُ لَيْسَ بِذَاكَ ، أَلَا تَسْمَعُ إِلَى قَوْلِ لُقْمَانَ لِٱبْنِهِ : «إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ») . [ر : ٣٢]

٢٦٩ – باب : «إِنَّ ٱللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ» /٣٤/ .

٤٤٩٩ : حدّثني إِسْحٰقُ ، عَنْ جَرِيرٍ ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ كانَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ ، إِذْ أَتَاهُ رَجلٌ يَمْشِي ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ما الْإِيمَانُ ؟ قالَ : (الإِيمَانُ : أَنْ تُؤْمِنَ بِٱللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَلِقَائِهِ ، وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الآخِرِ) . قالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ما الإِسْلَامُ ؟ قالَ : (الْإِسْلَامُ : أَنْ تَعْبُدَ ٱللهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ ، وَتُؤْتِيَ الزَّكاةَ الْمَفْرُوضَةَ ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ) . قالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ما الْإِحْسَانُ ؟ قالَ : (الْإِحْسَانُ : أَنْ تَعْبُدَ ٱللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ) . قالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ مَتَى السَّاعَةُ ؟ قالَ : (ما الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ ، وَلٰكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا : إِذَا وَلَدَتِ الْمَرْأَةُ رَبَّتَهَا ، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا ، وَإِذَا كانَ الْحُفَاةُ الْعُرَاةُ رُؤُوسَ النَّاسِ ، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا ، فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا ٱللهُ : «إِنَّ ٱللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ ما فِي الْأَرْحَامِ») . ثُمَّ ٱنْصَرَفَ الرَّجُلُ ، فَقَالَ : (رُدُّوا عَلَيَّ) . فَأَخَذُوا لِيَرُدُّوا فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا ، فَقَالَ : (هٰذَا جِبْرِيلُ ، جاءَ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِينَهُمْ) . [ر : ٥٠] .

٤٥٠٠ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمانَ قالَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ وَهْبٍ قالَ : حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ ٱبْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ : أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ : أَنَّ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ ، ثُمَّ قَرَأَ : «إِنَّ ٱللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ») . [ر : ٩٩٢]

٢٧٠ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ تَنْزِيلُ [السَّجْدَةَ] .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «مَهِينٍ» /٨/ : ضَعِيفٍ : نُطْفَةُ الرَّجُلِ . «ضَلَلْنَا» /١٠/ : هَلَكْنَا .

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «الْجُرُزُ» /٢٧/ : الَّتِي لَا تُمْطِرُ إِلَّا مَطَرًا لَا يُغْنِي عَنْهَا شَيْئًا . «يَهْدِ» /٢٦/ :

يُبَيِّنْ

سُوْرَةُ تَنْزِيْلِ

وقال مجاهد: مَهِيْنٍ: ضَعِيْفٍ: نُطْفَةُ الرَّجُلِ

آیت میں ہے "ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِيْنٍ" پھر بنائی اس کی نسل نچڑے ہوئے بے قدر پانی سے، فرماتے ہیں مَهِيْنٍ کے معنی ضَعِيْفٍ کے ہیں اور مراد اس سے مرد کا نطفہ ہے۔

ضَلَلْنَا: هَلَكْنَا

آیت کریمہ میں ہے "وَقَالُوْا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ" فرماتے ہیں ضَلَلْنَا کے معنی ہیں: هلكنا یعنی کافر کہتے ہیں کہ کیا جب ہم زمین میں ملیا میٹ ہو جائینگے تو کیا از سر نو پیدا ہوں گے۔

اَلْجُرُزُ: اَلَّتِي لَا تُمْطِرُ اِلَّا مَطَرًا لَا يُغْنِيْ عَنْهَا شَيْئًا

"اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَاءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا" کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم خشک زمین کی طرف پانی پہنچاتے ہیں پھر اس کے ذریعہ سے کھیتی پیدا کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ جُرُز اس زمین کو کہتے ہیں جہاں بہت کم بارش ہوتی ہے جس سے اس زمین کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔

يَهْدِ: يُبَيِّنْ

آیت میں ہے "اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ" کیا ان کو یہ امر موجبِ رہنمائی نہیں ہوا کہ ہم ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کرچکے ہیں۔ فرماتے ہیں "يَهْدِ" کے معنی ہیں يُبَيِّنْ یعنی کیا بیان نہیں کر دیا ہے۔

٢٧١ – باب: قَوْلِهِ: «فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ» /١٧/.

٤٥٠٢/٤٥٠١: حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قالَ: (قالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَعْدَدْتُ

لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ : مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ) . قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : اقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ : «فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ» .

وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ اللّٰهُ ، مِثْلَهُ ، قِيلَ لِسُفْيَانَ : رِوَايَةً ؟ قَالَ : فَأَيُّ شَيْءٍ . قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ : قَرَأَ أَبُو هُرَيْرَةَ : قُرَّاتِ أَعْيُنٍ .

(٤٥٠٢) : حدَّثني إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ : حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : (يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى : أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ : مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ ، ذُخْرًا ، بَلْهَ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ) . ثُمَّ قَرَأَ : «فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ» . [ر : ٣٠٧٢]

ذُخْرًا، بَلْهَ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے " عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ :اعددت لعبادی الصالحین مالاعین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر ذُخْرًا من بَلْهَ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ ثم قرأ: فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون" اس روایت میں "ذخرا" کا تعلق "اعددت" سے ہے اور "مذخورا" کے معنی میں ہے ای اعددت ذلک لھم مذخورا یعنی نیک بندوں کے لئے میں نے یہ ذخیرہ تیار کیا ہے۔

اور " بَلْهَ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ " میں مختلف اقوال ہیں ایک یہ کہ " بَلْهَ " اسم فعل بمعنی "دَعْ" ہے، اس صورت میں ترجمہ ہوگا تم چھوڑو ان نعمتوں کو جن پر تم کو اطلاع ہوئی ہے یعنی ہم نے جنت میں جو نعمتیں صالحین کے لئے تیار کی ہیں وہ بہت اعلیٰ ہیں، اس وقت تم دنیا میں جن نعمتوں کو جانتے ہو ان کو چھوڑ دو کہ وہ جنت میں ذخیرہ کی گئی نعمتوں کے مقابلہ میں بہت معمولی ہیں۔ چنانچہ علامہ عینی اس صورت میں ترجمہ لکھتے ہیں: دَعْ ما أُطلعتم علیہ: فانہ سھل یسیر فی جنب ما ادخرتہ لھم (۱۲)

دوسرا قول ہے کہ یہ لفظ " مِنْ بَلْہ " ہے اور معنی میں "غیر" کے ہے، اس صورت میں ترجمہ ہوگا "صالحین کے لئے نعمتوں کا جو ذخیرہ ہم نے تیار کیا وہ ان نعمتوں کے علاوہ ہے جن پر تم کو اطلاع ہوئی ہے" اس صورت میں "بلہ" مابعد کی طرف مضاف ہے۔ (۱۳)

---

(۱۲) عمدۃ القاری: ۱۱۴/۱۹

(۱۳) فتح الباری: ۵۱٦/۸

تیسرا قول ہے "مِنْ بَلَهَ" بمعنی کیف "بله" مبنی بر فتح کیف کے معنی میں ہے اور کیف استفہام استبعاد کے لئے ہے اور معنی ہیں "من این اطلاعکم علی هذا القدر الذی تقصر عقول البشر عن الاحاطة به" یعنی تم ان نعمتوں پر کیسے اطلاع حاصل کرسکتے ہو جن کے احاطہ سے انسانی عقلیں قاصر ہیں (۱۴) واللہ اعلم

٢٧٢ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْأَحْزَابِ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «صَيَاصِيهِمْ» /٢٦/ : قُصُورِهِمْ .

الاحزاب

وقال مجاهد : صَيَاصِيْهِمْ : قُصُوْرِهِمْ

"وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ" اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان (مشرکین) کی مدد کی تھی اللہ تعالی نے ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتارا۔ فرماتے ہیں صَيَاصِيْهِمْ کے معنی ہیں قلعے، محل۔

٢٧٣ – باب : «النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ» /٦/ .

٤٥٠٣ : حدّثني إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ هِلَالِ ابْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (ما مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ، اقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ : «النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ» . فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ تَرَكَ مالاً فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كانُوا ، فَإِنْ تَرَكَ دَيْنًا ، أَوْ ضَيَاعًا فَلْيَأْتِنِي وَأَنَا مَوْلَاهُ) . [ر : ٢١٧٦]

٢٧٤ – باب : «ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ» /٥/ .

٤٥٠٤ : حدّثنا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ

---

(۱۴) فتح الباری: ۵۱۶/۸

(۴۵۰۴) واخرجه مسلم فی فضائل الصحابة، باب فضائل زید بن حارثة، رقم الحدیث: ۲۴۲۵، واخرجه الترمذی فی المناقب، باب مناقب زید بن الحارثة، رقم الحدیث: ۳۸۱۴، واخرجه النسائی فی السنن الکبری فی التفسیر، باب سورة الاحزاب، رقم الحدیث: ۱۱۳۹۷

قالَ : حَدَّثَني سالِمٌ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما : أَنَّ زَيْدَ بْنَ حارِثَةَ ، مَوْلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ ، ما كُنَّا نَدْعُوهُ إِلَّا زَيْدَ بْنَ مُحَمَّدٍ ، حَتَّى نَزَلَ الْقُرْآنُ : «ادْعُوهُمْ لِآبائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ» .

٢٧٥ – باب : «فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَما بَدَّلُوا تَبْدِيلاً» /٢٣/ .

نَحْبَهُ : عَهْدَهُ . «أَقْطارِها» /١٤/ : جَوانِبِها . «الْفِتْنَةَ لَآتَوْها» /١٤/ : لَأَعْطَوْها .

٤٥٠٥ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصارِيُّ قالَ : حَدَّثَني أَبِي ، عَنْ ثُمامَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : نُرَى هٰذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ فِي أَنَسِ ابْنِ النَّضْرِ : «مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجالٌ صَدَقُوا ما عاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ» . [ر : ٢٦٥١]

٤٥٠٦ : حدّثنا أَبُو الْيَمانِ : أَخْبَرَنا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَني خارِجَةُ بْنُ زَيْدِ ابْنِ ثابِتٍ : أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثابِتٍ قالَ : لَمَّا نَسَخْنا الصُّحُفَ فِي الْمَصاحِفِ ، فَقَدْتُ آيَةً مِنْ سُورَةِ الْأَحْزابِ ، كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقْرَؤُها ، لَمْ أَجِدْها مَعَ أَحَدٍ إِلَّا مَعَ خُزَيْمَةَ الْأَنْصارِيِّ ، الَّذِي جَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ شَهادَتَهُ شَهادَةَ رَجُلَيْنِ : «مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجالٌ صَدَقُوا ما عاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ» . [ر : ٢٦٥٢]

شهادته شهادة رجلين

ابوداود، نسائی اور عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا اور قیمت ادا کرنے کے لئے اعرابی سے ساتھ چلنے کے لئے فرمایا، اس دوران کچھ دوسرے لوگوں نے اس اعرابی سے وہ گھوڑا زیادہ قیمت پر خریدنے کے لئے کہا، جب آپؐ اس کو قیمت ادا کرنے لگے تو اس نے گھوڑے کی بیع پر گواہ طلب کئے، حضرت خزیمہؓ وہاں موجود تھے انہوں نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گھوڑا خریدا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہؓ سے کہا کہ تم تو بیع کے وقت موجود تھے نہیں، تم نے کیسے گواہی دی؟ انہوں نے کہا کہ آسمان کی خبریں آپ کے پاس آتی ہیں ان میں ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں یہ واقعہ تو زمین کا ہے اس میں ہم آپ کی تصدیق کیوں نہ کریں، اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہؓ کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے قائم مقام قرار دیا۔ (۱۵)

---

(۱۵) فتح الباری: ۵۱۸/۸

طَبرانی کی روایت میں اس اعرابی کا نام سواد بن حارث بیان کیا گیا ہے (١٦) حضرت خزیمہ کے اس واقعہ سے بعض حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی آدمی بہت زیادہ معتبر اور ثقہ ہو تو اس کی گواہی دو آدمیوں کی گواہی کے قائم مقام ہوسکتی ہے۔

لیکن علامہ خَطّابی رحمہ اللہ نے اس پر اشکال کیا ہے کہ اس واقعہ سے مذکورہ استدلال درست نہیں ہے اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑا خریدنے کا جو فیصلہ فرمایا وہ اپنے علم کی بنیاد پر فرمایا تھا، حضرت خزیمہ کی گواہی کی بنیاد پر نہیں فرمایا تھا اور گواہی کی حیثیت صرف تاکید کی تھی اس لئے اس واقعہ سے مذکورہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ (١٧)

٢٧٦ - باب : قَوْلِهِ : «يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الحَيَاةَ ٱلدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلاً» /٢٨/ .

وَقَالَ مَعْمَرٌ : التَّبَرُّجُ : أَنْ تُخْرِجَ مَحَاسِنَهَا . «سُنَّةَ ٱللهِ» /٦٢/ : ٱسْتَنَّهَا جَعَلَهَا .

آیت میں ہے "وَقَرْنَ فِىْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى" اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے موافق مت پھرو۔

معمر بن مثنی یعنی ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ تبرج یہ ہے کہ عورت اپنے حسن کو ظاہر کرے

سُنَّةَ اللهِ اسْتَنَّهَا جَعَلَهَا

آیت کریمہ میں ہے "سُنَّةَ اللّٰهِ فِى الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ" اللہ تعالیٰ کا یہی معمول ان لوگوں کے حق میں بھی ہے جو پہلے ہوگزرے ہیں۔

فرماتے ہیں "سُنۃ اللہ" سے وہ معمول اور طریقہ مراد ہے جو اللہ جل شانہ نے مقرر کیا ہے۔

٤٥٠٧ : حدّثنا أَبُو اليَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ جاءَهَا حِينَ أَمَرَ ٱللهُ أَنْ يُخَيِّرَ أَزْوَاجَهُ ، فَبَدَأَ بِي رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَقَالَ : (إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا ، فَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَسْتَعْجِلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ) . وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا يَأْمُرَانِي بِفِرَاقِهِ ، قَالَتْ : ثُمَّ قَالَ : (إِنَّ ٱللهَ قَالَ : «يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ») : إِلَى تَمَامِ الآيَتَيْنِ ، فَقُلْتُ لَهُ :

---

(١٦) فتح الباری: ٥١٩/٨

(١٧) فتح الباری: ٥١٩/٨، ومعالم السنن

فِي أَيِّ هٰذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ ؟ فَإِنِّي أُرِيدُ ٱللهَ وَرَسُولَهُ وَٱلدَّارَ الآخِرَةَ . [٤٥٠٨]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آیت تخییر نازل ہونے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے فرمایا کہ میں تم سے ایک بات کہوں گا تم اس کا جواب عجلت میں نہ دینا اپنے والدین سے مشورہ کرنے کے بعد دینا، یہ تحفظ اور احتیاط حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے فرمائی کہ حضرت عائشہؓ نوعمر تھیں کہ کہیں وہ غلط فیصلہ نہ کرلیں گویا آپ بھی یہ نہیں چاہتے تھے کہ عائشہؓ جدا ہوں۔

چنانچہ آپؐ نے ان کو آیت تخییر سنائی حضرت عائشہؓ نے صحیح فیصلہ کیا اور کہا میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں اور اس پر تعجب کا اظہار کیا کہ اس میں والدین سے مشورہ کرنے کی کیا بات تھی، ظاہر ہے کہ میں آپ کو کیسے چھوڑ سکتی ہوں۔

حضرت عائشہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی فرمایا کہ میرا یہ جواب دوسری ازواج کو نہ بتائیں، شاید حضرت عائشہؓ کی خواہش تھی کہ ان میں سے کچھ ایسی ہوں جو دنیا کو اختیار کرلیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت سے فارغ ہوجائیں تو پھر تعداد کم ہوجائے گی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی نے نہیں پوچھا تو میں ازخود نہیں بتاؤں گا لیکن پوچھ لیا تو چھپاؤں گا نہیں۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری ازواج کے سامنے آیت تخییر پڑھ کر سنائی تو ہر ایک نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرنے کا فیصلہ کیا، اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور معیت سے ہر ایک کا دل نور ایمان سے مُنوّر تھا، وہ دنیا کو اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں کیسے ترجیح دے سکتی تھیں، چنانچہ کسی نے بھی دنیا کو ترجیح نہیں دی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا۔

٢٧٧ – باب : «وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ ٱللهَ وَرَسُولَهُ وَٱلدَّارَ الآخِرَةَ فَإِنَّ ٱللهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا» /٢٩/ .

وَقَالَ قَتَادَةُ : «وَٱذْكُرْنَ ما يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ ٱللهِ وَٱلْحِكْمَةِ» /٣٤/ : الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ .

٤٥٠٨ : وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي يُونُسُ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ

(۴۵۰۸-۴۵۰۷)واخرجہ مسلم فی الطلاق، باب ان تخیر امراتہ لایکون طلاقا الا بالنیۃ، رقم الحدیث: ۱۴۷۵، و اخرجہ الترمذی فی التفسیر، باب سورۃ الاحزاب، رقم الحدیث: ۳۲۰۴، و اخرجہ النسائی فی السنن الکبریٰ فی کتاب النکاح، باب ماافترض اللہ علی رسولہ وخفضہ علی خلقہ لیزیدہ بہ ان شاء اللہ قربۃ الیہ، رقم الحدیث: ۵۳۰۹

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ عائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قالَتْ : لَمَّا أُمِرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِتَخْيِيرِ أَزْوَاجِهِ بَدَأَ بِي فَقَالَ : (إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا ، فَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَعْجَلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ) قالَتْ . وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا يَأْمُرَانِي بِفِرَاقِهِ ، قالَتْ : ثُمَّ قَالَ : إِنَّ اللهَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ قالَ : «يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا - إِلَى - أَجْرًا عَظِيمًا» . قالَتْ : فَقُلْتُ : فَفِي أَيِّ هٰذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ ، فَإِنِّي أُرِيدُ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الآخِرَةَ . قالَتْ : ثُمَّ فَعَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَ ما فَعَلْتُ .

تَابَعَهُ مُوسَى بْنُ أَعْيَنَ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ . وَقالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَأَبُو سُفْيَانَ المَعْمَرِيُّ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ . [ر : ٤٥٠٧]

٢٧٨ - باب : «وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ ما اللهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ» /٣٧/ .

٤٥٠٩ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ : حَدَّثَنَا ثَابِتٌ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ هٰذِهِ الآيَةَ : «وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللهُ مُبْدِيهِ» . نَزَلَتْ فِي شَأْنِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَزَيْدِ بْنِ حارِثَةَ .

[٦٩٨٤ ، ٦٩٨٥ ، وانظر : ٤٥١٣]

اس آیت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں ایک تفسیر ابن ابی حاتم اور علی بن الحسین زین العابدین سے منقول ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تھا کہ زینب بنت جحش آپ کے نکاح میں آنے والی ہیں لیکن ان کا نکاح چونکہ حضرت زید بن حارثہ سے ہوا تھا اور وہ آپ کے متبنی تھے اس لئے لوگوں کے قیل وقال کے خوف سے آپ اس بات کو ظاہر نہیں کرتے تھے کہ زینب بنت جحش میرے نکاح میں آنے والی ہیں، دل میں یہی تھا کہ زید بن حارثہ طلاق دیں گے تب میں نکاح کروں گا، اس دوران زید نے آکر زینب کی شکایت بھی کی لیکن آپ نے ان سے فرمایا "اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ" اور اللہ تعالیٰ نے جو بتا رکھا تھا کہ یہ آپ کے نکاح میں آنے والی ہیں، اس کو آپ نے چھپایا، اسی کے متعلق فرمایا گیا "وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ" اس کے بعد حضرت زید نے طلاق دی اور اللہ تعالیٰ نے

(۴۵۰۹) وایضاً اخرجہ فی التوحید، باب قولہ تعالی: وکان عرشہ علی الماء، رقم الحدیث: ۷۴۲۰ (مع الفتح)، واخرجہ الترمذی فی التفسیر، باب سورۃ الاحزاب، رقم الحدیث: ۳۲۱۲، واخرجہ النسائی فی السنن فی التفسیر، باب و تخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ، رقم الحدیث: ۱۱۴۰۷

سات آسمانوں کے اوپر حضرت زینب کا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرا دیا، کتاب التوحید میں یہ روایت موجود ہے۔ (۱۸)

آیت کی اسی تفسیر کو جمہور علماء نے اختیار کیا ہے (۱۹) مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے اسی کو صحیح قرار دیا (۲۰) اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے چنانچہ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

”حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن اور قریش کے اعلیٰ خاندان سے تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ان کا نکاح زید بن حارثہ سے کردیں، یہ زید اصل سے شریف عرب تھے لیکن لڑکپن میں کوئی ظالم ان کو پکڑ کر لایا اور غلام بنا کر مکہ کے بازار میں بیچ گیا۔ حضرت خدیجہؓ نے خرید لیا اور کچھ دنوں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کردیا، حضورؐ نے ان کو آزاد کردیا اور متبنیٰ بنالیا.... بہرحال حضرت زینب کی خاندانی حیثیت چونکہ بہت بلند تھی اور زید بن حارثہ بظاہر داغ غلامی اٹھا کر آزاد ہوئے تھے اس لئے ان کی نیز ان کے بھائی کی مرضی زید سے نکاح کرنے کی نہ تھی لیکن اللہ اور اس کے رسول کو منظور تھا کہ اس طرح کی موہوم تفریقات اور امتیازات نکاح کے راستے میں حائل نہ ہوا کریں اس لئے آپ نے زینب اور ان کے بھائی پر زور دیا کہ وہ اس نکاح کو قبول کرلیں، اسی وقت آیت اتری ” وَمَاكَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا “ اور ان لوگوں نے اپنی مرضی کو اللہ اور رسول کی مرضی پر قربان کردیا اور زینب کا نکاح زید بن حارثہ سے ہوگیا، حضرت زینب زید کے نکاح میں آئیں تو مزاج کی موافقت نہ ہوئی، جب آپس میں لڑائی ہوتی تو زید آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شکایت کرتے اور کہتے ” میں اسے چھوڑتا ہوں “ حضرت منع فرماتے کہ میری خاطر اور اللہ و رسول کے حکم سے اس نے تجھ کو اپنی منشاء کے خلاف قبول کیا اب چھوڑ دینے کو وہ اور اس کے عزیز دوسری ذلت سمجھیں گے اس لئے خدا سے ڈر اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر بگاڑ مت کر اور جہاں تک ہوسکے نباہ کی کوشش کرتا رہ۔

جب معاملہ کسی طرح نہ سلجھا اور بار بار جھگڑے قضیے پیش آتے رہے تو ممکن ہے کہ آپ کے دل میں آیا ہو کہ اگر ناچار زید چھوڑ دے گا تو زینب کی دلجوئی بغیر اس کے ممکن نہیں کہ میں خود اس سے نکاح

---

(۱۸) صحیح البخاری: کتاب التوحید، باب بلاترجمة: ۱۱۰۳/۲ ـ ۱۱۰۴

(۱۹) قال القرطبی: قال علماؤنا: قول علی بن الحسین احسن ما قیل فی الآیة، و هو الذی علیه اهل التحقیق من المفسرین، والعلماء الراسخین (البدری الساری: ۲۲۰/۴)

(۲۰) فیض الباری: ۲۲۰-۲۲۱/۴

کروں لیکن جاہلوں اور منافقوں کی بدگوئی سے اندیشہ کیا کہ اپنے بیٹے کی بیوی گھر میں رکھ لی، اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کردیا کہ میں زینب کو تیرے نکاح میں دینے والا ہوں، کیوں دینے والا ہوں؟ اس کو خود قرآن کے الفاظ " لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ " صاف صاف ظاہر کررہے ہیں.... اور شاید یہ ہی حکمت ہوگی جو اول زینب کا نکاح زید سے زور ڈال کر کرایا گیا کیونکہ اللہ کو معلوم تھا کہ یہ نکاح زیادہ مدت باقی نہ رہے گا، چند مصالح مُہِمَّہ تھیں جنکا حصول اس عقد پر معلق تھا، الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے ذاتی خیال اور اس آسمانی پیشین گوئی کے اظہار سے عوام کے طعن و تشنیع کا خیال فرماکر شرماتے تھے اور زید کو طلاق کا مشورہ دینے میں بھی حیا کرتے تھے لیکن خدا کی خبر سچی ہونی تھی اور اس کا حکم تکوینی و تشریعی ضرور تھا کہ نافذ ہوکر رہے آخرکار زید نے طلاق دیدی اور عدت گزر جانے پر اللہ نے زینب کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باندھ دیا۔

اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ آپ دل میں جو چیز چھپائے ہوئے تھے وہ یہ ہی نکاح کی پیشین گوئی اور اس کا خیال تھا۔ (۲۱)

بعض مفسرین نے روایات نقل کی ہیں کہ آپ دل میں جو چیز چھپائے ہوئے تھے وہ حضرت زینب کی محبت تھی کہ آپ کو ان سے محبت ہوگئی تھی لیکن اس قسم کی تمام روایات درست نہیں ہیں، حافظ ابن حجرؒ اوپر ذکر کی گئی تفسیر کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"ووردت آثار اخری، اخرجها ابن ابی حاتم والطبری، ونقلها کثیر من المفسرین لا ینبغی التشاغل بها، والذی اوردته منها هو المعتمد، والحاصل ان الذی کان یخفیه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم هو اخبار اللّٰه ایاه انها ستصیر زوجته، والذی کان یحمله علی اخفاء ذلک خشیة قول الناس: تزوج امرأة ابنِهِ" (۲۲)

۲۷۹ – باب : قَوْلِهِ : «تُرْجِئُ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ٱبْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ» /٥١/ .

"یعنی پیچھے کردیں آپ جس کو چاہیں ان میں سے اور اپنے پاس جگہ دیں جس کو چاہیں اور جن کو اپنے سے علیحدہ کردیا تھا یعنی پیچھے کردیا تھا ان میں سے کسی کو چاہیں تو (پھر) اپنے پاس جگہ دیں، آپ پر اس میں کوئی گناہ نہیں" مقصد یہ ہے کہ قسم بین الازواج آپ پر واجب نہیں، لیکن آپ نے ہمیشہ عدل

---

(۲۱) دیکھئے تفسیر عثمانی: ۵۶۲-۵۶۳ فائدہ نمبر ۵، ۳

(۲۲) فتح الباری: ۸/۵۲۳

ہی فرمایا ہے اور یہ آپ کی طرف سے تبرع تھا صرف حضرت سودہؓ نے عمر کے زیادہ ہونے کی وجہ سے آخر میں اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دی تھی، اس آیت کی تین تفسیریں کی گئی ہیں۔

❶ تطلق من تشاء و تمسک من تشاء (۲۳)

❷ تعتزل من تشاء و تقیم من تشاء (۲۴)

❸ تقبل من تشاء من الواهبات و تردد من تشاء (۲۵) ہم نے ترجمہ میں دوسری توجیہ کو اختیار کیا ہے۔

قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «تُرْجِيْ» تُؤَخِّرُ . «أَرْجِئْهُ» /الأعراف. ١١١/ و /الشعراء: ٣٦/ : أَخِّرْهُ .

٤٥١٠ : حدّثنا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قالَ : هِشَامٌ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : كُنْتُ أَغارُ عَلَى اللَّاتِي وَهَبْنَ أَنْفُسَهُنَّ لِرَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ ، وَأَقُولُ أَتَهَبُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا ؟ فَلَمَّا أَنْزَلَ ٱللّٰهُ تَعَالَى : «تُرْجِيْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ٱبْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ» . قُلْتُ : ما أُرَى رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِي هَوَاكَ . [٤٨٢٣]

٤٥١١ : حدّثنا حِبَّانُ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللّٰهِ : أَخْبَرَنَا عاصِمٌ الْأَحْوَلُ ، عَنْ مُعَاذَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ كانَ يَسْتَأْذِنُ فِي يَوْمِ الْمَرْأَةِ مِنَّا ، بَعْدَ أَنْ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ : «تُرْجِيْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ٱبْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ» . فَقُلْتُ لَهَا : ما كُنْتِ تَقُولِينَ ؟ قالَتْ : كُنْتُ أَقُولُ لَهُ : إِنْ كانَ ذَاكَ إِلَيَّ ، فَإِنِّي لَا أُرِيدُ يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ أَنْ أُوثِرَ عَلَيْكَ أَحَدًا .

---

(۲۳) تفسیر کشاف: ۳/۵۵۱

(۲۴) تفسیر کشاف: ۳/۵۵۱

(۲۵) تفسیر کشاف: ۳/۵۵۲

(۴۵۱۰) وایضاً اخرجه فی کتاب النکاح، باب هل للمراة ان تهب نفسها الاحد، رقم الحدیث: ۵۱۱۳، (مع الفتح)، واخرجه مسلم فی الرضاع، باب هبتها نوبتها لضرتها، رقم الحدیث: ۱۴۶۴، واخرجه النسائی فی السنن الکبری، فی کتاب النکاح، باب ذکر امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وازواجه فی النکاح....، رقم الحدیث: ۵۳۰۶

(۴۵۱۱) واخرجه مسلم فی الطلاق، باب بیان ان تخیر المراة، لایکون طلاقاً الا بالنیة، رقم الحدیث: ۱۴۷۶، و اخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ، فی عشرة النساء، باب تاویل قول اللہ تعالیٰ، ترجی من تشاء منهن، رقم الحدیث: ۹۸۲۷، واخرجه ابوداود فی کتاب النکاح، باب فی القسم بین النساء، ۲۱۳۶

تَابَعَهُ عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ : سَمِعَ عاصِمًا .

٢٨٠ – باب : قَوْلُهُ : «لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذٰلِكُمْ كانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَما كانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذٰلِكُمْ كانَ عِنْدَ اللهِ عَظِيمًا» /٥٣/ .

يُقَالُ : إِنَاهُ : إِدْرَاكُهُ ، أَنَى يَأْنِي أَنَاةً فَهُوَ آنٍ .

يقال : اِنَاهٗ : اِدْرَاكُہٗ، اَنٰی، يَأْنِی، اَنَاةً

آیت کریمہ میں ہے "لَاتَدْخُلُوْابُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآاَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ غَيْرَ نَاظِرِيْنَ اِنَاهُ" تم نبی کے گھروں میں (بن بلائے) مت داخل ہوا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے (آنے کی) کی اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس کھانے کی تیاری کے منتظر نہ رہو (یعنی بلائے بغیر تو جاؤ مت اور اگر دعوت ہو تب بھی بہت پہلے سے مت جا بیٹھو)

فرماتے ہیں اناہ کے معنی ہیں ادراکہ : یعنی اس کا پکنا، تیار ہونا۔ اَنٰی یَأنِی (ض) أَنًی (کرمیٰ یرمی) وقت کا آنا، پکنا۔

«لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا» /٦٣/ : إِذَا وَصَفْتَ صِفَةَ الْمُؤَنَّثِ قُلْتَ : قَرِيبَةٌ ، وَإِذَا جَعَلْتَهُ ظَرْفًا وَبَدَلًا ، وَلَمْ تُرِدِ الصِّفَةَ ، نَزَعْتَ الْهَاءَ مِنَ الْمُؤَنَّثِ ، وَكَذٰلِكَ لَفْظُهَا فِي الْوَاحِدِ وَالِاثْنَيْنِ وَالْجَمِيعِ ، لِلذَّكَرِ وَالْأُنْثَىٰ .

یہاں بظاہر اشکال ہوسکتا ہے کہ " الساعة " مؤنث ہے اس مناسبت سے آگے " قريبة " ہونا چاہیے، امام بخاری رحمہ اللہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ لفظ اس وقت مؤنث استعمال ہوتا ہے جب یہ کسی مؤنث کی صفت ہو لیکن اگر یہ صفت نہ ہو بلکہ ظرف اور بدل واقع ہورہا ہو تو اس وقت "قریب" استعمال کرتے ہیں اور اس میں واحد تثنیہ، جمع مذکر اور مؤنث سب برابر ہوتے ہیں، مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" الفعيل إن كان نَعْتًا ففيه فرق بين المؤنث والمذكر، وان كان ظَرفًا اوبَدلًا، فلا فرق بينهما اما

اذاکان ظرفا فظاهر، فإن التذکیر والتانیث فی الظرف سواء، واماقوله: اوبدلا، فهوایضاً بمعنی الظرف، والا فهومضر" (۲۶)

بعض حضرات نے کہا کہ مذکورہ آیت میں مضاف محذوف ہے اور اصل عبارت ہے " لعل قیام الساعة تکون قریبا " مضاف کی رعایت کرتے ہوئے "قریبا" کو مذکر استعمال کیا ہے اور مضاف الیہ کی رعایت سے "تکون" کو مؤنث لائے ہیں۔ (۲۷) واللہ اعلم

٤٥١٢ : حدّثنا مُسَدَّدٌ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ حُمَيْدٍ ، عنْ أَنَسٍ قالَ : قالَ عُمَرُ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، يَدْخُلُ عَلَيْكَ ٱلْبَرُّ وَالْفَاجِرُ ، فَلَوْ أَمَرْتَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِٱلْحِجَابِ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ آيَةَ ٱلْحِجَابِ . [ر : ٣٩٣]

٤٥١٦/٤٥١٣ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ الرَّقَاشِيُّ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمانَ قالَ : سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ : حَدَّثَنَا أَبُو مِجْلَزٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : لَمَّا تَزَوَّجَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ دَعا الْقَوْمَ فَطَعِمُوا ، ثُمَّ جَلَسُوا يَتَحَدَّثُونَ ، وَإِذَا هُوَ كَأَنَّهُ يَتَهَيَّأُ لِلْقِيَامِ فَلَمْ يَقُومُوا ، فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ قامَ ، فَلَمَّا قامَ قامَ مَنْ قامَ وَقَعَدَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ لِيَدْخُلَ فَإِذَا الْقَوْمُ جُلُوسٌ ، ثُمَّ إِنَّهُمْ قامُوا ، فَٱنْطَلَقْتُ فَجِئْتُ ، فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنَّهُمْ قَدِ ٱنْطَلَقُوا ، فَجَاءَ حَتَّى دَخَلَ ، فَذَهَبْتُ أَدْخُلُ ، فَأَلْقَى ٱلْحِجَابَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ» . الآيَةَ .

(٤٥١٤) : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ : قالَ أَنَسُ بْنُ مالِكٍ : أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِهٰذِهِ الآيَةِ آيَةِ ٱلْحِجَابِ ، لَمَّا أُهْدِيَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ

---

(۲۶)فیض الباری: ۴/۲۲۱

(۲۷)فتح الباری: ۸/۵۲۹

(۴۵۱۳-۴۵۱۴-۴۵۱۵-۴۵۱۶) واخرجه ایضا فی النکاح، باب الصفرة للمتزوج، رقم ۵۱۵۴، (مع الفتح)، وفی النکاح، باب الهدیة للعروس، رقم ۵۱۶۳، (مع الفتح)، وفی النکاح باب الولیمة، رقم ۵۱۶۶، (مع الفتح)، وایضاً فی النکاح، باب الولیمة، رقم ۵۱۶۸، (مع الفتح)، وایضاً فی النکاح ۵۱۷۰، (مع الفتح)، وایضاً فی النکاح باب من اولم علی بعض نسائه اواکثر من بعض، رقم الحدیث: ۵۱۷۱، (مع الفتح)، وفی کتاب الاطعمة، باب قوله تعالٰی: فاذا طعمتم فانتشروا، رقم الحدیث: ۵۴۶۶، وفی کتاب الاستیئذان باب آیة الحجاب، رقم الحدیث: ۶۲۳۸، واخرجه مسلم فی النکاح، باب زواج زینب بنت جحش، ونزول الحجاب، رقم ۱۴۲۸، واخرجه النسائی فی السنن الکبرٰی فی التفسیر، باب لاتدخلوا بیوت النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۱۱۴۱۶

جَحْشٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا إِلَى رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ كانَتْ مَعَهُ فِي ٱلْبَيْتِ ، صَنَعَ طَعَامًا وَدَعَا ٱلْقَوْمَ ، فَقَعَدُوا يَتَحَدَّثُونَ ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ ثُمَّ يَرْجِعُ وَهُمْ قُعُودٌ يَتَحَدَّثُونَ ، فَأَنْزَلَ ٱللّٰهُ تَعَالَى : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ – إِلَى قَوْلِهِ – مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ» . فَضُرِبَ ٱلْحِجَابُ وَقَامَ ٱلْقَوْمُ .

(٤٥١٥) : حدّثنا أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱلْوَارِثِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱلْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : بُنِيَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ بِخُبْزٍ وَلَحْمٍ ، فَأُرْسِلْتُ عَلَى الطَّعَامِ دَاعِيًا ، فَيَجِيءُ قَوْمٌ فَيَأْكُلُونَ وَيَخْرُجُونَ ، ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ فَيَأْكُلُونَ وَيَخْرُجُونَ ، فَدَعَوْتُ حَتَّى ما أَجِدُ أَحَدًا أَدْعُو ، فَقُلْتُ : يَا نَبِيَّ ٱللّٰهِ ما أَجِدُ أَحَدًا أَدْعُوهُ ، قالَ : (ٱرْفَعُوا طَعَامَكُمْ) . وَبَقِيَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ يَتَحَدَّثُونَ فِي ٱلْبَيْتِ ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَٱنْطَلَقَ إِلَى حُجْرَةِ عائِشَةَ ، فَقَالَ : (السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ ٱلْبَيْتِ وَرَحْمَةُ ٱللّٰهِ) . فَقَالَتْ : وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ ٱللّٰهِ ، كَيْفَ وَجَدْتَ أَهْلَكَ ، بَارَكَ ٱللّٰهُ لَكَ . فَتَقَرَّى حُجَرَ نِسَائِهِ كُلِّهِنَّ ، يَقُولُ لَهُنَّ كما يَقُولُ لِعَائِشَةَ ، وَيَقُلْنَ لَهُ كَمَا قَالَتْ عائِشَةُ ، ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ ، فَإِذَا ثَلَاثَةٌ مِنْ رَهْطٍ فِي ٱلْبَيْتِ يَتَحَدَّثُونَ ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ شَدِيدَ ٱلْحَيَاءِ ، فَخَرَجَ مُنْطَلِقًا نَحْوَ حُجْرَةِ عائِشَةَ ، فَمَا أَدْرِي : آخْبَرْتُهُ أَوْ أُخْبِرَ أَنَّ ٱلْقَوْمَ خَرَجُوا ، فَرَجَعَ ، حَتَّى إِذَا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي أُسْكُفَّةِ ٱلْبَابِ دَاخِلَةً وَأُخْرَى خارِجَةً ، أَرْخَى السِّتْرَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ ، وَأُنْزِلَتْ آيَةُ ٱلْحِجَابِ .

(٤٥١٦) : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ : حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : أَوْلَمَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ حِينَ بَنَى بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ ، فَأَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَلَحْمًا ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى حُجَرِ أُمَّهَاتِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ، كَمَا كانَ يَصْنَعُ صَبِيحَةَ بِنَائِهِ ، فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِنَّ وَيُسَلِّمْنَ عَلَيْهِ ، وَيَدْعُو لَهُنَّ وَيَدْعُونَ لَهُ ، فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى بَيْتِهِ رَأَى رَجُلَيْنِ جَرَى بِهِمَا الحَدِيثُ ، فَلَمَّا رَآهُمَا رَجَعَ عَنْ بَيْتِهِ ، فَلَمَّا رَأَى الرَّجُلَانِ نَبِيَّ ٱللّٰهِ ﷺ رَجَعَ عَنْ بَيْتِهِ وَثَبَا مُسْرِعَيْنِ ، فَمَا أَدْرِي أَنَا أَخْبَرْتُهُ بِخُرُوجِهِمَا أَمْ أُخْبِرَ ، فَرَجَعَ حَتَّى دَخَلَ ٱلْبَيْتَ ، وَأَرْخَى السِّتْرَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ ، وَأُنْزِلَتْ آيَةُ ٱلْحِجَابِ .

وَقالَ ٱبْنُ أَبِي مَرْيَمَ : أَخْبَرَنَا يَحْيَىٰ : حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ : سَمِعَ أَنَسًا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

[٤٨٥٩ ، ٤٨٦٨ ، ٤٨٧١ ، ٤٨٧٣ ، ٤٨٧٥ ، ٤٨٧٦ ، ٥١٤٩ ، ٥٨٨٤ ، ٥٨٨٥ ،
٥٩١٦ ، وانظر : ٤٥٠٩]

وقال ابن ابی مریم: اخبرنا یحیی، حدثنی حمید، سمع انسا، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ابن ابی مریم کا نام سعید بن محمد ہے، اوپر روایت میں "حمید، عن انس" روایت عنعنہ کے ساتھ ہے "... حمید، سمع انسًا..." کی یہ تعلیق نقل کرکے امام بتانا چاہتے ہیں کہ "حمید" سے سماع کی تصریح بھی منقول ہے۔

٤٥١٧ : حدّثني زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَىٰ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا قالَتْ : خَرَجَتْ سَوْدَةُ بَعْدَ ما ضُرِبَ ٱلْحِجَابُ لِحَاجَتِهَا ، وَكانَتِ ٱمْرَأَةً جَسِيمَةً ، لَا تَخْفَىٰ عَلَى مَنْ يَعْرِفُهَا ، فَرَآهَا عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ ، فَقَالَ : يَا سَوْدَةُ ، أَمَا وَٱللَّهِ ما تَخْفَيْنَ عَلَيْنَا ، فَٱنْظُرِي كَيْفَ تَخْرُجِينَ . قالَتْ : فَٱنْكَفَأْتُ رَاجِعَةً ، وَرَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ في بَيْتِي ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَشَّى وَفِي يَدِهِ عَرْقٌ ، فَدَخَلَتْ ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ ٱللَّهِ ، إِنِّي خَرَجْتُ لِبَعْضِ حاجَتِي ، فَقَالَ لِي عمَرُ كَذَا وَكَذَا ، قالَتْ : فَأَوْحَى ٱللَّهُ إِلَيْهِ ، ثُمَّ رُفِعَ عَنْهُ ، وَإِنَّ الْعَرْقَ في يَدِهِ ما وَضَعَهُ ، فَقَالَ : (إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحاجَتِكُنَّ) . [ر : ١٤٦]

٢٨١ – باب : قَوْلُهُ : «إِنْ تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ ٱللَّهَ كانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا . لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ في آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ وَٱتَّقِينَ ٱللَّهَ إِنَّ ٱللَّهَ كانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا» /٥٤ ، ٥٥/.

٤٥١٨ : حدّثنا أَبُو الْيَمانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا قالَتْ : ٱسْتَأْذَنَ عَلَيَّ أَفْلَحُ ، أَخُو أَبِي الْقُعَيْسِ ، بَعْدَ ما أُنْزِلَ ٱلْحِجَابُ ، فَقُلْتُ : لَا آذَنُ لَهُ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ فِيهِ النَّبِيَّ ﷺ ، فَإِنَّ أَخاهُ أَبَا الْقُعَيْسِ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي ، وَلٰكِنْ أَرْضَعَتْنِي ٱمْرَأَةُ أَبِي الْقُعَيْسِ ، فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ : يَا رَسُولَ ٱللَّهِ ، إِنَّ أَفْلَحَ أَخا أَبِي الْقُعَيْسِ ٱسْتَأْذَنَ ، فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ حَتَّى أَسْتَأْذِنَكَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (وَما مَنَعَكِ أَنْ تَأْذَنِي ، عَمُّكِ) . قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللَّهِ ، إِنَّ الرَّجُلَ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي ، وَلٰكِنْ أَرْضَعَتْنِي

ٱمْرَأَةُ أَبِي الْقُعَيْسِ ، فَقَالَ : (ٱئْذَنِي لَهُ ، فَإِنَّهُ عَمُّكِ تَرِبَتْ يَمِينُكِ) .

قَالَ عُرْوَةُ : فَلِذٰلِكَ كَانَتْ عائِشَةُ تَقُولُ : حَرِّمُوا مِنَ الرَّضَاعَةِ ما تُحَرِّمُونَ مِنَ النَّسَبِ .
[ر : ٢٥٠١]

٢٨٢ – باب :

«إِنَّ ٱللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا» /٥٦/ .

قالَ أَبُو الْعَالِيَةِ : صَلَاةُ ٱللهِ : ثَنَاؤُهُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ ، وَصَلَاةُ الْمَلَائِكَةِ : ٱلدُّعاءُ .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : يُصَلُّونَ : يُبَرِّكُونَ . «لَنُغْرِيَنَّكَ» /٦٠/ : لَنُسَلِّطَنَّكَ .

٤٥١٩ : حدّثني سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ ، عَنِ الْحَكَمِ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي لَيْلَى ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : قِيلَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ ، فَكَيْفَ الصَّلَاةُ ؟ قالَ : (قُولُوا : اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى محمَّدٍ وَعَلَى آلِ محمَّدٍ ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ) . [ر: ٣١٩٠]

٤٥٢٠ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قالَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ الْهَادِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ ٱبْنِ خَبَّابٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قالَ : قُلْنَا : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، هٰذَا التَّسْلِيمُ فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ ؟ قالَ : (قُولُوا : اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ ، كما صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ ، كما بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ) .

قالَ أَبُو صَالِحٍ ، عَنِ اللَّيْثِ : (عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ ، كما بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ) .

حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي حازِمٍ ، وَٱلدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ ، وَقَالَ :

(۴٥٢٠)وايضا اخرجه فى كتاب الدعوات، باب الصلاة على النبى ﷺ، رقم ٦٣٥٨، (مع الفتح)، وايضا فى كتاب الانبياء: ١/۴٧٧

واخرجه مسلم، باب الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم بعد التشهد، رقم الحديث: ٦٥، ٦٦، ٦٩، واخرجه ابوداؤد، كتاب الصلاة رقم الحديث: ٩٧٦، واخرجه النسائى، باب كيف الصلوة على النبى صلى الله عليه وسلم: ٢/ ١٩٠، واخرجه ابن ماجه، باب الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم رقم الحديث: ٩٠٥، واخرجه موطا امام مالك، باب ماجاء فى الصلوة على النبى صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث: ٦٦

(كما صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ محمَّدٍ ، كما بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ) . [۵۹۹۷]

لَنُغْرِيَنَّكَ : لَنُسَلِّطَنَّكَ

آیت کریمہ میں ہے "وَالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ لَنُغْرِیَنَّکَ بِهِمْ" فرماتے ہیں اس میں "لَنُغْرِیَنَّکَ" کے معنی ہیں لَنُسَلِّطَنَّکَ یعنی جو لوگ مدینہ میں افواہیں اڑاتے ہیں (اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آجائیں) تو ہم ضرور آپ کو ان پر مسلط کردیں گے۔

آیت میں "سَلِّمُوْا" کے ساتھ تاکید کے لئے "تَسْلِیْمًا" مصدر بیان کیا گیا ہے لیکن "صلوا" کے ساتھ مصدر تاکید کی غرض سے ذکر نہیں کیا گیا۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ آیت کی ابتدا میں "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ" میں صلاۃ کا ذکر کیا گیا ہے اور اس سے پہلے "اِنَّ" لایا گیا ہے اور اللہ اور ملائکہ کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا ذکر کیا گیا ہے جس سے صلاۃ کی عظمت کا خود بخود پتہ چل جاتا ہے اس لئے "صَلُّوْا" کے بعد تاکید کے لئے مصدر نہیں لایا گیا، برخلاف سلام کے کہ وہاں مصدر تاکید کی غرض سے بیان کیا گیا ہے۔

درود شریف کا حکم

دوسری بحث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے متعلق ہے کہ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

❶ اس پر تو تمام علماء نے اجماع نقل کیا ہے کہ عمر بھر میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم وجوبی ہے اور عند ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم مستحب ہے، ہمارے فقہاء کا بھی یہی مسلک ہے، ابوبکر جصاص کی یہی رائے ہے (۲۸) اور ملاعلی قاری نے بھی اسی کو مختار قرار دیا۔ (۲۹)

❷ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی جب بھی آئے تو درود پڑھنا واجب ہے چاہے آپ کے اسم گرامی کا تکرار ہی کیوں نہ ہوتا ہو، علامہ زمخشری نے اسی کو مختار قرار دیا ہے (۳۰) حضرات شوافع میں سے بھی بعض حضرات اس کے قائل ہیں، ابوعبداللہ چلپی اور بعض مالکیہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، ابن عربی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ احوط یہی ہے کہ جب آپ کا نام نامی

---

(۲۸) احکام القرآن للجصاص: ۳/۳۷۱

(۲۹) دیکھیے المرقاۃ لملاعلی قاری: ۲/۳۳۷، واحکام القران للمفتی محمد شفیع: ۳/۲۸۹

(۳۰) قال الزمخشری فی الکشاف: ۳/۵۵۸ "والذی یقتضیه الاحتیاط، الصلاۃ علیه عند کل ذکر"

آئے تو درود شریف ضرور پڑھا جائے ، علامہ قرطبیؒ نے اسی کو احتیاط کا تقاضہ قرار دیا ہے ۔ (۳۱)

تشہد کے بعد درود شریف کا حکم

دوسرا مسئلہ نماز میں تشہد کے بعد درود کے حکم کا ہے ، اس میں بھی اختلاف ہے حضرات حنفیہ ، مالکیہ اور عام علماء کی رائے یہ ہے کہ تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا سنت موکدہ ہے ۔ (۳۲)

امام شافعی رحمہ اللہ تشہد کے بعد درود پڑھنے کو فرض کہتے ہیں ، امام احمد کی بھی مشہور روایت یہی ہے ، ابوزُرعہ دِمَشقی نے اسی کو امام احمد کی روایت اخیرہ قرار دیا ہے ، مالکیہ میں ابوبکر بن ابراہیم نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے ۔ (۳۳)

اس سے معلوم ہوا کہ تشہد کے بعد درود پڑھنے کو صرف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہی فرض نہیں کہتے بلکہ ان کے ساتھ اس قول میں دوسرے علماء بھی شریک ہیں ، بعض علماء نے امام شافعی رحمہ اللہ کو اس مسئلہ میں منفرد قرار دیا ہے ، چنانچہ علامہ طحاوی ، ابن جریر طبری ، ابوبکر بن مندہ ، ابوبکر جصاص ، قاضی عیاض اور علامہ خطابی وغیرہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کو منفرد کہا ہے (۳۴) لیکن ان کے متعلق تفرد کا یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے ، دوسرے علماء بھی اس کے قائل ہیں ۔

ایک اشکال اور اس کے جوابات

یہاں ایک اشکال ہوتا ہے کہ " اللھم صل علی محمد... " میں صلاۃ علی النبی کو مشبّہ اور صلاۃ علی ابراہیم کو "مشبّہ بہ" بنایا گیا ہے اور مشبہ بہ ، مشبہ سے اقوی اور افضل ہوتا ہے ، اس قاعدے کی رو سے صلاہ علی النبی ، صلاۃ علی ابراہیم سے کم درجہ کی ہوگئی ؛ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت معلوم ہوتی ہے حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلائق ہیں ، آپ نے فرمایا

---

(۳۱) تفصیل کے لئے دیکھئے الجامع لأحکام القرآن للقرطبی : ۱۴/ ۲۳۲ - ۲۳۷ قال ابن القیم فی جلاء الإفهام فی الصلاۃ والسلام علی خیر الانام : ۲۱۴ "فقال ابو جعفر الطحاوی ، وابو عبداللہ الحلیمی : "تجب الصلاۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کلماذکر اسمہ" وقال غیرهما : ذلک مستحب.... ثم اختلفوا ، فقالت فرقۃ تجب الصلاۃ علیہ فی العمر مرۃ واحدۃ ، وهذا محکی عن ابی حنیفۃ ، ومالک ، وقال ابن عبدالبر : وهو قول جمهور الأمۃ

(۳۲) الجامع لاحکام القرآن : ۱۴/ ۲۳۵

(۳۳) مذاہب کے لئے دیکھئے المغنی لابن قدامۃ : ۱/ ۵۴۱

(۳۴) دیکھئے الجامع لاحکام القرآن : ۱۴/ ۲۳۶ واحکام القرآن للجصاص : ۳/ ۲۷۱

"أَنَاسید وُلْدِ آدم یوم القیامة ولافَخَرَ" (۳۵) اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

① ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ قاعدہ کہ مشبہ، مشبہ بہ سے کم تر اور مشبہ بہ اقوی ہوتا ہے۔ اکثریہ ہے کلیہ نہیں ہے، یہاں نفس صلاۃ میں تشبیہ مقصود ہے، قدر و منزلت میں نہیں۔ (۳۶)

② دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ آپ نے اس وقت ارشاد فرمایا تھا جب آپ کو اپنی فضیلت کا ابھی علم نہیں ہوا تھا۔ (۳۷)

③ تیسرا جواب یہ دیا گیا کہ "کَمَا صَلَّیْتَ..." میں کاف تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ تعلیل کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ "اے اللہ! آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود نازل کیا ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی درود نازل فرمادیجئے"۔ (۳۸)

④ بعض حضرات نے کہا کہ یہ بات تحضیض کے قبیل سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں اور ابراہیم علیہ السلام پر درود کا نزول ہوا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کہ افضل ہیں بطریق اولی درود کا نزول ہونا چاہیے۔ (۳۹)

⑤ بعضوں نے کہا کہ اصل میں یہ تشبیہ المجموع بالمجموع ہے، انفرادی طور پر اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہتر اور افضل ہیں تاہم مجموعی اعتبار سے آل ابراہیم، آل محمدؐ سے بہتر اور افضل ہیں کیونکہ آل ابراہیم میں انبیاء کی ایک بڑی جماعت آئی ہے جو آپؐ کی آل میں نہیں ہے۔ آلِ ابراہیم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی شامل ہیں۔ (۴۰)

⑥ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ تشبیہ "مالا یعرف بما یعرف" کے قبیل سے ہے چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہود و نصاریٰ کے یہاں بھی معروف تھے اور قریش بھی (۴۱) ان کو جانتے تھے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت تک اتنی شہرت نہیں ہوئی تھی، اگرچہ بعد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہرت کے اعتبار سے بھی ان سے بڑھ گئے تاہم اس وقت کے اعتبار سے یہ تشبیہ "مالا یعرف بما

---

(۳۵) جامع الاصول: ۵۲۶/۸ الباب الثالث فی فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۳۶) قال الحافظ فی الفتح، کتاب الدعوات، باب الصلاۃ علی النبی: ۱۶۱/۱۱ "ان التشبیہ انما ہو لأصل الصلاۃ بأصل الصلاۃ، لا للقدر بالقدر، فھو کقولہ: انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح... ورجح ھذا الجواب القرطبی فی المفھم"

(۳۷) فتح الباری: ۵۳۳/۸

(۳۸) فتح الباری، کتاب الدعوات، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۱۶۱/۱۱

(۳۹) فتح الباری: ۵۳۳/۸

(۴۰) فتح الباری: ۵۳۳/۸

(۴۱) ایضاً

یعرف " میں داخل ہوسکتی ہے۔ (۴۲)

● ساتویں توجیہ بعض حضرات نے یہ کی ہے کہ " اللھم صل علی محمد " پر کلام ختم ہوگیا، آگے کلام شروع ہوتا ہے " وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم " مشبہ بہ ابراہیم اور آل ابراہیم ہیں جبکہ مشبہ صرف آل محمد ہیں اور ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم آل محمد سے بہتر اور افضل ہیں۔ (۴۳)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم نے اس جواب کو ضعیف قرار دیا ہے اس لئے کہ "آل محمد" معطوف ہے اور "محمد" معطوف علیہ ہے، معطوف، معطوف علیہ کا حکم ایک ہوتا ہے، ایک کو دوسرے سے حکم میں الگ نہیں کیا جاسکتا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے توجیہ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کہ دراصل یہاں "آل محمد" سے پہلے "صل" محذوف ہے، تقدیر عبارت ہے۔ " اللھم صل علی محمد وصل علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم... " (۴۴)

لیکن یہ توجیہ تکلف سے خالی نہیں ہے کیونکہ یہ اس پر موقوف ہے کہ "صل" کو مقدر تسلیم کرلیا جائے اور اس کے مقدر ماننے کی کوئی وجہ اس لئے سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر مقدر "صل" کی ضرورت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صراحتاً ذکر فرمادیتے۔

تنبیہ

علامہ ابن تیمیہؒ اور ان کی اتباع میں حافظ ابن قیمؒ نے دعوی کیا ہے کہ کسی صیغۂ درود میں ابراہیم اور آل ابراہیم کا یکجا ذکر نہیں آیا لیکن یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ یہاں روایت باب میں دونوں کا ذکر موجود ہے۔ (۴۵)

---

(۴۲) فتح الباری: ۵۳۳/۸ و کتاب الدعوات باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۱۶۱/۱۱

(۴۳) فتح الباری: ۵۳۳/۸

(۴۴) فتح الباری، کتاب الدعوات، باب الصلاۃ علی النبی: ۱۶۱/۱۱

(۴۵) فتح الباری، کتاب الدعوات، باب الصلاۃ علی النبی: ۱۵۸/۱۱ البتہ یہاں صرف ابن القیم کی طرف یہ قول منسوب ہے، اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "... فھذہ الاحادیث التی فی الصحاح لم أجد فیھا ولا فی ما نقل لفظ "ابراھیم وآل ابراھیم" (وانظر فتاوی ابن تیمیۃ: ۴۵۶\۲۲ ۔ الفقہ، الصلاۃ)

فائدہ :

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم سنہ ۲ھ میں آیا ہے، بعض حضرات نے سنہ ۶ھ میں اور حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے سنہ ۵ھ میں اس کے نزول کا قول نقل کیا ہے۔ (۳۶)

٢٨٣ – باب : قَوْلُهُ : «لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسٰى» /٦٩/ .

٤٥٢١ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ : حَدَّثَنَا عَوْفٌ ، عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ وَخِلَاسٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (إِنَّ مُوسٰى كَانَ رَجُلاً حَيِيًّا ، وَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسٰى فَبَرَّأَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيهًا») . [ر : ٢٧٤]

٢٨٤ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ سَبَإٍ .

يُقَالُ : «مُعَاجِزِينَ» /٥ ، ٣٨/ : مُسَابِقِينَ . «بِمُعْجِزِينَ» /العنكبوت : ٢٢/ : بِفَائِتِينَ . «سَبَقُوا» /الأنفال: ٥٩/ : فَاتُوا . «لَا يُعْجِزُونَ» /الأنفال: ٥٩/ : لَا يَفُوتُونَ . «يَسْبِقُونَا» /العنكبوت : ٤/ : يُعْجِزُونَا ، وَمَعْنَى «مُعَاجِزِينَ» مُغَالِبِينَ ، يُرِيدُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يُظْهِرَ عَجْزَ صَاحِبِهِ . «مِعْشَارَ» /٤٥/ : عُشْرَ . الْأُكُلُ : الثَّمَرُ . «بَاعِدْ» /١٩/ : وَبَعِّدْ وَاحِدٌ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «لَا يَعْزُبُ» /٣/ : لَا يَغِيبُ . «الْعَرِمِ» /١٦/ : السُّدُّ ، مَاءٌ أَحْمَرُ ، أَرْسَلَهُ اللّٰهُ فِي السُّدِّ ، فَشَقَّهُ وَهَدَمَهُ ، وَحَفَرَ الْوَادِيَ ، فَارْتَفَعَتَا عَلَى الْجَنَّتَيْنِ ، وَغَابَ عَنْهُمَا الْمَاءُ فَيَبِسَتَا ، وَلَمْ يَكُنِ الْمَاءُ الْأَحْمَرُ مِنَ السُّدِّ ، وَلٰكِنْ كَانَ عَذَابًا أَرْسَلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَيْثُ شَاءَ .

وَقَالَ عَمْرُو بْنُ شُرَحْبِيلٍ : «الْعَرِمُ» الْمُسَنَّاةُ بِلَحْنِ أَهْلِ الْيَمَنِ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : الْعَرِمُ الْوَادِي . السَّابِغَاتُ : الدُّرُوعُ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «يُجَازَى» /١٧/ : يُعَاقَبُ . «أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ» /٤٦/ : بِطَاعَةِ اللّٰهِ «مَثْنَى»

---

(۳٦) قال الحافظ ابوذر الهروی : ان الأمر بالصلاة والتسليم عليه صلى الله عليه وسلم، وقع فى السنة الثانية من الهجرة، قيل: فى ليلة الاسراء، وانظر الفتوحات الربانية على الاذكار النواوية : ۳/۲۹۹ كتاب الصلوة على النبى صلى الله عليه وسلم قال السخاوى فى "القول البديع فى الصلاة على الحبيب الشفيع": ۳۳ "الباب الاول فى الامر بالصلاة على رسول الله: "ذكر ابوذر فيما نسبه شيخنا اليه، من غير عزو ان الامر بالصلاة على النبى صلى الله كان فى السنة الثانية من الهجرة، وقيل فى ليلة الإسراء -

«فُرَادَى» /٤٦/ : وَاحِدٌ وَاثْنَيْنِ. «التَّنَاوُشُ» /٥٢/ : الرَّدُّ مِنَ الآخِرَةِ إِلَى الدُّنْيَا. «وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ» /٥٤/ : مِنْ مالٍ أَوْ وَلَدٍ أَوْ زَهْرَةٍ. «بِأَشْيَاعِهِمْ» /٥٤/ : بِأَمْثَالِهِمْ.

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «كَالْجَوَابِ» /١٣/ : كَالْجَوْبَةِ مِنَ الأَرْضِ. «الخَمْطُ» /١٦/ الأَرَاكُ. «وَالأَثْلُ» /١٦/ الطَّرْفَاءُ «الْعَرِمُ» : الشَّدِيدُ.

سورۃ سبا

يقال: مُعَاجِزِيْنَ: مُسَابِقِيْنَ

آیت میں ہے " وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِيْنَ أُولٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ " اس میں مُعَاجِزِيْنَ کے معنی ہیں آگے بڑھنے والے ، مقابل کو عاجز کرنے والے ، آیت کا مفہوم ہے جو لوگ ہماری آیتوں کو ہرانے (اور عاجز کرنے) کے لئے کوشش کرتے ہیں ایسے لوگ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے یعنی ان کی یہ کوشش گویا اس لئے ہوتی ہے کہ وہ ہمیں گرفت سے عاجز کردیں گے اور قیامت کی حاضری اور عذاب سے چھوٹ جائیں گے ۔

بِمُعْجِزِيْنَ: بِفَائِتِيْنَ

سورۃ عنکبوت میں یہ لفظ آیا ہے " وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ" تم نہ زمین میں عاجز اور فوت کرنے والے ہو اور نہ آسمان میں، مادہ عجز کی مناسبت سے امام بخاری سورۃ عنکبوت کے اس لفظ کو یہاں لائے ہیں۔

سَبَقُوْا: فَاتُوْا، لَا يُعْجِزُوْنَ: لَا يَفُوْتُوْنَ

سورۃ انفال کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے " وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا أَنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ " اور کافر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ فوت ہوگئے (اور ہاتھ سے نکل گئے) وہ فوت نہیں ہوں گے (یعنی وہ ہمیں عاجز کرکے ہاتھ سے نہیں نکل سکیں گے)

یَسْبِقُوْنَا: یُعْجِزُوْنَا

سورۂ عنکبوت میں ہے "اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّئَاتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا" اس میں "یَسْبِقُوْنَا" کے معنی بیان کئے وہ ہمیں عاجز بنا دیں گے۔

مِعْشَارَ: عُشْرَ

آیت کریمہ میں ہے "وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَا آتَیْنٰهُمْ" اور یہ (مشرکین عرب) تو اس سامان کے جو ہم نے ان کو دے رکھا تھا دسویں حصے کو بھی نہیں پہونچے فرماتے ہیں کہ مِعْشَارَ کے معنی ہیں دسواں حصہ

بَاعِدْ: وَبَعِّدْ وَاحِدٌ

آیت میں ہے "فَقَالُوْا بَاعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا" کہنے لگے اے ہمارے پروردگار! ہمارے سفروں میں درازی کردے۔

اس میں مشہور قرأت "بَاعِدْ" ہے اور ابن کثیر کی قرأت "بَعِّدْ" ہے فرماتے ہیں بَاعِدْ اور بَعِّدْ دونوں کے معنی ایک ہیں۔

لَا یَعْزُبُ: لَا یَغِیْبُ

آیت کریمہ میں ہے "لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوَاتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ" اس سے کوئی ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، فرماتے ہیں لَا یَعْزُبُ کے معنی ہیں لَا یَغِیْبُ: غائب نہیں ہوسکتا۔

اَلْعَرِمِ: اَلسَّدُّ، مَاءٌ اَحْمَرُ

آیت میں ہے "فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ" اس میں "عرم" کا ترجمہ "سَدٌّ" سے کیا ہے جسے دیوار اور بند کہتے ہیں اور عرم کے معنی اہل یمن کی زبان میں "سناة" کے بھی آتے ہیں، سناہ کے معنی بھی بند اور مینڈھ کے ہیں اور عرم کے معنی وادی کے بھی آتے ہیں۔

یہاں "السد" کے آگے جو "ماءاحمر" بیان کیا ہے یہ عرم کی تفسیر نہیں ہے بلکہ آیت کے لفظ "سَیۡلَ الۡعَرِمِ" میں "سیل" کی تفسیر ہے، اللہ تعالیٰ نے سرخ پانی کو بند کے اندر سے بھیجا، اس نے بند کو چیر کر گرا دیا اور وادی کو کھود کر رکھ دیا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں جانب سے وہ باغ تو اونچا ہوگیا اور پانی کا بہاؤ نشیب میں ہونے لگا، پانی غائب ہوا تو باغ خشک ہوگیا اور یہ سرخ پانی بند کا پانی نہیں تھا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا، جہاں اس نے چاہا اس کو بھیج دیا۔

نُجَازِیۡ: نُعَاقِبُ

آیت میں ہے "وَهَلۡ نُجَازِیۡ اِلَّا الۡكَفُوۡرَ" اس میں نجازی کے معنی ہیں ہم سزا دیتے ہیں۔

بِوَاحِدَةٍ: بِطاعَةِ اللّٰهِ

آیت میں ہے "قُلۡ اِنَّمَا اَعِظُكُمۡ بِوَاحِدَةٍ" فرماتے ہیں بِوَاحِدَةٍ سے اللہ کی اطاعت مراد ہے یعنی میں تمہیں اللہ کی اطاعت کی نصیحت کرتا ہوں۔

اَلتَّنَاوُشُ: اَلرَّدُّ مِنَ الۡاٰخِرَةِ اِلَی الدُّنۡيَا

آیت کریمہ میں ہے "وَقَالُوۡا اٰمَنَّا بِهٖ وَاَنّٰی لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنۡ مَّكَانٍۭ بَعِيۡدٍ" فرماتے ہیں اس میں تناوش کے معنی آخرت سے لوٹ کر دنیا میں آنے کے ہیں، اس کے اصل معنی ہاتھ اٹھا کر کسی شئ کو اٹھانے کے ہیں (۱) اور یہ اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب وہ چیز قریب ہو، مطلب یہ ہے کہ کافر قیامت کے دن دنیا میں واپس آکر ایمان لانے کی تمنا کریں گے لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہیں ہوگی۔

وَبَيۡنَ مَا يَشۡتَهُوۡنَ: مِنۡ مَالٍ اَوۡ وَلَدٍ اَوۡ زَهۡرَةٍ

"وَحِيۡلَ بَيۡنَهُمۡ وَبَيۡنَ مَا يَشۡتَهُوۡنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشۡيَاعِهِمۡ" یعنی ان میں اور ان کے (قبول ایمان کی) آرزو میں ایک آڑ کردی جائے گی جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کے ساتھ (بھی) یہی برتاؤ کیا جائے گا۔

اَشۡيَاع سے امثال یعنی ہم مشرب لوگ مراد ہیں۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

(۱) قال الراغب فی المفردات: ۵۰۹: وتناوش القوم كذا: تناولوه، قال: وَأَنّٰی لهم التناوش ای كیف یتناولون الایمان من مكان بعید، ولم یكونوا یتناولونه عن قریب فی حین الاختیار والانتفاع بالایمان، اشارة الی قوله: یوم لا ینفع نفسا ایمانها

"یعنی ان لوگوں کو جو چیز محبوب اور مقصود تھی ان کے اور اس چیز کے درمیان پردہ حائل کر کے ان کو محروم کیا گیا۔ یہ مضمون قیامت کے حال پر بھی صادق ہے کہ قیامت میں یہ لوگ نجات اور جنت کے طالب ہوں گے وہاں تک نہ پہونچ سکیں گے اور دنیا میں وقت موت پر بھی صادق ہے کہ دنیا میں ان کو یہاں کی دولت وسامان مقصود تھا موت نے ان کے اس مطلوب کے درمیان حائل ہو کر ان کو اس سے جدا کر دیا۔

"کَمَا فُعِلَ بِاَشْیَاعِهِمْ" "اشیاع" "شِیْعَةٌ" کی جمع ہے، کسی شخص کے تابع اور ہم خیال کو اسکا شیعہ کہا جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ جو عذاب ان کو دیا گیا کہ اپنے مطلوب و محبوب سے محروم کر دیئے گئے، یہی عذاب اس سے پہلے انہی جیسے اعمال کفر کرنے والوں کو دیا جا چکا ہے، کیونکہ یہ سب لوگ شک میں پڑے ہوئے تھے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر ان کو یقین وایمان نہیں تھا واللہ سبحانہ وتعالی اعلم[1]"

وقال ابن عباس: كَالْجَوَابِ، كَالْجَوْبَةِ مِنَ الْأَرْضِ

آیت میں ہے "يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۤءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ" یعنی وہ جنات بناتے تھے حضرت سلیمان کے لئے قلعے، تصویریں اور لگن تالاب جیسے

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جواب کے معنی ہیں، زمین کا گڑھا یعنی حوض، اس کا مفرد "جابية" ہے جس کے معنی بڑے حوض کے ہیں۔

اَلْخَمْطُ: اَلْأَرَاكُ، وَالْأَثْلُ: اَلطَّرْفَاءُ

آیت میں ہے "ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ" دو باغ کسیلے میوے کے اور جھاؤ والے اور کچھ تھوڑے سے بیر والے، فرماتے ہیں خَمْط درخت اراک کو کہتے ہیں یعنی پیلو کا درخت جس سے مسواک بناتے ہیں اور اَثْل جھاؤ کے درخت کو کہتے ہیں۔

۲۸۵ – باب :

«حَتَّى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا ماذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ» /۲۳/.

۴۵۲۲ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا عَمْرٌو قالَ : سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ يَقُولُ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ : إِنَّ نَبِيَّ ٱللهِ ﷺ قالَ : (إِذَا قَضَى ٱللهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ، ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ

---

[1] معارف القرآن، ۷/ ۲۱۴

بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ ، كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلَى صَفْوَانٍ ، فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا : مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ؟ قَالُوا لِلَّذِي قَالَ : الْحَقَّ ، وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ، فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُ السَّمْعِ ، وَمُسْتَرِقُ السَّمْعِ هٰكَذَا بَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ – وَوَصَفَ سُفْيَانُ بِكَفِّهِ فَحَرَّفَهَا ، وَبَدَّدَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ – فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيُلْقِيهَا إِلَى مَنْ تَحْتَهُ ، ثُمَّ يُلْقِيهَا الْآخَرُ إِلَى مَنْ تَحْتَهُ ، حَتَّى يُلْقِيَهَا عَلَى لِسَانِ السَّاحِرِ أَوِ الْكَاهِنِ ، فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُلْقِيَهَا ، وَرُبَّمَا أَلْقَاهَا قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُ ، فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ ، فَيُقَالُ : أَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَنَا : يَوْمَ كَذَا وَكَذَا ، كَذَا وَكَذَا ، فَيُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِي سَمِعَ مِنَ السَّمَاءِ) . [ر : ٤٤٢٤]

٢٨٦ – باب : قَوْلُهُ : «إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ» /٤٦/ .

٤٥٢٣ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَازِمٍ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ مُرَّةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : صَعِدَ النَّبِيُّ ﷺ الصَّفَا ذَاتَ يَوْمٍ ، فَقَالَ : (يَا صَبَاحَاهُ) . فَاجْتَمَعَتْ إِلَيْهِ قُرَيْشٌ ، قَالُوا : مَا لَكَ ؟ قَالَ : (أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ الْعَدُوَّ يُصَبِّحُكُمْ أَوْ يُمَسِّيكُمْ ، أَمَا كُنْتُمْ تُصَدِّقُونَنِي) . قَالُوا : بَلَى ، قَالَ : (فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ) . فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ : تَبًّا لَكَ ، أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا ؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ : «تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ» . [ر : ١٣٣٠]

٢٨٧ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمَلَائِكَةِ .[فَاطِرٍ]

قَالَ مُجَاهِدٌ : الْقِطْمِيرُ : لِفَافَةُ النَّوَاةِ . «مُثْقَلَةٌ» /١٨/ : مُثَقَّلَةٌ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «الْحَرُورُ» /٢١/ : بِالنَّهَارِ مَعَ الشَّمْسِ ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : الْحَرُورُ : بِاللَّيْلِ ، وَالسَّمُومُ بِالنَّهَارِ . «وَغَرَابِيبُ» /٢٧/ : أَشَدُّ سَوَادٍ ، الْغِرْبِيبُ : الشَّدِيدُ السَّوَادِ .

اَلْمَلَائِكَة (فَاطِر)

قال مجاهد : اَلْقِطْمِيْرُ : لِفَافَةُ النَّوَاةِ

آیت میں ہے " وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ " فرماتے ہیں کہ قِطْمِیر گٹھلی

کے اوپر باریک جھلی کو کہتے ہیں۔

وقال غیره : اَلْحَرُوْرُ : بِالنَّهَارِ مَعَ الشَّمْسِ، وَقَالَ ابن عباس : اَلْحَرُوْرُ بِاللَّيْلِ، وَالسَّمُوْمُ بِالنَّهَارِ

آیت کریمہ میں ہے "وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ، وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّوْرُ، وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ" مجاہد کے غیر نے کہا کہ حرور اس گرمی کو کہتے ہیں جب دن کو سورج نکلا ہوا ہوتا ہے جبکہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حرور رات کی گرمی کو کہتے ہیں اور دن کی گرمی کو سموم کہتے ہیں۔

وَغَرَابِيبُ: أَشَدُّ سَوَادٍ، اَلْغِرْبِيبُ: الشَّدِيدُ السَّوَادِ

آیت کریمہ "وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُوْدٌ" یعنی پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں سفید اور سرخ جن کے رنگ طرح طرح کے ہیں (کوئی زیادہ سفید کوئی کم اور سرخ بھی کوئی زیادہ کوئی کم) اور سخت سیاہ.... اس میں اَلْغَرَابِيْبُ جمع ہے اور اس کا مفرد اَلْغِرْبِيْبُ ہے جس کے معنی اس سیاہ شئی کے ہیں جس کے اندر شدت پائی جائے، جُدَدَ : راستوں اور لکیروں کو کہتے ہیں، یہ جَدَّة کی جمع ہے جیسے مَدَّة کی جمع مُدَد ہے۔

٢٨٨ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ يٰس .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «فَعَزَّزْنَا» /١٤/ : شَدَّدْنَا . «يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ» /٣٠/ : كَانَ حَسْرَةً عَلَيْهِمُ اسْتِهْزَاؤُهُمْ بِالرُّسُلِ . «أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ» /٤٠/ : لَا يَسْتُرُ ضَوْءُ أَحَدِهِما ضَوْءَ الآخَرِ ، وَلَا يَنْبَغِي لَهُمَا ذٰلِكَ . «سَابِقُ النَّهَارِ» /٤٠/ : يَتَطَالَبَانِ حَثِيثَيْنِ . «نَسْلَخُ» /٣٧/ : نُخْرِجُ أَحَدَهُما مِنَ الآخَرِ ، وَيَجْرِي كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا . «مِنْ مِثْلِهِ» /٤٢/ : مِنَ الْأَنْعَامِ . «فَكِهُونَ» /٥٥/ : مُعْجَبُونَ . «جُنْدٌ مُحْضَرُونَ» /٧٥/ : عِنْدَ الْحِسَابِ .

وَيُذْكَرُ عَنْ عِكْرِمَةَ : «الْمَشْحُونِ» /٤١/ : الْمُوقَرُ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «طَائِرُكُمْ» /١٩/ : مَصَائِبُكُمْ . «يَنْسِلُونَ» /٥١/ : يَخْرُجُونَ . «مَرْقَدِنَا» /٥٢/ : مَخْرَجِنَا . «أَحْصَيْنَاهُ» /١٢/ : حَفِظْنَاهُ . «مَكَانَتِهِمْ» /٦٧/ : وَمَكَانِهِمْ وَاحِدٌ .

سورۃ یٰس

فَعَزَّزْنَا : شَدَّدْنَا

”فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ“ اس میں عَزَّزْنَا کے معنی ہیں ہم نے قوت دی، تائید کی۔

يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ : كَانَ حَسْرَةً عَلَيْهِمُ اسْتِهْزَاؤُهُمْ بِالرُّسُلِ

آیت کریمہ میں ہے ”يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ“ اس میں کسی کو وہم ہوسکتا ہے کہ اللہ جل شانہ نے حسرت کو پکارا جس کے کوئی معنی بظاہر سمجھ میں نہیں آتے، امام بخاری رحمہ اللہ اس وہم کو دور کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ حسرت خود کافروں کو ہوگی کہ انہوں نے انبیاء اور رسولوں کا دنیا میں مذاق اڑایا۔

ضحاک فرماتے ہیں کہ یہ فرشتوں کا قول ہے، جب انہوں نے دیکھا کہ کفار نے انبیاء کی تکذیب کی تو وہ ان پر افسوس کرنے لگے۔

بعضوں نے کہا یہ اس مرد مومن کا قول ہے جس کا نام حبیب تھا جو مرسلین کی تائید و حمایت میں مکذبین کو سمجھانے کے لئے اقصیٰ مدینہ سے دوڑتا ہوا آیا تھا، جب قوم نے اس کو قتل کرنا چاہا تو اس وقت اس نے یہ جملہ کہا تھا (اقصی مدینہ میں مدینہ سے مراد اکثر حضرات نے اِنطاکیہ لیا ہے)

بعض کہتے ہیں کہ یہ ان تین رسولوں کا قول تھا جو اس قوم کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، جب انہوں نے قوم کو دیکھا کہ اس نے اس مرد مومن کو قتل کردیا اور اس کی پاداش میں قوم پر عذاب آگیا تو اس وقت انہوں نے ”يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ“ کہا۔

اور بعض نے کہا کہ قیامت کے دن جب کفار عذاب کے آثار دیکھیں گے تو اس وقت شدت ندامت اور بے بسی کے عالم میں مذکورہ جملہ کہیں گے، یا ان کو عذاب میں مبتلا دیکھ کر مومنین اور فرشتے وغیرہ یہ الفاظ کہیں گے (۲)۔

لیکن ان تمام اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے اور یہ تمام جمع ہوسکتے ہیں۔

---

(۲) مذکورہ چاروں اقوال کے لئے دیکھیے، الجامع لاحکام القرآن: ۱۵/۲۳

اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ: لایَسْتُرُ ضَوءُ اَحَدِهِمَا ضَوْءَ الْاٰخَرِ، وَلَا یَنْبَغِیْ لَهَا ذٰلِکَ

"لَا الشَّمْسُ یَنْبَغِیْ لَهَا اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ" اس میں "اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ" کا مطلب یہ ہے کہ سورج اور چاند میں سے ایک دوسرے کی روشنی کو نہیں چھپاتا، چونکہ ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک حد مقرر ہے اس لئے ایک کی روشنی کا دوسرے کی روشنی میں حائل ہونا ان کے مقررہ نظام کے شایانِ شان نہیں ہے، اسی طرح رات دن سے پہلے نہیں آسکتی۔

نَسْلَخُ: نُخْرِجُ اَحَدَهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ، وَیَجْرِیْ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

آیت میں ہے "وَآیَةٌ لَّهُمُ اللَّیْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ" "اور ایک نشانی ان لوگوں کے لئے رات ہے، ہم اس پر سے دن کو کھینچ لیتے ہیں پس یکایک وہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں"

"رات میں سے دن نکالنا" یہ کلام تشبیہ پر مبنی ہے، مشبہ "کشف الضوء من اللیل" ہے اور مشبہ بہ "کشف الجلد عن الشاۃ" (بکری سے کھال نکالنا) ہے اور وجہ تشبیہ ایک کا دوسرے پر توارد ہے، جس طرح شاۃ کے اوپر جلد وارد ہوتی ہے ٹھیک اسی طرح نہار لیل کے اوپر وارد ہوتا ہے، مشبہ اور مشبہ بہ دونوں حسی ہیں جبکہ جامع یعنی وجہ تشبیہ عقلی ہے اور مطلب یہ ہے کہ رات کے اوپر ہم نے غلافِ ضوء چڑھا رکھا ہے، جب اس دن والے غلاف کو ہم کھینچ لیتے ہیں تو وہ اچانک تاریکی میں پہنچ جاتے ہیں۔ (۳)

بعض حضرات نے کہا کہ مشبہ "اِخْرَاج ضوء النہار من اللیل" ہے اور مشبہ بہ "اخراج الشاۃ من الجلد" ہے اور مطلب یہ ہے کہ تاریکی اور رات اصل ہے، اللہ جل شانہ اس تاریکی سے دن کی روشنی کو نکالتے ہیں جس طرح کھال سے بکری نکالی جاتی ہے رات کی تاریکی سے دن کی روشنی نکالنا بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا کرشمہ ہے۔

مِنْ مِّثْلِهٖ: مِنَ الْاَنْعَامِ

"وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْکَبُوْنَ" فرماتے ہیں مِنْ مثلہ سے چوپایہ اور جانور مراد ہیں یعنی ہم نے ان کے لئے کشتی کی طرح چیزیں پیدا کیں جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں (جیسے اونٹ، گھوڑا وغیرہ)

---

(۳) قال الزمخشری فی الکشاف ۴/ :۱۶ سلخ جلد الشاۃ: اذا کشطہ عنها وأزالہ.... فاستعیر لإزالة الضوء وکشفه عن مکان اللیل وملقی ظله، و انظر روح المعانی: ۲۳/۱۰

فَكِهُوْنَ: مُعْجَبُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ" جنت والے بے شک اس دن اپنے مشغلوں میں خوش ہوں گے فرماتے ہیں فکھون کے معنی ہیں خوش ہوں گے۔

جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ: عِنْدَ الْحِسَابِ

آیت کریمہ میں ہے "لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ" وہ ان کی کچھ مدد کر ہی نہیں سکتے اور وہ (معبودین) ان کے حق میں ایک فریق مخالف ہوجائیں گے جو حاضر کئے جائیں گے۔

فرماتے ہیں یہ اصنام حساب کے وقت حاضر کئے جائیں گے۔

وَيُذْكَرُ عن عِكْرِمة: اَلْمَشْحُوْنِ: الموقَرُ

"وَآيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ" حضرت عکرمہ سے منقول ہے کہ مَشْحُوْنَ کے معنی ہیں بوجھل، لدی ہوئی، بھری ہوئی۔

طَائِرُكُمْ: مَصَائِبُكُمْ

آیت میں ہے "قَالُوْا طَائِرُكُمْ مَّعَكُمْ" انہوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہے۔ فرماتے ہیں کہ طائرکم سے مصائب مراد ہیں یعنی تمہاری مصیبتیں تمہارے ساتھ ہیں

يَنْسِلُوْنَ: يَخْرُجُوْنَ

"وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ" اور (دوبارہ) صور پھونکا جائے گا تو سب قبروں سے اپنے رب کی طرف نکل پڑیں گے، اس میں يَنْسِلُوْنَ کے معنی ہیں وہ نکل پڑیں گے۔

مَرْقَدِنَا: مَخْرَجِنَا

آیت میں ہے "قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا" کہیں گے ہائے ہماری بربادی! ہم کو ہمارے مرقد سے کس نے اٹھایا، مرقد سے مراد مخرج ہے یعنی قبر

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ کفار تو قبر میں بھی عذاب میں مبتلا ہوں گے تو پھر ان کا بعث کے وقت

افسوس کرنا چہ معنی دارد؟ اس سے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعث سے پہلے مبتلائے عذاب نہیں ہوں گے ۔

حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا کہ نفخۂ اولی کے بعد تمام ارواح پر نیند کی حالت طاری کردی جائے گی اور یہ عرصہ چالیس سال کی مدت پر مشتمل ہوگا، اس کے بعد نفخۂ احیاء ہوگا جس سے تمام ارواح زندہ کردی جائیں گی تو اس وقت کفار کہیں گے " يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا" مرقد سے دو نفخوں کے درمیان کا یہی عرصہ مراد ہے چنانچہ حضرت لکھتے ہیں " قيل: وان الكفار في العذاب، فاين المرقد؟ والجواب ان الأرواح يصعقن بعد النفخ اربعين سنة، ثم يفقن بعد نفخة الإحياء، فذلك قولهم: "من بعثنا من مرقدنا" وهكذا عندالبخاري عن ابی هريره: ص ۷۱۱ـ ج۲ ـ طبع الهند ـ فی باب قوله: ونفخ في الصور" (۴)

دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ کفار اگرچہ قبر میں مبتلائے عذاب ہوں گے لیکن قیامت کا ہولناک منظر دیکھ کر قبر کو اہون سمجھیں گے اور نیند سے تشبیہ دیں گے ۔ (۵)

اَحْصَيْنَاهُ: حَفِظْنَاهُ

"وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنَاهُ فِي اِمَامٍ مُّبِيْنٍ" احصینا کے معنی ہیں ہم نے محفوظ کرلیا یعنی ہر شئی کو ایک واضح کتاب (لوح محفوظ) میں ہم نے محفوظ کرلیا ہے

مَكَانَتِهِمْ وَمَكَانِهِمْ وَاحِدٌ

"وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ" فرماتے ہیں کہ مَكَانَةٌ اور مَكَانٌ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں ۔

٢٨٩ – باب : «وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ» /٣٨/ .

٤٥٢٥/٤٥٢٤ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ عِنْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ ، فَقَالَ : (يَا أَبَا ذَرٍّ ، أَتَدْرِي أَيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ) . قُلْتُ : اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، قَالَ : (فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتَّى

---

(۴) فیض الباری: ۲۲۳/۴

(۵) تفسیر عثمانی: ۵۹۱ فائدہ نمبر ۷

تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ ، فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى : «وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ» .

(٤٥٢٥) : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قالَ : سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى : «وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا» . قالَ : (مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ) . [ر : ٣٠٢٧]

"اور سورج اپنے مستقر کی طرف چلا جارہا ہے" "مستقر" سے وہ جگہ بھی مراد لی جاسکتی ہے جہاں جاکر سورج کو آخر کار ٹھہر جانا ہے، اور وہ وقت بھی ہوسکتا ہے جبکہ سورج اپنی حرکت پوری کرکے ٹھہر جائے گا وہ وقت.... قیامت کا دن ہے، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ سورج اپنے مدار پر ایک محکم نظام کے ساتھ ہزاروں سالوں سے حرکت کررہا ہے لیکن اس کی یہ حرکت مستقل اور دائمی نہیں ہے، اس کے لئے ایک خاص مستقر اور وقتِ قرار ہے جب وہ وقت آپہنچے گا تو اس کی یہ حرکت ختم ہوجائے گی اور وہ قیامت کا دن ہے، اس کی تائید سورۃ زمر کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے "....وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى" اس میں "اجل مسمی" سے قیامت ہی مراد ہے۔ (۶)

لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں باب میں جو روایت ذکر فرمائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیتِ باب میں "مستقر" سے مستقر زمانی نہیں، مستقر مکانی مراد ہے، آپ ﷺ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے، خطاب کرکے فرمایا کہ سورج چلتا رہتا ہے، حتی کہ وہ تحت العرش پہنچ کر سجدہ کرتا ہے پھر فرمایا کہ اس آیت میں مستقر سے یہی مراد ہے، "وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا"

اور عبدالرزاق نے آیتِ باب کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں: " ان الشمس تطلع فتردها ذنوب بنی آدم، حتی اذا غربت، سلمت، وسجدت، واستاذنت، فیؤذن لها، حتی اذا کان یوم غربت، فسلمت، وسجدت، واستاذنت فلا یؤذن لها، فتقول: ان المسیر بعید، وانی ان لا یؤذن لی لا ابلغ، فتحبس ماشاء اللہ ان تحبس، ثم یقال لها: اطلعی من حیث غربت، قال: فمن یومئذ الی یوم القیامة، لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا" (۷)

---

(۶) تفسیر ابن کثیر: ۳/۵۷۱

(۷) تفسیر ابن کثیر: ۳/۵۷۱

سجود شمس کی تحقیق اور روایت پر وارد ہونے والے اشکالات اور ان کے جوابات

اس حدیث میں "سجود شمس" کا تذکرہ کیا گیا ہے، جدید فلکیات کی تحقیقات اور مشاہدات کی رو سے اس پر چند اشکالات ہوتے ہیں۔

① پہلا اشکال یہ ہوتا ہے کہ سورج جب کسی ایک جگہ غروب ہوتا ہے تو اسی وقت دوسری جگہ طلوع ہوتا ہے، سورج کا طلوع و غروب ہر وقت جاری و ساری ہے، جب کہ حدیث سے یہ مفہوم سمجھ میں آتا ہے کہ پوری دنیا میں سورج ایک ہی وقت غروب ہوتا ہے اور اجازت ملنے پر پھر اپنا سفر شروع کر کے طلوع ہوتا ہے حالانکہ یہ مشاہدہ کے خلاف ہے۔

اس اشکال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں غروب آفتاب سے پوری دنیا کا غروب مراد نہیں بلکہ دنیا کے بڑے حصہ کا غروب مراد ہے یعنی وہ مقام جہاں کے غروب پر دنیا کی اکثر آبادی میں غروب ہوجاتا ہے یا اس سے خط استواء کا غروب مراد ہے اور یا افق مدینہ کا غروب مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ سورج یہ سجدہ اور اجازت معظم معمورہ کے غروب، یا خط استواء کے غروب اور یا افق مدینہ کے غروب کے وقت طلب کرتا ہے (۱*)۔

② دوسرا اشکال یہ ہوتا ہے کہ عرشِ رحمن کی جو تفصیل قرآن و حدیث سے معلوم ہوتی ہے، اس کی رو سے عرش تمام آسمانوں اور کائنات سماویہ کو محیط ہے، اس لحاظ سے سورج تو ہمیشہ ہر حال اور ہر وقت زیر عرش ہے جب کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف غروب کے وقت زیر عرش جاتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ غروب کے وقت زیر عرش جانا اس کو مستلزم نہیں کہ باقی اوقات میں وہ زیر عرش نہیں ہوتا، یہ قید احترازی نہیں، قید واقعی ہے چنانچہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"... اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے یہ قید واقعی ہو اور اصلی مقصود اِخبار عن السجدہ ہو اور اس تعبیر سے یہ فائدہ ہو کہ اس سے تحت الامر الالٰہی ہونے کی تصریح ہوگئی کیونکہ استواء علی العرش کا کنایہ ہونا نفاذِ احکام و تصرفات سے آیات عدیدہ میں مذکور ہے" (۲*)

③ تیسرا اشکال یہ ہوتا ہے کہ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج اپنے مستقر پر پہونچ کر سجدہ کرتا ہے، پھر اجازت مانگتا ہے، اس طرح وہ وقفہ کرتا ہے حالانکہ سورج کا وقفہ علم فلکیات

(*۱) بیان القرآن: ۱۱۱/۹

(*۲) بیان القرآن: ۱۱۱/۹

اور مشاہدہ کی رو سے درست نہیں، اس کی حرکت دائمی اور مسلسل ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چیز کا سجدہ اس کے مناسب حال ہوتا ہے جیسا کہ قرآن نے خود تصریح فرمادی ہے "كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ" اس لیے آفتاب کے سجدہ کے یہ معنی سمجھنا کہ وہ انسان کی طرح سجدہ کرتا ہوگا درست نہیں، حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"... سجدہ بالمعنی المذکور کے لیے اول تو انقطاع حرکت ضروری نہیں، دوسرے ممکن ہے کہ یہ سکون آنی ہو اور حرکت زمانی ہو، اس لیے حساب رصدی مختل نہ ہوتا ہو اور نہ وہ منضبط و مدرک ہوتا ہو۔(*۲)"

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر ایک مستقل مقالہ لکھا ہے اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے "معارف القرآن" میں اس کا خلاصہ نقل کردیا ہے، انھوں نے ایک اور انداز سے اس حدیث کا مفہوم بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ....

حدیث میں جو یہ بتلایا گیا کہ آفتاب غروب ہونے کے بعد عرش کے نیچے اللہ کو سجدہ کرتا ہے اور پھر اگلا دورہ شروع کرنے کی اجازت مانگتا ہے اور اجازت ملنے کے بعد آگے چلتا ہے اور صبح جانب مشرق سے طلوع ہوتا ہے، اس کا مقصد اس سے زائد نہیں کہ آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت عالم دنیا میں ایک نیا انقلاب آتا ہے جس کا مدار آفتاب پر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انقلابی وقت کو انسانی تنبیہ کے لیے موزون سمجھ کر یہ تلقین فرمائی کہ آفتاب کو خود مختار اپنی قدرت سے چلنے والا نہ سمجھو، یہ صرف اللہ تعالی کے اذن و مشیت کے تابع چل رہا ہے، اس کا ہر طلوع اور غروب اللہ کی اجازت سے ہوتا ہے، یہ اس کی اجازت کے تابع ہے، اس کے تابع فرمان حرکت کرنے ہی کو اس کا سجدہ قرار دیا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ غروب آفتاب کی تخصیص اور اس کے بعد زیر عرش جانے اور وہاں سجدہ کرنے اور اگلے دورے کی اجازت مانگنے کے جو واقعات اس روایت میں بتلائے گئے ہیں وہ پیغمبرانہ مؤثر تعلیم کے مناسب بالکل عوامی نظر کے اعتبار سے ایک تمثیل ہے۔ نہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ انسان کی طرح زمین پر سجدہ کرے، اور نہ سجدہ کرنے کے وقت آفتاب کی حرکت میں کچھ وقفہ ہونا لازم آتا ہے اور نہ یہ مراد ہے کہ وہ دن رات میں صرف ایک ہی سجدہ کسی خاص جگہ جاکر کرتا ہے، اور نہ یہ کہ وہ صرف غروب کے بعد تحت العرش جاتا ہے۔ مگر اس انقلابی وقت میں جبکہ سب عوام یہ دیکھ رہے ہیں کہ آفتاب ہم سے غائب ہورہا ہے اس وقت بطور تمثیل ان کو اس حقیقت سے آگاہ کردیا گیا کہ یہ جو کچھ ہورہا ہے وہ درحقیقت آفتاب کے زیر عرش تابع فرمان چلتے رہنے سے ہورہا ہے، آفتاب خود کوئی قدرت و طاقت نہیں رکھتا، تو جس

(*۲) بیان القرآن: ۱۱۱/۹

طرح اس وقت اہلِ مدینہ اپنی جگہ یہ محسوس کررہے تھے کہ اب آفتاب سجدہ کر کے اگلے دورے کی اجازت لے گا اس طرح جہاں جہاں وہ غروب ہوتا جائے گا سب کے لیے ہی سبق حاصل کرنے کی تلقین ہوگئی اور حقیقت معاملہ یہ نکلی کہ آفتاب اپنے مدار پر حرکت کے درمیان ہر لمحہ اللہ تعالی کو سجدہ بھی کرتا ہے اور آگے چلنے کی اجازت بھی مانگتا رہتا ہے اور اس سجدہ اور اجازت کے لیے اس کو کسی سکون اور وقفہ کی ضرورت نہیں ہوتی (*۴)

اس تقریر پر حدیث مذکورہ میں نہ مشاہدات کی رُو سے کوئی شبہ ہوتا ہے نہ قواعد ہیَت و ریاضی کے اعتبار سے کوئی شبہ اور اشکال باقی رہتا ہے۔

٢٩٠ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الصَّافَاتِ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ» /سبأ: ٥٣/ : مِنْ كُلِّ مَكَانٍ . «وَيُقْذَفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ» /٨/ : يُرْمَوْنَ . «وَاصِبٌ» /٩/ : دَائِمٌ . «لَازِبٌ» /١١/ : لَازِمٌ . «تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ» /٢٨/ : يَعْنِي الْحَقَّ ، الْكُفَّارُ تَقُولُهُ لِلشَّيْطَانِ . «غَوْلٌ» /٤٧/ : وَجَعُ بَطْنٍ . «يُنْزَفُونَ» /٤٧/ : لَا تَذْهَبُ عُقُولُهُمْ . «قَرِينٌ» /٥١/ : شَيْطَانٌ . «يُهْرَعُونَ» /٧٠/ : كَهَيْئَةِ الْهَرْوَلَةِ . «يَزِفُّونَ» /٩٤/ : النَّسَلَانُ فِي الْمَشْيِ . «وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا» /١٥٨/ : قَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ : الْمَلَائِكَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ ، وَأُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ . وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى : «وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ» /١٥٨/ : سَتُحْضَرُ لِلْحِسَابِ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «لَنَحْنُ الصَّافُّونَ» /١٦٥/ : الْمَلَائِكَةُ . «صِرَاطِ الْجَحِيمِ» /٢٣/ : «سَوَاءِ الْجَحِيمِ» /٥٥/ : وَوَسَطِ الْجَحِيمِ . «لَشَوْبًا» /٦٧/ : يُخْلَطُ طَعَامُهُمْ ، وَيُسَاطُ بِالْحَمِيمِ . «مَدْحُورًا» /الأعراف: ١٨/ : مَطْرُودًا . «بَيْضٌ مَكْنُونٌ» /٤٩/ : اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُونُ . «وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ» /٧٨ ، ١٠٨ ، ١٢٩/ : يُذْكَرُ بِخَيْرٍ . «يَسْتَسْخِرُونَ» /١٤/ : يَسْخَرُونَ . «بَعْلًا» /١٢٥/ : رَبًّا .

(*۴)رسالہ سجود شمس 'و معارف القرآن: ۳۹۲/۷

سورۃ الصافات

وقال مجاھد: وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ: مِن كُلِّ مَكَانٍ

سورۃ الصافات کی آیت " وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ " یعنی "ٹوٹے ہوئے ستارے پھینکے جاتے ہیں ان پر ہر طرف سے " کی مناسبت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۃ سبا کی آیت ذکر کی اور یہ امام کا طریقہ ہے کہ وہ معمولی مناسبت سے مختلف سورتوں کے الفاظ ساتھ ذکر کردیتے ہیں، البتہ یہاں اشکال ہوتا ہے کہ امام نے سورۃ سبا کی آیت میں " مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ " کا مطلب مجاہد کے حوالہ سے " مِنْ کل مکان " بیان کیا ہے جو عموم پر دلالت کرتا ہے حالانکہ سورۃ سبا کی مذکورہ آیت میں عموم پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہیں ہے ، البتہ سورۃ الصافات کی مذکورہ آیت " وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ " میں " مِن کل جانب " کی تفسیر مجاہد سے " مِن کل مکان " منقول ہے ، چنانچہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے درمنثور میں عبد بن حمید، طبری اور ابن المنذر کے حوالہ سے حضرت مجاہد کی یہ تفسیر سورۃ الصافات کی اس آیت کے ضمن میں نقل کی ہے (۸) اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری " من کل مکان " کو سورۃ الصافات کی آیت کی تشریح میں ذکر کرنا چاہ رہے تھے لیکن غلطی سے سورۃ سبا کی آیت کی تفسیر میں اس کو ذکر کیا۔

وَاصِبٌ: دَائِمٌ

"وَلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ" "وَاصِبٌ" کے معنی ہیں : ہمیشہ

لَازِبٌ: لَازِمٌ

"إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ " ہم نے ان کو ایک چپکنے والی مٹی سے پیدا کیا، فرماتے ہیں کہ لازب کے معنی ہیں لازم یعنی چپکنے والی، لیسدار۔

تَأْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ: يَعْنِي الْحَقَّ، اَلْكُفَّارُ تَقُوْلُهُ لِلشَّيْطَانِ

آیت میں ہے "قَالُوْا إِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَأْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ" فرماتے ہیں کہ اس میں یمین بمعنی حق ہے اور مطلب یہ ہے کہ میدانِ حشر میں کفار شیطانوں سے کہیں گے کہ تم ہمارے پاس حق بات کی طرف سے

---

(۸) قال السیوطی فی الدر المنثور: ۲۷۱/۵: "اخرج عبدبن حمید، وابن جریر، وابن المنذر، وابن ابی حاتم، عن مجاهد فی قوله: "ویقذفون من کل جانب" قال: یرمون من کل مکان" تفصیل کے لئے دیکھیے تعلیقات لامع الدراری: ۱۵۱/۹-۱۵۲

آتے تھے، یعنی اپنی باطل بات کو حق کے بھیس میں ظاہر کرتے تھے۔

غَوْلٌ: وَجَعُ بَطْنٍ، يُنْزَفُوْنَ: لَاتَذْهَبُ عُقُوْلُهُمْ.

آیت میں ہے "لَافِيْهَا غَوْلٌ وَّلَاهُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ" فرماتے ہیں "غول" سے پیٹ کا درد مراد ہے اور "لَاهُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ" کے معنی ہیں ان کی عقلیں نہیں جائیں گی، مطلب یہ ہے کہ جنت کی شراب پینے سے نہ پیٹ میں درد ہوگا اور نہ ہی انسانی عقل کے غائب ہونے کی وجہ سے بے ہوش ہوگا۔

قَرِيْنٌ: شَيْطَانٌ

"قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ" ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ (دنیا میں) میرا ایک ساتھی تھا، فرماتے ہیں اس سے شیطان مراد ہے۔

يُهْرَعُوْنَ: كَهَيْئَةِ الْهَرْوَلَةِ

"فَهُمْ عَلٰى آثَارِهِمْ يُهْرَعُوْنَ" اس میں "يُهْرَعُوْنَ" کے معنی ہیں تیز چلنا، دوڑنے کی ہیئت و صورت میں، ھَرولَة: دوڑنا، باب بعثر سے مصدر ہے۔

يَزِفُّوْنَ: اَلنَّسَلَانُ فِي الْمَشْيِ

آیت میں ہے "فَاَقْبَلُوْا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ" اس میں "يَزِفُّوْنَ" کے معنی ہیں، چلنے میں تیزی کرنا، النَّسَلَانَ: الإسْرَاع فی المشی مع تقارب الخُطٰی یعنی نزدیک نزدیک قدم رکھ کر تیز چلنا۔

وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا: قال كُفَّارُ قُرَيْشٍ: اَلْمَلَائِكَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ، وَاُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ

"وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا" اور ان لوگوں نے اللہ اور جنات میں نسب بنایا ہے، چنانچہ کفار قریش کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں اور ان فرشتوں کی مائیں جن سرداروں کی لڑکیاں ہیں۔

لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ: اَلْمَلَائِكَةُ

آیت میں ہے "وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ" اور ہم صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں، فرماتے ہیں اس سے فرشتے مراد ہیں۔

صِرَاطِ الْجَحِيْمِ: سَوَاءِ الْجَحِيْمِ وَوَسَطِ الْجَحِيْمِ

آیت میں ہے "فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ" فرماتے ہیں صِرَاطِ الْجَحِيْمِ، سَوَاءِ الْجَحِيْمِ اور وَسَطَ الْجَحِيْمِ تینوں کے ایک ہی معنی ہیں۔

لَشَوْبًا: يُخْلَطُ طَعَامُهُمْ وَيُسَاطُ بِالْحَمِيْمِ

آیت میں ہے " ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِنْ حَمِيْمٍ " اس میں " شَوْبًا مِنْ حَمِيْمٍ " کے معنی ہیں کہ ان کا سینڈ کے درخت کا (جسے شجرۃ الزقوم کہا ہے) کھانا گرم کھولتے ہوئے پانی کے ساتھ مخلوط اور ملا ہوا ہوگا، سَاطَ، یَسُوطُ اور خَلَطَ، یَخْلُطُ کے ایک ہی معنی ہیں۔

مَدْحُوْرًا: مَطْرُوْدًا

سورۃ اعراف میں ہے " قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَدْحُوْرًا " اس میں "مَدْحُوْرًا" کے معنی ہیں دور کیا ہوا، دھتکارا ہوا، یہ لفظ سورۃ الصافات کا نہیں ہے، سورۃ الصافات میں " دُحُوْرًا وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ " ہے، "دُحورا" کی مناسبت سے یہ لفظ یہاں لائے ہیں۔

بَيْضٌ مَكْنُوْنٌ: اَللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ

آیت میں ہے "كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ" بیض مکنون سے چھپے ہوئے موتی مراد ہیں، وہ حوریں چھپے ہوئے موتی کی طرح خوبصورت ہوگی۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ: يُذْكَرُ بِخَيْرٍ

اور ہم نے ان کے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ اس پر سلام ہو۔

فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کا ذکر خیر ہوتا رہے گا۔

يَسْتَسْخِرُوْنَ: يَسْخَرُوْنَ

"وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ" جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ يَسْتَسْخِرُوْنَ کے معنی ہیں: وہ مذاق اڑاتے ہیں۔

بَعْلًا: رَبًّا

آیت میں ہے " اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ " کیا تم بعل (بت کا نام) کو پکارتے ہو اور چھوڑتے ہو بہتر بنانے والے کو، فرماتے ہیں کہ اس میں بعل کے معنی ہیں رب، بعضوں نے کہا کہ بعل ایک بت کا نام تھا، بنی اسرائیل کی ایک جماعت اس کی پرستش کرتی تھی یا حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم اس کی عبادت کرتی تھی (۹) بعض کہتے ہیں کہ یہ یمنی زبان میں رب کے معنی میں مستعمل ہے۔

---

(۹) عمدۃ القاری: ۱۹/۱۳۶ و روح المعانی: ۲۳/۱۳۹

٢٩١ - باب : «وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ» /١٣٩/ .

٤٥٢٦ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنا جَرِيرٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (ما يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَكُونَ خَيْرًا مِنْ يُونُسَ ابْنِ مَتَّى) . [ر : ٣٢٣١]

٤٥٢٧ : حدّثني إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنا محمدُ بْنُ فُلَيْحٍ قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ ، مِنْ بَنِي عامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَنْ قالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى فَقَدْ كَذَبَ) . [ر : ٣٢٣٤]

٢٩٢ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ صٓ .

٤٥٢٨/٤٥٢٩ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنا شُعْبَةُ ، عَنِ الْعَوَّامِ قالَ : سَأَلْتُ مُجَاهِدًا عَنِ السَّجْدَةِ فِي صٓ ، قالَ : سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ : «أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ» . وكانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَسْجُدُ فِيهَا .

(٤٥٢٩) : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِيُّ ، عَنِ الْعَوَّامِ قالَ : سَأَلْتُ مُجَاهِدًا عَنْ سَجْدَةِ صٓ ، فَقَالَ : سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ : مِنْ أَيْنَ سَجَدْتَ ؟ فَقَالَ : أَوَ ما تَقْرَأُ : «وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمانَ» . «أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ» . فَكانَ دَاوُدُ مِمَّنْ أُمِرَ نَبِيُّكُمْ ﷺ أَنْ يَقْتَدِيَ بِهِ ، فَسَجَدَهَا دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَجَدَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ . [ر : ٣٢٣٩]

«عُجَابٌ» /٥/ : عَجِيبٌ . الْقِطُّ : الصَّحِيفَةُ ، هُوَ هَا هُنَا صَحِيفَةُ الْحَسَنَاتِ .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «فِي عِزَّةٍ» /٢/ : مُعَازِّينَ . «الْمِلَّةِ الآخِرَةِ» /٧/ : مِلَّةِ قُرَيْشٍ . الِاخْتِلَاقُ : الْكَذِبُ . «الْأَسْبابِ» /١٠/ : طُرُقِ السَّماءِ فِي أَبْوَابِهَا . «جُنْدٌ ما هُنَالِكَ مَهْزُومٌ» /١١/ : يَعْنِي قُرَيْشًا . «أُولٰئِكَ الْأَحْزَابُ» /١٣/ : الْقُرُونُ الْمَاضِيَةُ . «فَوَاقٍ» /١٥/ : رُجُوعٍ . «قِطَّنَا» /١٦/ : عَذَابَنَا . «اتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا» /٦٣/ : أَحَطْنَا بِهِمْ . «أَتْرَابٌ» /٥٢/ : أَمْثَالٌ .

وقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «الأَيْدِ» /١٧/ : الْقُوَّةُ فِي الْعِبَادَةِ . «الأَبْصَارُ» /٤٥/ : الْبَصَرُ فِي أَمْرِ اللهِ . «حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي» /٣٢/ : مِنْ ذِكْرٍ . «طَفِقَ مَسْحًا» /٣٣/ : يَمْسَحُ أَعْرَافَ الخَيْلِ وَعَرَاقِيبَهَا . «الأَصْفَادِ» /٣٨/ : الْوَثَاقِ .

سورۃ ص

عُجَابٌ : عَجِيبٌ

آیت میں ہے "اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ" عُجَابٌ بمعنی عَجِیْبٌ ہے ۔

اَلْقِطُّ : اَلصَّحِیْفَةُ، هُوَ هَاهُنَا صَحِیْفَةُ الْحَسَنَاتِ

آیت میں ہے " رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ " لفظ قط کے دو معنی بیان کئے ہیں ایک بمعنی صحیفہ اور یہاں آیت میں اس سے نیک اعمال کا صحیفہ مراد ہے اور دوسرے معنی اس کے عذاب کے بیان کئے ہیں جو آگے چند لفظوں کے بعد ہیں۔

کلبی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ جب سورۃ حاقہ کی یہ آیت نازل ہوئی " فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَهٗ بِیَمِیْنِهٖ، فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا " تو کفار نے بطور استہزاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر واقعی حساب کتاب ہوگا تو آپ ہمارے نیک اعمال کا صحیفہ مہربانی فرما کر حساب کے دن سے پہلے پہلے جلدی دیدیجئے اور قط بمعنی عذاب ہو تو معنی ہوں گے آپ یوم الحساب سے قبل ہی عذاب جلدی سے دیدیجئے ، قرآن نے مذکورہ آیت میں کفار کے استہزاء کا یہ قول نقل کیا ہے ۔ (۱۰)

وقال مجاهد : فِیْ عِزَّةٍ : مُعَازِّیْنَ

آیت میں ہے " فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ " مجاہد فرماتے ہیں کہ "فِیْ عِزَّةٍ" کے معنی عزت میں غلبہ چاہنے والے کے ہیں، مُعَازِّیْنَ : مُغَالِبِیْنَ، باب مفاعلہ سے صیغہ اسم فاعل ہے ۔

اَلْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ : مِلَّةُ قُرَیْشٍ

" مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ، اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ " پچھلے دین میں ہم نے یہ بات نہیں سنی یہ فقط گھڑی ہوئی بات ہے ، اس میں "مِلّة" سے ملتِ قریش مراد ہے ، کیونکہ ان کا خیال تھا کہ ہماری ملت

---

(۱۰) عمدۃ القاری : ۱۹/۱۳۸

چونکہ ملت ابراہیمی ہے اس لئے وہی برقرار رہے گی اور یہود و نصاریٰ کی ملت چونکہ مسخ شدہ ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں (۱۱)

بعض نے اس سے "ملت نصاریٰ" بھی مراد لی ہے (۱۲) لیکن اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

اَلْاِخْتِلَاقُ: اَلْکَذِبُ

"اِنْ ھٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ" اِخْتِلَاق کے معنی ہیں جھوٹ

اَلْاَسْبَابُ: طُرُقُ السَّمَاءِ فِی اَبْوَابِهَا

آیت میں ہے "فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ" فرماتے ہیں اس میں اَسْبَاب سے آسمان کے دروازوں میں آسمان کے راستے مراد ہیں۔

جُنْدٌ مَّا هُنَالِکَ مَهْزُوْمٌ: یَعْنِیْ قُرَیْشًا

"جُنْدٌ مَّا هُنَالِکَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ" منجملہ گروہوں میں سے ایک گروہ ہے جو یہاں (یعنی مکہ میں) شکست دیئے جاویں گے، فرماتے ہیں جُنْدٌ مَّهْزُوْمٌ سے قریش مکہ مراد ہے۔

اُولٰئِکَ الْاَحْزَابُ: اَلْقُرُوْنُ الْمَاضِيَةُ

"وَاَصْحٰبُ الْاَیْکَةِ اُولٰئِکَ الْاَحْزَابُ" اور اَصْحٰبُ اَیْکَہ نے تکذیب کی تھی اور وہ احزاب (جن کا پہلے مِنَ الْاَحْزَابِ میں ذکر آیا ہے) یہی لوگ ہیں، فرماتے ہیں اُولٰئِکَ الْاَحْزَابُ سے گزشتہ امتیں مراد ہیں۔

فَوَاقٍ: رُجُوْعٍ

"مَا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ" فرماتے ہیں فَوَاق کے معنی ہیں رُجُوْع یعنی نفخۂ ثانیہ کے بعد دنیا کی طرف لوٹنا نہیں ہے۔

قِطَّنَا: عَذَابَنَا

آیت میں ہے "رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ" اس میں قط سے عذاب مراد ہے یعنی

---

(۱۱) لامع الدراری: ۹/۱۵۴

(۱۲) عمدۃ القاری: ۱۹/۱۳۸

اے ہمارے رب! حساب کے دن سے پہلے ہمیں ہمارا عذاب جلد دے یعنی جب وعدہ قیامت سنتے تو مسخرے پن سے کہتے کہ ہم کو تو اس وقت کا حصہ ابھی دیدیجئے ، ابھی ہم اپنا اعمال نامہ دیکھ لیں اور ہاتھ کے ہاتھ سزا جزاء سے فارغ ہوجائیں۔

فرماتے ہیں اس میں "قِطَّنَا" سے عذاب مراد ہے۔

اِتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا: اَحَطْنَا بِهِمْ

"اِتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ" اس سے پہلی آیت ہے "وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِنَ الْاَشْرَارِ" یعنی دوزخی آپس میں کہیں گے کہ کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو دوزخ میں نہیں دیکھ رہے جن کو ہم دنیا میں برے لوگوں میں شمار کرتے تھے ، کیا ہم نے (غلطی سے) ان کے ساتھ ٹھٹھا کیا تھا یا ہماری آنکھیں ان سے چوک گئیں (اور وہ ہمارے دیکھنے میں نہیں آرہے)

امام بخاری رحمہ اللہ نے "اِتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا" کا ترجمہ "اَحَطْنَا بِهِمْ" سے کیا ہے "یعنی کیا ہم نے ہنسی مذاق میں ان کا احاطہ کیا تھا" اور ایسا ہوتا ہے کہ عام طور سے جس کا مذاق اڑاتے ہیں تو لوگ اسے گھیر لیا کرتے ہیں۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ تفسیر باللازم ہے اور صحیح ہے ، چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

"فسر السخرية بالاحاطة، لأن الإحاطة لازمة لها عادة، فانهم اذا ارادوا الاستهزاء بأحد جعلوه وسطهم، ليتمكن كل منهم على الاستهزاء كل التمكن" (۱۳)

اَتْرَابٌ: اَمْثَالٌ

"وَعِنْدَهُمْ قٰصِرَاتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ" اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں ہم عمر ہونگی (مراد حوریں ہیں)

فرماتے ہیں اَتْراب بمعنی اَمْثَال ہے یعنی ہم عمر، ہم مثل

اَلْاَيْدِ: اَلْقُوَّةُ فِي الْعِبَادَةِ، اَلْاَبْصَارُ: اَلْبَصَرُ فِي اَمْرِ اللّٰهِ

"وَاذْكُرْ عِبَادَنَا اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ" فرماتے ہیں اید کے معنی ہیں عبادت میں قوت اور ابصار کے معنی ہیں اللہ کے کام میں غور و فکر یعنی ابراہیم، اسحاق اور یعقوب (علیہ السلام) عبادت میں قوی اور اللہ کے کاموں میں غور و فکر کرنے والے تھے۔

---

(۱۳) لامع الدراری: ۹/۱۵۵

حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي : مِنْ ذِكْرٍ

آیت کریمہ میں ہے "فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ " اس میں "عَن" بمعنی "مِن" ہے (ترجمہ گزر چکا)

طَفِقَ مَسْحًا : يَمْسَحُ أَعْرَافَ الْخَيْلِ وَعَرَاقِيبَهَا

آیت کریمہ میں ہے "رُدُّوهَا عَلَيَّ، فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ " حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ان گھوڑوں کو دوبارہ میرے سامنے لاؤ (چنانچہ وہ لائے گئے) سو انہوں نے ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔

آیت کریمہ کی دو تفسیریں

① اس آیت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں، اس کی مشہور تفسیر یہ کی گئی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کے معائنہ میں ایسے مشغول ہوئے کہ اس وقت کی نماز یا وظیفہ چھوٹ گیا بعد میں متنبہ ہو کر آپ نے ان گھوڑوں کو واپس لانے کا حکم دیا اور تلوار لے کر ان کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹنا شروع کیں کہ ان کی وجہ سے یاد الٰہی میں خلل واقع ہوا تھا، چنانچہ اس خلل اور غفلت کا آپ نے اس طرح کفارہ ادا کیا۔ (۱۴)

② دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ یہ گھوڑے جہاد کے لئے تھے ، ان کے معائنہ میں جب دیر لگ گئی اور عصر کی نماز بھی چلی گئی، اس پر کہنے لگے کہ کوئی مضائقہ نہیں اگر ایک طرف ذکر اللہ سے بظاہر علیحدگی رہی تو دوسری جانب جہاد کے گھوڑوں کی محبت اور دیکھ بھال بھی اسی کی یاد سے وابستہ ہے ، اسی جذبہ جہاد کے جوش میں حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو پھر واپس لاؤ، چنانچہ واپس لائے گئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام غایت محبت و اکرام سے ان کی گردنیں اور پنڈلیاں پونچھنے اور صاف کرنے لگے ، اس تفسیر کے مطابق "مسح" سے مراد کاٹنا نہیں بلکہ محبت سے ہاتھ پھیرنا ہے ۔

آیت کی یہ دوسری تفسیر بعض مفسرین نے اختیار کی ہے (۱۵) لیکن مشہور تفسیر پہلی والی ہے (۱۶)

---

(۱۴) الجامع لاحکام القرآن: ۱۹۵/۱۵

(۱۵) الجامع لاحکام القرآن: ۱۹۵/۱۵ و روح المعانی: ۱۹۵/۲۴

(۱٦) روح المعانی، ۱۹۵/۲۳

امام بخاری فرماتے ہیں " یمسح اعراف الخیل و عراقیبھا "اعراف عُرف کی جمع ہے گھوڑے کی گردن کے بالوں کو کہتے ہیں اور عراقیب عُرقُوْب کی جمع ہے، ٹخنوں کے پیچھے کے ایک پٹے کو کہتے ہیں، یہاں اس سے پنڈلیاں مراد ہیں۔

البتہ پہلی تفسیر پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ گھوڑے اللہ جل شانہ کی ایک نعمت تھے اپنے مال اور اللہ کی دی ہوئی نعمت کو اس طرح ضائع کرنا ایک نبی کے شایان شان معلوم نہیں ہوتا ہے ۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ گھوڑے حضرت سلیمان علیہ السلام کی ذاتی ملکیت میں تھے اور ان کی شریعت میں گھوڑے کی قربانی مشروع تھی، اس لئے انہوں نے گھوڑوں کو ضائع نہیں کیا بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کیا۔ (۱۷)

اَلْاَصْفَادِ: اَلْوَثَاقُ

آیت میں ہے " وَآخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ " یعنی "ہم نے سلیمان علیہ السلام کے تابع بنادیا اور بہت سے جنات کو جو بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہیں " اَصْفَاد صَفَدٌ کی جمع ہے ، زنجیر اور بیڑی کو کہتے ہیں۔

٢٩٣ – باب : قَوْلِهِ : «هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ» /٣٥/ .

٤٥٣ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِنَّ عِفْرِيتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ ، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا ، لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلَاةَ ، فَأَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْهُ ، وَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ ، حَتَّى تُصْبِحُوا وَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ : «رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي») . قَالَ رَوْحٌ : فَرَدَّهُ خاسِئًا . [ر : ٤٤٩]

٢٩٤ – باب : قَوْلِهِ : «وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ» / ٧٦/ .

٤٥٣١ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ : دَخَلْنَا عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ ، مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهِ ، وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلْ : اللّٰهُ أَعْلَمُ ، فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يَقُولَ لِمَا لَا يَعْلَمُ اللّٰهُ أَعْلَمُ ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِنَبِيِّهِ

---

(۱۷) قال الالوسی رحمہ اللہ فی تفسیرہ روح المعانی: ۱۹۳/۲۳ : وقد جعلها علیہ السلام بذلک قربانا للّٰہ تعالیٰ وکان تقریب الخیل مشروعا فی دینہ

ﷺ : «قُلْ ما أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَما أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ» . وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنِ الدُّخانِ ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَعا قُرَيْشًا إِلَى الْإِسْلَامِ فَأَبْطَؤُوا عَلَيْهِ ، فَقَالَ : (اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ) . فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ فَحَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ ، حَتَّى أَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْجُلُودَ ، حَتَّى جَعَلَ الرَّجُلُ يَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ دُخانًا مِنَ الْجُوعِ . قالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ : «فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخانٍ مُبِينٍ . يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ» . قالَ : فَدَعَوْا : «رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ . أَنَّى لَهُمُ الذِّكْرَى وَقَدْ جاءَهُمْ رَسُولٌ مُبِينٌ . ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقالُوا مُعَلَّمٌ مَجْنُونٌ . إِنَّا كاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلاً إِنَّكُمْ عائِدُونَ» . أَفَيُكْشَفُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؟ قالَ : فَكُشِفَ ، ثُمَّ عادُوا فِي كُفْرِهِمْ ، فَأَخَذَهُمُ اللهُ يَوْمَ بَدْرٍ ، قالَ اللهُ تَعَالَى : «يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى إِنَّا مُنْتَقِمُونَ» . [ر : ٩٦٢]

٢٩٥ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الزُّمَرِ

وَقالَ مُجاهِدٌ : «أَفَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ» /٢٤/ : يُجَرُّ عَلَى وَجْهِهِ فِي النَّارِ ، وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى : «أَفَمَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ» /فصلت: ٤٠/ . «ذِي عِوَجٍ» /٢٨/ : لَبْسٍ . «وَرَجُلاً سَلَمًا لِرَجُلٍ» /٢٩/ : مَثَلٌ لِآلِهَتِهِمُ الْبَاطِلِ وَالْإِلٰهِ الْحَقِّ . «وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ» /٣٦/ : بِالْأَوْثَانِ . خَوَّلْنَا : أَعْطَيْنَا . «وَالَّذِي جاءَ بِالصِّدْقِ» الْقُرْآنِ «وَصَدَّقَ بِهِ» /٣٣/ : الْمُؤْمِنُ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُولُ : هٰذَا الَّذِي أَعْطَيْتَنِي ، عَمِلْتُ بِمَا فِيهِ . «مُتَشَاكِسُونَ» /٢٩/ : الشَّكِسُ : الْعَسِرُ لَا يَرْضَى بِالْإِنْصَافِ . «وَرَجُلاً سِلْمًا» /٢٩/ : وَيُقَالُ : سَالِمًا : صَالِحًا . «اشْمَأَزَّتْ» /٤٥/ : نَفَرَتْ . «بِمَفَازَتِهِمْ» /٦١/ : مِنَ الْفَوْزِ . «حافِّينَ» /٧٥/ : أَطَافُوا بِهِ ، مُطِيفِينَ بِحِفَافَيْهِ : بِجَوَانِبِهِ . «مُتَشَابِهًا» /٢٣/ : لَيْسَ مِنَ الْاشْتِبَاهِ ، وَلٰكِنْ يُشْبِهُ بَعْضُهُ بَعْضًا فِي التَّصْدِيقِ .

سورة الزمر

وقال مجاهد: أَفَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ: يُجَرُّ عَلَىٰ وَجْهِهِ فِي النَّارِ

" أَفَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " یعنی کیا وہ شخص جو روکتا ہے عذاب اپنے چہرے پر قیامت کے دن مومن کی طرح ہوسکتا ہے جسے آخرت میں کسی قسم کا اندیشہ نہ ہوگا۔ آدمی پر جب سامنے سے حملہ ہوتا ہے تو ہاتھوں سے روکتا ہے لیکن محشر میں ظالموں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے اس لئے عذاب کی تھپیڑیں منہ پر پڑیں گی، اس سے مراد جہنمی ہے جو اپنے چہرے کو بچا کر چلنے کی کوشش کرے گا۔ امام نے اس کا مطلب بیان کیا کہ وہ منہ کے بل جہنم میں گھسیٹا جائے گا تو چہرے کو بچانے کی کوشش کرے گا۔

ذِي عِوَجٍ: لَبْسٍ

آیت میں ہے " قُرْآناً عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ " یعنی "ہم نے ان لوگوں کے لئے قرآن پیش کیا جس میں کجی نہیں ہے تاکہ وہ بچ کر چلیں" فرماتے ہیں کہ عوج کے معنی لبس و اشتباہ کے ہیں، ذی عوج: مشتبہ، گڑبڑ

وَرَجُلاً سَلَمًا لِرَجُلٍ: مَثَلٌ لِآلِهَتِهِمُ الْبَاطِلِ وَالْإِلٰهِ الْحَقِّ

آیت کریمہ میں معبودان باطل اور معبودان حق کی مثال بیان کی گئی ہے " ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً رَّجُلاً فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلاً سَلَمًا لِرَجُلٍ، هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلاً " کہ ایک غلام ہے جس میں کئی لوگ شریک اور حصہ دار ہیں اور ایک دوسرا غلام ہے جو صرف ایک آدمی کا ہے تو کیا یہ دونوں برابر ہوسکتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ دونوں غلام ہرگز برابر نہیں ہوسکتے ہیں، پہلا غلام اپنے ظالم اور جھگڑنے والے آقاؤں کی وجہ سے ہمیشہ تذبذب اور تکلیف میں ہوگا کہ کس کا حکم مانے اور کس کس کو راضی رکھے جبکہ دوسرا شخص تذبذب اور تکلیف کا شکار نہیں ہوگا کیونکہ اس کا معاملہ ایک ہی شخص سے متعلق ہے، ٹھیک یہی مثال ہے اس شخص کی جو بہت سارے معبودوں کی عبادت کرتا ہے کہ وہ تذبذب اور بے چینی کا شکار ہوگیا لیکن وہ شخص جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ آرام اور اطمینان میں ہوگا، پہلا اور دوسرا شخص ہرگز برابر نہیں ہوسکتے۔

آیت میں " مُتَشَاكِسُونَ " کا لفظ آیا ہے، اس لفظ کی امام نے تشریح کرتے ہوئے فرمایا

الرَّجُلُ الشَّکِسُ: العَسِر لایرضی بالانصاف یعنی متشاکس اس آدمی کو کہتے ہیں جو تنگ دل جھگڑالو ہو، انصاف پر راضی نہ ہوتا ہو۔

"وَیُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ بِالْاَوْثَانِ " اور یہ لوگ آپ کو ان بتوں سے ڈراتے ہیں جو اللہ کے سوا ہیں، فرماتے ہیں "بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ " سے اصنام اور بت مراد ہیں۔

خَوَّلْنَا: اَعْطَیْنَا

آیت میں ہے "ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا " پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرمادیتے ہیں.... فرماتے ہیں خَوَّلْنَا کے معنی ہیں ہم نے عطا کیا، دیا۔

وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ: اَلْقُرْآنِ، وَصَدَّقَ بِهٖ: اَلْمُؤْمِنُ

آیت میں ہے " وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ" اس میں " اَلَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ " سے قرآن اور " صَدَّقَ بِهٖ " سے مؤمن مراد ہے کہ قیامت کے دن آکر کہے گا کہ یہ قرآن مجھے عطا کیا گیا تھا اور میں نے اس کے احکامات پر عمل کیا۔

الذی جاء بالصدق سے نبی اور صدق به سے ابوبکرؓ بھی مراد ہوسکتے ہیں، لانه أول من صدق به

اِشْمَاَزَّتْ: نَفَرَتْ

"وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ " اور جب فقط اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل منقبض ہوتے ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے، فرماتے ہیں اِشْمَاَزَّتْ کے معنی ہیں: اس نے نفرت کی، ناپسند کیا۔

بِمَفَازَتِهِمْ: مِنَ الْفَوْزِ

آیت کریمہ میں ہے "وَیُنَجِّی اللّٰهُ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ " اور جو لوگ (شرک و کفر سے) بچتے تھے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کامیابی کے ساتھ (جہنم سے) نجات دے گا، فرماتے ہیں آیت میں "مفازة" "فوز" سے مشتق ہے جس کے معنی کامیابی کے ہیں۔

حَافِّيْنَ: اَطَافُوْا بِهِ، مُطِيْفِيْنَ بِحِفَافَيْهِ: بِجَوَانِبِهِ

آیت کریمہ میں ہے " وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ " اس میں "حَافِّيْنَ" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، اَطَافُوْا بِهِ: یعنی وہ فرشتے عرش کو گھیرے ہوئے ہوں گے، عرش کے اطراف کو گھیرنے والے اور طواف کرنے والے ہوں گے ۔

مُتَشَابِهًا: لَيْسَ مِنَ الْاِشْتِبَاهِ، وَلٰكِنْ يُشْبِهُ بَعْضُهُ بَعْضًا فِي التَّصْدِيْقِ

" اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا " اس میں "مُتَشَابِهًا" اشتباہ سے ماخوذ نہیں ہے جس کے معنی التباس کے ہیں بلکہ یہاں اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ قرآن تصدیق میں بعض بعض کے مشابہ ہے، یعنی قرآن کریم کی بعض آیات دوسری بعض آیات کی تصدیق کرتی ہیں، ان کے مضامین ایک جیسے ہوتے ہیں اور ان میں باہمی کوئی تعارض اور تناقض نہیں ہوتا ہے ۔

٢٩٦ – باب : «يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ» /٥٣/ .

٤٥٣٢ : حدّثني إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ : أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ : قالَ يَعْلَى : إِنَّ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ أَخْبَرَهُ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ ، كَانُوا قَدْ قَتَلُوا وَأَكْثَرُوا ، وَزَنَوْا وَأَكْثَرُوا ، فَأَتَوْا مُحَمَّدًا ﷺ فَقَالُوا : إِنَّ الَّذِي تَقُولُ وَتَدْعُو إِلَيْهِ لَحَسَنٌ ، لَوْ تُخْبِرُنَا أَنَّ لِمَا عَمِلْنَا كَفَّارَةً ، فَنَزَلَ : «وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ» . وَنَزَلَ : «قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ» .

روایت باب میں حضرت ابن عباس ؓ نے مذکورہ آیت کی شان نزول بیان کی ہے کہ مشرکین میں سے کچھ لوگوں نے بکثرت قتل اور زنا کا ارتکاب کیا تھا... پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگے کہ آپ جس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ یقیناً بہتر ہے، بشرطیکہ ہمیں معلوم ہوجائے

(۴۵۳۲) واخرجہ مسلم فی الایمان، باب کون الاسلام یھدم ماقبلہ، رقم الحدیث: ۱۲۲ واخرجہ النسائی فی السنن الکبریٰ، باب قولہ تعالٰی: یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم، رقم الحدیث: ۱/۱۱۴۳۹، واخرجہ ابوداؤد فی الفتن، باب فی تعظیم قتل المؤمن، رقم الحدیث: ۴۲۷۳ واخرجہ النسائی، کتاب المحاربۃ رقم الحدیث: ۱۶۳/۲

کہ ہم نے جو کچھ کیا اس کا کفارہ ہے یعنی اگر ہمارے گزشتہ گناہ معاف ہوسکتے ہیں تو ہم اسلام قبول کرتے ہیں، اس پر سورۂ فرقان کی آیت " وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ.... " اور سورۂ زمر کی آیتِ باب نازل ہوئی، اس آیت کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

" یہ آیت ارحم الرحمین کی رحمت بے پایاں اور عفو و درگزر کی شان عظیم کا اعلان کرتی ہے اور سخت سخت مایوس العلاج مریضوں کے حق میں اکسیر شفا کا حکم رکھتی ہے۔ مشرک، ملحد، زندیق، مرتد، یہودی، نصرانی، مجوسی، بدعتی، بدمعاش، فاسق، فاجر کوئی ہو آیت ہذا کو سننے کے بعد مایوس ہوجانے اور آس توڑ کر بیٹھ جانے کی اس کے لئے کوئی وجہ نہیں، کیونکہ اللہ جس کے لئے چاہے سب گناہ معاف کرسکتا ہے، کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا، پھر بندہ ناامید کیوں ہو، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے دوسرے اعلانات میں تصریح کردی گئی کہ کفر و شرک کا جرم بدون توبہ کے معاف نہیں کرے گا لہذا " اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعاً " کو " لِمَنْ يَّشَآءُ " کے ساتھ مقید سمجھنا ضروری ہے " کما قال اللہ تعالیٰ: ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء " اس تقیید سے یہ لازم نہیں آتا کہ بدون توبہ کے اللہ تعالیٰ کوئی چھوٹا، بڑا قصور معاف ہی نہ کرسکے اور نہ یہ مطلب ہوا کہ کسی جرم کے لئے توبہ کی ضرورت ہی نہیں، بدون توبہ کے سب گناہ معاف کردیئے جائیں گے قید صرف مشیت کی ہے اور مشیت کے متعلق دوسری آیت میں بتلادیا گیا کہ وہ کفر و شرک سے بدون توبہ کے متعلق نہ ہوگی۔ " (۱۸)

۲۹۷ - باب : «وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ» /۶۷/ .

۴۵۳۳ : حدّثنا آدمُ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَبِيدَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جاءَ حَبْرٌ مِنَ الْأَحْبَارِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ ،

---

(۱۸) تفسیر عثمانی: ۶۱۸ فائدہ نمبر۲

(۴۵۳۳) وایضاً اخرجہ فی کتاب التوحید، باب، قول اللہ تعالیٰ: لما خلقت بیدی، رقم الحدیث: ۷۴۱۴، (مع العین ، و ۷۴۱۵، (مع الفتح)، و فی کتاب التوحید باب، قول اللہ تعالیٰ: ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا، رقم الحدیث: ۷۴۵۱، (مع الفتح)، و باب کلام الرب عزّ و جلّ: یوم القیامۃ مع الانبیاء و غیرھم، رقم الحدیث: ۷۵۱۳، (مع الفتح)، واخرجہ مسلم فی صفات المنافقین و احکامھم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، رقم الحدیث: ۲۷۸۶، واخرجہ النسائی فی السنن الکبریٰ، فی التفسیر باب، قول اللہ عزّ و جل: ماقدر اللہ حق قدرہ رقم الحدیث: ۱۱۴۵۰/۱۱، واخرجہ الترمذی فی التفسیر، باب، سورۃ الزمر، رقم الحدیث: ۳۲۳۸

إِنَّا نَجِدُ : أَنَّ ٱللَّهَ يَجْعَلُ السَّمَاوَاتِ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْأَرَضِينَ عَلَى إِصْبَعٍ ، وَالشَّجَرَ عَلَى إِصْبَعٍ ، وَالْمَاءَ وَالثَّرَى عَلَى إِصْبَعٍ ، وَسَائِرَ الخَلَائِقِ عَلَى إِصْبَعٍ ، فَيَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ تَصْدِيقًا لِقَوْلِ ٱلْحَبْرِ ، ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ : «وَمَا قَدَرُوا ٱللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ» .

[٧٠٧٥ ، ٧٠١٣ ، ٦٩٧٩ ، ٦٩٧٨]

فضحک النبی صلی اللہ علیہ وسلم تصدیقالِقَوْلِ الْحِبْرِ

علامہ خطابی، قاضی عیاض اور قرطبی کی رائے ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ضحک یہودی کی دروغ گوئی پر مبنی تھا، اس کی تصدیق کے لئے نہیں تھا یہود اللہ کے لئے جسم اور اعضاء ثابت کرتے ہیں اور یہاں بھی اس نے اللہ تعالیٰ کے لئے "اصبع" ثابت کیا جبکہ اللہ جسم سے منزہ ہے ۔ (۱۹)

لیکن ان حضرات کی یہ رائے درست نہیں ہے ، صحیح مسلم میں ایک روایت آتی ہے " ان قلوب بنی آدم کلھا بین اصبعین من اصابع الرحمن کقلب واحد یصرفہ کیف شاء " (۲۰) اس میں بھی "اصابع" کا اثبات اللہ کے لئے کیا ہے ، لہذا یہ کہنا کہ اس یہودی نے چونکہ اللہ کے لئے اصابع کا اثبات کیا تھا تو اس کی تردید پر آپ نے تعجب کا اظہار فرمایا تھا، تصدیق کے لئے نہیں فرمایا تھا درست نہیں ہے ، چنانچہ ابن خزیمہ اور علامہ نووی وغیرہ نے ان حضرات کی تردید کی ہے (۲۱) لہذا کہا جائے گا کہ آپ کا ضحک تصدیق کے لئے تھا، یہ حدیث احادیث صفات میں داخل ہے ، متاخرین تاویل کرتے ہیں کہ "اصبع" سے یہاں قدرت مراد ہے ۔

٢٩٨ – باب : قَوْلِهِ : «وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ» /٦٧/ .

٤٥٣٤ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدِ ٱبْنِ مُسَافِرٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللَّهِ ﷺ

---

(۱۹) فتح الباری : ۸/۵۵۱

(۲۰) صحیح مسلم : ۲/۳۳۵ کتاب القدر، باب تصریف اللہ تعالیٰ القلوب کیف شاء

(۲۱) فتح الباری : ۸/۵۵۱

(۴۵۳۴) واخرجہ ایضاً فی الرقاق، باب یقبض اللہ الارض یوم القیامۃ، رقم الحدیث : ٦۵۱۹ (مع الفتح) وفی التوحید باب قول اللہ تعالیٰ : ملک الناس، رقم الحدیث : ۷۳۸۲، (مع الفتح)، وباب لما خلقت بیدی، رقم الحدیث : ۷۴۱۲، ۷۴۱۳، واخرجہ مسلم فی صفات المنافقین واحکامھم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، رقم الحدیث : ۲۷۸۷

يَقُولُ : (يَقْبِضُ ٱللهُ الْأَرْضَ ، وَيَطْوِي السَّمَاوَاتِ بِيَمِينِهِ ، ثُمَّ يَقُولُ : أَنَا الْمَلِكُ ، أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ) . [٦١٥٤ ، ٦٩٤٧]

٢٩٩ – باب : «وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ ٱللهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ» /٦٨/ .

٤٥٣٥ : حدّثني الحَسَنُ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ ، عَنْ زَكَرِيَّاءَ ٱبْنِ أَبِي زَائِدَةَ ، عَنْ عامِرٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (إِنِّي أَوَّلُ مَنْ يَرْفَعُ رَأْسَهُ بَعْدَ النَّفْخَةِ الآخِرَةِ ، فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى مُتَعَلِّقٌ بِالْعَرْشِ ، فَلَا أَدْرِي أَكَذٰلِكَ كانَ ، أَمْ بَعْدَ النَّفْخَةِ) . [ر : ٢٢٨٠]

٤٥٣٦ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي قالَ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ) . قالُوا : يَا أَبَا هرَيْرَةَ ، أَرْبَعُونَ يَوْمًا ؟ قالَ : أَبَيْتُ ، قالَ : أَرْبَعُونَ سَنَةً ؟ قالَ أَبَيْتُ ، قالَ : أَرْبَعُونَ شَهْرًا ؟ قالَ : أَبَيْتُ . (وَيَبْلَى كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الْإِنْسَانِ إِلَّا عَجْبَ ذَنَبِهِ ، فِيهِ يُرَكَّبُ الخَلْقُ) .

[٤٦٥١]

نفخ صور کے متعلق کلام ماقبل میں گزر چکا ہے ، باب کی دوسری روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو نفخوں کے درمیان فاصلہ چالیس ہوگا، حضرت ابوہریرہ کے شاگردوں نے پوچھا، چالیس دن، فرمایا مجھے نہیں معلوم، پوچھا چالیس سال، فرمایا نہیں معلوم، پوچھا چالیس مہینے فرمایا نہیں معلوم

وَيَبْلٰى كُلُّ شَيْئٍ مِنَ الْاِنْسَانِ اِلَّا عَجَبَ (٢٢) ذَنَبِهٖ فِيْهِ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ

اور انسان کی ہر چیز گل سڑ جاتی ہے سوائے ریڑھ کی ہڈی کے جو رائی کے دانے کے برابر باقی رہتی

(۴۵۳۶)وایضاً باب یوم ینفخ فی الصور، فتاتون افواجاً، رقم الحدیث: ۴۶۵۱، واخرجہ مسلم فی الفتن واشراط الساعۃ، باب ما بین النفختین، رقم الحدیث: ۲۹۵۵، واخرجہ النسائی فی السنن الکبریٰ فی التفسیر، باب قولہ تعالیٰ: ثم نفخ فیہ اخری، رقم الحدیث: ۱۱۴۵۹/۲

(۲۲) والعجب (بفتح العین وسکون الجیم) ھو عظم لطیف فی اصل الصلب، وھو راس العصعص، وھو مکان راس الذنب من ذوات الاربع (فتح الباری: ۵۵۲/۸)

ہے، اس سے ساری مخلوق دوبارہ بنائی جائے گی۔

ابن عقیل حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ریڑھ کی ہڈی کا باقی رہنا " سر من اسرار اللہ " ہے ورنہ جس ذات نے عدم سے ایک شئی کو وجود بخشا وہ ذات اس کی ہرگز محتاج نہیں ہے کہ دوبارہ تخلیق کے لئے سابقہ تخلیق کا کوئی جز باقی رہنے دیا جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ فرشتوں کی پہچان کے لئے اس کو باقی رکھا جاتا ہو تاکہ وہ علامت کے طور پر انسان کو اس کے جوہر سے معلوم کرکے روح کو دوبارہ اس میں لوٹا سکیں۔ (۲

علامہ مزنی نے کہا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے تمام اعضاء کو تو مٹی کھالے گی جس کی وجہ سے وہ سب ختم ہوجائیں گے لیکن ریڑھ کی ہڈی کو مٹی نہیں کھائے گی بلکہ یہ خود بخود گل سڑ کر ختم ہوجائے گی (۲۴) اس کی مثال یوں سمجھو جیسے کہ تمام انسانوں کی موت کے لئے اللہ جل شانہ نے ملک الموت کو مقرر کیا ہے لیکن ملک الموت کی موت خود بخود آجائے گی، ان کے لئے کسی دوسرے ملک الموت کی ضرورت نہیں ہوگی۔

لیکن اس سے انبیائے کرام علیہم السلام مستثنیٰ ہیں، ان کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی ہے، علامہ ابن عبدالبر نے شہداء کو اور علامہ قرطبی نے ثواب کی نیت سے اذان دینے والے موذن کو بھی مستثنیٰ قرار دیا ہے کہ ان کے جسم بھی محفوظ رہیں گے۔ (۲۵) واللہ اعلم

٣٠٠ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمُؤْمِنِ (غَافِرٍ).

قَالَ مُجَاهِدٌ : «حٰمٓ» /١/ : مَجَازُهَا مَجَازُ أَوَائِلِ السُّوَرِ ، وَيُقَالُ : بَلْ هُوَ ٱسْمٌ ، لِقَوْلِ شُرَيْحِ ٱبْنِ أَبِي أَوْفَى الْعَبْسِيِّ :

يُذَكِّرُنِي حامِيمَ وَالرُّمْحُ شَاجِرٌ   فَهَلَّا تَلَا حامِيمَ قَبْلَ التَّقَدُّمِ

«الطَّوْلِ» /٣/ : التَّفَضُّلِ . «دَاخِرِينَ» /٨٧/ : خاضِعِينَ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «إِلَى النَّجَاةِ» /٤١/ : الْإِيمَانِ . «لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ» /٤٣/ : يَعْنِي الْوَثَنَ . «يُسْجَرُونَ» /٧٢/ : تُوقَدُ بِهِمُ النَّارُ . «تَمْرَحُونَ» /٧٥/ : تَبْطَرُونَ .

---

(۲۳) فتح الباری: ۸/۵۵۲-۵۵۳

(۲۴) فتح الباری: ۸/۵۵۳

(۲۵) فتح الباری: ۸/۵۵۳

سورة المؤمن

قال مجاهد: حٰمٓ مَجَازُهَا مَجَازُ اَوَائِلِ السُّوَرِ

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ "حم" کا وہی حکم ہے جو سورتوں کی ابتدا میں حروف مقطعات کا حکم ہے یعنی یہ بھی دوسرے حروف مقطعات کی طرح ہے۔

لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اسم ہے، دوسرے مقطعات کی طرح نہیں ہے، آگے شُرَیْح کے ایک شعر سے "حم" کے اسم ہونے پر استدلال کیا ہے۔

یُذَکِّرُنِی حَامِیْمَ وَالرُّمْحُ شَاجِرٌ
فَهَلاَّ تَلاَحَامِیْمَ قَبْلَ التَّقَدُّمِ

شعر میں حامیم مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب پڑھا گیا ہے، اعراب کا آنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اسم ہے کیونکہ حروف پر اعراب نہیں آیا کرتا۔

یہ شعر شُرَیْح نے جنگ جمل میں اس وقت پڑھے تھے جب اس کا مقابلہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن طلحہ سے ہوا، شریح نے جب ان کی طرف نیزہ بڑھایا تو انہوں نے "حم عسق" یا اس سورت کی آیت "قُلْ لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبیٰ" پڑھی، لیکن شریح نے انہیں مار ڈالا اور یہ شعر پڑھا جس کا ترجمہ ہے "وہ مجھ کو "حم" یاد دلاتا ہے جبکہ نیزہ چلنے لگا ہے، لڑائی میں آنے سے قبل ہی اس نے "حامیم" کیوں نہ پڑھی۔"

بعضوں نے کہا یہ شعر اشتر نخعی کا ہے اور محمد بن طلحہ کو اس نے قتل کیا تھا اور بعض نے اسے عصام بن مُقْشَعِر کی طرف منسوب کیا، اس کے ابتدائی شعر ہیں:

واشعث قوام بآیات ربه
قلیل الاذی فیما تری العین مسلم
هتکت له بالرمح جیب قمیصه
فخر صریعا للیدین وللفم
علی غیر شئ‌ٔ غیران لیس تابعا
علیا، ومن لایتبع الحق یندم(٢٦)

---

(۲٦) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھیے۔ فتح الباری: ۸/۵۵۴

اَلطَّوْلُ: اَلتَّفَضُّلِ

آیت کریمہ میں ہے "شَدِیْدُ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ" اس میں طول کے معنی ہیں احسان کرنا، انعام دینا۔

داخرین: خاضعین

آیت کریمہ میں ہے "سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ" وہ لوگ عنقریب جہنم میں ذلیل ہوکر داخل ہوں گے، داخرین کے معنی ہیں خَاضِعِین یعنی ذلیل و خوار ہوکر۔

اِلَی النَّجَاۃِ: اَلْاِیْمَانِ

آیت کریمہ میں ہے "وَیٰقَوْمِ مَالِی اَدْعُوْکُمْ اِلَی النَّجٰوۃِ" اس میں نجات سے مراد ایمان ہے ۔

لَیْسَ لَہٗ دَعْوَۃٌ: یَعْنِی لِلْوَثَنِ

آیت میں ہے " لَاجَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ لَیْسَ لَہٗ دَعْوَۃٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ " یعنی "ظاہر ہے کہ جس چیز کی طرف تم مجھے بلاتے ہو وہ نہ دنیا میں کسی کی دعا قبول کرسکتا ہے نہ آخرت میں" فرماتے ہیں "لَیْسَ لَہٗ دَعْوَۃٌ" میں "لہ" ضمیر کا مرجع "وَثَن" یعنی بت ہے ، یعنی بت دنیا اور آخرت میں کسی کی دعا قبول نہیں کرسکتا۔

یُسْجَرُوْنَ: تُوْقَدُ بِهِمُ النَّارُ

آیت کریمہ میں ہے "ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ" پھر وہ لوگ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے ۔
فرماتے ہیں یُسْجَرُوْنَ کے معنی ہیں ان پر آگ جلائی جائے گی یعنی انہیں جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا۔

تَمْرَحُوْنَ: تَبْطَرُوْنَ

"ذٰلِکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَبِمَا کُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ" یہ (سزا) اس کے بدلے میں ہے کہ تم دنیا میں ناحق خوشیاں مناتے تھے اور اس کے بدلے میں ہے کہ تم اتراتے تھے۔
فرماتے ہیں تمرحون کے معنی ہیں: تَبْطَرُوْنَ یعنی تم اتراتے تھے۔

وَكَانَ الْعَلَاءُ بْنُ زِيَادٍ يُذَكِّرُ النَّارَ ، فَقَالَ رَجُلٌ : لِمَ تُقَنِّطُ النَّاسَ؟ قَالَ : وَأَنَا أَقْدِرُ أَنْ أُقَنِّطَ النَّاسَ ، وَاللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ : «يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ» /الزمر : ٥٣/ . وَيَقُولُ : «وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ» /٤٣/ ؟ وَلٰكِنَّكُمْ تُحِبُّونَ أَنْ تُبَشَّرُوا بِالْجَنَّةِ عَلَى مَسَاوِئِ أَعْمَالِكُمْ ، وَإِنَّمَا بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا ﷺ مُبَشِّرًا بِالْجَنَّةِ لِمَنْ أَطَاعَهُ ، وَمُنْذِرًا بِالنَّارِ مَنْ عَصَاهُ .

حضرت علاء بن زیاد مشہور زاہد تابعی ہیں (*) وہ لوگوں کو آگ یاد دلاتے تھے اور اپنے بیان میں ترہیب کے طور پر جہنم کا ذکر کرتے تھے ، تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ آپ لوگوں کو کیوں مایوس کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کیا میں اس پر قادر ہوں کہ لوگوں کو مایوس کروں جبکہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے "يَاعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ" اور فرمایا "وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحَابُ النَّارِ" (پہلی آیت کا مفہوم ہے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے اور اسراف کرنے والے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، توبہ اور حق تعالی کی طرف رجوع کا دروازہ ان کے لیے کھلا ہوا ہے اور دوسری آیت کا مطلب ہے کہ اگر کوئی توبہ نہ کریں اور اسراف ہی میں مگن رہے تو جہنم صرف ایسے لوگوں کے لیے ہے) تو ان جیسی امید افزا آیات کی موجودگی میں میری کیا طاقت ہے کہ میں لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس کروں لیکن تم یہ چاہتے ہو کہ اعمال بد پر بھی تم کو جنت کی خوشخبری دی جاتی رہے حالانکہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے لئے جنت کی بشارت دینے والا بھیجا تھا جو اس کی اطاعت کریں، اللہ کی معصیت کرنے والوں کے لئے تو انہیں آگ سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا تھا۔

٤٥٣٧ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ : حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ قَالَ : حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ : قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ : أَخْبِرْنِي بِأَشَدِّ مَا صَنَعَ الْمُشْرِكُونَ بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ،

(*) علاء بن زیاد مشہور زاھد تابعی ہیں، ابو نعیم اصفہانی رحمہ اللہ نے "حلیۃ الاولیا" (۲۴۲/۲) میں ان کا تذکرہ ان الفاظ کے ساتھ شروع کیا ہے : المبشر المحزون، المستتر المخزون، تجرد من التلاد، وتشمر للمهاد، وقدم العتاد للمعاد، واعتزل عن العباد: العلاء بن زياد
عبادت میں اتنے منہمک رہتے کہ اپنی صحت تک کا خیال نہیں رکھتے تھے ، صحت جب بہت خراب ہونے لگی اور لوگوں کو علم ہوا تو حضرت انس ؓ اور حضرت حسن بصری ؒ ان کے پاس آئے اور کہا آپ نے اپنی صحت تباہ کر دی، اللہ تعالی نے اس طرح کرنے کا حکم تو نہیں دیا، فرمانے لگے میں یہ عاجزی اور سب کچھ اس لیے کر رہا ہوں کہ اللہ تعالی مجھ پر رحم فرما دیں، فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خواب میں ایک کریہہ اور بدشکل عورت کو دیکھا جو ہر طرح کے سنگھار سے آراستہ تھی، میں نے اس سے کہا "اللہ کی پناہ! تم کون ہو" کہنے لگی "میں دنیا ہوں، اگر آپ مجھ سے پناہ چاہتے ہیں تو دراہم سے نفرت اختیار کرلیں" ان کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے : حلیۃ الاولیاء: ۲۴۲/۲ - ۲۴۹)

قالَ : بَيْنَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يُصَلِّي بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ ، إِذْ أَقْبَلَ عُقْبَةُ بْنُ أَبِي مُعَيْطٍ ، فَأَخَذَ بِمَنْكِبِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ وَلَوَى ثَوْبَهُ فِي عُنُقِهِ ، فَخَنَقَهُ خَنْقًا شَدِيدًا ، فَأَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ ، فَأَخَذَ بِمَنْكِبِهِ وَدَفَعَ عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، وَقَالَ : «أَتَقْتُلُونَ رَجُلاً أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ ٱللهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ» . [ر : ٣٤٧٥]

عُقبہ بن ابی مُعَیط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک میں کپڑا ڈال کر آپ کا گلا شدت کے ساتھ گھونٹنے لگا تو حضرت صدیق اکبرؓ آگئے اور عقبہ سے آپ کو جدا کرتے ہوئے وہ بات کہی جو رجل مومن نے فرعون سے اس وقت کہی تھی جب اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے کا ارادہ کیا یعنی " اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ "

٣٠١ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ حٰمٓ السَّجْدَةِ (فُصِّلَتْ) .

وَقَالَ طَاوُسٌ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ : «ٱئْتِيَا طَوْعًا» /١١/ : أَعْطِيَا . «قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ» /١١/ : أَعْطَيْنَا

سورۂ حٰمٓ السَّجْدَۃُ

یہاں اشکال ہے کہ اَتیٰ یَاتی کے معنی آنے کے ہیں اعطاء کے معنی نہیں ہیں پھر ابن عباسؓ نے اَعْطِیَا اور اَعْطَیْنَا کے ساتھ کیوں تفسیر کی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عباسؓ کی قراءت میں اِیْتِیَا اور آتَیْنَا مد کے ساتھ ہے اِیْتِیَا اور آتَیْنَا یہ صیغے مواتاۃ باب مفاعلہ کے ہیں اتیان باب ضرب کے صیغے نہیں اور مواتاۃ کے معنی موافقت کے ہیں لہذا مطلب یہ ہے کہ زمین اور آسمان کو حکم دیا جارہا ہے کہ تم دونوں سے جو مقاصد مطلوب ہیں ان کو ادا کرنے میں ایک دوسرے کی موافقت کرو، آسمان سے سورج اور چاند کی روشنی آئے گی، مینہ برسے گا، زمین غلہ اگائے گی، لباس اور دوائیں وغیرہ فراہم کرے گی، یہ نظام دونوں کے اتفاق سے چلے گا۔

٤٥٣٧ م : وَقَالَ الْمِنْهَالُ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ : قَالَ رَجُلٌ لِٱبْنِ عَبَّاسٍ : إِنِّي أَجِدُ فِي الْقُرْآنِ أَشْيَاءَ تَخْتَلِفُ عَلَيَّ ؟

قالَ : «فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ» /المؤمنون : ١٠١/ . «وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ» /الصافات : ٢٧/ . «وَلَا يَكْتُمُونَ ٱللّٰهَ حَدِيثًا» /النساء : ٤٢/ . «وَٱللّٰهِ رَبِّنَا ما كُنَّا مُشْرِكِينَ» /الأنعام : ٢٣/ : فَقَدْ كَتَمُوا في هٰذِهِ الآيَةِ ؟

وَقالَ : «أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا – إِلَى قَوْلِهِ – دَحاهَا» /النازعات : ٢٧–٣٠/ : فَذَكَرَ خَلْقَ السَّمَاءِ قَبْلَ خَلْقِ الْأَرْضِ ، ثُمَّ قالَ : «أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ – إِلَى قَوْلِهِ – طَائِعِينَ» /٩–١١/ : فَذَكَرَ فِي هٰذِهِ خَلْقَ الْأَرْضِ قَبْلَ السَّمَاءِ ؟

وَقالَ : «وَكانَ ٱللّٰهُ غَفُورًا رَحِيمًا» /النساء : ٩٦/ . «عَزِيزًا حَكِيمًا» /النساء : ٥٦/ . «سَمِيعًا بَصِيرًا» /النساء : ٥٨/ : فَكَأَنَّهُ كانَ ثُمَّ مَضَى ؟

فَقَالَ : «فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ» فِي النَّفْخَةِ الْأُولَى ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ : «فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ ٱللّٰهُ» /الزمر : ٦٨/ : فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ، ثمَّ فِي النَّفْخَةِ الآخِرَةِ : «أَقْبَلَ بَعْضُهُم عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ» .

وَأَمَّا قَوْلُهُ : «ما كُنَّا مُشْرِكِينَ» . «وَلَا يَكْتُمُونَ ٱللّٰهَ حَدِيثًا» : فَإِنَّ ٱللّٰهَ يَغْفِرُ لِأَهْلِ الْإِخْلَاصِ ذُنُوبَهُمْ ، فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ : تَعَالَوْا نَقُولُ لَمْ نَكُنْ مُشْرِكِينَ ، فَخُتِمَ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ ، فَتَنْطِقُ أَيْدِيهِمْ ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ عُرِفَ أَنَّ ٱللّٰهَ لَا يُكْتَمُ حَدِيثًا ، وَعِنْدَهُ : «يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا» الآيَةَ /النساء : ٤٢/ .

وَخَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ ثُمَّ خَلَقَ السَّمَاءَ ، ثُمَّ ٱسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ فِي يَوْمَيْنِ آخَرَيْنِ ، ثُمَّ دَحَا الْأَرْضَ ، وَدَحْوُهَا : أَنْ أَخْرَجَ مِنْهَا الْمَاءَ وَالْمَرْعَى ، وَخَلَقَ ٱلْجِبَالَ وَٱلْجِمَالَ وَالْآكَامَ وَما بَيْنَهُمَا فِي يَوْمَيْنِ آخَرَيْنِ ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ : «دَحاهَا» . وَقَوْلُهُ : «خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ» . فَجُعِلَتِ الْأَرْضُ وَما فِيهَا مِنْ شَيْءٍ فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ ، وَخُلِقَتِ السَّمَاوَاتُ فِي يَوْمَيْنِ .

«وَكانَ ٱللّٰهُ غَفُورًا رَحِيمًا» سَمَّى نَفْسَهُ بِذٰلِكَ ، وَذٰلِكَ قَوْلُهُ ، أَيْ لَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ ، فَإِنَّ ٱللّٰهَ لَمْ يُرِدْ شَيْئًا إِلَّا أَصَابَ بِهِ الَّذِي أَرَادَ ، فَلَا يَخْتَلِفْ عَلَيْكَ الْقُرْآنُ ، فَإِنَّ كُلًّا مِنْ عِنْدِ ٱللّٰهِ .

قالَ أَبُو عَبْدِ ٱللّٰهِ : حَدَّثَنِيهِ يُوسُفُ بْنُ عَدِيٍّ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ ٱللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ ، عَنِ الْمِنْهَالِ ، بِهٰذَا.(٩)

ایک آدمی حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، یہ آدمی کون تھا؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے

فرمایا کہ غالباً یہ نافع بن ازرق تھا جو بعد میں ازارقہ فرقہ کا رئیس بنا (۲۷) اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قرآن کی آیات کے متعلق چار سوال کیے، پہلے تین سوال ان آیات کے متعلق ہیں جن میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے۔

① پہلا سوال اس نے یہ کیا کہ قرآن کریم کی سورہ مومنون کی آیت میں ہے "فَلَآ اَنۡسَابَ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوۡنَ" اور سورۃ صافات کی آیت ہے "وَاَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ يَّتَسَآءَلُوۡنَ" پہلی آیت میں ایک دوسرے کے سوال کی نفی اور دوسری آیت میں اس کا اثبات ہے، بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ پہلی آیت کا تعلق نفخۂ اولیٰ سے ہے کہ جب پہلا صُور پھونکا جائے گا اس وقت سب بے ہوش ہوجائیں گے اور ایک دوسرے سے رشتہ ناتہ نہ رہے گا اور نہ ہی ایک دوسرے سے سوال کرسکیں گے جبکہ دوسری آیت کا تعلق نفخۂ ثانیہ سے ہے کہ

---

(۲۷) فتح الباری: ۸/۵۵۷

فرقہ ازارقہ

فرقہ ازارقہ کا تعلق خوارج کی متشدد جماعتوں سے ہے جس کی بنیاد نافع بن الازرق نے رکھی۔ جس کو فرقہ ازارقہ "امیرالمؤمنین" کے لقب سے یاد کرتا تھا، خوارج کے فرقے میں ان سے زیادہ متشدد اور تعداد و شوکت کے اعتبار سے کوئی اور فرقہ اس کا ہمسر نہیں تھا، ۶۰ ھجری سے پہلے ان کا ظہور ہوا تھا، عمان اور یمامہ کے خوارج کے ساتھ مل کر ان کی تعداد بیس ہزار تک پہنچ چکی تھی اور "اھواز" اور اس کے آس پاس فارس کی زمینوں اور کرمان پر ان کا قبضہ ہوگیا تھا۔

مسلمانوں کی ان سے چار جنگیں ہوئیں، جن میں سے تین کے اندر مسلمانوں کو شکست ہوئی اور چوتھی جنگ میں ازارقہ کو زبردست شکست ہوئی، حضرت مہلب بن ابی صفرہ کی قیادت میں ایک لشکر جرار نے "دولاب" میں ان کا مقابلہ کیا جس میں ان کا امیرالمؤمنین نافع بن ازرق ہلاک ہوا، اس کے بعد ان لوگوں نے "ایدج" میں قطری بن الفجاء ہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کو بھی امیرالمؤمنین کے لقب سے نوازا۔ حضرت مہلب ابن ابی صفرہ ۱۹ سال تک ان سے جنگ لڑتے رہے، چند عرصہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے زمانے میں اور کچھ عبدالملک بن مروان کے زمانے میں، یہ جنگ مہلب ابن ابی صفرہ اور ازارقہ کے درمیان بڑی گھمسان کے ساتھ مسلسل جاری رہی، یہاں تک کہ ازارقہ دو گروہوں میں بٹ گئے ایک گروہ "عبدربہ الکبیر قطری" کے ساتھ مل گیا اور دوسرا گروہ "عبدربہ الصغیر" کے ساتھ مل گیا۔

آخر کار سفیان بن الابرد نے قلعہ قومس میں محاصرہ کر کے ان کا خاتمہ کردیا: فرقہ ازارقہ کے کچھ عقائد یہ تھے:

① اپنے مخالفین کو مشرکین کہتے تھے

② جو ان کے موافق ہونے کے باوجود ہجرت نہ کرتا وہ بھی ان کے نزدیک کافر اور مشرک تھا

③ جو شخص ان کے لشکر میں داخل ہونا چاہتا، اپنے مخالفین میں سے کسی ایک آدمی کو قیدی بناکر ان کے سامنے قتل کردینا اس پر لازم ہوتا، ورنہ اس کو فوج میں شامل نہ کیا جاتا بلکہ اس کو قتل کردیتے

④ اپنے مخالفین کی عورتوں اور ان کے بچوں کے قتل کو مباح سمجھتے تھے اور ان بچوں کے بارے میں مخلد فی النار ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے

⑤ رجم کے منکر تھے۔

اس فرقے کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے (الفرق بین الفرق: ۵۱)

دوسری مرتبہ صُور پھونکے جانے کے بعد لوگ ایک دوسرے سے سوال کریں گے ، لہذا دونوں آیات میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ عدم تساؤل نفخۂ ثانیہ سے پہلے اور تساؤل نفخۂ ثانیہ کے بعد ہے ۔

② دوسرا سوال یہ تھا کہ سورہ نساء میں ہے " وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا " جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن مشرک اور کافر کوئی بات نہیں چھپا سکیں گے ، جبکہ سورۃ انعام میں ہے " وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ " اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے شرک کو چھپائیں گے ، بظاہر دونوں آیات میں تعارض ہے ۔

حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ جب اللہ جل شانہ اھل اخلاص کو معاف کردیں گے اور ان کی مغفرت فرمادیں گے تو مشرکین کہیں گے آؤ ہم بھی کہہ دیں کہ ہم مشرک نہ تھے تب اللہ جل شانہ ان کی زبانوں پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ پاؤں بولنا شروع کردیں گے ، اس وقت معلوم ہوجائے گا کہ اللہ جل شانہ سے کوئی بات نہیں چھپائی جاسکتی ہے ، کتمان ، شہادۃِ جوارح سے پہلے ہے اور عدم کتمان ، شہادۃِ جوارح کے بعد ہے لہذا کوئی تعارض نہیں ۔

③ تیسرا سوال اس نے یہ کیا کہ سورۃ نازعات کی آیات " ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا ۔ الیٰ قولہ ۔ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا " سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کو زمین سے پہلے پیدا کیا ہے لیکن سورۃ حم سجدہ کی آیت " اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ ۔ الی قولہ ۔ طَآئِعِيْنَ " ۔ سے اس کے برعکس یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین آسمان سے پہلے پیدا کی گئی ہے بظاہر دونوں باتوں میں اختلاف اور تعارض ہے ۔

اس کا جواب یہ دیا کہ کل چھ دن لگے ہیں اور ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے زمین کو پیدا کیا ، اس کے بعد آسمان کو پیدا کیا ، اس کے بعد " دحوارض " ہوا یعنی اس کے اندر اشجار ، جبال ، ٹیلوں اور زمین کی دوسری مخلوق کو پیدا کیا اور اس کو پھیلایا تو نفس زمین کی خلقت آسمانوں کی تخلیق سے پہلے ہے جس کا سورۃ حم سجدہ میں ذکر ہے اور " دحوارض " تخلیق آسمان کے بعد واقع ہوا ہے جس کا سورۃ نازعات میں تذکرہ ہے لہذا کوئی تعارض نہیں ۔

آسمان و زمین کی تخلیق میں چھ دن عالم اسباب کے پیش نظر لگائے گئے ، ورنہ اللہ جل شانہ تو صرف "کُنْ" سے ساری اشیاء یکدم عدم سے وجود میں لاسکتا ہے لیکن چونکہ عالم اسباب میں عمل تدریجی ہوتا ہے اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی تدریجی طریقے کو ترجیح دی ۔

④ چوتھا سوال اس نے یہ کیا کہ قرآن کریم میں جگہ جگہ " وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ، وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا " آیا ہے اس میں "کان" زمانۂ ماضی کے لئے آتا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ

جل شانہ ان صفات کے ساتھ صرف زمانہ ماضی میں موصوف تھا اب نہیں۔

اس کا جواب یہ دیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ذات کا تسمیہ "غفور، رحیم" وغیرہ کے ساتھ فرمایا تو یہ نام رکھنا تو ظاہر ہے کہ گزر گیا تاہم وہ صفات اور ان کے ساتھ ذات باری تعالی کا اتصاف باقی ہے جس صفت کا کسی سے تعلق ہوتا ہے، اس کے اوپر اسی کا اثر مرتب ہوتا ہے، اللہ جل شانہ کی صفتِ رحمت کسی سے متعلق ہوگی تو اس پر رحمت کا اثر مرتب ہوگا، صفت مغفرت متعلق ہوگی تو اس کا اثر مرتب ہوگا۔

محقق دوانی نے لکھا ہے کہ ادوات رابطہ مجرد ثبوت کے لئے آتے ہیں، ان میں زمانہ کا لحاظ اور اعتبار نہیں کیا جاتا (۲۸) اگر ان کی یہ بات تسلیم کرلی جائے تو پھر سرے سے اشکال ہی نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ» /٨/ : مَحْسُوبٍ. «أَقْوَاتَهَا» /١٠/ : أَرْزَاقَهَا. «فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا» /١٢/ : مِمَّا أَمَرَ بِهِ. «نَحِسَاتٍ» /١٦/ : مَشَائِيمَ. «وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ» /٢٥/ : قَرَنَّاهُمْ بِهِمْ. «تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ» /٣٠/ : عِنْدَ الْمَوْتِ. «اهْتَزَّتْ» بِالنَّبَاتِ «وَرَبَتْ» /٣٩/ : ارْتَفَعَتْ.

وَقَالَ غَيْرُهُ : «مِنْ أَكْمَامِهَا» /٤٧/ : حِينَ تَطْلُعُ. «لَيَقُولَنَّ هٰذَا لِي» /٥٠/ : أَيْ بِعَمَلِي أَنَا مَحْقُوقٌ بِهٰذَا. «سَوَاءً لِلسَّائِلِينَ» /١٠/ : قَدَّرَهَا سَوَاءً. «فَهَدَيْنَاهُمْ» /١٧/ : دَلَلْنَاهُمْ عَلَى الْخَيْرِ وَالشَّرِّ، كَقَوْلِهِ : «وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ» /البلد: ١٠/. وَكَقَوْلِهِ : «هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ» /الإنسان: ٣/ : وَالْهُدَى الَّذِي هُوَ الْإِرْشَادُ بِمَنْزِلَةِ أَصْعَدْنَاهُ، مِنْ ذٰلِكَ قَوْلُهُ : «أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ» /الأنعام: ٩٠/. «يُوزَعُونَ» /١٩/ : يُكَفُّونَ. «مِنْ أَكْمَامِهَا» /٤٧/ : قِشْرُ الْكُفُرَّى هِيَ الْكُمُّ. وقال غَيْرُهُ : ويقال للعنب إذا خرج أيضًا كافورٌ وكُفُرَّى. «وَلِيٌّ حَمِيمٌ» /٣٤/ : قَرِيبٌ. «مِنْ مَحِيصٍ» /٤٨/ : حاصَ حادَ. «مِرْيَةٍ» /٥٤/ : وَمُرْيَةٌ وَاحِدٌ، أَيِ امْتِرَاءٌ.

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «اعْمَلُوا ما شِئْتُمْ» /٤٠/ : هِيَ وَعِيدٌ.

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ» /٣٤/ : الصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْعَفْوُ عِنْدَ الْإِسَاءَةِ، فَإِذَا فَعَلُوهُ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ، وَخَضَعَ لَهُمْ عَدُوُّهُمْ : «كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ».

---

(۲۸) حمد اللہ شرح سلم العلوم: ۲۹- وشرح تہذیب: ۸۰ وحاشیۃ حمد اللہ للشیخ عبد اللہ ٹونکی: ۲۵- حاشیۃ: ۵

اَقْوَاتَهَا: اَرْزَاقَهَا

آیت کریمہ میں ہے "وَبٰرَکَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَا اَقْوَاتَهَا" اور اللہ نے زمین میں برکتیں رکھدیں اور اس میں (اس کے رہنے والوں کے لئے) غذائیں تجویز کردیں فرماتے ہیں کہ اقوات کے معنی ہیں غذائیں، اَرْزَاق "رِزْق" کی جمع ہے اور اَقْوَات "قُوْت" کی جمع ہے ۔

فِی كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا

آیت کریمہ میں ہے "اَوْحٰی فِی كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا" اس میں "اَمْرَهَا" کی تفسیر "مِمَّا اُمِرَ بِهٖ" سے کی ہے یعنی جس چیز کا اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان پر اس چیز کی وحی بھیجی جس کا فرشتوں کو حکم دیا گیا۔

نَحِسَاتٍ: مَشَائِيْمَ

آیت کریمہ میں ہے "فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِیْ اَيَّامٍ نَحِسَاتٍ" ہم نے ان پر منحوس ایام میں سخت ہوا بھیجی، نَحِسَاتٍ کے معنی ہیں منحوس و نامبارک … مَشَائِيْمَ: مَشْؤُمَة کی جمع ہے بمعنی منحوس

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَآئِكَةُ: عِنْدَ الْمَوْتِ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَآئِكَةُ" جن لوگوں نے اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے (یعنی شرک ترک کرکے توحید اختیار کی) پھر اس پر مستقیم رہے تو ان پر (اللہ کی طرف سے رحمت کے) فرشتے اترتے ہیں، امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ فرشتوں کا نزول موت کے وقت ہوتا ہے ۔

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ: قَرَنَّاهُمْ بِهِمْ

آیت میں "قُرَنَاءَ" سے شیاطین مراد ہیں یعنی ہم نے ان کافروں کے ساتھ ان شیاطین کو ملادیا، باندھ دیا۔

اِهْتَزَّتْ: بِالنَّبَاتِ، وَرَبَتْ: اِرْتَفَعَتْ

آیت میں ہے " فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ " اِهْتَزَّتْ کی دو تفسیریں کی گئی ہیں، پہلی تفسیر یہ ہے کہ زمین پھٹتی ہے تو پودوں کی شاخ زمین سے برآمد ہوتی ہے اور دوسری تفسیر میں کونپل سے پھل کا برآمد ہونا مراد ہے اور "رَبَتْ" کے معنی ہیں زمین اٹھ جاتی ہے، بلند ہوتی ہے۔

فَهَدَيْنَاهُمْ، وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ، هَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ

ان تینوں آیات میں ہدایت سے اراءۃ الطریق مراد ہے اور وہ ہدایت جو ایصال الی المطلوب کے معنی میں ہو وہ "اصعاد" کے مفہوم میں ہوتی ہے چنانچہ امام بخاری فرماتے ہیں " فَهَدَيْنَاهُمْ دَلَلْنَاهُمْ عَلَى الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كقوله: وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ وكقوله: وَهَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ، والهدى الذى هو الإرشاد بمنزلة اصعدناه، من ذلك قوله: أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ، فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِه " اصعاد (صاد کے ساتھ) اور اسعاد (سین کے ساتھ) دونوں کے ساتھ درست ہے، پہلی صورت میں معنی ہوں گے ہم نے اس کو چڑھا دیا، پہنچا دیا اور اسعدنا کے معنی ہوں گے ہم نے اسے نیک بخت بنادیا اور ایصال الی المطلوب کی صورت میں ہی انسان مکمل نیک بخت اور سعادتمند ہوسکتا ہے، یہ معنی چوتھی آیت " أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ " میں مراد ہے۔

وقال غيره: مِنْ أَكْمَامِهَا: حِيْنَ تَطْلُعُ

آیت میں ہے " وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِنْ أَكْمَامِهَا " اَكْمَام "كِمّ" کی جمع ہے کونپل کی جھلی اور خوشہ کے چھلکے کو کہتے ہیں، اس کا مفرد كِمّ کاف کے کسرہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ مستعمل ہے، کاف کے کسرے کے ساتھ ہو تو صرف شگوفہ اور غلاف کے معنی میں ہوتا ہے اور کاف کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اس کے معنی غلاف کے بھی آتے ہیں اور آستین کو بھی کہتے ہیں (۲۹) آگے امام نے اس کی تشریح میں فرمایا قِشْرُ الْكُفُرَّى، "كُفُرَّى" اور کم کے ایک ہی معنی ہیں۔

لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِي: أَيْ بِعَمَلِي أَنَا مَحْقُوْقٌ بِهٰذَا

آیت کریمہ میں ہے "وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِي " اگر ہم اس کو

---

(۲۹) عمدۃ القاری: ۱۹/۱۵۳

کسی تکلیف کے بعد جو اس پر واقع ہوئی تھی اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہیئے تھا، فرماتے ہیں هٰذَالِی کے معنی ہیں بِعَمَلِی یعنی یہ میرے عمل کی وجہ سے ہے میں اس کا مستحق ہوں ۔

سَوَاءً لِلسَّائِلِيْنَ: قَدَّرَهَا سَوَاءً

آیت کریمہ میں ہے "وَقَدَّرَ فِيْهَا اَقْوَاتَهَا فِي اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَاءً لِلسَّائِلِيْنَ" اور اللہ نے اس زمین میں (اس کے رہنے والوں کے لئے) غذائیں تجویز کردیں چار دن میں (اور وہ زمین) برابر ہے سوال کرنے والوں کے لئے، فرماتے ہیں سواءللسائلین کے معنی ہیں اللہ نے اس زمین کو برابر اور یکساں کرکے تجویز کیا یعنی سب اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور سب اس سے عبرت حاصل کرسکتے ہیں ۔

مِنْ مَحِيْصٍ: حَاصَ، حَادَ

آیت میں ہے "وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِنْ مَحِيْصٍ" اس میں محیص "حَاصَ" سے ماخوذ ہے حاص عنہ بمعنی حَادَ عَنہ: ہٹ جانا، اعراض کرنا، الگ ہونا، محیص: بچاؤ اور خلاصی

وَلِيٌّ حَمِيْمٌ: اَلْقَرِيْبُ

"كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ" حَمیم کے معنی ہیں: قریب، قریبی دوست

وقال مجاهد: اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ: اَلْوَعِيْدُ

آیت کریمہ میں ہے "اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ" جو جی چاہے کرلو وہ تمہارا سب کچھ کیا ہوا دیکھ رہا ہے، فرماتے ہیں اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اپنے حقیقی معنی میں نہیں بلکہ یہ وعید ہے اور بطور توبیخ و تہدید کہا گیا ہے ۔

وقال ابن عباس: اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ: اَلصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْعَفْوُ عِنْدَ الْاِسَاءَةِ، فَاِذَا فَعَلُوْهُ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ، وَخَضَعَ لَهُمْ عَدُوُّهُمْ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ، اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ

عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ " حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ " اَلَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ " کا مطلب یہ ہے کہ غصہ کے وقت صبر اور ناگواری و برائی کے وقت عفو و درگزر اختیار کیا جائے، جب لوگ صبر اور عفو و درگزر سے کام لے لیں تو اللہ جل شانہ ان کی حفاظت فرماتے ہیں اور ان کے دشمن بھی ان کے سامنے عاجزی اور تواضع کے ساتھ پیش آتے ہیں، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

" ان آیات میں ایک سچے داعی الی اللہ کو جس حسن اخلاق کی ضرورت ہے، اس کی تعلیم دیتے ہیں، یعنی خوب سمجھ لو، نیکی بدی کے اور بدی نیکی کے برابر نہیں ہوسکتی، دونوں کی تاثیر جداگانہ ہے، بلکہ ایک نیکی دوسری نیکی سے اور ایک بدی دوسری بدی سے اثر میں بڑھ کر ہوتی ہے، لہذا ایک مومن قانت اور خصوصاً ایک داعی الی اللہ کا مسلک یہ ہونا چاہیئے کہ برائی کا جواب برائی سے نہ دے بلکہ جہاں تک گنجائش ہو برائی کے مقابلہ میں بھلائی سے پیش آئے، اگر کوئی اسے سخت بات کہے یا برا معاملہ کرے تو اس کے مقابلہ میں وہ طرز اختیار کرنا چاہیئے جو اس سے بہتر ہو، مثلاً غصہ کے جواب میں بردباری، گالی کے جواب میں تہذیب و شائستگی اور سختی کے جواب میں نرمی اور مہربانی سے پیش آئے، اس طرز عمل کے نتیجہ میں تم دیکھ لوگے کہ سخت سے سخت دشمن بھی ڈھیلا پڑجائے گا اور گو دل سے دوست نہ بنے تاہم ایک وقت آئے گا جب وہ ظاہر میں ایک گہرے اور گرمجوش دوست کی طرح تم سے برتاؤ کرنے لگے گا بلکہ ممکن ہے کہ کچھ دنوں بعد سچے دل سے دوست بن جائے اور دشمنی و عداوت کے خیالات یکسر قلب سے نکل جائیں .... ہاں کسی شخص کی طبیعت کی افتاد ہی سانپ بچھو کی طرح ہو کہ کوئی نرم خوئی اور خوش اخلاقی اس پر اثر نہ کرے وہ دوسری بات ہے مگر ایسے افراد بہت کم ہوتے ہیں۔ " (۳۰)

٣٠٢ – باب : قَوْلُهُ : «وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ» /٢٢/ .

٤٥٣٨ : حدّثنا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ، عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ ،

(۴۵۳۸-۴۵۳۹-۴۵۴۰) وایضاً اخرجہ فی کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی، وما کنتم تسترون ان یشهد علیکم سمعکم ولا ابصارکم ولا جلودکم، رقم الحدیث: ۷۵۲۱، واخرجہ مسلم فی اوائل صفات المنافقین و احکامهم، رقم الحدیث: ۲۷۷۵، واخرجہ الترمذی فی التفسیر، باب سورة السجدة، رقم الحدیث: ۳۲۴۸، واخرجہ النسائی فی التفسیر، باب قول اللہ عزوجل: وما کنتم تسترون ان یشهد علیکم سمعکم، رقم الحدیث: ۱/۱۱۴۶۸

(۳۰) تفسیر عثمانی: ۶۳۹ فائدہ نمبر۱

عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ ، عَنِ ٱبْنِ مَسْعُودٍ : «وَما كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ» . الآيَةَ : كانَ رَجُلَانِ مِنْ قُرَيْشٍ وَخَتَنٌ لَهُمَا مِنْ ثَقِيفَ ، أَوْ رَجُلَانِ مِنْ ثَقِيفَ وَخَتَنٌ لَهُمَا مِنْ قُرَيْشٍ ، فِي بَيْتٍ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ : أَتُرَوْنَ أَنَّ ٱللّٰهَ يَسْمَعُ حَدِيثَنَا ؟ قالَ بَعْضُهُمْ : يَسْمَعُ بَعْضَهُ ، وَقالَ بَعْضُهُمْ : لَئِنْ كانَ يَسْمَعُ بَعْضَهُ لَقَدْ يَسْمَعُ كُلَّهُ ، فَأُنْزِلَتْ : «وَما كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ» . الآيَةَ . [٤٥٣٩ ، ٤٥٤٠ ، ٧٠٨٣]

٣٠٣ – باب : قَوْلُهُ :

«وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الخَاسِرِينَ» /٢٣/ .

٤٥٣٩/٤٥٤٠ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : ٱجْتَمَعَ عِنْدَ الْبَيْتِ قُرَشِيَّانِ وَثَقَفِيٌّ ، أَوْ ثَقَفِيَّانِ وَقُرَشِيٌّ ، كَثِيرَةٌ شَحْمُ بُطُونِهِمْ قَلِيلَةٌ فِقْهُ قُلُوبِهِمْ ، فَقَالَ أَحَدُهُمْ : أَتُرَوْنَ أَنَّ ٱللّٰهَ يَسْمَعُ ما نَقُولُ ؟ قالَ ٱلآخَرُ : يَسْمَعُ إِنْ جَهَرْنَا ، وَلَا يَسْمَعُ إِنْ أَخْفَيْنَا . وَقالَ الآخَرُ : إِنْ كانَ يَسْمَعُ إِذَا جَهَرْنَا فَإِنَّهُ يَسْمَعُ إِذَا أَخْفَيْنَا ، فَأَنْزَلَ ٱللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : «وَما كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ» . الآيَةَ .

یہاں بخاری کے شیخ عبداللہ بن زبیر حمیدی ہیں، وہ روایت کرتے ہیں سفیان بن عیینہ سے، سفیان، منصور بن المعتمر سے روایت کررہے ہیں، منصور، مجاہد سے، مجاہد، ابو معمر عبداللہ بن سَخبرہ سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کررہے ہیں۔

وَكانَ سُفْيَانُ يُحَدِّثُنَا بِهٰذَا فَيَقُولُ : حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ ، أَوِ ٱبْنُ أَبِي نَجِيحٍ ، أَوْ حُمَيْدٌ ، أَحَدُهُمْ أَوِ ٱثْنَانِ مِنْهُمْ ، ثُمَّ ثَبَتَ عَلَى مَنْصُورٍ ، وَتَرَكَ ذٰلِكَ مِرَارًا غَيْرَ وَاحِدَةٍ .

یہ بخاری کے شیخ حمیدی کا قول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سفیان کو شروع میں اپنے شیخ کے متعلق تردد تھا اور وہ تین شیوخ کا نام لیتے تھے اور کہتے تھے ”حدثنا منصور، او ابن ابی نجیح، او حمید، احدھم او اثنان منھم“ یعنی یہ حدیث ہم سے منصور نے بیان کی یا عبداللہ ابن ابی نجیح نے یا حمید نے، ان تینوں میں سے کسی ایک یا دو نے ہمیں یہ حدیث سنائی یعنی سفیان کو اتنی بات تو یقینی یاد تھی کہ ان تینوں میں سے کسی ایک یا دو نے حدیث بیان کی لیکن متعین طور پر کسی ایک پر یقین نہیں تھا لیکن بعد میں ان کا تردد دور ہوگیا اور

منصور" کا نام وہ لینے لگے (۳۱) ۔

قَوْلُهُ : «فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ» . الآيَةَ .

(٤٥٤٠) : حدثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا يَحْيٰى : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ قالَ : حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بِنَحْوِهِ . [ر : ٤٥٣٨]

٣٠٤ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ حٰمٓ عٓسٓقٓ (الشُّورَى) .

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : «عَقِيمًا» /٥٠/ : لَا تَلِدُ . «رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا» /٥٢/ : الْقُرْآنُ .
وَقالَ مُجَاهِدٌ : «يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ» /١١/ : نَسْلٌ بَعْدَ نَسْلٍ . «لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ» /١٥/ : لَا خُصُومَةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ . «مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ» /٤٥/ : ذَلِيلٍ .
وَقالَ غَيْرُهُ : «فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ» /٣٣/ : يَتَحَرَّكْنَ وَلَا يَجْرِينَ فِي الْبَحْرِ . «شَرَعُوا» /٢١/ : ابْتَدَعُوا .

سورۃ حم عسق

عَقِيْمًا: لَاتَلِدُ

آیت کریمہ میں ہے "وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيْمًا" عَقِيْمًا سے مراد وہ عورت ہے جو نہ جنے یعنی بانجھ جس کی اولاد نہ ہو۔

رُوْحًا مِنْ اَمْرِنَا: اَلْقُرْآن

آیت کریمہ میں ہے "وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِنْ اَمْرِنَا " فرماتے ہیں اس میں رُوْحًا مِنْ اَمْرِنَا سے قرآن کریم مراد ہے ۔

وقال مجاهد: يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ: نَسْلٌ بَعْدَ نَسْل

"جَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ" یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جانوروں دونوں میں جوڑے پیدا فرمائے ہیں، اس طرح وہ ان دونوں میں ایک نسل کے بعد دوسری نسل بڑھاتا اور پھیلاتا رہتا ہے ۔ يَذْرَؤُكُمْ: اَیْ يَخْلُقُكُمْ، وَيَبُثُّكُمْ

---

(۳۱) عمدۃ القاری: ۱۹/۱۵۵

لَاحُجَّةَ بَيْنَنَا: لَاخُصُوْمَةَ

آیت کریمہ میں ہے "لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ لَاحُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ " اس میں حُجَّة سے خصومت اور جھگڑا مراد ہے یعنی ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے ۔

طَرْفٍ خَفِيٍّ: ذَلِيْلٍ

آیت کریمہ میں ہے "خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ " مارے ذلت کے جھکے ہوئے ہوں گے سست نگاہ سے دیکھتے ہوں گے ، فرماتے ہیں طَرْفٍ خَفِيٍّ کے معنی ہیں ذلیل نگاہ، کمزور نگاہ۔

وقال غیرہ: فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ: يَتَحَرَّكْنَ وَلَا يَجْرِيْنَ فِى الْبَحْرِ

آیت کریمہ میں ہے "وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارُ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ " اور منجملہ اس کی (قدرت کی) نشانیوں کے جہاز ہیں سمندر میں (ایسے اونچے) جیسے پہاڑ.... اگر وہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ جہاز سمندر کی سطح پر کھڑے رہ جائیں ۔ مجاہد کے غیر نے کہا کہ آیت میں فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے مقام پر تو (موجوں کے تھپیڑوں سے) ہلتے رہیں لیکن سمندر میں چل نہ سکیں ۔

شَرَعُوْا: اِبْتَدَعُوْا

آیت کریمہ میں ہے "اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ "کیا ان کے (تجویز کئے ہوئے) کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کردیا ہے جس کی خدا نے اجازت نہیں دی۔ شرعوا کے معنی ہیں اِبْتَدَعُوْا: نیا دین نکالا۔

٣٠٥ – باب : قَوْلِهِ : «إِلَّا المَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى» /٢٣/ .

٤٥٤١ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ المَلِكِ ٱبْنِ مَيْسَرَةَ قالَ : سَمِعْتُ طَاوُسًا ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِهِ : «إِلَّا المَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى» . فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ : قُرْبٰى آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ ، فَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : عَجِلْتَ ، إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَّا كانَ لَهُ فِيهِمْ قَرَابَةٌ ، فَقَالَ : (إِلَّا أَنْ تَصِلُوا ما بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنَ الْقَرَابَةِ) . [ر : ٣٣٠٦]

آیت کریمہ میں ارشاد ہے "قُلْ لَآ اَسْاَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات چونکہ قریش اچھی طرح نہیں سنتے تھے اس لئے اللہ جل شانہ نے آپؐ سے فرمایا کہ ان لوگوں سے کہئے کہ میں تم سے کسی اجر کا مطالبہ تو نہیں کرتا، کم از کم رشتہ داری اور قرابت داری کا خیال کرکے تم میری بات کو توجہ سے سن لیا کرو اور ظلم و اذیت رسانی سے باز رہو۔

حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا تو سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری مراد ہے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم نے جلد بازی کی، قریش کی کوئی شاخ ایسی نہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری نہ ہو۔

سعید بن جبیرؒ کے کلام سے معلوم ہو رہا تھا کہ "الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی" میں قربت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار بنو ہاشم مراد ہیں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس سے تمام قریش مراد ہیں، صرف بنوہاشم مراد نہیں۔

حضرت سعید بن جبیرؒ اور حضرت ابن عباسؓ کے جوابوں میں فرق یہ ہے کہ سعید بن جبیر کے نزدیک آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ میں تم سے تبلیغ پر کوئی اجرت نہیں مانگتا بس اتنا چاہتا ہوں کہ میرے اقارب (بنوالمطلب) کے ساتھ تم محبت کرو، حضرت ابن عباسؓ نے اس معنی کو تسلیم نہیں کیا کہ اقارب کے ساتھ محبت کی طلب بھی تو اجرت ہے بلکہ صرف بنوہاشم اور بنوالمطلب ہی نہیں سب قریش آپ کے اقارب ہیں اس لئے اس کے معنی ان کے نزدیک یہ ہیں کہ میں تم سے بدلہ نہیں مانگتا لیکن کم از کم ظلم اور اذیت رسانی سے تو باز رہو کیونکہ قرابت کا تو بہرحال یہ تقاضہ ہے، چنانچہ لامع الدراری کے حاشیہ میں ہے:

"وحاصل کلام سعید: ماأطلب منکم ایها الناس، إلا ان تؤدوا اقربائی، فقال ابن عباس: غلطتَ، لأنه ایضا أجرة، واما توجیه ابن عباسؓ حاصله: ماأطلب أجرا منکم ایها العرب، لکن اطلب منکم ان تصلوا القرابة، کما هو دأبکم، ولا تضرونی" (۱)

اسی بات کو مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے یوں فرمایا:

"حاصل تفسیر سعید بن جبیر ان النبی صلی اللہ علیه وسلم سالهم عن مراعاة أهل قرابته، وحاصل تفسیر ابن عباسؓ سالهم عن مراعاة نفسه، لأجل قرابته فی جمیع البطون" (۲)

---

(۱) تعلیقات الدراری: ۱۶۱/۹

(۲) فیض الباری: ۲۳۰/۴

٣٠٦ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ حمٓ الزُّخْرُفِ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «عَلَى أُمَّةٍ» /٢٢ ، ٢٣/ : عَلَى إِمَامٍ . «وَقِيلِهِ يَا رَبِّ» /٨٨/ : تَفْسِيرُهُ : أَيَحْسِبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ ، وَلَا نَسْمَعُ قِيلَهُمْ .

سورة حم الزخرف

عَلٰى أُمَّةٍ: عَلٰى إِمَام

"بَلْ قَالُوْا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلٰى أُمَّةٍ وَّإِنَّا عَلٰى آثَارِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ" بلکہ کہا انہوں نے ہم نے پایا اپنے آباء کو ایک طریقہ پر اور ہم انہی کے قدموں پر رستہ پاتے ہیں لفظ "امت" کی تفسیر دین، ملت اور امام سے کی گئی ہے ، امام بخاری رحمہ اللہ نے "امام" کی تفسیر کو نقل کیا ہے۔

وَقِيْلِهٖ يَا رَبِّ، تَفْسِيْرُهٗ أَيَحْسِبُوْنَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ، وَلَا نَسْمَعُ قِيْلَهُمْ

آیت میں ہے "وَقِيْلِهٖ يَا رَبِّ إِنَّ هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ" اس آیت کا تعلق امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے سات آیات پہلے کی آیت سے جوڑا ہے ، وہ ہے "أَمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ" امام نے "قِيْلِهٖ يَا رَبِّ" کا تعلق بھی اس سے قرار دیا، اس صورت میں "قِيْلِهٖ" "لَا نَسْمَعُ" کے لئے مفعول ہوگا اور ترجمہ ہوگا "کیا وہ کفار یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کے رازوں اور ان کی سرگوشیوں کو نہیں سن رہے ہیں اور ہم ان کی گفتگو کو نہیں سنتے ہیں۔"

لیکن اس تفسیر کا بعض حضرات نے انکار کیا ہے کیونکہ یہ تفسیر اسی وقت درست ہوسکتی ہے جب "قیلہ" کی ضمیر مشرکین کی طرف راجع ہو اور وہ جمع ہیں جبکہ اس میں ضمیر مفرد ہے ، چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "وبعضهم انكر هذا التفسير، فقال: انما يصح لو كانت التلاوة وقيلهم" (۳)

اکثر حضرات نے یہ ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹائی ہے ، پھر اس کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔

❶ "وَقِيْلِهٖ" میں واؤ قسمیہ ہے "یارب" قیل کا مقولہ ہے اور "إِنَّ هٰؤُلَاءِ" جواب قسم ہے ، اس صورت میں ترجمہ ہوگا "قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے رب! یہ لوگ یقین نہیں لاتے" یعنی نبی

---

(۳) عمدة القاری: ۱۹/ ۱۵۷

کا کہنا بھی اللہ کو معلوم ہے اور اس کی مخلصانہ التجا اور درد بھری آواز کی اللہ جل شانہ قسم کھاتے ہیں کہ وہ اس کی ضرور مدد کریں گے اور اپنی رحمت سے اس کو غالب اور منصور کریں گے ۔ (۴)

② ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ "وقیلہ" میں واؤ عاطفہ ہے اور اس کا عطف اس آیت سے دو آیات پہلے "وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ" الساعۃ پر ہورہا ہے ، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ جل شانہ کو قیامت کا بھی علم ہے اور رسول کے اس کہنے کا بھی علم ہے ۔ (۵)

ان دونوں تفسیروں کی صورت میں "وقیلہ" مجرور ہے ، پہلی تفسیر میں واؤ قسمیہ کی وجہ سے اور دوسری تفسیر میں "الساعۃ" مضاف الیہ پر عطف کی وجہ سے ، چنانچہ عاصم اور حمزہ کی قرأت میں یہ مجرور ہے اور باقی قراء اس کو منصوب پڑھتے ہیں (٦) امام بخاری رحمہ اللہ نے جو تفسیر نقل کی ہے اس میں مفعول بہ ہونے کی وجہ سے یہ منصوب پڑھا جائے گا۔

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً» /٣٣/ : لَوْلَا أَنْ يَجْعَلَ النَّاسَ كُلَّهُمْ كُفَّارًا ، لَجَعَلْتُ لِبُيُوتِ الْكُفَّارِ «سُقُفًا مِنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ» مِنْ فِضَّةٍ ، وَهِيَ دَرَجٌ ، وَسُرُرَ فِضَّةٍ . «مُقْرِنِينَ» /١٣/ : مُطِيقِينَ . «آسَفُونَا» /٥٥/ : أَسْخَطُونَا . «يَعْشُ» /٣٦/ : يَعْمَى .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ ٱلذِّكْرَ» /٥/ : أَيْ تُكَذِّبُونَ بِالْقُرْآنِ ، ثُمَّ لَا تُعَاقَبُونَ عَلَيْهِ ؟ «وَمَضَى مَثَلُ الْأَوَّلِينَ» /٨/ : سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ . «وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ» يَعْنِي الْإِبِلَ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ . «يُنَشَّأُ فِي ٱلْحِلْيَةِ» /١٨/ : الْجَوَارِي ، يَقُولُ : جَعَلْتُمُوهُنَّ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ، فَكَيْفَ تَحْكُمُونَ ؟ «لَوْ شَاءَ ٱلرَّحْمٰنُ ما عَبَدْنَاهُمْ» /٢٠/ : يَعْنُونَ الْأَوْثَانَ ، يَقُولُ ٱللهُ تَعَالَى : «مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ» أَيِ الْأَوْثَانُ ، إِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ . «فِي عَقِبِهِ» /٢٨/ : وَلَدِهِ . «مُقْتَرِنِينَ» /٥٣/ : يَمْشُونَ مَعًا . «سَلَفًا» /٥٦/ : قَوْمَ فِرْعَوْنَ سَلَفًا لِكُفَّارِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ . «وَمَثَلًا» عِبْرَةً . «يَصِدُّونَ» /٥٧/ : يَضِجُّونَ . «مُبْرِمُونَ» /٧٩/ : مُجْمِعُونَ . «أَوَّلُ الْعَابِدِينَ» /٨١/ : أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ .

---

(۴)تفسیر عثمانی:٦٥٨ فائدہ نمبر۱۱

(۵) بیان القرآن:۲/۹۷ (جلد دہم)

(۶) عمدۃ القاری:۱۹/۱۵۸-۱۵۷

وقال ابن عباس : وَلَوْلَا اَنْ یَکُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً : لَوْلَا اَنْ اَجْعَلَ النَّاسَ کُلَّهُمْ کُفَّارًا لَجَعَلْتُ لِبُيُوْتِ الْكُفَّارِ سُقُفًا مِنْ فِضَّةٍ، وَمَعَارِجَ مِنْ فِضَّةٍ وَهِيَ دَرَجٌ وَسُرُرَ فِضَّةٍ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَوْلَا اَنْ یَکُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَجَعَلْنَا لِمَنْ یَّکْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ" اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگوں کو میں کافر ہی بنادوں گا تو میں کافروں کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کردیتا اور زینے بھی چاندی کے.... مَعَارِجَ کے معنی چاندی کے زینے اور چاندی کے تخت ہیں، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

یعنی اللہ کے ہاں اس دنیوی مال و دولت کی کوئی قدر نہیں، نہ اس کا دیا جانا کچھ قرب و جاہت عند اللہ کی دلیل ہے، یہ تو ایسی بے قدر اور حقیر چیز ہے کہ اگر ایک خاص مصلحت مانع نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافروں کے مکانوں کی چھتیں، زینے، دروازے، چوکھٹ، قفل اور تخت چوکیاں سب چاندی اور سونے کی بنادیتا مگر اس صورت میں یہ لوگ یہ دیکھ کر کہ کافروں ہی کو ایسا سامان ملتا ہے عموماً کفر کا راستہ اختیار کرلیتے (اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ) اور یہ چیز مصلحت خداوندی کے خلاف ہوتی، اس لئے ایسا نہیں کیا گیا۔

حدیث میں ہے کہ اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے بازو کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا .... بھلا جو چیز خدا کے نزدیک اس قدر حقیر ہو اسے سیادت و وجاہت عند اللہ اور نبوت و رسالت کا معیار قرار دینا کہاں تک صحیح ہوگا۔

مُقْرِنِیْنَ : مُطِیْقِیْنَ

آیت کریمہ میں ہے "سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ" پاک ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں کو ہمارے لئے مسخر کردیا اور ہم تو ایسے (طاقتور اور ہنرمند) نہیں تھے جو ان کو قابو میں کرلیتے، فرماتے ہیں اس میں مُقْرِنِیْنَ کے معنی ہیں مُطِیْقِیْنَ یعنی طاقتور، قابو میں لانے والے۔

آسَفُوْنَا : اَسْخَطُوْنَا

آیت میں ہے "فَلَمَّا آسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَاَغْرَقْنَاهُمْ اَجْمَعِیْنَ" اس میں آسَفُوْنَا کے معنی ہیں اَسْخَطُوْنَا یعنی جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان سب کو غرق کردیا۔

يَعْشُ: يَعْمٰى

آیت کریمہ میں ہے "وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ" اور جو شخص اللہ جل شانہ کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کردیتے ہیں پھر وہ (ہروقت) اس کے ساتھ رہتا ہے، اس میں یعش کے معنی ہیں: اندھا بن جائے۔

اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ: اَیْ تُكَذِّبُوْنَ بِالْقُرْآنِ: ثُمَّ لَا تُعَاقَبُوْنَ عَلَيْهِ

آیت میں ہے "اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اِنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ" کیا ہم اس نصیحت کو تم سے صرف اس وجہ سے ہٹالیں گے کہ تم حد سے تجاوز کرنے والی قوم ہو، مجاہد فرماتے ہیں "اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ...." کے معنی یہ ہیں کہ کیا تم قرآن کو جھٹلاؤ گے اور پھر بھی تمہیں سزا نہ دی جائے گی۔

وَمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ: سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ

آیت کریمہ میں ہے "فَاَهْلَكْنَا اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ" پھر ہم نے ان لوگوں کو جو کہ ان (اھل مکہ) سے زیادہ زور آور تھے (تکذیب اور استہزاء کی سزا میں) غارت کر ڈالا اور پہلے لوگوں کی یہ حالت ہوچکی ہے۔ فرماتے ہیں کہ آیت میں مَثَلُ الاولین سے سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ مراد ہے یعنی اگلے لوگوں کا طریقہ۔

وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ: يَعْنِی الْاِبِلَ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ

ہم اس کو قابو میں لانے والے نہیں تھے، مراد اس سے اونٹ، گھوڑا، خچر اور گدھے ہیں، اس کے علاوہ دوسری سواریاں بھی مراد ہوسکتی ہیں، کار، بس اور جہاز وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں۔

لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ: يَعْنُوْنَ الْاَوْثَانَ، يَقُوْلُ اللّٰه تعالی: مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ

آیت کریمہ میں ہے "وَقَالُوْا لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ" امام بخاری فرماتے ہیں کہ "مَا عَبَدْنَاهُمْ" میں "ھم" ضمیر بتوں کی طرف راجع ہے کیونکہ آگے اللہ نے "مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ" فرمایا یعنی مشرکین کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم ان بتوں کی عبادت نہ کرتے جبکہ ان بتوں کو اس کا کچھ بھی علم نہیں ہے، یہ محض اٹکل سے کام لیتے ہیں۔

بعضوں نے کہا کہ "مَا عَبَدْنَاهُمْ" میں ضمیر ملائکہ کی طرف لوٹ رہی ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم ان ملائکہ کی عبادت نہ کرتے، آگے اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی "مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ" یعنی ان کو اس بات کا کچھ علم نہیں، بے تحقیق بات کررہے ہیں۔

فِي عَقِبِهِ: وَلَدِهِ

آیت کریمہ میں ہے "وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ" اور وہ یعنی (ابراہیم) اس کو ایک باقی رہنے والا کلمہ اپنی اولاد میں بناگئے (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عقیدۂ توحید کو اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ اپنی اولاد کو بھی انہوں نے اس پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی۔ فرماتے ہیں عقبہ سے ولد مراد ہے۔

مُقْتَرِنِينَ: يَمْشُونَ مَعًا

آیت میں ہے "أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِينَ" فرماتے ہیں مُقْتَرِنِينَ کے معنی ہیں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے یعنی یا اس کے ساتھ فرشتے آتے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے (جیسے اُمراء اور رُؤساء کے ساتھ اردلی اور خدّام ساتھ ساتھ چلتے ہیں)

سَلَفًا: قَوْمَ فِرْعَوْنَ سَلَفًا لِكُفَّارِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَثَلًا: عِبْرَةً

آیت میں ہے "فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِلْآخِرِينَ" پھر ہم نے ان کو آئندہ آنے والوں کے لئے پیش رو اور نمونۂ عبرت بنادیا، فرماتے ہیں کہ آیت میں سَلَفًا سے فرعون کی قوم مراد ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے کفار کے لئے پیش رو اور نمونۂ عبرت ہے مَثَلًا کے معنی ہیں: عبرت

يَصِدُّونَ: يَضِجُّونَ

آیت میں ہے "إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ" يَصِدُّونَ کے معنی ہیں چلاتے ہیں شوروغل کرتے ہیں یعنی یکایک آپ کی قوم اس (اعتراض کے سننے) سے (مارے خوشی کے) چلانے لگی۔

مُبْرِمُونَ: مُجْمِعُونَ

آیت میں ہے "أَمْ أَبْرَمُوا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ" کیا انہوں نے (رسول کو نقصان پہنچانے کے لئے) ٹھرائی ہے ایک بات تو ہم بھی کچھ ٹھرائیں گے، فرماتے ہیں مُبْرِمُونَ کے معنی ہیں: مُجْمِعُونَ: متفقہ

فیصلہ کرنے والے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ : «إِنَّنِي بَرَاءٌ مِمَّا تَعْبُدُونَ» /٢٦/ : الْعَرَبُ تَقُولُ : نَحْنُ مِنْكَ الْبَرَاءُ وَالْخَلَاءُ ، وَالْوَاحِدُ وَالِاثْنَانِ وَالْجَمِيعُ ، مِنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ ، يُقَالُ فِيهِ : بَرَاءٌ ، لِأَنَّهُ مَصْدَرٌ ، وَلَوْ قَالَ : بَرِيءٌ ، لَقِيلَ فِي الِاثْنَيْنِ : بَرِيئَانِ ، وَفِي الْجَمِيعِ : بَرِيئُونَ ، وَقَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ : «إِنَّنِي بَرِيءٌ» بِالْيَاءِ . وَالزُّخْرُفُ : الذَّهَبُ . «مَلَائِكَةً يَخْلُفُونَ» /٦٠/ : يَخْلُفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا . بن مسعود رض

آیت کریمہ میں ہے "وَاِذْقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ اِنَّنِىْ بَرَاۤءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ" جبکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں کی (عبادت) سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو، فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں لفظ بَراء کے معنی ہیں بیزار، عرب کہتے ہیں نَحْنُ مِنْكَ الْبَرَاءُ والخَلَاءُ یعنی ہم تم سے بیزار ہیں، الگ ہیں، مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مؤنث سب کے لئے یہ استعمال ہوتا ہے کیونکہ یہ مصدر ہے (اور مصدر میں یہ سب برابر ہوتے ہیں) اور اگر "بَرِیْٔ" کہا جائے تو اس وقت تثنیہ کے لئے بریئان اور جمع کے لئے بریئون استعمال ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت "بَرِیْٔ" ہے۔

اَلزُّخْرُفُ: اَلذَّهَبُ

آیت کریمہ میں ہے "وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ وَزُخْرُفًا" اور ان کے گھروں کے کواڑ (دروازے) بھی اور تخت بھی (چاندی کے کردیتے) جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں اور (یہی چیزیں) سونے کی بھی کردیتے۔

مَلَائِكَةً يَخْلُفُوْنَ: يَخْلُفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا

آیت کریمہ میں ہے "وَلَوْ نَشَاۤءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰۤئِكَةً فِى الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ" اور اگر ہم چاہتے تو ہم تم سے فرشتوں کو پیدا کردیتے (جس طرح تم سے تمہارے بچے پیدا ہوتے ہیں) کہ وہ زمین پر (انسان کی طرح) یکے بعد دیگرے رہا کرتے۔ فرماتے ہیں کہ آیت میں مَلَائِكَةً يَخْلُفُوْنَ کے معنی ہیں ان میں سے بعض بعض کے لئے خلیفہ ہونگے۔

۳۰۷ – باب : قَوْلُهُ : «وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ» /۷۷/ .

٤٥٤٢ : حدّثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ : «وَنَادَوْا يَا مالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ» . [ر : ۳۰۵۸]

وَقالَ قَتَادَةُ : «مَثَلاً لِلْآخِرِينَ» /٥٦/ : عِظَةً لِمَنْ بَعْدَهُمْ .

وَقالَ غَيْرُهُ : «مقْرِنِينَ» /۱۳/ : ضَابِطِينَ ، يُقَالُ : فُلَانٌ مُقْرِنٌ لِفُلَانٍ ضَابِطٌ لَهُ .

وَالْأَكْوَابُ : الْأَبَارِيقُ الَّتِي لَا خَرَاطِيمَ لَهَا .

وقال غیرہ: مُقْرِنِيْنَ: طَابِطِيْنَ، يقال: فُلَانٌ مُقْرِنٌ لِفُلَانٍ، طَابِطٌ لَهٗ

آیت کریمہ میں ہے "وَمَاكُنَّالَهٗمُقْرِنِيْنَ" اس میں مُقْرِنِيْنَ کے معنی ہیں طَابِطِيْنَ یعنی قابو میں لانے والے ، عرب کہتے ہیں فُلَانٌ مُقْرِنٌ لِفُلَانٍ: یعنی فلاں فلاں کو قابو میں لانے والا ہے ۔

وَالْاَكْوَابُ: اَلْاَبَارِيْقُ الَّتِى لَاخَرَاطِيْمَ لَهَا

آیت میں ہے "يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَاَكْوَابٍ" یعنی غلمان ان کے پاس سونے کی رکابیاں اور آبخورے لئے پھریں گے "اَكْوَاب" سے وہ لوٹے مراد ہیں جن کی ٹونٹی نہ ہو، خَرَاطِيْم خُرْطُوْم کی جمع ہے، وَالْخُرْطُوْمُ هُوَ مَخْرَجٌ لِلشَّرَابِ يُشْبِهُ الْاَنْفَ یعنی ٹونٹی

«أَوَّلُ الْعَابِدِينَ» /۸۱/ : أَيْ ما كانَ ، فَأَنَا أَوَّلُ الْآنِفِينَ ، وَهُمَا لُغَتَانِ : رَجُلٌ عابِدٌ وَعَبِدٌ .

وَقَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ : وَقالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ .

وَيُقَالُ : «أَوَّلُ الْعَابِدِينَ» الجَاحِدِينَ ، مِنْ عَبِدَ يَعْبَدُ .

آیت کریمہ میں ہے "قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ" اس آیت کی مختلف تفسیریں بیان کی گئی ہیں۔

① اس کی ایک عام تفسیر جو امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی کی ہے کہ اول العابدین کے معنی اول المومنین ہیں، ترجمہ ہوگا "اگر اللہ تعالیٰ کی اولاد ہو تو سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا میں ہوں گا" مطلب یہ ہے کہ اگر تمہاری یہ بات حق ہو اور تم ثابت کردو تو سب سے پہلے اس کو تسلیم کرنے والا میں

ہوں گا، اس صورت میں "اِنْ" بمعنی "لو" ہے اور شرطیہ ہے۔

❷ دوسری تفسیر یہ ہے کہ "اِن" نافیہ ہے اور "فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ" میں فاء عاطفہ ہے اور معنی ہیں "مَاكَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ وَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ" اللہ کی کوئی اولاد نہیں ہے اور میں سب سے اول اللہ کی عبادت کرنے والا ہوں۔ (۷)

❸ تیسری تفسیر یہ ہے کہ "اِنْ" نافیہ ہے اور "عَابدین" آنِفین اور .... جَاحِدین کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں ہے، اللہ کے لئے اولاد کے ثبوت کا سب سے پہلے میں انکار کرنے والا ہوں، امام بخاری نے یہ تفسیر یہاں بیان کی ہے عَبِدَ کے معنی عبادت کرنے کے بھی آتے ہیں اور انکار کرنے کے بھی آتے ہیں۔ عابد: عبادت کرنے والا، مومن، عَبِدٌ: انکار کرنے والا

وَقَالَ قَتَادَةُ: «فِي أُمِّ الْكِتَابِ» /٤/: جُمْلَةِ الْكِتَابِ، أَصْلِ الْكِتَابِ. «أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا أَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُسْرِفِينَ» /٥/: مُشْرِكِينَ، وَاللّٰهِ لَوْ أَنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ رُفِعَ حَيْثُ رَدَّهُ أَوَائِلُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ لَهَلَكُوا. «فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَمَضٰى مَثَلُ الْأَوَّلِينَ» /٨/: عُقُوبَةُ الْأَوَّلِينَ. «جُزْءًا» /١٥/: عِدْلاً.

وقَرَأَعبدالله: وَقَالَ الرَّسُوْلُ يَارَبِّ

"وَقِيْلِهٖ يَارَبِّ اِنَّ هٰؤُلَاءِ...." جمہور کی قراءت ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت "وَقَالَ الرَّسُوْلُ يَارَبِّ" ہے اس کو پہلے آنا چاہیئے تھا جہاں امام نے مذکورہ آیات کی تفسیر کی ہے، اصل محل اس کا وہیں تھا۔ یہ جملہ ہندوستانی نسخوں میں ہے (ہمارے متن کے نسخے میں نہیں)

اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اِنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُسْرِفِيْنَ

اس آیت کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے قتادہ کا قول نقل کیا "واللّٰہِ لو اَنَّ ھذا القرآن رفع حیث ردہ اوائل ھذہ الأمۃ لَهَلَكُوْا" بخدا اگر یہ قرآن اس وقت اٹھالیا جاتا جب اس امت کے پہلے لوگوں نے اس کو رد کیا تھا تو سب ہلاک ہوجاتے مطلب یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں لوگ قرآن کریم کا انکار کرتے رہے اور اس کی تعلیمات کو رد کرتے رہے، اگر ان کے رد کی وجہ سے یہ اٹھالیا جاتا تو بڑی تباہی اور بربادی ہوتی۔ مذکورہ آیت میں یہی بات بیان کی گئی ہے کہ ہم قرآن اس وجہ سے نہیں ختم کریں گے کہ تم حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔

---

(۷) عمدۃ القاری: ۱۶۱/۱۹

جُزْءاً: عِدْلًا

آیت میں ہے "وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا" اس میں جزء کے معنی عدل کے ہیں بمعنی نظیر، ہم سر

۳۰۸ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ حٰمٓ (الدُّخَانِ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «رَهْوًا» /۲٤/ : طَرِيقًا يَابِسًا ، وَيُقَالُ : «رَهْوًا» سَاكِنًا . «عَلَى عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ» /۳۲/ : عَلَى مَنْ بَيْنَ ظَهْرَيْهِ . «فَاعْتِلُوهُ» /٤۷/ : ادْفَعُوهُ . «وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ» /٥٤/ : أَنْكَحْنَاهُمْ حُورًا عِينًا يَحَارُ فِيهَا الطَّرْفُ . «تَرْجُمُونِ» /۲۰/ : الْقَتْلُ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «كَالْمُهْلِ» /٤٥/ : أَسْوَدُ كَمُهْلِ الزَّيْتِ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «تُبَّعٍ» /۳۷/ : مُلُوكُ الْيَمَنِ ، كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ يُسَمَّى تُبَّعًا ، لِأَنَّهُ يَتْبَعُ صَاحِبَهُ ، وَالظِّلُّ يُسَمَّى تُبَّعًا ، لِأَنَّهُ يَتْبَعُ الشَّمْسَ .

سورة الدخان

رَهْوًا: طَرِيْقًا يَابِسًا

آیتِ کریمہ میں ہے "وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۖ إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ" اور تم اس دریا کو سکون کی حالت میں چھوڑ دینا ان (فرعونیوں) کا سارا لشکر (اس دریا میں) ڈبو دیا جائے گا، مجاہد فرماتے ہیں آیت میں رَهْوًا کے معنی ہیں: خشک راستہ

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ: عَلٰى مَنْ بَيْنَ ظَهْرَيْهِ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِيْنَ" اور ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی رو سے (بعض امور میں تمام) جہاں والوں پر فوقیت دی، فرماتے ہیں کہ آیت میں عَلَى الْعَالَمِيْنَ کے معنی ہیں عَلٰى مَنْ بَيْنَ ظَهْرَيْهِ یعنی ان لوگوں پر جو ان کے درمیان ہیں اور جو ان کے ہم عصر ہیں ان پر فوقیت دی ہے۔

فَاعْتِلُوْهُ: اِدْفَعُوْهُ

"خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ إِلٰى سَوَاءِ الْجَحِيْمِ" (فرشتوں کو حکم ہوگا) اس کو پکڑو اور گھسیٹتے ہوئے جہنم کے بیچوں بیچ تک لیجاؤ، فرماتے ہیں اِعْتِلُوْهُ کے معنی ہیں اس کو دھکیل دو۔

وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ: أَنْكَحْنَاهُمْ حُوْرًا عِيْنًا يُحَارُ فِيْهِ الطَّرْفُ

آیت میں ہے "وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ" فرماتے ہیں اس کے معنی ہیں ہم ان کا نکاح بڑی آنکھوں والی حوروں سے کریں گے جنہیں دیکھ کر آنکھیں حیرت زدہ رہ جاتی ہیں، عِیْن: بڑی آنکھوں والی۔

وقال ابن عباس: كَالْمُهْلِ: أَسْوَدُ كَمُهْلِ الزَّيْتِ

آیت میں ہے "طَعَامُ الْأَثِيْمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُوْنِ" حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا مجرم کا کھانا زیتون کی تلچھٹ جیسا سیاہ ہوگا۔

وقال غیرہ: تُبَّعٌ: مُلُوْكُ الْيَمَنِ، كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ يُسَمّٰى تُبَّعًا لِأَنَّهُ يَتْبَعُ صَاحِبَهُ، وَالظِّلُّ يُسَمّٰى تُبَّعًا لِأَنَّهُ يَتْبَعُ الشَّمْسَ

آیت میں ہے "أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ" فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے غیر نے کہا کہ تبع یمن کے بادشاہوں کو کہتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کو تبع کہا جاتا تھا کیونکہ وہ اپنے (جانے والے) صاحب کے بعد آتا تھا یعنی ایک ختم ہوجاتا تھا تو اس کے بعد دوسرا آتا، سایہ کو بھی تبع کہتے ہیں کیونکہ وہ سورج کے تابع رہتا ہے۔

٣٠٩ – باب: «فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ» /١٠/.

قَالَ قَتَادَةُ: فَارْتَقِبْ: فَانْتَظِرْ.

٤٥٤٣: حدّثنا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قالَ: مَضٰى خَمْسٌ: الدُّخَانُ، وَالرُّومُ، وَالْقَمَرُ، وَالْبَطْشَةُ، وَاللِّزَامُ. [ر: ٩٦٢]

٣١٠ – باب: «يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ» /١١/.

٤٥٤٤: حدّثنا يَحْيٰى: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ قالَ: قالَ عَبْدُ اللّٰهِ: إِنَّمَا كانَ هٰذَا، لِأَنَّ قُرَيْشًا لَمَّا اسْتَعْصَوْا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ دَعا عَلَيْهِمْ بِسِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ، فَأَصَابَهُمْ قَحْطٌ وَجَهْدٌ حَتّٰى أَكَلُوا الْعِظَامَ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى ما بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ مِنَ الْجَهْدِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى: «فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ. يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ». قالَ: فَأُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ،

ٱسْتَسْقِ ٱللهَ لِمُضَرَ ، فَإِنَّهَا قَدْ هَلَكَتْ قالَ : (لِمُضَرَ؟ إِنَّكَ لَجَرِيءٌ) . فَٱسْتَسْقَى فَسُقُوا . فَنَزَلَتْ : «إِنَّكُمْ عائِدُونَ» . فَلَمَّا أَصَابَتْهُمُ الرَّفاهِيَةُ عادُوا إِلَى حالِهِمْ حِينَ أَصَابَتْهُمُ الرَّفاهِيَةُ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ عَزَّ وَجَلَّ : «يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى إِنَّا مُنْتَقِمُونَ» . قالَ : يَعْنِي يَوْمَ بَدْرٍ . [ر : ٩٦٢]

٣١١ – باب : «رَبَّنَا ٱكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ» /١٢/ .

٤٥٤٥ : حدّثنا يَحْيَى : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي الضُّحَى ، عَن مَسْرُوقٍ قالَ : دَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ ٱللهِ فَقَالَ : إِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ تَقُولَ لِمَا لَا تَعْلَمُ ٱللهُ أَعْلَمُ ، إِنَّ ٱللهَ قالَ لِنَبِيِّهِ ﷺ : «قُلْ ما أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَما أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ» . إِنَّ قُرَيْشًا لَمَّا غَلَبُوا النَّبِيَّ ﷺ وَٱسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ ، قالَ : (اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ) . فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ أَكَلُوا فِيهَا الْعِظَامَ وَالْمَيْتَةَ مِنَ الْجَهْدِ ، حَتَّى جَعَلَ أَحَدُهُمْ يَرَى ما بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ كَهَيْئَةِ ٱلدُّخَانِ مِنَ الْجُوعِ قالُوا : «رَبَّنَا ٱكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ» . فَقِيلَ لَهُ : إِنْ كَشَفْنَا عَنْهُمْ عادُوا ، فَدَعا رَبَّهُ فَكَشَفَ عَنْهُمْ فَعَادُوا ، فَٱنْتَقَمَ ٱللهُ مِنْهُمْ يَوْمَ بَدْرٍ ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى : «يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ – إِلَى قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ – إِنَّا مُنْتَقِمُونَ» . [ر : ٩٦٢]

٣١٢ – باب : «أَنَّى لَهُمُ ٱلذِّكْرَى وَقَدْ جاءَهُمْ رَسُولٌ مُبِينٌ» /١٣/ .

ٱلذِّكْرُ وَٱلذِّكْرَى وَاحِدٌ .

٤٥٤٦ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حازِمٍ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي الضُّحَى ، عَنْ مَسْرُوقٍ قالَ : دَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ ٱللهِ ابن مسعودؓ ، ثُمَّ قالَ : إِنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ لَمَّا دَعا قُرَيْشًا كَذَّبُوهُ وَٱسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ ، فَقَالَ : (اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ) . فَأَصَابَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ – يَعْنِي – كُلَّ شَيْءٍ ، حَتَّى كانُوا يَأْكُلُونَ الْمَيْتَةَ ، فَكَانَ يَقُومُ أَحَدُهُمْ ، فَكَانَ يَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ مِثْلَ ٱلدُّخَانِ مِنَ الْجَهْدِ وَالْجُوعِ ، ثُمَّ قَرَأَ : «فَٱرْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ . يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ – حَتَّى بَلَغَ – إِنَّا كاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عائِدُونَ» . قالَ عَبْدُ ٱللهِ بن مسعودؓ : أَفَيُكْشَفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قالَ : وَالْبَطْشَةُ الْكُبْرَى يَوْمَ بَدْرٍ . [ر : ٩٦٢]

٣١٣ – باب : «ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَجْنُونٌ» /١٤/ .

٤٥٤٧ : حدّثنا بِشْرُ بْنُ خالِدٍ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ سُلَيْمانَ وَمَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى ، عَنْ مَسْرُوقٍ قالَ : قالَ عَبْدُ ٱللهِ : إِنَّ ٱللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ وَقالَ : «قُلْ ما أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَما أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ» . فَإِنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ لَمَّا رَأَى قُرَيْشًا ٱسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ قالَ : (اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ) . فَأَخَذَتْهُمُ السَّنَةُ حَتَّى حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ ، حَتَّى أَكَلُوا الْعِظَامَ وَالْجُلُودَ ، فَقالَ أَحَدُهُمْ : حَتَّى أَكَلُوا الْجُلُودَ وَالْمَيْتَةَ ، وَجَعَلَ يَخْرُجُ مِنَ الْأَرْضِ كَهَيْئَةِ ٱلدُّخانِ ، فَأَتَاهُ أَبُو سُفْيَانَ ، فَقالَ : أَيْ مُحَمَّدُ ، إِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا ، فَٱدْعُ ٱللهَ أَنْ يَكْشِفَ عَنْهُمْ ، فَدَعَا ، ثُمَّ قالَ : (تَعُودُونَ بَعْدَ هٰذَا) . فِي حَدِيثِ مَنْصُورٍ : ثُمَّ قَرَأَ : «فَٱرْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخانٍ مُبِينٍ – إِلَى – عَائِدُونَ» . أَيُكْشَفُ عَذَابُ الآخِرَةِ ؟ فَقَدْ مَضَى : ٱلدُّخانُ ، وَٱلْبَطْشَةُ ، وَاللِّزَامُ . وَقالَ أَحَدُهُمْ : الْقَمَرُ . وَقالَ الآخَرُ : الرُّومُ .

[ر : ٩٦٢]

٣١٤ – باب : «يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى إِنَّا مُنْتَقِمُونَ» /١٦/

٤٥٤٨ : حدّثنا يَحْيٰى : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ مُسْلِمٍ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ قالَ : خَمْسٌ قَدْ مَضَيْنَ : اللِّزَامُ ، وَالرُّومُ ، وَالْبَطْشَةُ ، وَالْقَمَرُ ، وَٱلدُّخانُ .

[ر : ٩٦٢]

ان ابواب میں جو روایات بیان کی ہیں، ان پر کلام ماقبل میں گزر چکا ہے۔

٣١٥ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ حٰمٓ (الجَاثِيَةُ) .

«جَاثِيَةً» /٢٨/ : مُسْتَوْفِزِينَ عَلَى الرُّكَبِ .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «نَسْتَنْسِخُ» /٢٩/ : نَكْتُبُ . «نَنْسَاكُمْ» /٣٤/ : نَتْرُكُكُمْ .

جَاثِيَةً: مُسْتَوْفِزِينَ عَلَى الرُّكَبِ

آیت کریمہ میں ہے "وَتَرٰی کُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً" اور دیکھو گے تم ہر جماعت کو (خوف اور ہیبت کے سبب)

کہ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہیں، فرماتے ہیں جاثیة کے معنی گھٹنوں کے بل بیٹھنا، اِسْتِیْفَاز کہتے ہیں اس طرح بیٹھنا کہ معلوم ہو اٹھنے کے لئے بڑی جلدی اور بے قراری ہے ۔

وقال مجاهد: نَسْتَنْسِخُ: نَكْتُبُ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ " ہم (دنیا میں) تمہارے اعمال (فرشتوں سے) لکھواتے جاتے تھے، مجاہد فرماتے ہیں نَسْتَنْسِخُ کے معنی ہیں نَكْتُبُ: ہم لکھتے ہیں۔

نَنْسَاكُمْ: نَتْرُكُكُمْ

آیت کریمہ میں ہے "وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا " اور (ان منکرین سے) کہا جائے گا کہ آج ہم تم کو بھلادیں گے جیسے تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا۔ فرماتے ہیں کہ ننساکم کے معنی ہیں ہم تم کو (عذاب میں) چھوڑ دیں گے جیسا کہ تم نے اس دن کی ملاقات اور ایمان و عمل کو ترک کردیا تھا۔

٣١٦ – باب : «وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا ٱلدَّهْرُ» /٢٤/. الآيَةَ .

٤٥٤٩ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ : (قَالَ ٱللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : يُؤْذِينِي ٱبْنُ آدَمَ ، يَسُبُّ ٱلدَّهْرَ وَأَنَا ٱلدَّهْرُ ، بِيَدِي الأَمْرُ ، أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ)

[٥٨٢٧ – ٥٨٢٩ ، ٧٠٥٣]

اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ انسان مجھے ایذا دیتا ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ ایسا معاملہ کرتا ہے کہ اگر وہ معاملہ کسی انسان کے ساتھ کرے تو اس کو تکلیف اور ایذاء ہو چنانچہ علامہ قُرطُبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں.

"معناه، يخاطبني من القول بما يتأذى به من يجوز في حقه التأذي، والله مُنَزَّہ عن ان يصل اليه الاذى، وانما هذا

(۴۵۴۹) وایضاً اخرجه في الادب، باب لاتسبوا الدهر، رقم الحديث: ٦١٨١، وفي التوحيد، باب، قول الله عزوجل: يريدون ان يبدلوا كلام الله، رقم الحديث: ۷۴۹۱، واخرجه مسلم في الالفاظ من الادب وغيرها، باب النهي عن سب الدهر، رقم الحديث: ۲۲۴۶، واخرجه النسائي في السنن الكبرٰى في التفسير، باب سورة الجاثية، رقم الحديث: ۱/۱۱۴۸٦، واخرجه ابوداود في الادب، باب في الرجل يسب الدهر، رقم الحديث: ۵۲۷۴

من التوسع فی الکلام، والمراد ان من وقع ذلک منه تعرض لسخط اللّٰه " (۸)

وہ زمانہ کو گالی دیتا ہے حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں۔ یعنی میں ہی زمانہ کا خالق اور اس میں ہونے والے واقعات کا مدبر اور مصرف ہوں کیونکہ زمانے میں نہ تو حس ہے نہ شعور اور نہ ارادہ میں

"اَنَا الدَّھرُ" میں "الدھر" مشہور روایت کے مطابق مرفوع ہے اور مضاف محذوف ہے یعنی "انا خالق الدھر، ومُصَرِّفُ الدھر، ومالک الدھر" چنانچہ علامہ خَطَّابی فرماتے ہیں:

"معناہ: اَنَا صاحب الدھر، ومدبّر الامور التی ینسبونھا الی الدھر، فمن سب الدھر من اجل انہ فاعل ھذہ الامور، عاد سبہ الی ربہ الذی ھو فاعلھا" (۹)

بعض حضرات نے "انا الدھر" میں "الدھرَ" پر نصب بھی پڑھا ہے اس وقت یہ ظرف بنے گا، انا موجود مدۃ الدھر (۱۰)

٣١٧ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ حٰمٓ (الْأَحْقَافِ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «تُفِيضُونَ» /٨/ : تَقُولُونَ .

وَقَالَ بَعْضُهُمْ : أَثَرَةٍ وَأُثْرَةٍ وَ : «أَثَارَةٍ» /٤/ : بَقِيَّةٌ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ» /٩/ : لَسْتُ بِأَوَّلِ الرُّسُلِ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «أَرَأَيْتُمْ» /٤/ : هٰذِهِ الْأَلِفُ إِنَّمَا هِيَ تَوَعُّدٌ ، إِنْ صَحَّ ما تَدَّعُونَ لَا يَسْتَحِقُّ أَنْ يُعْبَدَ ، وَلَيْسَ قَوْلُهُ : «أَرَأَيْتُمْ» بِرُؤْيَةِ الْعَيْنِ ، إِنَّمَا هُوَ : أَتَعْلَمُونَ ، أَبَلَغَكُمْ أَنَّ ما تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ خَلَقُوا شَيْئًا ؟

تُفِيضُوْنَ: تَقُوْلُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "هُوَاَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُوْنَ فِيْهِ" تم قرآن کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہو اللہ اسے خوب جانتے ہیں، مجاہد فرماتے ہیں، تُفِيضُوْنَ کے معنی ہیں تم کہتے ہو۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ: اَثَرَةٍ وَاُثْرَةٍ، وَاَثَارَةٍ: بَقِيَّةٌ

آیت کریمہ میں ہے "اِئْتُوْنِي بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هٰذَا اَوْ اَثَارَةٍ مِنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ" (اے نبی

---

(۸) تکملة فتح الملهم: ۳۱۱/۴ و عمدة القاری: ۱۶۷/۱۹

(۹) معالم السنن للخطابی: ۱۱۸/۸ بتغییر الالفاظ، عمدة القاری: ۱۶۷/۱۹

(۱۰) معالم السنن: ۱۱۹/۸ و شرح مسلم للنووی: ۲۳۶/۲، کتاب الالفاظ من الادب باب النهی عن سب الدهر

آپ ان سے کہہ دیجئے کہ) میرے پاس کوئی (صحیح) کتاب لاؤ جو اس (قرآن) سے پہلے کی ہو (جس میں شرک کا حکم ہو) یا (اگر وہ کتاب نہ ہو تو) کوئی اور (معتبر) مضمون لاؤ اگر تم سچے ہو۔ فرماتے ہیں أَثَارَةٍ، أَثَرَةٍ اور أُثْرَةٍ کے معنی ہیں بَقِيَّةٍ: ہر شئ کا باقی ماندہ حصہ

بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ: لَسْتُ بِأَوَّلِ الرُّسُلِ

آیت کریمہ میں ہے "قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ" آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ (یہ معلوم کہ) تمہارے ساتھ (کیا کیا جائے گا) "بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ" کے معنی ہیں پہلا رسول، مَا كُنْتُ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ: میں پہلا رسول نہیں ہوں۔

وقال غیرہ: أَرَأَيْتُمْ، هٰذِهِ الْأَلِفُ إِنَّمَا هِيَ تَوَعُّدٌ

آیت میں ہے "قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ...." کہئے بھلا بتاؤ جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین میں کیا بنایا ہے یا ان کی شرکت ہے آسمانوں میں۔

فرماتے ہیں کہ "أَرَأَيْتُمْ" میں الف تنبیہ اور وعید کے لئے لایا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارا دعوی شرک صحیح ہو پھر بھی وہ اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ اس کی عبادت کی جائے کیونکہ جس چیز کے لئے نہ نقلی دلیل ہو نہ عقلی تو اس کو کیسے تسلیم کیا جائے، نقلی دلیل کسی آسمانی کتاب کی سند پیش کردو یا کوئی علمی اصول پیش کرو جو عقلی دلیل بن سکے تو تمہاری بات مانیں اور "أَرَأَيْتُمْ" میں رؤیت عین مراد نہیں بلکہ یہ رؤیت علم کے معنی میں ہے، اس کا مفہوم ہے کیا تم کو علم ہے، کیا تمہیں خبر ہے، بعض نے اس کا ترجمہ "أَخْبِرُونِي" سے بھی کیا ہے۔

٣١٨ – باب: «وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا أَتَعِدَانِنِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللّٰهَ وَيْلَكَ آمِنْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَيَقُولُ مَا هٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ» /١٧/ .

٤٥٥٠ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ قَالَ : كَانَ مَرْوَانُ عَلَى الْحِجَازِ ، اسْتَعْمَلَهُ مُعَاوِيَةُ ، فَخَطَبَ فَجَعَلَ يَذْكُرُ يَزِيدَ بْنَ

(۴۵۵۰) وھذا الحدیث لم یخرجہ احد من اصحاب الستۃ سوی البخاری

مُعَاوِيَةَ لِكَيْ يُبَايَعَ لَهُ بَعْدَ أَبِيهِ ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ شَيْئًا ، فَقَالَ : خُذُوهُ ، فَدَخَلَ بَيْتَ عائِشَةَ فَلَمْ يَقْدِرُوا ، فَقَالَ مَرْوَانُ : إِنَّ هٰذَا الَّذِي أَنْزَلَ ٱللّٰهُ فِيهِ : «وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا أَتَعِدَانِنِي» . فَقَالَتْ عائِشَةُ مِنْ وَرَاءِ ٱلْحِجَابِ : ما أَنْزَلَ ٱللّٰهُ فِينَا شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ ، إِلَّا أَنَّ ٱللّٰهَ أَنْزَلَ عُذْرِي .

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان بن الحکم کو حجاز کا امیر مقرر کیا تھا، انہوں نے ایک مرتبہ خطبہ دیا اور اس میں لوگوں سے حضرت معاویہؓ کے بعد ان کے بیٹے یزید کے ہاتھ پر بیعت کے لئے کہا، اس پر حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کچھ کہا، بعض روایت میں ہے کہ انہوں نے اس طریقہ کو قیصر و کسریٰ کا طریقہ کہہ کر اعتراض کیا کہ قیصر و کسریٰ کے ہاں باپ کے بعد بیٹے کی سلطنت قائم ہوتی تھی۔ (۱۱)

مروان ان کے اعتراض پر ناراض ہوئے اور کہا کہ ان کو پکڑو، حضرت عبدالرحمن حضرت عائشہؓ کے گھر میں چلے گئے اور ظاہر ہے ان کے گھر کسی کو جانے کی جرات نہیں ہوسکتی تھی اس لئے وہ ان کو پکڑ تو نہیں سکے البتہ کہنے لگے کہ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں قرآن کی یہ آیت اتری ہے "وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَا...."

حضرت عائشہؓ نے پردے کے پیچھے سے مروان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا، قرآن میں ہمارے متعلق صرف میری براءت نازل ہوئی ہے، اس طرح کی کوئی آیت ہمارے متعلق نہیں اتری۔

۳۱۹ – باب : قَوْلِهِ : «فَلَمَّا رَأَوْهُ عارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قالُوا هٰذَا عارِضٌ مُمْطِرُنَا بَلْ هُوَ ما ٱسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ رِيحٌ فِيهَا عَذابٌ أَلِيمٌ» /۲٤/ .

قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : عَارِضٌ : السَّحَابُ .

٤٥٥١ : حدّثنا أَحْمَدُ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ وَهْبٍ : أَخْبَرَنَا عَمْرٌو : أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ ، عَنْ سُلَيْمانَ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، قالَتْ : ما رَأَيْتُ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ ضَاحِكًا حَتَّى أَرَى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ ، إِنَّمَا كانَ يَتَبَسَّمُ . قالَتْ : وَكانَ إِذَا رَأَى غَيْمًا أَوْ رِيحًا عُرِفَ في وَجْهِهِ ، قالَتْ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوْا الْغَيْمَ فَرِحُوا ، رَجاءَ أَنْ يَكُونَ فِيهِ الْمَطَرُ ، وَأَرَاكَ إِذَا رَأَيْتَهُ عُرِفَ في وَجْهِكَ الْكَرَاهِيَةُ ؟ فَقَالَ : (يَا عائِشَةُ ، ما يُؤْمِنِي أَنْ يَكُونَ

---

(۱۱) عمدة القاری: ۱۶۹/۱۹، وفتح الباری: ۵۷۷/۸

فِيهِ عَذَابٌ؟ عُذِّبَ قَوْمٌ بِالرِّيحِ ، وَقَدْ رَأَى قَوْمٌ الْعَذَابَ ، فَقَالُوا : هٰذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا) .
[ر: ۳۰۳٤]

۳۲۰ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ مُحَمَّدٍ ﷺ .

«أَوْزَارَهَا» /٤/ : آثَامَهَا ، حَتَّى لَا يَبْقَى إِلَّا مُسْلِمٌ . «عَرَّفَهَا» /٦/ : بَيَّنَهَا .
وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا» /١١/ : وَلِيُّهُمْ . «عَزَمَ الْأَمْرُ» /٢١/ : جَدَّ الْأَمْرُ .
«فَلَا تَهِنُوا» /٣٥/ : لَا تَضْعُفُوا .
وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «أَضْغَانَهُمْ» /٢٩/ : حَسَدَهُمْ . «آسِنٍ» /١٥/ : مُتَغَيِّرٍ .

اَوْزَارَهَا: آثَامَهَا، حَتّٰى لَا يَبْقٰى اِلَّا مُسْلِمٌ

آیت میں "حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا" یہ یا تو "ضَرْبَ الرِّقَاب" کی غایت ہے یا "شَدُّ الْوَثَاق" کی اور یا "فَاِمَّامَنًّا بَعْدُ وَاِمَّافِدَاءً" کی غایت ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ احکام اس وقت تک باقی رہیں گے جب تک سب کے سب ختم نہ ہوجائیں اور صرف مسلمان باقی رہ جائیں، آیت میں "اَوْزَار" "وِزْر" کی جمع ہے جس کے معنی بوجھ کے آتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے "اَوْزَار" کی تفسیر آثام یعنی گناہوں سے کی ہے، اس صورت میں ترجمہ ہوگا "یہاں تک کہ جنگ اپنے گناہوں کو رکھ دے" یعنی جنگ ختم ہوجائے کیونکہ جب تک جنگ ہوتی رہتی ہے عام طور سے طرفین میں کوئی نہ کوئی ضرور گناہ کا ارتکاب کرتا رہتا ہے کہ ناحق اور باطل پر لڑ رہا ہوتا ہے اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ لڑنے والی قوم جنگ کے گناہوں کو ختم کردے بایں طور کہ کفر اور شرک سے توبہ کرلے چنانچہ علامہ عینی ان دونوں معنوں کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا: ای آثَامَهَا وَاَجْرَامَهَا، فیرتفع، وینقطع الحرب، لان الحرب لا یخلو من الاثم فی احد الجانبین، وقیل: معناه: حتی یضع القوم المحاربون اوزارها و آثامها، بان یتوبوا من کفرهم، ویؤمنوا باللہ ورسولہ" (۱۲)

لیکن جمہور مفسرین "اَوْزَارَهَا" کی تفسیر ہتھیار اور اسلحہ سے کرتے ہیں اور آیت کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ قتل و قتا ور قید و بند کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہے جب تک دشمن اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں۔ (۱۳)

---

(۱۲) عمدۃ القاری: ۱۶۱/۱۹

(۱۳) فتح الباری: ۵۶۹/۸

عَرَّفَهَا: بَيَّنَهَا

آیت کریمہ میں ہے "وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ" اس میں عرفها کے معنی ہیں بَيَّنَهَا یعنی ان کو جنت میں داخل کریگا جس کی ان کو پہچان کرادیگا (اور ہر جنتی اپنا گھر اور مقام پہچان لیگا)

مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا: وَلِيُّهُمْ

"ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَاَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ" یہ (مسلمانوں کی کامیابی اور کافروں کی تباہی) اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں ، فرماتے ہیں آیت میں مَوْلٰى بمعنی وَلِيٌّ ہے۔

عَزَمَ الْاَمْرُ: جَدَّ الْاَمْرُ

"فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ" پھر جب تاکید ہو کام کی تو اگر سچے رہے اللہ سے تو ان کا بھلا ہے۔ فرماتے ہیں عَزَمَ الْاَمْرُ کے معنی ہیں جَدَّ الْاَمْرُ: یعنی معاملہ پختہ ہوگیا.... علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

"یعنی ظاہر میں یہ لوگ فرمانبرداری کا اظہار اور زبان سے اسلام و احکام اسلام کا اقرار کرتے ہیں ، مگر کام کی بات یہ ہے کہ عملاً خدا اور رسول کا حکم مانیں اور بات اچھی اور معقول کہیں پھر جب جہاد وغیرہ میں کام کی تاکید اور زور آپڑے اس وقت اللہ کے سامنے سچے ثابت ہوں تو یہ صورت ان کی بہتری اور بھلائی کی ہوگی، حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں : یعنی حکم شرعی کو نہ ماننے سے کافر ہوجاتا ہے ، اللہ کا حکم ہر طرح ماننا ہی چاہیئے ، پھر رسول بھی جانتا ہے کہ نامردوں کو کیوں لڑوائے ہاں جب بہت ہی تاکید آپڑے اسی وقت لڑنا ضروری ہوگا، نہیں تو لڑنے والے بہت ہیں" ۔

فَلَا تَهِنُوا: لَا تَضْعُفُوا

آیت کریمہ میں ہے "فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا اِلَى السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ" تو (اے مسلمانو) تم (کفار کے مقابلہ میں) ہمت مت ہارو اور (ہمت ہار کر ان کو) صلح کی طرف مت بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم (حقیقتاً) مومن ہو، فرماتے ہیں آیت میں لاتهنوا کے معنی ہیں تم ضعیف و کمزور مت بنو

اَضْغَانَهُمْ: حَسَدَهُمْ

آیت کریمہ میں ہے "اَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ اَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ" جن لوگوں کے دلوں میں مرض (نفاق) ہے (اور اس کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں) کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کی دلی عداوتوں کو ظاہر نہ کرے گا، فرماتے ہیں آیت کریمہ میں اَضْغَانَھُمْ کے معنی ہیں ان کا حسد، بغض

آسِنٍ: مُتَغَیِّرٍ

آیت کریمہ میں ہے "فِیْھَآ اَنْھٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ آسِنٍ" اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جس میں ذرا تغیر نہیں ہوگا، فرماتے ہیں آیت کریمہ میں آسِنٍ بمعنی مُتَغَیِّرٍ ہے یعنی اس پانی کے رنگ بو اور ذائقہ میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوگا۔

٣٢١ – باب : «وَتُقَطِّعُوا أَرْحامَكُمْ» /٢٢/ .

٤٥٥٢ : حدّثنا خالِدُ بْنُ مخلَدٍ : حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ قالَ : حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي مُزَرِّدٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (خَلَقَ ٱللّٰهُ الْخَلْقَ ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قامَتِ الرَّحِمُ ، فَأَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ ، فَقَالَ لَهُ : مَهْ ، قالَتْ : هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ ، قالَ : أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ ؟ قالَتْ : بَلَى يَا رَبِّ ، قالَ : فَذَاكِ) . قالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : اقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ : «فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحامَكُمْ» .

حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ : حَدَّثَنَا حاتِمٌ ، عَنْ مُعَاوِيَةَ قالَ : حَدَّثَنِي عَمِّي أَبُو الْحُبَابِ سَعِيدُ بْنُ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهٰذَا ، ثُمَّ قالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (اقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ : «فَهَلْ عَسَيْتُمْ») .

حدّثنا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللّٰهِ : أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي الْمُزَرِّدِ بِهٰذَا ، قالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (وَاقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ : «فَهَلْ عَسَيْتُمْ») . [٥٦٤١ ، ٥٦٤٢ ، ٧٠٦٣]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کی پیدائش سے فارغ ہوا تو رحم یعنی رشتہ داری نے کھڑے ہوکر اللہ جل شانہ کے دامن کو پکڑا، اللہ جل شانہ نے اس سے فرمایا کہ کیا ہے؟ عرض کیا قطع رحمی سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، اللہ جل شانہ نے ارشاد

(۴۵۵۲) وایضاً فی التفسیر، باب وربک فکبر، رقم الحدیث: ۴۶۳۱، ۴۶۳۲، وفی الادب، باب من وصل وصلہ اللہ، رقم الحدیث: ۵۹۸۷، (مع الفتح)، وفی التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: یریدون ان یبدلوا کلام اللہ، رقم الحدیث: ۷۵۰۲، (مع الفتح)، واخرجہ النسائی فی التفسیر، باب قولہ تعالیٰ: فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم، رقم الحدیث: ۱/۱۱۴۹۷، واخرجہ مسلم فی الاداب، باب الصلۃ وتحریم قطیعتھا رقم الحدیث: ۲۵۵۴

فرمایا کہ کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جو تجھ کو جوڑے میں اس کو جوڑوں اور جو تجھ کو توڑے میں اس کو توڑوں، اس نے کہا "کیوں نہیں" اللہ جل شانہ نے فرمایا "ایسا ہی ہوگا" حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو "فَهَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ...."

فَلَمَّا فَرَغَ مِنۡهُ، قَامَتِ الرَّحِمُ

رحم رحمت سے مشتق ہے، قرابت اور رشتہ داری کو کہتے ہیں، قرابت عرض ہے یہاں اس کی طرف قیام کی نسبت کی ہے، ممکن ہے اللہ جل شانہ نے اس کو جسم میں کردیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ فرشتہ نے کھڑے ہوکر اس کی ترجمانی کی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کلام اپنے حقیقی معنوں میں نہ ہو بطور تشبیہ و تمثیل ہو جیساکہ آگے آرہا ہے۔

فَاَخَذَتۡ بِحَقۡوِ الرَّحۡمٰنِ

حَقۡو (حاء کے فتحہ اور قاف کے سکون کے ساتھ) معقد ازار کو کہتے ہیں یعنی ازار باندھنے کی جگہ اور ازار پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، یہ جملہ اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہے کیونکہ اللہ جل شانہ ازار اور معقد ازار وغیرہ چیزوں سے پاک اور منزہ ہیں، بلکہ یہ کلام اھل عرب کی ایک مخصوص تعبیر کو پیش نظر رکھ کر کیاگیا ہے۔

عرب کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی شخص کسی کی پناہ میں آتا، یا اس کی مدد کا خواہاں ہوتا تو اپنے مقصد کی اہمیت کے پیش نظر وہ اس کے لئے یہ طریقہ اختیار کرتا کہ اس شخص کے حقوازار پر دونوں ہاتھ رکھتا جس کی مدد درکار ہوتی یا وہ جس کی پناہ میں آنا چاہتا، اس طرح وہ متوجہ ہوتا۔

یہاں جس بات کو بیان کرنا مقصود ہے اس کو عرب ہی کے طرز کلام کی مثالی صورت میں واضح کیاگیا ہے چنانچہ رشتہ داری کا اپنے قطع سے اللہ تعالی کی پناہ مانگنے کے مفہوم کو بطور استعارہ مذکورہ عبارت میں بیان کیاگیا ہے ورنہ لغوی طور پر یہ الفاظ اپنے حقیقی معنی میں یہاں صادق نہیں آتے ہیں۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے اھل عرب کے ہاں جب کسی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ "یداہ مبسوطتان" تو اس سے مراد اس کی سخاوت اور فیاضی کو ظاہر کرنا ہوتا ہے، خواہ اس کے ہاتھ ہی نہ ہوں یا ایسی ذات ہو جس کے لئے ہاتھوں کا وجود ہی محال ہو جیسے حق تعالی شانہ ہیں۔

خلاصہ یہ کہ کلامِ عرب میں بہت سارے الفاظ ایسے مستعمل ہیں کہ وہ اپنے حقیقی معنوں میں نہیں ہوتے بلکہ دوسرے مفہوم میں ہوتے ہیں اور چونکہ قرآن کا نزول اور احادیث نبویؐ کا صدور عرب ہی کے طرز کلام، ان کے اسلوب اور ان کے محاورے کے مطابق ہوا ہے اس لئے قرآن اور حدیث میں اس قسم کے الفاظ جن پر متشابہات کا اطلاق ہوتا ہے، ان کی تاویل اور وضاحت میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے، رشتہ

داری ایک معنی ہے اس کے لئے قیام کرنا، پناہ مانگنا، جوڑنا اور کاٹنا یہ تمام الفاظ بطور تمثیل و تشبیہ کے ہیں جس سے اس بات کو واضح کرنا ہے کہ رحم گویا ایک ہستی ہے یا ایک ایسے شخص کی طرح ہے جو کھڑا ہو اور حق تعالی کی عظمت کا دامن پکڑ کر پناہ کا طلب گار ہو، اس سے رشتہ داری و قرابت کی فضیلت کو ثابت کرنا اور قطع رحمی کی مذمت کرنا مقصود ہے، چنانچہ علامہ طیبی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

وهذا القول مبنی علی الاستعارة التمثیلیة، کأنه شبه حالة الرحم وما هی علیه من الافتقار الی الصلة والذب عنها بحال مستجیر، یأخذبحقو المستجار به، ثم اسند علی سبیل الاستعارة التخییلیة ماهولازم المشبه به من القیام، فیکون قرینة مانعة من إرادة الحقیقة، ثم رشحت الاستعارة بالقول والأخذ وبلفظ الحقو فهواستعارة اخری (۱۴)

روایت کے آخر میں یہ آیت ہے "فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ" حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے "تَوَلَّيْتُمْ" کا ترجمہ حکومت مل جانے سے کیا ہے ان کا ترجمہ ہے "پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں" مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس کے تحت لکھتے ہیں۔

"یعنی حکومت و اقتدار کے نشے میں لوگ عموماً اعتدال و انصاف پر قائم نہیں رہا کرتے، دنیا کی حرص اور زیادہ بڑھ جاتی ہے، پھر جاہ و ملال کی کشمکش اور غرض پرستی میں جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں، جن کا آخری نتیجہ ہوتا ہے عام فتنہ و فساد اور ایک دوسرے سے قطع تعلق۔"

دوسرے علماء "تولی" کو بمعنی اعراض لے کر یوں مطلب لیتے ہیں کہ اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے اعراض کروگے تو ظاہر ہے دنیا میں امن و انصاف قائم نہیں ہوسکتا اور جب دنیا میں امن و انصاف قائم نہیں ہوسکتا تو ظاہر ہے فساد، بدامنی اور حق ناشناسی کا دور دورہ ہوگا۔

اور بعض نے اس طرح تفسیر کی ہے کہ اگر تم ایمان لانے سے اعراض کروگے تو زمانۂ جاہلیت کی کیفیت عود کر آئے گی جو خرابیاں اور فساد اس وقت تھے اور ادنیٰ ادنیٰ بات پر رشتے ناتے قطع ہوجاتے تھے، وہ ہی سب نقشہ پھر قائم ہوجائے گا۔

اور اگر آیت میں خاص منافقین سے خطاب مانا جائے تو ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر جہاد سے اعراض کروگے تو تم سے یہی توقع کی جاسکتی ہے کہ اپنی منافقانہ شرارتوں سے ملک میں خرابی مچاؤ گے اور جن مسلمانوں سے تمہاری قرابتیں ہیں ان کی مطلق پروا نہ کرتے ہوئے کھلے کافروں کے مددگار بنوگے" (۱۵)

---

(۱۴) دیکھیے شرح الطیبی: ۱۵۴/۹، کتاب الآداب، باب البر والصلة بتغییر الالفاظ، وعمدة القاری: ۱۶۳/۱۹

(۱۵) دیکھیے تفسیر عثمانی: ٦٧٦ فائدہ نمبر ۷

٣٢٢ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْفَتْحِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ» /٢٩/ : السَّحْنَةُ ، وَقَالَ مَنْصُورٌ ، عَنْ مُجَاهِدٍ : التَّوَاضُعُ . «شَطْأَهُ» /٢٩/ : فِرَاخَهُ . «فَاسْتَغْلَظَ» /٢٩/ : غَلُظَ . «سُوقِهِ» /٢٩/ : السَّاقُ حَامِلَةُ الشَّجَرَةِ .

وَيُقَالُ : «دَائِرَةُ السَّوْءِ» /٦/ : كَقَوْلِكَ : رَجُلُ السَّوْءِ ، وَدَائِرَةُ السُّوءِ : الْعَذَابُ . «تُعَزِّرُوهُ» /٩/ : تَنْصُرُوهُ . «شَطْأَهُ» شَطْءُ السُّنْبُلِ ، تُنْبِتُ الْحَبَّةُ عَشْرًا ، أَوْ ثَمَانِيًا ، وَسَبْعًا ، فَيَقْوَى بَعْضُهُ بِبَعْضٍ ، فَذَاكَ قَوْلُهُ تَعَالَى : «فَآزَرَهُ» /٢٩/ : قَوَّاهُ ، وَلَوْ كَانَتْ وَاحِدَةً لَمْ تَقُمْ عَلَى سَاقٍ ، وَهُوَ مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ إِذْ خَرَجَ وَحْدَهُ ، ثُمَّ قَوَّاهُ بِأَصْحَابِهِ ، كَمَا قَوَّى الْحَبَّةَ بِمَا يَنْبُتُ مِنْهَا .

سِيْمَاهُمْ فِی وُجُوْهِهِمْ: السَّحْنَةُ

آیت میں ہے "سِیْمَاهُمْ فِی وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ" سجدوں کی تاثیر سے ان کے چہروں پر آثار نمایاں ہیں، اس میں "سِیْمَا" کا ترجمہ امام نے اَلسَّحْنَةُ سے کیا ہے جس کے معنی جلد کی نرمی اور تازگی کے آتے ہیں، سین کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے ۔

منصور نے مجاہد سے اس کے معنی تواضع کے نقل کئے ہیں یعنی سجود کے اثر سے ان کے چہروں میں عاجزی، انکساری اور تواضع نمایاں ہوتی ہے ۔

اور تیسرا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سجدے کے اثر کی وجہ سے ان کے چہروں میں سجدے کے نشان ہوتے ہیں۔

فَاسْتَغْلَظَ: غَلُظَ

آیت کریمہ میں ہے "فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهِ" فرماتے ہیں اس میں اِسْتَغْلَظَ کے معنی ہیں غَلُظَ: یعنی موٹا ہوا۔

شَطْأَهٗ: فِرَاخَهٗ

"كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَهٗ" ابتداءً پودے کی جو سوئی نکلتی ہے اسے شطأ کہتے ہیں۔

دَائِرَةُ السَّوْءِ: كقولك: رَجُلُ السَّوْءِ، وَدَائِرَةَ السُّوْءِ: الْعُذَابُ

آیت میں ہے "عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ" اس میں دائرۃ السوء سے عذاب مراد ہے: بری گردش، "سَوء" اگر سین کے فتحہ کے ساتھ ہو تو مضاف الیہ واقع ہوتا ہے۔

تُعَزِّرُوْهُ: تَنْصُرُوْهُ

آیت کریمہ میں ہے "لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ" اس میں تُعَزِّرُوْهُ کے معنی ہیں تم ان کی مدد کرو۔

شَطْأَهُ: شَطْءُ السُّنْبُلِ، تُنْبِتُ الْحَبَّةُ عَشْرًا.... فَيُقَوِّيْ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ

"أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ" فرماتے ہیں کہ "شَطْأَهُ" میں ضمیر "سنبل" کی طرف راجع ہے سنبل یعنی بالی کی سوئی.... ایک دانہ کبھی دس، کبھی آٹھ اور کبھی سات بالیاں اور شاخیں اگاتا ہے، پھر ہر ایک سے دوسرے کو تقویت پہنچتی ہے، اسی کا ذکر "فَآزَرَهُ" میں اللہ تعالیٰ نے کیا ہے جس کے معنی "قَوَّاهُ" کے ہیں اگر ایک ہی بالی نمودار ہوتی تو وہ ایک تنے پر قائم نہ رہ سکتی۔

یہ مثال اللہ جل شانہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیان فرمائی ہے کہ ابتدا میں تو آپ تنہا نکلے تھے پھر اللہ جل شانہ نے صحابہ کے ذریعہ سے آپ کو مضبوط اور قوی بنایا جیسا کہ دانہ کو اللہ نے ان چیزوں سے قوت دی جو دانہ سے اگتی ہیں۔

٣٢٣ – باب : «إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا» /١/.

٤٥٥٣ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ كانَ يَسِيرُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ ، وَعُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ يَسِيرُ مَعَهُ لَيْلاً ، فَسَأَلَهُ عُمَرُ آبْنُ الخَطَّابِ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ : ثَكِلَتْ أُمُّ عُمَرَ ، نَزَرْتَ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، كُلَّ ذٰلِكَ لَا يُجِيبُكَ ، قالَ عُمَرُ : فَحَرَّكْتُ بَعِيرِي ثُمَّ تَقَدَّمْتُ أَمامَ النَّاسِ ، وَخَشِيتُ أَنْ يُنْزَلَ فِيَّ القُرْآنُ ، فَمَا نَشِبْتُ أَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِي ، فَقُلْتُ : لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ نَزَلَ فِيَّ قُرْآنٌ ، فَجِئْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ، فَقَالَ : (لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُورَةٌ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ

عَلَيْهِ الشَّمْسُ. ثُمَّ قَرَأَ: «إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا». [ر : ٣٩٤٣]

٤٥٥٤ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : سَمِعْتُ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : «إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا». قالَ : الحُدَيْبِيَةُ. [ر : ٣٩٣٩]

٤٥٥٥ : حدّثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ ٱبْنِ مُغَفَّلٍ قالَ : قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ سُورَةَ الْفَتْحِ ، فَرَجَّعَ فِيهَا. قالَ مُعَاوِيَةُ : لَوْ شِئْتُ أَنْ أَحْكِيَ لكُمْ قِرَاءَةَ النَّبِيِّ ﷺ لَفَعَلْتُ. [ر : ٤٠٣١]

٣٢٤ – باب : قَوْلُهُ : «لِيَغْفِرَ لَكَ ٱللهُ ما تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَما تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا» /٢/.

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ فتح نعمتِ خداوندی ہے اور نعمت پر شکر مرتب ہونا چاہیئے ، یہاں شکر کے بجائے مغفرت کو مرتب کیا گیا ہے ۔

حضرت انور شاہ کشمیری صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شاید شکر اور مغفرت کے درمیان کوئی معنوی مناسبت ہے ، اس مناسبت کی وجہ سے ایک کو دوسری کی جگہ رکھتے ہیں ، نماز کے بعد استغفار کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ وہ موقع شکر کا ہے ، دوسری بات یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے حق میں دنیا اور آخرت کی نعمتیں توامین کی شکل میں ہوتی ہیں ، وہ دنیوی نعمت کے ساتھ ساتھ اخروی نعمت سے بھی سرفراز کئے جاتے ہیں ، چنانچہ فتح مکہ کا ذکر آیت میں کیا گیا جو ایک دنیوی نعمت ہے تو اس کے ساتھ ساتھ اخروی نعمت کا بھی ذکر کیا گیا کہ ہم نے آپ کو مغفور قرار دیا۔ (۱۶)

لیکن یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر فتح مکہ دنیوی نعمت ہے اور اس کے ساتھ اخروی نعمت مغفرت کا ذکر کیا جارہا ہے تو پھر یہ لام تعلیل کس لئے ہے ؟

امام رازی رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا کہ دراصل فتح مکہ حج کا سبب ہی فتح مکہ سے قبل مسلمانوں کے لئے حج کرنا ممکن نہ تھا کہ مشرکین کا وہاں تسلط تھا ، فتح مکہ کے بعد حج کا راستہ کھل گیا اور حج سبب ہے مغفرت ذنوب کے لئے ، اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے "اِنَّا فَتَحْنَالَکَ...." کے بعد "....لِیَغْفِرَلَکَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ" کا ذکر فرمایا (۱۷)

اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "فتح مبین کے اس مغفرت کے لئے سبب ہونے کی وجہ

---

(۱۶) دیکھیے فیض الباری: ۳/۲۲۳

(۱۷) تفسیر کبیر: ۲۸/۷۸

یہ ہے کہ اس فتح مبین سے بہت لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں گے اور اسلام کی دعوت کا عام ہوجانا آپ کی زندگی کا مقصد عظیم اور آپ کے اجر و ثواب کو بہت بڑھانے والا ہے اور اجر و ثواب کی زیادتی سبب ہوتی ہے کفارہ سیئات کی" (۱۸)

بعض حضرات نے کہا کہ یہاں درحقیقت عبارت محذوف ہے اور وہ ہے "اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا، فَاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡبِکَ لِیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ" (۱۹)

حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ آیت دنیوی اور اخروی نعمتوں کے لئے جامع ہے، دنیوی نعمتوں کی پھر دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہوتی ہیں جن کا تعلق دین سے بھی ہوتا ہے اور دوسری وہ جو خالص دنیوی شمار ہوتی ہیں "وَیَهۡدِیَکَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا" میں اللہ تعالیٰ نے اس دنیوی نعمت کا ذکر کیا ہے جس کا دین سے تعلق ہے۔ صراط مستقیم کی ہدایت بہت بڑی نعمت ہے اور یہ دنیا میں عطا کی گئی ہے لیکن اس کا تعلق دین سے ہے کہ اس سے انسان کے دین کی حفاظت ہوتی ہے "وَیَنۡصُرَکَ اللّٰہُ نَصۡرًا عَزِیۡزًا" میں اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کا ذکر کیا ہے جو ظاہراً دنیا ہی سے متعلق ہے اور خالصاً دنیا سے اس کا ربط ہے۔

اخروی نعمتوں کی بھی دو قسمیں ہیں ایک ثبوتیہ اور دوسری سلبیہ "لِیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ...." میں نعم اخرویہ سلبیہ کا ذکر ہے "وَیُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَیۡکَ" میں نعم اخرویہ ثبوتیہ کا ذکر ہے، اس میں ان نعمتوں کی طرف اشارہ ہے جن کا حدیث میں ذکر ہے "مالا عین رأت، ولا اذن سمعت، ولا خطر علی قلب بشر" اس میں اللہ کی رضا بھی داخل ہے، اللہ جل شانہ کی رؤیت اور دیدار بھی شامل ہے (۲۰)

٤٥٥٦ : حدّثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : حَدَّثَنَا زِيَادٌ ، هُوَ ٱبْنُ عِلَاقَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ الْمُغِيرَةَ يَقُولُ : قامَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى تَوَرَّمَتْ قَدَماهُ ، فَقِيلَ لَهُ : غَفَرَ ٱللَّهُ لَكَ ما تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَما تَأَخَّرَ ، قالَ : (أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا) . [ر : ١٠٧٨]

٤٥٥٧ : حدّثنا الحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللَّهِ بْنُ يَحْيَىٰ : أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ ، عَنْ أَبِي ٱلْأَسْوَدِ : سَمِعَ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْها : أَنَّ نَبِيَّ ٱللَّهِ ﷺ كانَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ حَتَّى تَتَفَطَّرَ قَدَماهُ ، فَقَالَتْ عائِشَةُ : لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يا رَسُولَ ٱللَّهِ ، وَقَدْ غَفَرَ ٱللَّهُ لَكَ ما

---

(۱۸) بیان القرآن: ۲/۲۸ (جلد ۱۱)۔

(۱۹)

(۲۰)

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قالَ : (أَفَلَا أُحِبُّ أَنْ أَكُونَ عَبْدًا شَكُورًا) . فَلَمَّا كَثُرَ لَحْمُهُ صَلَّى جالِسًا ، فَإِذا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ ، قامَ فَقَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ .

فَلَمَّا كَثُرَ لَحْمُهُ، صَلّٰی جَالِسًا

داودی نے اس پر اشکال کیا ہے کہ صحیح "فَلَمَّا بَدَّنَ" ہے، بدن کے معنی آتے ہیں اَسَنَّ جب آپ کی عمر زیادہ ہوگئی، راوی نے روایت بالمعنی کرتے ہوئے اپنی طرف سے "بدن" کا ترجمہ "کثرلحمہ" سے کیا ہے، ابن جوزی نے بھی اس پر اشکال کیا اور کہا کہ "کثرلحمہ" درست نہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں سے کسی نے بھی یہ نقل نہیں کیا کہ آپ فربہ اندام تھے اور آپ فربہ اندام کیسے ہوسکتے ہیں کہ دن میں کبھی دو مرتبہ آپ نے جو کی روٹی سیر ہوکر تناول نہیں فرمائی ہے، لہذا ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ راوی نے اپنی طرف سے "بدن" کو "کثرلحمہ" سے تعبیر کیا۔

حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ راوی پر اس قسم کا گمان کرنا خلاف ظاہر ہے، ابن جوزی کا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن میں کبھی دو مرتبہ سیر ہوکر کھانا نہیں کھایا اس لئے آپ فربہ اندام نہیں ہوسکتے محل نظر ہے، کیونکہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں شمار کیا جاتا ہے، بھوک کے باوجود آپؐ ایک رات میں نوازواج مطہرات کے پاس جاتے تو بھوک کے ساتھ اگر یہ ممکن ہے تو قلت طعام کے باوجود جسم اطہر میں کثرت لحم کیونکر ناممکن ہوسکتا ہے، چنانچہ ابن جوزی کے استدلال پر رد کرتے ہوئے حافظ لکھتے ہیں۔

وفی استدلاله بانه لم یشبع من خبز الشعیر نظر، فانه یکون من جملة المعجزات، کمافی کثرة الجماع، وطوافه فی اللیلة الواحدة علی تسع، واحدی عشرة مع عدم الشبع، وضیق العیش، وای فرق بین کثیر المنی مع الجوع وبین وجود کثرة اللحم فی البدن مع قلة الاکل (٢١)

اس لئے روایت میں "فلما کثرلحمہ" کو غلط کہنا اور راوی کی بدفہمی قرار دینا درست نہیں ہے، ہاں البتہ اتنی بات ہے کہ آپ کے جسم مبارک میں فربہی ایسی نہیں تھی کہ جس سے آپ کے حسن وجمال میں کمی اور خلل واقع ہو۔

٣٢٥ - باب : «إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا» /٨/ .

٤٥٥٨ : حدَّثَنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ هِلَالِ بْنِ

---

(٢١) فتح الباری: ٨/٥٨٥

أَبِي هِلَالٍ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ هٰذِهِ الآيَةَ الَّتِي فِي الْقُرْآنِ : «يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا» . قَالَ فِي التَّوْرَاةِ : يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا ، وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ ، أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي ، سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ ، لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ ، وَلَا سَخَّابٍ بِالْأَسْوَاقِ ، وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَةَ بِالسَّيِّئَةِ ، وَلٰكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ ، وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ ، بِأَنْ يَقُولُوا : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، فَيَفْتَحَ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا ، وَآذَانًا صُمًّا ، وَقُلُوبًا غُلْفًا . [ر : ٢٠١٨]

ابوذر اور ابوعلی بن سکن کی روایت میں عبداللہ بن مسلمہ ہیں (۲۲) ان کے علاوہ باقی روایات میں ”عبداللہ“ ہے والد کا نام مذکور نہیں، ابوعلی جیانی نے کہا کہ یہ عبداللہ بن صالح ہیں، حافظ مزی نے اس کو ترجیح دی ہے وجہ ترجیح انہوں نے یہ ذکر کی کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے بعینہ یہ حدیث اپنی کتاب ”الادب المفرد“ میں ”عبداللہ بن صالح عن عبدالعزیز“ کی سند سے نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی عبداللہ سے عبداللہ بن صالح مراد ہیں۔ (۲۳)

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا اس روایت کو ”عبداللہ بن صالح“ سے نقل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہاں بخاری میں بھی اسی سے نقل کیا ہے کیونکہ بسا اوقات ایک ہی روایت دو مختلف شیوخ سے امام نقل کرتے ہیں (۲۴) یہ روایت کتاب البیوع میں گزر چکی ہے۔ (۲۵)

٣٢٦ – باب : «هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ» /٤/.

٤٥٥٩ : حدّثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَيْنَمَا رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَقْرَأُ ، وَفَرَسٌ لَهُ مَرْبُوطٌ فِي الدَّارِ ، فَجَعَلَ يَنْفِرُ ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ فَنَظَرَ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا ، وَجَعَلَ يَنْفِرُ ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : (السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْآنِ) . [ر : ٣٤١٨]

اس روایت میں جس شخص کا واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ مشہور صحابی حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ہیں، سکینہ کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں، مشہور قول یہ ہے کہ سکینہ ایک معنوی شئی ہے جو

---

(۲۲) فتح الباری: ۸/۵۸۵

(۲۳) فتح الباری: ۸/۵۸۵ و عمدة القاری: ۱۹/۱۶۸

(۲۴) فتح الباری: ۸/۵۸۵

(۲۵) دیکھیے صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کراهة السخب فی السوق

سکون اور اطمینان کی کیفیت لئے ہوئی انسان پر اللہ جل شانہ کی طرف سے نازل ہوتی ہے ۔ (۲۶)

بعضوں نے کہا کہ یہ سات فرشتوں کی ایک جماعت کا نام ہے ۔ (۲۷)

علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ایک خاص مخلوق ہوتی ہے جس کے اندر طمانینت اور رحمت ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ملائکہ کی جماعت بھی ہوتی ہے ۔ (۲۸)

امام راغب نے فرمایا کہ یہ فرشتہ ہوتا ہے جو مومن کے دل کو سکون اور اطمینان پہنچاتا ہے ۔ (۲۹)

ایک قول یہ بھی ہے کہ سکینہ دل سے رعب و خوف کے ختم ہونے کا نام ہے ۔ (۳۰)

٣٢٧ – باب : «إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ» /١٨/ .

٤٥٦٠ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ جابِرٍ قالَ : كُنَّا يَوْمَ الحُدَيْبِيَةِ أَلْفًا وَأَرْبَعَمِائَةٍ . [ر : ٣٣٨٣]

٤٥٦١ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا شَبَابَةُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتادَةَ قالَ : سَمِعْتُ

---

(۲۶) دیکھیے تفسیر روح المعانی: ۱۳ / ۱۱۲

(۲۷)

(۲۸) مجمع بحار الانوار: ۳/۹۳ وشرح مسلم للنووی: ۱/ ۲٦٨، کتاب فضائل القرآن، باب نزول السکینۃ لقراءۃ القرآن۔

(۲۹) المفردات للراغب: ۲۳۷

(۳۰) المفردات للراغب: ۲۳۷ وقال ابن الاثیر فی النهایة فی غریب الحدیث: ٢ / ٣٨٦: السکینة التی ذکرها اللّٰه فی کتابه العزیز، قیل فی تفسیرها انها حیوان له وجه کوجه الانسان مجتمع، وسائرها خلق رقیق کالریح والهواء، وقیل: هی صورة کالهرة کانت معهم فی جیوشهم، فاذا ظهرت، انهزم اعداؤهم، وقیل: هی ماکانوا یسکنون الیه من الایات التی اعطیها موسٰی علیه السلام.... وفی مجمع بحار الانوار: ۳/۹۳: المختار انها شئی من مخلوقاته فیه طمانینة ورحمة، ومعه ملائکة، وقیل: الاظهر انها الملائکة، وقیل: هو مایحصل به السکون، وصفاء القلب، وذهاب الظلمة النفسانیة، ونزول ضیاء الرحمة، وحصول الذوق– وقیل، وقیل وقیل، وقال الشوکانی رحمه اللّٰه بعد سرد الاقوال المختلفة: ”هذه التفاسیر المتناقضة وانظر الی جعلهم تارة حیوانا، وتارة جمادا، وتارة شیئا لا یعقل.... ولا یصح ان یکون مثل هذه التفاسیر المتناقضة مرویا عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم.... اذا تقرر لک هذا عرفت ان الواجب الرجوع فی مثل ذلک الی معنی السکینة لغة، وهو معروف، ولا حاجة الی رکوب هذه الامور المتعسفة المتناقضة“ (وانظر فتح القدیر: ۱ / ۲۲۷ – سورة البقرة)۔

(۴۵٦۱) وایضاً فی الذبائح والصید، باب الخذف والبندقة، رقم الحدیث: ۵۴۷۹، وفی کتاب الادب، باب النهی عن الخذف، رقم الحدیث: ٦٢٢٠، واخرجه مسلم فی الذبائح، باب اباحة الارنب، رقم الحدیث: ۸۹۵۳، واخرجه ابوداؤد فی الادب، باب فی الخذف، رقم الحدیث: ۵۲۷۰، واخرجه ابن ماجه فی الصید، باب النهی عن الخذف، رقم الحدیث: ٣٢٢٦، ٣٢٢٧

والروایة الثانیة اخرجها الترمذی، باب ماجاء فی کراهیة البول فی المغتسل رقم الحدیث: ۲۱، واخرجها ابوداؤد، کتاب الطهارة رقم الحدیث: ۲۷ واخرجها ابن ماجه، باب کراهیة البول فی المغتسل رقم الحدیث: ۳۰۳ واخرجها النسائی فی الطهارة، باب کراهیة الموت فی المستحم ۱/۱۵

عُقْبَةَ بْنَ صُهْبَانَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ : إِنِّي مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ ، نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الخَذْفِ .

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ صُهْبَانَ قالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ الْمُغَفَّلِ الْمُزَنِيَّ : فِي الْبَوْلِ فِي الْمُغْتَسَلِ .

[٥٨٦٦ ، ٥١٦٢]

اس حدیث میں "إِنِی مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ" کا تعلق ترجمۃ الباب سے ہے، اس کے بعد دو حدیثیں ایک مرفوع اور دوسری موقوف ذکر کی ہیں اور دونوں کا تعلق ترجمۃ الباب سے نہیں ہے، حدیث مرفوع ہے "نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن الخذف" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکری پھینکنے سے منع فرمایا، یہ حدیث امام بخاری نے آگے کتاب الادب میں تفصیلاً نقل کی ہے، یہ حدیث مرفوع عقبہ بن صُہبان حضرت عبداللہ بن مغفل ؓ سے بطریق عنعنہ نقل کررہے ہیں۔

اس کے بعد امام نے دوسری حدیث موقوف ذکر کی، عقبہ بن صُہبان فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مغفل کوسنا غسل خانے میں پیشاب کے بارے میں (کہ اس سے منع کیا گیا ہے) امام بخاری اس حدیث موقوف کو ذکر کرکے بتانا چاہتے ہیں کہ عقبہ بن صہبان کی عبداللہ بن مغفل سے سماع کی تصریح منقول ہے کیونکہ اس میں "سمعتُ عبدالله بن المغفل" کے الفاظ ہیں، اس حدیث موقوف کے بارے میں علامہ عینی فرماتے ہیں:

"وهذا أخرجه اصحاب السنن الأربعة، عن الحسن، عن عبدالله بن مغفل، ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى ان يبول الرجل في مستحمه، وقال: ان عامة الوسواس منه، وهذا لفظ الترمذي، أخرجه في الطهارة عن علي بن حجر، وأخرجه ابوداؤد فيه عن احمد بن حنبل.... وأخرجه النسائي فيه عن علي بن حجر، وأخرجه ابن ماجه فيه عن محمد بن يحيى" (*)

٤٥٦٢ : حدّثني مُحَمدُ بْنُ الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ خالِدٍ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، وَكانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ .

[ر : ٣٩٣٨]

٤٥٦٣ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحٰقَ السُّلَمِيُّ : حَدَّثَنَا يَعْلَى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ سِيَاهٍ ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ قالَ : أَتَيْتُ أَبَا وَائِلٍ أَسْأَلُهُ . فَقَالَ : كُنَّا بِصِفِّينَ ، فَقَالَ رَجُلٌ : أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُدْعَوْنَ إِلَى كِتَابِ ٱللهِ ، فَقَالَ عَلِيٌّ : نَعَمْ ، فَقَالَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ : اتَّهِمُوا

(*) عمدة القاری: ١٩/١٧٩

أَنْفُسَكُمْ ، فَلَقَدْ رَأَيْتُنَا يَوْمَ الحُدَيْبِيَةِ ، يَعْنِي الصُّلْحَ الَّذِي كانَ بَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ وَالْمُشْرِكِينَ ، وَلَوْ نَرَىٰ قِتَالاً لَقَاتَلْنَا ، فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ : أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ ، أَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الجَنَّةِ ، وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ؟ قالَ : (بَلَى) . قالَ : فَفِيمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا وَنَرْجِعُ ، وَلَمَّا يَحْكُمِ اللهُ بَيْنَنَا ؟ فَقَالَ : (يَا ابْنَ الخَطَّابِ ، إِنِّي رَسُولُ اللهِ ، وَلَنْ يُضَيِّعَنِي اللهُ أَبَدًا) . فَرَجَعَ مُتَغَيِّظًا فَلَمْ يَصْبِرْ حَتَّى جاءَ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ : يَا أَبَا بَكْرٍ ، أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ ، قالَ : يَا ابْنَ الخَطَّابِ ، إِنَّهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَلَنْ يُضَيِّعَهُ اللهُ أَبَدًا ، فَنَزَلَتْ سُورَةُ الْفَتْحِ .

[ر : ٣٠١٠]

٣٢٨ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الحُجُرَاتِ .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «لَا تُقَدِّمُوا» /١/ : لَا تَفْتَاتُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ حَتَّى يَقْضِيَ اللهُ عَلَى لِسَانِهِ . «امْتَحَنَ» /٣/ : أَخْلَصَ . «تَنَابَزُوا» /١١/ : يُدْعَى بِالْكُفْرِ بَعْدَ الإِسْلَامِ . «يَلِتْكُمْ» /١٤/ : يَنْقُصْكُمْ . «أَلَتْنَا» الطور/٢١- نَقَصْنَا .

لَاتُقَدِّمُوا: لَاتَفْتَاتُوا عَلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ عَلىٰ لِسَانِهٖ

آیت کریمہ میں ہے "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ " اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول (کی اجازت سے) پہلے تم (کسی قول یا فعل میں) سبقت نہ کیا کرو۔

فرماتے ہیں آیت میں لَاتُقَدِّمُوْا کے معنی ہیں لَاتَفْتَاتُوْا: تم آگے مت بڑھو، تَفْتَاتُوْا "فَوْت" سے ماخوذ ہے جس کے معنی آگے بڑھ جانے اور وقت گزر جانے کے ہیں۔

یَلِتْکُمْ: یَنْقُصْکُمْ

آیت کریمہ میں ہے "وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا یَلِتْکُمْ مِنْ اَعْمَالِکُمْ شَیْئًا " اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مان لو تو اللہ تمہارے اعمال میں سے ذرا بھی کم نہ کرے گا۔

اِمْتَحَنَ: اَخْلَصَ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی " بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقوی کے لئے خاص کردیا ہے، فرماتے ہیں آیت میں اِمْتَحَنَ کے معنی ہیں خالص کرلیا، چن لیا۔

٣٢٩ - باب : «لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ» الآيَةَ /٢/ .

«تَشْعُرُونَ» تَعْلَمُونَ ، وَمِنْهُ الشَّاعِرُ .

٤٥٦٤ : حدّثنا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ بْنِ جَمِيلٍ اللَّخْمِيُّ : حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قالَ : كادَ الْخَيِّرَانِ أَنْ يَهْلِكَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا ، رَفَعَا أَصْوَاتَهُمَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ قَدِمَ عَلَيْهِ رَكْبُ بَنِي تَمِيمٍ ، فَأَشَارَ أَحَدُهُما بِالْأَقْرَعِ بْنِ حابِسٍ أَخِي بَنِي مُجَاشِعٍ ، وَأَشَارَ الآخَرُ بِرَجُلٍ آخَرَ ، قالَ نَافِعٌ : لَا أَحْفَظُ ٱسْمَهُ ، فَقَالَ : أَبُو بَكْرٍ لِعُمَرَ : ما أَرَدْتَ إِلَّا خِلَافِي ، قالَ : ما أَرَدْتُ خِلَافَكَ ، فَٱرْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا فِي ذٰلِكَ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ» . الآيَةَ . قالَ ٱبْنُ الزُّبَيْرِ : فَمَا كانَ عُمَرُ يُسْمِعُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ بَعْدَ هٰذِهِ الآيَةِ حَتَّى يَسْتَفْهِمَهُ . وَلَمْ يَذْكُرْ ذٰلِكَ عَنْ أَبِيهِ ، يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ . [ر : ٤١٠٩]

تَشْعُرُوْنَ: تَعْلَمُوْنَ: وَمِنْهُ الشَّاعِرُ

آیت کریمہ میں ہے "وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ" فرماتے ہیں اس میں تَشْعُرُوْنَ بمعنی تَعْلَمُوْنَ ہے اور اسی سے ہے شاعر بمعنی جاننے والا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ آیت حضرات شیخین کے بارے میں نازل ہوئی ہے ، جبکہ ابن عطیہ کہتے ہیں کہ مذکورہ آیت بنو تمیم کے اعراب کے متعلق نازل ہوئی ہے جب انہوں نے آکر آپؐ کی خدمت میں زور سے بولنا شروع کیا اور حضرات شیخین کے متعلق ابن جُریج کی روایت کے مطابق آیت "یَااَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْالَاتُقَدِّمُوْابَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ" نازل ہوئی ہے ۔ (۳۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے ، اگرچہ حضرت عمرؓ اور حضرت صدیق اکبرؓ کے بارے میں آیت "یَااَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْالَاتُقَدِّمُوْا" نازل ہوئی ہے لیکن اس آیت سے متصل چونکہ آگے آیت "یَااَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْالَاتَرْفَعُوْااَصْوَاتَکُمْ" ہے اس لئے حضرت عمرؓ نے بھی اس آیت کی وجہ سے آپؐ کی خدمت میں آہستہ بولنے کا اہتمام شروع کیا۔ (۳۲)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ مذکورہ دونوں واقعات ساتھ ساتھ پیش آئے ہوں نیز حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے مکالمہ میں ان کی آواز بلند ہوئی ہو اور دونوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہو، اس

---

(۳۱) فتح الباری: ۵۹۱/۸

(۳۲) فتح الباری: ۵۹۱/۸

لئے روایتِ باب اور آیتِ باب کا بہرحال ایک دوسرے کے ساتھ تعلق ہے اور امام بخاری معمولی مناسبت اور تعلق سے روایات ذکر کردیتے ہیں۔

حضرات شیخین کے درمیان جو مکالمہ ہوا اس کی تفصیل کتاب المغازی میں "وفد بنی تمیم" کے تحت گزر چکی ہے۔ (۳۳)

٤٥٦٥ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ عَوْنٍ قالَ : أَنْبَأَنِي مُوسَى بْنُ أَنَسٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ٱفْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ ، فَقَالَ رَجلٌ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، أَنَا أَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهُ ، فَأَتَاهُ فَوَجَدَهُ جالِسًا في بَيْتِهِ ، مُنَكِّسًا رَأْسَهُ ، فَقَالَ لهُ : ما شَأْنُكَ ؟ فَقَالَ : شَرٌّ ، كانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ . فَأَتَى الرَّجُلُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ قالَ كَذَا وَكَذَا ، فَقَالَ مُوسَى : فَرَجَعَ إِلَيْهِ المَرَّةَ الآخِرَةَ بِبِشَارَةٍ عَظِيمَةٍ ، فَقَالَ : (ٱذْهَبْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ : إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ ، وَلٰكِنَّكَ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ) . [ر : ٣٤١٧]

فَقَالَ رَجُلٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، أَنَا أَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهُ

یہ آدمی کون تھا، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حضرت سعد بن معاذؓ تھے (۳۴) اور صحیح مسلم کی روایت میں بھی ان کا نام ہے (۳۵) لیکن حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس پر اشکال کیا ہے کہ حضرت سعد بن معاذؓ تو غزوہ خندق کے بعد سنہ ۵ھ میں شہید ہوچکے تھے اور مذکورہ آیت کا تعلق وفد بنی تمیم سے ہے جو سنہ ۹ھ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس لئے تاریخی لحاظ سے حضرت سعد بن معاذؓ کا نام لینا درست نہیں ہے (۳۶)

ابن منذر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آدمی حضرت سعد بن عبادہؓ تھے (۳۷) اور ابن جریر نے عاصم بن عدی کا نام لیا (۳۸) اور بعض نے حضرت ابو مسعود انصاریؓ کا نام لیا ہے (۳۹)

---

(۳۳) دیکھیے کشف الباری، کتاب المغازی: ۵۹۰

(۳۴) فتح الباری: ۵۹۲/۸

(۳۵) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب مخافۃ المؤمن ان یحبط عملہ: ۷۵/۱

(۳۶) تفسیر ابن کثیر: ۲۰۷/۴

(۳۷) عمدۃ القاری، باب علامات النبوۃ: ۱۳۵/۱۶

(۳۸) دیکھیے تفسیر ابن جریر: و تفسیر ابن کثیر: ۲۰۷/۴

(۳۹) فتح الباری: ۵۵۲/۸

٣٣٠ – بَاب : «إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ» /٤/.

٤٥٦٦ : حدّثنا الحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ ، عَنِ ٱبْنِ جُرَيْجٍ قالَ : أَخْبَرَنِي ٱبْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ : أَنَّ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُمْ : أَنَّهُ قَدِمَ رَكْبٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : أَمِّرِ الْقَعْقَاعَ بْنَ مَعْبَدٍ ، وَقَالَ عُمَرُ : بَلْ أَمِّرِ الْأَقْرَعَ بْنَ حابِسٍ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : ما أَرَدْتَ إِلَى – أَوْ : إِلَّا – خِلَافِي ، فَقَالَ عُمَرُ : ما أَرَدْتُ خِلَافَكَ ، فَتَمَارَيَا حَتَّى ٱرْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا ، فَنَزَلَ فِي ذٰلِكَ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ ٱللهِ وَرَسُولِهِ» . حَتَّى ٱنْقَضَتِ الْآيَةُ . [ر : ٤١٠٩]

یہاں بھی حضرات شیخین کا واقعہ اس آیت کے تحت امام نے نقل فرمایا ہے حالانکہ مذکورہ آیت حضرات شیخین کے بارے میں نازل نہیں ہوئی ہے بلکہ یہ جفاۃ اعراب کے متعلق نازل ہوئی ہے جن میں سے کسی نے آکر زور سے "یامحمد" کا نعرہ دیہاتی طریقہ سے آپ کو بلانے کے لئے لگایا تو یہ آیت نازل ہوئی (٤٠)

لیکن اس کا جواب وہی ہے کہ حضرات شیخین کے متعلق سورۃ کی ابتدائی آیت نازل ہوئی ہے تاہم یہ آیت بھی اس کے قریب اور آپ کے ساتھ ادب اور برتاؤ کا معاملہ اس آیت میں بھی ابتدائی آیت کی طرح سکھایا گیا ہے اس مناسبت سے یہ یہاں ذکر کی گئی ہے ۔ (واللہ اعلم)

٣٣١ – بَاب : قَوْلِهِ : «وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ» /٥/.

اس آیت کے تحت امام نے کوئی روایت نقل نہیں کی ہے ، علامہ عینی لکھتے ہیں "والظاهر انه أخلى موضع الحديث، فامالم يظفر بشئى على شرطه او ادركه الموت" (٤١)

٣٣٢ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ قٓ

«رَجْعٌ بَعِيدٌ» /٣/ : رَدٌّ . «فُرُوجٍ» /٦/ : فُتُوقٍ ، وَاحِدُهَا فَرْجٌ . «مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ» /١٦/ : وَرِيدَاهُ فِي حَلْقِهِ ، وَالْحَبْلُ : حَبْلُ الْعَاتِقِ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «ما تَنْقُصُ الْأَرْضُ» /٤/ : مِنْ عِظَامِهِمْ . «تَبْصِرَةً» /٨/ : بَصِيرَةً . «حَبَّ

---

(٤٠) دیکھیے تفسیر ابن کثیر: ٢٠٨/٤ واسباب النزول للسیوطی: ١٩٤ - ١٩٥

(٤١) عمدة القاری: ١٨٤/١٩

الحَصِيدِ» /٩/ : الحِنْطَةُ. «بَاسِقَاتٍ» /١٠/ : الطِّوَالُ. «أَفَعَيِينَا» /١٥/ : أَفَأَعْيَا عَلَيْنَا، حِينَ أَنْشَأَكُمْ وَأَنْشَأَ خَلْقَكُمْ. «وَقَالَ قَرِينُهُ» /٢٣/ : الشَّيْطَانُ الَّذِي قُيِّضَ لَهُ. «فَنَقَّبُوا» /٣٦/ : ضَرَبُوا. «أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ» /٣٧/ : لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهُ بِغَيْرِهِ. «رَقِيبٌ عَتِيدٌ» /١٨/ : رَصَدٌ. «سَائِقٌ وَشَهِيدٌ» /٢١/ : المَلَكَانِ : كَاتِبٌ وَشَهِيدٌ. «شَهِيدٌ» /٣٧/ : شَاهِدٌ بِالْقَلْبِ. «لُغُوبٍ» /٣٨/ : نَصَبٍ.

وَقَالَ غَيْرُهُ : «نَضِيدٌ» /١٠/ : الْكُفُرَّى ما دَامَ فِي أَكْمَامِهِ، وَمَعْنَاهُ : مَنْضُودٌ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ، فَإِذَا خَرَجَ مِنْ أَكْمَامِهِ فَلَيْسَ بِنَضِيدٍ. «وَإِدْبَارَ النُّجُومِ» /الطور: ٤٩/. «وَأَدْبَارَ السُّجُودِ» /٤٠/ : كانَ عاصِمٌ يَفْتَحُ الَّتِي فِي (قٓ) وَيَكْسِرُ الَّتِي فِي (الطُّورِ)، وَيُكْسَرَانِ جَمِيعًا وَيُنْصَبَانِ.

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «يَوْمُ الخُرُوجِ» /٤٢/ : يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْقُبُورِ.

رَجْعٌ بَعِيْدٌ: رَدٌّ

آیت میں ہے "ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ" بھلا جب ہم مرگئے اور مٹی ہوگئے تو کیا دوبارہ زندہ ہوں گے، یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت ہی بعید ہے۔ فرماتے ہیں رَجْعٌ بَعِيْدٌ کے معنی ہیں رَدٌّ یعنی دنیا کی طرف دوبارہ لوٹنا

فُرُوْجٍ: فُتُوْقٍ: وَاحِدُهَا فَرْجٌ

"وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ" اور (ستاروں سے) اس کو آراستہ کیا اور اس میں کوئی رخنہ تک نہیں، فرماتے ہیں فُرُوْجٍ بمعنی فُتُوْقٍ ہے جو فَتْقٌ کی جمع ہے بمعنی شگاف، سوراخ فُرُوْجٍ جمع ہے اور اس کا مفرد فَرْج ہے۔

مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ: وَرِيْدَاهُ فِي حَلْقِهِ

آیت میں ہے "وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ" فرماتے ہیں آیت میں "حَبْلِ الْوَرِيْدِ" سے گردن میں دو رگیں مراد ہیں، ورید گردن کی اس رگ کو کہتے ہیں جس کے کٹنے سے موت واقع ہوجاتی ہے۔

ہندوستانی نسخوں میں عبارت ہے "وَرِيد فی حلقه: والحبل: حبل العاتق" ورید حلق میں ہوتی ہے اور حبل سے گردن کی رگ مراد ہے چونکہ یہ رگ حبل یعنی رسی سے ملتی جلتی ہے اس وجہ سے اس کو "حبل الورید" کہتے ہیں۔

مَاتَنْقُصُ الْأَرْضُ: مِنْ عِظَامِهِمْ

آیت کریمہ میں ہے "قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ" ہم ان اجزاء کو جانتے ہیں جن کو مٹی کم کرتی ہے، فرماتے ہیں ان اجزاء سے ان کی ہڈیاں مراد ہیں ۔

تَبْصِرَةً: بَصِيرَةً

آیت میں ہے "تَبْصِرَةً وَذِكْرَىٰ لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ" فرماتے ہیں تَبْصِرَةً کے معنی ہیں بصیرت، دانائی و بینائی۔

حَبَّ الْحَصِيدِ: الْحِنْطَةُ

آیت میں ہے "فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ" فرماتے ہیں کہ اس میں "حب الحصید" سے گندم اور گیہوں مراد ہے، قتادہ نے کہا اس سے گندم اور جو مراد ہیں لیکن یہ لفظ عام ہے کھیتی کا ہر غلہ اس کے عموم میں داخل ہوسکتا ہے ۔

بَاسِقَاتٍ: الطِّوَالُ

"وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ" اور (اگائے) لمبی لمبی کھجور کے درخت جن کے گچھے خوب گندھے ہوئے ہیں، فرماتے ہیں کہ باسقات کے معنی ہیں: طویل، لمبے ۔

أَفَعَيِينَا: أَفَأَعْيَا عَلَيْنَا، حِينَ أَنْشَأَكُمْ

آیت کریمہ میں ہے "أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ" کیا ہم پہلی بار کے پیدا کرنے میں تھک گئے ہیں، بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں ۔ فرماتے ہیں أَفَعَيِينَا کے معنی ہیں أَفَأَعْيَا عَلَيْنَا: کیا ہم پر بوجھ بن گیا ہے، ہم کو تھکا دیا ہے جب تم کو خدا نے پیدا کیا۔

وَقَالَ قَرِينُهُ: الشَّيْطَانُ الَّذِي قُيِّضَ لَهُ

آیت کریمہ میں ہے "وَقَالَ قَرِينُهُ هَٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ" اور فرشتہ جو اس کے ساتھ رہتا تھا کہے گا یہ وہ (اعمالنامہ) ہے جو میرے پاس تیار ہے، فرماتے ہیں "قرین" سے وہ شیطان مراد ہے جو اس شخص کے لئے مقرر کیا گیا ہے دونوں قول ہیں ۔ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یعنی فرشتہ اعمالنامہ حاضر کریگا اور بعض نے "قرین" سے مراد شیطان لیا ہے یعنی شیطان کہے گا کہ یہ مجرم حاضر ہے جس کو میں نے اغوا کیا اور دوزخ کے لئے تیار کرکے لایا ہوں، مطلب یہ ہے کہ اغواء تو

میں نے کیا مگر میرا ایسا زور اور تسلط نہ تھا کہ زبردستی اس کو شرارت میں ڈال دیتا، یہ اپنے ارادہ و اختیار سے گمراہ ہوا۔

فَنَقَّبُوْا: ضَرَبُوْا

آیت کریمہ میں ہے "فَنَقَّبُوْا فِی الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ" اور تمام شہروں کو چھان مارا تھا پھر کیا کوئی پناہ کی جگہ پاسکے، فرماتے ہیں آیت میں نَقَّبُوْا کے معنی ہیں ضَرَبُوْا: چلے، پھرے۔

حِيْنَ اَنْشَاَكُمْ

یہ لفظ ہندوستانی نسخوں میں یہاں ہے، اس لفظ کا تعلق اَفَعَیِیْنَا سے ہے جو پہلے گزر چکا، یہاں اس کو سہو کاتب سے نقل کیا ہے۔

اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ: لَا يحدث نفسه بغيره

آیت میں ہے "اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ" فرماتے ہیں "اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ" کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دل میں کسی دوسری شئ کا خیال پیدا نہ کرے، کان لگا کر سنے

رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ: رَصَدٌ

"مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ" رقیب کے معنی نگہبان اور عتید کے معنی حاضر و تیار اور رصد کے معنی گھات میں بیٹھنے والے کے آتے ہیں۔

سَائِقٌ وَّشَهِيْدٌ: اَلْمَلَكَانِ: كَاتِبٌ وَّ شَهِيْدٌ

آیت میں ہے "وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَّشَهِيْدٌ" فرماتے ہیں کہ یہ دو فرشتے ہیں ایک کاتب یعنی اعمال لکھنے والا اور دوسرا گواہ

بعضوں نے کہا کہ سائق وہ فرشتہ ہے جو آدمی کو موقف کی طرف کھینچ کر لے جائے گا اور شہید سے اعمال پر گواہی دینے والا فرشتہ مراد ہے۔ (۴۲)

شَهِيْدٌ: شَاهِدٌ بِالْقَلْبِ

"اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ" اس میں شہید سے دل کے ساتھ حاضر ہونے والا مراد ہے۔

---

(۴۲) عمدۃ القاری: ۱۸۵/۱۹

لُغُوْب: اَلنَّصَبُ

آیت کریمہ میں ہے "وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوْبٍ " اور ہم کو تھکان نے چھوا تک نہیں فرماتے ہیں لغب کے معنی ہیں : تھکان ، تھکن۔

نَضِيْدٌ: اَلْكُفُرّٰى مَادَامَ فِي اَكْمَامِهِ

آیت میں ہے "وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَهَا طَلْعٌ نَضِيْدٌ " یعنی ہم نے پانی کے ذریعہ لمبی کھجوریں اگائیں جن کا خوشہ تربتر ہے ، نَضِید اس خوشہ کو کہتے ہیں کہ جو اپنے غلاف اور غنچہ میں ہو، یہ بمعنی "منضود" ہے یعنی بعض بعض پر تہہ بہ تہہ ہو، گوندھا ہوا ہو، جب غلاف سے خوشہ نکل جائے تو پھر اس پر نضید کا اطلاق نہیں ہوتا ہے ۔

وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ: وَاِدْبَارَ السُّجُوْدِ

سورۃ طور میں ہے "وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ " اور سورۃ ق میں ہے "وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُوْدِ " فرماتے ہیں کہ قاری عاصم سورۃ ق میں لفظ "ادبار" کو ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ پڑھتے ہیں اور سورۃ طور میں "اِدبار" ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہیں بعض حضرات نے دونوں جگہ فتحہ کے ساتھ اور بعضوں نے دونوں جگہ کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے ۔

"اِدبار" ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ باب افعال اَدبَرَ، یُدْبِر کا مصدر ہے اور "اَدبار" ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ "دبر" کی جمع ہے ، دبر عقب اور پیچھے کے حصہ کو کہتے ہیں (۴۳) یہاں دونوں کے معنی میں کوئی تفاوت نہیں ہے ، مقصود ستاروں کے غائب ہونے کے بعد یعنی صبح کے وقت اور نمازوں کے بعد استغفار و تسبیح کا حکم ہے ۔

وقال ابن عباس: يَوْمَ الْخُرُوْجِ: يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْقُبُوْرِ

آیت کریمہ میں ہے "يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ " جس روز اس چیخنے کو بالیقین سب سن لیں گے ، یہ دن ہوگا (قبروں سے) نکلنے کا۔ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ آیت میں يَوْمُ الْخُرُوْجِ سے وہ دن مراد ہے جس دن لوگ قبروں سے نکلیں گے ۔

---

(۴۳) عمدة القاری: ۱۸۶/۱۹

٣٣٣ – باب : قَوْلِهِ : «وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ» /٣٠/ .

٤٥٦٧ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أَبِي ٱلْأَسْوَدِ : حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (يُلْقَى فِي النَّارِ وَتَقُولُ : هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ، حَتَّى يَضَعَ قَدَمَهُ ، فَتَقُولُ : قَطِ قَطِ) . [٦٢٨٤ ، ٦٩٤٩]

٤٥٦٨/٤٥٦٩ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسٰى الْقَطَّانُ : حَدَّثَنَا أَبُو سُفْيَانَ الحِمْيَرِيُّ سَعِيدُ ٱبْنُ يَحْيٰى بْنِ مَهْدِيٍّ : حَدَّثَنَا عَوْفٌ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ ، وَأَكْثَرُ ما كانَ يُوقِفُهُ أَبُو سُفْيَانَ : (يُقَالُ لِجَهَنَّمَ : هَلِ ٱمْتَلَأْتِ ، وَتَقُولُ : هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ، فَيَضَعُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدَمَهُ عَلَيْهَا ، فَتَقُولُ : قَطْ قَطْ) .

سند میں "محمد" سے محمد بن سیرین مراد ہیں، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں "واکثر ماکان یوقفہ ابوسفیان" یہ امام بخاری کے شیخ محمد بن موسی القطان کا قول ہے ، وہ فرماتے ہیں یہ حدیث مرفوعاً بھی مروی ہے لیکن ہمارے شیخ ابوسفیان اکثر اس کو موقوفاً نقل کرتے تھے "یوقفہ" اوقف الحدیث: حدیث کو موقوفاً روایت کرنا۔

(٤٥٦٩) : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ هَمَّامٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ ، فَقَالَتِ النَّارُ : أُوثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِينَ وَالْمُتَجَبِّرِينَ ، وَقَالَتِ الْجَنَّةُ : ما لِي لَا يَدْخُلُنِي إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ . قالَ ٱللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لِلْجَنَّةِ : أَنْتِ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي ، وَقَالَ لِلنَّارِ : إِنَّمَا أَنْتِ عَذَابِي أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي ، وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مِلْؤُهَا ، فَأَمَّا النَّارُ : فَلَا تَمْتَلِئُ حَتَّى يَضَعَ رِجْلَهُ فَتَقُولُ : قَطْ قَطْ قَطْ ، فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيُزْوَى بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ ، وَلَا يَظْلِمُ ٱللهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ خَلْقِهِ أَحَدًا ، وَأَمَّا الْجَنَّةُ : فَإِنَّ ٱللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا) . [٧٠١١]

(۴۵٦۷)وایضاً فی کتاب الایمان والنذور ، باب الحلف بعزة اللہ وصفاته وکلماته ، رقم الحدیث: ٦٦٦١ ، وفی التوحید ، باب قول اللہ عزوجل: وھو العزیز الحکیم ، سبحان ربک رب العزة عمایصفون ، رقم الحدیث: ۷۳۸۴ ، واخرجه الترمذی فی التفسیر ، باب "ومن سورة ق" رقم الحدیث: ۳۲۷۲

(۴۵٦۹-۴۵٦۷)وایضاً فی التوحید ، باب ان رحمة اللہ قریب من المحسنین ، رقم الحدیث: ۷۴۴۹ ، واخرجه مسلم فی الجنة وصفة نعیمها واھلها ، باب النار یدخلها الجبارون ، رقم الحدیث: ۲۸۴٦

یہاں اس باب کی روایات میں ہے کہ حساب وکتاب کے بعد اہل جہنم، جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے تو جہنم کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے؟ یعنی مزید کا تقاضہ کرے گی تو اللہ جل شانہ اس میں اپنا قدم رکھ دیں گے تب جہنم کہے گی "بس بس"

آخری روایت میں ہے کہ جنت اور جہنم کا باہمی مخاصمہ اور مناظرہ ہوگا، جہنم نے کہا "اُوثرتُ بالمتکبرین والمتجبرین" (۴۴) میں متکبرین اور ظالموں کے لئے خاص کی گئی ہوں، جنت نے کہا کہ مجھے کیا ہوا کہ میرے اندر کمزور اور کم رتبہ والے ضعیف قسم کے لوگ داخل ہوں گے، تو اللہ جل شانہ نے جنت سے فرمایا کہ تو میری رحمت ہے، تیرے ذریعہ سے میں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں رحم کروں اور جہنم سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے تیرے ذریعہ سے میں اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں عذاب دوں۔

جنت اور جہنم دونوں میں سے ہر ایک کو بھرنا ہے، جہنم اس وقت تک نہیں بھرے گی جب تک اللہ جل شانہ اس پر اپنا قدم نہیں رکھ دیں گے اس وقت وہ بھر جائے گی اور اس کے حصے سکڑ جائیں گے اور جنت بھرنے کے لئے اللہ جل شانہ ایک مخلوق پیدا فرمائیں گے۔

فَيَضَعَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدَمَهُ عَلَيْهَا

یہاں روایت میں اللہ تعالی کے لئے قدم ثابت کیا گیا ہے، قدم سے کیا مراد ہے، اس سلسلہ میں سلف کا اختلاف ہے۔

اکثر حضرات یعنی متقدمین کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں واقع اس طرح کے مواقع میں تفویض و تسلیم ہی اولی ہے، چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ سے "استواء عرش" کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا "الإستواء معلوم، والکیف مجہول، والایمان بہ واجب، والسؤال عنہ بدعۃ" (۴۵)

کئی حضرات یعنی متاخرین نے اس قسم کے مواقع میں تاویل کا طریقہ اختیار کیا ہے، چنانچہ یہاں بھی "قدم" کی مختلف تاویلیں کی گئی ہیں۔

❶ چنانچہ بعض حضرات نے کہا کہ دراصل یہ "اذلال" سے کنایہ ہے کہ دوزخ کا طغیان جب بڑھ جائے گا تو اللہ تعالی اسے ذلیل کریں گے، اس اذلال کو "وضع قدم" سے تعبیر کیا ہے، جیسا کہ محاورہ میں کہتے ہیں "وضعت فلانا تحت قدمی" اور مطلب یہ ہوا کرتا ہے کہ میں نے اس کو ذلیل کیا،

---

(۴۴) قولہ: بالمتکبرین والمتجبرین: ھما سواء من حیث اللغۃ، فالثانی تاکید للاول معنی، وقیل: المتکبر المتعظم بما لیس فیہ، والمتجبر الممنوع الذی لا ینال الیہ (عمدۃ القاری: ۱۸۷/۱۹)

(۴۵) دیکھیے روح المعانی: ۱۴۴/۸ وشرح العقیدۃ الطحاویۃ: ۲۸۰ - ۲۸۱ ومنہج ودراسات لایات الاسماء والصفات للشیخ محمد الامین الشنقیطی: ۲۱ ومجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیۃ: ۵۸/۳ کتاب مجمل اعتقاد السلف

قدم کے حقیقی معنی اس میں مراد نہیں ہوتے ہیں، "والعرب تستعمل الفاظ الاعضاء فی ضرب الامثال، ولاترید اعیانها" (۴۶)

❸ بعض حضرات نے کہا کہ قدم ایک خاص مخلوق کا نام ہے جس کو اللہ نے جہنم میں بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے، جب جہنم "هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ" کا مطالبہ کرے گی تو اس وقت اس کو جہنم میں داخل کیا جائے گا تب اس کی شورش ختم ہوجائے گی۔ (۴۷)

❹ ایک قول یہ بھی ہے کہ قدم سے مراد جہنم میں سب سے آخر میں داخل ہونے والی جماعت ہے کیونکہ قدم انسانی جسم کا آخری عضو ہے، اس صورت میں معنی ہوں گے "حتی یضع اللہ فی النار اخر اهلها" (۴۸)

❺ داودی نے کہا کہ قدم سے یہاں "قدم صدق" مراد ہے اور وہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت یعنی مقام محمود کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی سفارش سے وہ تمام لوگ جہنم سے نکل جائیں گے جن کے دل میں تھوڑا بہت ایمان تھا اور اس کے ساتھ ساتھ جہنم کی طغیانی بھی ختم ہوجائے گی اور وہ مزید کا مطالبہ ترک کردے گی۔ (۴۹)

آخری روایت میں "قدم" کے بجائے "رجل" کا لفظ آیا ہے ابن جوزی نے کہا کہ یہ تحریف ہے، کسی راوی نے "قدم" کے حقیقی معنی مراد لیتے ہوئے اسے "رجل" سے تعبیر کردیا، ابن فورک نے "رجل" کے لفظ کو بالکل غیر ثابت قرار دیا۔ (۵۰)

لیکن ان کی یہ بات درست نہیں کیونکہ بخاری اور مسلم دونوں میں یہ لفظ آیا ہے (۵۱) لہذا اس کے بارے میں یہ کہنا کہ ثابت نہیں غلط بات ہے۔

قدم کی طرح "رجل" کی بھی تاویل کی گئی ہے لیکن جیسا کہ بتایا گیا کہ اس طرح کے الفاظ میں تفویض اور تسلیم ہی بہتر، مناسب اور محتاط مذہب ہے۔

---

(۴۶) فتح الباری: ۵۹۶/۸

(۴۷) فتح الباری: ۵۹۶/۸

(۴۸) فتح الباری: ۵۹۶/۸

(۴۹) فتح الباری: ۵۹۶/۸

(۵۰) فتح الباری: ۵۹۶/۸

(۵۱) فتح الباری: ۵۹۶/۸

لَایَدْخُلُنِیْ اِلَّاضُعَفَاءُالنَّاسِ وَسقطِهِمْ

جنت میں کمزور اور وہ داخل ہوں گے جو لوگوں کی نظروں میں ساقط اور گرے ہوئے ہوں گے ، یا پھر یہ کہیئے کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت و جلال کو پیش نظر رکھے ہوئے اپنے آپ کو حقیر و کمتر گردانتے ہوں گے ، سقط سے ساقط اور گرے ہوئے حقیر لوگ مراد ہیں لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی نظروں میں ساقط نہیں بلکہ عظیم ہوں گے ، ان کو ساقط عام لوگوں کی نسبت سے کہا ہے ، یا ان کی تواضع کی وجہ سے خود ان کی اپنی نظر میں حقیر ہونا مراد ہے ، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"هذا بالنسبة الى ماعند الاكثر من الناس ، وبالنسبة الى ماعندالله ، هم عظماء ، رفعاء الدرجات ، لكنهم بالنسبة الى ماعند انفسهم لعظمة الله عندهم ، وخضوعهم له فى غاية التواضع لله ، والذلة فى عبادة ، فوصفهم بالضعف والسقط " (۵۲)

ویزوی بعضها الی بعض

یہ مجہول کا صیغہ ہے بمعنی سکڑنا ، ملنا "ای یضم بعضها الی بعض " جنت اور جہنم کا یہ مخاصمہ یا تو زبان حال سے ہوا اور یا اللہ جل شانہ نے ان دونوں کو قوت گویائی عطا فرمائی اور اس کے بعد یہ بحث ہوئی (۵۳)

اس کے متعلق دیگر تفصیل آگے کتاب التوحید میں "باب قوله اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ" کے تحت آئے گی ، انشاء اللہ تعالیٰ

٣٣٤ – باب : «وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ» /٣٩/ .

٤٥٧٠ : حدَّثنا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ جَرِيرٍ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ ٱللّٰهِ قالَ : كُنَّا جُلُوسًا لَيْلَةً مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ ، فَقَالَ : (إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا ، لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ ، فَإِنِ ٱسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَٱفْعَلُوا . ثُمَّ قَرَأَ : «وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ») . [ر : ٥٢٩]

٤٥٧١ : حدَّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ : قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : أَمَرَهُ أَنْ يُسَبِّحَ فِي أَدْبَارِ الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا ، يَعْنِي قَوْلَهُ : «وَأَدْبَارَ السُّجُودِ» .

---

(۵۲) فتح الباری:۸/۵۹۷

(۵۳) عمدۃ القاری:۱۸/۱۸۷

٣٣٥ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «وَالذَّارِيَاتِ» /١/ .

قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ : اَلذَّارِيَاتُ الرِّيَاحُ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «تَذْرُوهُ» /الكهف: ٤٥/ : تُفَرِّقُهُ . «وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ» /٢١/ : تَأْكُلُ وَتَشْرَبُ فِي مَدْخَلٍ وَاحِدٍ ، وَيَخْرُجُ مِنْ مَوْضِعَيْنِ . «فَرَاغَ» /٢٦/ : فَرَجَعَ . «فَصَكَّتْ» /٢٩/ : فَجَمَعَتْ أَصَابِعَهَا ، فَضَرَبَتْ جَبْهَتَهَا . وَالرَّمِيمُ : نَبَاتُ الْأَرْضِ إِذَا يَبِسَ وَدِيسَ . «لَمُوسِعُونَ» /٤٧/ : أَيْ لَذَوُو سَعَةٍ ، وَكَذٰلِكَ «عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ» /البقرة: ٢٣٦/ : يَعْنِي الْقَوِيَّ . «خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ» /٤٩/ : اَلذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى ، وَاخْتِلَافُ الْأَلْوَانِ : حُلْوٌ وَحَامِضٌ ، فَهُمَا زَوْجَانِ . «فَفِرُّوا إِلَى اللّٰهِ» /٥٠/ : مَعْنَاهُ : مِنَ اللّٰهِ إِلَيْهِ . «وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ» /٥٦/ : ما خَلَقْتُ أَهْلَ السَّعَادَةِ مِنْ أَهْلِ الْفَرِيقَيْنِ إِلَّا لِيُوَحِّدُونِ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : خَلَقَهُمْ لِيَفْعَلُوا ، فَفَعَلَ بَعْضٌ وَتَرَكَ بَعْضٌ ، وَلَيْسَ فِيهِ حُجَّةٌ لِأَهْلِ الْقَدَرِ . وَالذَّنُوبُ : اَلدَّلْوُ الْعَظِيمُ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «صَرَّةٍ» /٢٩/ : صَيْحَةٍ . «ذَنُوبًا» /٥٩ : سَبِيلاً . «الْعَقِيمُ» : الَّتِي لَا تَلِدُ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : وَالْحُبُكُ : اسْتِوَاؤُهَا وَحُسْنُهَا . «فِي غَمْرَةٍ» /١١/ : فِي ضَلَالَتِهِمْ يَتَمَادَوْنَ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «تَوَاصَوْا» /٥٣/ : تَوَاطَؤُوا . وَقَالَ : «مُسَوَّمَةً» /٣٤/ : مُعَلَّمَةً ، مِنَ السِّيمَا «قُتِلَ الْخَرَّاصُونَ» /١٠/ : لُعِنُوا .

قال علی علیہ السلام: اَلذَّارِيَاتِ: اَلرِّيَاحُ

ذَارِيَات "ذَارِيَة" کی جمع ہے جو باب نصر سے صیغۂ اسم فاعل ہے ، بکھیرنے والی، اڑانے والی اور یہ یہاں الرِّيَاح کی صفت ہے ۔

تنبیہ

بخاری کے نسخوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ اس مقام پر "علیہ السلام" لکھا ہے یہ معنی کے لحاظ سے اگرچہ یہ درست ہے لیکن یہ جملہ صحابہ کے لئے استعمال نہیں کرتے ہیں انبیاء کے لئے استعمال کرتے ہیں، لہذا کسی ایک صحابی کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" لگانا اور باقیوں کے نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" مناسب نہیں کہ سب صحابہ میں مساوات ہونی چاہیئے ورنہ تو حضرات شیخین اور

حضرت عثمان اس کے زیادہ مستحق ہیں۔

بیروت و مصر وغیرہ میں جو کتابیں چھپتی ہیں ان میں حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے ناموں کے ساتھ ترضی کے بجائے "علیہ السلام" ہوتا ہے، معلوم یہ ہوتا ہے کہ طباعت کے اداروں پر شیعوں کا تسلط ہے اور وہ منصوبہ بندی کے تحت یہ کام کرتے ہیں۔

لیکن اس مقام پر یہ لفظ بخاری کے قدیم نسخوں میں بھی ہے، چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"وهو وان كان معناه صحيحا، لكن ينبغي ان يساوي بين الصحابة في ذلك، اذ هو من باب التعظيم، والشيخان و عثمان اولى بذلك منه، فالاولى الترضى" (۱)

لیکن علامہ وحید الزماں نے علامہ قسطلانی کی اس عبارت پر اعتراض کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

" (علامہ قسطلانی کے) اس کلام پر دلیل کیا ہے؟ یہ صرف ایک اصطلاح ہے کہ پیغمبروں کو "علیہ السلام" اور صحابہ کو "رضی اللہ عنہ" کہتے ہیں تو امام بخاری نے حضرت علی کو "علیہ السلام" کہہ کر اس اصطلاح کا رد کیا ہے، اب علامہ قسطلانی کا یہ کہنا کہ شیخین اور حضرت عثمان اس کلمے کے زیادہ مستحق ہیں اور صحابہ میں مساوات لازم ہے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ شیخین اور حضرت عثمان کے لئے "علیہ السلام" کہنے سے امام بخاری نے کہاں منع کیا ہے؟ پھر یہ اعتراض فضول ہے اور جب صحابہ میں مساوات لازم ہے تو قسطلانی تفضیل شیخین کے کیوں قائل ہیں، میں کہتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بہ نسبت دوسرے صحابہ کے ایک اور خصوصیت ہے، وہ یہ کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور آپ کے پرورش یافتہ اور قدیم الاسلام اور خاص داماد تھے، آپ کا شمار اہل بیت میں ہے اور اہل بیت کے لئے بہت سے کام خاص کئے گئے ہیں، اسی طرح یہ بھی ہے کہ اہل بیت کے اسماء کے ساتھ "علیہ السلام" کہا جاتا ہے، جیسے کہتے ہیں امام حسین علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام اور اس میں شرعی کوئی قباحت نہیں ہے۔" (۲)

لیکن علامہ وحید الزماں کا علامہ قسطلانی پر مذکورہ اعتراض درست نہیں ہے، جمہور علماء کا یہی مسلک ہے کہ غیر نبی کے لئے "علیہ اسلام" کہنا درست نہیں ہے، چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں لکھا:

---

(۱) ارشاد الساری: ۸۹/۱۱

(۲) تیسر الباری: ۶/

" قال الجمهور من العلماء لا یجوز افراد غیر الانبیاء بالصلاۃ، لأن ھذا قد صار شعارا للانبیاء اذا ذکروا، فلا یلحق بھم غیرھم، فلا یقال: قال ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم، أو قال علی صلی اللہ علیہ وسلم، وان کان المعنی صحیحا، کما لا یقال: محمد عز وجل، وان کان عزیزا، جلیلا، لان ھذا من شعار ذکر اللہ عز وجل.... "

ثم اختلفُ المانعون من ذلک، ھل ھو من باب التحریم او الکراھۃ التنزیھیۃ او خلاف الأولٰی؟ علی ثلاثۃ اقوال.... والصحیح الذی علیہ الاکثرون انہ مکروہ کراھۃ تنزیہ، لانہ شعار اھل البدع، وقد نھینا عن شعارھم..

وأما السلام.... ھو فی معنی الصلاۃ، فلا یستعمل فی الغائب، ولا یفرد بہ غیر الانبیاء، فلا یقال: علی علیہ السلام

"قلت: وقد غلب ھذا فی عبارۃ کثیر من النساخ للکتب ان یفرد علی رضی اللہ عنہ بان یقال: علی علیہ السلام، من دون سائر الصحابۃ....، وھذا وان کان معناہ صحیحا لکن ینبغی ان یسوی بین الصحابۃ فی ذلک، فان ھذا من باب التعظیم والتکریم، فالشیخان وأمیر المؤمنین أولی بذلک منہ، رضی اللہ عنھم اجمعین " (۳)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نبی کے علاوہ کسی اور کے لئے سلام کہنا کراہت سے خالی نہیں ہے البتہ حضرت حوا علیہا السلام اور حضرت مریم علیہا السلام اس قاعدہ سے مستثنٰی ہیں، باقی صحابہ میں مساوات قائم رکھنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان میں سے کسی کی تفضیل کا آدمی قائل نہ ہو اور سب کو ایک درجہ اور رتبہ کا سمجھے کیونکہ خلفائے راشدین تمام صحابہ سے افضل ہیں اور خلفائے راشدین میں بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بالترتیب ایک دوسرے سے افضل ہیں۔

اس لئے مساوات قائم رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ تمام صحابہ کا نام یکساں احترام اور ادب کے ساتھ لیا جائے اور ان سب کے لئے ترضی کا صیغہ استعمال کیا جائے، کسی کے ساتھ "علیہ السلام" اور کسی کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" اس یکسانیت کے منافی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیات ہیں اگر ان خصوصیات کو اس کا وجہ جواز ٹھہرایا جائے تو حضرت صدیق اکبرؓ کے ساتھ بھی پھر یہ کہنا چاہیئے کیونکہ آپ کی خصوصیات بہرحال حضرت علیؓ سے زیادہ ہیں، لہذا یہ کہنا کہ اس میں شرعی کوئی قباحت نہیں ہے محل نظر ہے، واللہ اعلم

اسی طرح حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے لئے "امام" کا لفظ استعمال کرنا بھی عقیدہ امامت کو

---

(۳) دیکھیے تفسیر ابن کثیر: ۴/۵۱۶-۵۱۷ سورۃ الاحزاب اس مسئلہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے "تدریب الراوی: ۲/۷۷، والتقریب: ۲/۷۷، وفتاوی عالمگیری: ۵/۳۱۵، فتح المغیث: ۳/۷۰

رواج دینے کے لئے لکھا اور بولا جاتا ہے اور عقیدہ خلافت کو کمزور کرنے کے لئے ایسا کیا جاتا ہے ورنہ اس کے لئے دوسری کوئی وجہ معقول موجود نہیں اور اس کو ائمہ فقہاء یا ائمہ محدثین پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے چونکہ وہاں فقہ و حدیث میں ان کی امامت مسلمات میں سے ہے ، باقی رہی ادب و احترام کی بات، اس کے سب صحابہؓ مستحق ہیں اور من اہل بیت ہونے کی خصوصیت اس کا سبب اس لئے نہیں بن سکتی کہ اول تو اہل بیت کا اصلی مصداق آپ کی ازواج ہیں "کماصرح بہ القرآن الکریم فی آیۃ التطہیر و شھد بہ العرف " دوسری بات یہ ہے کہ اس اطلاق سے ایک غلط نظریہ کی ترویج لازم آتی ہے اور صحیح عقیدے پر اس سے ضرب پڑتی ہے ، اس لئے یہ مناسب نہیں۔

وقال غیرہ: تَذْرُوْهُ: تُفَرِّقُهُ

سورۃ کہف میں ہے "فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيَاحَ " اس میں تَذْرُوْهُ کے معنی ہیں ہوائیں اس کو منتشر کرتی ہیں ، بکھیرتی ہیں ، اس لفظ کو "ذَارِيَات" کی مناسبت سے یہاں ذکر کیا ہے ۔

وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ: تَأْكُلُ وَتَشْرَبُ فِيْ مَدْخَلٍ وَاحِدٍ، وَيَخْرُجُ مِنْ مَوْضِعَيْنِ

آیت کریمہ میں ہے "وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ " اور خود تمہاری ذات میں بھی (دلائل ہیں قیامت کے امکان و وقوع پر) تو کیا تم کو دکھلائی نہیں دیتا۔ فرماتے ہیں وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ.... انسان کی ذات میں قدرت کی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ انسان کھاتا پیتا ایک راستہ سے ہے یعنی منہ سے اور اس کا فضلہ دو راستوں سے یعنی آگے اور پیچھے سے نکلتا ہے ۔

فَرَاغَ: فَرَجَعَ

آیت میں ہے "فَرَاغَ اِلٰى اَهْلِهٖ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ " پھر اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک فربہ بچھڑا (تلا ہوا) لائے ۔ فرماتے ہیں آیت میں فَرَاغَ بمعنی فَرَجَعَ ہے یعنی لوٹ آیا، راغ (ن) رَوْغاً: چپکے سے کسی طرف نکلنا، مائل ہونا۔

فَصَكَّتْ: فَجَمَعَتْ اَصَابِعَهَا، فَضَرَبَتْ بِهٖ جَبْهَهَا

آیت کریمہ میں ہے "فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا " پھر ان کی بیوی بولتی پکارتی آئیں اور تعجب سے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں فَصَكَّتْ کے معنی ہیں اپنی انگلیوں کو جمع کیا پھر اسے اپنی پیشانی پر مارا ، صرۃ: چیخ و پکار، زور کی آواز۔

اَلرَّمِیْمِ: نَبَاتُ الْاَرْضِ اِذَا یَبِسَ وَدِیْسَ

آیت کریمہ میں ہے "مَاتَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا جَعَلَتْهُ کَالرَّمِیْمِ" جس چیز پر (وہ آندھی) گزرتی تھی اس کو ایسا کر چھوڑتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہوجاتی ہے۔ فرماتے ہیں رَمِیْم کے معنی ہیں: زمین کی گھاس جب سوکھ جائے اور روند دی جائے۔

لَمُوْسِعُوْنَ: اَیْ لَذُوْ سَعَةٍ، وَکَذٰلِکَ عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُهُ یَعْنِی الْقَوِیَّ

آیت کریمہ میں ہے "وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ" اور ہم نے آسمان کو اپنی قدرت سے بنایا اور ہم وسیع القدرت ہیں۔ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں لَمُوْسِعُوْنَ کے معنی ہیں: وسعت (قدرت) والے اور اسی طرح سورۃ بقرہ میں "وَمَتِّعُوْهُنَّ عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُهُ" میں اَلْمُوْسِعِ قَدَرُهُ سے وسعت اور قوت والا ہونا مراد ہے۔

خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ: اَلذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی، وَاخْتِلَافُ الْاَلْوَانِ: حُلْوٌ وَحَامِضٌ

زوجین کا اطلاق مذکر اور مونث پر بھی ہوتا ہے اور الوان و انواع کے اختلاف جیسے میٹھی اور کھٹی چیز پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، آسمان اور زمین پر بھی زوجین کا اطلاق ہوتا ہے، نور و ظلمت، ایمان اور کفر کو بھی یہ کہہ سکتے ہیں۔

فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰهِ، مَعْنَاهُ: مِنَ اللّٰهِ اِلَیْهِ

یعنی اللہ کے عذاب اور غضب سے بچنے کے لئے اللہ کی طرف بھاگو اور اللہ کے دامن رحمت میں پناہ حاصل کرو۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ

امام بخاری رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہم نے جن و انس میں سے سعادتمندوں کو اپنی توحید کے لئے پیدا کیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو توحید کے لئے پیدا کیا لیکن بعض نے مانا اور بعض نے نہیں مانا لہذا اس آیت میں معتزلہ اور قدریہ کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔

آیت سے معتزلہ کے تین مسائل کا اثبات اور ان کا رد

اس آیت سے قدریہ تین مسائل ثابت کرتے ہیں، ایک یہ کہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کے فعل کا خیر سے متعلق ہونا ثابت ہوتا ہے شر سے اس کا تعلق نہیں ہوتا ہے اور یہی ان کا مذہب ہے۔ (۴)

---

(۴) دیکھیے فتاوی شیخ الاسلام احمد بن تیمیة: ۸/ ۵۴۔ ۵۵

لیکن یہ استدلال ضعیف اس لئے ہے کہ آیت میں خیر کا ذکر کیا گیا ہے اس سے دوسرے کی نفی لازم نہیں آتی ہے ، ایک کا ذکر دوسرے کے عدم کو مستلزم نہیں ہے ۔

دوسرا مسئلہ وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کے افعال کا معلل بالاغراض ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں جن و انس کی تخلیق کی علت "اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ" یعنی عبادت بیان کی گئی ہے اور معتزلہ و قدریہ کا یہی مسلک ہے ، وہ تعلیل بالاغراض کو واجب کہتے ہیں۔ (۵)

حضرات اشاعرہ اللہ جل شانہ کے افعال کی تعلیل کا مطلقاً انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی فعل اگر فاعل کسی غرض کی وجہ سے انجام دیتا ہے وہ درحقیقت ناقص ہوتا ہے ، اس غرض کے ذریعہ وہ اپنی تکمیل کا خواہاں ہوتا ہے اور اللہ جل شانہ کی ذات چونکہ نقص کے شائبہ سے بھی منزّہ اور پاک ہے اس لئے ذات باری کے افعال کسی غرض و علت کے ساتھ معلل نہیں ہوتے ، لہذا اللہ جل شانہ کے افعال کو ان کے نزدیک معلل بالاغراض نہیں کہا جائے گا (٦)

ماتریدیہ ، بعض حنابلہ اور حافظ ابن قیم کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں تعلیل بالاغراض کا جواز تو ہے اور یہاں آیت میں ثبوت جواز ہی کا ہورہا ہے ، وجوب کا ثبوت یہاں نہیں ہوتا جبکہ معتزلہ اس سے وجوب کے ثبوت پر استدلال کرتے ہیں، لہذا اس سے ان کا استدلال درست نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کا کسی فعل کے لئے کسی غرض کو پیش نظر رکھنا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ذات باری تعالیٰ کا کوئی فعل خالی از غرض نہیں ہوتا۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ ماتریدیہ اور حنابلہ غرض سے مراد حکمت لیتے ہیں، وہ غرض جو فاعل کی تکمیل کے لئے ہوا کرتی ہے ، وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے افعال میں مراد نہیں ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں ہے ، اللہ تعالیٰ حکیم ہیں اور حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتا۔

تیسرا مسئلہ اس آیت سے معتزلہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ اس میں افعالِ عباد کا مخلوق للعباد ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ "لیعبدون" میں عبادت کی نسبت بندوں کی طرف کی گئی ہے ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نسبت علی سبیل الکسب ہے ، علی سبیل الخلق نہیں ہے اس لئے اس سے افعال عباد کا مخلوق للعباد ہونا ثابت نہیں ہوگا۔ (۷)

---

(۵) دیکھئے تفسیر کبیر: ۲۸/۲۳۲

(٦) مذهب الاشاعرة القائلين بان افعاله تعالىٰ لاتعلل بالاغراض (روح المعانی: ۲٦/۸۹)

(۷) مذاہب کی تفصیل اور دلائل کے لئے دیکھئے شرح العقیدۃ الطحاویۃ: ۴۳۳-۴۳٦ و شرح ملاعلی قاری علی الفقہ الاکبر: ۵۱-۴۹ و روح المعانی: ۲۸/۱۷ - ۳۱ - و: ۲۵/۸۸ - ۹۰

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا "ماخلقت اهل السعادة من اهل الفريقين الاليوحدون " یہاں دراصل امام بخاریؒ ایک اشکال کا جواب دے رہے ہیں۔

اشکال یہ ہوتا ہے کہ تخلیق جن و انس کی غرض عبادت بیان کی گئی ہے ، انسانوں اور جنات کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ عبادت کریں لیکن ان میں بہت سارے ایسے ہیں کہ وہ عبادت نہیں کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جس ارادے اور جس مقصد کے لئے انہیں پیدا کیا، وہ پورا نہیں ہوا اور یہ عقلی طور پر محال ہے کہ جس کام کے لئے اللہ نے کسی کو پیدا کیا پھر وہ اس کام سے انحراف کرے ۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس اشکال کے دو جواب دیئے ہیں جو امام فراء سے منقول ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ یہاں لفظ تو بے شک عام استعمال کیا گیا ہے لیکن مراد اس سے اہل سعادت ہیں اور وہ ظاہر ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں، ابن قتیبہ نے "مشکل القرآن" میں اس جواب کو قوی قرار دیا ہے ۔

دوسرے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے جنات اور انسانوں کو جب پیدا فرمایا تو ان میں عبادت کی استعداد و صلاحیت رکھی اب کوئی اس استعداد کو استعمال کرتا ہے اور کوئی اسے استعمال نہیں کرتا، جس نے استعمال کیا وہ اللہ کی عبادت میں مشغول ہے اور جس نے اس صلاحیت کو ناکارہ اور ضائع کر دیا وہ اللہ کی عبادت سے منحرف ہے ۔

حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے ایک اور بات ارشاد فرمائی کہ دراصل ایک غایت تشریعیہ ہوتی ہے اور ایک غایت تکوینیہ ہوتی ہے غایت تشریعیہ میں تخلف ہوا کرتا ہے اور غایت تکوینیہ میں تخلف نہیں ہوتا اور اس آیت میں غایت تشریعیہ بیان کی گئی ہے اس لئے تخلف اگر ہو تو قابل اشکال نہیں ہے (۸) واللہ اعلم

وَالذَّنُوْبِ: اَلدَّلْوُ الْعَظِيْمُ، وَقَالَ مجاهد: ذَنُوْبًا: سَبِيْلًا

آیت میں ہے "فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنَ " ذنوب لغت میں بڑے ڈول کو کہتے ہیں، مجاہد نے کہا کہ ذنوب کے معنی راستہ کے ہیں آیت کا ترجمہ ہے "سو ان گنہگاروں کا بھی ڈول بھر چکا ہے جیسے ڈول بھرا ان کے ساتھیوں کا، اب مجھ سے جلدی نہ کریں " یعنی اگر یہ ظالم بندگی کی طرف نہیں آتے تو سمجھ لو کہ دوسرے ظالموں کی طرح ان کا ڈول بھی بھر چکا ہے ، بس اب ڈوبا چاہتا ہے ، خوامخواہ سزا میں جلدی نہ مچائیں، جیسے دوسرے کافروں کو خدائی سزا کا حصہ پہنچا، ان کو بھی

---

(۸) فیض الباری: ۲۳۶/۴

پہنچ کر رہے گا۔

اَلْعَقِيْمُ: اَلَّتِى لَاتَلِدُ

آیت کریمہ میں ہے "وَقَالَتْ اِنِّى عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ" عَقِيْم کے معنی ہیں وہ عورت جس کا بچہ پیدا نہ ہو یعنی بانجھ۔

وقال ابن عباس: وَالْحُبُکِ: اِسْتِوَاؤُهَا وَحُسْنُهَا

"وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُکِ" حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حُبُک سے آسمان کا برابر ہونا اور اس کا حسن مراد ہے یہ لفظ حَبِيْکَة یا حَبَاکٌ کی جمع ہے، اصل میں یہ اس راستہ کو کہتے ہیں جو ریت یا پرسکون پانی میں ہلکی ہوا چلنے سے بنتا ہے، یہاں ستاروں کے راستے مراد ہیں۔

فِى غَمْرَةٍ: فِى ضَلَالَتِهِمْ يَتَمَادُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "قُتِلَ الْخَرَّاصُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِى غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ" غارت ہوجائیں بے سند باتیں کرنے والے جو کہ جہالت میں بھولے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں "فِى غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ" کے معنی ہیں: اپنی گمراہی میں بڑھے جارہے ہیں۔

وقال غيره: تَوَاصَوْا: تَوَاطَؤُوْا

آیت میں ہے "اَتَوَاصَوْا بِهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ" حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ کسی اور نے کہا کہ "تواصوا" کے معنی ہیں: یہ بھی ان کے موافق کہنے لگے، تواطأ کے معنی موافقت کے آتے ہیں۔

مُسَوَّمَةً: مُعَلَّمَةً مِنَ السِّيْمَاءِ

آیت میں ہے "لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِنْ طِيْنٍ، مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّکَ لِلْمُسْرِفِيْنَ" تاکہ ہم ان پر کنکر کے پتھر برسائیں جن پر آپ کے رب کے پاس (یعنی عالم غیب میں) خاص نشان بھی ہے حد سے گزرنے والوں کے لئے فرماتے ہیں مسومة کے معنی ہیں مُعَلَّمَةٌ: نشان لگا ہوا، نشاندار۔

٣٣٦ – باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ: «وَالطُّورِ» /١/.

وَقَالَ قَتَادَةُ: «مَسْطُورٍ» /٢/: مَكْتُوبٍ.
وَقَالَ مُجَاهِدٌ: الطُّورُ: الجَبَلُ بِالسِّرْيَانِيَّةِ. «رَقٍّ مَنْشُورٍ» /٣/: صَحِيفَةٍ. «والسَّقْفِ

المَرْفُوعِ» /٥/ : سَمَاءٌ . «المَسْجُورِ» /٦/ : المُوقَدِ ، وَقَالَ الحَسَنُ : تُسْجَرُ حَتَّى يَذْهَبَ مَاؤُهَا فَلَا يَبْقَى فِيهَا قَطْرَةٌ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «أَلَتْنَاهُمْ» /٢١/ : نَقَصْنَاهُمْ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «تَمُورُ» /٩/ : تَدُورُ . «أَحْلَامُهُمْ» /٣٢/ : العُقُولُ .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «البَرُّ» /٢٨/ : اللَّطِيفُ . «كِسْفًا» /٤٤/ : قِطَعًا . «المَنُونُ» /٣٠/ : المَوْتُ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «يَتَنَازَعُونَ» /٢٣/ : يَتَعَاطَوْنَ .

مَسْطُوْرٍ: مَكْتُوْبٍ

آیتِ کریمہ میں ہے "وَالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ" اس میں مَسْطُوْر کے معنی ہیں: لکھا ہوا۔

اَلطُّوْر: اَلْجَبَلُ بِالسُّرْيَانِيَّةِ

فرماتے ہیں طور سریانی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں ۔

رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ: صَحِيْفَةٍ

آیت میں ہے "فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ" رَقٍّ مَّنْشُوْر سے صحیفہ مراد ہے۔

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ: اَلسَّمَاءِ

فرماتے ہیں آیت کریمہ میں "وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ" "اونچی چھت" سے آسمان مراد ہے ۔

اَلْمَسْجُوْرِ: اَلْمُوْقَدِ، وَقَالَ الْحَسَنُ: تُسْجَرُ حَتّٰى يَذْهَبَ مَاؤُهَا، فَلَا يَبْقٰى فِيْهَا قَطْرَةٌ

آیت کریمہ میں ہے "وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ" قتادہ فرماتے ہیں کہ مسجور کے معنی ہیں مُوْقَد یعنی گرم کیا ہوا اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سمندر اتنا بھڑکایا جائے گا کہ اس کا پانی سب ختم ہوجائے گا یہاں تک کہ اس میں ایک قطرہ بھی باقی نہیں رہے گا وقیل: المسجور: المملوء، من سجر النهر اذا ملأه، او الموقد من سجرت التنور، اذا أوقدتها وملأتها وقوداً، وعليه تفسير الحسن البصري رحمه الله تعالى

اَلَتْنَاهُمْ: نَقَصْنَاهُمْ

آیت کریمہ میں ہے "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِنْ

عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ " اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا (یعنی وہ بھی ایمان لائے گو اعمال میں وہ اپنے آباء کے رتبہ کو نہیں پہنچے تو ان کے آباء کو خوش کرنے کے لئے) ہم ان کی اولاد کو بھی (درجہ میں) ان کے ساتھ شامل کردیں گے اور ہم ان (اھل جنت متبوعین) کے عمل سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے ، فرماتے ہیں آیت میں اَلَتْنَا بمعنی نَقَصْنَا ہے۔

وقال غیرہ: تَمُوْرُ: تَدُوْرُ

"یَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَاءُ مَوْرًا " جس روز آسمان تھرتھرانے لگے گا فرماتے ہیں تَمُوْرُ کے معنی ہیں گھومنے لگے گا۔

اَحْلَامُهُمْ: اَلْعُقُوْلُ

آیت میں ہے "اَمْ تَأْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَا اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ " کیا ان کی عقلیں ان کو ان باتوں کا حکم دیتی ہیں یا یہ ہے کہ یہ شریر لوگ ہیں ، فرماتے ہیں اَحْلَام کے معنی ہیں عقول، اَحْلَام: حِلْمٌ کی جمع ہے بمعنی عقل۔

وقال ابن عباس: اَلْبَرُّ: اَللَّطِيْفُ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ " فرماتے ہیں کہ بَرّ کے معنی لطیف و مہربان اور اس محسن کے ہیں جس کا احسان عام ہو۔

کِسْفًا: قطعا

آیت میں ہے "وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ " اور اگر وہ آسمان کے ٹکڑے کو دیکھ (بھی) لیں کہ گرتا ہوا آرہا ہے تو (اس کو بھی) یوں کہہ دیں کہ یہ تو تہہ بہ تہہ جما ہوا بادل ہے.... فرماتے ہیں کِسْفًا کے معنی ہیں: ٹکڑا۔

اَلْمَنُوْنُ: اَلْمَوْتُ

"اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ " کیا یہ لوگ (کاہن اور مجنون ہونے کے علاوہ آپ کی نسبت) یوں (بھی) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں (اور) ہم ان کے بارے میں حادثۂ موت کا انتظار کررہے ہیں، فرماتے ہیں آیت میں منون کے معنی ہیں: موت۔

وقال غیرہ: يَتَنَازَعُوْنَ: يَتَعَاطَوْنَ

آیت میں ہے "يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ " یعنی جنتی آپس میں (خوش طبعی کے طور پر) چھینا

جھپٹی بھی کیاکریں گے اور اس میں لغو اور بیہودہ بات نہ ہوگی، حضرت ابن عباس ؓ کے غیر نے کہا کہ یتنازعون کے معنی ہیں ایک دوسرے سے لیں گے۔

٤٥٧٢ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قالَتْ : شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ أَنِّي أَشْتَكِي ، فَقَالَ : (طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ) . فَطُفْتُ وَرَسُولُ ٱللهِ ﷺ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ ، يَقْرَأُ بِالطُّورِ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ . [ر : ٤٥٢]

٤٥٧٣ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قالَ : حَدَّثُونِي عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ محمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ ، فَلَمَّا بَلَغَ هٰذِهِ الآيَةَ : «أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الخَالِقُونَ . أَمْ خَلَقُوا السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ بَلْ لَا يُوقِنُونَ . أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُسَيْطِرُونَ» . كادَ قَلْبِي أَنْ يَطِيرَ .

قالَ سُفْيَانُ : فَأَمَّا أَنَا ، فَإِنَّمَا سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ . لَمْ أَسْمَعْهُ زَادَ الَّذِي قالُوا لِي . [ر : ٧٣١]

سفیان فرماتے ہیں کہ امام زہری سے یہ روایت میں نے سنی ہے لیکن میں نے صرف اتنی سنی ہے "سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرء فی المغرب بالطُّوْرِ" اور اس کے بعد کے الفاظ میں نے زہری سے نہیں سنے ہیں۔

٣٣٧ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «وَالنَّجْمِ» /١/ .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «ذُو مِرَّةٍ» /٦/ : ذُو قُوَّةٍ . «قَابَ قَوْسَيْنِ» /٩/ : حَيْثُ الْوَتَرُ مِنَ الْقَوْسِ . «ضِيزَى» /٢٢/ : عَوْجاءُ . «وَأَكْدَى» /٣٤/ : قَطَعَ عَطَاءَهُ . «رَبُّ الشِّعْرَى» /٤٩/ : هُوَ مِرْزَمُ الْجَوْزَاءِ . «الَّذِي وَفَّى» /٣٧/ : وَفَّى ما فُرِضَ عَلَيْهِ . «أَزِفَتِ الآزِفَةُ» /٥٧/ : اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ . «سَامِدُونَ» /٦١/ : الْبَرْطَمَةُ ، وَقالَ عِكْرِمَةُ : يَتَغَنَّوْنَ ، بِالْحِمْيَرِيَّةِ .

وقالَ إِبْرَاهِيمُ : «أَفَتُمَارُونَهُ» /١٢/ : أَفَتُجَادِلُونَهُ ، وَمَنْ قَرَأَ : «أَفَتَمْرُونَهُ» يَعْنِي أَفَتَجْحَدُونَهُ .

«ما زَاغَ الْبَصَرُ» /١٧/ : بَصَرُ مُحَمَّدٍ ﷺ . «وَما طَغَى» وَلَا جاوَزَ ما رَأَى . «فَتَمَارَوْا» /القمر: ٣٦/ :

كَذَّبُوا .

وَقَالَ الحَسَنُ : «إِذَا هَوَى» /١/ : غابَ .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «أَغْنَى وَأَقْنَى» /٤٨/ : أَعْطَى فَأَرْضَى .

وقال مجاهد: ذُومِرَّةٍ: ذُوقُوَّةٍ

آیت کریمہ میں ہے "عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوٰى، ذُومِرَّةٍ فَاسْتَوٰى" اس میں ذُومِرَّةٍ کے معنی ہیں: قوت والا، مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

قَابَ قَوْسَيْنِ: حَيْثُ الْوَتَرُ مِنَ الْقَوْسِ

آیت میں ہے "فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى" اس آیت کی مختلف تفاسیر بیان کی گئی ہیں۔

① قاب: مقدار کو کہتے ہیں اور قوسین قوس کا تثنیہ ہے کمان کو کہتے ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ جل شانہ یا حضرت جبرئیل کے ساتھ اتنا قرب ہوا کہ دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا، چنانچہ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں: "تقدیرہ: فکان مقدار مسافۃ قربہ مثل قاب قوسین" (۹)

عربوں کے ہاں یہ طریقہ رائج تھا کہ جب دو آدمی باہمی اتحاد اور یگانگت کا معاہدہ کرنا چاہتے تھے تو دونوں اپنی کمان اٹھاتے اور ایک دوسرے کے ساتھ اپنی اپنی کمان کو اس طرح ملاتے کہ دونوں کمانوں کی لکڑی تو اپنی طرف کرلیتے اور تانت دوسرے کی طرف، اس طرح جب دونوں کی تانت ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کے ایک ہوجاتیں تو ان دونوں کے درمیان دونوں قوسوں کے قاب کا فاصلہ رہ جاتا تھا، مطلب یہ ہوتا تھا کہ ان کمانوں کی طرح آج سے ہم بھی ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہوگئے اور ہمارا دوست دشمن اب ایک ہوگا، تو اب یہ محاورہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں، باہمی اتحاد اور ہم آہنگی اور فاصلہ کی کمی کی تعبیر "قاب قوسین" سے کرتے ہیں۔ (۱۰)

یہاں بھی مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اتنے قریب آگئے کہ دونوں کے درمیان دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم اور وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہر لحاظ سے ہم آہنگ اور متحد ہوئے اور دونوں میں مکمل اتصال ہوا۔

---

(۹) تفسیر قرطبی: ۸۹/۱۷

(۱۰) دیکھیے معالم التنزیل: ۲۴۶/۴

② بعض مفسرین کہتے ہیں کہ قاب اس فاصلہ کو کہتے ہیں جو کمان کے قبضہ (پکڑنے کے دستہ) اور کمان کی تانت (ڈور) کے درمیان ہوتا ہے جس کا اندازہ تقریباً ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہے ، ایک کمان کے دو قاب ہوتے ہیں پکڑنے کے دستہ سے تانت کی طرف جانے والے دو حصوں میں سے ہر حصہ کا فاصلہ قاب ہے ، قرطبی فرماتے ہیں "والقاب مابین المقبض والسّیۃ، ولکل قوس قابان " آیت میں لفظی قلب کردیا گیا ہے اصل عبارت ہے "قابیَ قوس " یعنی "ایک قوس کے دو قاب" مضاف جوکہ تثنیہ تھا اس کے عوض مضاف الیہ کو تثنیہ بنایا گیا (۱۱) دو قاب کا فاصلہ ایک کمان کے برابر ہے آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرئیل کے درمیان ایک کمان کے دو قاب کے برابر فاصلہ تھا، حاصل یعنی ایک کمان کا فاصلہ تھا یا اس سے بھی کم۔

③ سعید بن جبیر اور ابواسحاق ہمدانی وغیرہ فرماتے ہیں کہ "قاب" مقدار اور "قوس" ذراع کے معنی میں ہے ، ذراع کو "قوس" کیوں کہا گیا "لانہ یقاس بھا کل شئی " کہ اس کے ذریعہ ہر شئی کا حساب لگایا جاتا ہے ، ناپا جاتا ہے اب معنی یہ ہوں گے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرئیل کے درمیان فاصلہ دو ذراع کے برابر رہ گیا تھا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو اولیٰ اور ارجح قرار دیا (۱۳) اکثر حضرات نے پہلی تفسیر کو ترجیح دی ہے (۱۴)۔

آیت کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وحی بیان کی ہے اس میں اس شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وحی لانے والے فرشتے کو آپ نے نہ دیکھا ہے نہ پہچانا، ممکن ہے کوئی اور لاتا ہو یا اس میں شیطان کی مداخلت ہو۔

ضِیْزٰی: عَوْجَاءُ

آیت کریمہ میں ہے "تِلْکَ اِذًا قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی " اس حالت میں تو یہ بہت ٹیڑھی تقسیم ہوئی..... فرماتے ہیں کہ ضِیْزٰی کے معنی ہیں : ٹیڑھی۔

---

(۱۱) تفسیر قرطبی: ۹۰/۱۷ و فتح الباری: ۶۱۰/۸

(۱۳) فتح الباری: ۶۱۰/۸

(۱۴) تفسیر قرطبی: ۸۹/۱۷، و روح المعانی: ۴۵/۱۵، جزء: ۲۷ و تفسیر عثمانی: ص ۶۹۸ و فیض الباری: ۲۳۷/۴

وَاَکْدٰی: قَطَعَ عَطَاءَہٗ

آیت میں ہے ”وَاَعْطٰی قَلِیْلاً وَّاَکْدٰی“ تھوڑا مال دیا اور (پھر وہ بھی) بند کردیا، فرماتے ہیں آیت میں اَکْدٰی کے معنی ہیں: قَطَعَ عَطَاءَہٗ: دینا ختم کردیا۔

رَبُّ الشِّعْرٰی: مِرْزَمُ الْجَوْزَاءِ

”وَاَنَّہٗ ھُوَ رَبُّ الشِّعْرٰی“ حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے ”شِعْرٰی“ کا ترجمہ ”پرنی“ کیا ہے (۱۵) امام بخاری فرماتے ہیں کہ شعری کو ”مِرْزَمُ الْجَوْزَاءِ“ بھی کہتے ہیں، یہ ستارہ جوزاء کے بعد موسم گرما میں طلوع ہوتا ہے (۱۶) ایک قول یہ بھی ہے کہ سورج سے شعری بڑا ہے۔

اَلَّذِیْ وَفّٰی: وَفّٰی مَا فُرِضَ عَلَیْہِ

آیت میں ہے ”وَاِبْرَاھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی“ فرماتے ہیں اَلَّذِیْ وَفّٰی کے معنی ہیں جو ان پر فرض تھا اسے پورا کیا۔

اَزِفَتِ الْاٰزِفَۃُ: اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ

آیت کریمہ میں ہے ”اَزِفَتِ الْاٰزِفَۃُ لَیْسَ لَھَا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کَاشِفَۃٌ“ وہ جلدی آنے والی چیز قریب آپہونچی، اللہ کے علاوہ کوئی اس کا ہٹانے والا نہیں۔ فرماتے ہیں اَزِفَتِ الْاٰزِفَۃُ کے معنی ہیں قیامت قریب آگئی۔

سَامِدُوْنَ: اَلْبَرْطَمَۃُ، وقال عِکْرِمَۃُ: یَتَغَنَّوْنَ بِالْحِمْیَرِیَّۃِ

آیت میں ہے ”وَتَضْحَکُوْنَ وَلَا تَبْکُوْنَ، وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ“ فرماتے ہیں کہ سَامِدُوْنَ سے بَرْطَمَۃ مراد ہے، بَرْطَمَۃ کے معنی اعراض کرنے والے کے ہیں (۱۷) اور عکرمہ نے کہا کہ سَامِدُوْنَ کے معنی حِمْیَرِی زبان میں گانا گانے کے ہیں۔

وقال ابراھیم: اَفَتُمَارُوْنَہٗ: اَفَتُجَادِلُوْنَہٗ وَمَنْ قَرَأَ: اَفَتَمْرُوْنَہٗ یَعْنِی اَفَتَجْحَدُوْنَہٗ

”اَفَتُمَارُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی“ کیا تم اس رسول سے اس کی دیکھی ہوئی چیز پر نزاع کرتے ہو، حمزہ اور کسائی ”اَفَتَمْرُوْنَہٗ“ پڑھتے ہیں جس کے معنی ہیں کیا تم اس کا انکار کرتے ہو۔

---

(۱۵) فیض الباری: ۲۴۷/۴

(۱۶) تفصیل کے لئے دیکھیے فتح الباری: ۶۰۵/۸ و عمدۃ القاری: ۱۹۶/۱۹

(۱۷) البرطمۃ، بفتح الباء الموحدہ، وسکون الراء وفتح الطاء، الاعراض، وقال ابن عیینۃ: البرطمۃ ھکذا، ووضع ذقنہ فی صدرہ (فتح الباری: ۶۰۵/۸)

مَازَاغَ الْبَصَرُ: بَصَرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا طَغٰى: وَلَا جَاوَزَ مَارَأَى

آیت میں ہے "مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى " نہ اس کی نگاہ بہکی، مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک ہے اور نہ نگاہ نے تجاوز کیا اس سے جو دیکھا یعنی آپ کی نگاہِ مبارک حد سے نہیں بڑھی جتنا حکم تھا اتنا ہی دیکھا۔

فَتَمَارَوْا: كَذَّبُوْا

یہ لفظ سورۃ قمر کا ہے ، وہاں آیت میں ہے "وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ " اور وہ ڈرا چکا تھا ان کو ہماری پکڑ سے لیکن انہوں نے ہمارے ڈرانے کو جھٹلایا، یہاں اس لفظ کو "اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى " کی مناسبت سے لائے ہیں۔

اِذَا هَوٰى: غَابَ

"وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى " قسم ہے ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے ، هَوٰى کے معنی غائب ہونے کے ہیں۔

اَغْنٰى وَاَقْنٰى: اَعْطٰى فَاَرْضٰى

آیت کریمہ میں ہے "وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى " یعنی اس نے دیا اور خوش کردیا، اَغْنٰى: غنی بنایا، مال و دولت سے نوازا، اَقْنٰى: راضی کردیا، خوش کردیا۔

٤٥٧٤ : حدّثنا يَحْيىٰ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خالِدٍ ، عَنْ عامِرٍ ، عَنْ مَسْرُوقٍ قالَ : قُلْتُ لِعائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : يَا أُمَّتَاهُ ، هَلْ رَأَى مُحَمَّدٌ ﷺ رَبَّهُ ؟ فَقالَتْ : لَقَدْ قَفَّ شَعْرِي مِمَّا قُلْتَ ، أَيْنَ أَنْتَ مِنْ ثَلاثٍ ، مَنْ حَدَّثَكَهُنَّ فَقَدْ كَذَبَ : مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ كَذَبَ ، ثُمَّ قَرَأَتْ : «لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ» . «وَما كانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ» . وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ ما فِي غَدٍ فَقَدْ كَذَبَ ، ثُمَّ قَرَأَتْ : «وَما تَدْرِي نَفْسٌ ماذَا تَكْسِبُ غَدًا» . وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ كَتَمَ فَقَدْ كَذَبَ ، ثُمَّ قَرَأَتْ : «يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ ما أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ» . الآيَةَ ، وَلٰكِنَّهُ رَأَى جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي صُورَتِهِ مَرَّتَيْنِ . [ر : ٣٠٦٢]

٣٣٨ – باب : «فَكانَ قابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى» /٩/ .

حَيْثُ الْوَتَرُ مِنَ الْقَوْسِ .

٤٥٧٥ : حدّثنا أَبُو النُّعْمانِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قالَ : سَمِعْتُ زِرًّا عَنْ عَبْدِ ٱللهِ : «فكانَ قابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى . فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ ما أَوْحَى» . قالَ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ مَسْعُودٍ : أَنَّه رَأَى جِبْرِيلَ لَهُ سِتُّمائَةِ جَنَاحٍ . [ر : ٣٠٦٠]

٣٣٩ – باب : قَوْلِهِ : «فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ ما أَوْحَى» /١٠/ .

٤٥٧٦ : حدّثنا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ : حَدَّثَنَا زَائِدَةُ ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ قالَ : سَأَلْتُ زِرًّا عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى : «فكانَ قابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى . فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ ما أَوْحَى» . قالَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ رَأَى جِبْرِيلَ لَهُ سِتُّمائَةِ جَنَاحٍ . [ر : ٣٠٦٠]

٣٤٠ – باب : «لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى» /١٨/ .

٤٥٧٧ : حدّثنا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : «لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى» . قالَ : رَأَى رَفْرَفًا أَخْضَرَ قَدْ سَدَّ الْأُفُقَ . [ر : ٣٠٦١]

٣٤١ – باب : «أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى» /١٩/ .

٤٥٧٨ : حدّثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ : حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوْزَاءِ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا ، فِي قَوْلِهِ : «اللَّاتَ وَالْعُزَّى» كانَ اللَّاتُ رَجُلًا يَلُتُّ سَوِيقَ الْحَاجِّ .

٤٥٧٩ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ : وَاللَّاتِ وَالْعُزَّى ، فَلْيَقُلْ : لَا إِلٰهَ إِلَّا ٱللهُ ، وَمَنْ قالَ لِصَاحِبِهِ : تَعَالَ أُقَامِرْكَ ، فَلْيَتَصَدَّقْ) . [٥٧٥٦ ، ٥٩٤٢ ، ٦٢٧٤]

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ لات ایک آدمی کا نام ہے جو حجاج کے لئے ستو گھولا کرتا تھا، فاکہی نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ یہ آدمی زمانہ جاہلیت میں طائف کی ایک چٹان پر بیٹھا ہوتا اور طائف کے

کشمش اور پنیر سے ایک حلوہ بنا کر لوگوں کو کھلاتا، جب یہ مرا تو لوگ اس کی عبادت کرنے لگے (۱۸)

اس آدمی کے بارے میں اختلاف ہے ، بعض نے کہا یہ عامر بن ظرب تھا جو اپنے زمانہ میں عرب کا مشہور دانشور تھا، علامہ سہیلی نے نقل کیا ہے کہ یہ عمرو بن لُحی بن قِمَعَہ تھا لیکن حافظ نے اس قول کو رد کیا ہے اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ لات جب مرگیا تو لوگوں سے عمرو بن لحی نے کہا کہ یہ مرا نہیں ہے بلکہ چٹان میں داخل ہوا ہے جس کی وجہ سے لوگ اس کی عبادت کرنے لگے ، اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لات اور عمرو بن لحی دو الگ الگ آدمیوں کے نام ہیں (۱۹) ابن کلبی نے اس کا نام صرمہ بن غنم نقل کیا ہے ۔ (۲۰)

بہرحال یہ ایک آدمی کا نام ہے جس کے مرنے کے بعد لوگوں نے اس کا بت بنا کر اس کی عبادت شروع کی، اس بت کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس وقت منہدم کیا جب طائف کے قبیلہ ثقیف نے اسلام قبول کیا۔ (۲۱)

دوسرا بت عزیٰ تھا جس کو سب سے پہلے ظالم بن سعد نے وادیٔ نخلہ میں عبادت کے لئے منتخب کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے سال آپؐ کے حکم سے اس کو توڑا۔ (۲۲)

تیسرا بت مناۃ تھا جو لات سے بھی پہلے کا تھا، اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے سال ختم کیا (۲۳)

مَنْ حَلَفَ، فقالَ فِي حَلفِهِ: وَاللَّاتَ وَالْعُزّٰى، فَلْيَقُلْ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

اگر اس نے "وَاللَّاتَ وَالْعُزّٰى" تعظیماً کہا ہے تو تجدید ایمان کرنی پڑے گی اور اگر تعظیماً نہیں کہا، ویسے ہی لاعلمی میں زبان سے نکلا تو بھی چونکہ بت کا نام لیا ہے ، قلب میں کچھ نہ کچھ ظلمت ضرور آئے گی اس لئے اس کے ازالہ کے لئے پھر بھی کلمہ توحید پڑھنا چاہئے ۔ (۲۴)

---

(۱۸) فتح الباری: ٦١٢/٨

(۱۹) فتح الباری: ٦١٢/٨

(۲۰) فتح الباری: ٦١٢/٨

(۲۱) فتح الباری: ٦١٢/٨

(۲۲) فتح الباری: ٦١٢/٨

(۲۳) فتح الباری: ٦١٢/٨

(۲۴) فتح الباری: ٦١٢/٨

ومن قال لصاحبہ: تَعَالِ، اُقَامِرْکَ، فَلْیَتَصَدَّقْ

کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہے کہ آؤ جوا کھیلتے ہیں تو اس کو چاہیئے کہ صدقہ کرے علامہ طحاوی فرماتے ہیں کہ اس مال کو صدقہ کرنا مراد ہے جس کو قمار کے لئے نکالا تھا کیونکہ اس کو قمار میں خرچ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ صدقہ میں خرچ کیا جائے (۲۵) علامہ خطابی رحمہ اللہ نے بھی یہی مراد لیا ہے۔

لیکن علامہ نووی فرماتے ہیں کہ مطلقاً صدقہ کرنا مراد ہے چونکہ قمار حرام ہے اور ایک حرام کام کی دعوت اس کی زبان پر جاری ہوئی اس لئے کفارہ کے طور پر کچھ نہ کچھ وہ صدقہ کرے، مسلم کی روایت اسی معنی پر دلالت کرتی ہے، اس میں ہے "فَلْیَتَصَدَّقْ بِشَیءٍ" (۲۶)

۳٤۲ – باب : «وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَى» /۲۰/ .

٤٥۸۰ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ : سَمِعْتُ عُرْوَةَ : قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ، فَقَالَتْ : إِنَّمَا كَانَ مَنْ أَهَلَّ بِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِي بِالْمُشَلَّلِ لَا يَطُوفُونَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى : «إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ» . فَطَافَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُونَ .

قَالَ سُفْيَانُ : مَنَاةُ بِالْمُشَلَّلِ مِنْ قُدَيْدٍ .

یہ حدیث سورۃ بقرہ کی تفسیر میں گزر چکی ہے "مُشلّل" جگہ کا نام ہے اور "قُدَیْد" بھی مکہ سے مدینہ کی طرف راستے میں ایک منزل کا نام ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ . قَالَ عُرْوَةُ : قَالَتْ عَائِشَةُ : نَزَلَتْ فِي الْأَنْصَارِ ، كَانُوا هُمْ وَغَسَّانُ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ ، مِثْلَهُ .

اس تعلیق میں ہے کہ اسلام سے پہلے انصار اور قبیلہ غسان کے لوگ مناۃ بت کے نام پر احرام باندھتے تھے، اس کے متعلق مذکورہ آیت نازل ہوئی "یُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ" ای یُحَرِّمُوْنَ لِمَنَاةَ "مثلہ" یعنی اس تعلیق کا مفہوم بھی سفیان کی حدیث کی طرح ہے۔

عبدالرحمن بن خالد کی یہ تعلیق امام ذہلی نے "زہریات" میں اور امام طحاوی نے "مشکل الآثار"

---

(۲۵) فیض الباری: ۲۴۱/۴

(۲۶) فتح الباری: ٦١٢/٨

میں موصولاً نقل کی ہے۔ (* ۱)

وَقَالَ مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ : كانَ رِجالٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ كانَ يُهِلُّ لِمَنَاةَ ، وَمَنَاةُ صَنَمٌ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ ، قالُوا يَا نَبِيَّ ٱللهِ ، كُنَّا لَا نَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ تَعْظِيمًا لِمَنَاةَ ، نَحْوَهُ . [ر : ١٥٦١]

معمر سے معمر بن راشد مراد ہیں "نحوه" ای نحو الحدیث المذکور، یہ تعلیق امام احمد نے موصولاً نقل کی ہے۔ (* ۲)

٣٤٣ – باب : «فَٱسْجُدُوا للهِ وَٱعْبُدُوا» /٦٢/ .

٤٥٨١ : حدَّثنا أبو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : سَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ بِالنَّجْمِ ، وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ ، وَٱلْجِنُّ وَالْإِنْسُ .

تَابَعَهُ ٱبْنُ طَهْمَانَ ، عَنْ أَيُّوبَ ، وَلَمْ يَذْكُرِ ٱبْنُ عُلَيَّةَ ٱبْنَ عَبَّاسٍ . [ر : ١٠٢١]

٤٥٨٢ : حدَّثنا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ : أَخْبَرَنِي أَبُو أَحْمَدَ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : أَوَّلُ سُورَةٍ أُنْزِلَتْ فِيهَا سَجْدَةٌ «وَالنَّجْمِ» قالَ : فَسَجَدَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ وَسَجَدَ مَنْ خَلْفَهُ إِلَّا رَجُلاً ، رَأَيْتُهُ أَخَذَ كَفًّا مِنْ تُرَابٍ فَسَجَدَ عَلَيْهِ ، فَرَأَيْتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ قُتِلَ كافِرًا ، وَهُوَ أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ . [ر : ١٠١٧]

٣٤٤ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ (الْقَمَرِ) : «ٱقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ» /١/ .

قالَ مُجَاهِدٌ : «مُسْتَمِرٌّ» /٢/ : ذَاهِبٌ . «مُزْدَجَرٌ» /٤/ : مُتَنَاهٍ . «وَٱزْدُجِرَ» /٩/ : فَٱسْتُطِيرَ جُنُونًا . «دُسُرٍ» /١٣/ : أَضْلَاعُ السَّفِينَةِ . «لِمَنْ كانَ كُفِرَ» /١٤/ : يَقُولُ : كُفِرَ لَهُ جَزَاءً مِنَ ٱللهِ . «مُحْتَضَرٌ» /٢٨/ : يَحْضُرُونَ الْمَاءَ .

وَقَالَ ٱبْنُ جُبَيْرٍ : «مُهْطِعِينَ» /٨/ : النَّسَلَانُ : الْخَبَبُ السِّرَاعُ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «فَتَعَاطَى» /٢٩/ : فَعَاطَهَا بِيَدِهِ فَعَقَرَهَا . «الْمُحْتَظِرِ» /٣١/ : كَحِظَارٍ

(* ۱) تغلیق التعلیق: ۴/۳۲۵۔ عمدة القاری: ۱۹/۲۰۳

(* ۲) تغلیق التعلیق: ۴/۳۲۵، ومسند احمد: ۶/۱۶۳

مِنَ الشَّجَرِ مُحْتَرِقٍ. «ازْدُجِرَ» /۹/ : اُفْتُعِلَ مِنْ زَجَرْتُ. «كُفِرَ» /۱٤/ : فَعَلْنَا بِهِ وَبِهِمْ ما فَعَلْنَا جَزَاءً لِمَا صُنِعَ بِنُوحٍ وَأَصْحَابِهِ. «مُسْتَقِرٌّ» /۳/ : عَذَابٌ حَقٌّ. يُقَالُ : الْأَشَرُ الْمَرَحُ وَالتَّجَبُّرُ.

وقال مجاهد: مستمر: ذاهب

" وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ " "اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ جادو ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے یعنی مدعیان نبوت پہلے بھی اسی طرح کے جادو کرتے رہے ہیں تو جیسے ان کا جادو نہ رہا یہ بھی نہیں رہے گا" مُسْتَمِرٌّ کے معنی مجاہد نے ذاہب بیان کئے ہیں یعنی جانے والا، ختم ہونے والا، بعض نے کہا کہ ذاہب بمعنی سائر ہے یعنی باقی رہنے والا (۲۷)

مُزْدَجَرٌ: مُتَنَاهٍ

"وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ" فرماتے ہیں مُزْدَجَر بمعنی "مُتَنَاهٍ" ہے جو باب تفاعل سے صیغۂ اسم فاعل ہے "ای غایة فی الزجر، لا مزید علیه" (۲۸) یعنی بے انتہا جھڑکنے والا، مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے پاس اتنی خبریں پہنچ چکی ہیں جن میں انتہائی درجہ کی جھڑک اور تنبیہ موجود ہے۔

وَازْدُجِرَ: فَاسْتُطِيرَ جُنُونًا

"وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ" اور ان لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ یہ مجنون ہے اور جنون کی وجہ سے خوف زدہ اور مدہوش ہے اُسْتُطِيرَ صیغۂ مجہول ہے۔ اُسْتُطِيرَ الرَّجُلُ: ڈرایا گیا، خوف زدہ کیا گیا، بعض نے اس کا ترجمہ صرع سے کیا ہے یعنی مرگی کی بیماری میں مبتلا کیا گیا، بہرکیف اس صورت میں یہ عطف ہے "مَجْنُونٌ" پر اور قوم کے مقولہ میں داخل ہے۔

بعض نے اس کو اللہ جل شانہ کا مقولہ قرار دیا ہے اور اس کی تفسیر کی ہے "دھمکی دی گئی" (۲۹) مطلب یہ ہے کہ قوم نوح نے نوح کو مجنون کہا اور ان کو دھمکی دی گئی کہ تبلیغ سے رک جاؤ ورنہ ہم تمہیں رجم کردیں گے۔

دُسُرٌ: أَضْلَاعُ السَّفِينَةِ

"وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ" فرماتے ہیں کہ "دُسُر" کشتی کے اطراف یعنی تختوں، میخوں

---

(۲۷) فتح الباری: ۸/۶۱۲

(۲۸) عمدة القاری: ۱۹/۲۰۳

(۲۹) تفسیر کشاف: ۴/۴۳۳

اور رسیوں وغیرہ کو کہتے ہیں، یہ دِسَار کی جمع ہے، میخ کو کہتے ہیں۔

لِمَنْ كَانَ كُفِرَ: يَقُوْلُ: كُفِرَ لَهٗ جَزَاءً مِنَ اللّٰهِ

"لِمَنْ كَانَ كُفِرَ" کا مطلب یہ ہے کہ یہ عذاب درحقیقت اللہ جل شانہ کی جانب سے بدلہ تھا حضرت نوح علیہ السلام کا جس کی ناقدری اور انکار کیا گیا تھا۔

مُحْتَضَرٌ: يَحْضُرُوْنَ الْمَاءَ

آیت کریمہ میں ہے "وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ" اور ان لوگوں کو یہ بتلا دینا کہ پانی (کنوئیں) کا بانٹ دیا گیا ہے، ہر ایک اپنی باری پر حاضر ہوا کرے۔ فرماتے ہیں مُحْتَضَرٌ کے معنی ہیں باری والے سب پانی پر حاضر ہوا کریں۔

مُهْطِعِيْنَ: اَلنَّسَلَانِ: اَلْخَبَبُ السِّرَاعُ

"مُهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ" یہ اھطاع سے صیغہ اسم فاعل ہے جس کے معنی تیزی کے ساتھ چلنے کے ہیں، اسکی تفسیر اَلنَّسَلَانِ سے کی ہے اور النسلان کی تفسیر "اَلْخَبَبُ السِّرَاعُ" سے کی، سب کے معنی تیزی سے چلنے کے ہیں۔

وقال غيره: فَتَعَاطٰى: فَعَاطَهَا بِيَدِهٖ فَعَقَرَهَا

"فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ" فَتَعَاطٰى کا ترجمہ "عَاطَ" سے کیا ہے عَاطَ "عَوْطٌ" سے ماخوذ ہے جس کے کلام عرب میں کوئی معنی نہیں آتے ہیں اس لئے حضرات شراح نے کہا کہ اسمیں قلب ہوا ہے عین کلمہ کو لام کی جگہ کردیا گیا ہے اور یہ "عطو" سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہاتھ سے پکڑنے کے آتے ہیں اور وہ یہاں درست ہیں (۳۰)

اَلْمُحْتَظِرِ: كَحِظَارٍ مِنَ الشَّجَرِ مُحْتَرَقٍ

"فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ" مُحْتَظِرِ کے معنی ہیں درختوں (یعنی لکڑیوں) کی جلی ہوئی اور ٹوٹی ہوئی باڑھ۔ حِظَارٌ ازضرب حَظَرَ، حَظْراً: منع کرنا، حِظَارٌ وَحَظِيْرَةٌ: باڑھ، وہ چیز جو آپ کے اور دوسری شئی کے درمیان رکاوٹ بنے۔ مطلب یہ ہے کہ عذاب آنے پر وہ روندھی ہوئی کانٹوں کی باڑھ کی طرح ہوگئے جیسے وہ باڑھ چورا چورا ہوجاتی ہے یہ بھی ملیامیٹ ہوگئے۔

---

(۳۰) فتح الباری: ٨/٦١٦، وعمدة القاری: ١٩/٢٠٥

كُفِرَ: فَعَلْنَا بِهِ وَبِهِمْ مَا فَعَلْنَا جَزَاءً لِمَا صُنِعَ بِنُوحٍ وَأَصْحَابِهِ

آیت کریمہ میں ہے "جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كُفِرَ" (نوح علیہ السلام کی مدد کرکے قوم کو غرق کرنا) یہ بدلہ تھا اس معاملہ کا جو حضرت نوح اور ان کے اصحاب کے ساتھ کیا گیا۔

مُسْتَقِرٌّ: عَذَابٌ حَقٌّ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُسْتَقِرٌّ" اور صبح سویرے ہی ان پر دائمی عذاب آپہنچا... فرماتے ہیں مُسْتَقِرٌّ کے معنی ہیں: عذاب حق۔

يُقَالُ: اَلْأَشَرُ: اَلْمَرَحُ وَالتَّجَبُّرُ

آیت کریمہ میں ہے "سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ" ان کو عنقریب معلوم ہوجائے گا کہ جھوٹا شیخی باز کون تھا... کہا جاتا ہے کہ أَشَر کے معنی ہیں: اترانا، غرور کرنا، اشر: اترانے والا، غرور کرنے والا۔

٣٤٥ – باب: «وَانْشَقَّ الْقَمَرُ. وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا» /١، ٢/.

٤٥٨٣/٤٥٨٤: حدّثنا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، وَسُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِرْقَتَيْنِ: فِرْقَةً فَوْقَ الْجَبَلِ، وَفِرْقَةً دُونَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: (اشْهَدُوا).

(٤٥٨٤): حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَصَارَ فِرْقَتَيْنِ، فَقَالَ لَنَا: (اشْهَدُوا اشْهَدُوا). [ر: ٣٤٣٧]

٤٥٨٥: حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي بَكْرٌ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ ﷺ. [ر: ٣٤٣٩]

٤٥٨٦/٤٥٨٧: حدّثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلَ أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً، فَأَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ.

(٤٥٨٧): حدّثنا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ فِرْقَتَيْنِ. [ر: ٣٤٣٨]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں انشقاق قمر کی روایتیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت انسؓ سے نقل کی ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تو انشقاق قمر کا مشاہدہ کرنے والوں میں سے ہیں، حضرت ابن عباسؓ بھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے کیونکہ یہ واقعہ ہجرت سے پانچ سال قبل کا ہے اور ابن عباسؓ اس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے اور حضرت انسؓ چار پانچ سال کے بچے تھے اور مدینہ منورہ میں تھے، مکہ مکرمہ میں موجود نہیں تھے، غالباً انہوں نے باقی صحابہ سے سن کر یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ (۳۱)

ابو نعیم نے "دلائل النبوۃ" میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ چند مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے جن میں ابوجہل، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل اور نضر بن الحارث شامل تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے کہ اگر آپ سچے ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کریجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور چاند دو ٹکڑے ہوا۔ (۳۲)

حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا ثبوت تواتر سے ہے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کو متفق علیہ قرار دیا (۳۳) حافظ ابن حجر کے استاد حافظ زین الدین عراقی نے اجماع نقل کیا ہے چنانچہ وہ اپنی منظوم سیرت میں فرماتے ہیں۔

فصار فرقتین فرقۃ علت
وفرقۃ للطود منہ نزلت
وذاک مرتین بالاجماع
والنص والتواتر السماع(۳۴)

بعض قدیم علماء کا خیال ہے معجزہ شق قمر واقع نہیں ہوا ہے، یہ قرب قیامت میں واقع ہوگا، باقی رہی یہ بات کہ "وَانْشَقَّ الْقَمَرُ" میں ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ مستقبل کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال کرتے ہیں جب مستقبل میں اس چیز کے وقوع کے تحقق میں مبالغہ مقصود ہو جس طرح "اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ" میں استعمال کیا گیا ہے۔ (۳۵)

لیکن جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اِنشقاقِ قمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں واقع ہوچکا

---

(۳۱) فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب انشقاق القمر: ۱۸۲/۷

(۳۲) دیکھیے دلائل ابی نعیم، الفصل السادس عشر، انشقاق قمر ۲۸۰/۱

نیز دیکھیے الخصائص الکبری، باب انشقاق القمر: ۱۲۶/۱-۱۲۵

(۳۳) تفسیر ابن کثیر: ۲٦۱/۴

(۳۴) فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب انشقاق القمر: ۱۸۳/۷

(۳۵) فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب انشقاق القمر: ۱۸٦/۷

ہے جیسا کہ یہاں روایات میں ہے چنانچہ حافظ لکھتے ہیں ”والذی ذهب الیه الجمهور اصح، کما جزم به ابن مسعود و حذیفة و غیرهما“ (۳۶)

حافظ ابن حجر نے انشقاق قمر کے متعلق بعض سوالات و اعتراضات اور ان کے جوابات نقل کئے ہیں۔ (۳۷) یہاں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا تفسیری حاشیہ نقل کیا جاتا ہے کہ اس میں ان کے مختصر جوابات آجاتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

”طحاوی اور ابن کثیر نے اس واقعہ کے تواتر کا دعوی کیا ہے اور کسی دلیل عقلی سے آج تک اس طرح کے واقعات کا محال ہونا ثابت نہیں کیا جاسکا اور محض استبعاد کی بناء پر ایسی قطعی الثبوت چیزوں کو رد نہیں کیا جاسکتا، بلکہ استبعاد تو اعجاز کے لئے لازم ہے، روزمرہ کے معمولی واقعات کو ”معجزہ“ کون کہے گا“

باقی یہ کہنا کہ ”شق قمر“ اگر واقع ہوا ہوتا تو تاریخوں میں اس کا وجود کیوں نہیں تو یاد رہے کہ یہ قصہ رات کا ہے بعض ملکوں میں تو اختلاف مطالع کی وجہ سے اس وقت دن ہوگا اور بعض جگہ آدھی رات ہوگی لوگ عموماً سوتے ہوں گے اور جہاں بیدار ہوں گے اور کھلے آسمان کے نیچے بیٹھے ہوں گے تو عادۃً یہ ضروری نہیں کہ سب آسمان کی طرف تک رہے ہوں، زمین پر جو چاندنی پھیلی ہوگی بشرطیکہ مطلع صاف ہو، اس میں دو ٹکڑے ہوجانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، پھر تھوڑی دیر کا قصہ تھا، ہم دیکھتے ہیں کہ بارہا چاند گہن ہوتا ہے اور خاصا ممتد رہتا ہے لیکن لاکھوں انسانوں کو خبر بھی نہیں ہوتی اور اُس زمانہ میں آج کل کی طرح رصد وغیرہ کے اتنے وسیع اور مکمل انتظامات اور تقاویم (جنتریوں) کی اس قدر اشاعت بھی نہ تھی۔ بہرحال تاریخوں میں مذکور نہ ہونے سے اس کی تکذیب نہیں ہوسکتی بایں ہمہ ”تاریخ فرشتہ“ وغیرہ میں اس کا ذکر موجود ہے، ہندوستان کے مہاراجہ ”مالیبار“ کے اسلام کا سبب اسی واقعہ کو لکھتے ہیں۔“ (۳۸)

قدیم فلاسفہ چونکہ آسمان اور سیارات میں خَرق و التیام کے قائل نہیں ہیں اس لئے وہ اس کا انکار کرتے ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں ”وقد انکر جمهور الفلاسفة انشقاق القمر، متمسکین بأن الآیات العلویة، لایتهیأ فیها الانخراق والالتیام“

حافظ ابن حجر نے زجاج کے حوالہ سے ان کا جواب یہ دیا کہ قمر اور دیگر اجرام سماویہ اللہ جل شانہ کی مخلوق ہیں اور اللہ جل شانہ ان کی تخلیق کی طرح ان کے اِنشقاق اور ان میں اِنخِراق والتِیَام پر بھی قادر ہیں۔ (۳۹)

---

(۳۶) فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب انشقاق القمر: ۷/۱۸۶

(۳۷) دیکھیے فتح الباری، باب انشقاق القمر ۷/۱۸۶-۱۸۳

(۳۸) تفسیر عثمانی: ۷۰۱ فائدہ نمبر ۱۲

(۳۹) فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب انشقاق القمر: ۷/۱۸۵

اور مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”وقد ثبت الیوم الخرق، والالتئام، والانشقاق، والانفطار کلها فی الأجرام السماویة“ (۳۰)

٣٤٦ – باب: «تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كُفِرَ. وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ» /١٤، ١٥/.

قَالَ قَتَادَةُ: أَبْقَى اللّٰهُ سَفِينَةَ نُوحٍ حَتَّى أَدْرَكَهَا أَوَائِلُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ.

٤٥٨٨: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ: «فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ». [ر: ٣١٦٣]

اس ترجمۃ الباب سے لیکر ”باب وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ“ تک چھ تراجم متعددہ ہیں اور ہر ایک میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک ہی روایت نقل کی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ آیت میں ”فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ“ دال کے ساتھ ہے اور اس بات پر بھی تنبیہ مقصود ہے کہ قرآن جو قصص اور واقعات بیان کرتا ہے ان سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

٣٤٧ – باب: «وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ» /١٧، ٢٢، ٣٢، ٤٠/.

قَالَ مُجَاهِدٌ: يَسَّرْنَا: هَوَّنَّا قِرَاءَتَهُ.

٤٥٨٩: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ: «فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ». [ر: ٣١٦٣]

٣٤٨ – باب: «أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ. فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ» /٢٠، ٢١/.

٤٥٩٠: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ: أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا سَأَلَ الْأَسْوَدَ: «فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ» أَوْ «مُذَّكِرٍ»؟ فَقَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ يَقْرَؤُهَا: «فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ». قَالَ: وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَؤُهَا: «فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ». دَالًا. [ر: ٣١٦٣]

٣٤٩ – باب: «فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ. وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ» /٣١، ٣٢/

---

(۳۰) فیض الباری: ۳/۲۳۱

٤٥٩١ : حدّثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا أَبِي ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَرَأَ : «فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ» . الآيَةَ . [ر : ٣١٦٣]

٣٥٠ – باب : «وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُسْتَقِرٌّ . فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ» إِلَى : «فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ» /٣٨ – ٤٠/ .

٤٥٩٢ : حدّثنا مُحَمَّدٌ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَرَأَ : «فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ» . [ر : ٣١٦٣]

٣٥١ – باب : «وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ» /٥١/ .

٤٥٩٣ : حدّثنا يَحْيٰى : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ ٱبْنِ يَزِيدَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ قالَ : قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ : «فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ» . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : «فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ» . [ر : ٣١٦٣]

٣٥٢ – باب : قَوْلُهُ : «سَيُهْزَمُ الجَمْعُ وَيُوَلُّونَ ٱلدُّبُرَ» /٤٥/ .

٤٥٩٤ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا خالِدٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ . وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ : حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ ، عَنْ وُهَيْبٍ : حَدَّثَنَا خالِدٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ قالَ ، وَهْوَ فِي قُبَّةٍ يَوْمَ بَدْرٍ : (اللَّهُمَّ إِنِّي أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ ، اللَّهُمَّ إِنْ تَشَأْ لَا تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ) . فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ بِيَدِهِ فَقَالَ : حَسْبُكَ يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، أَلْحَحْتَ عَلَى رَبِّكَ ، وَهْوَ يَثِبُ فِي ٱلدِّرْعِ ، فَخَرَجَ وَهْوَ يَقُولُ : «سَيُهْزَمُ الجَمْعُ وَيُوَلُّونَ ٱلدُّبُرَ» . [ر : ٢٧٥٨]

٣٥٣ – باب : «بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ» /٤٦/ .

يَعْنِي مِنَ الْمَرَارَةِ .

٤٥٩٥ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ : أَنَّ ٱبْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قالَ : أَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ مَاهَكٍ قالَ : إِنِّي عِنْدَ عائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ ، قالَتْ : لَقَدْ أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ بِمَكَّةَ ، وَإِنِّي لَجَارِيَةٌ أَلْعَبُ : «بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ» . [٤٧٠٧]

٤٥٩٦ : حدّثني إِسْحٰقُ : حَدَّثَنَا خالِدٌ ، عَنْ خالِدٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ :

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ ، وَهُوَ فِي قُبَّةٍ لَهُ يَوْمَ بَدْرٍ : (أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ ، اللَّهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ أَبَدًا) . فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ بِيَدِهِ وَقَالَ : حَسْبُكَ يَا رَسُولَ ٱللهِ ، فَقَدْ أَلْحَحْتَ عَلَى رَبِّكَ ، وَهُوَ فِي ٱلدِّرْعِ ، فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُولُ : «سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ ٱلدُّبُرَ . بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ» . [ر : ٢٧٥٨]

٣٥٤ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الرَّحْمٰنِ .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «بِحُسْبَانٍ» /٥/ : كَحُسْبَانِ الرَّحَى .

وَقالَ غَيْرُهُ : «وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ» /٩/ : يُرِيدُ لِسَانَ الْمِيزَانِ . وَالْعَصْفُ : بَقْلُ الزَّرْعِ إِذَا قُطِعَ مِنْهُ شَيْءٌ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَ فَذٰلِكَ الْعَصْفُ ، وَالرَّيْحَانُ : رِزْقُهُ وَالحَبُّ الَّذِي يُؤْكَلُ مِنْهُ ، وَالرَّيْحَانُ : فِي كَلَامِ الْعَرَبِ الرِّزْقُ . وَقالَ بَعْضُهُمْ : وَالْعَصْفُ يُرِيدُ : الْمَأْكُولَ مِنَ الحَبِّ ، وَالرَّيْحَانُ : النَّضِيجُ الَّذِي لَمْ يُؤْكَلْ . وَقالَ غَيْرُهُ : الْعَصْفُ وَرَقُ ٱلْحِنْطَةِ . وَقالَ الضَّحَّاكُ : الْعَصْفُ التِّبْنُ . وَقَالَ أَبُو مالِكٍ : الْعَصْفُ أَوَّلُ ما يَنْبُتُ ، تُسَمِّيهِ النَّبَطُ : هَبُورًا . وَقَالَ مُجَاهِدٌ : الْعَصْفُ وَرَقُ ٱلْحِنْطَةِ ، وَالرَّيْحَانُ الرِّزْقُ ، وَالْمَارِجُ : اللَّهَبُ الْأَصْفَرُ وَالْأَخْضَرُ الَّذِي يَعْلُو النَّارَ إِذَا أُوقِدَتْ .

وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ مُجَاهِدٍ : «رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ» /١٧/ : لِلشَّمْسِ : فِي الشِّتَاءِ مَشْرِقٌ ، وَمَشْرِقٌ فِي الصَّيْفِ «وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ» مَغْرِبُهَا فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ . «لَا يَبْغِيَانِ» /٢٠/ : لَا يَخْتَلِطَانِ . «الْمُنْشَآتُ» /٢٤/ : ما رُفِعَ قِلْعُهُ مِنَ السُّفُنِ ، فَأَمَّا ما لَمْ يُرْفَعْ قِلْعُهُ فَلَيْسَ بِمُنْشَأَةٍ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «كَالْفَخَّارِ» /١٤/ : كما يُصْنَعُ الْفَخَّارُ . الشُّوَاظُ : لَهَبٌ مِنْ نَارٍ . «وَنُحَاسٌ» /٣٥/ : الصُّفْرُ يُصَبُّ عَلَى رُؤُوسِهِمْ ، فَيُعَذَّبُونَ بِهِ . «خاف مَقَامَ رَبِّهِ» /٤٦/ : يَهُمُّ بِالْمَعْصِيَةِ فَيَذْكُرُ ٱللهَ عَزَّ وَجَلَّ فَيَتْرُكُهَا . «مُدْهَامَّتَانِ» /٦٤/ : سَوْدَاوَانِ مِنَ الرِّيِّ . «صَلْصَالٍ» /١٤/ : طِينٌ خُلِطَ بِرَمْلٍ فَصَلْصَلَ كَمَا يُصَلْصِلُ الْفَخَّارُ ، وَيُقَالُ : مُنْتِنٌ ، يُرِيدُونَ بِهِ : صَلَّ ، يُقَالُ : صَلْصَالٌ ، كَمَا يُقَالُ : صَرَّ الْبَابُ عِنْدَ الْإِغْلَاقِ وَصَرْصَرَ ، مِثْلُ : كَبْكَبْتُهُ يَعْنِي كَبَبْتُهُ . «فاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ» /٦٨/ : وَقالَ بَعْضُهُمْ : لَيْسَ الرُّمَّانُ وَالنَّخْلُ بِالْفَاكِهَةِ ، وَأَمَّا الْعَرَبُ فَإِنَّهَا تَعُدُّهَا فاكِهَةً ، كَقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ : «حافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى»

/البقرة: ٢٣٨/ : فَأَمَرَهُمْ بِالْمُحافَظَةِ عَلَى كُلِّ الصَّلَوَاتِ ، ثُمَّ أَعادَ الْعَصْرَ تَشْدِيدًا لَهَا ، كَمَا أُعِيدَ النَّخلُ وَالرُّمَّانُ ، وَمِثْلُهَا : «أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّماوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ» /الحج: ١٨/ : ثُمَّ قالَ : «وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ» /الحج: ١٨/ : وَقَدْ ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي أَوَّلِ قَوْلِهِ : «مَنْ فِي السَّماوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ» .

وَقالَ غَيْرُهُ : «أَفْنَانٍ» /٤٨/ : أَغْصَانٍ . «وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ» /٥٤/ : ما يُجْتَنَى قَرِيبٌ

وَقَالَ الْحَسَنُ : «فَبِأَيِّ آلَاءِ» /١٣/ : نِعَمِهِ .

وَقالَ قَتَادَةُ : «رَبِّكُمَا» /١٣/ : يَعْنِي الْجِنَّ وَالْإِنْسَ .

وَقالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ : «كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ» /٢٩/ : يَغْفِرُ ذَنْبًا ، وَيَكْشِفُ كَرْبًا ، وَيَرْفَعُ قَوْمًا ، وَيَضَعُ آخَرِينَ .

وَقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «بَرْزَخٌ» /٢٠/ : حَاجِزٌ . الْأَنَامُ : الْخَلْقُ . «نَضَّاخَتَانِ» /٦٦/ : فَيَّاضَتَانِ . «ذُو الْجَلَالِ» /٧٨/ : ذُو الْعَظَمَةِ .

وَقالَ غَيْرُهُ : «مارِجٍ» /١٥/ : خالِصٍ مِنَ النَّارِ ، يُقالُ : مَرَجَ الْأَمِيرُ رَعِيَّتَهُ إِذَا خَلَّاهُمْ يَعْدُو بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ ، مِنْ مَرَجْتَ دَابَّتَكَ تَرَكْتَهَا . وَيُقَالُ : مَرَجَ أَمْرُ النَّاسِ : «مَرِيجٍ» /ق: ٥/ : مُلْتَبِسٌ . «مَرَجَ» /١٩/ : اخْتَلَطَ الْبَحْرَانِ . «سَنَفْرُغُ لَكُمْ» /٣١/ : سَنُحَاسِبُكُمْ ، لَا يَشْغَلُهُ شَيْءٌ عَنْ شَيْءٍ ، وَهُوَ مَعْرُوفٌ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ ، يُقَالُ : لَأَتَفَرَّغَنَّ لَكَ ، وَمَا بِهِ شُغْلٌ ، يَقُولُ : لَآخُذَنَّكَ عَلَى غِرَّتِكَ .

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ : يُرِيدُ لِسَانَ الْمِيزَانِ

ترازو کے اندر جو دونوں پلڑوں کے درمیان ترازو کی لکڑی کے وسط میں چھوٹا سا کانٹا ہوتا ہے ، جس سے دونوں پلڑوں کو برابر کیا جاتا ہے اگر وہ کسی ایک طرف کو جھک جائے تو اس طرف کا پلڑا جھک جاتا ہے ، اگر وہ بالکل سیدھی ہو تو پھر دونوں پلڑے برابر ہوتے ہیں ، اسی کو لسان المیزان کہا ہے اور آیت میں وہ مراد ہے ۔

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانِ

امام بخاری رحمہ اللہ نے العصف کے پانچ معنی بیان کئے ہیں ۔

① ایک یہ کہ کھیتی کی وہ سبزی جس کو پکنے سے پہلے کاٹ دیا جائے تو وہ عصف کہلاتی ہے ۔

② دوم یہ کہ عصف سے مراد وہ دانے ہوتے ہیں جو کھائے جاتے ہیں۔

③ سوم یہ کہ عصف گندم کے پتے کو کہتے ہیں۔

④ چہارم ضحاک کا قول ہے کہ عصف سوکھی گھاس اور بھوسہ کو کہتے ہیں۔

⑤ پنجم ابومالک کا قول ہے کہ عصف اس سبزے کو کہتے ہیں جو پہلے پہل اُگتا ہے اور نبطی میں عصف کے بجائے اسے ہبور کہتے ہیں۔

اور "الریحان" کے دو معنی بیان کئے ہیں۔

ایک یہ کہ ریحان کلام عرب میں رزق اور روزی کو کہتے ہیں۔

دوم یہ کہ اس کا اطلاق اس پکے غلے پر ہوتا ہے جو کچا نہیں کھایا جاتا چنانچہ فرماتے ہیں

"وَالرَّيْحَان: النضیج الذی لم یؤکل "

عصف کی شرح میں ایک لفظ "تِبْن" گزرا اس کے معنی ہیں بھوسہ، خشک گھاس

وَالْمَارِجُ: اَللَّهَبُ الْاَصْفَرُ وَالْاَخْضَرُ الَّذِیْ یَعْلُو النَّارَ اِذَا اُوْقِدَتْ

"وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ " جب آگ روشن کی جاتی ہے تو سبز اور زرد رنگ کا شعلہ اوپر کی طرف اٹھ جاتا ہے، اسے مارج کہتے ہیں۔

رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ: لِلشَّمْسِ فِی الشِّتَاءِ مَشْرِقٌ، وَمَشْرِقٌ فِی الصَّیْفِ، وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ: مَغْرِبُهَا فِی الشِّتَاءِ وَالصَّیْفِ

آیت کریمہ میں ہے "رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ " وہ دونوں مشرق اور دونوں مغرب کا مالک ہے، فرماتے ہیں مَشْرِقَیْن سے مراد یہ ہے کہ سورج کے لئے ایک مشرق موسم سرما میں ہوتا ہے اور ایک مشرق موسم گرما میں ہوتا ہے، اس طرح سورج کے دو مشرق ہوئے اور مَغْرِبَیْن سے بھی موسم سرما کا مغرب اور موسم گرما کا مغرب مراد ہے، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

"جاڑے اور گرمی میں جس جس نقطہ سے سورج طلوع ہوتا ہے وہ دو مشرق اور جہاں جہاں غروب ہوتا ہے وہ دو مغرب ہوئیں ان ہی مشرقین اور مغربین کے تغیر و تبدل سے موسم اور فصلیں بدلتی ہیں اور طرح طرح کے انقلابات ہوتے ہیں، زمین والوں کے ہزارہا فوائد و مصالح ان تغیرات سے وابستہ ہیں، تو ان کا ادل بدل بھی خدا کی بڑی بھاری نعمت اور اس کی قدرت عظیمہ کی نشانی ہوئی۔ "

لَايَبْغِيَانِ: لَايَخْتَلِطَانِ

آیت کریمہ میں ہے "مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ " اسی نے دو دریاؤں کو (صورتاً) ملایا کہ (ظاہر میں) باہم ملے ہوئے ہیں اور (حقیقۃً) ان دونوں کے درمیان ایک حجاب (قدرتی) ہے کہ (اس کی وجہ سے ․)دونوں (اپنے اپنے موقع سے) بڑھ نہیں سکتے۔ فرماتے ہیں لَايَبْغِيَانِ کے معنی ہیں لَايَخْتَلِطَانِ یعنی وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ملتے نہیں ہیں مطلب یہ ہے کہ شیریں دریا اور نمکین دریا جہاں ایک دوسرے کے پاس مل کر بہتے ہیں، وہاں ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہیں ہوتے، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بیان القرآن میں دو معتبر بنگالی علماء کی شہادت نقل کی ہے "ارکان" سے "چاٹگام" تک دریا کی شان یہ ہے کہ اس کی دو جانبین بالکل الگ الگ نوعیت کے دو دریا نظر آتے ہیں، ایک کا پانی سفید ہے، ایک کا سیاہ، سیاہ میں سمندر کی طرح طوفانی تلاطم اور تموج ہوتا ہے اور سفید بالکل ساکن رہتا ہے، کشتی سفید میں چلتی ہے اور دونوں کے درمیان ایک دھاری سی برابر چلی گئی ہے جو دونوں کا ملتقی ہے، لوگ کہتے ہیں سفید پانی میٹھا ہے اور سیاہ کڑوا۔

اور مجھ سے "باریسال" کے بعض طلبہ نے بیان کیا کہ ضلع "باریسال" میں دو ندیاں ہیں جو ایک ہی دریا سے نکلی ہیں ایک کا پانی کھاری، بالکل کڑوا! اور ایک کا نہایت ہی شیریں اور لذیذ ہے، یہاں گجرات میں راقم الحروف جس جگہ آج مقیم ہے.... سمندر تقریباً دس بارہ میل کے فاصلہ پر ہے ادھر کی ندیوں میں برابر مدو جزر (جوار بھاٹا) ہوتا رہتا ہے بکثرت ثقات نے بیان کیا کہ مد کے وقت جب سمندر کا پانی ندی میں آجاتا ہے تو میٹھے پانی کی سطح پر کھاری پانی بہت زور سے چڑھ جاتا ہے لیکن اس وقت بھی دونوں پانی مختلط نہیں ہوتے، اوپر کھاری رہتا ہے، نیچے میٹھا، جزر کے وقت اوپر سے کھاری اتر جاتا ہے اور میٹھا جوں کا توں باقی رہ جاتا ہے، ان شواہد کو دیکھتے ہوئے آیت کا مطلب بالکل واضح ہے"۔

وَالْمُنْشَآتُ: مَارُفِعَ قِلْعُهُ مِنَ السُّفُنِ، فَأَمَّا مَالَمْ يُرْفَعْ قِلْعُهُ، فَلَيْسَ بِمُنْشَأَةٍ

"وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ" مُنْشَآت ان کشتیوں کو کہتے ہیں جن کا بادبان اوپر اٹھادیا گیا ہو (کیونکہ دور سے صرف ایسی کشتیاں پہاڑوں کی طرح لگتی ہیں) جن کا بادبان نہیں اٹھایا گیا ہو ان پر اس کا اطلاق نہیں ہوگا۔

وقال مجاهد: كَالْفَخَّارِ: كَمَا يُصْنَعُ الْفَخَّارُ

"خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِن صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ " "اللہ تعالی نے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو

ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا" مجاہد فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے کھنکھناتی مٹی سے اس طرح پیدا کیا جیسے اس سے ٹھیکرے بنائے جاتے ہیں"۔

صلصال کی تشریح آگے امام نے کی "طین خلط برمل، فصلصل، کما یصلصل الفخار" یعنی وہ کیچڑ جس کے ساتھ ریت ملا دی جائے تو وہ ٹھیکرے کی طرح کھنکھنانے اور بجنے لگے ۔

دوسرا قول یہ ہے کہ صلصال بدبودار کیچڑ کو کہتے ہیں یہ "صَلَّ" سے ماخوذ ہے ، کہتے ہیں کہ صَلَّ اللحم: گوشت سڑ گیا، بدبو دار ہوگیا صَلَّ اور صَلْصَال کے ایک ہی معنی ہیں جیسے صَرَّ اور صَرْصَر کے ایک ہی معنی ہیں۔

صَرَّ الْبَابُ: دروازے نے بند کرتے وقت آواز دی اور جیسے کَبَّ اور کَبْکَبَ کے ایک معنی ہیں: اوندھا کرنا۔

وَنُحَاسٌ: اَلنُّحَاسُ الصُّفْرُ، يُصَبُّ عَلىٰ رُؤُوْسِهِمْ، يُعَذَّبُوْنَ بِهٖ

آیت کریمہ میں ہے "يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ" (اے جن و انس کے مجرمو!) تم دونوں پر (قیامت کے روز) آگ کا شعلہ اور پیتل گلا کر چھوڑا جائے گا پھر تم (اس کو) ہٹا نہ سکو گے ۔ فرماتے ہیں آیت کریمہ میں نُحاس سے پیتل مراد ہے جو گلا کر جہنمیوں کے سروں پر ڈالا جائے گا اور اس کے ذریعہ ان کو عذاب دیا جائے گا۔

خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ: يَهُمُّ بِالْمَعْصِيَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ فَيَتْرُكُهَا

آیت کریمہ میں ہے "وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ" اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہو اس کے لئے (جنت میں) دو باغ ہوں گے ، فرماتے ہیں خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص گناہ کرنے کا قصد کرے پھر اللہ تعالیٰ کو یاد کرکے اس گناہ کو چھوڑ دے ۔

الشُّوَاظُ: لَهَبٌ مِنْ نَارٍ

آیت میں ہے "يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ" (اے جن و انس کے مجرمو!) تم دونوں پر (قیامت کے روز) آگ کا شعلہ چھوڑا جائے گا.... فرماتے ہیں شواظ کے معنی ہیں آگ کا شعلہ۔

مُدْهَامَّتَانِ: سَوْدَاوَانِ مِنَ الرِّيِّ

وہ دونوں باغ سیرابی کی وجہ سے سیاہ نظر آئیں گے ، سرسبزی اور شادابی جب گہری ہوتی ہے تو وہ مائل بہ سیاہی نظر آتی ہے ۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَيْسَ الرُّمَّانُ وَالنَّخْلُ بِالْفَاكِهَةِ، وَاَمَّا الْعَرَبُ فَاِنَّهَا تَعُدُّهَا فَاكِهَةً

"فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ" امام بخاری رحمہ اللہ اس آیت سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استدلال کو رد کرنا چاہتے ہیں۔ (۴۱)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ نخل ورمان فواکہ میں داخل نہیں ہیں بلکہ ان کی حیثیت مستقل غذا کی ہے ۔

ائمہ ثلاثہ، صاحبین اور جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ نخل ورمان فواکہ میں داخل ہیں۔ (۴۲)

امام اعظم مذکورہ آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ اس میں "فاکھة" اور "نخل ورمان" کے درمیان واو عاطفہ لایا گیا ہے اور عطف مغایرت پر دلالت کرتا ہے اس لئے یہ "فاکھة" میں داخل نہیں ہوں گے ۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ عطف مغایرت پر دلالت کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ "تخصیص بعد التعمیم" کی قبیل سے ہے جیساکہ دوسری بہت سی آیات میں جن کا ذکر انہوں نے یہاں کیا اس کی مثال موجود ہے لہذا اس کا تقاضہ یہ ہے کہ نخل ورمان کو فاکھۃ میں داخل ہونا چاہیئے ۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "نخل ورمان" میں تفکہ کی شان موجود تو ہے لیکن وہ غذا اور دوا کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں اس بناء پر ان کو فواکہ میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ (۴۳)

جمہور فرماتے ہیں کہ اسی لئے تو ان کی تخصیص کی گئی ہے کہ ان میں شان تفکہ کے ساتھ ساتھ شان تغذی اور تداوی بھی موجود ہے ۔

ثمرۂ اختلاف اس وقت ظاہر ہوگا کہ کوئی آدمی قسم کھالے کہ وہ فاکھۃ نہیں کھائے گا، پھر اس نے نخل ورمان میں سے کسی ایک کو کھالیا تو جمہور کے نزدیک وہ حانث ہوجائے گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ حانث نہیں ہوگا۔

بعض نے کہا کہ یہ اختلاف حجت و برہان کا اختلاف نہیں ہے بلکہ عصر و زمان اور عرف کا اختلاف ہے، یعنی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ اور علاقہ میں عرف یہی تھا کہ ان کو فواکہ میں شمار نہیں کیا جاتا تھا اور دوسرے فقہاء کے ہاں عرف اس سے مختلف تھا، ان کو فواکہ میں شمار کرتے تھے اور یمین میں

---

(۴۱) وفی الفتح: ۸/۲۲۳: البعض المذکور ھو ابوحنیفة، وفی عمدة القاری: ۱۹/۲۱۳ لایلزم تخصیص ھذا القول بابی حنیفة وحده فان جماعة من المفسرین ذھبوا الی ھذا القول۔

(۴۲) دیکھیے الھدایة، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل والشرب: ۲/۴۹۱ وفیض الباری: ۴/۲۴۳

(۴۳) تعلیقات لامع الدراری: ۹/۱۴۳

چونکہ عرف کا اعتبار ہوتا ہے اس لئے اعتبار عرف کا ہوگا۔ (۴۴)

اَفْنَانٍ: اَغْصَانٍ

آیت کریمہ میں ہے "ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ" وہ دونوں باغ شاخوں والے ہوں گے فرماتے ہیں افنان سے شاخیں مراد ہیں۔۔

وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ: مَا يُجْتَنٰى قَرِيْبٌ

آیت کا ترجمہ ہے "اور ان دو باغوں کا پھل بہت نزدیک ہوگا" مطلب یہ ہے کہ ان سے جو پھل توڑے جائیں گے وہ بہت قریب ہوں گے۔

فَبِاَيِّ الَآءِ: نِعَمِهٖ، رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ: يَعْنِي الْجِنَّ وَالْاِنْسَ

آیت کریمہ میں ہے "فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ" تم اپنے رب کی کونسی کونسی نعمتوں کو جھلاؤ گے۔۔۔۔ فرماتے ہیں آلآء سے نعمتیں مراد ہیں اور ربکما میں خطاب جن و انس کو ہے۔

وقال ابو الدرداء: كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَاْنٍ: يَغْفِرُ ذَنْبًا

ابن حبّان اور ابن ماجہ نے اس روایت کو مرفوعاً نقل کیا ہے امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اس کو موصولاً نقل کیا ہے، امام بیہقی نے بھی اس کو موقوفاً نقل کیا ہے (۴۵) "کل یوم" معنی میں "کل وقت" کے ہے۔

بَرْزَخٌ: حَاجِزٌ

آیت میں ہے "بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَان" دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اس سے) تجاوز نہیں کر سکتے اس میں برزخ کے معنی ہیں حاجز: رکاوٹ۔

اَلْاَنَام: اَلْخَلْقِ

آیت کریمہ میں ہے "وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ" اور اسی نے مخلوق کے واسطے زمین کو (اس کی جگہ) رکھ دیا۔۔۔۔ فرماتے ہیں انام بمعنی مخلوق ہے۔

---

(۴۴) تفصیل کے لئے دیکھیے تعلیقات لامع الدراری: ۹/۱۷۴-۱۷۲ وفتح القدیر: ۴/۳۰۵

(۴۵) قال الحافظ: وصله المصنف فی التاریخ، وابن حبان فی الصحیح وابن ماجه۔۔۔ عن ابی الدرداء مرفوعاً واخرجه البیهقی فی الشعب عن ابی الدرداء مرفوعا (فتح الباری: ۸/۶۲۳)

نَضَّاخَتَانِ: فَيَّاضَتَانِ

آیت میں ہے "فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ" ان دونوں باغوں میں دو چشمے جوش مارتے ہوئے ہوں گے .... فرماتے ہیں نَضَّاخَتَانِ کے معنی ہیں: فَيَّاضَتَانِ یعنی اہل جنت پر خیر و برکت برسانے والے۔

ذو الجلال: ذو العظمة

آیت کریمہ میں ہے "تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ" بڑا بابرکت نام ہے آپ کے رب کا جو عظمت والا اور احسان والا ہے .... فرماتے ہیں ذو الجلال کے معنی ہیں: عظمت و بزرگی والا۔

مَارِج: خَالِصٍ مِنَ النَّارِ، يقال: مَرَجَ الْأَمِيرُ رَعِيَّتَهُ، إِذَا خَلَّاهُمْ، يَعْدُو بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، مَرَجَ أَمْرُ النَّاسِ، مَرِيجٍ: مُلْتَبِسٍ

آیت میں ہے "خَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ" اور جنات کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا۔ مارج کے معنی ہیں: خالص آگ، عرب کہتے ہیں مرج الامیر رعیتہ: حاکم نے اپنی رعیت کو آزاد چھوڑ دیا کہ بعض بعض پر ظلم کرتے ہیں، مرج امر الناس: لوگوں کا معاملہ بگڑ گیا۔ مریج کے معنی ہیں مُخْتَلِطٌ: مرج البحران: دونوں دریا مل گئے .... یہ مَرَجْتَ دَابَّتَکَ سے ماخوذ ہے یعنی تو نے اپنے چوپائے کو چھوڑ دیا کہ وہ چراگاہ میں چرے، مقصد یہ ہے کہ مرج کے مختلف معانی آتے ہیں: آزاد چھوڑ دینا، خلط ملط ہونا۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ: سَنُحَاسِبُكُمْ، لَا يَشْغَلُهُ شَيْءٌ عَنْ شَيْءٍ، وَهُوَ مَعْرُوفٌ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ

آیت ہے "سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَا الثَّقَلٰنِ" یہاں اشکال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے کسی کام میں مشغول تھے اور اب وہ ثقلین کے لئے فراغت پائیں گے، اس اشکال کا جواب امام نے دیا کہ بطور محاورہ استعمال ہوتا ہے اور کلام عرب میں یہ معروف ہے، کہتے ہیں "لَاَتَفَرَّغَنَّ لَکَ" ابھی میں تیرے لئے فارغ ہوتا ہوں، حالانکہ پہلے سے اس کی کوئی مشغولیت نہیں ہوتی ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ابھی تجھے پکڑ کر مزہ چکھانے والا اور سزا دینے والا ہے۔

٣٥٥ - باب: قَوْلِهِ: «وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتَانِ» /٦٢/.

٤٥٩٧: حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: (جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ، آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا، وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ، آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا، وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِ، عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ). [ر: ٣٠٧١]

٣٥٦ – باب : «حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي ٱلْخِيَامِ» /٧٢/ .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : حُورٌ : سُودُ الحَدَقِ . وَقَالَ مُجَاهِدٌ : مَقْصُورَاتٌ : مَحْبُوسَاتٌ ، قُصِرَ طَرْفُهُنَّ وَأَنْفُسُهُنَّ عَلَى أَزْوَاجِهِنَّ . «قَاصِرَاتُ» /٥٦/ : لَا يَبْغِينَ غَيْرَ أَزْوَاجِهِنَّ .

٤٥٩٨ : حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ : حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الجَوْنِيُّ ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قَالَ : (إِنَّ فِي الجَنَّةِ خَيْمَةً مِنْ لُؤْلُؤَةٍ مُجَوَّفَةٍ ، عَرْضُهَا سِتُّونَ مِيلاً ، فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا أَهْلٌ مَا يَرَوْنَ الآخَرِينَ ، يَطُوفُ عَلَيْهِمُ المُؤْمِنُونَ . وَجَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ ، آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا ، وَجَنَّتَانِ مِنْ كَذَا ، آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا ، وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِ عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ) . [ر : ٣٠٧١]

حضرت ابن عباس ؓ نے حور کی تشریح کی سود الحدق: سیاہ آنکھوں والی، اَلْحَدَق، حَدَقَةٌ کی جمع ہے ، آنکھ کی سیاہی کو کہتے ہیں، حُور، حَوْرَاء کی جمع ہے اور مَقْصُوْرَات کی تفسیر بیان کی کہ ان کی نگاہ اور ان کی ذات ان کے ازواج کے لئے مخصوص ہوگی اور کسی دوسرے کے تصرف میں آنے والی نہیں ہوں گی اور کسی دوسرے کی طرف نگاہ بھی اٹھانے والی نہیں ہوں گی۔

٣٥٧ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْوَاقِعَةِ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «رُجَّتْ» /٤/ : زُلْزِلَتْ . «بُسَّتْ» /٥/ : فُتَّتْ وَلُتَّتْ كَمَا يُلَتُّ السَّوِيقُ . الْمَخْضُودُ : الْمُوقَرُ حَمْلاً ، وَيُقَالُ أَيْضًا : لَا شَوْكَ لَهُ . «مَنْضُودٍ» /٢٩/ : الْمَوْزُ . وَالْعُرُبُ : الْمُحَبَّبَاتُ إِلَى أَزْوَاجِهِنَّ . «ثُلَّةٌ» /٣٩ ، ٤٠/ : أُمَّةٌ . «يَحْمُومٍ» /٤٣/ : دُخَانٍ أَسْوَدَ . «يُصِرُّونَ» /٤٦/ : يُدِيمُونَ . «الْهِيمِ» /٥٥/ : الْإِبِلِ الظِّمَاءِ . «لَمُغْرَمُونَ» /٦٦/ : لَمُلْزَمُونَ . «فَرَوْحٌ» /٨٩/ : جَنَّةٌ وَرَخَاءٌ . «وَرَيْحَانٌ» /٨٩/ : الرِّزْقُ . «وَنُنْشِئَكُمْ فِيمَا لَا تَعْلَمُونَ» /٦١/ : فِي أَيِّ خَلْقٍ نَشَاءُ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «تَفَكَّهُونَ» /٦٥/ : تَعْجَبُونَ . «عُرُبًا» /٣٧/ : مُثَقَّلَةً ، وَاحِدُهَا عَرُوبٌ

مِثْلُ صَبُورٍ وَصُبُرٍ ، يُسَمِّيهَا أَهْلُ مَكَّةَ الْعَرِبَةَ ، وَأَهْلُ الْمَدِينَةِ الْغَنِجَةَ ، وَأَهْلُ الْعِرَاقِ الشَّكِلَةَ

وَقَالَ فِي : «خافِضَةٌ» /٣/ : لِقَوْمٍ إِلَى النَّارِ . «رَافِعَةٌ» /٣/ : إِلَى الجَنَّةِ . «مَوْضُونَةٍ» /١٥/ : مَنْسُوجَةٍ ، وَمِنْهُ : وَضِينُ النَّاقَةِ . وَالْكُوبُ : لَا آذَانَ لَهُ وَلَا عُرْوَةَ . وَالْأَبَارِيقُ : ذَوَاتُ الآذَانِ وَالْعُرَى . «مَسْكُوبٍ» /٣١/ : جارٍ . «وَفُرُشٍ مَرْفُوعَةٍ» /٣٤/ : بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ . «مُتْرَفِينَ» /٤٥/ : مُتَنَعِّمِينَ . «ما تُمْنُونَ» /٥٨/ : هِيَ النُّطْفَةُ فِي أَرْحامِ النِّسَاءِ . «لِلْمُقْوِينَ» /٧٣/ : لِلْمُسَافِرِينَ ، وَالْقِيُّ الْقَفْرُ . «بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ» /٧٥/ : بِمُحْكَمِ الْقُرْآنِ ، وَيُقَالُ : بِمَسْقِطِ النُّجُومِ إِذَا سَقَطْنَ ، وَمَوَاقِعُ وَمَوْقِعٌ وَاحِدٌ . «مُدْهِنُونَ» /٨١/ : مُكَذِّبُونَ ، مِثْلُ : «لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ» /القلم : ٩/ . «فَسَلَامٌ لَكَ» /٩١/ : أَيْ مُسَلَّمٌ لَكَ : إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ، وَأُلْغِيَتْ إِنَّ وَهُوَ مَعْنَاهَا ، كَمَا تَقُولُ : أَنْتَ مُصَدَّقٌ ، مُسَافِرٌ عَنْ قَلِيلٍ ، إِذَا كَانَ قَدْ قَالَ : إِنِّي مُسَافِرٌ عَنْ قَلِيلٍ ، وَقَدْ يَكُونُ كَالدُّعَاءِ لَهُ ، كَقَوْلِكَ : فَسَقْيًا مِنَ الرِّجَالِ ، إِنْ رَفَعْتَ السَّلَامَ ، فَهُوَ مِنَ الدُّعَاءِ .

«تُورُونَ» /٧١/ : تَسْتَخْرِجُونَ ، أَوْرَيْتُ : أَوْقَدْتُ . «لَغْوًا» /٢٥/ : بَاطِلًا . «تَأْثِيمًا» /٢٥/ : كَذِبًا .

رُجَّتْ: زُلْزِلَتْ

آیت کریمہ میں ہے "إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا " جبکہ زمین میں سخت زلزلہ آنے گا اس میں رُجَّتْ کے معنی ہیں جب وہ ہلائی جائے گی، اس کو جنبش دی جائے گی۔

بُسَّتْ: فُتَّتْ وَلُتَّتْ كَمَا يُلَتُّ السَّوِيقُ

"وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا " فرماتے ہیں کہ بست کے معنی ہیں فُتَّتْ: پہاڑ چور چور کردیئے جائیں گے۔ لتت: لت پت کردیئے جائیں گے جیسے ستو کو لت پت کردیا جاتا ہے۔

اَلْمَخْضُودُ: اَلْمُوْقَرُ حَمْلًا وَيُقَالُ اَيْضًا: لَا شَوْكَ لَهُ

"فِي سِدْرٍ مَخْضُوْدٍ " کے معنی ہیں وہ بیری کا درخت جو پھلوں کے بوجھ سے لدا ہوا ہوگا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مخضود اسے کہتے ہیں جس میں کانٹے نہ ہوں۔

مَنضُودٍ: اَلْمَوْزُ

"وَطَلْحٍ مَّنضُوْدٍ" طَلْح کی تفسیر ہے اَلْمَوْزُ یعنی کیلا اور منضود کے معنی ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے ہیں۔

وَالعُرُبُ: اَلْمُحَبَّبَاتُ اِلٰی اَزْوَاجِهِنَّ

"فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا، عُرُبًا اَتْرَابًا" ہم نے ان حوروں کو دوشیزہ، شوہروں کے لئے محبوب اور ان کا ہم عمر بنایا۔ وہ بیویاں جو اپنے شوہروں کی محبوب ہوتی ہیں ان کو "عُرُب" کہتے ہیں عُرُوب: عَرُوب و عروبة کی جمع ہے چنانچہ آٹھ نو لفظوں کی تشریح کے بعد امام نے دوبارہ اس لفظ کی تشریح کی ہے، چنانچہ فرمایا "عُرُبا: مثقلة" یعنی "عُرُب" مثقل ہے، مثقل کے معنی ہیں اس کے راء پر ضمہ ہے، محبوبہ بیوی کو اھل مکہ "عَرِبَة" کہتے ہیں، اھل مدینہ اسے "غَنِجة" کہتے ہیں اور اھل عراق اسے "شَكِلَة" کہتے ہیں۔" (٣٦)

ثُلَّةٌ: اُمَّةٌ

آیت میں ہے "ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ" اس میں ثُلَّة کے معنی ہیں جماعت، گروہ۔

يَحْمُوْم: دُخَانٍ اَسْوَدَ

آیت کریمہ میں ہے "وَظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ" اور (اصحاب شمال) سیاہ دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے، يَحْمُوْم سیاہ دھوئیں کو کہتے ہیں۔

يُصِرُّوْنَ: يُدِيْمُوْنَ

آیت میں ہے "وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ" اور یہ لوگ بڑے بھاری گناہ پر اصرار کیا کرتے تھے (یعنی ایمان نہیں لاتے تھے)..... يُصِرُّوْنَ کے معنی ہیں يُدِيْمُوْنَ: دوام اختیار کیا تھا۔

اَلْهِيْم: اَلْاِبِلِ الظَّمَاءُ

آیت میں ہے "فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ" پس وہ پیاسے اونٹوں کی طرح پینے والے ہوں گے، اَلْهِيْم پیاسے اونٹوں کو کہتے ہیں۔

لَمُغْرَمُوْنَ: لَمُلْزَمُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ" ہم پر تاوان ہی پڑ گیا بلکہ بالکل ہی محروم

---

(٣٦) عمدة القاری: ١٩/٢١٨

رہ گئے .... لَمُغْرَمُوْنَ کے معنی ہیں الزام دیئے گئے ، ہم پر لازم کیا گیا، قرضدار ہوگئے ۔

رَوْحٌ: جَنَّةٌ وَرَخَاءٌ، وَرَيْحَانٌ: اَلرِّزْقُ

آیت کریمہ میں ہے "فَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّ جَنَّتُ نَعِيْمٍ " پھر جو شخص مقربین میں سے ہوگا اس کے لئے تو راحت ہے اور غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے .... رَوْح کے معنی جنت اور فراخی کے ہیں اور رَیحان کے معنی رزق کے ہیں ۔

وَنُنْشِئَكُمْ: فِي اَيِّ خَلْقٍ نَشَاءُ

آیت کریمہ میں ہے "وَنُنْشِئَكُمْ فِي مَالَا تَعْلَمُوْنَ " اور تم کو ایسی صورت میں بنادیں گے جس کو تم جانتے بھی نہیں .... فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم جس صورت میں چاہیں گے تم کو پیدا کردیں گے ۔

تَفَكَّهُوْنَ: تَعْجَبُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ " یعنی اگر ہم چاہیں تو اسی کو چورا چورا کردیں پھر تم متعجب ہوکر رہ جاؤ ۔

خَافِضَةٌ: لِقَوْمٍ اِلَى النَّارِ، رَافِعَةٌ: اِلَى الْجَنَّةِ

آیت کریمہ میں ہے "لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ " قیامت کے واقع ہونے سے کوئی اختلاف نہیں وہ بعض کو پست کردے گی اور بعض کو بلند کردے گی، امام فرماتے ہیں خافضة کے معنی ہیں وہ قیامت ایک قوم کو جہنم کی طرف لے جانے والی ہے اور رافعة کے معنی ہیں ایک جماعت کو جنت کی طرف بلند کرنے والی ہے ۔

مَوْضُوْنَةٍ: مَنْسُوْجَةٍ، وَمِنْهُ: وَضِيْنُ النَّاقَةِ

"عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ" مَوْضُوْنَة کے معنی ہیں: بنے ہوئے ، اسی سے "وَضِيْنُ النَّاقَةِ" ہے اس رسی کو کہتے ہیں جس سے اونٹ پر کجاوہ اور ہودج وغیرہ کو باندھتے ہیں ۔

بِاَكْوَابٍ وَاَبَارِيْقَ

کوب اس برتن کو کہتے ہیں جس میں نہ ٹونٹی ہو نہ دستہ ہو جیسے گلاس ، پیالہ اور ابریق وہ برتن کہلاتا ہے جس میں یہ دونوں ہوں جیسے لوٹا، بعض لوٹوں میں ٹونٹی کے ساتھ دستہ بھی ہوتا ہے جیسا کہ عرب میں رواج ہے ۔

مَسْكُوْبٍ: جَارٍ

آیت کریمہ میں ہے "وَمَاءٍ مَسْكُوْبٍ " اور چلتا ہوا پانی ہوگا.... مَسْكُوْبٍ، کے معنی ہیں : جاری۔

وَفُرُشٍ مَرْفُوْعَةٍ: بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ

فرماتے ہیں آیت کریمہ میں "فُرُشٍ مَرْفُوْعَةٍ " سے تہہ بہ تہہ فرش مراد ہیں۔

مُتْرَفِيْنَ: مُتَمَتِّعِيْنَ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ " وہ لوگ اس سے قبل (یعنی دنیا میں) بڑی خوشحالی میں رہتے تھے.... فرماتے ہیں مُتْرَفِيْنَ کے معنی ہیں مُتَمَتِّعِيْنَ: آرام سے زندگی گزارنے والے، خوشحال۔

مَا تُمْنُوْنَ: هِيَ النُّطْفَةُ فِي اَرْحَامِ النِّسَاءِ

آیت کریمہ میں ہے "اَفَرَءَيْتُمْ مَا تُمْنُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُوْنَ " اچھا پھر یہ بتلاؤ تم جو (عورتوں کے رحم میں) منی پہنچاتے ہو اس کو تم آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں .... فرماتے ہیں ماتمنون کے معنی ہیں وہ نطفہ جو عورتوں کے رحم میں ڈالتے ہو۔

لِلْمُقْوِيْنَ: لِلْمُسَافِرِيْنَ، وَالْقِيُّ: الْقَفْرُ

"نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ " ہم نے ہی پیدا کیا درخت (جس سے آگ نکلتی ہے) تمہیں یاد دلانے کے لئے (کہ جو اللہ سبز درخت سے آگ نکالنے پر قادر ہے وہ مُردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے) اور جنگل میں سفر کرنے والوں کے نفع اٹھانے کے لئے۔ مُقْوِيْنَ کے معنی مُسَافرین کے ہیں۔ قِی (بکسر القاف) سے ماخوذ ہے، صحرا اور ویرانے کو کہتے ہیں۔

بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ: بِمُحْكَمِ الْقُرْآنِ، ويقال: بِمَسْقِطِ النُّجُوْمِ، اِذَا سَقَطْنَ

"فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ " فرماتے ہیں کہ "مَوَاقِعِ النُّجُوْمِ" سے قرآن کریم کی محکم آیات مراد ہیں موقع کی تفسیر محکم سے اور نجوم کی تفسیر قرآن سے کی گئی ہے اس لئے کہ قرآن نجماً نجماً نازل ہوا ہے اور "مَوَاقِعِ النُّجُوْمِ" کی دوسری تفسیر ہے ستاروں کے گرنے یعنی غروب ہونے کے منازل۔

مُدْهِنُوْنَ: مُكَذِّبُوْنَ، مثل: لَوْتُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ" سو کیا تم لوگ اس کلام کو جھٹلانے والے ہو.... سورۂ قلم کی آیت میں بھی اسی طرح ہے "وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ" یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ (تبلیغ کام میں) ڈھیلے ہوجائیں تو یہ بھی ڈھیلے ہوجائیں۔

فَسَلَامٌ لَكَ: اَیْ مُسَلَّمٌ لَكَ، اِنَّكَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ

سلام معنی میں "مسلم" کے ہیں اور اس کے معنی ہیں "مسلم لک انک من اصحاب الیمین" یعنی یہ آپ کے لئے تسلیم کرلیا گیا ہے کہ آپ اصحاب الیمین میں سے ہیں "ان" لفظوں میں اگرچہ گرادیا گیا لیکن معنی میں اس کا اعتبار ہے، جیسے کوئی آدمی کہے کہ میں عنقریب سفر کرنے والا ہوں تو اس کے جواب میں آپ کہیں انت مصدق، مسافر عن قلیل یہاں بھی "ان" محذوف ہے اور اصل عبارت ہے "انت مصدق انک مسافر عن قلیل"

سلام کا لفظ بطور دعاء کے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے "سقیا من الرجال" کا لفظ دعا کے طور پر استعمال ہوتا ہے، یعنی سقاک اللہ سقیا من الرجال" لوگوں میں سے اللہ تجھے سیراب کریں۔ البتہ "سقیا" دعا کے لئے منصوب استعمال ہوتا ہے جبکہ "سلام" مرفوع استعمال ہوتا ہے۔

تُوْرُوْنَ: تَسْتَخْرِجُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ" اچھا پھر یہ بتلاؤ جس آگ کو تم سلگاتے ہو.... فرماتے ہیں تورون کے معنی ہیں جس آگ کو تم نکالتے ہو۔

لَغْوًا: بَاطِلًا: تَاْثِيْمًا: كَذِبًا

آیت کریمہ میں ہے "لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا" .... اس میں لَغْو کے معنی باطل اور تَاْثِيْمًا کے معنی جھوٹ کے ہیں۔

٣٥٨- باب: قَوْلُهُ: «وَظِلٍّ مَمْدُودٍ» /٣٠/.

٤٥٩٩: حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: (إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً، يَسِيرُ الرَّاكِبُ

فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عامٍ، لَا يَقْطَعُهَا، وَٱقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ: «وَظِلٍّ مَمْدُودٍ». [ر: ٣٠٨٠]

٣٥٩ – باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ الحَدِيدِ.

قَالَ مُجَاهِدٌ: «جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ» /٧/: مُعَمَّرِينَ فِيهِ. «مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ» /٩/: مِنَ الضَّلَالَةِ إِلَى الْهُدَى. «فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ» /٢٥/: جُنَّةٌ وَسِلَاحٌ. «مَوْلَاكُمْ» /١٥/: أَوْلَى بِكُمْ. «لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ» /٢٩/: لِيَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ، يُقَالُ: الظَّاهِرُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا، وَالْبَاطِنُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا. «أَنْظِرُونَا» /٥، ١٣/: ٱنْتَظِرُونَا.

قال مجاهد: جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ: مُعَمَّرِينَ فِيهِ

"وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ" اور جس مال میں تم کو اس نے دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو، مجاہد نے اس کا ترجمہ کیا ہے "تمہیں آباد کیا ہے اس میں دوسرے لوگوں کے چلے جانے کے بعد"

مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ: مِنَ الضَّلَالَةِ إِلَى الْهُدٰى

آیت کریمہ میں ہے "هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّوْرِ" وہ ایسا (رحیم) ہے کہ اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر صاف صاف آیتیں بھیجتا ہے تاکہ وہ تم کو (کفر و جہل کی) تاریکیوں سے (ایمان اور علم حقائق کی) روشنی کی طرف لاوے .... فرماتے ہیں الظلمٰت سے گمراہی اور النور سے ہدایت مراد ہے۔

فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ: جُنَّةٌ وَّسِلَاحٌ

آیت کریمہ میں ہے "وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ" اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا ہے جس میں شدید ہیبت ہے اور لوگوں کے لئے اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں .... فرماتے ہیں منافع للناس سے ڈھال اور ہتھیار مراد ہیں۔

مَوْلٰكُمْ: أَوْلٰى بِكُمْ

آیت میں ہے "مَأْوٰكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلٰكُمْ" تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہی تمہاری (ہمیشہ کے لئے) رفیق ہے .... فرماتے ہیں مولاکم کے معنی ہیں أَوْلٰى بِكُمْ یعنی جہنم کی آگ تمہارے لائق ہے۔

لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتَابِ: لِيَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتَابِ

آیت کریمہ میں ہے "لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتَابِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ" تاکہ قیامت کے روز اہل کتاب کو یہ بات معلوم ہوجائے کہ ان لوگوں کو اللہ کے فضل کے کسی جزء پر بھی (بغیر ایمان لائے) دسترس نہیں.... فرماتے ہیں آیت کریمہ میں لِئَلَّا يَعْلَمَ معنی میں لیعلم کے ہے یعنی اس میں لا زائدہ ہے۔

یقال: اَلظَّاهِرُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا، وَالْبَاطِنُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا

آیت کریمہ میں ہے "هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ"

اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتے ہیں، چاہے وہ ظاہر ہو یا باطن اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ظاہر ہے اس لئے کہ اس کے وجود کو بتانے والے دلائل بہت ہیں اور اللہ تعالیٰ کا وجود باطن بھی ہے اس لئے کہ وہ مدرک بالحواس نہیں ہے۔

اُنْظُرُوْنَا: اِنْتَظِرُوْنَا

آیت کریمہ میں ہے "يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِيْنَ آمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُوْرِكُمْ" جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ (ذرا) ہمارا انتظار کرلو۔ اُنْظُرُوْنَا کے معنی ہیں ہمارا انتظار کرلو۔

٣٦٠ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمُجادِلَةِ.

وَقالَ مُجاهِدٌ : «يُحَادُّونَ» /٢٠/ : يُشَاقُّونَ اللّٰهَ . «كُبِتُوا» /٥/ : أُخْزُوا ، مِنَ الْخِزْيِ «اسْتَحْوَذَ» /١٩/ : غَلَبَ .

"اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَادُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ" اس میں "يُحَادُّوْنَ" کا ترجمہ "يُشَاقُّوْنَ" کیا ہے جس کے معنی مخالفت کرنے کے آتے ہیں اور كُبِتُوْا کے معنی ہیں "ذلیل کئے گئے"

اِسْتَحْوَذَ: غَلَبَ

آیت کریمہ میں ہے "اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ" ان پر شیطان نے غلبہ حاصل کرلیا ہے.... استحوذ کے معنی ہیں غالب آنا، تسلط حاصل کرنا۔

٣٦١ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الحَشْرِ .

«الجَلَاءَ» /٣/ : الإِخْرَاجَ مِنْ أَرْضٍ إِلَى أَرْضٍ .

آیت کریمہ میں ہے "وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا " اور اگر اللہ تعالیٰ ان کی قسمت میں جلاوطن ہونا نہ لکھ چکا ہوتا تو ان کو دنیا میں سزا دیتا... فرماتے ہیں الجلاء کے معنی ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف نکالنے کے ہیں ۔

٤٦٠١/٤٦٠٠ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمانَ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قالَ : قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ : سُورَةُ التَّوْبَةِ ، قالَ : التَّوْبَةُ هِيَ الْفَاضِحَةُ ، ما زَالَتْ تَنْزِلُ ، وَمِنْهُمْ وَمِنْهُمْ ، حَتَّى ظَنُّوا أَنَّهَا لَنْ تُبْقِيَ أَحَدًا مِنْهُمْ إِلَّا ذُكِرَ فِيهَا ، قالَ : قُلْتُ : سورَةُ الْأَنْفَالِ ، قالَ : نَزَلَتْ فِي بَدْرٍ ، قالَ : قُلْتُ : سُورَةُ الحَشْرِ ، قالَ : نَزَلَتْ فِي بَنِي النَّضِيرِ .

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے سورۃ توبہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ سورۃ فاضحہ ہے یعنی اس نے بہت سارے لوگوں کو رسوا کیا اور بہت سوں کی حقیقت حال سے پردہ اٹھایا ہے ۔

حضرات صحابہ کا تو یہ خیال ہوگیا تھا کہ شاید یہ کسی کو بھی نہیں چھوڑے گی اور سب ہی کا حال اس کے اندر ذکر کیا جائے گا، لیکن ظاہر ہے کہ اس میں ذکر صرف منافقین اور اللہ کے حکم پر عمل نہ کرنے والوں کا ہی کیا گیا ہے غایت ورع اور تقویٰ کی وجہ سے حضرات صحابہ کو اپنے بارے میں بھی اندیشہ ہوتا تھا ۔

(٤٦٠١) : حدّثنا الحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ : أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدٍ قالَ : قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : سُورَةُ الحَشْرِ ، قالَ : قُلْ : سُورَةُ النَّضِيرِ . [ر : ٣٨٠٥]

یہ حدیث کتاب المغازی میں "باب حدیث بنی النضیر" کے تحت گزر چکی ہے ۔ (۱)

٣٦٢ – باب : «ما قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ» /٥/ .

نَخْلَةٍ ، ما لَمْ تَكُنْ عَجْوَةً أَوْ بَرْنِيَّةً .

---

(۱) دیکھیے کشف الباری، کتاب المغازی، ۱۸۳

٤٦٠٢ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا لَيْثٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ ، وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ تَعَالَى : «ما قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ ٱللهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ» . [ر : ٢٢٠١]

٣٦٣ – باب : قَوْلُهُ : «ما أَفَاءَ ٱللهُ عَلَى رَسُولِهِ» /٦ ، ٧ / .

٤٦٠٣ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، غَيْرَ مَرَّةٍ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ مالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الحَدَثَانِ ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : كانَتْ أَمْوالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا أَفاءَ ٱللهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ ، مِمَّا لَمْ يُوجِفِ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكابٍ ، فَكانَتْ لِرَسُولِ ٱللهِ ﷺ خاصَّةً ، يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ مِنْهَا نَفَقَةَ سَنَتِهِ ، ثُمَّ يَجْعَلُ ما بَقِيَ فِي السِّلاحِ وَالْكُرَاعِ ، عُدَّةً فِي سَبِيلِ ٱللهِ . [ر : ٢٧٤٨]

٣٦٤ – باب : «وَما آتاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ» /٧/ .

٤٦٠٤/٤٦٠٥ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ قالَ : (لَعَنَ ٱللهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُوتَشِمَاتِ ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ ٱللهِ) . فَبَلَغَ ذٰلِكَ ٱمْرَأَةً مِنْ بَنِي أَسَدٍ يُقالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوبَ ، فَجاءَتْ فَقالَتْ : إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّكَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ ، فَقالَ : وَما لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، وَمَنْ هُوَ فِي كِتابِ ٱللهِ ، فَقالَتْ : لَقَدْ قَرَأْتُ ما بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ ، فَمَا وَجَدْتُ فِيهِ ما تَقُولُ ، قالَ : لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ ، أَمَا قَرَأْتِ : «وَما آتاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَما نَهاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا» . قالَتْ : بَلَى ، قالَ : فَإِنَّهُ قَدْ نَهَى عَنْهُ ، قالَتْ : فَإِنِّي أَرَى أَهْلَكَ يَفْعَلُونَهُ ، قالَ : فَاذْهَبِي فَانْظُرِي ، فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ ، فَلَمْ تَرَ مِنْ حاجَتِهَا شَيْئًا ، فَقالَ : لَوْ كانَتْ كَذٰلِكَ ما جامَعْتُنَا .

(٤٦٠٥) : حدّثنا عَلِيٌّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ سُفْيَانَ قالَ : ذَكَرْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ

(۴۶۰۵-۴۶۰۴)واخرجه مسلم فی اللباس والزینة، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة، رقم الحدیث: ۲۱۲۵، واخرجه ابوداؤد فی کتاب الترجل، باب فی صلة الشعر، رقم الحدیث: ۴۱۶۹، واخرجه الترمذی فی الادب، باب ماجاء فی الواصلة المستوصلة والواشمة و المستوشمة، رقم الحدیث: ۲۷۸۲، واخرجه النسائی فی السنن الکبری، باب ومانهاکم عنه فانتهوا، رقم الحدیث: ۱/۱۱۵۷۹، واخرجه ابن ماجه فی النکاح، باب الواصلة والواشمة، رقم الحدیث: ۱۹۸۷

اَبْنِ عابِسٍ حَدِيثَ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : لَعَنَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ الْوَاصِلَةَ . فَقَالَ : سَمِعْتُهُ مِنِ ٱمْرَأَةٍ يُقَالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوبَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ ، مِثْلَ حَدِيثِ مَنْصُورٍ . [٥٥٨٧ ، ٥٥٩٥ ، ٥٥٩٩ ، ٥٦٠٤]

یہ حدیث یہاں پہلی مرتبہ آرہی ہے ، امام بخاری نے آگے کتاب اللباس میں بھی یہ نقل کی ہے ، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے بھی اسے نقل کیا ہے ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے وَاشِمَات پر، یہ وَاشِمَة کی جمع ہے ، اس عورت کو کہتے ہیں جو ہاتھ ، کلائی یا ہونٹ وغیرہ کو سوئی سے گودے

... اور مُوْتَشِمَات پر... یہ مُوْتَشِمَة کی جمع ہے ، گودوانے والی عورت جو اپنے یا کسی دوسرے کے عضو پر گودتی ہے ۔

... اور مُتَنَمِّصَاتِ پر... یہ مُتَنَمِّصَة کی جمع ہے ، وہ عورت جو چہرہ کے بال اکھاڑنے والی ہو، چہرے پر اگر داڑھی یا مونچھیں نکل آئیں تو عورت کو اس کے بال اکھیڑنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن اس کے علاوہ اطراف وجہ یا پلکوں اور بھوؤں سے حسن اور زینت کے مقصد سے بال اکھیڑنا جائز نہیں ہے

... اور مُتَفَلِّجَات پر... یہ مُتَفَلِّجَة کی جمع ہے ، وہ عورت مراد ہے جو اپنے دانتوں کے درمیان کسی آلہ وغیرہ سے کشادگی پیدا کرے

ان تمام عورتوں پر لعنت بھیجی گئی ہے کیونکہ اللہ کی دی ہوئی قدرتی صورت میں یہ تبدیلی کرتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ کلام قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت کو معلوم ہوا جو ام یعقوب کے نام سے مشہور تھی، وہ آئی اور کہنے لگی کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اس قسم کی عورتوں پر اللہ کی لعنت بھیجی ہے ، ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول نے جس پر لعنت بھیجی اور جو کتاب اللہ کے حکم کے مطابق ملعون ہے ، اس پر میں لعنت کیوں نہ بھیجوں ، عورت نے کہا دو تختیوں یعنی دو گتوں اور جلدوں کے درمیان قرآن میں نے پڑھا ہے اس میں تو یہ نہیں ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر تم نے پڑھا ہوتا تو ضرور مل جاتا... اور پھر آپ نے یہ آیت پڑھی "وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ، وَمَانَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا "

(۴۶۰۵) وایضاً اخرجه فی اللباس ، باب المتفلجات للحسن ، رقم الحدیث: ۵۹۳۱ ، وباب المتنمصات ، رقم الحدیث: ۵۹۳۹ ، وباب الموصلة ، رقم الحدیث: ۵۹۴۳ ، وباب المستوشمة ، رقم الحدیث: ۵۹۴۸ ، واخرجه الترمذی فی الزینة: ٢٨٠/٢

اس پر عورت نے کہا کہ آپ کے گھروالی بھی اس طرح کرتی ہے ، آپؓ نے کہا جاؤ، دیکھ لو، وہ گئی لیکن اس قسم کی کوئی چیز اسے نظر نہیں آئی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا "میری گھروالی اگر ایسی ہوتی تو وہ میرے ساتھ نہیں رہ سکتی"

٣٦٥ - باب : «وَٱلَّذِينَ تَبَوَّؤُوا ٱلدَّارَ وَالْإِيمَانَ» /٩/ .

٤٦٠٦ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ ، يَعْنِي : ٱبْنَ عَيَّاشٍ ، عَنْ حُصَيْنٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قالَ : قالَ عُمَرُ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أُوصِي الخَلِيفَةَ بِالْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ : أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ ، وَأُوصِي الخَلِيفَةَ بِالْأَنْصَارِ ، ٱلَّذِينَ تَبَوَّؤُوا ٱلدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُهَاجِرَ النَّبِيُّ ﷺ : أَنْ يَقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ ، وَيَعْفُوَ عَنْ مُسِيئِهِمْ . [ر : ١٣٢٨]

٣٦٦ - باب : «وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ» . الآيَةَ /٩/ .

الخَصَاصَةُ : الْفَاقَةُ . «الْمُفْلِحُونَ» : الْفَائِزُونَ بِالْخُلُودِ ، الْفَلَاحُ : الْبَقَاءُ ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ : عَجِّل . وَقالَ الحَسَنُ : «حاجَةً» /٩/ : حَسَدًا .

٤٦٠٧ : حدّثني يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ كَثِيرٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ : حَدَّثَنَا أَبُو حازِمٍ الْأَشْجَعِيُّ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَصَابَنِي الجَهْدُ ، فَأَرْسَلَ إِلَى نِسَائِهِ فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَهُنَّ شَيْئًا ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (أَلَا رَجُلٌ يُضَيِّفُهُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ، يَرْحَمُهُ ٱللهُ) . فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ : أَنَا يَا رَسُولَ ٱللهِ ، فَذَهَبَ إِلَى أَهْلِهِ فَقَالَ لِٱمْرَأَتِهِ : ضَيْفُ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، لَا تَدَّخِرِيهِ شَيْئًا ، قالَتْ : وَٱللهِ ما عِنْدِي إِلَّا قُوتُ الصِّبْيَةِ ، قالَ : فَإِذَا أَرَادَ الصِّبْيَةُ الْعَشَاءَ فَنَوِّمِيهِمْ وَتَعَالَيْ ، فَأَطْفِئِي السِّرَاجَ ، وَنَطْوِي بُطُونَنَا اللَّيْلَةَ ، فَفَعَلَتْ ، ثُمَّ غَدَا الرَّجُلُ عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَقَالَ : (لَقَدْ عَجِبَ ٱللهُ عَزَّ وَجَلَّ ، أَوْ : ضَحِكَ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانَةَ) . فَأَنْزَلَ ٱللهُ عَزَّ وَجَلَّ : «وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ» . [ر : ٣٥٨٧]

أَتَىٰ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

طبرانی کی روایت میں ہے کہ یہ آدمی حضرت ابوہریرہؓ تھے (٢)

---

(٢) فتح الباری: ٨/٦٣٢ و عمدة القاری: ١٩/٢٢٨

فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ

یہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تھے ، بعض نے کہا کہ یہ ثابت بن قیسؓ تھے (۳) یہ روایت "مناقب انصار" میں گزر چکی ہے ۔

٣٦٧ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمُمْتَحِنَةِ .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً» /٥/ : لَا تُعَذِّبْنَا بِأَيْدِيهِمْ ، فَيَقُولُونَ : لَوْ كانَ هٰؤُلَاءِ عَلَى الْحَقِّ ما أَصَابَهُمْ هٰذَا . «بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ» /١٠/ : أُمِرَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ بِفِرَاقِ نِسَائِهِمْ ، كُنَّ كَوَافِرَ بِمَكَّةَ .

لَاتَجْعَلْنَافِتْنَةً : لَاتُعَذِّبْنَابِأَيْدِيهِمْ ، فَيَقُولُونَ : لَوْكَانَ هٰؤُلَاءِعَلَى الْحَقِّ مَاأَصَابَهُمْ هٰذَا

آیت کریمہ میں ہے "رَبَّنَالَاتَجْعَلْنَافِتْنَةً لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا" فرماتے ہیں لَاتَجْعَلْنَافِتْنَةً کے معنی ہیں کہ کافروں کے ہاتھوں سے ہم کو تکلیف نہ پہونچا کہ وہ یوں کہنے لگیں کہ اگر یہ مسلمان حق پر ہوتے تو ان کو یہ مصیبت نہ پہنچتی (یعنی مسلمانوں کا دین اگر برحق ہوتا تو آج یہ ہم سے مغلوب نہ ہوتے اور ہمارے ہاتھوں ان کو تکلیف نہ ہوتی)

بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ : أُمِرَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِرَاقِ نِسَائِهِمْ

"وَلَاتُمْسِكُوْابِعِصَمِ الْكَوَافِرِ" اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو حکم دیا گیا کہ اپنی ان عورتوں کو جدا کردو جو مکہ میں کافرہ ہیں، عِصَم "عِصْمَة" کی جمع ہے ، عقد زواج مراد ہے ، الکوافر "کافرة" کی جمع ہے ۔

٣٦٨ – باب : «لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ» /١/ .

٤٦٠٨ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قالَ : حَدَّثَنِي الحَسَنُ ٱبْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ : أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ ٱللهِ بْنَ أَبِي رَافِعٍ كَاتِبَ عَلِيٍّ يَقُولُ : سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يَقُولُ : بَعَثَنِي رَسُولُ ٱللهِ ﷺ أَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ ، فَقَالَ : (ٱنْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خاخٍ ، فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً مَعَهَا كِتَابٌ ، فَخُذُوهُ مِنْهَا) . فَذَهَبْنَا تَعَادَى بِنَا خَيْلُنَا حَتَّى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ ، فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ ، فَقُلْنَا : أَخْرِجِي الْكِتَابَ ، فَقَالَتْ : ما مَعِي مِنْ كِتَابٍ ، فَقُلْنَا : لَتُخْرِجِنَّ

---

(۳) فتح الباری: ٦٣٢/٨

الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ ، فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا ، فَأَتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَإِذَا فِيهِ : مِنْ حاطِبِ ابْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِمَّنْ بِمَكَّةَ ، يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (ما هٰذَا يَا حاطِبُ) . قَالَ : لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ يَا رَسُولَ ٱللهِ ، إِنِّي كُنْتُ ٱمْرَأً مِنْ قُرَيْشٍ ، وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ، وَكانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِمَكَّةَ ، فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ ، أَنْ أَصْطَنِعَ إِلَيْهِمْ يَدًا يَحْمُونَ قَرَابَتِي ، وَما فَعَلْتُ ذٰلِكَ كُفْرًا ، وَلَا ٱرْتِدَادًا عَنْ دِينِي . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ) . فَقَالَ عُمَرُ : دَعْنِي يَا رَسُولَ ٱللهِ فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ ، فَقَالَ : (إِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا ، وَما يُدْرِيكَ ؟ لَعَلَّ ٱللهَ عَزَّ وَجَلَّ ٱطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ : ٱعْمَلُوا ما شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ) . قالَ عَمْرٌو : وَنَزَلَتْ فِيهِ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ» . قالَ : لَا أَدْرِي الآيَةَ فِي الحَدِيثِ ، أَوْ قَوْلُ عَمْرٍو .

حدّثنا عَلِيٌّ : قِيلَ لِسُفْيَانَ فِي هٰذَا ، فَنَزَلَتْ : «لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي» . قالَ سُفْيَانُ : هٰذَا فِي حَدِيثِ النَّاسِ ، حَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو ، ما تَرَكْتُ مِنْهُ حَرْفًا ، وَما أُرَى أَحَدًا حَفِظَهُ غَيْرِي .

[ر : ٢٨٤٥]

حمیدی کے اس روایت کے آخر میں ہے "قال: لاأدری الآیة فی الحدیث، او قول عمرو" یہ سفیان بن عیینہ کا قول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ روایت کے آخر میں نزول آیت کی جو بات ہے وہ حدیث سے متعلق ہے یا یہ عمرو بن دینار کا قول ہے، علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ سفیان سے اس سلسلے میں کہا گیا کہ روایت کے آخر میں جو یہ آیا ہے کہ آیت کریمہ "لاتتخذوا عدوی...." حضرت حاطب کے واقعہ میں نازل ہوئی تو سفیان ابن عیینہ نے کہا کہ یہ لوگوں کی روایت ہے۔ لیکن میں نے عمرو بن دینار سے جو محفوظ کیا ہے اس میں میں نے ایک حرف بھی نہیں چھوڑا اور میں نہیں سمجھتا ہوں کہ میرے علاوہ کسی اور شخص نے یہ حدیث اس طرح محفوظ کی ہوگی۔ حاصل یہ ہے کہ آیت کریمہ اس واقعے کے بارے میں نازل ہوئی، اس سلسلے میں سفیان کو شک ہے کہ یہ حدیث کا حصہ ہے یا عمرو بن دینار کا قول ہے، چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں:

ملخص ماقاله سفيان لاأدرى أن حكاية نزول الآية من تتمة الحديث الذى رواه على بن ابى طالب رضى الله تعالى عنه، أو قول عمرو بن دينار موقوفا عليه أدرجه هو من عنده، و سفيان لم يجزم بهذه الزيادة، وقد روى النسائى عن محمد بن منصور مايدل على هذه الزيادة مدرجة، و روى الثعلبى هذا الحديث بطوله،

وفی آخرہ: "فأنزل اللہ تعالی فی شان حاطب ومکاتبتہ، یاایھاالذین آمنو الاتتخذوا...." الآیۃ (*) ۔

٣٦٩ – باب : «إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ» /١٠/ .

٤٦٠٩ : حدّثنا إِسْحٰقُ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَخِي ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَمِّهِ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ كانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهٰذِهِ الآيَةِ بِقَوْلِ ٱللّٰهِ : «يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ – إِلَى قَوْلِهِ – غَفُورٌ رَحِيمٌ» . قالَ عُرْوَةُ : قالَتْ عائِشَةُ : فَمَنْ أَقَرَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ ، قالَ لَهَا رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (قَدْ بَايَعْتُكِ) . كَلَامًا ، وَلَا وَٱللّٰهِ ما مَسَّتْ يَدُهُ يَدَ ٱمْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ ، ما يُبَايِعُهُنَّ إِلَّا بِقَوْلِهِ : (قَدْ بَايَعْتُكِ عَلَى ذٰلِكِ) .

تَابَعَهُ يُونُسُ وَمَعْمَرٌ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحٰقَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ . وَقَالَ إِسْحٰقُ بْنُ رَاشِدٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، وَعَمْرَةَ . [٤٩٨٣ ، ٦٧٨٨]

وَلَاوَاللّٰهِ، مَامَسَّتْ يَدُهُ يَدَامْرَأَةٍقَطّفِي الْمُبَايَعَةِ

"خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو بیعت لینے میں کبھی نہیں چھویا" بظاہر یوں لگتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کی تردید کرنا چاہتی ہیں جس میں ہے کہ "فَمَدَّیدہ من خارج البیت، ومددنا ایدینا من داخل البیت ثم قال: اللھم اشھد " اسی طرح اگلے باب میں روایت آرہی ہے اس میں ہے "فقبضت امراۃ یدھا " جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں بیعت کرتے وقت ہاتھ بڑھاتی تھیں۔

بظاہر دونوں روایات میں تعارض ہے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تو وہی تھا جو حضرت عائشہؓ نے روایت باب میں بیان فرمایا اور ام عطیہؓ کی پہلی روایت کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ "مَدّالایدی" سے بیعت کے وقوع کی طرف اشارہ ہے ، مصافحہ مراد نہیں ہے ان کی دوسری روایت میں "قبض ید" سے مراد یہ ہے کہ بیعت کو اس نے موخر کردیا۔ (۴)

(۴۶۰۹) واخرجہ مسلم فی کتاب الامارۃ، باب کیفیۃ بیعۃ النساء رقم الحدیث: ١٨٦٦، وایضاً اخرجہ فی الطلاق، باب اذا اسلمت المشرکۃ اوالنصرانیۃ، رقم الحدیث: ٥٢٨٨

(*) عمدۃ القاری: ١٩/ ٢٣٠

(۴) فتح الباری: ٨/ ٦٣٦ و عمدۃ القاری: ١٩/ ٢٣١

بعض نے کہا کہ اصل میں ایک کپڑا ہوتا تھا ایک طرف سے آپ پکڑ لیا کرتے تھے اور دوسری طرف بیعت کرنے والی خواتین اسے پکڑ لیا کرتی تھیں، پھر بیعت لیتے تھے، چنانچہ ابوداود نے ”مراسیل“ میں شعبی سے اس مفہوم کی روایت نقل کی ہے۔ (٥)

ابن اسحاق نے مغازی میں صالح بن اَبان سے روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ آپ نے بیعت اس طرح کی کہ ہاتھ مبارک برتن میں ڈالا اور عورت نے بھی اس میں ہاتھ ڈالا تو اس طرح بیعت فرمالیا۔ (٦)

آخر میں امام نے یونس، معمر اور عبدالرحمٰن کی متابعت نقل کی ہے یونس کی متابعت کتاب الطلاق میں اور مَعْمَر کی متابعت ”احکام“ میں امام بخاری نے موصولاً نقل کی ہے (٧) اور عبدالرحمٰن کی متابعت ابن مَرْدُوَیہ نے موصولاً نقل کی ہے اور اسحاق کی تعلیق ذُہلی نے ”الزہریات“ میں موصولاً نقل کی ہے (٨)

٣٧٠ – باب : «إِذَا جاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ» /١٢/ .

٤٦١٠ : حدّثنا أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : بَايَعْنَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَرَأَ عَلَيْنَا : «أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا» . وَنَهَانَا عَنِ النِّيَاحَةِ ، فَقَبَضَتِ امْرَأَةٌ يَدَهَا ، فَقَالَتْ : أَسْعَدَتْنِي فُلَانَةُ ، أُرِيدُ أَنْ أَجْزِيَهَا ، فَمَا قَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا ، فَانْطَلَقَتْ وَرَجَعَتْ ، فَبَايَعَهَا . [ر : ١٢٤٤]

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیعت کرتے ہوئے نوحہ سے منع کیا تو ایک عورت نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور کہنے لگی ”اسعدتنی فلانة، اريد ان اجزيها“ فلاں عورت نے نوحہ میں مری مدد کی تھی، میں چاہتی ہوں کہ اس کا بدلہ دوں ... اسعاد کے معنی ہیں ”قیام المرأة مع الاخرى فى النياحة“ (٩) چنانچہ وہ گئی اور نوحہ کرکے واپس آئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ نہیں کہا اور بیعت کرلیا۔

---

(٥) فتح الباری: ٨/٦٣٦

(٦) فتح الباری: ٨/٦٣٧

(٧) فتح الباری: ٨/٦٣٨ وعمدة القاری: ١٩/٢٣١ بخاری، کتاب الاحکام، باب بیعة النساء، رقم الحدیث: ٧٢١٣ (مع الفتح)

(٨) فتح الباری: ٨/٦٣٧ وعمدة القاری: ١٩/٢٣١ وتغلیق التعلیق: ٤/٣٣٩

(٩) فتح الباری: ٨/٦٣٨

یہ عورت خود ام عطیہ رضی اللہ عنہا تھیں، لیکن اس روایت پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نوحہ کا بدلہ چکانے کی اجازت کس طرح دیدی جبکہ نوحہ حرام ہے ؟ اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

① علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حضرت ام عطیہؓ کی خصوصیت تھی کہ آپؐ نے ان کو اس حکم عام سے صرف اس ایک موقع پر مستثنیٰ قرار دیا اور شارع کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ عموم سے کسی کو مستثنیٰ قرار دیں۔

لیکن یہ جواب ضعیف ہے اس لئے کہ حرام چیز اس کے لئے کیسے حلال قرار دی جاسکتی ہے چنانچہ حافظ فرماتے ہیں، "وهو (جواب) فاسد، فانها لا تختص بتحليل شئی من المحرمات " (۱۰)

② دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ نوحہ ابتدا میں مباح تھا، پھر مکروہ تنزیہی ہوا اور پھر حرام ہوا، مذکورہ واقعہ جس وقت پیش آیا، اس وقت حرمت کا حکم نہیں آیا تھا، صرف کراہت تنزیہی کا حکم تھا، اس وجہ سے آپؐ نے ان کو اجازت مرحمت فرمائی، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس جواب کو پسند فرمایا چنانچہ وہ لکھتے ہیں "وظهر من هذا كله ان اقرب الأجوبة أنها كانت مباحة، ثم كرهت كراهة تنزيه، ثم تحريم " (۱۱)

٤٦١١ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قالَ : حَدَّثَنَا أَبِي قالَ : سَمِعْتُ الزُّبَيْرَ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ في قَوْلِهِ تَعَالَى : «وَلَا يَعْصِينَكَ في مَعْرُوفٍ» . قالَ : إِنَّمَا هُوَ شَرْطٌ شَرَطَهُ ٱللهُ لِلنِّسَاءِ .

٤٦١٢ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قالَ الزُّهْرِيُّ : حَدَّثَنَاهُ ، قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ : سَمِعَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : (أَتُبَايِعُونَنِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا ، وَلَا تَزْنُوا ، وَلَا تَسْرِقُوا – وَقَرَأَ آيَةَ النِّسَاءِ ، وَأَكْثَرُ لَفْظِ سُفْيَانَ : قَرَأَ الآيَةَ – فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى ٱللهِ ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْهَا شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَسَتَرَهُ ٱللهُ فَهُوَ إِلَى ٱللهِ ، إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ) .

تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ في الآيَةِ . [ر : ١٨]

---

(۱۰) فتح الباری: ۸/۶۳۹

(۱۱ ۴۶۱) وهذا الحديث لم يخرجه احد من اصحاب الستة سوى البخاری۔

٤٦١٣ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللّٰهِ ٱبْنُ وَهْبٍ قالَ : وَأَخْبَرَنِي ٱبْنُ جُرَيْجٍ : أَنَّ الحَسَنَ بْنَ مُسْلِمٍ أَخْبَرَهُ ، عَنْ طَاوُسٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : شَهِدْتُ الصَّلَاةَ يَوْمَ الْفِطْرِ مَعَ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ ، فَكُلُّهُمْ يُصَلِّيهَا قَبْلَ الخُطْبَةِ ، ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدُ ، فَنَزَلَ نَبِيُّ ٱللّٰهِ ﷺ ، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ حِينَ يُجَلِّسُ الرِّجالَ بِيَدِهِ ، ثُمَّ أَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ حَتَّى أَتَى النِّسَاءَ مَعَ بِلَالٍ ، فَقَالَ : «يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِٱللّٰهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ» . حَتَّى فَرَغَ مِنَ الآيَةِ كُلِّهَا ، ثُمَّ قالَ حِينَ فَرَغَ : (أَنْتُنَّ عَلَى ذٰلِكَ) . وَقالَتِ ٱمْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ ، لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا : نَعَمْ يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ . لَا يَدْرِي الحَسَنُ مَنْ هِيَ . قالَ : (فَتَصَدَّقْنَ) . وَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهُ ، فَجَعَلْنَ يُلْقِينَ الْفَتَخَ وَالخَوَاتِيمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ . [ر : ٩٨]

٣٧١ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الصَّفِّ .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «مَنْ أَنْصَارِي إِلَى ٱللّٰهِ» /١٤/ : مَنْ يَتَّبِعُنِي إِلَى ٱللّٰهِ .

آیت کریمہ میں ہے ”كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّنَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللّٰهِ “ جیسا کہ عیسی بن مریم نے حوارین سے فرمایا کہ اللہ کے واسطے میرا کون مددگار ہوتا ہے فرماتے ہیں مَنْ أَنْصَارِيْ إِلَى اللّٰهِ کے معنی ہیں کون ہے کہ اللہ کی طرف چلنے میں میری پیروی کرے گا۔

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «مَرْصُوصٌ» /٤/ : مُلْصَقٌ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ ، وَقالَ غَيْرُهُ : بِالرَّصَاصِ

آیت میں ہے ”كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ “ گویا کہ وہ ایک عمارت ہے جس میں سیسہ پلایا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ مرصوص کے معنی ہیں اس کا بعض حصہ بعض حصہ سے جڑا ہوا ہے اور غیرابن عباس ؓ نے کہا کہ مرصوص کے معنی ہیں ملصق بالرصاص: یعنی سیسہ سے جڑا ہوا، سیسہ پلایا ہوا۔

٣٧٢ – باب : قَوْلُهُ تَعَالَى : «مِنْ بَعْدِي ٱسْمُهُ أَحْمَدُ» /٦/ .

٤٦١٤ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي محمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ يَقُولُ : (إِنَّ لِي أَسْمَاءً :

أَنَا مُحَمَّدٌ ، وَأَنَا أَحْمَدُ ، وَأَنَا المَاحِي ٱلَّذِي يَمْحُو ٱللهُ بِيَ الْكُفْرَ ، وَأَنَا الحَاشِرُ ٱلَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي ، وَأَنَا الْعَاقِبُ) . [ر : ٣٣٣٩]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ

اس روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ اسماء بیان کیے گئے ہیں، ① محمد ② احمد ③ ماحی ④ حاشر اور ⑤ عاقب، بعض علماء نے فرمایا کہ ان پانچ اسماء کا ذکر یہاں اس لئے کیا گیا کہ کتب سابقہ میں یہی نام آپ کے مشہور تھے ... ورنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ کی تعداد علماء نے پونے چار سو تک بیان کی ہے اور حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ایک مستقل رسالہ میں ان کو جمع بھی کیا ہے۔

محمد جس کی اتنی تعریف کی گئی ہو کہ مخلوق میں اتنی تعریف کسی کی نہ کی گئی ہو چنانچہ زمین و آسمان میں آپ کا چرچا ہے، منبر و محراب میں آپ کی تعریف ہو رہی ہے، مناروں اور محفلوں میں آپ کا ذکر ہوتا ہے، دن و رات کا کوئی وقت ایسا نہیں جب آپ کی نبوت و رسالت کا ذکر نہ ہوتا ہو یا آپ پر درود نہ بھیجا جاتا ہو اور نبوت و رسالت کا ذکر ہو یا درود پڑھا جارہا ہو وہ سب آپ کی تعریف ہے چونکہ یہ وصف نبوت و رسالت آپ کے اعلیٰ درجہ کے کمال پر دال ہے اور وصف کمال کا ذکر ہی تعریف و حمد ہے۔

ایک نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا "احمد" ہے جو قرآن کریم میں صرف ایک جگہ سورۃ الصف میں وارد ہوا ہے، یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے، فاعل یا مفعول کے معنی میں ہے، فاعل کی صورت میں معنی "احمد الحامدین" ہوں گے اور مفعول کی صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حمد کی ہے اور ملائکہ اور اولین و آخرین نے بھی آپ کی تعریف کی ہے تو جتنی تعریف آپ کی کی گئی ہے اللہ جل شانہ کے علاوہ کسی اور کی اتنی تعریف نہیں کی گئی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ مجھے "حاشر" بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا یعنی قبر سے پہلے آپ کو اٹھایا جائے گا پھر دوسرے لوگوں کو ان کی قبور سے اٹھایا جائے گا... اور "عاقب" بھی میرا نام ہے اس لئے کہ "عاقب" بعد میں آنے والے کو کہتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام میں خاتم الانبیاء بن کر سب کے بعد آپ ہی تشریف لائے ہیں۔

آپ کا نام "ماحی" بھی ہے آپ نے نبوت کی تعلیم کے ذریعہ کفر کی اندھیریوں کو ختم کیا ہے۔

سُورَةُ الجُمُعَةِ .

٣٧٣ - باب : قَوْلُهُ : «وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ» /٣/ .

وَقَرَأَ عُمَرُ : فَامْضُوا إِلَى ذِكْرِ ٱللهِ .

یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے، مشہور قراءت "فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ" ہے۔

٤٦١٥ : حدَّثني عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ قالَ : حَدَّثَنِي سُلَيْمانُ بْنُ بِلَالٍ ، عَنْ ثَوْرٍ ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْجُمُعَةِ : «وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ» . قالَ : قُلْتُ : مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ ٱللهِ ؟ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتَّى سَأَلَ ثَلَاثًا ، وَفِينَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ ، وَضَعَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ ، ثُمَّ قالَ : (لَوْ كانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا ، لَنَالَهُ رِجالٌ ، أَوْ رَجُلٌ ، مِنْ هٰؤُلَاءِ) .

حدَّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ : أَخْبَرَنِي ثَوْرٌ ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : (لَنَالَهُ رِجالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ) .

یہ روایت یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی مرتبہ ذکر کی ہے اور صرف اسی جگہ ہے امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی اس کی تخریج کی ہے، یہاں دوسری سند میں عبداللہ بن عبدالوہاب کے شیخ "عبدالعزیز" ہیں، ابونصر کلاباذی نے کہا یہ "عبدالعزیز بن ابی حازم سلمہ بن دینار" ہیں (١٢) لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ "عبدالعزیز بن محمد دَراوَردِی" ہیں، چنانچہ امام مسلم، اسماعیلی، اور ابونعیم اصفہانی نے اس کو دراوَردِی ہی کی نسبت سے نقل کیا ہے (١٣) حافظ نے فرمایا کہ میرے علم میں "ابن ابی حازم" سے اس روایت کو کسی نے بھی نقل نہیں کیا۔ (١٤)

امام بخاری رحمہ اللہ "عبدالعزیز بن محمد دراوردی" کی روایات کو مستقلاً ذکر نہیں کرتے ہیں بلکہ یامتابعت کے طور پر نقل کرتے ہیں اور یا کسی دوسری روایت کے ساتھ ملا کر ذکر کرتے ہیں (١٥) یہاں بھی

(٤٦١٥)واخرجه مسلم فی فضائل الصحابة، باب فضل فارس، رقم: ٢٥٤٦، واخرجه الترمذی فی التفسیر، باب من سورة الجمعة، رقم الحدیث: ٣٣١٠، واخرجه النسائی فی التفسیر، باب وآخرین منهم لما یلحقوا بهم، رقم الحدیث: ١١٥٩٢/١

(١١)فتح الباری:٨/٦٣٩

(١٢)فتح الباری:٨/٦٤٢

(١٣)فتح الباری:٨/٦٤٢

(١٤)فتح الباری:٨/٦٤٢

(١٥)فتح الباری:٨/٦٤٢

ان کی روایت کو "سلیمان بن بلال" کی روایت کے ساتھ مقرون ذکر کیا ہے ۔

لوکان الایمان عِنْدَ الثُّرَیَّا، لَنَالَہٗ رِجَالٌ

حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے عجم میں دین کی خدمت کرنے والے بڑے بڑے علماء مراد ہیں جن میں حضرات فقہاء، محدثین اور خصوصاً ارباب صحاح داخل ہیں (۱٦)

لیکن یہ اس صورت میں ہے جب روایت میں جمع کا صیغہ (رجال) ہو مگر بعض روایات میں "رجل" مفرد کا صیغہ وارد ہوا ہے ، علماء نے کہا کہ اس سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں، حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے "تَبْیِیْضُ الصَّحِیْفَۃِ" میں ارشاد فرمایا ہے کہ اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے لئے بشارت و منقبت ہے (۱۷)

مولانا وحید الزمان نے بخاری کے ترجمہ میں اس کا انکار کیا ہے ، وہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو کابل کے رہنے والے ہیں اور کابل تو ہندوستان کا علاقہ شمار ہوتا ہے حدیث میں تو "فارس" کا لفظ آیا ہے ۔ (۱۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ کابل کے بعض علاقے بھی فارس کے ساتھ متصل ہیں جیسے ہرات وغیرہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس علاقہ کے رہنے والے ہیں لہذا انہیں فارسی کہا جاسکتا ہے بلکہ بعض علماء نے آپؒ کو فارسی قرار دیا ہے (۱۹)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے "ازالۃ الخفاء" میں "خلافۃ الخلفاء" کی بحث میں فرمایا کہ اس سے حضرات محدثین مراد ہیں (۲۰)

٣٧٤ – باب : «وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا» /١١/ .

٤٦١٦ : حدّثني حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا خالِدُ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ : حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ ، عَنْ سالِمِ بْنِ أَبِي الجَعْدِ ، وَعَنْ أَبِي سُفْيَانَ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبدِ ٱللّٰهِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : أَقْبَلَتْ عِيرٌ يَوْمَ الجُمُعَةِ ، وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَثَارَ النَّاسُ إِلَّا ٱثْنَيْ عَشَرَ رَجُلاً ، فَأَنْزَلَ ٱللّٰهُ : «وَإِذَا

---

(۱٦) فیض الباری : ۲۳۵/۴

(۱۷) فیض الباری : ۲۳۵/۴ و تبییض الصحیفۃ بمناقب الامام ابی حنیفۃ : ۲۱

(۱۸)

(۱۹) سیر اعلام النبلاء : ۳۹۰/٦ ـ ۳۹۵، وتہذیب الکمال : ۴۱۸/۲۹

(۲۰)

رَأَوْا تِجارَةً أَوْ لَهْوًا ٱنْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قائِمًا» . [ر : ٨٩٤]

سُورَةُ المُنَافِقِينَ .

٣٧٥ – باب : قَوْلُهُ : «إِذَا جاءَكَ ٱلْمُنَافِقُونَ قالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ ٱللّٰهِ» . الآيَةَ /١/ .

٤٦١٧ : حدّثنا عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ رَجاءٍ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قالَ : كُنْتُ فِي غَزَاةٍ ، فَسَمِعْتُ عَبْدَ ٱللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ يَقُولُ : لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ ٱللّٰهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا مِنْ حَوْلِهِ ، وَلَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى المَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ . فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمِّي أَوْ لِعُمَرَ ، فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَدَعَانِي فَحَدَّثْتُهُ ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ إِلَى عَبْدِ ٱللّٰهِ ٱبْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ ، فَحَلَفُوا ما قالُوا ، فَكَذَّبَنِي رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ وَصَدَّقَهُ . فَأَصَابَنِي هَمٌّ لَمْ يُصِبْنِي مِثْلُهُ قَطُّ ، فَجَلَسْتُ فِي الْبَيْتِ ، فَقَالَ لِي عَمِّي : ما أَرَدْتَ إِلَى أَنْ كَذَّبَكَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ وَمَقَتَكَ ؟ فَأَنْزَلَ ٱللّٰهُ تَعَالَى : «إِذَا جاءَكَ ٱلْمُنَافِقُونَ» فَبَعَثَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَرَأَ فَقَالَ : (إِنَّ ٱللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ يَا زَيْدُ) . [٤٦١٨ – ٤٦٢١]

اس سورت کے تحت جو احادیث اور ان میں جو واقعہ بیان کیا گیا اس کی تشریح کتاب المغازی میں گزر چکی ہے ۔

کنت فی غزاة

محمد بن کعب کی روایت میں ہے کہ یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے اس کی تائید یہ ہے کہ اس روایت کے بعض طُرُق میں ہے "اصاب الناس، فیه شدة" (۲۱) اور غزوۂ تبوک میں لوگوں کو شِدّت لاحق ہوئی تھی۔ لیکن اہل مغازی اس کو غزوۂ بنی المصطلق کا واقعہ قرار دیتے ہیں۔ (۲۲) واللہ اعلم

فذکرت ذلک لعمی اولعمر

یہاں اس روایت میں "عم" اور "عمر" کے درمیان "او" شک کا کلمہ آیا ہے لیکن آگے جتنی

(۴۶۲۱-۴۶۱۸-۴۶۱۷)واخرجه مسلم فی اول صفات المنافقین و احکامهم، رقم الحدیث: ۲۷۷۲، واخرجه الترمذی فی التفسیر، باب من سورة المنافقین، رقم الحدیث: ۳۳۱۲، واخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ، فی التفسیر، باب الذین یقولون لاتنفقوا علی من عند رسول اللّٰه حتی ینفضوا، رقم الحدیث: ۱۱۵۹۷

(۲۱) فتح الباری: ۶۴۳/۸

(۲۲) والذی علیه اهل المغازی، انها غزوة بنی المصطلق (فتح الباری: ۶۴۳/۸)

روایات آرہی ہیں اس میں "لعمی" ہے "اولعمر" کے الفاظ نہیں ہیں، صرف اس روایت میں کلمہ شک واقع ہوا ہے ، امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی "لعمی" بغیر شک کے نقل کیا ہے (۲۳) طَبَرانی اور ابن مَرْدُوَیہ کی روایت میں ہے کہ "عمی" سے حضرت سعد بن عبادہؓ مراد ہیں، حضرت سعد بن عبادہ حضرت زید بن ارقم کے حقیقی چچا اگرچہ نہیں ہیں تاہم ان کی قوم کے سردار تھے اس لئے "عمی" سے ان کو تعبیر کیا، حضرت زید بن ارقم کے حقیقی چچا ثابت بن قیس تھے ۔ (۲۴)

سورۃ منافقون کی تفسیر میں امام بخاری رحمہ اللہ نے آٹھ تراجم قائم کئے ہیں اور سب کے تحت ایک ہی حدیث نقل کی ہے ، بتانا یہ ہے کہ ان تمام آیات کے نزول کا تعلق اسی واقعہ سے ہے ۔

٣٧٦ – باب : «اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً» /٢/ : يَجْتَنُّونَ بِهَا .

٤٦١٨ : حدّثنا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : كُنْتُ مَعَ عَمِّي ، فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ ابْنَ سَلُولَ يَقُولُ : لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا . وَقالَ أَيْضًا : لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمِّي ، فَذَكَرَ عَمِّي لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ ، فَحَلَفُوا ما قالُوا ، فَصَدَّقَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَكَذَّبَنِي ، فَأَصَابَنِي هَمٌّ لَمْ يُصِبْنِي مِثْلُهُ ، فَجَلَسْتُ فِي بَيْتِي ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : «إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ – إِلَى قَوْلِهِ – هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ – إِلَى قَوْلِهِ – لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ» . فَأَرْسَلَ إِلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَرَأَهَا عَلَيَّ ، ثُمَّ قالَ : (إِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ) . [ر : ٤٦١٧]

٣٧٧ -- باب : «ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ» /٣/ .

٤٦١٩ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الْحَكَمِ قالَ : سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ كَعْبٍ الْقُرَظِيَّ قالَ : سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : لَمَّا قالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ : لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ، وَقالَ أَيْضًا : لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ ، أَخْبَرْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَلَامَنِي الْأَنْصَارُ ، وَحَلَفَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ما قالَ ذٰلِكَ ، فَرَجَعْتُ إِلَى الْمَنْزِلِ فَنِمْتُ ، فَدَعَانِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَأَتَيْتُهُ ، فَقَالَ : (إِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ) وَنَزَلَ : «هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا» . الآيَةَ .

---

(۲۳) سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: ومن سورۃ المنافقین: ۴۱۵/۵، رقم الحدیث: ۳۳۱۲

(۲۴) فتح الباری: ٦۴۵/۸

وَقالَ ٱبْنُ أَبِي زَائِدَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي لَيْلَى ، عَنْ زَيْدٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٤٦١٧]

٣٧٨ – باب : «وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قَاتَلَهُمُ ٱللهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ» /٤/ .

٤٦٢ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ قالَ : سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ قالَ : خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ في سَفَرٍ أَصابَ النَّاسَ فِيهِ شِدَّةٌ ، فَقَالَ عَبْدُ ٱللهِ ٱبْنُ أُبَيٍّ لِأَصْحَابِهِ : لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ ٱللهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا مِنْ حَوْلِهِ . وَقالَ : لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى المَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ . فَأَرْسَلَ إِلَى عَبْدِ ٱللهِ ٱبْنِ أُبَيٍّ فَسَأَلَهُ ، فَاجْتَهَدَ يَمِينَهُ ما فَعَلَ ، قالُوا : كَذَبَ زَيْدٌ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ ، فَوَقَعَ في نَفْسِي مِمَّا قالُوا شِدَّةٌ ، حَتَّى أَنْزَلَ ٱللهُ عَزَّ وَجَلَّ تَصْدِيقِي في : «إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ» . فَدَعَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ لِيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ فَلَوَّوْا رُؤُوسَهُمْ . وَقَوْلُهُ : «خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ» . قالَ : كانُوا رِجالاً أَجْمَلَ شَيْءٍ . [ر : ٤٦١٧]

٣٧٩ – باب : قَوْلُهُ : «وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ ٱللهِ لَوَّوْا رُؤُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ» /٥/ .

حَرَّكُوا ، ٱسْتَهْزَؤُوا بِالنَّبِيِّ ﷺ ، وَيُقْرَأُ بِالتَّخْفِيفِ مِنْ : لَوَيْتُ .

٤٦٢١ : حدّثنا عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ مُوسَى : عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قالَ : كُنْتُ مَعَ عَمِّي ، فَسَمِعْتُ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ أُبَيٍّ ٱبْنَ سَلُولَ يَقُولُ : لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ ٱللهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا ، وَلَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى المَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمِّي ، فَذَكَرَ عَمِّي لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَدَعَانِي فَحَدَّثْتُهُ ، فَأَرْسَلَ إِلَى عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ ، فَحَلَفُوا ما قالُوا ، وَكَذَّبَنِي النَّبِيُّ ﷺ وَصَدَّقَهُمْ ، فَأَصَابَنِي غَمٌّ لَمْ يُصِبْنِي مِثْلُهُ قَطُّ ، فَجَلَسْتُ فِي بَيْتِي ، وَقالَ عَمِّي : ما أَرَدْتَ إِلَى أَنْ كَذَّبَكَ النَّبِيُّ ﷺ وَمَقَتَكَ ؟ فَأَنْزَلَ ٱللهُ تَعَالَى : «إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ ٱللهِ» . فَأَرْسَلَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَرَأَهَا وَقالَ : (إِنَّ ٱللهَ قَدْ صَدَّقَكَ) . [ر : ٤٦١٧]

٣٨٠ – باب : قَوْلُهُ : «سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ ٱللَّهُ لَهُمْ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ» /٦/ .

٤٦٢٢ : حدّثنا عَلِيٌّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قالَ عَمْرٌو : سَمِعْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ ٱللَّهِ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا قالَ : كُنَّا في غَزَاةٍ – قالَ سُفْيَانُ مَرَّةً : في جَيْشٍ – فَكَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ : يَا لَلْأَنْصَارِ ، وَقالَ الْمُهَاجِرِيُّ : يَا لَلْمُهَاجِرِينَ ، فَسَمِعَ ذَاكَ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ فَقَالَ : (ما بَالُ دَعْوَى جاهِلِيَّةٍ) . قالُوا : يَا رَسُولَ ٱللَّهِ ، كَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَقَالَ : (دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ) . فَسَمِعَ بِذٰلِكَ عَبْدُ ٱللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ فَقَالَ : فَعَلُوهَا ، أَمَا وَٱللَّهِ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ ، فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللَّهِ ، دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (دَعْهُ ، لا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ) . وَكَانَتِ الْأَنْصَارُ أَكْثَرَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ ، ثُمَّ إِنَّ الْمُهَاجِرِينَ كَثُرُوا بَعْدُ .

قالَ سُفْيَانُ : فَحَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو : قالَ عَمْرٌو : سَمِعْتُ جابِرًا : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ .

[ر : ٣٣٣٠]

٣٨١ – باب : قَوْلُهُ : «هُمُ ٱلَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ ٱللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ» /٧/ .

٤٦٢٣ : حدّثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ ٱللَّهِ قالَ : حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ قالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ ٱللَّهِ بْنُ الْفَضْلِ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ يَقُولُ : حَزِنْتُ عَلَى مَنْ أُصِيبَ بِالْحَرَّةِ ، فَكَتَبَ إِلَيَّ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ ، وَبَلَغَهُ شِدَّةُ حُزْنِي ، يَذْكُرُ : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ ٱللَّهِ ﷺ يَقُولُ : (اللَّهُمَّ ٱغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ ، وَلِأَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ) . وَشَكَّ ٱبْنُ الْفَضْلِ في : (أَبْنَاءِ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ) . فَسَأَلَ أَنَسًا بَعْضُ مَنْ كانَ عِنْدَهُ ، فَقَالَ : هُوَ الَّذِي يَقُولُ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ : (هٰذَا ٱلَّذِي أَوْفَى ٱللَّهُ لَهُ بِأُذُنِهِ) .

(٣٦٢٣)واخرجه مسلم فى فضائل الصحابة، باب من فضائل الانصار رضى الله عنهم، رقم الحديث: ٢٥٠٦

٣٨٢ – باب : قَوْلُهُ : «يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ» /٨/ .

٤٦٢٤ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قالَ : حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قالَ : سَمِعْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : كُنَّا في غَزَاةٍ ، فَكَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ : يَالَلْأَنْصَارِ ، وَقالَ الْمُهَاجِرِيُّ : يَالَلْمُهَاجِرِينَ ، فَسَمَّعَهَا اللّٰهُ رَسُولَهُ ﷺ ، قالَ : (مَا هٰذَا) . فَقَالُوا : كَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ : يَالَلْأَنْصَارِ ، وَقالَ الْمُهَاجِرِيُّ : يَالَلْمُهَاجِرِينَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ) . قالَ جابِرٌ : وَكانَتِ الْأَنْصَارُ حِينَ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ أَكْثَرَ ، ثُمَّ كَثُرَ الْمُهَاجِرُونَ بَعْدُ . فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ : أَوَ قَدْ فَعَلُوا ، وَاللّٰهِ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : دَعْنِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ ، قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (دَعْهُ ، لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ) .

[ر : ٣٣٣٠]

٣٨٣ – بَاب : تَفْسِيرُ سُورَةِ التَّغَابُنِ .

«التَّغَابُنِ» /٩/ : غَبْنُ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَهْلَ النَّارِ . وقالَ عَلْقَمَةُ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ : «وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهُ» /١١/ : هُوَ الَّذِي إِذَا أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ رَضِيَ وَعَرَفَ أَنَّهَا مِنَ اللّٰهِ .

حضرت علقمہ ”وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهُ“ کے تحت فرماتے ہیں کہ اس سے وہ آدمی مراد ہے جس پر مصیبت آئے تو وہ راضی رہے اور اس کو اللہ کی طرف سے سمجھے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ زبان سے مصیبت کا اظہار بھی نہ کرے ، زبان سے مصیبت کا اظہار شکوے شکایت کے بغیر ناجائز نہیں ہے ، خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”وارأساه“ فرمایا اور اپنی بیماری کا ذکر کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ”وارأساه“ کہا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی نکیر نہیں کی آپؐ نے إنّا بفراقك لمحزونون یا ابراهیم فرمایا ہے اور غم کا اظہار کیا ہے ۔ (*)

(*) السيرة الحلبية: ٣/ ٣١٠

٣٨٤ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الطَّلَاقِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «إِنِ ٱرْتَبْتُمْ» /٤/ : إِنْ لَمْ تَعْلَمُوا : أَتَحِيضُ أَمْ لَا تَحِيضُ ، فَاللَّائِي قَعَدْنَ عَنِ الْمَحِيضِ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ بَعْدُ : فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ . «وَبَالَ أَمْرِهَا» /٩/ : جَزَاءَ أَمْرِهَا

آیت کریمہ میں ہے "فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا" انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور ان کا انجام کار خسارہ ہی ہوا.... مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ وبال امرھا کے معنی ہیں اپنے کام کی سزا۔ وبال کے اصل معنی ہیں : شدت سختی، یہاں بداعمالی کی شدت اور اس کی سخت سزا مراد ہے ۔

٤٦٢٥ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمٌ : أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ طَلَّقَ ٱمْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ ، فَذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَتَغَيَّظَ فِيهِ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ : (لِيُرَاجِعْهَا ، ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ، ثُمَّ تَحِيضُ فَتَطْهُرَ ، فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا ، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ كَمَا أَمَرَهُ ٱللهُ) . [٤٩٥٣ ، ٤٩٥٤ ، ٤٩٥٨ ، ٥٠٢٢ ، ٥٠٢٣ ، ٦٧٤١]

اس کی تفصیل کتاب الطلاق میں ان شاء اللہ آئے گی۔

٣٨٥ - باب : «وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَتَّقِ ٱللهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا» /٤/ .

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ : وَاحِدُهَا : ذَاتُ حَمْلٍ

(۴٦٢٥)واخرجہ ایضاً فی الطلاق، باب قول اللہ تعالٰی : یاایھالنبی اذا طلقتم النساء، فطلقوھن لعدتھن واحصواالعدۃ، رقم الحدیث : ۵۲۵۱، وباب، اذا طلقت الحائض تعتد بذلک الطلاق رقم الحدیث: ۵۲۵۲، ۵۲۵۳، وباب من طلق وھل یواجہ الرجل امراتہ بالطلاق، رقم الحدیث: ۵۸۵۸ وباب من قال لامراتہ: انت علی حرام، رقم الحدیث: ۵۲٦۴ ، وباب وبعولتھن احق بردھن، رقم الحدیث: ۵۳۳۲، ۵۳۳۳، والاحکام، باب ھل یقضی القاضی اویفتی وھو غضبان، رقم الحدیث : ٦١٦٠، واخرجہ ابن ماجۃ فی الطلاق، باب طلاق السنۃ، رقم الحدیث : ٢٠١٩، واخرجہ النسائی فی السنن لکبرٰی فی الطلاق، باب وقت الطلاق للعدۃ، رقم الحدیث: ۵۵۸۲/۲، واخرجہ الترمذی فی الطلاق، باب ماجاء فی طلاق السنۃ، رقم الحدیث: ١١٧۵، واخرجہ ابوداؤد فی الطلاق، باب فی طلاق السنۃ، رقم الحدیث : ٢١٧٩، واخرجہ مسلم فی کتاب الطلاق رقم الحدیث: ١۴٧١، واخرجہ النسائی فی الطلاق: ٩٨/٢

٤٦٢٦ : حدّثنا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ يَحْيَى قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ٱبْنِ عَبَّاسٍ ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ جَالِسٌ عِنْدَهُ ، فَقَالَ : أَفْتِنِي فِي ٱمْرَأَةٍ وَلَدَتْ بَعْدَ زَوْجِهَا بِأَرْبَعِينَ لَيْلَةً؟ فَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : آخِرُ الْأَجَلَيْنِ ، قُلْتُ أَنَا : «وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ» قالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : أَنَا مَعَ ٱبْنِ أَخِي ، يَعْنِي أَبَا سَلَمَةَ ، فَأَرْسَلَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ غُلَامَهُ كُرَيْبًا إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ يَسْأَلُهَا ، فَقَالَتْ : قُتِلَ زَوْجُ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةِ وَهِيَ حُبْلَى ، فَوَضَعَتْ بَعْدَ مَوْتِهِ بِأَرْبَعِينَ لَيْلَةً ، فَخُطِبَتْ ، فَأَنْكَحَهَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، وكانَ أَبُو السَّنَابِلِ فِيمَنْ خَطَبَهَا . [٥٠١٢]

٤٦٢٦ م : وَقالَ سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ مُحَمَّدٍ قالَ : كُنْتُ فِي حَلْقَةٍ فِيهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى ، وَكانَ أَصْحَابُهُ يُعَظِّمُونَهُ ، فَذَكَرَ آخِرَ الْأَجَلَيْنِ ، فَحَدَّثْتُ بِحَدِيثِ سُبَيْعَةَ بِنْتِ الحَارِثِ عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُتْبَةَ ، قالَ فَضَمَّزَ لِي بَعْضُ أَصْحَابِهِ ، قالَ مُحَمَّدٌ : فَفَطِنْتُ لَهُ ، فَقُلْتُ : إِنِّي إِذًا لَجَرِيءٌ إِنْ كَذَبْتُ عَلَى عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُتْبَةَ وَهُوَ فِي نَاحِيَةِ الْكُوفَةِ ، فَٱسْتَحْيَا وَقالَ : لٰكِنَّ عَمَّهُ لَمْ يَقُلْ ذَاكَ . فَلَقِيتُ أَبَا عَطِيَّةَ مالِكَ بْنَ عامِرٍ فَسَأَلْتُهُ ، فَذَهَبَ يُحَدِّثُنِي حَدِيثَ سُبَيْعَةَ ، فَقُلْتُ : هَلْ سَمِعْتَ عَنْ عَبْدِ ٱللهِ فِيهَا شَيْئًا ؟ فَقَالَ : كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ ٱللهِ ، فَقَالَ : أَتَجْعَلُونَ عَلَيْهَا التَّغْلِيظَ ، وَلَا تَجْعَلُونَ عَلَيْهَا الرُّخْصَةَ ؟ لَنَزَلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرَى بَعْدَ الطُّولَى : «وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ» . [ر : ٤٢٥٨]

سورۂ بقرہ کی تفسیر میں یہ روایت گزر چکی ہے ۔

سُورَةُ التَّحْرِيمِ .

٣٨٦ - باب : «يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ ما أَحَلَّ ٱللهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاةَ أَزْوَاجِكَ وَٱللهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ» /١/ .

(٤٦٢٦) وايضاً أخرجه فی الطلاق باب و اُلات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن، رقم الحديث: ٥٣١٨، (مع الفتح)، واخرجه مسلم فی الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفی عنها زوجها وغيرها بوضع الحمل، رقم الحديث: ١٤٨٥، واخرجه الترمذی فی الطلاق، باب ماجاء فی الحامل المتوفی عنها زوجها، رقم الحديث: ١١٩٤، واخرجه النسائی فی الطلاق، باب عدة الحامل المتوفی عنها زوجها، رقم الحديث: ٥/٥٤٠٣

٤٦٢٧ : حدّثنا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ يَحْيَىٰ ، عَنِ ٱبْنِ حَكِيمٍ ، هُوَ يَعْلَى بْنُ حَكِيمٍ الثَّقَفِيُّ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ : أَنَّ ٱبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا قالَ فِي الْحَرَامِ : يُكَفَّرُ . وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «لَقَدْ كانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ» . [٤٩٦٥]

٤٦٢٨ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَىٰ : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ ، عَنِ ٱبْنِ جُرَيْجٍ ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا قالَتْ : كانَ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ يَشْرَبُ عَسَلاً عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ ، وَيَمْكُثُ عِنْدَهَا ، فَوَاطَيْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ عَلَى : أَيَّتُنَا دَخَلَ عَلَيْهَا فَلْتَقُلْ لَهُ : أَكَلْتَ مَغَافِيرَ ، إِنِّي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ ، قالَ : (لَا ، وَلٰكِنِّي كُنْتُ أَشْرَبُ عَسَلاً عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ ، فَلَنْ أَعُودَ لَهُ ، وَقَدْ حَلَفْتُ ، لَا تُخْبِرِي بِذٰلِكَ أَحَدًا)

[٤٩٦٦ ، ٦٣١٣ ، وانظر : ٤٩١٨]

آیتِ باب کے شان نزول میں اختلاف ہے ، یہاں باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت جحش کے پاس شہد پیتے تھے اور ٹھہرتے تھے ، میں نے اور حفصہؓ نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی آپ داخل ہوں تو وہ کہے "کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغافیر نوش فرمایا ہے ؟ میں آپ سے مغافیر کی بو محسوس کرتی ہوں" چنانچہ آپؐ جب ان کے پاس گئے تو انہوں نے یہی بات آپ سے کہدی۔

چونکہ آپ بدبو کو ناپسند کرتے تھے اور مغافیر ایک خاص قسم کا گوند ہے جس میں کچھ بدبو ہوتی ہے اس لئے آپؐ نے فرمایا نہیں "میں نے تو زینب کے پاس شہد پیا ہے ، دوبارہ نہیں پیوں گا ، میں نے قسم کھالی ہے لیکن تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا" اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی کہ حلال چیزوں کو اپنے اوپر

(۴٦٢۷) واخرجہ ایضاً فی الطلاق ، باب لم تحرم ما احل اللہ لک ، رقم الحدیث : ٥٢٦٦ ، (مع الفتح) ، واخرجہ مسلم فی الطلاق ، باب وجوب الکفارة علی من حرم امراته ، ولم ینو الطلاق ، رقم الحدیث : ١۴۷٣

(۴٦٢٨) وایضاً اخرجہ فی النکاح ، باب دخول الرجل علی نسائه فی الیوم ، رقم : ٥٢١٦ ، (مع الفتح) ، وفی الطلاق ، باب لم تحرم ما احل للہ لک ، رقم : ٥٢٦۷ ، ٥٢٦٨ ، وفی کتاب الاطعمة ، باب الادم ، رقم الحدیث : ٥۴٣٠ ، وفی الاشربة ، باب الباذق ، رقم الحدیث : ٥٥٩٩ ، وباب شراب الحلو والعسل ، رقم الحدیث : ٥٦١۴ ، وفی الطب ، باب ، باب الدواء بالعسل ، وقول اللہ عزوجل : وفیه شفاء للناس : ٦٦٨٢ ، وباب السعوط ، رقم : ٥٦٩١ ، وفی کتاب الحیل ، باب مایکره من احتیال المراة مع الزوج والضرائر ، رقم الحدیث : ٦٩۴۷ ، واخرجہ ابو داؤد فی الاشربة ، باب فی شراب العسل ، رقم الحدیث ٣۷١۴ ، واخرجہ النسائی فی السنن الکبریٰ فی التفسیر ، باب سورة التحریم : ٢/١١٦٠٨ ، واخرجہ النسائی فی کتاب "عشرة النساء : ٢/٩۷ ، واخرجہ فی کتاب النذور والایمان : ٢/١۴۴

حرام نہیں کرنا چاہیے۔

اس روایت سے تو یہ معلوم ہوا کہ آپ ؐ نے حضرت زینب کے ہاں شہد استعمال فرمایا تھا جبکہ آگے بخاری کی کتاب الطلاق کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے شہد کا استعمال حضرت حفصہ ؓ کے یہاں کیا تھا (۲۵) اور ابن مردویہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ؐ نے شہد کا استعمال حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے یہاں کیا تھا۔ (۲۶)

تعدد روایات کی وجہ سے بعض دوسرے علماء تو تعدد واقعات کے قائل ہوئے ہیں لیکن قاضی عیاض اور دوسرے محققین کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ واقعہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں پیش آیا ہے، اس لئے کہ حضرت زینب ؓ کے متعلق ماقبل میں گزر چکا ہے "وھی التی تسامینی" حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا کہ وہی میرا مدمقابل بننے کی صلاحیت رکھتی تھیں اور ان کی ایک جماعت تھی اور حضرت عائشہ ؓ کی دوسری ایک جماعت تھی، حضرت سودہ ؓ اور حضرت حفصہ ؓ دونوں حضرت عائشہ ؓ کی جماعت سے تعلق رکھتی تھیں، اس لئے معلوم یہی ہوتا ہے کہ مذکورہ منصوبہ حضرت عائشہ ؓ اور حضرت حفصہ ؓ نے مل کر حضرت زینب ؓ کے خلاف بنایا تھا جیسا کہ یہاں روایت باب میں ہے۔ (۲۷)

طَبَرانی اور ابن مَرْدُوْیَہ نے روایت نقل کی ہے کہ مذکورہ آیت حضرت ماریہ قِبْطِیہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، حضرت حفصہ ؓ کے گھر آپ ؐ نے ان کے ساتھ ہمبستری کی تھی اور کسی طرح حضرت حفصہ ؓ کو اس کا علم ہوگیا تھا، جس پر حضرت حفصہ ؓ نے ناگواری کا اظہار فرمایا تو آپ ؐ نے فرمایا "ھی عَلَیَّ حرام" اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (۲۸)

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ آیت حضرت ماریہ قبطیہ ؓ کے واقعہ میں نازل ہوئی ہے۔ (۲۹)

---

(۲۵) دیکھیے صحیح البخاری مع فتح الباری، کتاب الطلاق، باب لم تحرم ما احل اللہ لک: ۹/ ۳۷۴-۳۷۵، رقم الحدیث ۵۲۶۸

(۲۶) فتح الباری، کتاب الطلاق: ۹/ ۳۷۶

(۲۷) فتح الباری، کتاب الطلاق: ۹/ ۳۷۶

(۲۸) فتح الباری: ۸/ ۶۵۷ وانظر ایضا المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲/ ۹۲

(۲۹) چنانچہ مولانا فخرالحسن گنگوہی ؒ ابوداود کے حاشیہ "التعلیق المحمود" میں لکھتے ہیں:

"وقال الخطابی: الاکثر علی ان الآیۃ نزلت فی تحریم ماریۃ، حین حَرَّمَھا علی نفسہ" (التعلیق المحمود: ۲/ ۱۶۶) لیکن علامہ خطّابی ؒ نے "معالم السنن" میں اس کے بالکل برعکس لکھا ہے، چنانچہ مذکورہ حدیث کے تحت وہ لکھتے ہیں: "وفی ھذا الحدیث: دلیل علی أن یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما وقعت فی تحریم العسل لافی تحریم ام ولدہ "ماریۃ قبطیۃ" کما زعم بعض الناس" (وانظر معالم السنن: ۵/ ۲۸۰۔ باب فی شراب العسل، کتاب الاشربۃ)

لیکن ان کو جمع کیا جاسکتا ہے کہ ان تمام واقعات کے پیش آنے کے بعد آیت باب نازل ہوئی ہو۔

حدثنا معاذ... قال فی الحرام یکفّر

یعنی کوئی آدمی کسی چیز کو اپنے اوپر حرام قرار دے تو اسے کفارہ یمین ادا کرنا چاہیئے اس کے بعد وہ اس کے لئے حلال ہوگی۔

امام شافعی اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی نے حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کردیا تو اس کا یہ کلام لغو ہوگا اور فضول شمار کیا جائے گا کیونکہ اللہ جل شانہ نے جس شئ کو حلال قرار دیا ہے وہ کسی کے حرام کرنے سے حرام نہیں ہوسکتی ہے۔ (۳۰)

حنفیہ اور حنابلہ کا مذہب وہی ہے جو اس روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ کفارۂ یمین ادا کرنا پڑے گا۔ (۳۱)

٣٨٧ – باب : «تَبْتَغِي مَرْضَاةَ أَزْوَاجِكَ» /١/.

«قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ العَلِيمُ الحَكِيمُ» /٢/.

٤٦٢٩ : حدّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ بْنُ بِلَالٍ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ : أَنَّهُ سَمِعَ ٱبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ أَنَّهُ قالَ : مَكَثْتُ سَنَةً أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ عَنْ آيَةٍ ، فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَسْأَلَهُ هَيْبَةً لَهُ ، حَتَّى خَرَجَ حاجًّا فَخَرَجْتُ مَعَهُ ، فَلَمَّا رَجَعْتُ وَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ ، عَدَلَ إِلَى الْأَرَاكِ لِحَاجَةٍ لَهُ ، قالَ : فَوَقَفْتُ لَهُ حَتَّى فَرَغَ ، ثُمَّ سِرْتُ مَعَهُ فَقُلْتُ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ، مَنِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَزْوَاجِهِ ، فَقَالَ : تِلْكَ حَفْصَةُ وَعائِشَةُ ، قالَ : فَقُلْتُ : وَاللّٰهِ إِنْ كُنْتُ لَأُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ هٰذَا مُنْذُ سَنَةٍ ، فَمَا أَسْتَطِيعُ هَيْبَةً لَكَ ، قالَ : فَلَا تَفْعَلْ ، ما ظَنَنْتَ أَنَّ عِنْدِي مِنْ عِلْمٍ فَاسْأَلْنِي ، فَإِنْ كانَ لِي عِلْمٌ خَبَّرْتُكَ بِهِ ، قالَ : ثُمَّ قالَ عُمَرُ : وَاللّٰهِ إِنْ كُنَّا فِي الجَاهِلِيَّةِ ما نَعُدُّ لِلنِّسَاءِ أَمْرًا ، حَتَّى أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيهِنَّ ما أَنْزَلَ وَقَسَمَ لَهُنَّ ما قَسَمَ ، قالَ : فَبَيْنَا أَنَا فِي أَمْرٍ أَتَأَمَّرُهُ إِذْ قالَتِ ٱمْرَأَتِي : لَوْ صَنَعْتَ كَذَا وَكَذَا ، قالَ : فَقُلْتُ لَهَا : ما لَكِ وَلِمَا هَا هُنَا ، فِيمَا تَكَلُّفُكِ فِي أَمْرٍ أُرِيدُهُ ؟ فَقَالَتْ لِي : عَجَبًا لَكَ يَا ٱبْنَ الخَطَّابِ ، ما تُرِيدُ أَنْ تُرَاجَعَ أَنْتَ ، وَإِنَّ ٱبْنَتَكَ

---

(۳۰) فیض الباری:۴/۲۴۸

(۳۱) فیض الباری:۴/۲۴۸

لَتُرَاجِعُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى يَظَلَّ يَوْمَهُ غَضْبَانَ ، فَقَامَ عُمَرُ ، فَأَخَذَ رِدَاءَهُ مَكَانَهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ فَقَالَ لَهَا : يَا بُنَيَّةُ إِنَّكِ لَتُرَاجِعِينَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى يَظَلَّ يَوْمَهُ غَضْبَانَ ؟ فَقَالَتْ حَفْصَةُ : وَاللّٰهِ إِنَّا لَنُرَاجِعُهُ ، فَقُلْتُ : تَعْلَمِينَ أَنِّي أُحَذِّرُكِ عُقُوبَةَ اللّٰهِ ، وَغَضَبَ رَسُولِهِ ﷺ ، يَا بُنَيَّةُ لَا تَغُرَّنَّكِ هٰذِهِ الَّتِي أَعْجَبَهَا حُسْنُهَا حُبُّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِيَّاهَا ، يُرِيدُ عَائِشَةَ ، قَالَ : ثُمَّ خَرَجْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَى أُم سَلَمَةَ لِقَرَابَتِي مِنْهَا فَكَلَّمْتُهَا ، فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ : عَجَبًا لَكَ يَا ٱبْنَ الخَطَّابِ ، دَخَلْتَ فِي كُلِّ شَيْءٍ ، حَتَّى تَبْتَغِيَ أَنْ تَدْخُلَ بَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَأَزْوَاجِهِ ، فَأَخَذَتْنِي وَاللّٰهِ أَخْذًا كَسَرَتْنِي عَنْ بَعْضِ ما كُنْتُ أَجِدُ ، فَخَرَجْتُ مِنْ عِنْدِهَا . وَكَانَ لِي صَاحِبٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِذَا غِبْتُ أَتَانِي بِالْخَبَرِ ، وَإِذَا غابَ كُنْتُ أَنَا آتِيهِ بِالْخَبَرِ ، وَنَحْنُ نَتَخَوَّفُ مَلِكًا مِنْ مُلُوكِ غَسَّانَ ، ذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَسِيرَ إِلَيْنَا ، فَقَدِ ٱمْتَلَأَتْ صُدُورُنَا مِنْهُ ، فَإِذَا صَاحِبِي الْأَنْصَارِيُّ يَدُقُّ الْبَابَ ، فَقَالَ : ٱفْتَحْ ٱفْتَحْ ، فَقُلْتُ : جاءَ الْغَسَّانِيُّ ؟ فَقَالَ : بَلْ أَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ ، ٱعْتَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَزْوَاجَهُ ، فَقُلْتُ : رَغِمَ أَنْفُ حَفْصَةَ وَعَائِشَةَ ، فَأَخَذْتُ ثَوْبِي فَأَخْرُجُ حَتَّى جِئْتُ ، فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ ، يُرْقَى عَلَيْهَا بِعَجَلَةٍ ، وَغُلَامٌ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَسْوَدُ عَلَى رَأْسِ الدَّرَجَةِ ، فَقُلْتُ لَهُ : قُلْ هٰذَا عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ ، فَأَذِنَ لِي ، قالَ عُمَرُ : فَقَصَصْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا الحَدِيثَ ، فَلَمَّا بَلَغْتُ حَدِيثَ أُمِّ سَلَمَةَ تَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، وَإِنَّهُ لَعَلَى حَصِيرٍ ما بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ شَيْءٌ ، وَتَحْتَ رَأْسِهِ وِسَادَةٌ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ ، وَإِنَّ عِنْدَ رِجْلَيْهِ قَرَظًا مَصْبُوبًا ، وَعِنْدَ رَأْسِهِ أَهَبٌ مُعَلَّقَةٌ ، فَرَأَيْتُ أَثَرَ الحَصِيرِ فِي جَنْبِهِ فَبَكَيْتُ ، فَقَالَ : (مَا يُبْكِيكَ) . فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، إِنَّ كِسْرَى وَقَيْصَرَ فِيما هُما فِيهِ ، وَأَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ ، فَقَالَ : (أَما تَرْضَى أَنْ تَكُونَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الآخِرَةُ) . [ر : ٨٩]

یہ روایت کتاب العلم میں مختصراً گزر چکی ہے (۳۲) اور آگے کتاب النکاح میں تفصیل کے ساتھ آئے گی وہیں اس پر ان شاء اللہ بحث ہوگی یہاں چند الفاظ دیکھ لو۔

مَاتُرِيْدُ اَنْ تُرَاجَعَ اَنْتَ، وَاِنَّ ابْنَتَكَ لَتُرَاجِعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یعنی تم نہیں چاہتے ہو کہ تم سے مراجعت کی جائے اور تمہاری باتوں کا تمہیں جواب دیا جائے جبکہ

---

(۳۲) دیکھیے صحیح البخاری مع الفتح، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم: ۱۸۵/۱، رقم الحدیث ۸۹

آپ کی بیٹی رسول اللہ علیہ وسلم کو باتیں لوٹاتی ہیں، اور آپ کی باتوں کا جواب دیتی ہیں۔

يَابُنَيَّةُ، لَاتَغُرَّنَّكِ هٰذِهِ الَّتِي اَعْجَبَهَا حُسْنُهَا، حُبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاهَا

اس میں "حُسْنُهَا" "اعجبها" کا فاعل ہے اور "حُبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ" "حُسْنُهَا" سے بدل اشتمال ہے "اس کے حسن یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کے ساتھ محبت نے اس کو پندار اور خودپسندی میں مبتلا کردیا ہے" مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے چونکہ محبت کی ہے تو حضور کے اس کے ساتھ محبت سے میری مراد ہے حسن سے

دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ یہاں "واوِ عاطفہ" محذوف مانا جائے "اَعْجَبَهَا حُسْنُهَا وَحُبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ" مسلم وغیرہ کی روایت میں یہاں "واو عاطفہ" موجود ہے۔

اس صورت میں ترجمہ ہوگا "اس کے حسن اور اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے اس کو پندار میں مبتلا کردیا ہے" ان دونوں صورتوں میں "حُبُّ رَسُوْلِ..." مرفوع ہوگا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ "حُبَّ..." کو مفعول لہ کی بناء پر منصوب پڑھا جائے "ای أعجبها من أجل حبه لها" "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اس کو اس کے حسن نے پندار میں مبتلا کردیا ہے" (۳۳) واللہ اعلم

وَتَحْتَ رَأْسِهٖ وِسَادَةٌ مِنْ اَدَمٍ، حَشْوُهَا لِيْفٌ

آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی "لِیْف" کھجور کی چھال کو کہتے ہیں۔

يَرْقٰى عَلَيْهَا بِعَجَلَةٍ

عَجَلَة سیڑھی کو کہتے ہیں، اس پر سیڑھی کے ذریعہ چڑھا جاتا تھا۔

وَاِنَّ عِنْدَ رِجْلَيْهِ قَرَظًا مَصْبُوْبًا

اور آپ کے پاؤں کے پاس درخت کے پتے ڈالے گئے تھے، قَرَظ (قاف اور راء کے فتحہ کے ساتھ) ایک خاص درخت کے پتوں کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ چمڑے کو دباغت دی جاتی ہے "مصبوبا" کے معنی "مَسْكُوْبًا" ہیں "بہائے گئے تھے" ڈالے گئے تھے، بعض روایات میں "مصبورا" ہے ای مجموعاً (۳۴)

---

(۳۳) مذکورہ تینوں صورتوں کے لئے دیکھے عمدۃالقاری: ۲۵۱/۱۹

(۳۴) عمدۃالقاری: ۲۵۱/۱۹

ترجمہ ہوگا "آپ کے پاؤں کے پاس درخت کے پتوں کا ڈھیر تھا "

وَعِنْدَ رَأْسِهِ أُهُبٌ مُعَلَّقَةٌ

اور آپ کے سر کے پاس کچھ چمڑے لٹکے ہوئے تھے ۔ اُهُب: إهاب کی جمع ہے اس چمڑے کو کہتے ہیں جس کو دباغت نہیں دی گئی ہو، کچا چمڑہ۔

٣٨٨ – باب : «وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ ٱللهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ» /٣/ .

فِيهِ عائِشَةُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٤٦٢٨]

٤٦٣٠ : حدّثنا عَلِيٌّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قالَ : سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ حُنَيْنٍ قالَ : سَمِعْتُ ٱبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : أَرَدْتُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ ، فَقُلْتُ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ، مَنِ الْمَرْأَتَانِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ؟ فَمَا أَتْمَمْتُ كَلَامِي حَتَّى قالَ : عائِشَةُ وَحَفْصَةُ . [ر : ٨٩]

٣٨٩ – باب : قَوْلُهُ : «إِنْ تَتُوبَا إِلَى ٱللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا» /٤/.

صَغَوْتُ وَأَصْغَيْتُ : مِلْتُ . «لِتَصْغَى» /الأنعام: ١١٣/ : لِتَمِيلَ .

«وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ ٱللهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيرٌ» /٤/ : عَوْنٌ ، تَظَاهَرَا : تَعَاوَنَا .

وَقالَ مُجاهِدٌ : «قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ» /٦/ : أَوْصُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ بِتَقْوَى ٱللهِ وَأَدِّبُوهُمْ .

٤٦٣١ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قالَ : سَمِعْتُ عُبَيْدَ ٱبْنَ حُنَيْنٍ يَقُولُ : سَمِعْتُ ٱبْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ : أَرَدْتُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تَظَاهَرَتَا عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَمَكَثْتُ سَنَةً فَلَمْ أَجِدْ لَهُ مَوْضِعًا ، حَتَّى خَرَجْتُ مَعَهُ حاجًّا ، فَلَمَّا كُنَّا بِظَهْرَانَ ، ذَهَبَ عُمَرُ لِحَاجَتِهِ فَقَالَ : أَدْرِكْنِي بِالْوَضُوءِ ، فَأَدْرَكْتُهُ بِالْإِدَاوَةِ ، فَجَعَلْتُ أَسْكُبُ عَلَيْهِ الْمَاءَ ، وَرَأَيْتُ مَوْضِعًا ، فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ : مَنِ الْمَرْأَتَانِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا ؟ قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : فَمَا أَتْمَمْتُ كَلَامِي حَتَّى قالَ : عائِشَةُ وَحَفْصَةُ . [ر : ٨٩]

٣٩٠ – باب : قَوْلُهُ . «عَسٰى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبَدِّلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثَيِّبَاتٍ وَأَبْكَارًا» /٥/ .

٤٦٣٢ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ، عَنْ حُمَيْدٍ ، عَنْ أَنَسٍ قالَ : قالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : اجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ ، فَقُلْتُ لَهُنَّ : عَسٰى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبَدِّلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ . [ر : ٣٩٣]

٣٩١ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ المُلْكِ : «تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ المُلْكُ» /١/ .

التَّفَاوُتُ : الِاخْتِلَافُ ، وَالتَّفَاوُتُ وَالتَّفَوُّتُ وَاحِدٌ . «تَمَيَّزُ» /٨/ : تَقَطَّعُ . «مَنَاكِبِهَا» /١٥/ : جَوَانِبِهَا . «تَدَّعُونَ» /٢٧/ : وَتَدْعُونَ وَاحِدٌ ، مِثْلُ تَذَّكَّرُونَ وَتَذْكُرُونَ . «وَيَقْبِضْنَ» /١٩/ : يَضْرِبْنَ بِأَجْنِحَتِهِنَّ

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «صَافَّاتٍ» /١٩/ : بَسْطُ أَجْنِحَتِهِنَّ . «وَنُفُورٍ» /٢١/ : الْكُفُورُ .

اَلتَّفَاوُتُ: اَلْاِخْتِلَافُ، وَالتَّفَاوُتُ وَالتَّفَوُّتُ وَاحِدٌ

آیت کریمہ میں ہے "مَاتَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَاوُتٍ" تو خدا کی تخلیق میں کوئی تفاوت نہ دیکھے گا.... فرماتے ہیں تفاوت کے معنی ہیں اختلاف، تفاوت اور تفوت دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔

تَمَيَّزُ: تَقَطَّعُ

آیت کریمہ میں ہے "تَکَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ" اس میں تمیز کے معنی ہیں تقطع یعنی ایسا لگتا ہے کہ غصہ کے مارے وہ پھٹ پڑے گی۔

مَنَاكِبِهَا: جَوَانِبِهَا

آیت کریمہ میں ہے "هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ" وہ خدا ایسا ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کردیا (کہ تم اس میں ہر طرح کے تصرفات کرسکتے ہو) سو تم اس کے رستوں میں چلو (پھرو) اور خدا کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہوکر جانا ہے.... فرماتے ہیں آیت کریمہ میں "مناکب" کے معنی ہیں اطراف و جوانب۔

تَدَّعُوْنَ وَتَدْعُوْنَ، مِثْلُ تَذَّکَّرُوْنَ وَتَذْکُرُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "وَقِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ" اور کہا جاویگا کہ یہی ہے وہ جس سے تم

مانگا کرتے تھے .... فرماتے ہیں تدعون اور تدّعون کے معنی ایک ہیں جیسے تذکرون اور تذّکرون

وَيَقْبِضْنَ: يَضْرِبْنَ بِأَجْنِحَتِهِنَّ، وَقال مجاهد: صَافَّاتٍ: بَسْطُ أَجْنِحَتِهِنَّ

آیت کریمہ میں ہے "أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰفّٰتٍ وَيَقْبِضْنَ" کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نظر نہیں کی کہ پر پھیلائے ہوئے (اڑتے پھرتے) ہیں اور (کبھی اسی حالت پر) سمیٹ لیتے ہیں .... فرماتے ہیں وَيَقْبِضْنَ کے معنی ہیں اپنے پروں کو مار کر سمیٹ لیتے ہیں اور مجاہد نے فرمایا آیت میں صافّات کے معنی ہیں: ان کا اپنے بازوؤں کو پھیلانا۔

نُفُورٍ: اَلْكُفُورُ

آیت میں ہے "بَلْ لَجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ" بلکہ یہ لوگ سرکشی اور نفرت (عن الحق) پر جمے رہے۔ نُفُور بمعنی کُفُور ہے یعنی حق سے بھاگنا۔

٣٩٢– باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ: «نٓ وَالْقَلَمِ» /١/.

وَقالَ قَتَادَةُ: «حَرْدٍ» /٢٥/: جِدٍّ في أَنْفُسِهِمْ.

وَقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «يَتَخَافَتُونَ» /٢٣/: يَنْتَجُونَ السِّرَارَ وَالْكَلَامَ الْخَفِيَّ. «لَضَالُّونَ» /٢٦/: أَضْلَلْنَا مكانَ جَنَّتِنَا.

وَقالَ غَيْرُهُ: «كَالصَّرِيمِ» /٢٠/: كالصُّبْحِ انْصَرَمَ مِنَ اللَّيْلِ، وَاللَّيْلِ انْصَرَمَ مِنَ النَّهارِ، وَهُوَ أَيْضًا: كُلُّ رَمْلَةٍ انْصَرَمَتْ مِنْ مُعْظَمِ الرَّمْلِ، وَالصَّرِيمُ أَيْضًا الْمَصْرُومُ، مِثْلُ: قَتِيلٍ وَمَقْتُولٍ.

وقال قتادة: حَرْدٍ: جِدٍّ فِي أَنْفُسِهِمْ

"وَغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ" حَرد کے معنی دل و جان سے کوشش کرنے کے بھی آتے ہیں جیسا کہ یہاں قتادہ نے کہا، قصد اور طے شدہ فیصلے کے لئے بھی مستعمل ہے اور منع کرنے اور نہ دینے کے لئے بھی بولا جاتا ہے آیت کا مفہوم ہے "وہ کچھ نہ دینے کا فیصلہ کرتے ہوئے صبح سویرے جلدی جلدی اس طرح وہاں گئے جیسے کہ (وہ پھل توڑنے پر) قادر ہیں"

يَتَخَافَتُوْنَ: يَنْتَجُوْنَ السِّرَارَ وَالْكَلَامَ الْخَفِيَّ

"فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ" وہ چلے گئے اس حال میں کہ ایک دوسرے کے ساتھ چھپ چھپ کر

باتیں کر رہے تھے، یَتَنَجَّوْنَ: یُکَلِّمُ بَعْضُهُمْ بَعْضاً

لَضَالُّوْنَ: اَضْلَلْنَا مَکَانَ جَنَّتِنَا

"فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوْا إِنَّا لَضَالُّوْنَ" پھر جب انہوں نے اس باغ کو دیکھا تو کہنے لگے بے شک ہمیں اپنے باغ کی جگہ معلوم نہیں ہو رہی ہے اور ہم نے اسے گم کردیا ہے، بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "أَضْلَلْنَا" کے بجائے "ضللنا" بغیر ہمزہ کے ہونا چاہیئے وجہ اس کی یہ ہے کہ "ضَلَلْتُ الشَّیَٔ" اس وقت کہا جاتا ہے جب آپ کسی چیز کو کسی خاص جگہ پر رکھتے ہیں اور اس کے بعد آپ کو یاد نہیں رہتا کہ وہ جگہ کونسی ہے اور "أَضْلَلْتُ الشَّیَٔ" اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی آدمی اپنی چیز کو ضائع اور برباد کردیتا ہے اور یہاں چونکہ پہلی صورت ہے، انہیں اپنے باغ کی جگہ کا پتہ نہیں چل رہا تھا اس لئے "ضللنا" ہونا چاہیئے (۳۵)

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "أَضْلَلْنَا" کو بھی درست قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں "عَمِلْنَا عَمَلَ مَنْ ضَیَّعَ" ہم نے اس آدمی جیسا عمل کیا جو اپنی چیز کو ضائع کردیتا ہے۔ (۳۶)

اور ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ "اضللنا" مجہول پڑھا جائے اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ اپنے باغ کی جگہ سے ہمیں گم کردیا گیا ہے۔ (۳۷)

وقال غیرہ: کَالصَّرِیْمِ: کَالصُّبْحِ انْصَرَمَ مِنَ اللَّیْلِ، وَاللَّیْلُ انْصَرَمَ مِنَ النَّهَارِ

"فَأَصْبَحَتْ کَالصَّرِیْمِ" پھر صبح کو وہ باغ کٹے ہوئے کھیت کی طرح ہوگیا، صبح کو بھی "صریم" کہتے ہیں، کیونکہ صبح رات سے منقطع ہوتی ہے کہ رات ختم ہوجاتی ہے تو صبح آتی ہے اور رات دن سے منقطع ہوتی ہے کہ دن چلا جاتا ہے تو رات آتی ہے، اور صریم ریت کے اس حصہ کو بھی کہتے ہیں جو ریت کے بہت بڑے تودے سے الگ ہوجاتا ہے اور صریم بمعنی مصروم بھی ہے جیسے قتیل بمعنی مقتول ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ صریم کے مختلف معانی آتے ہیں لیکن ہر معنی میں کٹنے اور علیحدہ ہونے کا مفہوم داخل ہے "والصریم أیضًا المصروم" سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ لفظ جس طرح لازم استعمال ہوتا ہے متعدی بھی استعمال ہوتا ہے۔

۳۹۳ - باب: «عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ» /۱۳/.

٤٦٣٣: حدّثنا مَحْمُودٌ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ،

---

(۳۵) فتح الباری: ٦٩٢/٨

(۳٦) فتح الباری: ٦٦٢/٨

(۳۷) فتح الباری: ٦٦٢/٨

عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : «عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ» . قَالَ : رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ ، لَهُ زَنَمَةٌ مِثْلُ زَنَمَةِ الشَّاةِ .

٤٦٣٤ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ : سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الخُزَاعِيَّ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى ٱللّٰهِ لَأَبَرَّهُ . أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ : كُلُّ عُتُلٍّ ، جَوَّاظٍ ، مُسْتَكْبِرٍ) .

[٦٢٨١ ، ٥٧٢٣]

قال: رَجَلٌ مِنْ قُرَيْشٍ ، لَهُ زَنَمَةٌ مِثْل زَنَمةِ الشَّاةِ

بکری کے کان کے ساتھ گوشت کا ایک زائد ٹکڑا اٹکا ہوا ہوتا ہے ، اسی طرح بعض آدمیوں کے کان کے ساتھ بھی ایک ٹکڑا لٹکا ہوا ہوتا ہے اسے زنمہ کہتے ہیں۔

بعض حضرات نے "لہ زنمة" سے مراد لیا ہے کہ اس کے ہاتھوں کی چھ انگلیاں ہیں۔

بعض نے کہا کہ زنیم اس آدمی کو کہتے ہیں کہ جو کسی قوم کے ساتھ ملحق ہو اور اس کا فرد نہ ہو جیسے گلے یا کان میں زائد ٹکڑا بے مقصد ہوتا ہے ، اس طرح یہ آدمی بھی اس قوم میں کسی اہمیت کا مالک نہیں ہوتا ہے ۔ (۳۹)

یہاں زنیم سے کون مراد ہے ، یحیی بن سلام نے اپنی تفسیر میں کہا کہ اس سے ولید بن المغیرہ مراد ہے ، بعض نے اسود بن عبدیغوث اور بعض نے اخنس بن شُرَیْق کا نام بھی ذکر کیا ہے (۴۰) پہلا قول مشہور ہے ۔

زنیم کے معنی بعض سلف کے نزدیک ولدالزنا اور حرام زادے کے ہیں (۴۱) جس کافر کی نسبت یہ آیات نازل ہوئیں وہ ایسا ہی تھا۔

(۴٦۳۴) واخرجه ایضاً فی کتاب الادب ، باب الکبر: ٦٠٧١ ، وفی کتاب الایمان و النذور ، باب قول اللّٰه تعالٰی : واقسموا باللّٰه جهد ایمانهم ، رقم الحدیث : ٦٦٥٧ ، و اخرجه مسلم فی الجنة و صفة نعیمها و اهلها ، باب النار یدخلها الجبارون ، رقم الحدیث : ٢٨٥٣ ، واخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ فی التفسیر ، باب قوله تعالٰی : عتل بعد ذلک زنیم ، رقم الحدیث: ١/١١٦١٥ ، واخرجه الترمذی فی صفة النار ، باب١٣ ، رقم الحدیث: ٢٦٠٥ ، واخرجه ابن ماجة فی الزهد ، باب من لا یوبہ لہ: رقم الحدیث: ۴١١٦

(۳۹) المفردات للراغب: ٢١٥ ، ومشاهد الانصاف علی شواهد الکشاف: ۴/٥٨٧

(۴۰) فتح الباری: ٨/٦٦٢

(۴۱) تفسیر عثمانی: ٧۴۹ فائدہ نمبر ١١

عتل: سخت مزاج، کھاؤ، وہ شخص جو وعظ و تذکیر کو نہ سمجھے۔ (۱)

٣٩٤ – باب : «يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ» /٤٢/.

٤٦٣٥ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ خالِدِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهِ ، فَيَسْجُدُ لَهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ ، وَيَبْقَى كُلُّ مَنْ كانَ يَسْجُدُ فِي ٱلدُّنْيَا رِيَاءً وَسُمْعَةً ، فَيَذْهَبُ لِيَسْجُدَ ، فَيَعُودُ ظَهْرُهُ طَبَقًا وَاحِدًا) . [ر : ٤٣٠٥]

”جس روز اللہ تعالیٰ کی ساق کی تجلی ظاہر فرمائی جائے گی“ بعض حضرات نے کہا یہ شدت اور سختی سے کنایہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ وقت بہت سخت، کٹھن اور مشکل ہوگا۔ (۴۲)

علامہ ابوبکر فرماتے ہیں کہ اس سے وہ فوائد اور الطاف مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو بار بار حاصل ہوں گے۔

لیکن جیسا کہ پہلے کہا گیا کہ یہ روایت متشابہات میں سے ہے اور اس سلسلہ میں تسلیم و تفویض ہی احوط و احسن ہے، علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

”اس کا قصہ حدیث شیخین میں اس طرح آیا ہے کہ حق تعالیٰ میدان قیامت میں اپنی ساق ظاہر فرمائے گا، ساق پنڈلی کو کہتے ہیں اور یہ کوئی خاص صفت یا حقیقت ہے صفات اور حقائق الٰہیہ میں سے جس کو کسی خاص مناسبت سے ”ساق“ فرمایا ہے جیسے قرآن میں ید، وجہ کا لفظ آیا ہے یہ مفہومات، متشابہات میں سے کہلاتے ہیں، ان پر اسی طرح بلاکیف ایمان رکھنا چاہیئے جیسے اللہ کی ذات، وجود، حیات اور سمع و بصر وغیرہ پر ایمان رکھتے ہیں۔

اسی حدیث میں ہے کہ اس تجلی کو دیکھ کر تمام مؤمنین اور مؤمنات سجدہ میں گر پڑیں گے، مگر جو شخص ریا سے سجدہ کرتا تھا، اس کی کمر نہیں مڑے گی تختہ سی ہوکر رہ جائے گی اور جب اہل ریا و نفاق سجدہ پر قادر نہ ہوں گے تو کفار کا اس پر قادر نہ ہونا بطریق اولیٰ معلوم ہوگیا، یہ سب کچھ محشر میں اسی لئے کیا جائے گا کہ مومن اور کافر اور مخلص و منافق صاف طور پر کھل جائیں اور ہر ایک کی اندرونی حالت حسی طور پر مشاہدہ ہوجائے۔ (۴۳)

---

(۱) العتل: الفاتک الشديد المنافق، عن عبيد بن عمير: العتل: الاكول الشروب القوى الشديد (عمدة القارى: ١٩/ ٢٥٦) وفى المفردات للراغب: ٣٢١۔ العتل: الاخذ بمجامع الشئ، وجرّه بقهر، والعُتل: الاكول المنوع الذى يعتل الشئ عتلاً

(۴۲) فتح البارى: ٨/ ٦٦٣ و عمدة القارى ١٩/ ٢٥٧

(۴۳) تفسير عثمانی: ۷۵۰ فائدہ نمبر۲

٣٩٥ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الحَاقَّةِ .

قَالَ ٱبْنُ جُبَيْرٍ : «حُسُومًا» /٧/ : مُتَتَابِعَةً . «عِيشَةٌ رَاضِيَةٌ» /٢١/ : يُرِيدُ : فِيهَا الرِّضَا . «الْقَاضِيَةَ» /٢٧/ : المَوْتَةَ الْأُولَى الَّتِي مُتُّهَا لَمْ أُحْيَ بَعْدَهَا . «مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ» /٤٧/ : أَحَدٌ يَكُونُ لِلْجَمْعِ وَلِلْوَاحِدِ .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «الْوَتِينَ» /٤٦/ : نِيَاطُ الْقَلْبِ .

قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «طَغَى» /١١/ : كَثُرَ ، وَيُقَالُ : «بِالطَّاغِيَةِ» /٥/ : بِطُغْيَانِهِمْ ، وَيُقَالُ : طَغَتْ عَلَى الخُزَّانِ كَمَا طَغَى المَاءُ عَلَى قَوْمِ نُوحٍ . وَ : «غِسْلِينٍ» /٣٦/ : مَا يَسِيلُ مِنْ صَدِيدِ أَهْلِ النَّارِ . وَقَالَ غَيْرُهُ : «مِنْ غِسْلِينٍ» كُلُّ شَيْءٍ غَسَلْتَهُ فَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ فَهُوَ غِسْلِينٌ ، فِعْلِينٌ مِنَ الْغَسْلِ ، مِنَ الْجُرْحِ وَالدَّبَرِ . «أَعْجَازُ نَخْلٍ» /٧/ : أُصُولُهَا . «بَاقِيَةٍ» /٨/ : بَقِيَّةٍ .

عِيْشَةٍ رَاضِيَةٍ: يُرِيْدُ فِيْهَا الرِّضَا

آیت کریمہ میں ہے "فَهُوَ فِي عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ " غرض وہ پسندیدہ عیش میں ہوگا فرماتے ہیں کہ اس آیت میں عِيْشَةٍ رَاضِيَةٍ سے مراد ایسی زندگی ہے جس میں رضا ہو چونکہ "راضیۃ" عیش کی صفت نہیں بن سکتی بلکہ یہ صاحبِ عیش کی صفت ہے اس لئے "عیشۃ راضیۃ" سے مراد یہ ہے کہ وہ اس زندگی میں راضی ہوگا۔

اَلْقَاضِيَةُ : اَلْمَوْتَةُ الْأُوْلٰى اَلَّتِي مُتُّهَا، لَمْ اُحْيَ بَعْدَهَا

"يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةُ" "اَلْمَوْتَةُ الْأُوْلٰى اَلَّتِي مُتُّهَا " یہ "يٰلَيْتَهَا" کی ضمیر کی تفسیر ہے اور "لم احی بعدھا" "القاضیۃ" کی تفسیر ہے ، یعنی وہ موت جو پہلے آئی تھی کاش وہی فیصلہ کن ہوتی، اس کے بعد مجھے دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا۔

فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ

احد: واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے ، مطلب یہ ہے کہ تم سارے کے سارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر عتاب آئے تو اسے روک نہیں سکتے ۔

تنبیہ

غلام احمد قادیانی اس سے استدلال کرتا ہے کہ اگر میں بھی "وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ " کے مطابق اللہ پر الزام لگانے اور بہتان باندھنے والا ہوں تو مجھے سزا ملنی چاہیئے تھی جبکہ مجھے تو سزا نہیں ملی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ ارشاد خداوندی انبیاء صادقین کے بارے میں ہے ، کذّابین کے متعلق نہیں ہے ، کذاب اور مفتری کو تو ڈھیل دی جاتی ہے اس لئے اس کا اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے ۔

وقال ابن عباس: اَلْوَتِيْنَ نِيَاطُ الْقَلْبِ

"ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ" وَتِيْن رگِ قلب کو کہتے ہیں جس کے کٹنے سے موت واقع ہوجاتی ہے ۔

وقال ابن عباس: طَغٰى: كَثُرَ، ويقال: بِالطَّاغِيَةِ: بِطُغْيَانِهِمْ

"وَاِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ حَمَلْنَا كُمْ فِي الْجَارِيَةِ" "طَغَى الْمَاءُ" کے معنی ہیں جب پانی بہت ہوگیا ، دوسری آیت میں ہے "فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ" طَاغِيَة کے معنی طغیان اور سرکشی کے ہیں کہتے ہیں "طَغَتْ على الخزّان كما طغى الماء على قوم نوح " وہ ہوا فرشتوں پر بڑھ گئی جیسے قوم نوح پر پانی بڑھ گیا تھا ، الخُزّان: ان فرشتوں کو کہتے ہیں جو ہوا کے چلانے پر مامور ہیں ، خاء کے ضمہ کے ساتھ جمع اور فتحہ کے ساتھ مفرد ہے ، یہاں دونوں مراد ہوسکتے ہیں ، علامہ عینی فرماتے ہیں یہ خازن کی جمع ہے ۔ (٤٤)

٣٩٦ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمَعَارِجِ «سَأَلَ سَائِلٌ» /١/ .

الْفَصِيلَةُ : أَصْغَرُ آبَائِهِ الْقُرْبٰى ، إِلَيْهِ يَنْتَمِي مَنِ انْتَمٰى . «لِلشَّوَى» /١٦/ : الْيَدَانِ وَالرِّجْلَانِ وَالْأَطْرَافُ ، وَجِلْدَةُ الرَّأْسِ يُقَالُ لَهَا شَوَاةٌ ، وَما كانَ غَيْرَ مَقْتَلٍ فَهُوَ شَوًى . وَالْعِزُونَ : الْحِلَقُ وَالْجَمَاعَاتُ ، وَوَاحِدُهَا عِزَةٌ . «يُوفِضُونَ» /٤٣/ : الْإِيفَاضُ الْإِسْرَاعُ .

اَلْفَصِيْلَةُ اَصْغَرُ آبَائِهِ الْقُرْبٰى ، اِلَيْهِ يَنْتَمِي مَنِ انْتَمٰى

"وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيْهِ " مجرم خواہش کرے گا کہ یوم قیامت کے عذاب کے عوض اپنے خاندان کو جس میں وہ رہتا تھا فدیہ میں دے کر چھٹکارا حاصل کرے ، دادا سے جو اولاد چلتی ہے اسے فصیلہ کہتے ہیں اور دادا کے اوپر خاندان کا جو سلسلہ ہوتا ہے اسے شعب کہتے ہیں ، چنانچہ یہاں یہی فرمایا کہ فصیلہ قریبی آباء میں سب سے قریب کو کہتے ہیں جس کی طرف آدمی منسوب ہوتا ہے ۔

كَلَّا اِنَّهَا لَظٰى نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى

"ہرگز نہیں بیشک وہ تپتی ہوئی آگ ہے اطراف اور سر کی کھال کھینچنے والی " حضرت شیخ الہند نے ترجمہ کیا ہے "آگ ہے کلیجہ کھینچنے والی " فرماتے ہیں کہ دونوں ہاتھ ، دونوں پاؤں ، اطرافِ بدن اور

---

(٤٤) قال العینی فی العمدة: ٢٥٩/١٩ وهو جمع خازن، وللريح خزان لاترسلها الابمقدار

سر کی کھال کو شَوَاۃ کہتے ہیں اور جسم کا ہر وہ حصہ جس پر ضرب واقع ہونے یا جس کے کٹنے سے موت واقع نہیں ہوتی اسے شَوٰی کہتے ہیں۔

وَالْعِزُوْنَ: اَلْحَلَقُ، وَالْجَمَاعَاتُ، وَوَاحِدُهَا: عِزَةٌ

”عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ“ ”عِزِيْن“ ”عِزَة“ کی جمع ہے جماعات اور حلقوں کو کہتے ہیں یعنی یہ کفار آپکے دائیں، بائیں سے غول کے غول آتے ہیں۔

٣٩٧ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ نُوحٍ : «إِنَّا أَرْسَلْنَا» /١/ .

«أَطْوَارًا» /١٤/ : طَوْرًا كَذَا وَطَوْرًا كَذَا ، يُقَالُ : عَدَا طَوْرَهُ أَيْ قَدْرَهُ . وَالْكُبَّارُ أَشَدُّ مِنَ الْكُبَارِ ، وَكَذٰلِكَ جُمَّالٌ وَجَمِيلٌ لِأَنَّهَا أَشَدُّ مُبَالَغَةً ، وَكُبَّارٌ الْكَبِيرُ ، وَكُبَارًا أَيْضًا بِالتَّخْفِيفِ ، وَالْعَرَبُ تَقُولُ : رَجُلٌ حُسَّانٌ وَجُمَّالٌ ، وَحُسَانٌ ، مُخَفَّفٌ ، وَجُمَالٌ ، مُخَفَّفٌ . «دَيَّارًا» /٢٦/ : مِنْ دَوْرٍ ، وَلٰكِنَّهُ فَيْعَالٌ مِنَ الدَّوَرَانِ ، كَمَا قَرَأَ عُمَرُ : الحَيُّ الْقَيَّامُ . /البقرة: ٢٥٥/ : وَهِيَ مِنْ قُمْتُ ، وَقَالَ غَيْرُهُ : «دَيَّارًا» أَحَدًا . «تَبَارًا» /٢٨/ : هَلَاكًا .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «مِدْرَارًا» /١١/ : يَتْبَعُ بَعْضُهُ بَعْضًا . «وَقَارًا» /١٣/ : عَظَمَةً .

اَطْوَارًا: طَوْرًا كَذَا، وَطَوْرًا كَذَا

”وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا“ یعنی ایک وقت وہ تھا کہ انسان قطرۂ ناپاک کی شکل میں تھا پھر وہ خون بنا، پھر دم بستہ ہوگیا، پھر مضغہ ہوا اور تغیرات اس طرح آتے رہے یہاں تک کہ انسان بن گیا، عرب کہتے ہیں عَدَا طَوْرَہٗ: اپنے رتبہ سے آگے بڑھ گیا۔

والكُبَّارُ اَشَدُّ مِنَ الكُبَارِ

”وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا“ ”کُبّار“ تشدید اور تخفیف دونوں طرح مستعمل ہے تشدید کی صورت میں مبالغہ زیادہ ہوتا ہے اور یہی حال جمال اور حُسان کا ہے یہ دو لفظ بھی تشدید اور تخفیف دونوں طرح مستعمل ہیں۔

دَيَّارًا: مِن دَوْرٍ، وَلٰكِنَّهُ فَيْعَالٌ مِنَ الدَّوَرَانِ، كَمَا قَرَأَ عُمَرُ: اَلْحَيُّ الْقَيَّامُ

”وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَاتَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا“ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دیار ”دَوْر“ سے مشتق ہے لیکن یہ ”فَيْعَال“ کے وزن پر ہے ”فعّال“ کے وزن پر نہیں ہے ورنہ دَوَّار ہوتا، اصل میں ”دَيْوار“ تھا واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کردیا، یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے "اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" کے بجائے "اَلْحَیُّ الْقَیَّامُ" پڑھا ہے وہ بھی "قمت" سے ماخوذ ہے لیکن وہ بھی فَعَّال کے وزن پر نہیں ہے بلکہ فیعال کے وزن پر ہے، جو اصل میں قیْوَام تھا، اس سے "قیَّام" بنالیا۔

٣٩٨ – باب : «وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ» /٢٣/

٤٦٣٦ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنِ ٱبْنِ جُرَيْجٍ . وَقالَ عَطَاءٌ : عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : صَارَتِ الأَوْثَانُ الَّتِي كانَتْ فِي قَوْمِ نُوحٍ فِي الْعَرَبِ بَعْدُ ، أَمَّا وُدٌّ : كانَتْ لِكَلْبٍ بِدُومَةِ الجَنْدَلِ ، وَأَمَّا سُوَاعٌ : كانَتْ لِهُذَيْلٍ ، وَأَمَّا يَغُوثُ : فَكانَتْ لِمُرَادٍ ، ثمَّ لِبَنِي غُطَيْفٍ بِالجَوْفِ عِنْدَ سَبَإٍ ، وَأَمَّا يَعُوقُ : فَكانَتْ لِهَمْدَانَ ، وَأَمَّا نَسْرٌ : فَكانَتْ لِحِمْيَرَ ، لِآلِ ذِي الْكَلَاعِ ، أَسْمَاءُ رِجالٍ صَالِحِينَ مِنْ قَوْمِ نُوحٍ ، فَلَمَّا هَلَكُوا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ : أَنِ ٱنْصِبُوا إِلَى مَجَالِسِهِمْ الَّتِي كانُوا يَجْلِسُونَ أَنْصَابًا وَسَمُّوهَا بِأَسْمَائِهِمْ ، فَفَعَلُوا ، فَلَمْ تُعْبَدْ ، حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُولٰئِكَ ، وَتَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قوم نوح میں جن بتوں کی پرستش کی جاتی تھی بعد میں وہ عرب میں آگئے۔

"وَدّ" قبیلہ کلب کا بت تھا اور دومۃ الجندل میں تھا، اس کے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ اگر دو دلوں کے اندر بعد پیدا ہوا ہو اور ان میں اب محبت پیدا کرنی ہو تو اس سے درخواست کی جائے تو ٹوٹے ہوئے دل جڑ جاتے ہیں۔

اور "سُوَاع" قبیلہ ہذیل کا بت تھا، کسی بھی مقصد کے حصول کے لئے اس کی طرف رجوع کیا جاتا۔

"یغوث" بنو مراد کا بت تھا، اس کے بعد یہ بنی غُطیف کا بت بن گیا تھا اور بنی غطیف مقام جوف میں رہتے تھے جو سبا کے قریب واقع ہے۔

"یَعُوق" بنی ہمدان کا بت تھا اور اس سے دشمنوں پر رعب ڈالنے کے لئے درخواست کی جاتی تھی۔

اور "نَسر" گدھ کی شکل کا بت بنا ہوا تھا، آل ذی الکلاع یعنی قبیلہ حِمیَر کے یہاں اس کی پرستش کی جاتی تھی۔

یہ سب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک اشخاص کے نام تھے، پھر جب ان اشخاص کی وفات

(۴٦٣٦) وھذا الحدیث لم یخرجہ احد من اصحاب الستۃ سوی البخاری، انظر جامع الاصول: ۴۱۳/۲

ہوگئی تو شیطان نے ان لوگوں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جن جگہوں میں وہ بزرگ تشریف فرما ہوا کرتے تھے ، وہاں ان کی مورتیاں قائم کرو اور ان مورتیوں کا نام ان ہی بزرگوں کے نام پر رکھو، انہیں دیکھو گے تو ان کے کارنامے یاد آئیں گے اور پھر تم ان کی پیروی کرسکو گے اگر تم نے ان کی مورتیاں بنا کر نہ رکھیں تو انہیں فراموش کردو گے اور صراط مستقیم پر چلنے کے لئے پھر تمہارے پاس کوئی چیز نہ ہوگی۔

لوگوں نے ایسا ہی کیا جن لوگوں نے یہ مورتیاں بنائی تھیں ان کے عقاید درست تھے جب ان کی وفات ہوئی اور اولاد میں علم باقی نہ رہا تو ان مورتیوں اور بتوں کی عبادت کی جانے لگی۔

تنبیہ

روایت باب کی سند امام بخاری رحمہ اللہ کی ان سندوں میں ہے جن پر اعتراض کیا گیا ہے ، اعتراض یہ ہے کہ سند میں ابن جُرَیج... عطاء سے روایت کررہے ہیں عطاء دو ہیں ایک عطاء خُراسانی اور ایک عطاء بن ابی رَبَاح، عطاء ابن ابی رَبَاح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے رجال میں سے ہیں لیکن عطاء خُراسانی ان کے رجال میں سے نہیں ہیں کہ وہ ان کے شرائط پر پورے نہیں اترتے ہیں۔

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ کو مغالطہ ہوا ہے اور انہوں نے سند میں مذکور عطاء کو عطاء بن ابی رَبَاح سمجھ کر اس سے روایت لی جبکہ یہ عطاء خراسانی ہیں، عطاء بن ابی رباح نہیں ہیں۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ ابن جریج نے یہ روایت عطاء خُراسانی سے براہ راست روایت نہیں کی ہے بلکہ ابن جُرَیج نے اس کتاب سے روایت لی ہے جو عطاء خراسانی کی تھی اور ان کے بیٹے عثمان کے پاس تھی (۴۵)

عطاء خراسانی کی روایت چونکہ بخاری کی شرط پر نہیں اترتی اس لئے امام بخاری کو اسے یہاں نہیں ذکر کرنا چاہیئے لیکن امام کو اس کا احساس ہی نہیں ہوسکا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک قوی بات یہ ہے کہ مذکورہ روایت عطاء خُراسانی اور عطاء بن ابی رَبَاح دونوں نے روایت کی ہے اور یہاں بخاری کی روایت میں اس سے عطاء بن ابی رَبَاح مراد ہیں۔(۴۶)

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "مقدمۂ فتح الباری" میں خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ یہ کہنا کہ مذکورہ روایت عطاء خراسانی اور عطاء بن ابی رَبَاح دونوں کی روایت سے ابن جریج کے پاس تھی اور بخاری

---

(۴۵)فتح الباری:۸/۶۶۷والهدی الساری:۴۷۵

(۴۶)فتح الباری:۸/۶۶۷

نے عطاء بن ابی رَباح کی روایت کا قصد کیا ہے ایک اقناعی جواب ہے اور تسلی بخش بات نہیں ہے چنانچہ وہاں وہ فرماتے ہیں "وھذاعدمن المواضع العقیمۃ عن الجواب السدید، ولابدللجوادمن کَبْوَۃ " (۴۷) یعنی یہ اعتراض بخاری پر ایسا ہے جس کا صحیح جواب ممکن نہیں ہے اور بہترین گھوڑے کو بھی ٹھوکر لگ جاتی ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ مذکورہ روایت میں عطاء سے عطاء خُراسانی مراد ہیں تو اس کی دلیل یہ ہے کہ مذکورہ حدیث عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں ابن جریج سے نقل کی ہے اور اس میں تصریح ہے "اخبرنی عطاء الخراسانی عن ابن عباس " (۴۸) اسی طرح ابو السُّعُوْد فرماتے ہیں "ثبت ھذا الحدیث فی تفسیر ابن جریج عن عطاء الخراسانی(۵۰)" علی بن مدینی نے اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ابن جریج جب تفسیری روایات نقل کرتے تھے تو کہتے تھے "عن عطاء الخراسانی، عن ابن عباس... " ورّاق ہر جگہ "عطاء" کے ساتھ "خراسانی" لکھنے سے اکتا گیا اور صرف "عطاء" لکھنے لگا جس کی وجہ سے بعض لوگوں کو بعد میں یہ شبہ ہوا کہ عطاء سے عطاء ابن ابی رباح مراد ہیں، چنانچہ محمد بن ثور کو بھی یہ مغالطہ لگا ہے اور انہوں نے عطاء بن ابی رَباح ہی مراد لیا ہے جبکہ یہ عطاء خُراسانی ہیں۔ (۴۹)

بہرحال محدثین کے نزدیک اتنی بات متعین ہے کہ مذکورہ روایت میں عطأء سے عطاء خُراسانی مراد ہیں، ان کی روایت ذکر کرکے بظاہر امام بخاری کو بھی غلط فہمی ہوئی ہے۔ واللہ اعلم

۳۹۹ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ (الْجِنِّ) : «قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ» /۱/ .

قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «لِبَدًا» /۱۹/ : أَعْوَانًا .

۴۶۳۷ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ قالَ : ٱنْطَلَقَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ في طَائِفَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ ، عامِدِينَ إِلَى سُوقِ عُكاظَ ، وَقَدْ حِيلَ بَيْنَ الشَّيَاطِينِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّماءِ ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ ، فَرَجَعَتِ الشَّياطِينُ ، فَقَالُوا : ما لَكُمْ ؟ فَقَالُوا : حِيلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّماءِ ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ ، قالَ : ما حالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّماءِ إِلَّا ما حَدَثَ ، فَٱضْرِبُوا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا ، فَٱنْظُرُوا ما هٰذَا الْأَمْرُ الَّذِي حَدَثَ . فَٱنْطَلَقُوا ، فَضَرَبُوا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا ، يَنْظُرُونَ

---

(۴۷) الھدی الساری: ۳۷۶ الفصل الثامن فی سیاق الاحادیث التی انتقدھا علیہ ابوالحسن الدار قطنی وغیرہ من النقاد

(۴۸) فتح الباری: ۸/۶۶۷

(۴۹) فتح الباری: ۸/۶۶۷ (۵۰) فتح الباری: ۸/۶۶۷

ما هٰذَا الْأَمْرُ الَّذِي حالَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ ، قالَ : فَانْطَلَقَ الَّذِينَ تَوَجَّهُوا نَحْوَ تِهَامَةَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِنَخْلَةَ ، وَهُوَ عامِدٌ إِلَى سُوقِ عُكاظٍ ، وَهُوَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ صَلَاةَ الْفَجْرِ ، فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْآنَ تَسَمَّعُوا لَهُ ، فَقَالُوا : هٰذَا الَّذِي حالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ ، فَهُنَالِكَ رَجَعُوا إِلى قَوْمِهِمْ ، فَقَالُوا : «يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا . يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا» . وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى نَبِيِّهِ ﷺ : «قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ» . وَإِنَّمَا أُوحِيَ إِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ . [ر : ۷۳۹]

وقال الحسن: جَدُّ رَبِّنَا: غِنَى رَبِّنَا، وقال عِكْرِمَةُ، جَلَالُ رَبِّنَا، وقال ابراهيم، أَمْرُ رَبِّنَا

آیت کریمہ میں ہے ”وَاَنَّهٗ تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا“ اور ہمارے پروردگار کی بڑی شان ہے اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا اور نہ اولاد، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جَدُّ رَبِّنَا سے اللہ جل شانہ کی غنا اور مالداری مراد ہے اور حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے اللہ کا جلال مراد ہے اور حضرت ابراہیم رحمۃ للہ علیہ فرماتے ہیں کہ جَدُّ رَبِّنَا سے رب کا حکم مراد ہے، اس لفظ کی یہ تشریح صرف ہندوستانی نسخوں میں ہے۔

وقال ابن عباس: لِبَدًا: أَعْوَانًا

آیت کریمہ میں ہے ”وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا“ اور جب خدا کا خاص بندہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے تو یہ (کافر) لوگ اس بندہ پر بھیڑ لگا لیتے ہیں (یعنی تعجب اور عداوت سے ہر شخص اس طرح دیکھتا ہے جیسے اب حملہ کرنے والا ہے۔) علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”یعنی جب آپ کھڑے ہوکر قرآن پڑھتے ہیں تو لوگ ٹھٹھ کے ٹھٹھ آپ پر ٹوٹے پڑتے ہیں، مومنین تو شوق و رغبت سے قرآن سننے کی خاطر اور کفار عداوت و عناد سے آپ پر ہجوم کرنے کے لئے“۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں لبدا سے اعوان وانصار مراد ہیں یعنی مدد اور تعاون کرنے والے۔

اِنْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَائِفَةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ

ابن اسحاق اور ابن سعد کے نزدیک یہ واقعہ ۱۰ سنہ نبوی میں ماہ ذی قعدہ میں پیش آیا، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی طرف نکلے اور پھر وہاں سے آپ کی واپسی ہوئی۔ (۱)

---

(۱) فتح الباری: ۸/ ۶۷۰ .

تعارض روایات اور اس کا حل

لیکن اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ یہاں روایت میں ہے کہ آپ ؐ کے ساتھ صحابہ کی جماعت تھی جبکہ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ آپ جب طائف کے لئے نکلے تھے تو حضرت زید بن حارثہ کے سوا آپ کے ساتھ اور کوئی بھی نہیں تھا۔ (۲)

حافظ ابن حجر ؒ نے فرمایا کہ دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ جاتے ہوئے اگرچہ کوئی نہیں تھا سوائے زید بن حارثہ کے تاہم واپس آتے ہوئے بعض صحابہ آپ کے ساتھ مل گئے تھے یہاں اسی کا ذکر ہے (۳) اور تعدد واقعات پر بھی اس کو محمول کرسکتے ہیں۔

روایت باب پر اشکال اور اس کے جوابات

یہاں روایت میں ہے کہ شیاطین پہلے آسمانوں پر جایا کرتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ان کے آسمانوں پر جانے پر پابندی لگی کہ اگر وہ وہاں جانے کی کوشش کرتے ہیں تو شہاب ثاقب کے ذریعہ انہیں مارا جاتا ہے۔

اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ "شہاب ثاقب" کا تذکرہ تو اشعار جاہلیت میں بھی آتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ستاروں کا اس طرح ٹوٹ کر گرنا زمانہ جاہلیت میں بھی تھا اس لئے اس کو عہد نبوی کے ساتھ مختص کرنے کے کیا معنی ہیں؟ امام مسلم رحمہ اللہ کی ایک روایت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ؐ کی بعثت سے قبل بھی شیاطین کے اوپر ارسال شہب ہوا۔ (۴)

① اس کا جواب امام زہری رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ بعثت نبوی سے پہلے بھی یہ سلسلہ تھا لیکن اس میں سختی اور شدت نہیں تھی بعثت کے بعد پھر اس میں شدت آئی۔ (۵)

② علامہ قرطبی نے فرمایا کہ بعثت سے قبل ارسال شہاب کا سلسلہ مستقل نہیں تھا، کبھی ہوتا کبھی نہیں، بعثت کے بعد یہ مستقل ہوگیا۔ (۶)

③ وہب بن منبہ نے ایک روایت نقل کی ہے جس سے تمام اخبار میں تطبیق ہوجاتی ہے اور وہ

---

(۲) فتح الباری: ٨/٦٤٠

(۳) فتح الباری: ٨/٦٤٠

(۴) فتح الباری: ٨/٦٤٢ والروض الانف: ١/١٣٥ فصل فی الکہانة

(۵) فتح الباری: ٨/٦٤٢ والروض الانف: ١/١٣٥ فصل فی الکہانة

(۶) فتح الباری: ٨/٦٤٢ وتفسیر قرطبی: ١٩/١٣ سورة الجن۔

یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک شیاطین پر کوئی پابندی نہیں تھی، آسمانوں پر جانے کی انہیں مطلقاً آزادی تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد اوپر کے چار آسمانوں پر ان کی رسائی موقوف ہوگئی اور نیچے کے تین آسمانوں تک ان کے جانے کا سلسلہ باقی رہا، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو نیچے کے تین آسمانوں پر بھی ان کے جانے کو موقوف کردیا گیا۔ (۷)

فَانْطَلَقَ الَّذِيْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جنات کا یہ وفد نو افراد پر مشتمل تھا، عکرمہ کی روایت میں ہے کہ سات تھے اور "نصیبین" کے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ چار نصیبین کے تھے اور تین "حران" کے تھے ان کے نام تھے "حسا، لسا، شاصر، ماضر، الادرس، وردان، احقب" ابن درید نے پانچ ناموں کو ذکر کیا۔ شاصر، ماضر، منشی، ناشی اور احقب بعض روایات میں ہے کہ یہ موصل کے تھے اور ان کی تعداد بارہ ہزار تھی (۸) تعدد واقعات تسلیم کرنے سے جمع بین الروایات ہوجاتی ہے۔

وَاِنَّمَا اُوْحِيَ اِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ

یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنات سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات نہیں ہوئی ہے بلکہ بذریعہ وحی ان کا قول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا، لیکن ظاہر ہے کہ اس موقع پر جنات کی اگر آپ ؐ سے ملاقات نہیں ہوئی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے مواقع میں بھی ملاقات نہ ہوئی ہو، اس لئے کہ لیلۃ الجن کا واقعہ ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ پیش آیا ہے اس وقت وہ تحقیق حال کے لئے آئے تھے اور سبب معلوم کرکے چلے گئے اور ملاقات نہیں ہوئی، اس کے بعد وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور اسلامی تعلیمات سیکھنے کے لئے آپ ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ملاقات کی۔ (۹)

---

(۷) فتح الباری: ۸/۶۷۲ والروض الانف: ۱/۱۳۵ فصل فی الکہانۃ

(۸) فتح الباری: ۸ / ۶۷۳

(۹) تفصیل کے لئے دیکھئے الجامع لاحکام القرآن: ۱۹/۵-۱

٤٠٠ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمُزَّمِّلِ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «وَتَبَتَّلْ» /٨/ : أَخْلِصْ .
وَقَالَ الحَسَنُ : «أَنْكَالًا» /١٢/ : قُيُودًا . «مُنْفَطِرٌ بِهِ» /١٨/ : مُثْقَلَةٌ بِهِ .
وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «كَثِيبًا مَهِيلًا» /١٤/ : الرَّمْلُ السَّائِلُ . «وَبِيلًا» /١٦/ : شَدِيدًا .

وقال مجاهد: تَبَتَّلْ: اَخْلِصْ

آیت کریمہ میں ہے "وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا" اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور ب سے تعلق قطع کرکے اسی کی طرف متوجہ رہو.... حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں تبتل کے معنی ہیں اخلص یعنی خالص اسی کے ہوجاؤ۔

وقال الحسن: اَنْكَالًا: قُيُوْدًا

آیت میں ہے "إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا" ہمارے یہاں بیڑیاں ہیں اور دوزخ، حضرت حسن بصری فرماتے ہیں انکال سے بیڑیاں مراد ہیں۔

مُنْفَطِرٌ بِهِ: مُثْقَلَةٌ بِهِ

"يَوْمَ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا السَّمَاءُ مُنْفَطِرٌ بِهِ" فرماتے ہیں کہ "مُنْفَطِرٌ بِهِ" کے معنی ہیں "آسمان اس کے خوف سے بھاری اور ثقیل ہوجائے گا"۔

وقال ابن عباس: كَثِيبًا مَهِيلًا: اَلرَّمْلُ السَّائِلُ

آیت کریمہ میں ہے "وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَهِيلًا" اور پہاڑ (ریزہ ریزہ ہوکر) ریگ رواں ہوجائیں گے .... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ كَثِيبًا مَهِيلًا کے معنی ہیں ریگ رواں، بہتی ریت۔

وَبِيلًا: شَدِيدًا

آیت کریمہ میں ہے "فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا" تو ہم نے اس کو سخت پکڑنا پکڑا، فرماتے ہیں کہ وَبِيلًا کے معنی ہیں شَدِيدًا: یعنی سخت۔

٤٠١ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمُدَّثِّرِ .

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «عَسِيرٌ» /٩/ : شَدِيدٌ . «قَسْوَرَةٍ» /٥١/ : رِكْزُ النَّاسِ وَأَصْوَاتُهُمْ ، وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : الْأَسَدُ ، وَكُلُّ شَدِيدٍ قَسْوَرَةٌ وَقَسْوَرٌ . «مُسْتَنْفِرَةٌ» /٥١/ : نَافِرَةٌ مَذْعُورَةٌ .

وقال ابن عباس: عَسِيرٌ: شَدِيدٌ

آیت کریمہ میں ہے "فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ" پس وہ دن (کافروں پر) سخت دن ہوگا.... حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عسیر کے معنی ہیں: شدید، سخت۔

فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ

قَسْوَرَة کے تین معنی بیان کئے ہیں ایک لوگوں کی آوازیں اور ان کی سرسراہٹ دوسرے معنی شیر اور تیسرے معنی ہر سخت شی کے ہیں۔

كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ

مُسْتَنْفِرَة کے معنی ہیں، بھاگنے والے، ڈرے ہوئے۔

٤٦٣٨ : حدّثنا يَحْيىٰ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ ، عَنْ يَحْيىٰ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ : سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَوَّلِ ما نَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ ، قالَ : «يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ» . قُلْتُ : يَقُولُونَ : «اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ» . فَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ : سَأَلْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ ذٰلِكَ ، وَقُلْتُ لَهُ مِثْلَ الَّذِي قُلْتَ ، فَقَالَ جابِرٌ : لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا ما حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ ، قالَ : (جاوَرْتُ بِحِرَاءٍ ، فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِي هَبَطْتُ ، فَنُودِيتُ ، فَنَظَرْتُ عَنْ يَمِينِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا ، وَنَظَرْتُ عَنْ شِمَالِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا ، وَنَظَرْتُ أَمامِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا ، وَنَظَرْتُ خَلْفِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ شَيْئًا ، فَأَتَيْتُ خَدِيجَةَ فَقُلْتُ : دَثِّرُونِي ، وَصُبُّوا عَلَيَّ ماءً بَارِدًا ، قالَ : فَدَثَّرُونِي وَصَبُّوا عَلَيَّ ماءً بَارِدًا ، قالَ : فَنَزَلَتْ : «يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ . قُمْ فَأَنْذِرْ . وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ») . [ر : ٤]

٤٠٢ – باب : «قُمْ فَأَنْذِرْ» /٢/ .

٤٦٣٩ : حدّثني محمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَغَيْرُهُ قالَا : حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ ، عَنْ يَحْيىٰ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (جاوَرْتُ بِحِرَاءٍ) . مِثْلَ حَدِيثِ عُثْمانَ بْنِ عُمَرَ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ . [ر : ٤]

٤٠٣ – باب : «وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ» /٣/ .

٤٦٤٠ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ : حَدَّثَنَا حَرْبٌ : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ

قالَ : سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ : أَيُّ الْقُرْآنِ أُنْزِلَ أَوَّلُ ؟ فَقَالَ : «يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ» . فَقُلْتُ : أُنْبِئْتُ أَنَّهُ : «اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ» . فَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ : سَأَلْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ : أَيُّ الْقُرْآنِ أُنْزِلَ أَوَّلُ ؟ فَقَالَ : «يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ» . فَقُلْتُ : أُنْبِئْتُ أَنَّهُ : «اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ» . فَقَالَ : لَا أُخْبِرُكَ إِلَّا بِمَا قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (جاوَرْتُ في حِرَاءٍ ، فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِي هَبَطْتُ ، فَاسْتَبْطَنْتُ الْوَادِيَ ، فَنُودِيتُ ، فَنَظَرْتُ أَمامي وَخَلْفِي ، وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي ، فَإِذَا هُوَ جالِسٌ عَلَى عَرْشٍ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ، فَأَتَيْتُ خَدِيجَةَ فَقُلْتُ : دَثِّرُونِي وَصُبُّوا عَلَيَّ ماءً بَارِدًا ، وَأُنْزِلَ عَلَيَّ : «يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ . قُمْ فَأَنْذِرْ . وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ») . [ر : ٤]

سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات

قرآن شریف کی سب سے پہلے کون سی آیات نازل ہوئیں اس بارے میں اختلاف ہے اور چار قول مشہور ہیں۔

❶ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیات سب سے پہلے نازل ہوئیں جیسا کہ "بدء الوحی" کی روایت میں ہے امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وھذا ھو الصواب الذی علیہ الجماھیر من السلف والخلف" (١٠)

❷ دوسرا قول حدیث باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا ہے کہ سب سے پہلے سورہ مدثر کا نزول ہوا ہے، حضرت جابر کے شاگرد حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن کی بھی یہی رائے ہے۔ (١١)

❸ تیسرا قول یہ ہے کہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سب سے پہلے نازل ہوئی ہے (١٢) لیکن یہ قول درست نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس کی روایت ہے "کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یعرف فصل السورۃ، حتی تنزل علیہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" (١٣) اس سے معلوم ہوا کہ "بسم اللہ" کا نزول بعد میں ہوا ہے۔

❹ چوتھا قول یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ سب سے پہلے نازل ہوئی ہے، علامہ زمخشری نے نقل کیا ہے

---

(١٠) شرح مسلم للنووی: ١/٨٩ کتاب الایمان، باب بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(١١) جیسا کہ روایت باب میں ہے

(١٢) الاتقان: ١/٣٣ النوع السابع، معرفۃ اول ما نزل

(١٣) سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ باب من جھر بھا (ای بالبسملۃ) رقم ٧٨٨

کہ یہ اکثر مفسرین کا قول ہے (۱۴)

لیکن علامہ زمخشری کی یہ بات درست نہیں ہے بلکہ اکثر تو کیا کثیر بھی اس کے قائل نہیں ہیں، اس کے قائل صرف ابو میسرہ عمرو بن شرحبیل ہیں ان کی مرسل روایت علامہ بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں ذکر کی ہے اس میں ہے "فلما خلا، ناداہ یامحمد، قل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، حتی بلغ: وَلَاالضَّآلِّیْنَ" لیکن امام بیہقی نے اس روایت کے متعلق فرمایا "فھذامنقطع" (۱۵)

مشہور پہلے دو قول ہیں اور ان میں قول اول جو جمہور کا قول ہے قول ثانی سے راجح ہے ۔

ایک تو اس لئے کہ سورۃ علق کی ابتدائی پانچ آیات کے نزول میں وارد ہے کہ فرشتہ نے کہا "اقرأ" آپ نے فرمایا "ماأنابقاری" اگر مدثر کی آیات کا نزول ہوگیا ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم "ماانا بقاری" کیوں فرماتے ، بلکہ آپ فوراً آیات پڑھ دیتے ۔(۱۶)

دوسرے اس لئے کہ سورۃ اقراء میں قراءت کا امر ہے اور سورۃ مدثر میں انذار کا، اور انذار کا درجہ قراءت کے بعد ہے ، پہلے قراءت حاصل ہوگی پھر اسی کے مطابق انذار ہوگا۔ (۱۷)

تیسرے اس لئے کہ آگے "باب، وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ" میں حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے "فرفعت راسی، فاذا الملک الذی جاءنی بحراء جالس علی کرسی بین السماء والارض " اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدثر کے نزول سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرشتہ سے ملاقات ہوچکی تھی۔ (۱۸)

بعض حضرات نے ان دونوں اقوال کو جمع کیا ہے اور مختلف توجیہات کی ہیں ۔

① اول ما نزل علی الاطلاق تو سورۃ علق کی آیات ہیں اور مدثر کو اول ما نزل کاملاً کی خصوصیت حاصل ہے (۱۹) حضرت جابرؓ کی روایت باب میں سورۃ مدثر کو اول ما نزل اسی حیثیت سے کہا گیا ہے ۔

② دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ فترت کے بعد جب دوبارہ وحی کا نزول شروع ہوا تو سورۃ مدثر نازل ہوئی اس اعتبار سے اسے اولیت حاصل ہوئی (۲۰)

③ تیسری توجیہ یہ ہے کہ انذار کے ساتھ مقید ہوکر سب سے پہلے سورہ مدثر نازل ہوئی ہے ۔(۲۱)

---

(۱۴) تفسیر کشاف: ۷۷۵/۴ تفسیر سورۃ العلق

(۱۵) دلائل النبوۃ للبیہقی: ۲/ ۱۵۸ باب اول سورۃ نزلت من القرآن

(۱۶) زاد المعاد: ۱/ ۸۵ فصل فی مبعثہ و اول ما نزل علیہ

(۱۷) زاد المعاد: ۱/ ۸۵ فصل فی مبعثہ و اول ما نزل علیہ

(۱۸) زاد المعاد: ۱/ ۸۵

(۱۹) الاتقان فی علوم القرآن، النوع السابع، معرفۃ اول ما نزل: ۱/ ۴۲

(۲۰) فتح الباری: ۸/ ۶۷۸

(۲۱) فتح الباری: ۸/ ۶۷۸

④ چوتھی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ سورۃ علق کی آیات کے نزول کے لئے کوئی سبب پیش نہیں آیا، جبکہ سبب کے پیش آنے کے بعد سب سے پہلے سورہ مدثر نازل ہوئی اس اعتبار سے اس کو "اول ما نزل" کہا گیا ہے (۲۲) واللہ اعلم

٤٠٤ – باب : «وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ» /٤/ .

٤٦٤١ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ . وَحَدَّثَنِي عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : فَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ ٱبْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ، وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ ، فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ : (فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي ، إِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي ، فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ ، جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ ٱلسَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ، فَجُئِثْتُ مِنْهُ رُعْبًا ، فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ : زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي ، فَدَثَّرُونِي ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ تَعَالَى : «يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ. إِلَى: وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ»). قَبْلَ أَنْ تُفْرَضَ الصَّلَاةُ ، وَهِيَ الْأَوْثَانُ . [ر : ٤]

٤٠٥ – باب : قَوْلُهُ : «وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ» /٥/ .

يُقَالُ : الرُّجْزُ وَالرِّجْسُ الْعَذَابُ .

٤٦٤٢ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ : قَالَ ٱبْنُ شِهَابٍ : سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ ، يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ : (فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي ، سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ ، فَرَفَعْتُ بَصَرِي قِبَلَ السَّمَاءِ ، فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ ، قَاعِدٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ، فَجُئِثْتُ مِنْهُ ، حَتَّى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ ، فَجِئْتُ أَهْلِي فَقُلْتُ : زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي ، فَزَمَّلُونِي ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ تَعَالَى : «يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ . قُمْ فَأَنْذِرْ – إِلَى قَوْلِهِ – فَاهْجُرْ» . – قَالَ أَبُو سَلَمَةَ : وَالرِّجْزَ الْأَوْثَانَ – ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ) . [ر : ٤]

٤٠٦ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْقِيَامَةِ .

وَقَوْلِهِ : «لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ» /١٦/ :

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «سُدًى» /٣٦/ : هَمَلًا . «لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ» /٥/ : سَوْفَ أَتُوبُ . سَوْفَ

---

(۲۲) فتح الباری: ٨/٦٦٨

أَعْمَلُ. «لَا وَزَرَ» /١١/ : لَا حِصْنَ.

٤٦٤٣/٤٦٤٥ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عائِشَةَ ، وَكَانَ ثِقَةً ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ حَرَّكَ بِهِ لِسَانَهُ – وَوَصَفَ سُفْيَانُ – يُرِيدُ أَنْ يَحْفَظَهُ ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ : «لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ». [ر : ٥]

٤٠٧ – باب : «إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ» /١٧/.

(٤٦٤٤) : حدّثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عائِشَةَ : أَنَّهُ سَأَلَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى : «لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ». قالَ : وَقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : كانَ يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ ، فَقِيلَ لَهُ : «لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ». يَخْشَى أَنْ يَنْفَلِتَ مِنْهُ ، «إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ» أَنْ نَجْمَعَهُ فِي صَدْرِكَ ، «وَقُرْآنَهُ» أَنْ تَقْرَأَهُ ، «فَإِذَا قَرَأْنَاهُ» يَقُولُ : أُنْزِلَ عَلَيْهِ «فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ. ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ» أَنْ نُبَيِّنَهُ عَلَى لِسَانِكَ. [ر : ٥]

٤٠٨ – باب : قَوْلِهِ : «فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ» /١٨/.

قالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : قَرَأْنَاهُ : بَيَّنَّاهُ ، فَاتَّبِعْ : اعْمَلْ بِهِ.

(٤٦٤٥) : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عائِشَةَ ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، فِي قَوْلِهِ : «لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ». قالَ : كانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا نَزَلَ جِبْرِيلُ بِالْوَحْيِ ، وَكانَ مِمَّا يُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَهُ وَشَفَتَيْهِ فَيَشْتَدُّ عَلَيْهِ ، وَكانَ يُعْرَفُ مِنْهُ ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ الآيَةَ الَّتِي فِي : «لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ» ، «لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ . إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ». قالَ : عَلَيْنَا أَنْ نَجْمَعَهُ فِي صَدْرِكَ ، «وَقُرْآنَهُ . فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ» فَإِذَا أَنْزَلْنَاهُ فَاسْتَمِعْ ، «ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ» عَلَيْنَا أَنْ نُبَيِّنَهُ بِلِسَانِكَ. قالَ : فَكانَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيلُ أَطْرَقَ ، فَإِذَا ذَهَبَ قَرَأَهُ كما وَعَدَهُ اللّٰهُ. [ر : ٥]

«أَوْلَى لَكَ فَأَوْلَى» /٣٤/ : تَوَعُّدٌ.

وقال ابن عباس: سُدًی: هَمَلاً

آیت کریمہ میں ہے "أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى" کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جاوے گا.... اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سُدیٰ بمعنی هَمَلاً ہے : مہمل، آزاد۔

لَاوَزَرَ: لَاحِصْنَ

آیت کریمہ میں ہے "کَلَّا لَاوَزَرَ اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِنِ الْمُسْتَقَرُّ" ہرگز (بھاگنا ممکن) نہیں (کیونکہ) کہیں پناہ کی جگہ نہیں، اس دن صرف آپ ہی کے رب کے پاس ٹھکانہ ہے.... حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں وَزَرَ کے معنی ہیں: حصن یعنی پناہ گاہ، لَاوَزَرَ: کوئی پناہ گاہ نہیں۔

لِیَفْجُرَ اَمَامَہٗ: سَوْفَ اَتُوْبُ، سَوْفَ اَعْمَلُ

"بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَہٗ" یعنی آگے زندگی میں برابر گناہ کرتا ہے نہ توبہ کرے نہ نیک عمل بلکہ یہ سوچ کر جھوٹی تسلی دیتا ہے کہ آئندہ توبہ کروں گا اور نیک عمل شروع کردوں گا، شیخ الہند رحمہ اللہ نے ترجمہ کیا ہے "بلکہ چاہتا ہے آدمی کہ ڈھٹائی کرے اس کے سامنے" یعنی قیامت کے آنے سے پہلے آئندہ عمر میں جو باقی ہے بالکل آزاد رہے اور گناہ آلود زندگی گزارتا رہے اس لئے قیامت کا انکار کرتا ہے ورنہ اگر قیامت کو تسلیم کرلے گا اور حساب وکتاب کا قائل ہوجائے گا تو پھر خوف آخرت کی وجہ سے یہ آزاد روی نہ رہے گی۔

ربط آیات

یہاں یہ بحث علماء نے کی ہے کہ آیاتِ باب کا ماقبل اور مابعد سے کیا ربط ہے کیونکہ ماقبل میں قیامت کا تذکرہ ہے اور مابعد میں بھی قیامت کا ذکر ہے اور درمیان میں یہ آیات ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تحریک لسان سے منع فرمایا گیا ہے اس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔

① مناسبت اور ربط انسانوں کے کلام میں تلاش کیا جاتا ہے کیونکہ ان کا دائرہ عقل ونقل محدود اور ان کے مقاصد محدود ہوتے ہیں، لہذا ان حدود کے اندر رہ کر ہی وہ کچھ کرسکتے ہیں، کچھ لکھ سکتے ہیں، اور کچھ کہہ سکتے ہیں جبکہ حق تعالیٰ شانہ کا علم سارے موجودات ومعدومات کو محیط ہے، وہاں اس مناسبت کے تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ وہاں تو یہ دیکھا جائے گا کہ اس حکیم مطلق نے اپنی حکمت سے جو موقع کے مناسب تھا وہ بیان فرمادیا۔

② امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ جملہ معترضہ کی طرح ہے اور ازقبیل تنبیہ مدرس ہے، جیسے مدرس دوران درس طالب علم کی غفلت دیکھتا ہے تو اسے تنبیہ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور وہ تنبیہ کردیتا ہے، ماقبل میں بھی سبق اور مابعد میں بھی سبق ہوتا ہے اور درمیان میں تنبیہ کا جملہ آجاتا ہے، اب اگر کوئی درس کو ضبط کرتے ہوئے اس درمیان والے جملہ کو بھی لکھ دے تو جس کو سبب

معلوم ہے وہ تو اس کو غیر مربوط نہیں سمجھے گا لیکن جس کو سبب کا علم نہیں، وہ غیر مربوط سمجھے گا، یہاں بھی یہی صورت پیش آئی کہ جب قرآن کریم کی ابتدائی آیات نازل ہونے لگیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یاد کرنے کی نیت سے پڑھنے لگے، اسی وقت ان آیات میں تنبیہ کی گئی کہ آپ یاد کرنے کی نیت سے قرآن مجید کو جلدی جلدی یاد نہ کریں، یاد کرانا ہماری ذمہ داری ہے۔ (۲۳)

③ علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ ماقبل میں تذکرہ قیامت تھا، اس کی فکر اور اہتمام کی ترغیب تھی، گویا کہ ضمناً عاجلہ کی مذمت تھی اور مابعد میں عاجلہ کی مذمت صراحۃً آرہی ہے "كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ" چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھنے میں عجلت فرمارہے تھے اس لئے "لاتحرک بہ لسانک" کہہ کر آپ کو عجلت سے روکا جارہا ہے، یوں ماقبل اور مابعد سے ربط ہوجاتا ہے۔ (۲۴)

④ علامہ قفال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ" سے خطاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بلکہ "يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ" میں جو "الانسان" ہے اس سے خطاب ہے، یعنی اس کے اگلے پچھلے اعمال پر اس کو باخبر کیا جائے گا، اس کی صورت یہ ہوگی کہ اعمال نامہ اس کو دیاجائے گا اور اس سے کہا جائے گا "اِقْرَاْ كِتَابَكَ، كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا" جب وہ اپنا اعمال نامہ پڑھنا شروع کریگا تو اس کی زبان شدت خوف سے لڑکھڑا جائے گی اور جلدی جلدی پڑھنے لگے گا تو اس وقت حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے "لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ" اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت دیکر اعمال نامہ کو ختم نہ کر "اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ" ہم نے تیرے اعمال کو جمع کیا اور اس اعمال نامہ میں لکھا اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس کو پڑھیں گے یعنی ہر چیز کو تیرے سامنے پیش کریں گے "فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ" جب ہم اس اعمال نامہ کو تفصیل کے ساتھ پڑھیں تو ہر بات کا جو کچھ تو نے کیا اقرار اور تسلیم کر "ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ" پھر ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس کی عقوبت اور سزا بیان کریں۔

امام قفال نے جو مناسبت بیان کی ہے اس صورت میں یہ آیات ماقبل اور مابعد والی آیات سے بالکل مربوط ہوجاتی ہیں لیکن حضرت ابن عباسؓ سے ان آیات کی بیان کردہ شان نزول سے اس کی کوئی مناسبت نہیں (۲۵)

⑤ قرآن کریم کی عادت ہے کہ جہاں وہ نامہ اعمال یا کتاب اعمال کا ذکر کرتا ہے وہاں نامہ احکام یا کتاب احکام کا بھی ذکر کرتا ہے چنانچہ یہاں بھی "يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ" کتاب اعمال کا ذکر

---

(۲۳) تفسیر کبیر: ۲۲۲-۲۲۳/۳۰

(۲۴) تفسیر کشاف: ٦٦٢/۴

(۲۵) تفسیر کبیر: ۲۲۳-۲۲۴/۳۰

ہے ، اس کے بعد "لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ" میں قرآن کریم یعنی کتاب احکام کا ذکر ہے ۔ (۲۶)

⑥ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات قرآن کریم کی دو مرادیں ہوتی ہیں ایک مراد نظم قرآن اور سیاق قرآن سے مفہوم ہوتی ہے یہ مراد اولیٰ ہے اور ایک مراد خارج سے یعنی شان نزول سے سمجھ میں آتی ہے وہ مراد ثانوی ہے ۔

مذکورہ آیات میں بھی ایک مراد اولیٰ ہے اور ایک مراد ثانوی، مراد اولیٰ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قیامت اور اس کے احوال کا ذکر کیا تو مشرکین اس کے متعلق تعنتاً پوچھنے لگے ، کبھی کہتے "اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ" اور کبھی پوچھتے "اَيَّانَ مُرْسٰهَا" اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں اول امر ہی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہے ہیں "لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ" یوم قیامت کی تعیین کے سلسلہ میں آپ بالکل لب کشائی نہ کریں "ان علینا جمعہ و قرآنہ" حسب وعدہ روز محشر میں ہم ہی عالم کے منتشر اجزاء کو جمع کریں گے اور قرآن کریم کے ذریعے محشر کے احوال ہم خود بیان کرنے والے ہیں "فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ" جب ہم قرآن کی قیامت سے متعلقہ آیات پڑھیں تو ان کے مقتضی پر عمل کریں اور دوسروں کو بھی اس کی تیاری کی تاکید کریں "ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ" پھر حسب وعدہ ہمارے ذمہ ہے نفخ صور وغیرہ کے ذریعہ اس کا اظہار! تو یہ مراد اولیٰ ہے جو سیاق و سباق سے متعین ہوتا ہے اور مدلول اولیٰ کے اعتبار سے ان آیات کا ماقبل سے ربط ہے اور مدلول ثانوی اگرچہ دوسرے اعتبار سے ملحوظ ہے لیکن ربط بین الآیات کے لئے اس کا لحاظ ضروری نہیں ہے (۲۷)

⑦ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب امروہوی فرماتے ہیں کہ اصل میں ماقبل میں تھا "يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ" قیامت میں یہ پوچھ ہوگی کہ جو چیز مؤخر کرنے کی تھی اس کو تم نے مقدم کیوں کیا اور مقدم کو مؤخر کیوں کیا؟ یہاں بھی یہی تقدیم و تاخیر پائی جا رہی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی یہاں مقدم کرنے کی چیز تھی کہ آپ سنیں اور خاموش رہیں اور اس کا پڑھنا، تحریک لسان و شفتین مؤخر کرنے کی چیز تھی آپ نے مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر دیا اس لئے فرمایا گیا "لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ" یعنی یہ آپ کا پڑھنا مقدم کرنے کی چیز نہیں ہے ، مؤخر کرنے کی چیز ہے ، جب ہم پڑھیں تو آپ خاموشی کے ساتھ اسے سنیں اس طرح ان آیات کا ربط "يُنَبَّؤُا

---

(۲۶) فتح الباری: ۸/ ۶۸۰

(۲۷) فیض الباری: ۱/ ۳۵

الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ" سے بالکل ظاہر ہوجاتا ہے ۔ (۲۸)

⑧ ایک ربط علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

"شروع میں جس وقت حضرت جبرئیل اللہ کی طرف سے قرآن لاتے ان کے پڑھنے کے ساتھ حضرت بھی دل میں پڑھتے جاتے تھے تاکہ جلد اسے یاد کرلیں اور سیکھ لیں .... مگر اس صورت میں آپ کو سخت مشقت ہوتی تھی، جب تک پہلا لفظ کہیں، اگلا سننے میں نہ آتا اور سمجھنے میں بھی ظاہر ہے دقت پیش آتی ہوگی، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس وقت پڑھنے اور زبان ہلانے کی ضرورت نہیں ہمہ تن ہوکر سننا چاہیئے یہ فکر مت کرو کہ یاد نہیں رہے گا.... اس کا تمہارے سینے میں حرف بحرف جمع کرنا اور تمہاری زبان سے پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے ، جبرئیل جس وقت ہماری طرف سے پڑھیں تو آپ خاموشی سے سنتے رہیئے .... اس کے بعد حضور نے جبرئیل کے ساتھ پڑھنا ترک کردیا یہ بھی ایک معجزہ ہوا کہ ساری وحی سنتے رہے ، اس وقت زبان سے ایک لفظ نہ دہرایا، لیکن فرشتے کے جانے کے بعد پوری وحی لفظ بہ لفظ کامل ترتیب کے ساتھ بدون ایک زبر زیر کی تبدیلی کے فرفر سنادی اور سمجھادی، یہ اس دنیا میں ایک چھوٹا سا نمونہ ہوا "يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ" کا یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اپنی وحی فرشتے کے چلے جانے کے بعد پوری ترتیب کے ساتھ حرف بحرف بدون ادنیٰ فروگذاشت کے اپنے پیغمبر کے سینے میں جمع کردے ، کیا اس پر قادر نہیں کہ بندوں کے اگلے اور پچھلے اعمال جن میں سے بعض کو کرنے والا بھی بھول گیا ہوگا سب جمع کرکے ایک وقت میں سامنے کردے اور ان کو خوب طرح یاد دلادے اور اسی طرح ہڈیوں کے منتشر ذرات کو سب جگہ سے اکٹھا کرکے ٹھیک پہلی ترتیب پر انسان کو ازسرِنو وجود عطا فرمادے ، بے شک وہ اس پر اور اس سے کہیں زیادہ پر قادر ہے" (۲۹)

⑨ ایک مناسبت بعض علماء نے یہاں یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے نفس انسانی کا تذکرہ کیا اور فرمایا "وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ" جب اس کے متعلق بیان ہوچکا تو پھر اشرف النفوس واکمل النفوس نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرمایا اور یہ ارشاد ہوا کہ آپ کا نفس سب سے اشرف و اکمل ہے لہذا آپ کو سب سے اکمل اور افضل صورت اختیار کرنی چاہیئے جبرئیل کے پڑھنے کے وقت ہمہ تن گوش ہونا چاہیئے اس لئے کہ وہ ہمارا کلام پڑھتے ہیں ، لہذا دل کے حضور کے ساتھ پوری طرح اس کے سننے میں مشغول ہوجایئے اور جب وہ فارغ ہوجائیں تو پھر ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس کو آپ سے پڑھوادیں ۔ (۳۰)

---

(۲۸) ایضاح البخاری: ۱/۹۸

(۲۹) تفسیر عثمانی: ۷۶۷ فائدہ نمبر ۱

(۳۰) فتح الباری: ۸/۶۸۱

⑮ ایک مناسبت حضرت حکیم الامت، مجدد الملۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ نے بیان فرمائی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے اس سے پہلے "ینبؤ الانسان یومئذ بما قدم واخر" فرمایا ہے جس سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک تو یہ کہ خدائے پاک کا علم ساری چیزوں کو اپنے احاطے میں لئے ہوئے ہے، کوئی چھوٹی بڑی چیز اللہ تعالیٰ کے دائرہ علم سے خارج نہیں، خواہ اشخاص ہوں، اجسام ہوں، یا اعراض ہوں، اللہ تعالیٰ کو سب کا علم محیط حاصل ہے، دوسری چیز یہ معلوم ہوئی کہ حق تعالیٰ جب چاہتے ہیں بہت سے غائب علوم اور امور کو انسان کے ذہن میں حاضر کردیتے ہیں، دیکھو یہ انسان زندگی بھر نہ معلوم کتنے کام کرتا ہے، کل قیامت کے دن اس کے سارے کام اس کے سامنے کردیئے جائیں گے۔

اب اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے خطاب فرماتے ہیں کہ جب آپ کو معلوم ہوگیا کہ ہمارا علم محیط ہے اور ہم علوم غائبہ کو جب چاہیں حاضر کرسکتے ہیں تو خواہ مخواہ آپ اپنے نفس کو کیوں مشقت میں ڈالتے ہیں کہ حضرت جبرئیل کے ساتھ پڑھنے میں مصروف ہوجاتے ہیں ادھر سننے کی طرف دھیان دیتے ہیں، ادھر یاد کرنے کی طرف دھیان دیتے ہیں اور ادھر مضامین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں بلکہ آپ تو صرف ایک کام کیجئے کہ جبرئیل جب پڑھیں تو آپ سنیں اور آگے اس کا حفظ کرانا، پڑھوانا اور بیان کروانا ہماری ذمہ داری ہے۔ (۳۱)

٤٠٩ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ (الْإِنْسَانِ ، الدَّهْرِ) : «هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ» /١/ .

يُقَالُ مَعْنَاهُ : أَتَى عَلَى الإِنْسَانِ ، وَهَلْ : تَكُونُ جَحْدًا ، وَتَكُونُ خَبَرًا ، وَهٰذَا مِنَ الْخَبَرِ ، يَقُولُ : كَانَ شَيْئًا ، فَلَمْ يَكُنْ مَذْكُورًا ، وَذٰلِكَ مِنْ حِينَ خَلَقَهُ مِنْ طِينٍ إِلَى أَنْ يُنْفَخَ فِيهِ الرُّوحُ . «أَمْشَاجٍ» /٢٢/ : الْأَخْلَاطُ ، مَاءُ الْمَرْأَةِ وَمَاءُ الرَّجُلِ ، اَلدَّمُ وَالْعَلَقَةُ ، وَيُقَالُ إِذَا خُلِطَ : مَشِيجٌ كَقَوْلِكَ : خَلِيطٌ ، وَمَمْشُوجٌ مِثْلُ : مَخْلُوطٍ . وَيُقْرَأُ : «سَلَاسِلاً وَأَغْلَالاً» /٤/ : وَلَمْ يُجْزِ بَعْضُهُمْ . «مُسْتَطِيرًا» /٧/ : مُمْتَدًّا الْبَلَاءُ .

وَالْقَمْطَرِيرُ : الشَّدِيدُ ، يُقَالُ : يَوْمٌ قَمْطَرِيرٌ وَيَوْمٌ قُمَاطِرٌ ، وَالْعَبُوسُ وَالْقَمْطَرِيرُ وَالْقُمَاطِرُ وَالْعَصِيبُ : أَشَدُّ مَا يَكُونُ مِنَ الْأَيَّامِ فِي الْبَلَاءِ .

وَقَالَ الْحَسَنُ : النُّضْرَةُ فِي الْوَجْهِ وَالسُّرُورُ فِي الْقَلْبِ .

---

(۳۱) دیکھیے بیان القرآن: ۱۲/ ٦١

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «الْأَرَائِكِ» /١٣/ : السُّرُرُ.

وَقَالَ الْبَرَاءُ : «وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا» /١٤/ : يَقْطُفُونَ كَيْفَ شَاؤُوا

وَقَالَ مَعْمَرٌ : «أَسْرَهُمْ» /٢٨/ : شِدَّةُ الخَلْقِ ، وَكُلُّ شَيْءٍ شَدَدْتَهُ مِنْ قَتَبٍ وَغَبِيطٍ فَهُوَ مَأْسُورٌ.

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ، یقال مَعْنَاهُ

مطلب یہ ہے کہ آیت میں "هل" استفہام تقریری ہے ، استفہام انکاری نہیں ہے ، امام رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ "هل" یہاں معنی میں "قد" کے آیا ہے اسی طرح "هَلْ اَتَاکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ" (۳۲) میں "هل" بھی "قد" کے معنی میں ہے ۔

اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ انسان کبھی شئی تھا لیکن قابل ذکر نہیں تھا، امام بخاری کی اس تفسیر میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ "لَمْ یَکُنْ" میں جو نفی داخل ہے یہ قید کی نفی ہے ، مقید کی نفی نہیں ہے ، یعنی آیت میں "مَذْکُوْرًا" جو قید ہے اس کی نفی ہے ، انسان کچھ تو تھا، نطفہ تھا، اس کے بعد خون بنا، اس کے بعد گوشت بنا، پھر اس میں ہڈیاں پیدا کی گئیں اس لئے کچھ تو تھا لیکن قابل ذکر نہیں تھا بلکہ نطفہ سے بھی پہلے مٹی تھی، پھر اس میں پودے پیدا ہوئے ، ان میں غلہ آیا، اس غلہ سے پھر غذا حاصل کی گئی اس غذا سے جسم کے اجزاء تیار ہوئے ، ان اجزاء سے جسم میں مادۂ تولید پیدا ہوا اور نطفہ کی شکل میں رحم مادر میں منتقل ہوا اور پھر رحم مادر میں مختلف اطوار سے گزرا تو اس وقت وہ تھا لیکن قابل ذکر نہیں تھا، قابل ذکر کب بنا جب پیدا ہوگیا۔

معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ معدوم وصف عدم کے ساتھ موصوف ہونے کی صورت میں موجود فی الخارج ہوتا ہے اور اہلسنت و الجماعت کا مذهب یہ ہے کہ جب وہ معدوم ہوتا ہے تو اس وقت وہ موجود فی الخارج اور متحقق فی نفس الامر نہیں ہوتا، وجود میں آنے کے بعد اسے نفس الامر اور خارج میں تحقق حاصل ہوتا ہے (۳۳) اس آیت سے معتزلہ کے لئے اس بات پر استدلال جائز نہیں ہوگا کہ یہاں معدوم کے لئے وجود ثابت کیا جارہا ہے اس لئے کہ وہ معدوم نہیں تھا، مٹی کی شکل میں تھا یا پودوں اور غذا کی صورت میں تھا اور یا نطفہ کے بھیس میں تھا۔

اَمْشَاجٍ : اَلْاَخْلَاطُ، مَاءُ الْمَرْاَةِ وَمَاءُ الرَّجُلِ، اَلدَّمُ وَالْعَلَقَةُ، وَیُقَالُ : اِذَا خُلِطَ : مَشِیْجٌ کَقَوْلِکَ:

---

(۳۲) تفسیر کبیر : ۲۳۵/۳۰

(۳۳) دیکھیے النبراس شرح العقائد : ۴۰-۳۹ و حاشیہ برخوردار : ۴۰

خَلِیْطٌ وَمَمْشُوْجٌ مِثْلَ: مَخْلُوْطٍ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ " ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا (یعنی مرد اور عورت دونوں کے نطفہ سے) فرماتے ہیں اَمْشَاجٍ بمعنی اخلاط ہے یعنی مرد اور عورت کے پانی کے اختلاط سے .... اللہ جل شانہ نے انسان کو پیدا فرمایا اس طرح کہ منی سے خون اور پھر خون سے علقہ بنتا ہے .... وَیُقَالُ اِذَا خُلِطَ: مَشِیْجٌ: جب کوئی چیز کسی دوسری چیز سے ملا دیجائے تو اس کو مشیج کہا جاتا ہے جیسا کہ آپ اس کو خلیط بھی کہتے ہیں .... اور مَمْشُوْجٌ بمعنی مخلوط ہے ۔

ویقرا: "سَلَاسِلاً وَاَغْلَالاً" وَلَمْ یَجُزْ بَعْضُهُمْ

یہ ہشام، نافع، ابوبکر اور کسائی کی قراءت ہے یہ حضرات اسے تنوین کے ساتھ پڑھتے ہیں حالانکہ "سلاسل" غیر منصرف ہے لیکن "اغلالا" کے قرب میں واقع ہونے کی وجہ سے تنوین دیدی گئی ہے اور سرے بعض حضرات "سلاسل" پر تنوین پڑھنے کو جائز نہیں کہتے ہیں ۔

مُسْتَطِیْرًا: مُمْتَدًّا الْبَلَاءُ

آیت میں ہے "وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا " اور وہ ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی، مستطیرا کے معنی ہیں: مُمْتَدًّا یعنی اس دن کی آزمائش اور سختی پھیلی ہوئی ہوگی۔

یقال: یَوْمٌ قَمْطَرِیْرٌ، قُمَاطِرٌ، عَبُوْسٌ، عَصِیْبٌ، قَمْطَرِیْرٌ

یہ تمام الفاظ اس دن کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں جس کے اندر بلاء سخت ہوتی ہے اور تکلیف زیادہ ہوتی ہے ۔

وقال معمر: اَسْرَهُمْ: شِدَّةُ الْخَلْقِ

"وَشَدَدْنَا اَسْرَهُمْ" کے معنی ہیں کہ ان کے جوڑوں کو ہم نے سخت کردیا اور ان کے اعضاء کی بندش کو مضبوط بنادیا، ہر ایسی چیز کو جس سے پالان وغیرہ باندھا جاتا ہے اسے "ماسور" کہتے ہیں اس لئے کہ مضبوطی کے ساتھ اسے باندھا جاتا ہے ۔

٤١٠ – باب: تَفْسِيرُ: سُورَةِ: «وَالْمُرْسَلَاتِ».

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: «جِمَالَاتٌ» /٣٣/: حِبَالٌ. «ارْكَعُوا» صَلُّوا «لَا يَرْكَعُونَ» /٤٨/: لَا يُصَلُّونَ.

وَسُئِلَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ: «لَا يَنْطِقُونَ» /٣٥/. «وَٱللّٰهِ رَبِّنَا ما كُنَّا مُشْرِكِينَ» /الأنعام: ٢٣/.

«الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ» /يس: ٦٥/. فَقَالَ : إِنَّهُ ذُو أَلْوَانٍ ، مَرَّةً يَنْطِقُونَ ، وَمَرَّةً يُخْتَمُ عَلَيْهِمْ

جِمَالَاتٌ: حبال

آیت میں ہے "کَاَنَّہٗ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ" جُمَالَات بضم الجیم بھی پڑھا گیا ہے اور بالکسر بھی، بالضم کی صورت میں اس کے معنی رسیوں کے ہوں گے اور بالکسر کی صورت میں اس کے معنی اونٹوں کے ہوں گے جو جِمَالَة کی جمع ہے اور "جمالة" "جمل" کی جمع ہے ۔ (۳۴)

٤٦٤٦/٤٦٤٧ : حدّثني مَحْمُودٌ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ ٱللهِ ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : كُنَّا مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، وَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ : «وَالْمُرْسَلَاتِ» . وَإِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيهِ ، فَخَرَجَتْ حَيَّةٌ ، فَابْتَدَرْنَاهَا ، فَسَبَقَتْنَا فَدَخَلَتْ جُحْرَهَا . فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (وُقِيَتْ شَرَّكُمْ ، كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا) .

حدّثنا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ مَنْصُورٍ : بِهٰذَا . وَعَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ : مِثْلَهُ .

وَتَابَعَهُ أَسْوَدُ بْنُ عامِرٍ : عَنْ إِسْرَائِيلَ . وَقَالَ حَفْصٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَسُلَيْمانُ بْنُ قَرْمٍ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ .

قال يحْيَى بْنُ حَمَّادٍ : أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ مُغِيرَةَ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ .

وَقَالَ ٱبْنُ إِسْحٰقَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ .

(٤٦٤٧) : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ قالَ : قالَ عَبْدُ ٱللهِ : بَيْنَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ فِي غارٍ ، إِذْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ : «وَالْمُرْسَلَاتِ» . فَتَلَقَّيْنَاهَا مِنْ فِيهِ ، وَإِنَّ فاهُ لَرَطْبٌ بِهَا ، إِذْ خَرَجَتْ حَيَّةٌ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (عَلَيْكُمُ ٱقْتُلُوهَا) . قالَ : فَابْتَدَرْنَاهَا فَسَبَقَتْنَا ، قالَ : فَقَالَ : (وُقِيَتْ شَرَّكُمْ ، كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا) .

[ر : ١٧٣٣]

٤١١ – باب : قَوْلُهُ : «إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ» /٣٢/ .

---

(۳۴) عمدة القاری: ۱۹/ ۲۷۲

(۴۶۴۶-۴۶۴۷) واخرجه مسلم فی السلام، باب قتل الحیات وغیرها، رقم الحدیث: ۲۲۳۴

٤٦٤٨ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عابِسٍ قالَ : سَمِعْتُ ٱبْنَ عَبَّاسٍ : «إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كالْقَصْرِ» . قالَ : كُنَّا نَرْفَعُ الخَشَبَ بِقِصَرٍ ثَلَاثَةَ أَذْرُعٍ أَوْ أَقَلَّ ، فَنَرْفَعُهُ لِلشِّتَاءِ ، فَنُسَمِّيهِ ٱلْقَصَرَ . [٤٦٤٩]

انہاترمی بشرر کالقصر

اس میں دو قراء تیں ہیں ایک "القصْر" بسکون الصاد اوردوسری قراءت "القصَر" بفتح الصاد ہے ، پہلی صورت میں معنی محل کے ہوں گے اور مطلب یہ ہوگا کہ جہنم اتنی بڑی بڑی چنگاریاں پھینکے گی جیسے بڑے بڑے محل ہوتے ہیں ، اور دوسری صورت میں معنی ہوں گے جہنم تین ہاتھ کے بقدر چنگاریاں پھینکے گی جیساکہ یہاں روایت میں ہے ۔

كُنَّانَرْفَعُ الْخَشَبَ بِقِصَرٍ ثَلَاثَةَاَذْرُعٍ اَوْاَقَلَّ

یہاں دو صورتیں ہوسکتی ہیں ، ایک صورت یہ ہے کہ "بقصر" کسرہ اور تنوین کے ساتھ پڑھا جائے اور "ثلاثة اذرع" منصوب پڑھا جائے مطلب یہ ہوگا کہ ہم سردی کے لئے لکڑیاں تین ہاتھ کے برابر اٹھا کر رکھ دیا کرتے تھے اور وہ اونٹوں کی گردنوں کے برابر ہوتی تھیں ان کانام ہم "قصر" رکھتے تھے قصر اعناق الابل کو بھی کہا جاتا ہے ، اصول الشجر کو بھی کہتے ہیں اور کھجور کے تنے کو بھی کہا جاتا ہے ۔ (۳۵)

اور دوسری صورت یہ ہے کہ "بِقِصَرِ ثَلَاثَةَاَذْرُعٍ" مضاف بناکر اسے پڑھا جائے یعنی "تین تین ذراع کے بقدر" حافظ عینی اور علامہ کرمانی نے اسی کو اختیار کیا ہے ۔ (۳۶)

بہرحال امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں "قصْر" (بسکون الصاد) کی تفسیر نقل نہیں کی ہے "قصَر" (بفتح الصاد) کی تفسیر نقل کی ہے ۔

٤١٢ – باب : قَوْلُهُ : «كَأَنَّهُ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ» /٣٣/

٤٦٤٩ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا يَحْيَى : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ٱبْنُ عابِسٍ : سَمِعْتُ ٱبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : «تَرْمِي بِشَرَرٍ» . كُنَّا نَعْمِدُ إِلَى الخَشَبَةِ ثَلَاثَةَ أَذْرُعٍ أَوْ فَوْقَ ذٰلِكَ ، فَنَرْفَعُهُ لِلشِّتَاءِ ، فَنُسَمِّيهِ الْقَصَرَ . «كَأَنَّهُ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ» حِبَالُ السُّفُنِ تُجْمَعُ حَتَّى تَكُونَ كَأَوْسَاطِ الرِّجَالِ . [ر : ٤٦٤٨]

(۴۶۴۸-۴۶۴۹) قال العینی فی العمدة: ۹/۲۶۴، "والحدیث من افراده"

(۳۵) فتح الباری: ۸/٦٨٨

(۳۶) عمدة القاری: ۱۹/۲۶۳ وشرح الکرمانی: ۱۸/۱۶۶

٤١٣ – باب : قَوْلُهُ : «هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ» /٣٥/ .

٤٦٥٠ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ ، عَنِ الْأَسْوَدِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ قالَ : بَيْنَما نَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غارٍ ، إِذْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ : «وَالْمُرْسَلَاتِ» . فَإِنَّهُ لَيَتْلُوهَا ، وَإِنِّي لَأَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيهِ ، وَإِنَّ فاهُ لَرَطْبٌ بِهَا ، إِذْ وَثَبَتْ عَلَيْنَا حَيَّةٌ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (اَقْتُلُوهَا) . فَٱبْتَدَرْنَاهَا فَذَهَبَتْ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (وُقِيَتْ شَرَّكُمْ ، كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا) .

قالَ عُمَرُ : حَفِظْتُهُ مِنْ أَبِي : فِي غارٍ بِمِنًى . [ر : ١٧٣٣]

٤١٤ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ النَّبَإِ : «عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ» /١/ .

قالَ مُجَاهِدٌ : «لَا يَرْجُونَ حِسَابًا» /٢٧/ : لَا يَخَافُونَهُ . «لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا» /٣٧/ : لَا يُكَلِّمُونَهُ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُمْ . «صَوَابًا» /٣٨/ : حَقًّا فِي ٱلدُّنْيَا وَعَمِلَ بِهِ . وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «وَهَّاجًا» /١٣/ : مُضِيئًا . «ثَجَّاجًا» /١٤/ : مُنْصَبًّا . «أَلْفَافًا» /١٦/ : مُلْتَفَّةً .

وَقالَ غَيْرُهُ : «غَسَاقًا» /٢٥/ : غَسَقَتْ عَيْنُهُ ، وَيَغْسِقُ الْجُرْحُ : يَسِيلُ ، كَأَنَّ الْغَسَاقَ وَالْغَسِيقَ وَاحِدٌ . «عَطَاءً حِسَابًا» /٣٦/ : جَزَاءً كافِيًا ، أَعْطَانِي ما أَحْسَبَنِي ، أَيْ كَفَانِي .

٤١٥ – باب : «يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا» /١٨/ : زُمَرًا .

٤٦٥١ : حدّثني محمّدٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (ما بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ) . قالَ : أَرْبَعُونَ يَوْمًا ؟ قالَ : أَبَيْتُ ، قالَ : أَرْبَعُونَ شَهْرًا ؟ قالَ : أَبَيْتُ ، قالَ : أَرْبَعُونَ سَنَةً ؟ قالَ : أَبَيْتُ . قالَ : (ثُمَّ يُنْزِلُ ٱللهُ مِنَ السَّمَاءِ ماءً ، فَيَنْبُتُونَ كما يَنْبُتُ الْبَقْلُ ، لَيْسَ مِنَ الْإِنْسَانِ شَيْءٌ إِلَّا يَبْلَى ، إِلَّا عَظْمًا وَاحِدًا وَهُوَ عَجْبُ ٱلذَّنَبِ ، وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) .

[ر : ٤٥٣٦]

قال مجاهد: لَايَرْجُوْنَ حِسَابًا: لَايَخَافُوْنَهٗ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّهُمْ كَانُوْا لَايَرْجُوْنَ حِسَابًا" وہ لوگ حساب کا اندیشہ نہ رکھتے تھے ، مجاہدؒ فرماتے ہیں آیت میں لَايَرْجُوْنَ کے معنی ہیں لایخافونہ: وہ لوگ حساب کا خوف نہیں رکھتے تھے۔

لَايَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا: لَايُكَلِّمُوْنَهُ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْذَنَ لَهُمْ

آیت کریمہ میں ہے ”رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنُ لَايَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا“ جو مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو دونوں کے درمیان ہیں (اور جو) رحمان ہے (اور) کسی کو اس طرف سے (مستقل) اختیار نہ ہوگا کہ اس کے سامنے عرض معروض کرسکے۔ فرماتے ہیں لَايَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا کے معنی ہیں اللہ جل شانہ سے لوگ بات نہیں کرسکیں گے بجز ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہو۔

وقال ابن عباس: وَهَّاجًا: مُضِيْئًا

آیت کریمہ میں ہے ”وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا“ ور ہم نے (آسمان میں) ایک روشن چراغ بنایا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں وھاج کے معنی ہیں: روشن

عَطَآءً حِسَابًا: جَزَآءً كَافِيًا، اَعْطَانِيْ مَا اَحْسَبَنِيْ، اَيْ كَفَانِيْ

آیت کریمہ میں ہے ”جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا“ یہ بدلہ ملے گا آپ کے رب کی طرف سے جو کافی انعام ہوگا.... فرماتے ہیں عَطَآءً حِسَابًا کے معنی ہیں: جَزَآءً كَافِيًا: یعنی پورا بدلہ، کہتے ہیں اعطانی ما احسبنی یعنی مجھ کو اتنا دیا کہ کافی ہوگیا۔

اَفْوَاجًا: زُمَرًا

آیت میں ہے ”يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا“ جس دن صور پھونکا جاوے گا تم لوگ گروہ گروہ ہوکر آؤگے۔ فرماتے ہیں افواجا کے معنی ہیں زُمَرًا: یہ زمرة کی جمع ہے بمعنی جماعت، گروہ۔

٤١٦ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «وَالنَّازِعاتِ» .

«زَجْرَةٌ» /١٣/ : صَيْحَةٌ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ» /٦/ : هِيَ الزَّلْزَلَةُ . «الآيَةَ الْكُبْرَى» /٢٠/ : عَصَاهُ وَيَدُهُ . «سَمْكَهَا» /٢٨/ : بَنَاهَا بِغَيْرِ عَمَدٍ . «طَغَى» /١٧/ : عَصَى .

يُقَالُ : النَّاخِرَةُ وَالنَّخِرَةُ سَوَاءٌ ، مِثْلُ الطَّامِعِ وَالطَّمِعِ ، وَالْبَاخِلِ وَالْبَخِلِ . وَقَالَ بَعْضُهُمْ : النَّخِرَةُ الْبَالِيَةُ ، وَالنَّاخِرَةُ : الْعَظْمُ الْمُجَوَّفُ الَّذِي تَمُرُّ فِيهِ الرِّيحُ فَيَنْخَرُ .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «الحَافِرَةِ» /١٠/ : إِلَى أَمْرِنَا الْأَوَّلِ ، إِلَى الحَيَاةِ .

وَقالَ غَيْرُهُ : «أَيَّانَ مُرْسَاهَا» /٤٢/ : مَتَى مُنْتَهَاهَا ، وَمُرْسَى السَّفِينَةِ حَيْثُ تَنْتَهِي .
«الرَّاجِفَةُ» /٦/ : النَّفْخَةُ الأُولَى . «الرَّادِفَةُ» /٧/ : النَّفْخَةُ الثَّانِيَةُ .

وقال مجاهد: اَلْاٰيَةَ الْكُبْرٰى: عَصَاهُ وَيَدُهُ

آیت کریمہ میں ہے "فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى" پھر (موسیٰ نے) اس کو (یعنی فرعون کو) بڑی نشانی (نبوت کی) دکھلائی۔ حضرت مجاہدؒ نے کہا کہ الآیۃ الکبریٰ سے مراد حضرت موسیٰ کی عصا اور ید بیضا مراد ہے۔

النَّاخِرَةُ وَالنَّخِرَةُ سَوَاءٌ....

"ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَخِرَةً" کہا جاتا ہے کہ ناخرہ اور نخرہ دونوں ہم معنی ہیں جیسے طامع اور طمع اور باخل اور بخل اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ نخرہ اس ہڈی کو کہتے ہیں کہ جو بوسیدہ اور گلی ہوئی ہو اور ناخرہ اس ہڈی کو کہتے ہیں جو کھوکھلی ہو، جس میں ہوا گزرتی ہو تو آواز آتی ہو۔

وقال ابن عباس: اَلْحَافِرَة: اِلٰى اَمْرِنَا الْاَوَّلِ، اِلَى الْحَيَاة

"ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ" یعنی پہلی زندگی جو ہمیں دنیا میں عطا کی گئی تھی کیا ہم اس کی طرف واپس لوٹ کر جائیں گے۔

وقال غیرہ: اَيَّانَ مُرْسٰهَا: مَتٰى مُنْتَهَاهَا، وَمُرْسَى السَّفِينَةِ حَيْثُ تَنْتَهِي

آیت کریمہ میں ہے "يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا" یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا.... حضرت ابن عباسؓ کے غیر نے کہا کہ اَيَّانَ مُرْسَاهَا کے معنی ہیں اس کی انتہا کہاں ہے، یہ ماخوذ ہے.... مرسی السفینۃ سے جہاں کشتی آخر میں جاکر ٹھہرتی ہے۔

٤٦٥٢ : حَدَّثنا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ : حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمانَ : حَدَّثَنَا أَبُو حازِمٍ : حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ بِإِصْبَعَيْهِ هٰكَذَا ، بِالْوُسْطَى وَالَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ : (بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ) . [٤٩٩٥ ، ٦١٣٨]
قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «أَغْطَشَ» /٢٩/ : أَظْلَمَ . «الطَّامَّةُ» /٣٤/ : تَطُمُّ كُلَّ شَيْءٍ .

(۴۶۵۲) وایضاً اخرجہ فی الطلاق، باب اللعان، رقم الحدیث: ۵۳۱۰، وفی الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: بعثت انا والساعۃ کھاتین، رقم الحدیث: ۶۵۰۳، وقال العینی فی عمدۃ: ۲/ ۷۶۸، "والحدیث من افرادہ من ھذہ الوجہ" واخرجہ مسلم فی الفتن واشراط الساعۃ بوحداخر، رقم الحدیث: ۲۹۵۰

بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اپنی درمیانی انگلی اور انگشت شہادت سے اشارہ کرکے فرمایا کہ میں ایسے وقت میں مبعوث ہوا ہوں کہ میں اور قیامت دونوں اس طرح ہیں یعنی میں تھوڑا سا آگے ہوں اور قیامت اس سے تھوڑی سی پیچھے ، جیسے وسطیٰ انگلی ذرا سی آگے نکلی ہوئی ہے اور سبابہ اس سے کچھ پیچھے ہے ۔

دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جیسے یہ دو انگلیاں ملی ہوئی ہیں اسی طرح میں اور قیامت ملے ہوئے ہیں میرے اور قیامت کے درمیان اللہ جل شانہ کوئی نبی اور رسول نہیں بھیجیں گے (۳۷)

پہلی صورت میں سوال ہوگا کہ قیامت سے کتنے فاصلے پر آپ آئے ہیں ؟ ظاہر ہے اس سلسلہ میں کوئی بات نہیں بتائی جاسکتی کہ آپ کے اور قیامت کے درمیان کتنا فاصلہ ہے ۔

امت محمدیہ کی کل عمر

ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنے زمانہ میں ایک بات کہی کہ اس امت کی کل عمر پانچ سو سال ہے اور انہوں نے ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے جس کو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے "لن یعجز اللہ ھذہ الامۃ من نصف یوم" (۳۸) یعنی اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو نصف یوم زندگی گزارنے سے عاجز نہیں فرمائیں گے طبری نے "نصف یوم" سے نصف یوم آخرت، سمجھا اور یوم آخرت کی مقدار ایک ہزار سال ہے لہذا نصف پانچ سو سال ہوگا۔

لیکن ان کا یہ قول اور استدلال غلط ثابت ہوا چودہ سو سال یہ امت اب تک گزار چکی ہے ۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ایک رسالہ لکھا ہے "الکشف عن مجاوزۃ ھذہ الامۃ الالف" اور اس میں انہوں نے بہت سے آثار سے یہ ثابت کیا ہے کہ اس امت کی عمر ایک ہزار سال سے زائد ہوگی (۳۹) چنانچہ ان کی بات صحیح نکلی۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سلف میں مشہور تھا کہ دنیا کی مجموعی عمر پچاس ہزار سال ہے ، قرآن کریم کی اس آیت میں بھی اس طرف اشارہ ملتا ہے "فِی یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ

---

(۳۷) مذکورہ دونوں مطلب کے لئے دیکھیے ،

(۳۸) سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم باب قیام الساعۃ : ۲ / ۲۴۲

(۳۹) مذکورہ رسالہ دیکھیے الحاوی للفتاوی للسیوطی : ۲ / ۹۰-۸۶

اَلْفَ سَنَةٍ" حضرت کشمیری فرماتے ہیں کہ میدان محشر میں میرے نزدیک دنیا کی پوری عمر دوبارہ لوٹائی جائے گی اور قرآن نے یوم حشر کی مقدار پچاس ہزار سال بتادی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی مجموعی عمر پچاس ہزار سال ہے (۴۰) واللہ اعلم

حضرت ابن عباس ؓ سے ایک روایت منقول ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے اور ان میں سے چھ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک گزر چکے اور آپ ؐ کے بعد بھی ایک ہزار سال گزر گئے اس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ دنیا کی عمر پوری ہوگئی ہے اور قیامت قائم ہوجانی چاہیے (۴۰)۔

لیکن یہ روایت موقوف ہے (۴۱) اور یہ سب اندازے اور تخمینے ہیں قیامت کے وقوع کا صحیح علم اللہ جل شانہ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے "اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ"

الطَّآمَّةُ: تَطُمُّ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

آیت کریمہ میں ہے "فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى" سو جب بڑا ہنگامہ آویگا فرماتے ہیں کہ طامۃ کے معنی ہیں جو ہر چیز پر چھا جائے، غالب آجائے۔

٤١٧ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «عَبَسَ» .

«عَبَسَ وَتَوَلَّى» /١/ : كَلَحَ وَأَعْرَضَ . وَقَالَ غَيْرُهُ : «مُطَهَّرَةٍ» /١٤/ : لَا يَمَسُّهَا إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ، وَهُمُ الْمَلَائِكَةُ ، وَهٰذَا مِثْلُ قَوْلِهِ : «فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا» /النازعات: ٥/ : جَعَلَ الْمَلَائِكَةَ وَالصُّحُفَ مُطَهَّرَةً ، لِأَنَّ الصُّحُفَ يَقَعُ عَلَيْهَا التَّطْهِيرُ ، فَجُعِلَ التَّطْهِيرُ لِمَنْ حَمَلَهَا أَيْضًا .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : الْغُلْبُ : الْمُلْتَفَّةُ ، وَالْأَبُّ : مَا يَأْكُلُ الْأَنْعَامُ . «سَفَرَةٍ» /١٥/ : الْمَلَائِكَةُ ، وَاحِدُهُمْ سَافِرٌ ، سَفَرْتُ : أَصْلَحْتُ بَيْنَهُمْ ، وَجُعِلَتِ الْمَلَائِكَةُ – إِذَا نَزَلَتْ بِوَحْيِ اللّٰهِ وَتَأْدِيبِهِ – كَالسَّفِيرِ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ الْقَوْمِ . وَقَالَ غَيْرُهُ : «تَصَدَّى» /٦/ : تَغَافَلَ عَنْهُ . وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «لَمَّا يَقْضِ» /١٣/ : لَا يَقْضِي أَحَدٌ مَا أُمِرَ بِهِ . وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «تَرْهَقُهَا» /٤١/ : تَغْشَاهَا شِدَّةٌ . «مُسْفِرَةٌ» /٣٨/ : مُشْرِقَةٌ . «بِأَيْدِي سَفَرَةٍ» /١٥/ : وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : كَتَبَةٍ ، أَسْفَارًا ؛ كُتُبًا . «تَلَهَّى» /١٠/ : تَشَاغَلَ . يُقَالُ : وَاحِدُ الْأَسْفَارِ سِفْرٌ . «فَأَقْبَرَهُ» /٢١/ : يُقَالُ : أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ جَعَلْتُ لَهُ قَبْرًا ، وَقَبَرْتُهُ دَفَنْتُهُ .

---

(۴۰) فیض الباری: ۴/۲۵۴

(۴۱) فیض الباری: ۴/۲۵۴

۴۶۵۳ : حَدَّثَنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ : سَمِعْتُ زُرَارَةَ بْنَ أَوْفَى يُحَدِّثُ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ ، عَنْ عائِشَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ ، وَهُوَ حافِظٌ لَهُ ، مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ ، وَمَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ ، وَهُوَ يَتَعَاهَدُهُ ، وَهُوَ عَلَيْهِ شَدِيدٌ ، فَلَهُ أَجْرَانِ) .

عَبَسَ: كَلَحَ وَاَعْرَضَ

"عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى" وہ چیں بجبیں ہوئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا.... فرماتے ہیں عبس کے معنی ہیں کلح: یعنی ترش رو ہوا اور تولی کے معنی ہیں اعرض: یعنی اعراض کیا اور متوجہ نہیں ہوا۔

وقال غیرُہٗ: مُطَهَّرَةٍ: لَا يَمَسُّهَا اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ، وَهُمُ الْمَلَائِكَةُ

دو آیتیں ہیں، "فِیْ صُحُفٍ مُّطَهَّرَةٍ" اور "لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" اس سے معلوم ہورہا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ "مس" سے حقیقی مس مراد لے رہے ہیں اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کو طہارت کے بغیر چھونا جائز نہیں ہے اسے چھونے کے لئے طہارت شرط ہے، جمہور اور ائمہ اربعہ کا بھی یہی مسلک ہے (۴۳)۔

مس مصحف اور طہارت

داؤد ظاہری، ابن حزم، ابن منذر اور ابن جریر کے نزدیک حائضہ، جنبی اور محدث بالحدث الاصغر کے لئے مس مصحف جائز ہے (۴۴)۔

(۴۶۵۳) واخرجہ مسلم فی صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل الماھر بالقرآن والذی یتتعتع بہ، رقم الحدیث: ۷۹۸، واخرجہ الترمذی رحمہ اللہ فی کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل قاری القرآن، رقم الحدیث: ۲۹۰۴، واخرجہ ابوداود فی کتاب الصلاۃ، باب فی ثواب قراءۃ القرآن، رقم الحدیث: ۱۴۵۴، واخرجہ ابن ماجہ فی کتاب الادب، باب ثواب القرآن، رقم الحدیث، ۳۷۷۹، واخرجہ النسائی فی السنن الکبری، کتاب التفسیر، باب سورۃ عبس، رقم الحدیث: ۱۱۶۴۶، واخرجہ فی فضائل القران، رقم الحدیث: ۸۰۴۶

(۴۲) فیض الباری: ۴/ ۲۵۴

(۴۳) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۱۷/ ۲۲۶، احکام القرآن للشیخ محمد ادریس الکاندھلوی، سورۃ الواقعۃ: ۵/ ۱۰

(۴۴)

امام بخاری رحمہ اللہ نے "فِیْ صُحُفٍ مُّطَهَّرَةٍ" کے بعد "لَایَمَسُّهَا اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" کو ذکر فرما کر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ مس کے حقیقی معنی مراد ہیں لہذا حائضہ، جنبی اور محدث بالحدث الاصغر کے لئے مس مصحف جائز نہ ہوگا۔

بعض لوگ اس کے قائل ہیں کہ یہاں مس کے مجازی معنی مراد ہیں اور وہ مس مصحف کو حالت حدث اور جنابت میں جائز کہتے ہیں مجازی معنی یہ ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے معانی میں غور کرنے سے لذت وہی لوگ حاصل کرسکتے ہیں جن کے دل نورِ ایمان سے منور ہوں اور جو شرک وکفر کی نجاست سے پاک ہوں (۴۵)۔

ابن العربی رحمہ اللہ نے امام بخاری کی طرف اس کے معنی مجازی کی نسبت کی ہے اور کہا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک "لَایَمَسُّهَا اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" میں معنی مجازی مراد ہیں اور پھر کہا کہ یہی معنی صحیح بھی ہیں انہوں نے کہا کہ حدیث "ذاق طعم الایمان، من رضی باللہ ربا، وبالاسلام دینا، وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا ورسولا" سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے تاہم اس میں ظاہر سے عدول ہے (۴۶)۔

لیکن ابن العربی کا امام بخاری کی طرف یہ نسبت کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ امام بخاری کے یہاں معنی حقیقی مراد ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن حزم کی کتاب سے روایت نقل کی ہے "لایمس القرآن الاطاهر" (۴۷) لہذا اس کے پیش نظر "لَایَمَسُّهَا اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" کا یہی مطلب ہوتا کہ قرآن کو چھونے کے لئے طہارت شرط ہے اور امام بخاری اسی کی طرف اشارہ کررہے ہیں، ابن العربی نے جو بات کہی ہے وہ امام بخاری سے کہیں منقول نہیں ملی ہے۔

لِاَنَّ الصُّحُفَ يَقَعُ (۴۸) عَلَيْهَا التَّطْهِيْرُ، فَجُعِلَ التَّطْهِيْرُ لِمَنْ حَمَلَهَا اَيْضاً

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ "فِیْ صُحُفٍ مُّطَهَّرَةٍ" میں صحف کو "مطهرة" کہا گیا ہے اور "لَایَمَسُّهَا اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" میں حاملین صحف ملائکہ کو مطہر کہا گیا ہے اصلاً یہ "تطہیر" صحف کی صفت ہے لیکن چونکہ ملائکہ ان صحف کے حامل ہیں تو ان کی صفت بھی "تطہیر" قرار پائی اور انہیں بھی "مطہر" کہدیا گیا یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے "فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا" میں تدبیر اصل صفت تو راکبین خیل یعنی فرشتوں کی

---

(۴۵) دیکھیے الجامع لاحکام القرآن: ۱۷/ ۲۲۶ سورۃ الواقعۃ

(۴۶) دیکھیے الجامع لاحکام القرآن: ۱۷/ ۲۲۶ سورۃ الواقعۃ واحکام القرآن لابن العربی: ۴/ ۱۷۳۸

(۴۷) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۱۷/ ۲۲۶ سورۃ الواقعۃ

(۴۸) وفی بعض النسخ "لایقع" بزیادة لا.... وجهه ان الصحف لایطلق علیها التطهیر الذی هو خلاف التنجیس حقیقة، وانما المراد انها مطهرة عن ان ینالها ایدی الکفار (عمدة القاری: ۱۹/ ۲۷۸)

ہے لیکن چونکہ وہ خیل (گھوڑے) ان راکبین (فرشتوں) کے حامل ہیں اس لئے "خیل" کو بھی "مدبرات" کہدیا گیا اور تدبیر کو ان کی صفت بنادیا گیا۔

سَفَرَةٍ: اَلْمَلَائِكَةُ، وَاحِدُهُمْ سَافِرٌ، سَفَرْتُ: اَصْلَحْتُ بَيْنَهُمْ، وَجُعِلَتِ الْمَلَائِكَةُ اِذَا نَزَلَتْ بِوَحْيِ اللّٰهِ وَتَادِيْبِهِ كَالسَّفِيْرِ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ الْقَوْمِ

آیت کریمہ میں ہے "بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ" فرماتے ہیں سفرة سے فرشتے مراد ہیں، یہ سافر کی جمع ہے، سافر: لکھنے والا.... کہتے ہیں سَفَرْتُ بَيْنَ الْقَوْمِ: میں نے قوم میں صلح کرادی، وحی الٰہی کو لانے اور اس کو انبیاء تک پہنچانے میں فرشتوں کو مثل سفیر قرار دیا گیا جو لوگوں میں صلح کراتا ہے۔

وقال غيره: تَصَدّٰى: تَغَافَلَ عَنْهُ

"فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى" میں تَصَدّٰی کا ترجمہ تَغَافَلَ سے کیا ہے لیکن یہ درست نہیں ہے بلکہ اس کے معنی توجہ کرنے اور درپے ہونے کے آتے ہیں (۴۹) یہ تفسیر "تَلَهّٰى" کی ہے، "تَصَدّٰى" کی تفسیر غالباً حذف ہوگئی ہے اور سہو کاتب سے "تَلَهّٰى" کی تفسیر یہاں لکھدی گئی۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: لَمَّا يَقْضِ: لَا يَقْضِيْ اَحَدٌ مَا اُمِرَ بِهٖ

آیت کریمہ میں ہے "كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا اَمَرَهٗ" ہرگز (شکر) نہیں (ادا کیا) اس کو جو حکم دیا تھا اس کو بجا نہیں لایا.... مجاہدؒ فرماتے ہیں لَمَّا يَقْضِ کے معنی ہیں جس بات کا حکم دیا گیا تھا وہ کسی نے پورا نہیں کیا۔

وقال ابن عباس: تَرْهَقُهَا: تَغْشَاهَا شِدَّةٌ

آیت کریمہ میں ہے "تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ" ان پر (غم کی) کدورت چھائی ہوگی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تَرْهَقُهَا کے معنی ہیں اس پر شدت اور سختی چھائی ہوگی۔

مُسْفِرَةٌ: مُشْرِقَةٌ

آیت کریمہ میں ہے "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ" بہت سے چہرے اس روز روشن ہوں گے فرماتے ہیں مسفرة کے معنی ہیں روشن، چمکدار۔

تَلَهّٰى: تَشَاغَلَ

آیت کریمہ میں ہے "فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى" آپ اس سے بے رخی برتتے ہیں.... تَلَهّٰى کے معنی

---

(۴۹) عمدة القاري: ۱۹/ ۲۷۸

ہیں : بے رخی برتنا، بے اعتنائی کرنا۔

۴۱۸ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ» . (التَّكْوِيرِ)

«انْكَدَرَتْ» /۲/ : انْتَثَرَتْ .

قَالَ الحَسَنُ : «سُجِّرَتْ» /۶/ : ذَهَبَ مَاؤُهَا فَلَا تَبْقَى قَطْرَةٌ ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «المَسْجُورِ» /الطور : ۶/ : المَمْلُوءِ ، وَقَالَ غَيْرُهُ : «سُجِّرَتْ» أَفْضَى بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ ، فَصَارَتْ بَحْرًا وَاحِدًا .
وَالخُنَّسُ : تَخْنِسُ فِي مَجْرَاهَا : تَرْجِعُ ، وَتَكْنِسُ : تَسْتَتِرُ كَمَا تَكْنِسُ الظِّبَاءُ . «تَنَفَّسَ» /۱۸/ : ارْتَفَعَ النَّهَارُ . وَالظَّنِينُ: المُتَّهَمُ ، وَالضَّنِينُ يَضِنُّ بِهِ .
وَقَالَ عُمَرُ : «النُّفُوسُ زُوِّجَتْ» /۷/ : يُزَوَّجُ نَظِيرَهُ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ وَالنَّارِ ، ثُمَّ قَرَأَ : «احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ» /الصافات : ۲۲/ . «عَسْعَسَ» /۱۷/ : أَدْبَرَ .

اِنْکَدَرَتْ : اِنْتَثَرَتْ

آیت کریمہ میں ہے "وَاِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ " اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے فرماتے ہیں اِنْکَدَرَتْ بمعنی اِنْتَثَرَتْ ہے یعنی بکھر جائیں گے ، گر پڑیں گے۔

وَالْخُنَّسِ : تَخْنِسُ فِی مَجْرَاهَا : تَرْجِعُ، وَتَکْنِسُ، تَسْتَتِرُ کَمَا تَکْنِسُ الظِّبَاءُ

"فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْکُنَّسِ " فرماتے ہیں کہ خُنَّس کے معنی ہیں وہ ستارے جو پلٹ کر اپنے چلنے کے راستہ سے اپنی جگہ پر لوٹ آتے ہیں اور جوارِ سے سیدھے چلنے والے ستارے مراد ہیں اور کنس سے وہ ستارے مراد ہیں جو ہرنی کی طرح چھپ جاتے ہیں۔ تین صفات ستاروں کی مذکور ہیں یہ بقول کرمانی سبع سیارات ہیں اور بقول قسطلانی زحل، مشتری، مریخ، زہرہ اور عطارد مراد ہیں کہ کبھی تو مغرب سے مشرق کی طرف سیدھے چلتے ہیں کبھی پھر اسی راستے پر لوٹتے ہیں اور کبھی سورج کے پاس آکر کئی دن غائب رہتے ہیں جیسے ہرنی اپنی شاخوں سے بنائے ہوئے گھر میں چھپ جاتی ہے (۵۰)

تَنَفَّسَ : اِرْتَفَعَ النَّهَارُ

آیت کریمہ میں ہے "وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ " اور قسم ہے صبح کی جب وہ آنے لگے تنفس کے معنی ہیں دن چڑھ جانے۔

وَالظَّنِیْنُ : اَلْمُتَّهَمُ : وَالضَّنِیْنُ : یَضِنَّ بِہٖ

---

(۵۰) ماخوذ از حاشیہ کتاب ۵۳۷ و تفسیر عثمانی ۷۸۰

"وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ" اس میں دو قراء تیں ہیں ایک قراءت ابن کثیر اور کسائی کی ہے "ظَنِين" بمعنی متہم، جس پر تہمت لگائی گئی ہو اور دوسری قراءت حمزہ اور عاصم کی ہے "بضنین" بمعنی بخیل۔

وقال عمر : اَلنُّفُوْسُ زُوِّجَتْ : يُزَوَّجُ نَظِيْرَهُ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، ثُمَّ قَرَأَ : اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ

آیت کریمہ میں ہے "وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ" حضرت عمرؓ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ اھل جنت اور اھل جہنم میں سے ہر آدمی کو اس کے ہم مثل سے جوڑ دیا جائے گا پھر آپ نے سورہ صافات کی یہ آیت تلاوت فرمائی "اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ" (ملائکہ کو حکم ہوگا) جمع کرلو ظالموں کو اور ان کے ہم مشربوں کو۔

عَسْعَسَ : اَدْبَرَ

آیت کریمہ میں ہے "وَاللَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ" اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے عَسْعَسَ بمعنی اَدْبَرَ ہے : واپس جانے لگے، پیٹھ پھیر کر جانے لگے۔

٤١٩ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ» . (الإِنْفِطَارِ)

انْفِطَارُهَا : انْشِقَاقُهَا .

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : «بُعْثِرَتْ» /٤/ : يَخْرُجُ مَنْ فِيهَا مِنَ الْأَمْوَاتِ .

وَقَالَ الرَّبِيعُ بْنُ خُثَيْمٍ : «فُجِّرَتْ» /٣/ : فَاضَتْ .

وَقَرَأَ الْأَعْمَشُ وَعَاصِمٌ : «فَعَدَلَكَ» /٧/ : بِالتَّخْفِيفِ ، وَقَرَأَهُ أَهْلُ الْحِجَازِ بِالتَّشْدِيدِ ، وَأَرَادَ : مُعْتَدِلَ الخَلْقِ ، وَمَنْ خَفَّفَ يَعْنِي : «فِي أَيِّ صُورَةٍ» /٨/ : شَاءَ : إِمَّا حَسَنٌ ، وَإِمَّا قَبِيحٌ ، وَطَوِيلٌ أَوْ قَصِيرٌ .

فُجِّرَتْ : فَاضَتْ

آیت کریمہ میں ہے "وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ" اور جب سب دریا بہہ پڑیں گے .... فُجِّرَت کے معنی ہیں فَاضَت: بہنا۔

اَلَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ فِيْ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ

اعمش اور عاصم نے "فعذلک" تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور اھل حجاز اس کو "فَعَدّلک" تشدید کے ساتھ پڑھتے ہیں، وہ اس سے خلقت میں اعتدال مراد لیتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے انسان کے اعضاء برابر برابر بنائے ہیں، یہ نہیں کہ ایک ہاتھ لمبا ہو دوسرا چھوٹا اور جن حضرات نے تخفیف دال کے ساتھ پڑھا ہے، وہ مراد لیتے ہیں کہ اللہ نے جس صورت میں چاہا تجھے بنادیا، خوبصورت یا بدصورت، لمبا یا چھوٹا

لیکن "ومن خفف" کا عطف اگر "اراد" کے فاعل پر کیا جائے تو دونوں صورتوں میں معتدل الخلق ہی مراد ہوگا یعنی جنہوں نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے انہوں نے بھی اور جنہوں نے تخفیف کے ساتھ پڑھا انہوں نے بھی معتدل الخلق کے معنی مراد لیئے ہیں اور اس کی گنجائش اس لئے ہے کہ عدّل اور عدل بالتشدید و التخفیف دونوں ہم معنی بھی آتے ہیں آگے یعنی "فِی اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّاشَاءَ رَکَّبَکَ" سے مقصود یہ ہے کہ سب کی صورتوں میں تھوڑا بہت فرق رکھا، کوئی خوبصورت ہے کوئی بدصورت، کوئی لمبا ہے تو کوئی پستہ قد لیکن بحیثیت مجموعی انسان کی صورت کو تمام جانوروں کی صورت سے بہتر بنایا۔

٤٢٠ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ» . (الْمُطَفِّفِينَ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «رَانَ» /١٤/ : ثَبْتُ الخَطَايَا . «ثُوِّبَ» /٣٦/ : جُوزِيَ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : الْمُطَفِّفُ لَا يُوَفِّي غَيْرَهُ . الرَّحِيقُ : الْخَمْرُ . «خِتَامُهُ مِسْكٌ» /٢٦/ : طِينَتُهُ . التَّسْنِيمُ : يَعْلُو شَرَابَ أَهْلِ الجَنَّةِ . «يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ» /٦/ .

٤٦٥٤ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : («يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ» . حَتَّى يَغِيبَ أَحَدُهُمْ فِي رَشْحِهِ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ) . [٦١٦٦]

رَانَ: ثَبَتَ الْخَطَايَا

آیت کریمہ میں ہے "كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ" ہرگز ایسا نہیں (یعنی منکرین قیامت کے پاس کوئی دلیل نہیں) بلکہ (اصل وجہ تکذیب کی یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر ان کے اعمال بد کا زنگ بیٹھ گیا ہے .... فرماتے ہیں رَانَ کے معنی ہیں: گناہوں کا جم جانا۔

(۴۶۵۴) واخرجہ ایضاً فی کتاب الرقاق، قولہ تعالی: الایظن اولئک انھم مبعوثون لیوم عظیم، رقم: ۶۵۳۱، و اخرجہ مسلم فی الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، رقم الحدیث: ۲۸۶۲

ثُوِّبَ: جُوْزِيَ

آیت کریمہ میں ہے "هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَاكَانُوْا يَفْعَلُوْنَ" واقعی کافروں کو ان کے کئے کا خوب بدلہ ملا۔ فرماتے ہیں ثُوِّبَ کے معنی ہیں جُوْزِيَ: ان کو جزا دی گئی۔

وقال غيره: اَلْمُطَفِّفُ: لَايُوَفِّي غَيْرَهُ

"وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِيْنَ" بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے ، مجاہد کے غیر فرماتے ہیں مُطَفِّف کے معنی ہیں : جو اپنے غیر کو پورا تول کر نہ دے ۔

٤٢١ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ» . (الإِنْشِقَاقِ)

قالَ مُجَاهِدٌ : «كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ» /الحاقة: ٢٥/ : يَأْخُذُ كِتَابَهُ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ . «أَذِنَتْ» /٢ ، ٥/ : سَمِعَتْ وَأَطَاعَتْ «لِرَبِّهَا» . «وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا» مِنَ الْمَوْتَى «وَتَخَلَّتْ» /٤/ : عَنْهُمْ . «وَسَقَ» /١٧/ : جَمَعَ مِنْ دَابَّةٍ . «ظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ» /١٤/ : لَا يَرْجِعَ إِلَيْنَا .

وَسَقَ: جَمَعَ مِنْ دَابَّةٍ

آیت کریمہ میں ہے "وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ" اور قسم ہے رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ لیتی ہے .... فرماتے ہیں وسق کے معنی ہیں : رات چوپائے وغیرہ کو جمع کرلیتی ہے کہ رات میں سب اپنے اپنے ٹھکانوں میں جمع ہوجاتے ہیں ۔

ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَحُوْرَ: اَنْ لَا يَرْجِعَ اِلَيْنَا

آیت میں ہے "اِنَّهُ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَحُوْرَ" اس نے یہ خیال کر رکھا تھا کہ اس کو (خدا کی طرف) لوٹنا نہیں ہے .... فرماتے ہیں لَنْ يَحُوْرَ کے معنی ہیں وہ ہرگز ہماری طرف نہیں لوٹے گا۔

قال مجاهد: كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ: يَأْخُذُ كِتَابَهُ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ

دو آیات ہیں ، ایک آیت میں ہے "فَمَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ" اور دوسری آیت میں ہے "وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ" حضرت مجاہد نے دونوں کو یہاں جمع کردیا یعنی وہ اپنے اعمال نامے کو بائیں ہاتھ میں لے گا اور پشت کی طرف سے لے گا (کیونکہ کافر کا ہاتھ پشت کی طرف نکال دیا جائے گا)۔

٤٢٢ – باب : «فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا» /٨/ .

٤٦٥٥ : حدَّثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ قالَ : سَمِعْتُ ابْنَ

أَبِي مُلَيْكَةَ : سَمِعْتُ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قالَتْ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ .

حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنْ عائِشَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

حدّثنا مُسَدَّدٌ ، عَنْ يَحْيىٰ ، عَنْ أَبِي يُونُسَ حاتِمِ بْنِ أَبِي صَغِيرَةَ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (لَيْسَ أَحَدٌ يُحَاسَبُ إِلَّا هَلَكَ) . قالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، جَعَلَنِي ٱللهُ فِدَاءَكَ ، أَلَيْسَ يَقُولُ ٱللهُ عَزَّ وَجَلَّ : «فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا» . قالَ : (ذَاكَ الْعَرْضُ يُعْرَضُونَ ، وَمَنْ نُوقِشَ ٱلْحِسَابَ هَلَكَ) . [ر : ١٠٣]

٤٢٣ – باب : «لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ» /١٩/ .

٤٦٥٦ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ النَّضْرِ : أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ جَعْفَرُ بْنُ إِيَاسٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ قالَ . قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ» . حالاً بَعْدَ حالٍ ، قالَ هٰذَا نَبِيُّكُمْ ﷺ .

٤٢٤ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْبُرُوجِ .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «الْأُخْدُودِ» /٤/ : شَقٌّ فِي الْأَرْضِ . «فَتَنُوا» /١٠/ : عَذَّبُوا .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى : «الْوَدُودُ» /١٤/ : الْحَبِيبُ . «الْمَجِيدُ» /١٥/ : الْكَرِيمُ .

وقال مجاهد: اَلْاُخْدُوْدِ: شَقٌّ فِی الْاَرْضِ

آیت کریمہ میں ہے "قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ" خندق والے مارے گئے .... مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اخدود زمین میں گڑھے اور خندق کو کہتے ہیں۔

فَتَنُوْا: عَذَّبُوْا

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ" بے شک جن لوگوں نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو عذاب دیا پھر انہوں نے توبہ نہیں کی تو ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے .... فرماتے ہیں فَتَنُوْا کے معنی ہیں : انہوں نے عذاب دیا، تکلیف پہنچائی۔

٤٢٥ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الطَّارِقِ .

هُوَ النَّجْمُ ، وَمَا أَتَاكَ لَيْلاً فَهُوَ طَارِقٌ . «النَّجْمُ الثَّاقِبُ» /٣/ : الْمُضِيءُ ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «الثَّاقِبُ» الَّذِي يَتَوَهَّجُ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «ذَاتِ الرَّجْعِ» /١١/ : سَحَابٌ يَرْجِعُ بِالْمَطَرِ . «ذَاتِ الصَّدْعِ» /١٢/ : تَتَصَدَّعُ بِالنَّبَاتِ .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «لَقَوْلٌ فَصْلٌ» /١٣/ : لَحَقٌّ . «لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ» /٤/ : إِلَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ .

وقال مجاهد : ذَاتِ الرَّجْعِ : سَحَابٌ يَرْجِعُ بِالْمَطَرِ، ذَاتِ الصَّدْعِ : اَلْاَرْضُ تَتَصَدَّعُ بِالنَّبَاتِ

آیت کریمہ میں ہے "وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ" قسم ہے بارش برسانے والے آسمان کی اور قسم ہے زمین کی جو (بیج نکلتے وقت) پھٹ جاتی ہے .... مجاہدؒ فرماتے ہیں الرجع سے بادل مراد ہے جو بارش کو لوٹاتا رہتا ہے اور ذَاتِ الصَّدْعِ سے مراد زمین ہے جو بیج نکلتے وقت پھٹ جاتی ہے۔

٤٢٦ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «سَبِّحِ ٱسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى» . (الْأَعْلَى)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «قَدَّرَ فَهَدَى» /٣/ : قَدَّرَ لِلْإِنْسَانِ الشَّقَاءَ وَالسَّعَادَةَ ، وَهَدَى الْأَنْعَامَ لِمَرَاتِعِهَا . وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «غُثَاءً أَحْوَى» /٥/ : هَشِيمًا مُتَغَيِّرًا .

٤٦٥٧ : حدّثنا عَبْدَانُ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَٱبْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ ، فَجَعَلَا يُقْرِئَانِنَا الْقُرْآنَ ، ثُمَّ جاءَ عَمَّارٌ وَبِلَالٌ وَسَعْدٌ ، ثُمَّ جاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي عِشْرِينَ ، ثُمَّ جاءَ النَّبِيُّ ﷺ ، فَمَا رَأَيْتُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ فَرِحُوا بِشَيْءٍ فَرَحَهُمْ بِهِ ، حَتَّى رَأَيْتُ الْوَلَائِدَ وَالصِّبْيَانَ يَقُولُونَ : هٰذَا رَسُولُ ٱللّٰهِ قَدْ جاءَ ، فَمَا جَاءَ حَتَّى قَرَأْتُ : «سَبِّحِ ٱسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى» . فِي سُوَرٍ مِثْلِهَا . [ر : ٣٧٠٩]

٤٢٧ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ» . (الْغَاشِيَة)

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ» /٣/ : النَّصَارَى .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «عَيْنٍ آنِيَةٍ» /٥/ : بَلَغَ إِنَاهَا وَحَانَ شُرْبُهَا . «حَمِيمٍ آنٍ» /الرحمن : ٤٤/ : بَلَغَ إِنَاهُ . «لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً» /١١/ : شَتْمًا .

وَيُقَالُ : الضَّرِيعُ : نَبْتٌ يُقَالُ لَهُ الشِّبْرِقُ ، يُسَمِّيهِ أَهْلُ ٱلْحِجَازِ الضَّرِيعَ إِذَا يَبِسَ ، وَهُوَ سُمٌّ . «بِمُسَيْطِرٍ» /٢٢/ : بِمُسَلَّطٍ ، وَيُقْرَأُ بِالصَّادِ وَالسِّينِ .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «إِيَابَهُمْ» /٢٥/ : مَرْجِعَهُمْ .

وقال ابن عباس: عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ: اَلنَّصَارىٰ

آیت کریمہ میں ہے "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ" بہت سے چہرے اس روز ذلیل (اور) محنت کرنے والے تھکے ہوں گے .... حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں عاملة ناصبة سے مراد نصاری ہیں۔
علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"یعنی آخرت میں مصیبتیں جھیلنے والے اور مصیبت جھیلنے کی وجہ سے خستہ و درماندہ، اور بعض نے کہا "عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ" سے دنیا کا حال مراد ہے یعنی کتنے لوگ ہیں جو دنیا میں محنتیں کرتے کرتے تھک جاتے ہیں مگر ان کی سب محنتیں طریق حق پر نہ ہونے کی وجہ سے سب اکارت ہیں، یہاں بھی تکلیفیں اٹھائیں اور وہاں بھی مصیبت میں رہے۔"

وقال مجاهد: عَيْنٌ آنِيَةٌ: بَلَغَ إِنَاهَا، وَحَانَ شُرْبُهَا، حَمِيْمٍ آنٍ: بَلَغَ إِنَاهُ

آیت کریمہ میں ہے "تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ" اور کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جائیں گے.... مجاہدؒ فرماتے ہیں عَيْنٍ آنِيَةٍ کے معنی ہیں بلغ اناها: یعنی اس کی گرمی انتہا کو پہنچ گئی اور اس کے پینے کا وقت آپہنچا۔ سورۂ رحمن کی آیت "حَمِيْمٍ آنٍ" کے بھی یہی معنی ہیں کہ اس کی گرمی حد کو پہنچ گئی۔

لَا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً: شَتْمًا

اس جنت میں کوئی لغویات نہیں سنیں گے.... فرماتے ہیں لاغية سے گالی گلوچ مراد ہے۔

اَلضَّرِيْعُ: نَبْتٌ يُقَالُ لَهُ: الشِّبْرِقُ، يُسَمِّيْهِ أَهْلُ الْحِجَازِ الضَّرِيْعَ، إِذَا يَبِسَ وَهُوَ سُمٌّ

آیت کریمہ میں ہے "لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ" اور ان کو بجز ایک خاردار جھاڑ کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا.... فرماتے ہیں ضریع ایک گھاس ہے جس کو شِبْرِقٌ کہتے ہیں یہ گھاس جب خشک ہوجاتی ہے تو اہل حجاز اس کو ضریع سے موسوم کرتے ہیں اور یہ زہر ہے۔

بِمُسَيْطِرٍ: بِمُسَلَّطٍ، وَيُقْرَأُ بِالصَّادِ وَالسِّيْنِ

آیت کریمہ میں ہے "لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ" آپ ان پر مسلط نہیں ہیں فرماتے ہیں مصیطر کے معنی ہیں مسلط اور یہ صاد اور سین دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

وقال ابن عباس: إِيَابَهُمْ: مَرْجِعَهُمْ

آیت کریمہ میں ہے "إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ" ہمارے ہی پاس ان کا لوٹنا ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں إِيَابَهُمْ بمعنی مَرْجِعَهُمْ ہے یعنی ان کا لوٹنا، ان کی واپسی۔

٤٢٨ – باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ: «وَالْفَجْرِ». (الْفَجْرِ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: «الْوَتْرِ» /٣/: اَللّٰهُ. «إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ» /٧/: يَعْنِي الْقَدِيمَةَ، وَالْعِمَادُ أَهْلُ عَمُودٍ لَا يُقِيمُونَ. «سَوْطَ عَذَابٍ» /١٣/: الَّذِي عُذِّبُوا بِهِ. «أَكْلًا لَمًّا» /١٩/: السَّفُّ. وَ «جَمًّا» /٢٠/: الْكَثِيرُ.

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: كُلُّ شَيْءٍ خَلَقَهُ فَهُوَ شَفْعٌ، السَّمَاءُ شَفْعٌ، وَالْوَتْرُ: اَللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى.

وَقَالَ غَيْرُهُ: «سَوْطَ عَذَابٍ» /١٣/: كَلِمَةٌ تَقُولُهَا الْعَرَبُ لِكُلِّ نَوْعٍ مِنَ الْعَذَابِ يَدْخُلُ فِيهِ السَّوْطُ. «لَبِالْمِرْصَادِ» /١٤/: إِلَيْهِ الْمَصِيرُ. «تَحَاضُّونَ» /١٨/: تُحَافِظُونَ، وَ «تَحُضُّونَ» تَأْمُرُونَ بِإِطْعَامِهِ. «الْمُطْمَئِنَّةُ» /٢٧/: الْمُصَدِّقَةُ بِالثَّوَابِ.

وَقَالَ الْحَسَنُ: «يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ»: إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَبْضَهَا اطْمَأَنَّتْ إِلَى اللّٰهِ وَاطْمَأَنَّ اللّٰهُ إِلَيْهَا، وَرَضِيَتْ عَنِ اللّٰهِ وَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَأَمَرَ بِقَبْضِ رُوحِهَا، وَأَدْخَلَهَا اللّٰهُ الْجَنَّةَ، وَجَعَلَهُ مِنْ عِبَادِهِ الصَّالِحِينَ.

وَقَالَ غَيْرُهُ: «جَابُوا» /٩/: نَقَبُوا، مِنْ جِيبَ الْقَمِيصُ: قُطِعَ لَهُ جَيْبٌ، يَجُوبُ الْفَلَاةَ يَقْطَعُهَا. «لَمًّا» /١٩/: لَمَمْتُهُ أَجْمَعَ: أَتَيْتُ عَلَى آخِرِهِ.

وقال مجاهد: اَلْوَتْرُ: اللّٰهُ

"وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ: اَلْوِتْرُ هُوَ فِي اللغة: اَلْفَرْدُ، وَمِنَ الْعَدَدِ: مَا لَيْسَ بِشَفْعٍ - أَيْ زَوْجٍ - وَمِنْهُ صَلَاةُ الْوِتْرِ، وهو من اسماء الله تعالى، وهو الفذّ الفرد جلّ جلاله، ويطلق على يوم عرفة. وقرأ حمزة وعلى بكسر الواو، وقرأ غيرهما بفتحها

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ: یَعْنِی الْقَدِیْمَةَ، وَالْعِمَادُ اَهْلُ عَمُوْدٍ لَا یُقِیْمُوْنَ

"اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ، اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ" قوم عاد کی دو قسمیں ہیں ایک عاد اولیٰ اور دوسری عاد آخرہ، یہاں آیت میں "ارم" کو جو عاد کے لئے عطف بیان کے طور پر ذکر فرمایا ہے یہ اس بات کو بتانے کے لئے ہے کہ یہاں عاد سے عاد اولیٰ اور عاد قدیمہ مراد ہے ، آگے فرماتے ہیں کہ عماد عَمود والوں کو کہتے ہیں ، عمود ستون کو کہتے ہیں یہاں اس سے خیمے مراد ہیں کہ وہ اھل خیام تھے ، خیموں میں رہتے تھے جن میں عمود کا استعمال ہوتا ہے ۔

سَوْطَ عَذَابٍ: اَلَّذِی عُذِّبُوْا بِهٖ

آیت کریمہ میں ہے "فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّکَ سَوْطَ عَذَابٍ" پس آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا.... فرماتے ہیں سَوْطَ عَذَابٍ سے وہ چیز مراد ہے جس سے ان کو عذاب دیا گیا۔

اَکْلًا لَّمًّا: اَلسَّفُّ

"وَتَاْکُلُوْنَ التُّرَاثَ اَکْلًا لَّمًّا" فرماتے ہیں "اَکْلًا لَّمًّا" کے معنی ہیں: پھانک جانا، سمیٹ کر کھا جانا، کہتے ہیں "لَمَمْتُهٗ اَجْمَعَ: اَتَیْتُ عَلٰی آخِرِهٖ" میں اس کے آخر تک پہنچ گیا، آگیا۔

لَبِالْمِرْصَادِ: اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ" بے شک آپ کا رب (نافرمانوں کی) گھات میں ہے ۔ فرماتے ہیں لَبِالْمِرْصَادِ کے معنی ہیں: یعنی اللہ کی طرف سب کو پھر جانا ہے ۔

تَحَاضُّوْنَ: تُحَافِظُوْنَ، وَتَحُضُّوْنَ: تَاْمُرُوْنَ بِاِطْعَامِهٖ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَا تَحَاضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ" اور تم دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے ہو، فرماتے ہیں تَحَاضُّوْن بمعنی: تُحَافِظُوْنَ ہے یعنی مسکین کو کھانا دینے کی حفاظت نہیں کرتے ہو اور دوسری قراءت تَحُضُّوْنَ کی ہے یعنی تم کھلانے کا حکم نہیں دیتے ہو۔

اَلْمُطْمَئِنَّةَ: اَلْمُصَدِّقَةُ بِالثَّوَابِ

آیت کریمہ میں ہے "یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً" اے اطمینان والی روح! تو اپنے پروردگار (کے جوار رحمت) کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش .... فرماتے ہیں المطمئنة کے معنی ہیں اللہ کے ثواب پر یقین رکھنے والا اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں نفس مطمئنہ وہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اس کو بلانا چاہے تو وہ اللہ کی طرف مطمئن ہو اور اللہ کو

اس کی طرف سے اطمینان ہو۔ وہ اللہ سے راضی اور خوش اور اللہ اس سے راضی اور خوش ہو۔ اللہ تعالیٰ ایسے نفس کی روح کو قبض کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اس کو جنت میں داخل کرتے ہیں اور اس کو اپنے نیک بندوں میں سے بنالیتے ہیں۔

وقال غیرہ: جَابُوْا: نَقَبُوْا، مِنْ جِیْبَ الْقَمِیْصُ، قُطِعَ لَہٗ جَیْبٌ، یَجُوْبُ الْفَلَاۃَ: یَقْطَعُھَا

آیت کریمہ میں ہے "وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ" اور قوم ثمود کے ساتھ (کیا معاملہ کیا) جو وادی قری میں (پہاڑ کے) پتھر تراشا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں آیت کریمہ میں جابوا بمعنی نقبوا ہے یعنی سوراخ کرتے تھے، چھیدتے تھے، جَابُوْا.... جِیْبَ الْقَمِیْصُ سے ماخوذ ہے، جب کاٹ کر قمیص میں جیب لگائی جائے، کہتے ہیں: یَجُوْبُ الْفَلَاۃَ: وہ جنگل قطع کر رہا ہے۔

٤٢٩ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «لَا أُقْسِمُ». (الْبَلَدِ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ» /٢/ : مَكَّةَ ، لَيْسَ عَلَيْكَ ما عَلَى النَّاسِ فِيهِ مِنَ الْإِثْمِ . «وَوَالِدٍ» آدَمَ «وَما وَلَدَ» /٣/ . «لُبَدًا» /٦/ : كَثِيرًا . وَ «النَّجْدَيْنِ» /١٠/ : الْخَيْرَ وَالشَّرَّ . «مَسْغَبَةٍ» /١٤/ : مَجَاعَةٍ . «مَتْرَبَةٍ» /١٦/ : السَّاقِطُ فِي التُّرَابِ ، يُقَالُ : «فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ» /١١/ : فَلَمْ يَقْتَحِمِ الْعَقَبَةَ فِي الدُّنْيَا ، ثُمَّ فَسَّرَ الْعَقَبَةَ فَقَالَ : «وَما أَدْرَاكَ ما الْعَقَبَةُ . فَكُّ رَقَبَةٍ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ» /١٢ – ١٤/ .

وقال مجاهد: بِهٰذَا الْبَلَدِ: مَکَّۃَ، لَیْسَ عَلَیْکَ مَا عَلَی النَّاسِ فِیْہِ مِنَ الْاِثْمِ

آیت کریمہ میں ہے "لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ" میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی اور آپ کے لئے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے.... مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ بھذا البلد سے مراد مکہ ہے یعنی آپ پر (قتال کو حلال کرنے میں) گناہ نہیں ہے جو دوسرے لوگوں پر اس میں گناہ ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں :

"مکہ میں ہر شخص کو لڑائی کی ممانعت ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صرف فتح مکہ کے دن یہ ممانعت نہیں رہی تھی، جو کوئی آپ سے لڑا، اس کو مارا اور بعض سنگین مجرموں کو خاص کعبہ کی دیوار کے پاس قتل کیا گیا، پھر اس دن کے بعد سے وہی ممانعت قیامت تک کے لئے قائم ہوگئی، چونکہ اس آیت میں مکہ کی قسم کھا کر ان شدائد اور سختیوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں سے انسان کو گزرنا پڑتا ہے اور اس وقت دنیا کا بزرگ ترین انسان اسی شہر مکہ میں دشمنوں کی طرف سے زہرہ گداز سختیاں

جھیل رہا تھا، اس لئے درمیان میں بطور جملہ معترضہ "وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ" فرما کر تسلی کر دی کہ اگرچہ آج آپ کا احترام اس شہر کے جاہلوں میں نہیں ہے لیکن ایک وقت آیا چاہتا ہے جب آپ کا اسی شہر میں فاتحانہ داخلہ ہوگا اور اس مقدس مقام کی ابدی تطہیر و تقدیس کے لئے مجرموں کو سزا دینے کی بھی، آپ کو اجازت ہوگی۔

تنبیہ بعض نے "وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ" کے معنی "وَاَنْتَ نَازِلٌ" کے لئے ہیں یعنی میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں بحالیکہ آپ اس شہر میں پیدا کئے گئے اور قیام پذیر ہوئے۔ "

وَوَالِدٍ: آدَمَ، وَمَا وَلَدَ

آیت کریمہ میں ہے "وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ" قسم ہے باپ کی اور اولاد کی.... فرماتے ہیں وَالِدٍ سے حضرت آدم علیہ السلام اور وَمَا وَلَدَ سے ان کی اولاد مراد ہے۔

لُبَدًا: كَثِيْرًا

آیت کریمہ میں ہے "يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا" کہتا ہے میں نے مال وافر خرچ کر ڈالا.... لبدا بمعنی کثیرا ہے یعنی بہت سارا مال۔

اَلنَّجْدَيْنِ: اَلْخَيْرَ وَالشَّرَّ

آیت کریمہ میں ہے "وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ" اور اس کو دونوں راستے خیر و شر کے بتلا دیئے۔ نجدین کے معنی ہیں: خیر و شر۔

مَسْغَبَةٍ: مَجَاعَةٍ

آیت کریمہ میں ہے "اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ" یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن .... فرماتے ہیں مَسْغَبَةٍ بمعنی مَجَاعَةٍ ہے یعنی فاقہ، بھوک۔

مَتْرَبَةٍ: اَلسَّاقِطُ فِي التُّرَابِ

آیت کریمہ میں ہے "اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ" یا کسی خاک نشین محتاج کو کھانا کھلانا، فرماتے ہیں متربۃ کے معنی ہیں ایسی محتاجی جو مٹی میں گرا دے۔

يقال: فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ: فَلَمْ يَقْتَحِمِ الْعَقَبَةَ فِي الدُّنْيَا

آیت کریمہ میں ہے "فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ" مگر وہ شخص دین کی گھاٹی میں سے ہو کر نہیں نکلا (دین کے کاموں یعنی طاعات و عبادات کو اس لئے گھاٹی کہا کہ نفس پر شاق ہے) فرماتے ہیں فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ

کے معنی ہیں: اس نے دنیا میں گھاٹی نہیں پھاندی۔

٤٣٠ – باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ: «وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا». (الشَّمْسِ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ضُحَاهَا: ضَوْؤُهَا. «إِذَا تَلَاهَا» /٢/: تَبِعَهَا. وَ«طَحَاهَا» /٦/: دَحَاهَا. «دَسَّاهَا» /١٠/: أَغْوَاهَا. «فَأَلْهَمَهَا» /٨/: عَرَّفَهَا الشَّقَاءَ وَالسَّعَادَةَ. «بِطَغْوَاهَا» /١١/: بِمَعَاصِيهَا. «وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا» /١٥/: عُقْبَى أَحَدٍ.

٤٦٥٨: حدثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَمْعَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ، وَذَكَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِي عَقَرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: («إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا»: انْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَزِيزٌ عَارِمٌ، مَنِيعٌ فِي رَهْطِهِ، مِثْلُ أَبِي زَمْعَةَ). وَذَكَرَ النِّسَاءَ فَقَالَ: (يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ يَجْلِدُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ، فَلَعَلَّهُ يُضَاجِعُهَا مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ). ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِي ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ، وَقَالَ: (لِمَ يَضْحَكُ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ).

وَقَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: (مِثْلُ أَبِي زَمْعَةَ عَمِّ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ). [ر: ٣١٩٧]

وقال مجاهد: بِطَغْوَاهَا: بِمَعَاصِيهَا

آیت کریمہ میں ہے "كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا" قوم ثمود نے اپنی شرارت کے سبب (صالح کی) تکذیب کی.... مجاہدؒ نے فرمایا کہ طَغْوَاهَا سے گناہ مراد ہیں۔

وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا: عُقْبَى أَحَدٍ

اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے انجام میں کسی خرابی کا (کسی سے) اندیشہ نہیں ہوا عقباها کی تفسیر میں فرماتے ہیں عُقْبَى أَحَدٍ یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی کے انجام سے اندیشہ نہیں کہ کوئی اس سے بدلہ لے گا۔

٤٣١ – باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ: «وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى». (اللَّيْلِ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى» /٩/: بِالْخَلَفِ.

آیت کریمہ میں ہے "وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى" اور اچھی بات (یعنی ملت اسلام) کو جھٹلایا، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حُسْنَى سے انجام اور اعمال کا بدلہ و ثواب مراد ہے۔

(عارم) جبار صعب، ومفسد خبيث، وجاهل شرس شديد. (رهطه) قومه. (يضاجعها) يطؤها

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «تَرَدَّى» /١١/ : ماتَ . وَ «تَلَظَّى» /١٤/ : تَوَهَّجُ ، وَقَرَأَ عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ : «تَتَلَظَّى» .

آیت کریمہ میں ہے "مَايُغْنِى عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى " اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ ہلاک ہونے لگے گا.... تَرَدّٰی کے معنی ہیں ہلاک ہوا مرا۔

تَلَظّٰی: توَهَّجَ

آیت کریمہ میں ہے "فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى " میں تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں۔ تَلَظّٰی بمعنی تَوَهَّجَ ہے یعنی بھڑکنا۔

٤٣٢ – باب : «وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى» /٢/ .

٤٦٥٩ : حدّثنا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ : دَخَلْتُ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللهِ الشَّأْمَ ، فَسَمِعَ بِنَا أَبُو الدَّرْدَاءِ فَأَتَانَا ، فَقَالَ : أَفِيكُمْ مَنْ يَقْرَأُ ؟ فَقُلْنَا : نَعَمْ. قالَ : فَأَيُّكُمْ أَقْرَأُ ؟ فَأَشَارُوا إِلَيَّ ، فَقَالَ : اقْرَأْ ، فَقَرَأْتُ : «وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى . وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى . وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى» . قالَ : أَنْتَ سَمِعْتَهَا مِنْ فِي صَاحِبِكَ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ ، قالَ : وَأَنَا سَمِعْتُهَا مِنْ فِي النَّبِيِّ ﷺ ، وَهٰؤُلَاءِ يَأْبَوْنَ عَلَيْنَا . [٤٦٦٠]

٤٣٣ – باب : «وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى» /٣/ .

٤٦٦٠ : حدّثنا عُمَرُ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ : قَدِمَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ عَلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ ، فَطَلَبَهُمْ فَوَجَدَهُمْ ، فَقَالَ : أَيُّكُمْ يَقْرَأُ عَلَى قِرَاءَةِ عَبْدِ اللهِ ؟ قالَ : كُلُّنَا ، قالَ : فَأَيُّكُمْ أَحْفَظُ ؟ فَأَشَارُوا إِلَى عَلْقَمَةَ ، قالَ : كَيْفَ سَمِعْتَهُ يَقْرَأُ : «وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى» . قالَ عَلْقَمَةُ : «وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى» . قالَ : أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ هٰكَذَا ، وَهٰؤُلَاءِ يُرِيدُونَنِي عَلَى أَنْ أَقْرَأَ : «وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى» . وَاللهِ لَا أُتَابِعُهُمْ . [ر : ٤٦٥٩]

(۴٦۵۹)وایضاً باب وما خلق الذکر والانثیٰ، رقم الحدیث: ۴٦٦۰، واخرجه مسلم فی الصلوة، باب مایتعلق بالقرات، رقم الحدیث: ۸۲۴

واخرجه الترمذی فی القراءة، باب من سورة اللیل، رقم الحدیث: ۲۹۳۹، واخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ فی التفسیر، باب سورة اللیل، رقم الحدیث: ۱/۱۱٦۷٦

”والذکر والانثیٰ“ یہ قراءت منسوخ ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابوالدرداؓ دونوں کو نسخ کا علم نہیں ہوا تھا اس لئے وہ دونوں ”الذکر والانثی“ پڑھتے تھے (۵۱)۔

٤٣٤ – باب : قَوْلُهُ : «فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى» /٥/ .

٤٦٦١ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ فِي جِنَازَةٍ ، فَقَالَ : (ما مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ ، إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ) . فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، أَفَلَا نَتَّكِلُ ؟ فَقَالَ : (اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ . ثُمَّ قَرَأَ : «فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى . وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى – إِلَى قَوْلِهِ – لِلْعُسْرَى») . [ر ١٢٩٦]

٤٣٥ – باب : قَوْلِهِ : «وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى» /٦/ .

٤٦٦٢ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : كُنَّا قُعُودًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ . [ر : ١٢٩٦]

٤٣٦ – باب : «فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى» /٧/ .

٤٦٦٣ : حدّثنا بِشْرُ بْنُ خالِدٍ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سُلَيْمانَ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّهُ كانَ فِي جِنَازَةٍ ، فَأَخَذَ عُودًا يَنْكُتُ فِي الْأَرْضِ ، فَقَالَ : (ما مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ أَوْ مِنَ الْجَنَّةِ) . قالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، أَفَلَا نَتَّكِلُ ؟ قالَ : (اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ . «فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى . وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى») . الآيَةَ .

قالَ شُعْبَةُ : وَحَدَّثَنِي بِهِ مَنْصُورٌ ، فَلَمْ أُنْكِرْهُ مِنْ حَدِيثِ سُلَيْمان . [ر : ١٢٩٦]

٤٣٧ – باب : «وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى» /٨/ .

٤٦٦٤ : حدّثنا يَحْيَى : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ عَلِيٍّ قالَ : كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : (ما مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ) . فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ ، أَفَلَا نَتَّكِلُ ؟

---

(۵۱) فتح الباری: ۸/۷۰۶

قالَ : (لَا ، اَعْمَلُوا فكُلٌّ مُيَسَّرٌ . ثمَّ قَرَأَ : «فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى ۝ وَصَدَّقَ بِالحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى – إِلَى قَوْلِهِ – فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى») . [ر : ١٢٩٦]

٤٣٨ – باب : قَوْلُهُ : «وَكَذَّبَ بِالحُسْنَى» /٩/ .

٤٦٦٥ : حدّثنا عُثْمانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ ، فَأَتَانَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ ، وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ ، فَنَكَّسَ ، فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ ، ثُمَّ قالَ : (ما مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ ، وَما مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ ، إِلَّا كُتِبَ مَكانُهَا مِنَ الجَنَّةِ وَالنَّارِ ، وَإِلَّا قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيدَةً) . قالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ ، فَمَنْ كانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى أَهْلِ السَّعَادَةِ ، وَمَنْ كانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ ؟ قالَ : (أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ ، وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاءِ . ثُمَّ قَرَأَ : «فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى . وَصَدَّقَ بِالحُسْنَى») . الآيَةَ . [ر : ١٢٩٦]

٤٣٩ – باب : «فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى» /١٠/ .

٤٦٦٦ : حدّثنا آدَمُ . حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الأَعْمَشِ قالَ : سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي جَنَازَةٍ ، فَأَخَذَ شَيْئًا فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِهِ الأَرْضَ ، فَقَالَ : (ما مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ ، إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الجَنَّةِ) . قالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ ؟ قالَ : (اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ ، أَمَّا مَنْ كانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ ، وَأَمَّا مَنْ كانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاءِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ . ثُمَّ قَرَأَ : «فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى . وَصَدَّقَ بِالحُسْنَى») . الآيَةَ . [ر : ١٢٩٦]

الا وقد كُتِبَ مَقْعَدُهُ من النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ

بعض حضرات نے "وَمَقْعَدُہ من الجنة" کے واؤ کو "او" کے معنی میں لیا ہے اور بعض روایات میں "أو" موجود بھی ہے ، مطلب یہ ہے کہ یا جنت میں اس کا ٹھکانا لکھا ہوا ہے یا دوزخ میں ، ایسا نہیں کہ دونوں جگہ ہے ۔

لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ بعض روایات میں صاف صاف اس کی صراحت موجود ہے کہ ہر آدمی کا ٹھکانہ دوزخ اور جنت دونوں میں ہوتا ہے (۵۲) اب یہ اور بات ہے کہ اسے اگر جنت ملے گی تو دوزخ کا ٹھکانہ اس کے لئے نہیں ہوگا اور دوزخ ملے گی تو جنت کا ٹھکانہ اس کے لئے نہیں ہوگا (۵۳)۔

٤٤٠ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «وَالضُّحَىٰ» . (الضُّحَىٰ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «إِذَا سَجَىٰ» /٢/ : اسْتَوَىٰ ، وَقَالَ غَيْرُهُ : أَظْلَمَ وَسَكَنَ . «عائِلاً» /٨/ : ذُو عِيَالٍ .

آیت کریمہ میں سَجٰی کے معنی ہیں اِسْتَوٰی: یعنی جب رات دن کے برابر ہوجائے اور غیر مجاہد نے کہا کہ سجی کے معنی ہیں اَظْلَمَ وَسَکَنَ یعنی جب رات تاریک اور ساکن ہوجائے۔

عَائِلًا: فَاَغْنٰی ذُوْعِیَالٍ

آیت کریمہ میں ہے "وَوَجَدَکَ عَائِلًا فَاَغْنٰی" اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنادیا۔

فرماتے ہیں عائلا کے معنی ہیں : عیال دار، بال بچے والا یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے، جمہور مفسرین عائلا کے معنی نادار اور فقیر کے لیتے ہیں۔

٤٦٦٧ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْن قَيْسٍ قالَ : سَمِعْتُ جُنْدُبَ بْنَ سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : اشْتَكَىٰ رَسُولُ اللهِ ﷺ ، فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ، فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ : يَا مُحَمَّدُ ، إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ شَيْطَانُكَ قَدْ تَرَكَكَ ، لَمْ أَرَهُ قَرِبَكَ مُنْذُ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا . فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ : «وَالضُّحَىٰ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ . ما وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَما قَلَىٰ» . [ر : ١٠٧٢]

٤٤١ – باب : قَوْلُهُ : «ما وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَما قَلَىٰ» /٣/ .

تُقْرَأُ بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيفِ ، بِمَعْنًى وَاحِدٍ ، ما تَرَكَكَ رَبُّكَ ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : ما تَرَكَكَ وَما أَبْغَضَكَ .

٤٦٦٨ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ قالَ : سَمِعْتُ جُنْدُبًا الْبَجَلِيَّ : قالَتِ امْرَأَةٌ : يَا رَسُولَ اللهِ ، ما أُرَى صَاحِبَكَ

---

(۵۲) فیض الباری: ۲۵۶/۴

(۵۳) اس حدیث پر تفصیلی بحث آگے کتاب القدر میں انشاء اللہ آئے گی۔

إِلَّا أَبْطَأَكَ ، فَنَزَلَتْ : «ما وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَما قَلَى» . [ر : ١٠٧٢]

یہاں اسود بن قیس کی پہلی اور دوسری روایت میں عنوان مختلف ہے پہلی روایت میں سوال کرنے والی عورت نے "یامحمد" نام لیکر سوال کیا جبکہ دوسری روایت میں "یارسول اللّٰہ" ہے اسی طرح پہلی روایت میں "ان یکون شیطانک...." آیا ہے اور دوسری روایت میں "ان یکون صاحبک...." آیا ہے ۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور علامہ کشمیری کی رائے یہ ہے کہ پہلی روایت میں سوال کرنے والی عورت کافرہ، ابولہب کی بیوی ام جمیل ہے اور دوسری روایت میں سوال کرنے والی عورت ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں (۵۴)۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اسود بن قیس سے روایت کرنے والے شعبہ ہیں، ممکن ہے کہ انہوں نے روایت بالمعنی کی ہو ورنہ اصل بات وہی ہے کہ ابولہب کی بیوی نے یہ سوال کیا تھا جیسا کہ پہلی روایت میں ہے (۵۵)

٤٤٢ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «أَلَمْ نَشْرَحْ» . (الشَّرْحِ)

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «وِزْرَكَ» /٢/ : في الجَاهِلِيَّةِ . «أَنْقَضَ» /٣/ : أَثْقَلَ . «مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا» /٥ ، ٦/ : قالَ ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : أَيْ مَعَ ذٰلِكَ الْعُسْرِ يُسْرًا آخَرَ . كَقَوْلِهِ : «هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الحُسْنَيَيْنِ» /التوبة : ٥٢/ : وَلَنْ يَغْلِبَ عُسْرٌ يُسْرَيْنِ .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «فَانْصَبْ» /٧/ : في حاجَتِكَ إِلَى رَبِّكَ . وَيُذْكَرُ عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ : «أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ» /١/ : شَرَحَ ٱللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ

وقال مجاهد : وِزْرَكَ : فِى الْجَاهِلِيَّةِ

"وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ" مجاہد فرماتے ہیں کہ "وِزْرَكَ" سے مراد وہ غیر افضل کام ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل النبوت صادر ہوا اسے یہاں وزر سے تعبیر کیا۔

اَنْقَضَ : اَثْقَلَ

آیت کریمہ میں ہے "اَلَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ" جس نے آپ کی کمر کو توڑ دیا تھا.... فرماتے ہیں، اَنْقَضَ بمعنی اَثْقَلَ ہے یعنی بوجھل کردیا۔

---

(۵۴) فتح الباری : ۷۱۱/۸، وفیض الباری : ۲۵۲/۴

(۵۵) شرح الکرمانی : ۱۹۷/۱۸

مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مشکل کے ساتھ ایک اور آسانی ہے ۔

معانی و بلاغت کا قاعدہ ہے کہ اگر کلمہ معرف باللام مکرر آجائے تو دونوں کا مصداق ایک ہوتا ہے لیکن اگر نکرہ مکرر ہو تو اس صورت میں دونوں کا مصداق الگ الگ ہوتا ہے ، یہاں "اَلْعُسْر" مکرر آیا ہے اور معرف باللام ہے اس لئے دونوں جگہ ایک ہی مراد ہے اور "یسرا" مکرر آیا ہے اور نکرہ ہے اس لئے دونوں کا مصداق الگ الگ ہے جس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک ہی "عسر" کے ساتھ دو آسانیوں کا وعدہ ہے (۵۶) اسی قاعدہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابن عیینہ نے کہا "ای مع ذلک العسر یسرا آخر" اس ایک تنگی کے ساتھ ایک آسانی دوسری ہوگی "کقولہ : هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَا اِلَّآ اِحْدَی الْحُسْنَيَيْنِ" یعنی جس طرح مؤمن کے لئے اس آیت میں تعدد حسنیین کی خوشخبری ہے اسی طرح اس سورت میں بھی تعدد یسر کی خبر دی گئی ہے ۔

فَانْصَبْ فِي حَاجَتِكَ اِلٰى رَبِّكَ

آیت کریمہ میں ہے "فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ" تو آپ جب (تبلیغ احکام سے) فارغ ہوجایا کریں تو (دوسری عبادات متعلقہ بذات خاص میں) محنت کیجئے ۔ مجاہد فرماتے ہیں فَانْصَبْ کے معنی ہیں اپنے رب سے اپنی حاجت میں محنت کیجئے ۔

٤٤٣ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «وَالتِّينِ» . (التِّين)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : هُوَ التِّينُ وَالزَّيْتُونُ الَّذِي يَأْكُلُ النَّاسُ . يُقَالُ : «فَمَا يُكَذِّبُكَ» /٧/ : فَمَا الَّذِي يُكَذِّبُكَ بِأَنَّ النَّاسَ يُدَانُونَ بِأَعْمَالِهِمْ ؟ كَأَنَّهُ قَالَ : وَمَنْ يَقْدِرُ عَلَى تَكْذِيبِكَ بِالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ ؟.

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ

مجاہد فرماتے ہیں کہ تین اور زیتون سے وہی مشہور میوے مراد ہیں جنہیں لوگ کھاتے ہیں ۔

آیت کریمہ میں ہے "فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ" پھر وہ کیا چیز ہے جو آپ کی تکذیب پر آمادہ کرتی ہے اس بارے میں کہ لوگ اپنے اعمال کا بدلہ پائیں گے ، گویا کہ یوں کہا کون قدرت رکھتا ہے ثواب وعقاب کے متعلق آپ کی تکذیب پر ۔

---

(۵۶) دیکھیے الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل: ۴/۷۷۱، وفتح الباری: ۸/۷۱۲

٤٦٦٩ : حدّثنا حَجّاجُ بْنُ مِنْهالٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قالَ : أَخْبَرَنِي عَدِيٌّ قالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ فِي سَفَرٍ ، فَقَرَأَ فِي الْعِشَاءِ فِي إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ بِالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ .

«تَقْوِيمٍ» : الخَلْقِ . [ر : ٧٣٣]

٤٤٤ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ» . (الْعَلَقِ)

وَقالَ قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَتِيقٍ ، عَنِ الحَسَنِ قالَ : اكْتُبْ فِي الْمُصْحَفِ فِي أَوَّلِ الْإِمامِ : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ، وَاجْعَلْ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ خَطًّا . وَقالَ مُجَاهِدٌ : «نَادِيَهُ» /١٧/ : عَشِيرَتَهُ . «الزَّبَانِيَةَ» /١٨/ : الْمَلَائِكَةَ . وَقالَ : «الرُّجْعَى» /٨/ : الْمَرْجِعُ . «لَنَسْفَعَنْ» /١٥/ : قالَ : لَنَأْخُذَنْ ، وَلَنَسْفَعَنْ بِالنُّونِ ، وَهِيَ الخَفِيفَةُ ، سَفَعْتُ بِيَدِهِ : أَخَذْتُ .

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ کے شروع میں "بسم اللہ" لکھو، لیکن آگے دوسری سورتوں کے شروع میں ایک خط علامت فاصلہ کے طور پر لکھو۔

علامہ سہیلی نے حضرت حسن بصری کے قول کو رد کیا ہے اور فرمایا "فیہ شذوذ" کیونکہ تمام صحابہ سورت کے شروع میں "بسم اللہ" لکھتے تھے (۵۷)۔

نَادِيَهُ: عَشِيرَتَهُ

آیت کریمہ میں ہے "فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ" سو یہ اپنی مجلس والوں کو بلالے فرماتے ہیں نَادِیَہ کے معنی ہیں اپنا قبیلہ۔

الزَّبَانِيَةَ: الْمَلَائِكَةَ

آیت کریمہ میں ہے "سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ" زَبَانِیۃ سے فرشتے مراد ہیں۔

الرُّجْعٰى: الْمَرْجِعُ

آیت کریمہ میں ہے "ان الی ربک الرجعی" تیرے رب ہی کی طرف سب کو لوٹنا ہے رُجْعٰی سے بمعنی مَرْجِع ہے یعنی لوٹنا، یہ مصدر ہے۔

لَنَسْفَعاً: لَنَأْخُذَنَّ، وَلَنَسْفَعَنَّ بِالنُّوْنِ وَهِيَ الْخَفِيْفَةُ، سَفَعْتُ بِيَدِهِ: أَخَذْتُ

آیت کریمہ میں ہے "كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ" ہرگز (ایسا) نہیں (کرنا چاہیئے اور) اگر یہ شخص باز نہ آئے تو ہم چوٹی پکڑ کر گھسیٹیں گے .... فرماتے ہیں لنسفعن کے معنی ہیں : ہم ضرور پکڑیں

---

(۵۷) عمدۃ القاری: ۳۰۳/۱۹

گے ، اس میں نون خفیفہ ہے ، کہتے ہیں سَفَعْتُ بِيَدِهِ: یعنی میں نے اس کو ہاتھ سے پکڑا۔

٤٦٧ : حدّثنا يَحْيَى : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ . ح

حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ مَرْوَانَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ : أَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ سَلْمُوَيْهِ قَالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ ٱللّٰهِ ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ قَالَ : أَخْبَرَنِي ٱبْنُ شِهَابٍ : أَنَّ عُرْوَةَ ٱبْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قالَتْ : كانَ أَوَّلَ ما بُدِئَ بِهِ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ ، فَكانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ، ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الخَلَاءُ ، فَكانَ يَلْحَقُ بِغَارِ حِرَاءٍ ، فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ – قالَ : وَالتَّحَنُّثُ التَّعَبُّدُ – اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهِ ، وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ ، فَيَتَزَوَّدُ بِمِثْلِهَا ، حَتَّى فَجِئَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غارِ حِرَاءٍ ، فَجاءَهُ المَلَكُ فَقَالَ : ٱقْرَأْ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (ما أَنَا بِقَارِئٍ) . قالَ : (فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الجَهْدَ ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ : ٱقْرَأْ ، قُلْتُ : ما أَنَا بِقَارِئٍ ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الجُهْدَ ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ : ٱقْرَأْ ، قُلْتُ : ما أَنَا بِقَارِئٍ ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الجُهْدَ ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ : «ٱقْرَأْ بِٱسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ . خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ . ٱقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ . الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ» . الآيَاتِ إِلَى قَوْلِهِ : «عَلَّمَ الْإِنْسَانَ ما لَمْ يَعْلَمْ») . فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ تَرْجُفُ بَوَادِرُهُ ، حَتَّى دَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ ، فَقَالَ : (زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي) . فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ . قالَ لِخَدِيجَةَ : (أَيْ خَدِيجَةُ ، ما لِي ، لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي) . فَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ ، قالَتْ خَدِيجَةُ : كَلَّا ، أَبْشِرْ ، فَوَٱللّٰهِ لَا يُخْزِيكَ ٱللّٰهُ أَبَدًا ، فَوَٱللّٰهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ ، وَتَصْدُقُ الحَدِيثَ ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ ، وتَقْرِي الضَّيْفَ ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ . فَٱنْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ ٱبْنَ نَوْفَلٍ ، وَهُوَ ٱبْنُ عَمِّ خَدِيجَةَ أَخِي أَبِيهَا ، وَكانَ ٱمْرَأً تَنَصَّرَ فِي الجَاهِلِيَّةِ ، وَكانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِيَّ ، وَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ بِالْعَرَبِيَّةِ ما شَاءَ ٱللّٰهُ أَنْ يَكْتُبَ ، وَكانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ ، فَقَالَتْ خَدِيجَةُ : يَا ٱبْنَ عَمِّ ، ٱسْمَعْ مِنِ ٱبْنِ أَخِيكَ ، قالَ وَرَقَةُ : يَا ٱبْنَ أَخِي ، ماذَا تَرَى ؟ فَأَخْبَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ خَبَرَ ما رَأَى ، فَقَالَ وَرَقَةُ : هٰذَا النَّامُوسُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى مُوسَى ، لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا ، لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا ، ذَكَرَ حَرْفًا ، قالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (أَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ) . قالَ

وَرَقَةُ : نَعَمْ ، لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ بِمَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا أُوذِيَ ، وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ حَيًّا أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا .
ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ ، وَفَتَرَ الْوَحْيُ فَتْرَةً ، حَتَّى حَزِنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ . [ر : ۳]

یہاں سند میں تحویل ہے اور دو سندیں ہیں، سند اول کے الفاظ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "بدء الوحی" میں ذکر کیے ہیں اور تحویل کے بعد جو سند ثانی ہے، وہ سعید بن مروان بغدادی سے شروع ہوتی ہے، اس کے الفاظ یہاں بیان کیے گئے ہیں۔

پہلی سند میں امام بخاری اور ابن شہاب زہری کے درمیان تین واسطے ہیں ① یحیی بن بکیر ② لیث بن سعد ③ اور عقیل۔

جبکہ دوسری سند میں امام بخاری اور ابن شہاب زہری کے درمیان پانچ واسطے ہیں ① سعید بن مروان ② محمد بن عبدالعزیز ③ ابو صالح سلمویہ ④ عبداللہ بن مبارک ⑤ یونس بن یزید، اس کے بعد پھر زہری، حضرت عروہ اور حضرت عائشہ سے روایت ہے، اس طرح امام بخاری سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک آٹھ واسطے ہیں اس لیے یہ روایت ثمانی الاسناد کہلاتی ہے، پہلی سند کے رجال کا تعارف "بدء الوحی" میں ہوچکا ہے، دوسری سند میں امام بخاری کے شیخ سعید بن مروان ہیں۔

سعید بن مروان

ان کی کنیت ابوعثمان ہے اور "بغدادی" کی نسبت سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے، یہ امام بخاری کے ہم طبقہ ہیں اور ان کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے (۵۸) یہ سعید بن سلیمان واسطی، سلیمان بن حرب، سوید بن سعید، محمد بن عبدالعزیز بن ابی رزمہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابراھیم بن اسحاق، احمد بن سلمہ، محمد بن اسحاق بن خزیمہ اور امام بخاری نے روایت نقل کی ہے۔ (*۱)

ان کی وفات امام بخاری سے چار سال پہلے ہوئی ہے (*۲)، حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری نے فرمایا کہ ان کی وفات پیر کے دن ۱۵ شعبان سن ۲۵۲ ھجری کو نیشاپور میں ہوئی اور محمد بن یحیی ذہلی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (*۳)

---

(۵۸) عمدۃ القاری: ۱۹/۳۰۳ و فتح الباری: ۸/۷۱۶

(*۱) تہذیب الکمال: ۱۱/۵۶-۵۷

(*۲) عمدۃ القاری: ۱۹/۳۰۳

(*۳) تہذیب الکمال: ۱۱/۵۶-۵۷ ان کے حالات کے لیے دیکھیے: تاریخ بغداد: ۹/۹۱، والجمع لابن القیسرانی: ۱/۱۷۴ والکاشف: ۱/الترجمۃ: ۱۹۷۵ وخلاصۃ الخزرجی: ۱/الترجمۃ: ۲۵۳۶

سعید بن مروان ابوعثمان ایک اور بھی ہیں، وہ "ازدی رھاوی" کی نسبت سے یاد کیے جاتے ہیں، بعض حضرات نے کہا کہ دونوں ایک ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ دونوں الگ الگ ہیں۔ (۴*)

محمد بن عبدالعزیز بن ابی رِزمہ

یہ "مَرْوَزِی" کی نسبت سے یاد کیے جاتے ہیں، محدثین میں امام احمد بن حنبل کے طبقہ کے ہیں اور شیوخ بخاری کے طبقہ وسطی سے تعلق رکھتے ہیں، ان کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے۔ (۵۹)

ابو حاتم ان کے بارے میں فرماتے ہیں: صدوق(۱*)
امام نسائیؒ اور دارقطنی نے فرمایا ثقة (۲*)
ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا (۳*)
ان کی وفات سن ۲۴۱ھ کو ہوئی (۴*)

اخبرنا ابوصالح سلموية

ان کا نام سلیمان بن صالح ہے، سلیمان سے "سَلْمَوَیْہ" بنادیا، نحویوں کے قاعدہ کے مطابق اس کو "سَلْمَوَیْہ" پڑھا جاتا ہے اور محدثین اس کو "سَلْمُوْیَہ" پڑھتے ہیں۔

یہ بخاری کے استاذ الاستاذ یعنی محمد بن عبدالعزیز کے ہم طبقہ ہیں اور عبداللہ بن مبارک کے مخصوص اساتذہ میں سے ہیں اور ان سے کثرت روایت کے ساتھ مشہور ہیں، امام بخاری عمر کے لحاظ سے ان کے پانے والوں میں شمار ہوتے ہیں لیکن امام کی ملاقات ان سے نہیں ہوئی ہے ان کی وفات سنہ ۲۱۰ھ میں ہوئی ہے (٦٠)۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کی تحقیق کے مطابق ابوصالح سلمویہ کی صحیح بخاری میں یہی ایک روایت

(۴*) دیکھیے تعلیقات تہذیب الکمال: ۵۶/۱۱

(۵۹) عمدة القاری: ۳۰۳/۱۹ وفتح الباری: ۷۱۶/۸

(٦٠) عمدة القاری: ۳۰۳/۱۹ وفتح الباری: ۷۱۶/۸

(۱*) الجرح والتعدیل: ۸/الترجمة ۳۰

(۲*) تہذیب الکمال: ۱/۲۶

(۳*) ثقات ابن حبان: ۹۵/۹

(۴*) تہذیب الکمال: ۱۰/۲۶۔ ان کے حالات کے لیے دیکھیے تاریخ الکبیر: ۱/الترجمة: ۴۹۸، والجرح والتعدیل: ۸/الترجمة: ۳۰، وتہذیب التہذیب: ۳۱۲/۹، وخلاصة الخزرجی: ۲/الترجمة: ٦۴۵۳

ہے (٦١) لیکن ان کو سہو ہوا ہے، کیونکہ ابو صالح سلمویہ کی ایک روایت کتاب الکفالہ میں بھی آئی ہے (٦٢)، وہاں حافظ نے خود اس کی تصریح بھی کی ہے کہ اس حدیث کے راوی ابو صالح سلمویہ ہیں (٦٣)۔

یہ روایت بدء الوحی میں گزر چکی ہے اور وہاں اس پر تفصیلی بحث کی گئی ہے ۔

٤٦٧١ : قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ شِهَابٍ : فَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ : أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ ٱللهِ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ ، قَالَ فِي حَدِيثِهِ : (بَيْنَا أَنَا أَمْشِي ، سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ ، فَرَفَعْتُ بَصَرِي ، فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ ، جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ، فَفَرِقْتُ مِنْهُ ، فَرَجَعْتُ ، فَقُلْتُ : زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي ، فَدَثَّرُوهُ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ تَعَالَى : «يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ . قُمْ فَأَنْذِرْ . وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ . وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ . وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ» . – قَالَ أَبُو سَلَمَةَ : وَهِيَ الْأَوْثَانُ الَّتِي كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَعْبُدُونَ – قَالَ : ثُمَّ تَتَابَعَ الْوَحْيُ) . [ر : ٤]

یہ تعلیق نہیں ہے بلکہ ماقبل کی دو سندوں کے ساتھ موصول ہے، چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں هذا موصول بالاسنادين المذكورين فی اول الباب (*)

٤٤٥ – باب : قَوْلُهُ : «خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ» /٢/ .

٤٦٧٢ : حدَّثنا ٱبْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قَالَتْ : أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ ، فَجَاءَهُ الْمَلَكُ ، فَقَالَ : «ٱقْرَأْ بِٱسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ . خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ . ٱقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ» . [ر : ٣]

٤٤٦ – باب : قَوْلُهُ : «ٱقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ» /٣/ .

٤٦٧٣ : حدَّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح) وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ : قَالَ مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : أَوَّلُ

---

(٦١) عمدۃ القاری: ۱۹/۳۰۳ و فتح الباری: ۸/۷۱٦

(٦٢) دیکھیے صحیح البخاری مع فتح الباری، کتاب الکفالۃ، باب جوار ابی بکر فی عهد النبی ﷺ و عقده، رقم الحدیث ۲۲۹۷

(٦٣) دیکھیے فتح الباری: ۴/۴۷۷-۴۷۹ کتاب الکفالۃ

(*) عمدۃ القاری: ۱۹/۳۰۷

مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ ، جَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ : «اَقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ . خَلَقَ الْانْسَانَ مِنْ عَلَقٍ . اَقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ . الَّذِي علَّمَ بِالْقَلَمِ» . [ر : ٣]

٤٤٧ – باب : «الَّذِي عَلَّمَ بالْقَلَمِ» /٤/ .

٤٦٧٤ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : سَمِعْتُ عُرْوَةَ : قالَتْ عائِشَةُ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : فَرَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى خَدِيجَةَ ، فَقَالَ : (زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي) . فَذَكَرَ الحَدِيثَ . [ر : ٣]

٤٤٨ – باب : «كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعَنْ بِالنَّاصِيَةِ . نَاصِيَةٍ كاذِبَةٍ خاطِئَةٍ» /١٥ ، ١٦/ .

٤٦٧٥ : حدّثنا يَحْيَى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الجَزَرِيِّ ، عَنْ عِكْرِمَةَ : قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : قالَ أَبُو جَهْلٍ : لَئِنْ رَأَيْتُ مُحَمَّدًا يُصَلِّي عِنْدَ الْكَعْبَةِ لَأَطَأَنَّ عَلَى عُنُقِهِ . فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : (لَوْ فَعَلَهُ لَأَخَذَتْهُ المَلَائِكَةُ) .

تَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ خالِدٍ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ .

٤٤٩ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ» . (الْقَدْرِ)

يُقَالُ : المَطْلَعُ : هُوَ الطُّلُوعُ ، وَالمَطْلِعُ : المَوْضِعُ الَّذِي يُطْلَعُ مِنْهُ . «أَنْزَلْنَاهُ» الْهَاءُ كِنَايَةٌ عَنِ الْقُرْآنِ ، «أَنْزَلْنَاهُ» مَخْرَجَ الجَمِيعِ ، وَالْمُنْزِلُ هُوَ ٱللهُ ، وَالْعَرَبُ تُؤَكِّدُ فِعْلَ الْوَاحِدِ فَتَجْعَلُهُ بِلَفْظِ الجَمِيعِ ، لِيَكُونَ أَثْبَتَ وَأَوْكَدَ .

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ" فرماتے ہیں انزلناہ میں ھا ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے اگرچہ قرآن کا لفظ اس سے پہلے مذکور نہیں ہے مگر حکماً مذکور ہے اور سیاق اس پر دلالت کرتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں ابو عبیدہ کی "مجاز القرآن" کی عبارت نقل کی ہے کہ اس سورۃ میں "اِنَّآ اَنْزَلْنَا" جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا حالانکہ قرآن کو نازل کرنے والے تو اللہ ہیں جو ایک ہیں تو یہ جمع کا صیغہ اس لئے استعمال کیا گیا کہ اھل عرب واحد کے فعل کو تاکید کی غرض سے جمع کے صیغہ سے تعبیر کردیتے ہیں۔

(۴۶۷۵)واخرجه الترمذی فی التفسیر، باب من سورة اقرا باسم ربک، رقم الحدیث: ۳۳۴۸، ۵/۴۴۳، واخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ فی التفسیر، باب سورة العلق، رقم الحدیث: ۱/۱۱۶۸۳

یہ بات انہوں نے کہی ہے جبکہ اہل عرب میں مشہور یہ ہے کہ تعظیم کی غرض سے واحد کے فعل کو جمع سے تعبیر کیا جاتا ہے ، امام بخاری اس طرح ابوعبیدہ کی باتیں بغیر تحقیق کے نقل کردیتے ہیں ، اس کا نتیجہ ہے کہ کتاب التفسیر میں بہت سے اقوال مرجوح ہیں ۔

یقال: اَلْمَطْلَعُ هُوَ الطُّلُوْعُ، وَالْمَطْلِعُ هُوَ الْمَوْضِعُ الَّذِیْ یَطْلَعُ مِنْهُ

آیت کریمہ میں ہے "سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ" (اور وہ شب) سراپا سلام ہے (اور) وہ شب قدر طلوع فجر تک رہتی ہے ۔ فرماتے ہیں مَطْلَع (بفتح اللام مصدر میمی) بمعنی طلوع ہے اور یہی جمہور کی قراءت ہے اور مَطْلِع (بکسر اللام) ظرف مکان ہے یعنی وہ جگہ جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے ۔

٤٥٠ – باب : تَفْسِیرُ سُورَةِ : «لَمْ یَكُنْ» . (الْبَیِّنَةِ)

«مُنْفَكِّینَ» /١/ : زَائِلِینَ . «قَیِّمَةٌ» /٣/ : الْقَائِمَةُ . «دِینُ الْقَیِّمَةِ» /٥/ : أَضَافَ الدِّینَ إِلَى الْمُؤَنَّثِ .

مُنْفَكِّیْنَ: زَائِلِیْنَ

آیت کریمہ میں ہے "لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِیْنَ مُنْفَكِّیْنَ حَتّٰی تَأْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ" جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے (قبل بعثت نبویہ) کافر تھے وہ (اپنے کفر سے ہرگز) باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی۔

قَیِّمَة: اَلْقَائِمَةُ

"وَذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ" دین مذکر ہے اور "القَیِّمة" مونث ہے ، اس کا جواب یہ ہے کہ دین مضاف ہے "ملة" کی طرف جو محذوف ہے اور "ملة" مونث ہے تو اب دونوں میں مطابقت ہوجائے گی (٦٤)

٤٦٧٧/٤٦٧٦ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : سَمِعْتُ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأُبَيٍّ : (إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَیْكَ : «لَمْ یَكُنِ الَّذِینَ كَفَرُوا») . قَالَ : وَسَمَّانِي ؟ قَالَ : (نَعَمْ) . فَبَكَى .

یہ روایت اسی سند کے ساتھ "ابواب المناقب" میں گزر چکی ہے (٦٥)

---

(٦٤) قال العینی: ای دین الملة القائمة المستقیمة، فالدین مضاف الی مونث، وهی الملة، والقیمة صفة، فحذف الموصوف (عمدة القاری: ۱۹/۳۰۹)

(٦٥) دیکھیے صحیح البخاری مع فتح الباری، کتاب المناقب، باب مناقب ابی بن کعب، رقم الحدیث ۳۸۰۸

حدّثنا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأُبَيٍّ : (إِنَّ ٱللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ) . قالَ أُبَيٌّ : آللهُ سَمَّانِي لَكَ ؟ قالَ : (اَللهُ سَمَّاكَ لِي) . فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبْكِي . قالَ قَتَادَةُ : فَأُنْبِئْتُ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَيْهِ : «لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ» .

(٤٦٧٧) : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ أَبُو جَعْفَرٍ الْمُنَادِي : حَدَّثَنَا رَوْحٌ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ : أَنَّ نَبِيَّ ٱللهِ ﷺ قالَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ : (إِنَّ ٱللهَ أَمَرَنِي أَنْ أُقْرِئَكَ الْقُرْآنَ) . قالَ : آللهُ سَمَّانِي لَكَ ؟ قالَ : (نَعَمْ) . قالَ : وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ ؟ قالَ ؛ (نَعَمْ) . فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ . [ر : ٣٥٩٨]

حدثنا احمدبن ابی داؤدابو جعفر المنُاری

فربری کے نسخے میں اسی طرح واقع ہوا ہے ، علامہ ابوالقاسم هبۃ اللہ ابن حسین لالکائیؒ سے خطیب بغدادی نے نقل کیا ہے کہ یہاں امام بخاریؒ کو اشتباہ ہوگیا ہے اور انہوں نے "احمدبن ابی داؤد" نقل کردیا ہے حالانکہ ابوجعفر مُنادی کا نام احمد نہیں بلکہ "محمد" ہے (٦٦)

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ محمد کے ایک بھائی "احمد" تھے ، امام نے یہ روایت ان سے نقل کی ہے لیکن لالکائیؒ نے اس کو رد کیااور کہا یہ درست نہیں ہے (٦٧)۔

اور غالب گمان یہی ہے کہ امام بخاری کو یہاں اشتباہ ہوگیا ہے اور یا پھر یہ کہا جائے کہ امام بخاری کی رائے میں احمد اور محمد دونوں ایک ہیں ، چنانچہ خطیب بغدادی نے ابوبکر اسماعیلی سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن ناجیہ جب حدیث کا املاء کرایا کرتے تھے تو کہتے تھے "حدثنا احمدبن ابی داؤد" تو ان سے کہا گیا کہ ابن ابی داؤد کا نام احمد نہیں ہے ، محمد ہے تو انہوں نے کہا کہ احمد اور محمد دونوں ایک ہیں ۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ فربری کے نسخے کے علاوہ باقی نسخوں میں صرف "حدثنا ابوجعفر المنادی" واقع ہوا ہے "احمدبن ابی داؤد" کے الفاظ وہاں نہیں ہیں ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تسمیہ فربری کی طرف سے ہوا ہے اور انہوں نے غلطی سے انہیں "احمد بن ابی داؤد" کہہ دیا اس لئے امام بخاری کی طرف وہم کی نسبت کرنا یا یہ کہنا کہ امام بخاری احمد اور محمد دونوں کو ایک سمجھتے ہیں صحیح

---

(٦٦)فتح الباری: ٨/۷۲۶

(٦٧)فتح الباری: ٨/۷۲۶

نہیں ہے (۶۸)۔

لیکن پھر حافظ نے فرمایا کہ محدثین کا یہ ایک متفقہ فیصلہ اور طے شدہ اصول ہے کہ شاگرد جب استاذ کا کلام نقل کیا کرتا ہے تو اپنی طرف سے اس میں اضافہ نہیں کیا کرتا، اضافہ اگر کرنا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ شاگرد کسی لفظ سے اس اضافہ کی طرف اشارہ کردیتا ہے کہ یہ شاگرد کا اضافہ ہے اور یہاں ایسا کوئی لفظ نہیں اس لئے لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ "احمد بن ابی داؤد ابو جعفر المنادی" فربری کے نسخے میں بخاری ہی کا ارشاد ہے ۔ (۶۹)

ابو جعفر بن ابی داؤد کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے ، یہ بخاری کے استاذ ہیں اور بخاری کے بعد سولہ سال تک زندہ رہے ہیں ان کی عمر سو سال سے کچھ زائد تھی، ان سے ان لوگوں نے بھی روایت نقل کی ہے جو امام بخاری کو نہیں پاسکے ، چنانچہ بعینہ یہی حدیث ان سے ابو عمرو بن سماک نے نقل کی ہے اور انہوں نے بخاری کو نہیں پایا ہے کیونکہ امام بخاری کی وفات ابو عمرو سماک سے اٹھاسی سال پہلے ہوئی ہے ، یہ سابق ولاحق کی عجیب و غریب مثال ہے ، امام بخاری رحمہ اللہ سابق شاگرد ہیں اور ابو عمرو بن سماک لاحق شاگرد ہیں اور دونوں کے درمیان اٹھاسی سال کا فاصلہ ہے ۔ (۷۰)

٤٥١ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا» . (الزَّلْزَلَةِ)

قَوْلُهُ : «فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ» /٧/ . يُقَالُ : «أَوْحَى لَهَا» /٥/ : أَوْحَى إِلَيْهَا ، وَوَحَى لَهَا وَوَحَى إِلَيْهَا وَاحِدٌ .

آیت کریمہ میں ہے "يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَى لَهَا" اس روز زمین اپنی سب (اچھی بری) خبریں بیان کرنے لگے گی اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہوگا.... کہا جاتا ہے أَوْحَى لَهَا، أَوْحَى إِلَيْهَا، وَحَى لَهَا، وَحَى إِلَيْهَا ان سب کے ایک ہی معنی ہیں یعنی اشارہ کرنا، وحی بھیجنا۔

٤٦٧٨ : حدَّثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا مالِكٌ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قالَ : (الخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ : لِرَجُلٍ أَجْرٌ ، وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ ، وَعَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ ، فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، فَأَطَالَ لَهَا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ ، فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذٰلِكَ فِي الْمَرْجِ وَالرَّوْضَةِ ، كانَ لَهُ حَسَنَاتٍ ،

---

(۶۸) فتح الباری: ۸/ ۷۲۶

(۶۹)

(۷۰) فتح الباری: ۸/ ۷۲۶

وَلَوْ أَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ ، كَانَتْ آثَارُهَا وَأَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ ، وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَ بِهِ كَانَ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ ، فَهِيَ لِذٰلِكَ الرَّجُلِ أَجْرٌ . وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا ، وَلَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِي رِقَابِهَا وَلَا ظُهُورِهَا ، فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ . وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَنِوَاءً ، فَهِيَ عَلَى ذٰلِكَ وِزْرٌ . فَسُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْحُمُرِ ، قَالَ : (مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ فِيهَا إِلَّا هٰذِهِ الْآيَةَ الْفَاذَّةَ الْجَامِعَةَ : «فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ . وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ») [ر : ٢٢٤٢]

کتاب الاعتصام میں یہ روایت اسی سند کے ساتھ آئے گی اور کتاب الجہاد میں بھی یہ روایت گزر چکی ہے (۱)۔

٤٥٢ – باب : «وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ» /٨/

٤٦٧٩ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي مَالِكٌ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْحُمُرِ ، فَقَالَ : (لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا هٰذِهِ الْآيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ : «فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ . وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ») . [ر : ٢٢٤٢]

٤٥٣ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «وَالْعَادِيَاتِ» .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : الْكَنُودُ : الْكَفُورُ . يُقَالُ : «فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا» /٤/ : رَفَعْنَ بِهِ غُبَارًا . «لِحُبِّ الْخَيْرِ» مِنْ أَجْلِ حُبِّ الْخَيْرِ «لَشَدِيدٌ» /٨/ : لَبَخِيلٌ ، وَيُقَالُ لِلْبَخِيلِ شَدِيدٌ . «حُصِّلَ» /١٠/ : مُيِّزَ .

وقال مجاهد: اَلْكَنُوْدُ: اَلْكَفُوْرُ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ" اس میں کَنُود کے معنی ہیں ناشکرا یعنی انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

يقال: فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعاً: رَفَعْنَ بِهٖ غُبَارًا

یعنی وہ گھوڑے غبار بلند کرتے ہیں، اٹھاتے ہیں۔

لِحُبِّ الْخَيْرِ: مِنْ اَجْلِ حُبِّ الْخَيْرِ، لَشَدِيْدٌ: لَبَخِيْلٌ، ويقال لِلْبَخِيْل: شَدِيْدٌ

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب الخیل لثلاثۃ: ۱/۴۰۰ و کتاب الاعتصام، باب الاحکام التی تعرف بالدلائل: ۲/۱۰۹۳

آیت کریمہ میں ہے "وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ" اور وہ مال کی محبت میں بڑا سخت بخیل ہے ۔ فرماتے ہیں لِحُبِّ الْخَیْرِ میں لام تعلیل کے لئے ہے یعنی مال کی محبت کی وجہ سے .... اور شدید بمعنی بخیل ہے ، بخیل کو شدید کہا جاتا ہے ۔

حُصِّلَ: مُیِّزَ

آیت کریمہ میں ہے "وَحُصِّلَ مَافِی الصُّدُوْرِ" اور ظاہر ہوجائے گا جو کچھ دلوں میں ہے .... فرماتے ہیں حُصِّلَ بمعنی مُیِّزَ ہے یعنی جدا ہوجائے گا ، الگ اور ممتاز ہوجائے گا ۔

٤٥٤ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «الْقَارِعَةُ» .

«كالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ» /٤/ : كَغَوْغَاءِ الجَرَادِ ، يَرْكَبُ بَعْضُهُ بَعْضًا ، كَذٰلِكَ النَّاسُ يَجُولُ بَعْضُهُمْ في بَعْضٍ . «كالْعِهْنِ» /٨/ : كَأَلْوَانِ الْعِهْنِ ، وَقَرَأَ عَبْدُ ٱللهِ : كالصُّوفِ .

آیت کریمہ میں ہے "یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ" جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہوجائیں گے ، "کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ" کے معنی ہیں پریشان ٹڈیوں کی طرح جو ایک دوسرے پر چڑھ جاتی ہیں ، اسی طرح قیامت کے دن پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے میں چکر لگائیں گے اور گھومیں گے ۔

کَالْعِهْنِ: کَاَلْوَانِ الْعِهْنِ

آیت کریمہ میں ہے "وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ" اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہوجاویں گے ، فرماتے ہیں کَالْعِهْنِ سے اَلْوَانِ عِهْن میں تشبیہ دینا مقصود ہے ، عِهْن رنگین اون کو کہتے ہیں ، پہاڑوں کے رنگ بھی چونکہ مختلف ہوتے ہیں ، اس لئے رنگین اون کے ساتھ تشبیہ دی ہے ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں ۔

"یعنی جیسے دھنیا اون یا روئی کو دھنک کر ایک ایک پھاہا کرکے اڑا دیتا ہے ، اسی طرح پہاڑ متفرق ہوکر اڑ جائیں گے ۔ "

٤٥٥ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «أَلْهَاكُمُ» . (التَّكَاثُرِ)

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «التَّكَاثُرُ» /١/ : مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ .

آیت میں ہے "اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ" (دنیوی سامان پر) فخر کرنا تم کو (آخرت سے) غافل کئے رکھتا ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تکاثر کے معنی ہیں مال و دولت کا بہت ہونا ۔

٤٥٦ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «وَالْعَصْرِ» . (الْعَصْرِ)

وَقَالَ يَحْيىٰ : الْعَصْرُ : اَلدَّهْرُ ، أَقْسَمَ بِهِ .

٤٥٧ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ» . (الْهُمَزَةِ)

«الحُطَمَةُ» /٤/ : آسْمُ النَّارِ ، مِثْلُ : «سَقَرَ» /القمر: ٤٨/ و /المدثر: ٢٦ ، ٢٧ ، ٤٢/ .
وَ : «لَظَى» /المعارج: ١٥/ .

آیت کریمہ میں ہے ”كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ“ ہرگز نہیں وہ تو روندنے والی جگہ میں پھینک دیا جائے گا۔ فرماتے ہیں حُطَمَة دوزخ کا ایک نام ہے جیسے سقر اور لظی نام ہیں۔

٤٥٨ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «أَلَمْ تَرَ» /الفيل: ١/ : أَلَمْ تَعْلَمْ .

قَالَ مُجَاهِدٌ : «أَبَابِيلَ» /٣/ : مُتَتَابِعَةً مُجْتَمِعَةً .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «مِنْ سِجِّيلٍ» /٤/ : هِيَ سَنْكِ وَكِلْ .

مجاہد فرماتے ہیں کہ ”ابابیل“ کے معنی ہیں پے درپے آنے والے ، جھنڈ کے جھنڈ آنے والے پرندے متابعة ”طیر“ کی صفت ہے۔

ابابیل یہ اسم جمع ہے اور اس کا کوئی واحد نہیں ہے ، بعضوں نے کہا یہ ”اِبُّوْل“ کی جمع ہے جیسے ”عِجَّوْل“ کی جمع ”عَجَاجیل“ آتی ہے اور بعض نے کہا یہ ”اِبَالة“ کی جمع ہے (۲) مشہور پہلا قول ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ ایک خاص قسم کے پرندے ہیں جن کی ہاتھی کی طرح سونڈھ ہوتی ہے اور ہاتھ بھی ہوتے ہیں (۳)۔

وقال ابن عباس: مِنْ سِجِّيْلٍ: هِيَ سَنْگ وَكِلْ

❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”سِجِّیْل“ وہی فارسی کا سنگ و گل ہے ، مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ فارسی زبان کے ”سنگ گِل“ سے معرب ہے ، سنگ پتھر کو کہتے ہیں اور گِل مٹی کو کہتے ہیں ، ”سنگ گِل“ ان کنکریوں کو کہتے ہیں جو تر مٹی کو آگ میں پکانے سے بنتی ہیں۔

❷ بعض حضرات نے کہا کہ سجیل سے وہ دفتر اور رجسٹر مراد ہے جس میں معذبین کے عذاب کی

---

(۲) عمدة القاری: ۳۱۳/۱۹، وقال الراغب فی المفردات: ۸ الواحد ابیل

(۳) عمدة القاری: ۳۱۳/۱۹، ومعالم التنزیل للبغوی: ۵۲۸/۳

اقسام درج ہیں (۴)۔

- بعض نے کہا کہ یہ آسمان دنیا کا نام ہے (۵)۔
- بعض نے کہا کہ یہ جہنم کی آگ پر پکائے گئے خاص قسم کے پتھر کا نام ہے (۶)۔
- اور بعض نے اس کا ترجمہ "سخت اور شدید" کا کیا ہے (۷)۔

٤٥٩ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ» . (قُرَيْشٍ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «لِإِيلَافِ» /١/ : أَلِفُوا ذٰلِكَ ، فَلَا يَشُقُّ عَلَيْهِمْ فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ.
«وَآمَنَهُمْ» /٤/ : مِنْ كُلِّ عَدُوِّهِمْ فِي حَرَمِهِمْ.

قَالَ ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : لِإِيلَافِ : لِنِعْمَتِي عَلَى قُرَيْشٍ.

قال ابن عُيَيْنَةَ: لِإِيْلَافِ: لِنِعْمَتِی عَلٰی قُرَيْشٍ

یہ "لِإِيْلَافِ" "فَلْيَعْبُدُوْا" سے متعلق ہے (۸) ان کو چاہیئے کہ اس بیت اللہ کے رب کی عبادت کریں کیونکہ اس نے ان پر یہ انعام کیا ہے کہ رحلۃ الشتا اور رحلۃ الصیف کی ان کے دلوں میں محبت پیدا کردی ہے اور یہ سفر ان کے لئے سہل اور آسان کردیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارے دوسرے احسانات کی وجہ سے اگر یہ عبادت پر آمادہ نہیں ہورہے ہیں تو کم از کم اس کی وجہ سے تو انہیں ہماری عبادت کرنی چاہیئے کہ ہم نے ان کے دلوں میں سردی اور گرمی میں سفر کی محبت پیدا کردی ہے۔

بعض حضرات نے کہا کہ "لِإِيْلَافِ" کا تعلق سورۃ الفیل کی آخری آیت "فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ" سے ہے اور حضرت ابی بن کعبؓ کے مصحف میں یہ دونوں سورتیں ملا کر لکھی گئی ہیں (۹)۔

اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل کو "عَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ" کی طرح اس لئے بنایا کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو رحلۃ الشتا و الصیف کی الفت عطا فرمائی ہے جس کے ذریعہ انہوں نے اپنے لئے سامان خوردونوش اور راحت و آسائش کے انتظامات کئے، اللہ نے اصحابِ فیل کو ہلاک کرکے

---

(۴) وفی الکشاف: ۴/۷۹۹ "وسجیل: کانہ علم للدیوان الذی کتب فیہ عذاب الکفار.... کانہ قیل: بحجارۃ من جملۃ العذاب المکتوب المدون، واشتقاقہ من الاسجال، وھو الارسال، لان العذاب موصوف بذلک"

(۵) الجامع لاحکام القرآن: ۲۰/۱۹۸

(۶) الجامع لاحکام القرآن: ۲۰/۱۹۸

(۷) الکشاف: ۴/۸۰۰

(۸) روح المعانی: ۳۰/۲۸۶ و تفسیر قرطبی: ۲۰/۲۱۰

(۹) الجامع لاحکام القرآن: ۲۰/۲۰۰

قریش کو محفوظ و مامون اور باقی رکھا (۱۰)۔

قریش سال میں تجارت کی غرض سے دو سفر کرتے تھے ، سردی میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں شام کی طرف (۱۱) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں :

"مکہ میں غلہ وغیرہ پیدا نہیں ہوتا اس لئے قریش کی عادت تھی کہ سال بھر میں تجارت کی غرض سے دو سفر کرتے تھے ، جاڑوں میں یمن کی طرف کہ وہ ملک گرم ہے اور گرمیوں میں شام کی طرف جو سرد اور شاداب ملک ہے ، لوگ ان کو اہل حرم اور خادم بیت اللہ سمجھ کر نہایت عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے ، ان کی خدمت کرتے اور ان کے جان و مال سے کچھ تعرض نہ کرتے ، اس طرح ان کو خاطر خواہ نفع ہوتا پھر امن وچین سے گھر بیٹھ کر کھاتے اور کھلاتے تھے ، حرم کے چاروں طرف لوٹ کھسوٹ اور چوری ڈکیتی کا بازار گرم رہتا تھا لیکن کعبہ کے ادب سے کوئی چور، ڈاکو قریش پر ہاتھ صاف نہ کرتا تھا۔

اسی انعام کو یہاں یاد دلایا گیا ہے کہ اس گھر کے طفیل تم کو روزی دی، اور امن چین دیا، اصحاب فیل کی زد سے محفوظ رکھا، پھر اس گھر والے کی بندگی کیوں نہیں کرتے اور اس کے رسول کو کیوں ستاتے ہو، کیا یہ انتہائی ناشکری اور احسان فراموشی نہیں ، اگر دوسری باتیں نہیں سمجھ سکتے تو ایسی کھلی ہوئی حقیقت کا سمجھنا کیا مشکل ہے" (۱۲)

٤٦٠ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «أَرَأَيْتَ» . (الْمَاعُونِ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «يَدُعُّ» /٢/ : يَدْفَعُ عَنْ حَقِّهِ ، يُقَالُ : هُوَ مِنْ دَعَعْتُ . «يُدَعُّونَ» /الطور : ١٣/ : يُدْفَعُونَ . «سَاهُونَ» /٥/ : لَاهُونَ . «وَالْمَاعُونَ» /٧/ : الْمَعْرُوفَ كُلُّهُ ، وَقَالَ بَعْضُ الْعَرَبِ : الْمَاعُونُ : الْمَاءُ ، وَقَالَ عِكْرِمَةُ : أَعْلَاهَا الزَّكَاةُ الْمَفْرُوضَةُ ، وَأَدْنَاهَا عَارِيَّةُ الْمَتَاعِ .

آیت کریمہ میں ہے "فَذٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ" سو وہ شخص جو یتیم کو دھکے دیتا ہے ، مجاہدؒ فرماتے ہیں يَدُعُّ کے معنی ہیں يَدْفَع: وہ دفع کرتا ہے یعنی یتیم کو اس کے حق لینے سے ہٹاتا ہے ، یہ دععت سے ماخوذ ہے جس کے معنی دھکیلنے کے ہیں اور سورۃ الطور کی آیت "يَوْمَ يُدَعُّونَ إِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا" میں

---

(۱۰) قال الرازی فی التفسیر الکبیر : ۳۰ / ۱۰۲ "فجعلهم کعصف ماکول" لالف قریش ، ای اهلک الله اصحاب الفیل لتبقی قریش ، وما قد الفوا من رحلة الشتاء والصیف ، فان قیل : هذا ضعیف ، لانهم انما جعلوا کعصف ماکول ، لکفرهم ، ولم یجعلو کذلک لتالیف قریش ، قلنا : هذا السوال ضعیف .... لانا لا نسلم ان الله تعالی انما فعل بهم ذلک لکفرهم ، فان الجزاء علی الکفر موخر للقیامة .... ولانه تعالی لو فعل بهم ذلک لکفرهم ، لکان قد فعل ذلک بجمیع الکفار ، بل انما فعل ذلک بهم لایلاف قریش ، ولتعظیم منصبهم ، واظهار قدرهم"

(۱۱) روح المعانی : ۳۰/۲۴۴

(۱۲) تفسیر عثمانی : ۸۰۳ فائدہ نمبر ۵

یدعون بمعنی یدفعون ہے جس روز کافر جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے ۔

سَاهُوْنَ: لَاهُوْنَ

"فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ" سو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں، سَاهُوْنَ بمعنی لاھون ہے یعنی غافل، بے خبر۔

اورآیت کریمہ میں ہے "وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ" فرماتے ہیں مَاعون کا اطلاق ہر اچھے کام پر ہوتا ہے، بعضوں نے کہا کہ ماعون پانی کو کہتے ہیں اور حضرت عکرمہ فرماتے ہیں ماعون کی اعلیٰ قسم فرض زکوۃ ہے اور ادنیٰ قسم گھر کے عام سامان کی عاریت ہے، (جیسے لوٹا، پیالہ، ماچس وغیرہ) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"یعنی زکوۃ و صدقات وغیرہ تو کیا ادا کرتے معمولی برتنے کی چیزیں بھی مثلاً ڈول، رسی، ہنڈیا، سوئی دھاگا وغیرہ کسی کو مانگی نہیں دیتے جن کے دیدینے کا دنیا میں عام رواج ہے، بخل اور فسق کا جب یہ حال ہو تو ریا کاروں کی نماز سے ہی کیا فائدہ ہوگا، اگر ایک آدمی اپنے کو مسلمان نمازی کہتا اور کہلاتا ہے مگر اللہ کے ساتھ اخلاص اور مخلوق کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھتا، اس کا اسلام لفظ بے معنی اور اس کی نماز حقیقت سے بہت دور ہے، یہ ریاء کاری اور بدبختی تو ان بدبختوں کا شیوہ ہونا چاہیئے جو اللہ کے دین اور روز جزاء پر دلی اعتقاد نہیں رکھتے ۔"

٤٦١ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ» . (الْكَوْثَرِ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «شَانِئَكَ» /٣/ : عَدُوَّكَ .

٤٦٨٠ : حدثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا عُرِجَ بِالنَّبِيِّ ﷺ إِلَى السَّمَاءِ ، قَالَ : (أَتَيْتُ عَلَى نَهَرٍ ، حافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ مُجَوَّفًا ، فَقُلْتُ : ما هٰذَا يَا جِبْرِيلُ ؟ قالَ : هٰذَا الْكَوْثَرُ) . [٦٢١٠]

٤٦٨١ حدّثنا خالِدُ بْنُ يَزِيدَ الْكاهِلِيُّ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا ، قالَ : سَأَلْتُهَا عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى : «إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ» .

(۴۶۸۰) واخرجه ابوداؤد فی کتاب السنة، باب الحوض، رقم الحدیث: ۴۷۴۸

(۴۶۸۱) واخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ، فی التفسیر، رقم الحدیث: ۳/۱۱۷۰۵

(حافتاه قباب اللؤلؤ) أي على حافتيه . (مجوفًا) أي القبة كلها من لؤلؤة مجوفة ، واللؤلؤ جوهر نفيس معروف .

قالَتْ: نَهَرٌ أُعْطِيَهُ نَبِيُّكُمْ ﷺ، شَاطِئَاهُ عَلَيْهِ دُرٌّ مُجَوَّفٌ، آنِيَتُهُ كَعَدَدِ النُّجُومِ.
رَوَاهُ زَكَرِيَّاءُ، وَأَبُو الْأَحْوَصِ، وَمُطَرِّفٌ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ.

٤٦٨٢: حدّثنا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ فِي الْكَوْثَرِ: هُوَ الْخَيْرُ الَّذِي أَعْطَاهُ ٱللّٰهُ إِيَّاهُ. قَالَ أَبُو بِشْرٍ: قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ: فَإِنَّ النَّاسَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُ نَهَرٌ فِي الْجَنَّةِ؟ فَقَالَ سَعِيدٌ: النَّهَرُ الَّذِي فِي الْجَنَّةِ مِنَ الْخَيْرِ الَّذِي أَعْطَاهُ ٱللّٰهُ إِيَّاهُ. [٦٢٠٧]

شَانِئَکَ: عَدُوُّکَ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَالْاَبْتَرُ" بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں شَانِئَکَ سے دشمن مراد ہے۔

اَتَیْتُ عَلٰی نَھْرٍ، حَافَتَاہُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ مُجَوَّفًا

حافتاً سے اس کے دونوں جانب مراد ہیں، قِبَاب "قُبَّۃٌ" کی جمع ہے گنبد کو کہتے ہیں یعنی اس نہر کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے گنبد تھے۔

کوثر کا مصداق کیا ہے؟

اس روایت میں تو یہی ہے کہ کوثر کا مصداق ایک نہر ہے جو کہ جنت میں ہے اور مسلم کی روایت میں بھی اسی طرح نقل کیا ہے (١٣)۔

اور اگلی روایت میں حضرت ابن عباسؓ نے کوثر کی تفسیر "خیر" سے کی ہے، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں اسی تفسیر کو ترجیح دی ہے (١٤)۔

علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ نہر کی تفسیر حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منصوص ہے اسی لئے اسے راجح قرار دیا جائے گا (١٥)۔

(٤٦٨٢) وایضاً اخرجہ فی الرقاق، باب فی الحوض، وقولہ تعالیٰ: انا اعطیناک الکوثر، رقم الحدیث: ٦٥٧٨، (مع الفتح)، واخرجہ النسائی فی السنن الکبریٰ فی التفسیر، باب سورۃ الکوثر، رقم الحدیث: ١١٧٠٤/٣

(١٣) صحیح مسلم: ٢/٢٥١۔ باب اثبات حوض نبینا وصفاتہ

(١٤) دیکھیے مجموع فتاوی ابن تیمیۃ، کتاب التفسیر: ١٦/٥٢٧-٥٢٨ سورۃ الکوثر

(١٥) عمدۃ القاری: ١٩/٧٣٢

"کوثر" کی تفسیر میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں ، توحید، اسلام، قرآن، نبوت وغیرہ کئی اقوال ہیں ، تفسیر بحرمحیط میں ہے کہ کوثر کے متعلق چھبیس اقوال بعض علماء نے ذکر کئے ہیں (۱۶)۔

لیکن راجح یہ ہے کہ اس لفظ کے تحت ہر قسم کی دینی اور دنیوی دولتیں اور حسی و معنوی نعمتیں داخل ہیں، جو آپ کو یا آپ کے طفیل امت مرحومہ کو ملنے والی تھیں ، ان نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت حوض کوثر بھی ہے جو اسی نام سے مسلمانوں میں مشہور ہے اور جس کے پانی سے آپ اپنی امت کو محشر میں سیراب فرمائیں گے (۱۷)۔

بعض روایات میں اس کا محشر میں ہونا اور اکثر روایات سے جنت میں ہونا ثابت ہوتا ہے ، اکثر علماء نے تطبیق یوں دی ہے کہ اصل نہر جنت میں ہوگی اور اسی کا پانی میدان محشر میں لاکر کسی حوض میں جمع کردیا جائے گا دونوں کو "کوثر" ہی کہتے ہوں گے (۱۸) واللہ اعلم بالصواب

تنبیہ

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے "کوثر" کے متعلق تفسیر "بحرمحیط" کے حوالہ سے لکھا کہ اس میں "کوثر" کے متعلق چھبیس اقوال ذکر کئے ہیں اور اخیر میں ترجیح اسی کو دی ہے کہ اس لفظ کے تحت ہر قسم کی دنیوی و اخروی نعمتیں داخل ہیں ، لیکن تفسیر "بحرمحیط" میں کوثر کے متعلق تقریباً نو قول ذکر کئے ہیں اور "نهر فی الجنة" کی تفسیر کو انہوں نے صحیح قرار دیا البتہ انہوں نے لکھا ہے کہ "تحریر" میں "کوثر" کے متعلق چھبیس اقوال مذکور ہیں (۱۹) واللہ اعلم

٤٦٢ – باب : تَفْسِيرُ سورَةِ : «قُلْ يَا أَيُّهَا الْكافِرُونَ» . (الْكَافِرُونَ)

يُقَالُ : «لَكُمْ دِينُكُمْ» اَلْكُفْرُ «وَلِيَ دِينِ» /٦/ : الْإِسْلَامُ ، وَلَمْ يَقُلْ دِينِي ، لِأَنَّ الْآيَاتِ بِالنُّونِ ، فَحُذِفَتِ الْيَاءُ ، كما قالَ : «يَهْدِينِ» /الشعراء: ٧٨/ : وَ «يَشْفِينِ» /الشعراء: ٨٠/ .

وَقالَ غَيْرُهُ : «لَا أَعْبُدُ ما تَعْبُدُون» /٢/ : الآنَ ، وَلَا أُجِيبُكُمْ فِيما بَقِيَ مِنْ عُمْرِي . «وَلَا أَنْتُمْ عابِدُونَ ما أَعْبُدُ» /٣ ، ٥/ : وَهُمُ الَّذِينَ قالَ : «وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ ما أُنْزِلَ إِلَيْكَ ،

---

(۱٦) دیکھئے تفسیر البحر المحیط:۸/۵۱۹

(۱۷) تفسیر عثمانی : ۸۰۳ فائدہ نمبر۷

(۱۸) تفسیر عثمانی : ۸۰۳ فائدہ نمبر۷

(۱۹) دیکھئے البحر المحیط:۸/۵۱۹

مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا» /المائدة: ٦٤ ، ٦٨/ .

لَاأَعْبُدُمَاتَعْبُدُوْنَ: اَلْآنَ، وَلَاأُجِيْبُكُمْ فِيْمَابَقِيَ مِنْ عُمْرِيْ

یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ "لَآاَعْبُدُمَاتَعْبُدُوْنَ، وَلَآاَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَآاَعْبُدُ وَلَآاَنَا عَابِدٌ مَّاعَبَدْتُّمْ، وَلَآ اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَآاَعْبُدُ " ان جملوں میں بظاہر تکرار ہے ۔

اس تکرار کی وجہ امام بخاری بیان فرماتے ہیں کہ "لَآاَعْبُدُمَاتَعْبُدُوْنَ وَلَآاَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَآاَعْبُدُ " یہ زمانۂ حال سے متعلق ہے اور اگلی دو آیات کا تعلق زمانۂ استقبال سے ہے "ولااجیبکم فیمابقی من عمری " سے اسی کی طرف اشارہ کیا

لیکن اشکال یہ ہوتا ہے کہ آپؐ ان کے معبودوں کی عبادت مستقبل میں نہیں کریں گے یہ تو درست ہے لیکن کفار میں سے کئی لوگوں نے ایمان قبول کرکے آپؐ کے معبود یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تو ان کے حق میں یہ کہنا کہ تم بھی میرے معبود کی عبادت نہیں کروگے کیسے صحیح ہوسکتا ہے ۔

امام بخاری نے اس کا جواب دیا "وَهُمُ الَّذِيْنَ قَالَ: وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا " یعنی "وَلَآاَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَآاَعْبُدُ " سے وہ کفار مراد ہیں جن کے بارے میں فیصلہ ہوگیا تھا کہ ان کے حق میں قرآن کی آیات کا نزول طغیان اور کفر کے اضافہ کا باعث ہوگا ان کے بارے میں "وَلَآاَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَآاَعْبُدُ " فرمایا گیا ہے ، سب کے بارے میں نہیں فرمایا گیا ہے ۔

٤٦٣ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ» .(النَّصْرِ)

٤٦٨٣/٤٦٨٤ : حدّثنا الحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ : حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : ما صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ صَلَاةً بَعْدَ أَنْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ : «إِذَا جاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ» . إِلَّا يَقُولُ فِيهَا : (سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ ، اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي) .

(٤٦٨٤) : حدّثنا عُثْمانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : كانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ : (سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ ، اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي) . يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ . [ر : ٧٦١]

٤٦٤ – باب : قَوْلُهُ : «وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا» /٢/ .

٤٦٨٥ : حدّثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ حَبِيبٍ

ٱبْنِ أَبِي ثَابِتٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ سَأَلَهُمْ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى : «إِذَا جَاءَ نَصْرُ ٱللّٰهِ وَالْفَتْحُ» . قَالُوا : فَتْحُ الْمَدَائِنِ وَالْقُصُورِ ، قَالَ : ما تَقُولُ يا ٱبْنَ عَبَّاسٍ ؟ قَالَ : أَجَلٌ ، أَوْ مَثَلٌ ضُرِبَ لِمُحَمَّدٍ ﷺ ، نُعِيَتْ لَهُ نَفْسُهُ . [ر : ٣٤٢٨]

٤٦٥ – باب : قَوْلُهُ : «فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كانَ تَوَّابًا» /٣/ .

تَوَّابٌ عَلَى الْعِبَادِ ، وَالتَّوَّابُ مِنَ النَّاسِ التَّائِبُ مِنَ ٱلذَّنْبِ .

٤٦٨٦ : حدّثنا مُوسٰى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ قالَ : كانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِي مَعَ أَشْيَاخِ بَدْرٍ ، فَكَأَنَّ بَعْضَهُمْ وَجَدَ فِي نَفْسِهِ ، فَقَالَ : لِمَ تُدْخِلُ هٰذَا مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءٌ مِثْلُهُ ؟ فَقَالَ عُمَرُ : إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ عَلِمْتُمْ ، فَدَعَاهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَدْخَلَهُ مَعَهُمْ ، فَمَا رُئِيتُ أَنَّهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ ، قالَ : ما تَقُولُونَ فِي قَوْلِ ٱللّٰهِ تَعَالَى : «إِذَا جاءَ نَصْرُ ٱللّٰهِ وَالْفَتْحُ» . فَقَالَ بَعْضُهُمْ : أُمِرْنَا نَحْمَدُ ٱللّٰهَ وَنَسْتَغْفِرُهُ إِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا ، وَسَكَتَ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا ، فَقَالَ لِي : أَكَذَاكَ تَقُولُ يَا ٱبْنَ عَبَّاسٍ ؟ فَقُلْتُ : لَا ، قالَ : فَمَا تَقُولُ ؟ قُلْتُ : هُوَ أَجَلُ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ أَعْلَمَهُ لَهُ ، قالَ : «فَإِذَا جَاءَ نَصْرُ ٱللّٰهِ وَالْفَتْحُ» . وَذٰلِكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ . «فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كانَ تَوَّابًا» . فَقَالَ عُمَرُ : ما أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَقُولُ . [ر : ٣٤٢٨]

٤٦٦ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ» . (الْمَسَدِ)

«وَتَبَّ» /١/ : خَسِرَ . «تَبَابٌ» /غافر: ٣٧/ : خُسْرَانٌ «تَتْبِيب» /هود: ١٠١/ : تَدْمِيرٌ

مذکورہ الفاظ سورۃ لھب میں نہیں ہیں بلکہ پہلا لفظ سورۃ مومن کا ہے ، وہاں آیت کریمہ میں ہے ”وَمَاكَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّافِى تَبَابٍ “ اور فرعون کی ہر تدبیر غارت ہی گئی ۔ فرماتے ہیں تَباب بمعنی خُسْرَان ہے یعنی ہر تدبیر باعث خسارہ بنی اور کوئی تدبیر کامیاب نہ ہو سکی۔

دوسرا لفظ تَتْبِيْب سورۃ ھود میں ہے ”وَمَازَادُوْهُمْ غَيْرَتَتْبِيْبٍ “ اور انہوں نے ہلاکت و بربادی کے سوا انہیں کچھ فائدہ نہ دیا، اس میں تتبیب بمعنی تدمیر ہے یعنی بربادی

ان دونوں لفظوں کو یہاں ”تَبَّتْ“ کی مناسبت سے ذکر کیا ہے ۔

٤٦٨٧ : حدّثنا يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : حَدَّثَنَا عَمْرُو ٱبْنُ مُرَّةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : لَمَّا نَزَلَتْ : «وَأَنْذِرْ

عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ» . وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ، خَرَجَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ حَتَّى صَعِدَ الصَّفَا ، فَهَتَفَ : (يَا صَبَاحَاهْ) . فَقَالُوا : مَنْ هٰذَا ، فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ ، فَقَالَ : (أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلاً تَخْرُجُ مِنْ سَفْحِ هٰذَا الجَبَلِ ، أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ) . قَالُوا : ما جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا ، قَالَ : (فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ) . قالَ أَبُو لَهَبٍ : تَبًّا لَكَ ، ما جَمَعْتَنَا إِلَّا لِهٰذَا ، ثُمَّ قَامَ . فَنَزَلَتْ : «تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ» . وَقَدْ تَبَّ . هٰكَذَا قَرَأَهَا الْأَعْمَشُ يَوْمَئِذٍ .

[ر : ١٣٣٠]

٤٦٧ – باب : قَوْلُهُ : «وَتَبَّ . ما أَغْنَى عَنْهُ مالُهُ وَما كَسَبَ» /٢ ، ٣/.

٤٦٨٨ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ عَمْرِو ٱبْنِ مُرَّةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى الْبَطْحَاءِ ، فَصَعِدَ إِلَى الجَبَلِ فَنَادَى : (يَا صَبَاحَاهْ) . فَاجْتَمَعَتْ إِلَيْهِ قُرَيْشٌ ، فَقَالَ : (أَرَأَيْتُمْ إِنْ حَدَّثْتُكُمْ أَنَّ الْعَدُوَّ مُصَبِّحُكُمْ أَوْ مُمَسِّيكُمْ ، أَكُنْتُمْ تُصَدِّقُونَنِي) . قالُوا : نَعَمْ ، قالَ : (فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ) . فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ : أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا تَبًّا لَكَ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ عَزَّ وَجَلَّ : «تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ» . إِلَى آخِرِهَا . [ر : ١٣٣٠]

٤٦٨ – باب : قَوْلُهُ : «سَيَصْلَى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ» /٣/ .

٤٦٨٩ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : قالَ أَبُو لَهَبٍ : تَبًّا لَكَ ، أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا ، فَنَزَلَتْ : «تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ» . [ر : ١٣٣٠]

٤٦٩ – باب : «وَٱمْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الحَطَبِ» /٤/ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «حَمَّالَةَ الحَطَبِ» /٤/ : تَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ . «فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِنْ مَسَدٍ» /٥/ : يُقَالُ : مِنْ مَسَدٍ : لِيفِ الْمُقْلِ ، وَهِيَ السِّلْسِلَةُ الَّتِي فِي النَّارِ .

وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ

ابولہب کی بیوی ام جمیل مالدار ہونے کے باوجود سخت بخیل تھی جنگل سے خود لکڑیاں چن کر لایا کرتی تھی اور کانٹے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں ڈال دیا کرتی تھی، ایک دن وہ لکڑیاں کمر پر رکھ کر لا رہی تھی اور رسی اپنی پیشانی سے باندھ رکھی تھی، راستے میں سستانے اور آرام کرنے کے لئے بیٹھ گئی ایک فرشتہ پیچھے سے آیا اور اس نے وہ لکڑیاں کھینچیں تو رسی اس کی پیشانی سے سرک کر گلے میں آگئی اور گلا گھٹ جانے سے وہ مرگئی (۲۰) قرآن نے اس کو "حَمَّالَةَ الْحَطَبِ" کہا ہے ۔

بعض نے "حَمَّالَةَ الْحَطَب" کے معنی چغلخور کے لئے ہیں اور محاورات عرب میں اسی معنی میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے (۲۱) جیسے فارسی میں بھی ایسے شخص کو "ہیزم کش" کہتے ہیں، مجاہد نے یہی معنی کئے ہیں ۔

فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِنْ مَسَدٍ ۔ يقال: مِنْ مَسَدٍ: لِيفِ الْمُقْلِ

"اور اس کے گلے میں خوب بٹی ہوئی ایک رسی ہے" یا تو اس رسی سے وہ رسی مراد ہے جو موت کے وقت اس کے گلے میں تھی جیسا کہ اوپر گزرا، یہ رسی گوگل درخت کی چھال کی تھی، مُقل درخت "گوگل" کو کہتے ہیں جو کھجور کے درخت کے مشابہ ہوتا ہے اور یا اس سے لوہے کی وہ زنجیر مراد ہے جو جہنم میں اس کے گلے میں پڑے گی (۲۲) لیکن ان میں کوئی تعارض نہیں، دونوں مراد ہوسکتے ہیں ۔

حضرت شیخ الہند نے "مونجھ کے درخت کی رسی" ترجمہ کیا ہے جو بہت مضبوط ہوتی ہے اور چبھنے والی ہوتی ہے ۔

٤٧٠ – باب: تَفْسِيرُ قَوْلِهِ: «قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ». (الْإِخْلَاصِ)

يُقَالُ: لَا يُنَوَّنُ «أَحَدٌ» أَيْ وَاحِدٌ.

٤٦٩٠: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: (قَالَ اللَّهُ: كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ، وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ، فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ: لَنْ يُعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي، وَلَيْسَ أَوَّلُ

---

(۲۰) الجامع لاحکام القرآن: ۲۰/۲۴۰

(۲۱) فتح القدیر للشوکانی: ۵/۵۱۲ والبحر المحیط: ۸/۵۲۶ والجامع لاحکام القرآن: ۲۰/۲۳۹

(۲۲) روح المعانی: ۳۰/۳۰۵

الخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهِ ، وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ : اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَأَنَا الأَحَدُ الصَّمَدُ ، لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ ، وَلَمْ يَكُنْ لِي كُفُأً أَحَدٌ) . [ر : ۳۰۲۱]

یقال: لَایُنَوَّنُ "اَحَدٌ" اَیْ وَاحِدٌ

ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ "قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ" کو جب ملا کر پڑھیں گے تو "احد" پر تنوین نہیں پڑھی جائے گی، ہم تو تنوین کی وجہ سے وصل کرتے وقت، "اَحَدُنِ اللّٰهُ الصَّمَدُ" پڑھتے ہیں لیکن ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ بغیر تنوین "اَحَدُ اللّٰهُ الصَّمَدُ" پڑھا جائے گا۔

٤٧١ - باب : قَوْلُهُ : «اللّٰهُ الصَّمَدُ» /٢/ .

وَالعَرَبُ تُسَمِّي أَشْرَافَهَا الصَّمَدُ ، قَالَ أَبُو وَائِلٍ : هُوَ السَّيِّدُ الَّذِي انْتَهَى سُودَدُهُ .

٤٦٩١ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قالَ : وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ هَمَّامٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قالَ : قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ ، وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ ، أَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ أَنْ يَقُولَ : إِنِّي لَنْ أُعِيدَهُ كَمَا بَدَأْتُهُ ، وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ أَنْ يَقُولَ : اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ، وَأَنَا الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ ، وَلَمْ يَكُنْ لِي كُفُوًا أَحَدٌ . «لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ . وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ» .

كُفُوًا وَكَفِيئًا وَكِفَاءً وَاحِدٌ . [ر : ۳۰۲۱]

لفظ صمد کے بہت سے معنی ہوسکتے ہیں اسی لئے حضرات مفسرین کے اس میں بہت سے اقوال ہیں لیکن صمد کے اصل معنی یہ ہیں کہ جس کی طرف لوگ اپنی حاجات اور ضروریات میں رجوع کریں اور جو بڑائی اور سیادت کی انتہا پر ہو کہ اس سے کوئی بڑا نہ ہو، سب اس کے محتاج ہوں اور وہ کسی کا محتاج نہ ہو ۔(۲۳)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سورۃ اخلاص دو مرتبہ نازل ہوئی ہے ، ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں ، جب مشرکین نے آکر آپ سے یہ کہا تھا کہ اپنے رب کا نسب نامہ بیان کیجئے اور اس کے بعد مدینہ منورہ میں یہود نے یہی سوال آپ سے کیا تھا، اس وقت یہ دوبارہ اتری (۲۴)۔

---

(۲۳) "قال ابن الانباری: لاخلاف بین اهل اللغة ان الصمد هو السید الذی لیس فوقه احد الذی یصمد الیه الناس فی امورهم و حوائجهم" (البحر المحیط: ۵۲۸/۸)

(۲۴) دیکھیے مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیة، کتاب التفسیر (الجزء الرابع) سورۃ الاخلاص: ۱۹۱/۱۷

لیکن یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ایک ہی مرتبہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے تاہم جب یہود نے مدینہ منورہ میں آکر اس قسم کا سوال کیا تو حضرت جبرئیل نے آکر بتادیا کہ "قُلْ هُوَاللّٰہ" پڑھ دیجئے ۔

٤٧٢ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ» . (الْفَلَقِ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «غَاسِقٍ» اللَّيْلِ «إِذَا وَقَبَ» /٣/ : غُرُوبُ الشَّمْسِ . يُقَالُ : أَبْيَنُ مِنْ فَرَقِ وَفَلَقِ الصُّبْحِ . «وَقَبَ» إِذَا دَخَلَ فِي كُلِّ شَيْءٍ وَأَظْلَمَ .

مجاھد نے یہاں "غَاسِقٍ" کی تفسیر "لیل" سے کی ہے اور "اِذَاوَقَبَ" کے معنی غروب شمس بیان کئے ہیں ۔

فلق پو پھٹنے کو کہتے ہیں (صبح صادق کی روشنی کا جب ابتداءِ ظہور ہوتا ہے تو اسے پو پھٹنا کہتے ہیں) مثل ہے "ابین من فرَق الصبح وفلَق الصبح " یعنی یہ بات صبح کے تڑکے اور روشنی کے ظہور سے زیادہ ظاہر اور واضح ہے ۔

اور "وَقَبَ" اس وقت کو کہتے ہیں کہ جب کوئی شئے کسی بھی چیز میں داخل ہوجائے اور اندھیرا چھا جائے ، یہاں غروب آفتاب مراد ہے اس لئے کہ اس سے بھی اندھیرا چھا جاتا ہے ۔

٤٦٩٢ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عاصِمٍ وَعَبْدَةَ ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قالَ : سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ عَنِ الْمُعَوِّذَتَيْنِ فَقَالَ : سَأَلْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ فَقَالَ : (قِيلَ لِي فَقُلْتُ) . فَنَحْنُ نَقُولُ كما قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ . [٤٦٩٣]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے معوذ تین کے متعلق سوال کیا گیا کہ یہ قرآن مجید میں داخل ہیں یا نہیں ؟ تو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بتایا کہ آپ ؐ سے پوچھا تو آپ ؐ نے فرمایا۔

قیل لی فقلت

یعنی مجھے "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" اور "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" پڑھنے کے لئے کہا گیا ، مقصد یہ ہے کہ حضرت جبرئیل وحی لیکر آئے تو میں نے اسے پڑھا۔

فنحن نقول کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابی بن کعب ؓ فرماتے ہیں تو ہم بھی اسے اسی طرح پڑھتے ہیں جس طرح آپ ؐ پڑھتے تھے

یعنی آپ ؐ نے ان کو وحی متلو بنایا اور قرآن کا جزء قرار دیا تو ہم بھی اسے وحی متلو کہتے ہیں اور قرآن کا جزء سمجھتے ہیں۔

٤٧٣ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ» . (النَّاس)

وَيُذْكَرُ عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ : «الْوَسْوَاسِ» /٤/ : إِذَا وُلِدَ خَنَسَهُ الشَّيْطَانُ ، فَإِذَا ذُكِرَ ٱللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ذَهَبَ ، وَإِذَا لَمْ يُذْكَرِ ٱللّٰهُ ثَبَتَ عَلَى قَلْبِهِ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ " میں وسواس کی تفسیر منقول ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو چوکا لگاتا ہے، پھر جب وہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہے اور بچے کے کان میں اذان دی جاتی ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے لیکن اگر اللہ کا نام نہیں لیاجاتا تو شیطان اس کے دل پر جم جاتا ہے۔

یہاں عبارت ہے "وَاِذاوُلِدخَنَسَہُ الشَّیطَان " قاضی عیاض اور ابن التین نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ "خنس" کے معنی تو "رجع" اور "انقبض" کے آتے ہیں سیاق کلام کا تقاضہ یہ ہے کہ "خنس" کے بجائے "نخس" ہو جس کے معنی چوکے مارنے کے آتے ہیں (۲۵)

لیکن اگر "خنس" ہو تو یہ توجیہ کی جاسکتی ہے کہ شیطان آکر چوکا مارتا ہے اور چوکے مار کر اسے اس کی جگہ سے ہٹا دیتا ہے اور پیچھے کر دیتا ہے (۲۶)۔

٤٦٩٣ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ أَبِي لُبَابَةَ ، عَنْ زِرِّ ٱبْنِ حُبَيْشٍ . وَحَدَّثَنَا عاصِمٌ ، عَنْ زِرٍّ قالَ : سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ : قُلْتُ : يَا أَبَا الْمُنْذِرِ ، إِنَّ أَخَاكَ ٱبْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ كَذَا وَكَذَا ؟ فَقَالَ أُبَيٌّ : سَأَلْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ، فَقَالَ لِي : (قِيلَ لِي فَقُلْتُ) . قالَ : فَنَحْنُ نَقُولُ كَمَا قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ . [ر : ٤٦٩٢]

حضرت عبداللہ بن مسعود اور معوذتین

معوذتین کے کلام اللہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور سب کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے، اسی طرح معوذتین کے قرآن ہونے پر تمام صحابہ کا اجماع ہے اور ان کے عہد سے آج تک تواتر کے ساتھ

---

(۲۵) فتح الباری: ۸/۷۳۲

(۲۶) فتح الباری: ۸/۷۳۲

(۴۶۹۳-۴۶۹۲) واخرجہ النسائی فی السنن الکبریٰ، فی التفسیر رقم الحدیث:

ثابت ہے، البتہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں مختلف آراء ہیں کہ وہ اس کو قرآن کا جزء مانتے ہیں یا نہیں؟

❶ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ معوذتین کو قرآن میں شامل نہیں مانتے تھے، چنانچہ طَبَرانی اور ابن مَرْدَوَیْہ نے روایت نقل کی ہے "کان عبداللہ بن مسعود یحکّ المعوذتین من مصاحفہ، ویقول: انہما لیستا من کتاب اللہ " (۲۷) وہ فرماتے تھے کہ ان کے نازل کرنے کا مقصد رقیہ اور علاج تھا، معلوم نہیں تلاوت کی غرض سے اتاری گئی ہیں یا نہیں اس لئے ان کو مصحف میں درج کرنا اور قرآن میں شامل کرنا خلاف احتیاط ہے، چنانچہ "روح البیان" میں ہے "انہ کان لایعد المعوذتین من القرآن، وکان لایکتبہما فی مصحفہ، یقول: انہما منزلتان من السماء، وہما من کلام رب العالمین، ولکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرقی ویعوذ بہما، فاشتبہ علیہ انہما من القرآن او لیستا منہ؛ فلم یکتبہما فی المصحف " (۲۸)

اور ظاہر ہے کہ ان کی یہ رائے شخصی اور انفرادی تھی، صحابہ میں سے کسی نے بھی ان سے اتفاق نہیں کیا، چنانچہ بزار فرماتے ہیں "ولم یتابع ابن مسعود علی ذلک احد من الصحابة " (۲۹)

اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ انہوں نے بعد میں رجوع کرلیا تھا اور تمام صحابہ کے ساتھ متفق ہوگئے تھے (۳۰)۔

❷ ابوبکر باقلانی اور قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان کے قرآن میں شامل ہونے کا انکار نہیں کرتے تھے البتہ مصحف میں لکھنے کے وہ منکر تھے کیونکہ ان کی رائے یہ تھی کہ مصحف میں قرآن کریم کا کوئی بھی حصہ اسی وقت لکھا جائے گا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لکھنے کی اجازت دیدیں اور معوذتین کے متعلق مصحف میں لکھنے کی اجازت شاید ان کو معلوم نہیں ہوئی اس لئے وہ اس کو مصحف میں نہیں لکھتے تھے (۳۱)۔

باقی طَبَرانی اور ابن مَرْدَوَیْہ کی جس روایت میں ہے "ویقول: انہما لیستا من کتاب اللہ " تو وہاں "کتاب اللہ" سے مصحف مراد ہیں (۳۲)۔

---

(۲۷) فتح الباری: ۸/۷۴۲ وروح المعانی: ۳۰/۳۲۲

(۲۸) روح البیان:

(۲۹) فتح الباری: ۸/۷۴۲ وروح المعانی: ۳۰/۳۲۲

(۳۰) روح المعانی: ۳۰/۳۲۲

(۳۱) فتح الباری: ۸/۷۴۲

(۳۲) فتح الباری: ۸/۷۴۲

❷ امام نووی، ابن حزم ظاہری اور امام فخر الدین رازی وغیرہ علماء نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی طرف اس قول کی نسبت ہی کو باطل قرار دیا، چنانچہ نووی فرماتے ہیں "اجمع المسلمون علی ان المعوذتین والفاتحة من القرآن، وان من جحد منهما شيئا، كفر، ومانقل عن ابن مسعود باطل ليس بصحيح" اور ابن حزم فرماتے ہیں "مانقل عن ابن مسعود من انکار قرآنیة المعوذتين، فهو كذب باطل" اور امام رازی فرماتے ہیں "الاغلب علی الظن ان هذا النقل عن ابن مسعود كذب باطل" (۳۳)

اور اس کے غلط ہونے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ عاصم، حمزہ اور کسائی کی روایتِ قراءت کے سلسلہ کی سند حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تک پہنچتی ہے اور اس میں معوذتین موجود ہیں (۳۴)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسجد نبوی میں ہر سال ماہ رمضان میں صلاۃ تراویح پڑھتے تھے اور امام اس میں معوذتین پڑھتے تھے لیکن آپ اعتراض نہیں کرتے تھے (۳۵) اس لئے ان کی طرف مذکورہ قول کی نسبت کرنا کہ وہ اس کو قرآن میں شامل نہیں سمجھتے تھے درست نہیں ہے۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روایات صحیحہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مذکورہ قول ثابت ہے اور ان روایات پر بغیر کسی مستند دلیل کے طعن کرنا لائقِ قبول نہیں ہے (۳۶)۔

علامہ عبدالعلی لکھنوی نے مسلم الثبوت کی شرح "فواتح الرحموت" میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ پر رد کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ابن مسعود کی طرف اس قول کی نسبت سراسر غلط ہے، صحت سند کے لئے متن کی صحت لازم نہیں جب کہ انقطاع باطنی پایا جاتا ہو، چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

"فنسبة انكار كونهما من القرآن اليه غلط فاحش، ومن أسند الانكار الى ابن مسعود فلا يعبأ بسنده عند معارضة هذه الأسانيد الصحيحة بالاجماع، والمتلقاة عند العلماء الكرام، بل والأمة كلها كافة" (۳۷)

بہرحال محقق علماء کی اکثریت نے ان روایتوں کو ضعیف یا کم از کم ناقابل قبول بتایا ہے جو حضرت ابن مسعودؓ کی طرف یہ مذہب منسوب کرتی ہیں حافظ ابن حجر اور علامہ ہیثمی نے اگرچہ تصریح کی ہے کہ ان روایتوں کے تمام روای ثقہ ہیں (۳۸) لیکن صرف راویوں کا ثقہ ہونا ہی کسی روایت کے صحیح ہونے کے

---

(۳۳) دیکھئے الاتقان فی علوم القرآن: ۸۱/۲، والمحلی لابن حزم: ۱۳/۱، وفواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت: ۱۲/۲ و مقالات الکوثری: ۱۶

(۳۴) دیکھئے البدر الساری الی فیض الباری: ۲۶۲/۳ والنشر فی القراآت العشر لابن الجزری: ۱۶۶-۱۵۶/۱

(۳۵) البدر الساری الی فیض الباری، ۲۶۲/۳

(۳۶) فتح الباری: ۷۴۲/۸

(۳۷) فواتح الرحموت: ۱۰-۹/۲

(۳۸) فتح الباری: ۷۴۳/۸، ومجمع الزوائد للہیثمی: ۱۴۹/۷

لئے کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں کوئی علت یا شذوذ نہ پایا جائے، چنانچہ محدثین نے حدیث صحیح کی تعریف میں یہ بات لکھی ہے کہ وہ روایت ہر قسم کی علت اور شذوذ سے خالی ہو، اگر روایت میں علت یا شذوذ پایا جاتا ہو تو راویوں کے ثقہ ہونے کے باوجود اس کو صحیح قرار نہیں دیا جاتا (۳۹) اس لئے ان روایات کو روایوں کے ثقہ ہونے کے باوجود کئی علماء نے ناقابل قبول قرار دیا

ایک تو اس لئے کہ یہ روایتیں معلول ہیں اور ان کی سب سے بڑی علت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ان قراءتوں کے خلاف ہیں جو ان سے بطریق تواتر منقول ہیں۔

جس روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "انهما ليستا من كتاب الله" یہ قول صرف عبدالرحمن بن یزید نخَعَی سے منقول ہے اور کسی نے صراحۃً یہ جملہ نقل نہیں کیا ہے (۴۰) اور متواترات کے خلاف ہونے کی وجہ سے یہ جملہ یقیناً شاذ ہے اور "حدیث شاذ" مقبول نہیں ہوتی۔

اور اگر بالفرض ان روایتوں کو صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی یہ اخبار آحاد ہیں اور اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ جو خبرواحد متواترات اور قطعیات کے خلاف ہو وہ مقبول نہیں ہوتی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جو قراءتیں تواتر کے ساتھ ثابت ہیں وہ قطعی ہیں، لہذا ان کے مقابلے میں یہ اخبار یقیناً واجب الرد ہیں (۴۱)۔

اب صرف یہ سوال رہ جاتا ہے کہ اتنے ثقہ راویوں نے ایسی بے اصل بات کیونکر روایت کردی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان روایتوں کی حقیقت یہ ہوسکتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ معوذتین کو قرآن کا جزء تو مانتے ہیں لیکن انہیں مصحف میں نہ لکھتے تھے، مصحف میں کیوں نہیں لکھتے تھے اس کی ایک وجہ تو قاضی عیاض کے حوالہ سے گزر چکی ہے اور علامہ زاہدالکوثری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ معوذتین کو مصحف میں اس لئے نہیں لکھتے تھے کہ ان کے بھولنے کا کوئی ڈر نہیں تھا، کیونکہ ہر مسلمان کو یاد ہوتی ہیں (۴۲) واللہ اعلم وعلمہ اتم

وهذا آخر ما اردنا ايراده من شرح احاديث كتاب التفسير من صحيح البخاري رحمه الله تعالى للشيخ المحدث الجليل سليم الله خان حفظه الله ورعاه ومتعنا الله بطول حياته..... وقد وقع الفراغ من تسويده واعادة النظر فيه ثم تصحيح ملازم الطبع بيوم الاثنين ۹ من ذی القعدة ۱۴۱۸ ھ الموافق ۹ من مارس ۱۹۹۸ م والحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات وصلى الله على النبي الامي وآله وصحبه وتابعيهم وسلم عليه وعليهم ما دامت الارض والسمٰوٰت، رتبه وراجع نصوصه وعلق عليه ابن الحسن العباسي عضو قسم التحقيق والتصنيف والاستاذ بالجامعة الفاروقية وفقه الله تعالى لاتمام باقي الكتب، كما يحبه ويرضاه وهو على كل شيء قدير، ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم، ويليه ان شاء الله شرح كتاب فضائل القرآن

---

(۳۹) دیکھئے، مقدمة ابن الصلاح فی علوم الحديث: ۸-۷ و تیسیر مصطلح الحدیث: ۳۴ و مقدمة فتح الملهم: ۱/۴

(۴۰) دیکھئے، مجمع الزوائد للهيثمی: ۷/۱۴۹ و الفتح الربانی: ۱۸/۳۵۱-۳۵۲ (۴۱) مقالات الکوثری: ۱۶ (۴۲) مقالات الکوثری: ۱۶

مصادر ومراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع/ناشر
۱	ایضاح البخاری	مولانا فخر الدین صاحب	مکتبہ مجلس قاسم المعارف دیوبند
۲	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی	مصطفی البابی الحلبی
۳	اسد الغابہ فی معرفہ الصحابہ	عزالدین ابن الاثیر جزری	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۴	الاصابہ	حافظ ابن حجر	دارالفکر، بیروت
۵	اسباب النزول	جلال الدین سیوطی	مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ
۶	اساس البلاغہ	محمود بن عمر زمخشری	دارالمعرفہ، بیروت
۷	السعایہ	مولانا عبد الحی لکھنوی	سہیل اکیڈمی، لاہور
۸	الاستیعاب	علامہ ابن عبد البر	دارالفکر، بیروت
۹	احکام القرآن	علامہ ابوبکر احمد بن علی جصاص	دارالکتاب العربی، بیروت
۱۰	احکام القرآن	محمد بن عبد اللہ: ابن العربی، مالکی	دارالمعرفہ، بیروت
۱۱	احکام القرآن	مفتی محمد شفیع ومولانا ظفر احمد عثمانی	ادارۃ القرآن، کراچی
۱۲	احکام القرآن	امام شافعی (جمعہ البیہقی)	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۳	اکتشاف کہف اصحاب کہف	رفیق وفاد جانی	
۱۴	الانتصاف علی الکشاف	احمد بن منیر	دارالکتاب العربی، بیروت
۱۵	ارشاد الساری	احمد بن محمد قسطلانی	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۶	الاعلام	خیر الدین زرکلی	دارالعلم للملایین
۱۷	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد عثمانی	ادارۃ القرآن، کراچی
۱۸	اعانہ الطالبین	سید ابوبکر المشہور بالسید بکری	احیاء التراث العربی، بیروت
۱۹	الانصاف فی معرفہ الراجح من الخلاف	علاء الدین علی بن سلیمان مرداوی	داراحیاء التراث العربی
۲۰	اوجز المسالک	شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ	ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
۲۱	اکمال اکمال المعلم	محمد بن خلفہ ابی مالکی	دارالکتاب العلمیہ، بیروت

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع/ناشر
۲۲	انباہ الرواۃ	جمال الدین علی بن یوسف قفطی	داراحیاء التراث، بیروت
۲۳	الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار	ابوبکر محمد بن موسی ہمدانی	مطبعہ علمیہ، حلب
۲۴	اصول البزدوی	ابوالحسن علی ابن محمد البزدوی	الصدف پبلشرز، کراچی
۲۵	البحر المحیط	محمد بن یوسف ابوحیان مالکی اندلسی	دارالفکر، بیروت
۲۶	البدر الساری	مولانا بدرعالم میرٹھی	خضرراہ بک ڈپو دیوبند
۲۷	بیان القرآن	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	مطبع مجتبائی، دہلی
۲۸	البحر الرائق	شیخ زین العابدین ابن نجیم	ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی
۲۹	بدایۃ المجتہد	ابن رشد قرطبی	مصطفی البابی، مصر
۳۰	بدائع الصنائع	علامہ علاء الدین بن مسعود کاسانی	ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی
۳۱	البرھان فی علوم القرآن	بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشی	دارالمعرفۃ، بیروت
۳۲	البیان والتبیین	عمرو بن بحر الجاحظ	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۳۳	بغیۃ الوعاۃ	علامہ جلال الدین سیوطی	مکتبہ عیسی البابی، مصر
۳۴	بلغۃ السالک لاقرب المسالک	احمد بن محمد الصاوی مالکی	مطبعہ مصطفی البابی، مصر
۳۵	تذکرۃ الحفاظ	شمس الدین ذہبی	داراحیاء التراث العربی
۳۶	تیسیر مصطلح الحدیث	محمود بن احمد طحان	مکتبۂ دارالتراث، کویت
۳۷	تہذیب التہذیب	حافظ ابن حجر	دارصادر، بیروت
۳۸	تقریب التہذیب	حافظ ابن حجر	دارالرشید، حلب
۳۹	تاریخ بغداد	احمد خطیب بغدادی	دارالکتاب العربی، بیروت
۴۰	تاریخ ارض القرآن	مولانا سید سلیمان ندوی	مجلس نشریات اسلام
۴۱	تاریخ تفسیر و مفسرین	غلام احمد حریری	ملک سنز پبلشرز، فیصل آباد
۴۲	تاریخ بخاری کبیر	امام بخاری	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۴۳	تغلیق التعلیق	حافظ ابن حجر	المکتب الاسلامی
۴۴	تبییض الصحیفہ	حافظ جلال الدین سیوطی	مولانا عاشق الٰہی برنی
۴۵	تدریب الراوی	جلال الدین سیوطی	مکتبۂ علمیہ، مدینہ منورہ
۴۶	التقریب	امام نووی	مکتبۂ علمیہ، مدینہ منورہ

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع/ناشر
۴۷	تعلیقات لامع الدراری	شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب	مکتبہ امدادیہ، مکہ مکرمہ
۴۸	تعلیقات المصنوع	شیخ عبد الفتاح ابوغدہ	ادارہ نشر الثقافۃ النعمانیہ، کراچی
۴۹	تعلیقات الانساب	عبداللہ عمر البارودی	دار الجنان، بیروت
۵۰	تعلیقات البخاری	مصطفی دیب بغا	دار ابن کثیر، بیروت
۵۱	تکملہ فتح الملہم	مولانا محمد تقی عثمانی	مکتبہ دار العلوم کراچی
۵۲	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی	مکتبہ الاعلام الاسلامیہ، ایران
۵۳	تفسیر عثمانی	علامہ شبیر احمد عثمانی	مجمع الملک، فہد سعودی عرب
۵۴	تفسیر ابن جریر	حافظ ابن جریر طبری	دار المعرفہ، بیروت
۵۵	تفسیر ابن کثیر	اسماعیل ابن کثیر	دار الفکر، بیروت
۵۶	تفسیر الجمل	شیخ سلیمان الجمل	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۵۷	تفسیر صاوی	احمد بن محمد الصاوی	مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ
۵۸	تفسیر خازن	علی بن محمد خازن	دار المعرفہ، بیروت
۵۹	تفسیر ابی السعود	ابی السعود محمد بن العمادی	دار احیاء التراث الاسلامی، بیروت
۶۰	تفسیر سورۃ کہف	مولانا شیر علی شاہ	مؤتمر المصنفین، اکوڑہ خٹک
۶۱	التحریر والتنویر	شیخ محمد طاہر ابن عاشوراء	الدار التونسیہ، تیونس
۶۲	ترجمان قرآن	مولانا ابوالکلام آزاد	مکتبہ سعید ناظم آباد
۶۳	التعلیق الصبیح	مولانا ادریس کاندھلوی	مکتبہ عثمانیہ، لاہور
۶۴	التعلیق المحمود (حاشیہ ابی داؤد)	مولانا فخر الحسن گنگوہی	ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی
۶۵	التلخیص الحبیر	حافظ ابن حجر	دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور
۶۶	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ مظہری	بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ
۶۷	تفسیر نسفی	عبداللہ بن احمد نسفی	دار احیاء الکتب العربیہ، مصر
۶۸	تاج العروس	محمد مرتضی زبیدی	دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت
۶۹	تفسیر بیضاوی	عبداللہ بن عمر بیضاوی	مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
۷۰	تفسیر القاسمی (محاسن التاویل)	محمد جمال الدین قاسمی	دار الفکر، بیروت
۷۱	التفسیر الواضح	محمود حجازی	

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع/ناشر
۷۲	تفسیر المراغی	احمد مصطفی مراغی	مطبعہ مصطفی البابی، مصر
۷۳	تفسیر ثعلبی (جواہر الحسان فی تفسیر القرآن)	عبدالرحمن بن محمد ثعالبی	مؤسسہ الاعلمی، بیروت
۷۴	توضیح و تلویح	علامہ تفتازانی	نور محمد کتب خانہ
۷۵	تخریج احادیث اصول البزدوی	قاسم بن قطلوبغا	الصدف پبلشرز، کراچی
۷۶	ترجمان السنہ	مولانا بدر عالم میرٹھی	ایچ، ایم سعید کمپنی
۷۷	تیسیر الباری	مولانا وحید الزمان	تاج کمپنی لمیٹڈ، پاکستان
۷۸	تفسیر منیر	وہبہ الزحیلی	دارالفکر، بیروت
۷۹	الجامع لاحکام القرآن	محمد بن احمد قرطبی	دارالفکر، بیروت
۸۰	جلاء الافہام فی الصلاۃ علی خیر الأنام	علامہ ابن قیم	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۸۱	جامع الاصول	مبارک ابن احمد ابن اثیر جزری	دارالفکر، بیروت
۸۲	جلالین	جلال الدین سیوطی و محلی	ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
۸۳	جامع البیان (علی ہامش الجلالین)	سید معین الدین	ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
۸۴	جہان دیدہ	مولانا محمد تقی عثمانی	ادارۃ المعارف، کراچی
۸۵	الجرح والتعدیل	عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی	دائرۃ معارف عثمانیہ، حیدرآباد دکن
۸۶	الحاوی للفتاوی	جلال الدین سیوطی	مکتبہ نوریہ، فیصل آباد
۸۷	حاشیہ برخوردار	مولوی برخوردار ملتانی	مکتبہ حبیبیہ، کوئٹہ
۸۸	حاشیہ صحیح البخاری	احمد علی سہارنپوری	قدیمی کتاب خانہ، کراچی
۸۹	حاشیہ صحیح البخاری	ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی	قدیمی کتاب خانہ، کراچی
۹۰	حاشیہ القنوی علی تفسیر البیضاوی	حافظ اسماعیل قنوی	مکتبہ محمودیہ، استانبول
۹۱	حاشیہ سیرت النبی ﷺ	مولانا سید سلیمان ندوی	دارالاشاعت، کراچی
۹۲	حاشیہ حمداللہ	شیخ عبداللہ ٹونکی	سعید اینڈ سنز، کراچی
۹۳	الحاوی الکبیر	علی بن محمد بن حبیب ماوردی	دارالفکر، بیروت
۹۴	حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ	ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر
۹۵	حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم اصبہانی	دارالفکر، بیروت
۹۶	حمداللہ شرح سلم العلوم	مولوی حمداللہ	محمد سعید اینڈ سنز

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع/ناشر
۹۷	خلاصہ الخزرجی	علامہ صفی الدین خزرجی	دار الفکر، بیروت
۹۸	الخصائص الکبری	جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۹۹	دلائل النبوۃ	ابو نعیم اصبہانی	دار النفائس
۱۰۰	دلائل النبوۃ	احمد بن الحسین بیہقی	مکتبہ اثریہ، لاہور
۱۰۱	الدر المختار	محمد بن علی حصکفی	ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی
۱۰۲	الدر المنثور	جلال الدین سیوطی	مؤسسہ الرسالہ
۱۰۳	روح المعانی	ابو الفضل محمود آلوسی	مکتبہ امدادیہ، ملتان
۱۰۴	الروض الانف	عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی	مکتبہ فاروقیہ، ملتان
۱۰۵	رفع الصوت بذبح الموت	جلال الدین سیوطی	مکتبہ رضویہ، فیصل آباد
۱۰۶	زاد المعاد	علامہ ابن القیم	مؤسسہ الرسالہ
۱۰۷	سنن ابن ماجہ	محمد بن یزید: ابن ماجہ	دار الکتب المصری، قاہرہ
۱۰۸	سنن نسائی	احمد بن شعیب نسائی	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۱۰۹	السنن الکبری	احمد بن شعیب نسائی	ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
۱۱۰	سنن ابی داؤد	سلیمان بن اشعث: ابوداؤد	دار احیاء السنہ النبویہ
۱۱۱	سنن دار قطنی	علی بن عمر دار قطنی	دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور
۱۱۲	سیر اعلام النبلاء	شمس الدین بن محمد ذہبی	مؤسسہ الرسالہ
۱۱۳	السیرۃ الحلبیہ	علی بن برہان الدین حلبی	المکتبہ الاسلامیہ، بیروت
۱۱۴	سیرۃ ابن ہشام	ابو محمد عبد اللہ بن ہشام	مصطفی البابی، مصر
۱۱۵	سیرۃ النبی	مولانا شبلی نعمانی	دار الاشاعت، کراچی
۱۱۶	سنن الترمذی	محمد بن عیسی ترمذی	دار احیاء التراث العربی، بیروت
۱۱۷	شرح الکرمانی	محمد بن یوسف الکرمانی	دار احیاء التراث العربی، بیروت
۱۱۸	شرح تہذیب	ملا عبد اللہ یزدی	فاروقی کتب خانہ
۱۱۹	الشرح الصغیر	احمد بن محمد دردیر	دار المعارف، مصر
۱۲۰	الشرح الکبیر (العزیز شرح الوجیز)	عبد الکریم بن محمد رافعی	مکتبہ عباس احمد الباز، مکہ مکرمہ
۱۲۱	شرح مسلم	یحی بن شرف، نووی	قدیمی کتب خانہ، کراچی

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع/ناشر
۱۲۲	شرح معانی الآثار	احمد بن محمد طحاوی	ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی
۱۲۳	شرح ملاعلی القاری علی الفقہ الاکبر	ملاعلی قاری	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۱۲۴	شرح الطیبی	حسین بن محمد طیبی	ادارۃ القرآن، کراچی
۱۲۵	شرح الکوکب المنیر	محمد بن احمد: ابن النجار	دار الفکر، دمشق
۱۲۶	شرح العقیدۃ الطحاویہ	علی بن العز حنفی	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۱۲۷	شیخ محمد بن عبد الوہاب اور علماء حق	مولانا محمد منظور نعمانی	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۱۲۸	صحیح البخاری	محمد بن اسماعیل بخاری	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۱۲۹	صحیح مسلم	مسلم بن حجاج	قدیمی کتب خانہ/دار الفکر
۱۳۰	صفوۃ التفاسیر	محمد علی صابونی	دار القرآن الکریم، بیروت
۱۳۱	الصواعق المرسلہ	علامہ ابن قیم	
۱۳۲	طبقات ابن سعد	محمد بن سعد	دار صادر، بیروت
۱۳۳	عمدۃ القاری	محمد بن احمد عینی	المطبعۃ المنیریہ، بیروت
۱۳۴	عمل الیوم واللیلۃ	ابوبکر احمد بن محمد: ابن السنی	مؤسسہ علوم القرآن، بیروت
۱۳۵	العدۃ شرح العمدۃ	بہاء الدین عبد الرحمن بن ابراہیم مقدسی	مکتبۃ الریاض الحدیثۃ
۱۳۶	العرف الشذی	مولانا انور شاہ کشمیری	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۱۳۷	غایۃ السعایہ	مولانا عبد الحی لکھنوی	مکتبۂ خیر کثیر
۱۳۸	غرائب القرآن (علی ہامش تفسیر ابن جریر)	نظام الدین الحسن بن محمد نیساپوری	مطبعہ امیریہ، مصر
۱۳۹	فہرست ابن ندیم	محمد بن اسحاق ندیم	نور محمد کتب خانہ، کراچی
۱۴۰	فتح البیان فی مقاصد القرآن	نواب صدیق حسن خان	مطبعۃ العاصمہ، قاہرہ
۱۴۱	فتح القدیر	محمد بن عبد الواحد: ابن الہمام	مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
۱۴۲	فتح القدیر	محمد بن علی شوکانی	مکتبہ مصطفی البابی، مصر
۱۴۳	الفتوحات الربانیہ علی الاذکار النواویہ	محمد بن علان صدیقی	المکتبۃ الاسلامیہ
۱۴۴	فتح الباری	حافظ ابن حجر عسقلانی	دار الفکر، بیروت
۱۴۵	الفتح الربانی	احمد عبد الرحمن البنا	دار الحدیث، قاہرہ
۱۴۶	فیض الباری	مولانا انور شاہ کشمیری	خضر راہ بک ڈپو، دیوبند

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع/ناشر
۱۴۷	الفقہ الاسلامی وادلتہ	علامہ وہبہ زحیلی	مکتبۂ حقانیہ، پشاور
۱۴۸	فتاوی عالمگیری	جماعۃ من علماء الہند	نورانی کتب خانہ، پشاور
۱۴۹	فتح المغیث	عبدالرحیم بن الحسین عراقی	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۵۰	الفوز الکبیر	شاہ ولی اللہ	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۱۵۱	فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت	بحر العلوم مولانا عبدالعلی	
۱۵۲	الفرق بین الفرق	شیخ عبدالقاہر بن طاہر بغدادی	مکتب نشر الثقافۃ الاسلامیہ
۱۵۳	القاموس المحیط	مجدالدین محمد بن یعقوب فیروزآبادی	مطبعہ مصطفی البابی، مصر
۱۵۴	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی	ندوۃ المصنفین، دہلی
۱۵۵	القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع	محمد بن عبدالرحمن سخاوی	دارالکتاب العربی، بیروت
۱۵۶	کشاف	محمود بن عمر زمخشری	دارالکتاب العربی، بیروت
۱۵۷	الکاشف	شمس الدین ذہبی	مؤسسہ علوم القرآن، جدہ
۱۵۸	کشف الباری (کتاب المغازی)	شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان	مکتبہ فاروقیہ، کراچی
۱۵۹	الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف	حافظ ابن حجر عسقلانی	دارالکتاب العربی، بیروت
۱۶۰	الکامل فی ضعفاء الرجال	عبداللہ بن عدی	دارالفکر، بیروت
۱۶۱	کتاب الروح	علامہ ابن القیم	مکتبہ نصیر، مصر
۱۶۲	کتاب الثقات	ابوحاتم محمد بن حبان بستی	دارالفکر، بیروت
۱۶۳	الکوکب الدری	مولانا رشید احمد گنگوہی	ادارۃ القرآن، کراچی
۱۶۴	کتاب الآثار	امام اعظم ابوحنیفہ	کتب خانہ مجیدیہ، ملتان
۱۶۵	کشف الأستار	نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی	مؤسسہ الرسالہ، بیروت
۱۶۶	کنز العمال	علامہ علی متقی بن حسام الدین	مکتبہ التراث الاسلامی، حلب
۱۶۷	کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام	علامہ عبدالعزیز بن احمد بن بخاری	الصدف، پبلشرز، کراچی
۱۶۸	کتاب الام	امام شافعی	دارالمعرفہ، بیروت
۱۶۹	اللباب	عبدالغنی غنیمی میدانی	مکتبہ علمیہ، بیروت
۱۷۰	لامع الدراری	مولانا رشید احمد گنگوہی	مکتبۂ امدادیہ، مکہ مکرمہ
۱۷۱	لطائف الاشارات	امام قشیری	دارالکاتب العربی، قاہرہ

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع/ناشر
۱۷۲	لسان العرب	علامہ ابن منظور افریقی	نشر الادب حوزہ، ایران
۱۷۳	معالم التنزیل	محمد حسین بن مسعود بغوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
۱۷۴	معالم السنن	امام احمد بن محمد الخطابی	مطبعہ الانصار الاسلامیہ المحمدیہ
۱۷۵	المفردات فی غریب القرآن	علامہ راغب اصفہانی	نور محمد کتب خانہ، کراچی
۱۷۶	مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ	شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ	دار العربیہ، بیروت
۱۷۷	المحلی بالآثار	علی ابن احمد: ابن حزم	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۷۸	مقالات الکوثری	علامہ زاہدی الکوثری	ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
۱۷۹	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی	دارالفکر، بیروت
۱۸۰	مقدمہ ابن صلاح	عثمان بن عبدالرحمن: ابن صلاح	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۸۱	مقدمہ فتح الملہم	مولانا شبیر احمد عثمانی	ادارۃ القرآن، کراچی
۱۸۲	المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد طبرانی	داراحیاء التراث العربی
۱۸۳	مشاہد الانصاف علی شواہد الکشاف	شیخ محمد علیان مرزوقی	دارالکتاب العربی، بیروت
۱۸۴	مجمع بحار الانوار	علامہ محمد طاہر پٹنی	مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن
۱۸۵	مشکاۃ المصابیح	محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۱۸۶	منہج الدراسات لآیات الاسماء والصفات	علامہ محمد امین شنقیطی	
۱۸۷	المعجم الوسیط	لجنۃ من العلماء	انتشارات ناصر خسرو، تہران
۱۸۸	مرقاۃ المفاتیح	ملاعلی قاری	مکتبہ امدادیہ، ملتان
۱۸۹	المغنی	موفق الدین: ابن قدامہ	دارالفکر، بیروت
۱۹۰	مسالک الحنفا فی والدی المصطفی	علامہ جلال الدین سیوطی	مکتبہ رضویہ، فیصل آباد
۱۹۱	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحب	ادارۃ المعارف، کراچی
۱۹۲	موقع اصحاب کہف	محمد تیسیر ظبیان	مطبع دار الاعتصام
۱۹۳	مسند امام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل	المکتب الاسلامی، دار صادر، بیروت
۱۹۴	المصنوع فی معرفہ الحدیث الموضوع	ملاعلی قاری	ادارہ نشر الثقافہ النعمانیہ
۱۹۵	مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر رازی	دار المعارف، مصر
۱۹۶	میزان الاعتدال	علامہ ذہبی	داراحیاء لتراث العربی، بیروت
۱۹۷	مغنی المحتاج	شیخ محمد شربینی الخطیب	داراحیاء التراث العربی، بیروت

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع/ناشر
۱۹۸	معانی القرآن	ابو زکریا یحیی بن زیاد فراء	عالم الکتب، بیروت
۱۹۹	المغرب	ابو الفتح ناصر الدین مطرزی	یوسفیہ بنوریہ، کراچی
۲۰۰	المقاصد الحسنہ	شمس الدین محمد بن عبد الرحمان سخاوی	مکتبہ خانجی، مصر
۲۰۱	مصنف ابن ابی شیبہ	عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ	الدار السلفیہ، بمبئی
۲۰۲	المعرفہ والتاریخ	یعقوب بن سفیان	مؤسسہ الرسالہ
۲۰۳	المقنع فی فقہ الامام احمد بن حنبل	موفق الدین ابن قدامہ	مکتبہ الریاض الحدیثہ، ریاض
۲۰۴	المنتقی شرح الموطا	ابو الولید سلیمان بن خلف باجی	دار الکتاب العربی، بیروت
۲۰۵	المحرر الوجیز	محمد عبد الحق بن عطیہ غرناطی	مطابع الاہرام التجاریہ، قاہرہ
۲۰۶	مکمل اکمال الاکمال	محمد بن محمد تنویسی	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۰۷	معجم البلدان	یاقوت بن عبد اللہ حموی	دار احیاء التراث العربی، بیروت
۲۰۸	مقدمہ مجاز القرآن	محمد فواد سزکین	مکتبہ خانجی، قاہرہ
۲۰۹	مجاز القرآن	ابو عبیدہ معمر بن المثنی	مکتبہ خانجی، قاہرہ
۲۱۰	النشر فی القرأت العشر	محمد بن الجزری	مکتب تجاریہ مصر
۲۱۱	نیل الاوطار	محمد بن علی شوکانی	مطبع مصطفی البابی، مصر
۲۱۲	النہایہ فی غریب الحدیث	علامہ ابن الاثیر	دار احیاء التراث العربی، بیروت
۲۱۳	النکت والعیون (تفسیر الماوردی)	علی بن حبیب ماوردی	وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ، بیروت
۲۱۴	النامی شرح حسامی	مولوی محمد عبد الحق	کتب خانہ مجیدیہ، ملتان
۲۱۵	النبراس شرح شرح العقائد	عبد العزیز بن احمد فرحاری	مکتبہ حبیبیہ، کوئٹہ
۲۱۶	وفیات الاعیان	علامہ ابن خلکان	دار صادر، بیروت
۲۱۷	ھدی الساری	حافظ ابن حجر عسقلانی	دار الفکر، بیروت
۲۱۸	الہدایہ	علی بن ابی بکر مرغینانی	ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی